کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاوی کا مجموعہ

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاوی کا مجموعہ

العطایا الالھیہ
فی
الفتاوی العلیمیۃ

1

معروف بہ

فتاوی علیمیہ

جلد 1 کی فہرست صفحہ نمبر 78 پر ہے

مصنف

محقق عصر تاج الفقہاء مفتی محمد اختر حسین قادری

استاذ فقہ و معقولات و صدر شعبہ افتاء دار العلوم علیمیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فتاویٰ اعلیمیہ

مصنف ———— محمد اختر حسین قادری
باہتمام ———— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ———— فروری
سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور
طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ———— روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست

کلمات تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) بے شمار سوغات حمد و ثنا حاضر ہے منعم حقیقی اللہ جل مجدہ کی بارگاہ بے نیاز میں، جس نے خدمت خلق کی توفیق بخشی۔

(۲) بے حساب درود و سلام پیش ہے رحمت عالم معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر انوار میں جن کے صدقہ میں علم دین اور فقہ اسلامی کی اشاعت مقدر ہوئی۔

(۳) کروڑوں کلمات تشکر نذر ہیں اساطین امت اور اولیائے ملت کی خدمت میں جن کی جد و جہد سے لا تعداد قلوب داذہان کو ایمان و عقیدہ اور علم و عمل کی عظیم دولت نصیب ہوئی۔

(۴) انگنت گلدستہ شکر نچھاور ہے اکابرین اسلام اور اساتذہ عظام کی آستانۂ عالیہ پر جن کی عنایتوں، نوازشوں، اور دعاؤں نے اس خدمت کے قابل بنایا۔

(۵) بہت بہت تحفۂ شکر و مدحت حاضر ہے ان احباب اور کرم نوازوں کی محفل میں جن کی کوشش اور مشورہ سے یہ علمی ذخیرہ اہل ذوق کے سامنے لانے کے لائق ہوا۔

(۶) لاکھوں بار دعائیں ہیں ان باوفا تلامذہ کے لئے جنہوں نے ہر ممکن علمی تعاون کر کے احقر کا بھار ہلکا اور بہت سی مشکلات کو آسان کیا۔

(۷) ہزار ہا ہزار دعائیں ہیں ان ارباب دولت کے لئے جنہوں نے از خود مالی تعاون کے لئے اپنا قدم آگے بڑھا کر طباعت و اشاعت کا ذمہ لیا۔

گدائے آستانہ رضویہ
محمد اختر حسین قادری

عرض ناشر

دین اسلام کی معلومات کا اصل ماخذ ومصدر عربی زبان ہے۔ اسلام کوئی علاقائی مذہب نہیں تھا کہ وہ عرب کے علاقے ہی میں محدود ہو کر رہ جاتا بلکہ یہ تو عالمی (International) مذہب ہے جس نے اپنی ضیاپاش کرنوں سے پورے عالم کو منور ومستفیض کیا۔

ہر رنگ ونسل، شرق وغرب، شمال وجنوب کے لوگ اس کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے انہوں نے علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام کی بارگاہوں میں اپنی علاقائی مادری زبانوں میں مسائل دریافت کئے اور علما نے انہیں انہی کی زبانوں میں سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس طرح ہر زبان میں کچھ نہ کچھ اسلامی معلومات کا ایک معتد بہ حصہ علمائے کرام نے جمع کر کے اس علاقے کے لوگوں کو ضرورت سے زیادہ عربی زبان سیکھنے سے بے نیاز کر دیا۔

دوسری زبانوں کی طرح اُردو زبان میں بھی اسلامی معلومات فراہم کی گئیں بلکہ دوسری زبانوں کی بہ نسبت اُردو زبان میں اسلامی معلومات کا ذخیرہ کچھ زیادہ ہی ہے کیوں کہ یہ زبان ہندوپاک اور بنگلہ دیش کی مادری زبان ہے۔ اس زبان سے وابستہ اکثر لوگ دین اسلام سے منسلک ہیں اس لئے علمائے کرام نے اُن کی زبان میں بھی علوم اسلامیہ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے۔ کثرت سے دینی مسائل دریافت کئے گئے جس کے نتیجے میں فتاویٰ کی کتابوں کی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس سے عوام وخواص یکساں مستفیض ہو رہے ہیں۔ مطبوعہ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ برکاتیہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ ملک العلماء، فتاویٰ نعیمیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں جن میں شرعی معلومات کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر ناپیدا کنار ہے۔

میدان تبلیغ میں جس طرح تقریر وتحریر کا کلیدی کردار ہے اسی طرح آج کے اس دور میں کتابوں کی طباعت واشاعت کی افادیت واہمیت اور اس کے دوررس نتائج سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کے پیش نظر استاذ الفقہاء فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ کے ذریعے ایمان وعقائد کی اصلاح

اور بدمذہبوں کی تردید میں بے شمار کتابیں چھپ کر عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''فتاویٰ علیمیہ'' بھی ہے جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ عصر حاضر کے بالغ نظر، جواں سال، جواں عزم، معتمد ومستند مفتی تاج الفقہاء علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی مدظلہ العالی کے فتاویٰ کا حسین مجموعہ ہے۔ یقیناً فقہ کی خدمت بہت عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین متین کا فقیہ بناتا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ مجموعہ کتاب العقائد سے لے کر کتاب الفرائض تک فقہی ابواب پر مشتمل ہے۔ جو عالم اسلام کی عظیم وعبقری شخصیت مبلغ اسلام وسنیت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب ہے اور آپ ہی سے منسوب مشرقی یوپی کی عظیم مرکزی درسگاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی بھی ہے جس میں حضرت مفتی صاحب قبلہ شعبہ افتا کے منصب صدارت پر فائز ہیں۔ آپ علما وفقہا کے مابین ایک امتیازی شناخت رکھتے ہیں اور آپ کو ماہر فقہ وفتاویٰ استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ الباری سے اکتساب فیض کرنے اور ان کا معتمد خاص ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، موجودہ اکابر علمائے کرام میں جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی، ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی اور وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری اطال عمرہم کی مخصوص دعائیں بھی مفتی صاحب کے ساتھ شامل حال ہیں۔

''فتاویٰ علیمیہ'' طلبہ، علما، عوام وخواص ہر ایک کے حق میں ان شاء اللہ العزیز یکساں مفید ہوگا۔ ہمیں اپنے قارئین کرام سے قوی امید ہے کہ ''کتب خانہ امجدیہ دہلی'' کی دیگر پیش کش کی طرح اس پیش کش کو بھی قدر کی نظر سے دیکھیں گے۔ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ اپنے قارئین حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ اس کی کمپوزنگ پروف ریڈنگ، تحسین وتزئین میں حتی الامکان تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ امکان خطا سے انکار نہیں، لہٰذا جن حضرات کو اس میں کوئی غلطی ظاہر ہو ان سے میری گزارش ہے کہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی بجائے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔ میں ایسے حضرات کا ممنون ومشکور رہوں گا۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کو مزید دین کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور مسلک اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رکھے اور اسی مسلک پر خاتمہ فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ملک شبیر حسین

۹ ربیع الاوّل ۱۴۳۸ مطابق ۹ دسمبر ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام علامہ

الحاج الشاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

(وصال ۱۳۷۳ھ)

اور

آپ کی دعائے صبح گاہی کا ثمرہ، اہلسنّت کا عظیم سرمایہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا مضبوط قلعہ

دارالعلوم اہلسنّت علیمیہ

اور

مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہداء

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۵۰ھ)

خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی برکاتی مارہروی قدس اللہ سرہ
(وصال ۱۲۹۶ھ)

مجدد اعظم فقیہ فقید المثال امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۳۴۰ھ)

فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہٗ
(وصال ۱۳۶۷ھ)

تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ
(وصال ۱۴۰۲ھ)

قائد اہلسنّت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۳ھ)

فقیہ ملت صاحب تصانیف کثیرہ علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۲ھ)

شیخ القرآن استاذ العلما علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۳۲ھ)

کی خدمات عالیہ قدسیہ میں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراج عقیدت

وارث علوم اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ شیخ الاسلام والمسلمین
علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری صاحب
قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، بریلی شریف

ممتاز الفقہا شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری
صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، گھوسی شریف

جامع معقولات ومنقولات استاذ کریم
علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد

اور

جملہ اساتذہ کرام کے ساتھ
والدین کریمین کی بارگاہ میں

جن کی دُعاؤں، عنایتوں اور نوازشوں نے اس خدمت کے قابل بنایا

آثار و تبرکات

☆ کتاب

☆ سنت

☆ ارشادات

☆ تصدیقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾

(البقرۃ/۲٦۸)

یعنی

اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾

(التوبۃ/۱۲۲)

یعنی

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی فقاہت حاصل کرے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

"مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا
یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ"

(مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۳، ص:۹۴)

یعنی

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے
اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الامام الاعظم ابو حنیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

"اِنِّیْ اُقَدِّمُ الْعَمَلَ بِالْکِتَابِ، ثُمَّ بِالسُّنَّةِ، ثُمَّ بِاَقْضِیَةِ الصَّحَابَةِ مُقَدِّمًا مَااتَّفَقُوْا عَلیٰ مَا اخْتَلَفُوْا، وَحِیْنَئِذٍ اَقِیْسُ."

(میزان الشریعة الکبری، ج: ۱، ص: ۸۰)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد احادیث پر پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلوں پر اور ان کے درمیان اختلاف کی صورت میں قیاس کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الامام الشافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

"اَلنَّاسُ عِیَالٌ فِی الْفِقْہِ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ
مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَفْقَہَ مِنْہُ"

(الخیرات الحسان، ص: ۲۹)

سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں
میں نے کسی کو ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت

امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

''زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز
زمانہ ان بندگان خدا سے نہ خالی ہوگا جو مشکل کی تسہیل،
معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں،
بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت،
درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔''

(الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۵۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال المحقق العلامة "قاسم بن قطلوبغا" رحمه الله تعالیٰ
"اِنِّیْ رَاَیْتُ مَنْ عَمِلَ فِی مَذْهَبِ اَئِمَّتِنَا رضی الله عنهم "بالتَّشَهِّیْ" حَتّٰی سَمِعْتُ مِنْ لَفْظِ بَعْضِ الْقُضَاةِ هَلْ ثَمَّ حَجَرٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ! اِتِّبَاعُ الْهَوٰی حَرَامٌ، وَالْمَرْجُوْحُ فِی مُقَابَلَةِ الرَّاجِحِ بِمَنْزِلَةِ الْعَدَمِ."
(شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴۶)

امام محقق علامہ "قاسم بن قطلوبغا" رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ائمۂ مذہب کے پیروکاروں میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو خواہشات پر عمل پیرا تھے حتیٰ کہ میں نے بعض قاضیوں کے منہ سے یہ بات سنی کہ اس میں (کسی بھی قول کو لے لینے میں) کیا کوئی حرج ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں! خواہش کی پیروی حرام ہے اور راجح کے مقابلے میں مرجوح کالعدم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال السید محمد العلوی المالکی قدس سرہ

قاضی القضاۃ بمکۃ المکرمۃ

"نَحْنُ نَعْرِفُهُ بِتَصْنِيْفَاتِهٖ وَتَالِيْفَاتِهٖ حُبُّهُ عَلَامَةُ السُّنَّةِ وَبُغْضُهُ عَلَامَةُ الْبِدْعَةِ"

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص:۱۴۸)

ہم امام احمد رضا قادری کو ان کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ کے ذریعے اچھی طرح جانتے ہیں ان کی محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض علامت بدعت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج الفقہا علامہ محمد نظام الدین احمد پوری نے فرمایا

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا

(احمد رضا صاحب) کے شاگرد ہیں یہ تو

امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔"

(سوانح سراج الفقہا، ص:۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس القلم قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

”دنیائے اسلام کے محسن! (امام احمد رضا) تم نے
حق و باطل کے درمیان اتنی واضح لکیر نہ کھینچ دی ہوتی، تو آج اُمنڈتے
ہوئے ان سیاہ فتنوں کے ہجوم میں امت مسلمہ کا کیا حال ہوتا؟
کیا معلوم کہ ہم سر گشتگان بادۂ غفلت عقل غلط اندیش کی رہنمائی
میں کہاں بھٹکتے ہوتے۔“

(عینی مشاہدات، ص:۱۶)

تصدیق انیق

وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین تاج الشریعہ حضرت
علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ

حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب جماعت اہلسنّت کے معتمد اور ممتاز عالم دین ہیں برسوں سے تدریسی تحریری اور تقریری خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے ہزاروں فتاوی جاری کئے جو اکابر علمائے اہلسنّت کی تصدیقات سے مزین ہیں۔

زیر نظر کتاب مسمّٰی بہ "فتاوی علیمیہ" آپ کے انہیں فتاوی کا حسین گلدستہ ہے جس کو آپ نے افادۂ عام کے لئے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

(تاج الشریعہ) محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
بریلی شریف
۱۷ ر محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

تصدیق جمیل

شہزادہ حضور صدر الشریعہ پاسبان اسلام نائب قاضی القضاۃ فی الہند ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ

باسمہٖ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! اس خبر سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ اردو زبان کے فقہی ذخائر میں ایک اور قیمتی سرمایہ ''فتاویٰ علیمیہ'' کا اضافہ ہو چکا ہے، یہ کتاب بہت جلد مراحل طباعت وغیرہ سے گزر کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والی ہے۔

''فتاویٰ علیمیہ'' روزمرہ پیش آنے والے ان سوالات کے مدلل جوابات پر مشتمل ہے جو اہل سنت وجماعت کی مشہور ترین دینی درسگاہ ''دارالعلوم علیمیہ'' جمدا شاہی بستی میں پورے ملک وبیرون ملک سے احکام شرعیہ کی دریافت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

دراصل ''فتاویٰ علیمیہ'' میں مندرج جملہ فتاویٰ حضرت العلام ''مفتی محمد اختر حسین صاحب قادری زید مجدہٗ'' کی علمی کاوشیں اور نتائج الافکار ہیں۔ ان فتاویٰ کے معتمد ومعتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مفتی صاحب موصوف بہت متدین محتاط متبحر عالم دین ہیں، بلند پایہ محقق ومدرس ہیں، جو لکھتے ہیں وسیع مطالعہ اور حکم کی صحت وسقم، قوت وضعف پر امعانِ نظر کے بعد ہی لکھتے ہیں۔ مسائل جدیدہ میں آپ مقیس علیہ کے حکم کے اسباب وعلل ومناط ومدار میں جب تک اتحاد جہات پر مطمئن نہیں ہو جاتے مقیس کے متعلق اصدار حکم میں توقف فرماتے ہیں۔ میں نے خود مفتی صاحب موصوف کے کئی فتاویٰ پر تصحیح وتصدیق کے دستخط ثبت کئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے ''فتاویٰ علیمیہ'' کے چند فتاویٰ کا مطالعہ کیا ان میں تحقیق وتنقیح اور اپنے ائمۂ کرام کی تصحیح وترجیح وتنقیح کے جلووں کو محسوس کیا۔

حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا

ہے آپ متورع عالم دین ہونے کے ساتھ منکسر المزاج، متواضع الطبع ہیں، فکری تجسس، اصابت رائے آپ میں خوب نمایاں ہیں۔ بے شمار مسائل میں آپ مراجعت کے محتاج نہ ہوتے ہوئے بھی مراجعت علماء میں عار محسوس نہیں کرتے جب کہ بہت سارے علماء کو میں نے اس خوبی سے عاری پایا۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اور جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی مدظلہ کی تربیت وافادیت نے آپ کے فتووں میں خوب جلا عطا فرمادی ہے۔ ان حضرات نے آپ کو فتویٰ نویسی کا مجاز بنایا ہے۔ مفتی صاحب کے اصرار پر میں بھی ان کو فتویٰ نویسی کا مجاز عام بناتا ہوں۔

رب قدیر ''فتاوٰی علیمیہ'' کو قبول عام وتام عطا فرمائے اور آپ کے درجات علمی ومراتب مقبولیت کو خوب بلند فرمائے۔ آمین۔

(محدث کبیر) فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

قادری منزل

۲۰ رذی الحجہ، ۱۴۳۷ھ

تقریظ جلیل

ماہر ہفت لسان، محقق ذیشان، وحید الزمان، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی دامت برکاتہم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی الہٖ و اصحابہ اجمعین

میں نے فاضل جلیل القدر و فقیہ رفیع المرتبت مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب سلمہٗ کے فتاویٰ (فتاویٰ علیمیہ) کے کئی ابواب کے کئی فتاویٰ ملاحظہ کیے۔ مجھے ان کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ میں نے ان کے فتاویٰ میں آداب افتا کی بھرپور رعایت پائی۔ انہوں نے مذہب حنفی کے اقوال راجحہ کو اختیار کیا ہے۔ قول ظاہر الروایۃ ان کا مختار ہے۔

میں نے ان کے جتنے فتاویٰ ملاحظہ کیے انہیں مذہب حنفی کی معتمد کتابوں کے حوالہ جات سے مزین پایا۔ میرا ملاحظہ کیا ہوا ان کا ہر فتویٰ مذہب حنفی کے مفتی بہ قول پر صادر ہے۔ ان فتاویٰ میں ملک العلما کاسانی کی بدائع الصنائع، علامہ ابراہیم حلبی کی غنیۃ المستملی، علامہ زیلعی کی تبیین الحقائق، علامہ ابن عابدین کی رد المحتار ایسی کتابوں کے حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ میں نے اس امر کا عادی پایا کہ وہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کے قول سے اپنے فتویٰ کو مؤید کرتے ہیں، اور کہیں کہیں باب تفقہ میں آپ کے مدح کیے ہوئے تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے قول کو اپنے فتویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ برسوں پہلے کا دوانی مسجد (معروف بہ ہانڈی والی مسجد) سیفی جوبلی اسٹریٹ ممبئی میں ایک صاحب سے متعلق یہ سن کر کہ "وہ فتاویٰ رضویہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب گورکھپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "جو اہلیت رکھتے ہوئے فتاویٰ رضویہ سے چمٹا رہے گا۔ وہ مفتی ہو جائے گا۔" انجمن جامعہ حبیبیہ الہ آباد کے ۱۴۲۵ھ میں منعقد کیے ہوئے دینی سیمینار کے موقع پر پیش کیے ہوئے اپنے خطبۂ ترحیب میں میں نے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی شان میں یہ کہا تھا کہ "الذی کان فقیہا محققا ومتکلما مدققا وادم بین الماء والطین." مفتی محمد اختر حسین سلمہٗ فتاویٰ رضویہ سے چمٹے ہوئے ہیں، یہی ان کے تفقہ بالغ کا ضامن ہے۔

ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے صحیح العقیدہ حضرات کو نفع کثیر حاصل ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان کے درجے کو بلند فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہٖ و صحبہ اجمعین۔

(الفقیر محمد عاشق الرحمٰن القادری الحبیبی غفرلہ)

۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

تائیدِ جلیل

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ دام فیضہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد اللہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا متوالیا، و اصلی و اسلم علی سید البشر و آلہ صلوۃ لاقاطع لاتصالھا:

یہ کتاب مستطاب ضخیم الجثہ عظیم الشان "مجموعۃ الفتاوی مسمّٰی باسم" **العطایا الالھیۃ فی الفتاوی العلیمیہ**" جو اس قلیل البضاعت فی العلم ناچیز ہیچ مدان کے پیش نظر ہے اس کے اوائل و اواخر اور بعض مقامات اواسط کو ملاحظہ کیا تو کلمۂ تمدیح و تحسین، تسبیح و تعجیب، سبحان اللہ بار بار بموافقت قلب زبان پہ جاری رہا۔ واہ کیا خوب مسائل فقہیہ کی تنقیح و قیع اور تحقیق انیق ہے اور کلمات و عبارات کی حسین تنظیم و ترصیع ہے۔ الحاصل مجموعہ مدونہ، معتمد علیہ، موثوق بہ، قابل استفادہ و استفاضہ اور مفتین و مستفتین سب کے لیے نعمت مشکورہ غیر مترقبہ ہے مشک آں ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ **ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید** (قرآن حکیم)

اسال اللہ ان ینفع بہ انہ خیر مسئول.

مصنف کی عظمت مصنف کی عظمت و جلالت علمی کی مرہونِ ہوتی ہے۔ لہذا ان کی علمی و فقہی جلال و جمال کو حاضر قلب و ذہن کیجئے۔ مجموعہ مستحسنہ، تصنیف لطیف کے جامع و مصنف خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر ہیں۔ **زینہ اللہ بکل زین و طھرہ من کل شین وجعلہ کاسمہ یعنی کوکب الحسنین.**

مولائی الکریم انھیں آسمانِ علم و فقہ کا ایسا اختر درخشاں اور نیر تاباں بنائے کہ جس کی ضیاء کے مقابل بزعم خویش دنیاوی کواکب و نجوم کی روشنی اور ان کا جمال مضمحل و متضائل ہو جائے۔

مولانا موصوف ملک کی مایۂ ناز درسگاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے قابل افتخار استاذ اور دارالافتاء کے

متمرن و مشاق مفتی ہیں، عظیم الشان فقہی سیمناروں میں شریک ہو کر مقالات فقہیہ اور مسائل اجتہادیہ کے جواہر و درر بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں جہاں سر برآوردہ مرجع الفتاوی قاضیان اسلام اور مفتیان اعلام کی جلوہ گری اور جلوہ آرائی رہتی ہے۔ یہ کوئی امر مخفی نہیں ہے بلکہ شمس و امس کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

رب تعالیٰ منعم حقیقی نے آپ کو محاسن کثیرہ اور مکارم وافرہ سے نوازہ ہے، آں جناب پختہ کار مصنف، درسگاہ کے نکتہ سنج مدرس، درس نظامی کے جملہ علوم وفنون پہ حاوی، شیریں زبان، واعظ و ناصح، صاحب الدلائل مقرر، عمدہ خطیب البراہین، نفیس قلم کار، تنقیدی مقالہ نگار اور حاضر جواب مناظر و مباحث ہیں یہ ہے ان کی شخصیت جامع الصفات جو یقیناً قابل رشک ہے، ان تمام صفات ستودہ میں صفت فتوی نویسی اور فقہی بصیرت سب پر ظاہر و غالب ہے کہ یہ حسن واحد نہیں بلکہ مجموعۂ محاسن کثیرہ ہے۔

من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (صحیحین) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ارادۂ خیر فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے، اسے دین میں فہم و بصیرت عطا کر دیتا ہے بتقاضاء حدیث شریف آپ کا جوہر عالی صاحب خیور وسعادات ہے اللّٰھم فقھنا فی الدین۔

حضرت مفتی صاحب زیدحبہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی کے ساختہ پرداختہ تعلیم گرفتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ اور طالب علمی میں مابین الطلبہ فطانت و ذکاوت میں ممتاز تھے بلکہ ان کی شان فائقانہ تھی، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، بار بار راقم النقوش کہا کرتا تھا، برسرش ز ہوش مندی، می تابد ستارۂ بلندی۔ فی الحال تذکرتا کہتا ہوں، می تافت ستارۂ بلندی، مقصود بیان ہرگز یہ نہیں کہ انہوں نے میری درسگاہ میں زانوئے تلمذتہ کیا ہے، یہ جملہ تو ان کے قدر جلیل اور قامت طویل کی تقصیر چاہتا ہے بلکہ انہوں نے اپنی سماعت مع الشہود سے شرف بخشا ہے یعنی حقیقت حال یہ ہے، استفدت منہ مالم یستفد منی۔

آخر الامر التماس ادعیہ وافرہ کے ساتھ دعاگو ہوں کہ پروردگار مجیب الدعوات تصنیف و مصنف دونوں کو مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔ اور حضرت مولانا بالفضل اولانا کو مزید تصنیفات کی توفیق بخشے، اللھم ارحم عبدک ھذا ذالخطر العظم ومصنف الفتاوی العلیمیہ والمسلمین کلھم اجمعین و اجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین۔ آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین والمحسنین ﷺ و علیھم و علینا اجمعین۔

الفقیر الی الغنی محمد بخش اللہ القادری، عطاہ اللہ ما یتمناہ

تاثر گرامی

قمر العلما حضرت علامہ الحاج محمد قمر عالم قادری صاحب قبلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

زیر مطالعہ فتاویٰ محب گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دامت برکاتہم کی سعی پیہم اور جہد مسلسل کا حسین نتیجہ اور فقہی گلدستہ ہے جس میں قوم وملت کی جانب سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات بڑی ہی متانت وسنجیدگی سے فقہ حنفی کے مطابق دیئے گئے ہیں فتویٰ نویسی ایک امر مہم ہے جو بڑی ذمہ داری سے انجام پذیر ہوتا ہے اس کی اہمیت وافادیت سے کما حقہ وہی واقف ہوتے ہیں جو اس کام پر مامور ہیں سائل کے سوال کس قدر آزادانہ ہوتے ہیں اہل علم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ لیکن ایک مفتی کا قلم محتاط وذمہ دار اور شرعی حدود وقیود کا پابند ہوتا ہے۔ قرآن کریم واحادیث رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی سے منور فقہ، اصول فقہ ورسم افتا کی حد میں مقید رہتا ہے۔

میں نے مفتی صاحب کے فتاویٰ کو دیکھا اور پڑھا ماشاء اللہ خوب سے خوب تر پایا۔ اطمینان ووثوق کے ساتھ اکثر کی میں نے تصدیق بھی کی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل مفتی صاحب کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے اور ہر خاص وعام کو مجموعہ فتاوی سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد قمر عالم قادری

دعائے گرامی

استاذ العلما معمار قوم وملت حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ وکریم کے کچھ ایسے مخصوص ومحبوب بندے ہر دور میں رہے اور رہتی دنیا تک رہیں گے جنھیں وہ اپنے خاص فضل وکرم اور علم وحکمت سے نواز دیتا ہے۔ اسی کریم ذات نے اعلان بھی فرمادیا ہے

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً. (سورۃ بقرۃ آیت ۲۶۹)

اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی

دنیا میں بسنے والے تمام بے علم انسانوں کو بھی یہ حکم دے دیا ہے۔

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۃ نساء آیت ۷)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ان اہل علم کے درجات کو بھی بلند فرمادیتا ہے کہ دولت ووقار وعزت وآبرو، مال واولاد اور سامان آسائش وغیرہ اپنی کثیر نعمتیں عطا فرما کر انھیں سرخرو فرمادیتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسی قدریں بھی عطا فرمادیتا ہے جس سے وہ اہل باطن میں بھی چمکتا ہے اور وہ دنیائے روحانیت کا نقیب بن کر سلسلۃ الذہب میں آبدار موتی کی طرح پروا اٹھتا ہے اور تبلیغ واشاعت علم دین متین میں ہمہ تن مشغول ہوجاتا ہے بلکہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ایسوں پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما کر اپنی خشیت بھی عطا فرماتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (سورۃ الفاطر آیت ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں۔

مخدوم سید علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کی زبان میں، یہی علم نافع ہے اللہ رب العزت انھیں اہل علم سے ایسے نمایاں کام لیتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتے ہیں۔

فاضل علوم شرقیہ، ماہر فنون درسیہ عقلیہ ونقلیہ، نازش افتاء حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب مدظلہ فیضہ کا ذکر جمیل ہے جو فضل الٰہی سے گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی سے سند و دستار فضیلت ملنے سے پہلے بھی ایسے تھے کی بحث وتکرار اور مشقت کثیرہ کی بنیاد پر پوری جماعت رواں دواں رہتی تھی اور فراغت کے بعد جب دارالعلوم علیمیہ میں بحیثیت مدرس تشریف لائے تو بھی الحمدللہ مہ ونجوم کے مثل جگمگاتے رہے اور آج بھی علوم وفنون کی موتیاں بکھیر رہے ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ کے شعبۂ افتاء کا بھی بار اٹھانے کے بعد تو ماشاء اللہ "چار چاند لگ گئے" اور مثل آفتاب روشن اور روشن کنندہ بنکر خدا کے فضل وکرم سے خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنی کرنوں سے ایک عالم کو منور کر رہے ہیں۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت مفتی صاحب کا کردار تو ماشاء اللہ قابل ستائش ہے، خوش خلق، خوش گفتار، ملنساز، مہمان نواز ہیں راقم السطور نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مہمانوں کی آمد پر مختلف طرح کے اشیائے خورد ونوش کا باضابطہ اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کا دروازہ اسطرح کھول رکھا ہے کہ جو ان سے ایک بار ملاقات کرتا ہے وہ مسخر ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا اپنے مخصوص بندے پر کرم بے پایاں ہے۔ **فالحمد لله حمداً كثيراً۔**

اب اگر کسی کے ذہن میں شیطان ایسا فتور ڈال دے جو غیر محمود ہو تو راقم السطور اسے عصری چپقلش یا حسد پر محمول کرتے ہوئے عرض کرے گا۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال النبی ﷺ لا حسد الا فی اثنین رجل اتاه الله مالا فسلطه علی هلكته في الحق ورجل اتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها. (صحیح البخاری، ج۱، ص۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد صرف دو چیزوں میں ہے ایک یہ کہ اللہ تعالٰی کسی کو مال دے دے اور راہ حق میں خرچ کرنے کی اسے توفیق دے دیا دوسرے یہ کہ اللہ تعالی کسی کو حکمت دیدے اور وہ اسی حکمت کے ذریعہ فیصلہ کرے اور حکمت ہی کی تعلیم دے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب قادری رضوی خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری رضوی الازہری دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ سے دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے اور موصوف کو ارضی وسماوی تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ ومامون فرمائے۔ اور ہر روز روز عید ہو ہر شب شب برات، **استغفر الله ربی من کل ذنب واتوب الیه . آمین. آمین . آمین**

بجاہ حبیبہ النبی الامین علیہ افضل الصلوات والتسلیم

محمد تفسیر القادری قیامی (صدر فیض سبحانی مشن مقام و پوسٹ گلریہا)

دُعائے جمیل

شفیق ملت استاذ العلما حضرت علامہ محمد شفیق الرحمٰن قادری رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم.

امّا بعد!

راقم الحروف کو فتوی نویسی بلفظ دیگر نقل فتوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر فتاویٰ کی کتابوں کو علم دین میں اضافہ اور عام لوگوں کے آسان سوالات کے جوابات دینے کی غرض وغایت سے گاہے گاہے مطالعہ میں رکھتا ہے۔ راقم الحروف کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس زمانہ میں جو فتاویٰ دیئے جاتے ہیں وہ نقل فتویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں گو کہ ناقل فتاویٰ کو بھی عرف عام میں مفتی ہی کہا جاتا ہے۔

مگر یہ نقل بھی آسان امر نہیں کہ جو چاہے نقل احکام شرع فرمادے بلکہ اس کے لئے نہایت اہم اصول وشرائط کو ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے جو فتاویٰ نویسی کی کتابوں میں بالتفصیل منقول ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث کے لئے تو ''فتاویٰ علیمیہ'' کا تفصیلی مطالعہ ضروری تھا جس سے راقم الحروف محروم ہے۔ تاہم متعدد مقامات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس کے پیش نظر راقم کا تاثر یہ ہے کہ مناظر اہلسنت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب استاد وصدر شعبۂ افتا دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی کا درجہ معتمد ناقل فتویٰ کا ہے۔

آپ نے فتاویٰ مکمل غور وفکر کے بعد تحریر فرمائے ہیں ثبوت میں قول مفتی بہ، مرجح، مختار، سے استناد کیا ہے ساتھ ہی نقل میں صحت ودیانت کا التزام کیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے مقبول انام بنائے اور موصوف کے فیوض وبرکات کو مزید عام فرمائے۔

آمین ثم آمین. بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

مخلص: محمد شفیق الرحمٰن رضوی مصباحی

تاثرگرامی

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد شہاب الدین نوری صاحب قبلہ دام مجدہ
استاذ و مفتی دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول

نحمده و نصلی علی رسوله الاکرم و الاعلم

ہر دور میں سب سے زیادہ مشکل اور دشوار ترین کام دینی کام کرنا تھا اور فی زمانہ دینی کام کرنا کوئی بہت آسان نہیں ہے، جیسا کہ کام کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں، ہر زمانے میں دشمنان دین سے تقابل ہوتا رہا اور ان کی بیخ کنی کا کام جاری رہا۔ ہر دور میں علما و صلحا و مفتیان عظام اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور ذات باری تعالیٰ سے امید بھی یہی ہے کہ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ تا صبح قیامت ایسے افراد اس فرش گیتی پر جنم لیتے رہیں گے اور دین متین کا کام کرتے رہیں گے البتہ ہر دور میں طرز کام و انداز کار مختلف تھا اور رہے گا اور آج دینی کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل ترین کام کار افتا ہے، کیوں کہ افتا کے لئے بہت سارے علوم و فنون اور علوم دینیہ میں مہارت تامہ رکھنا اور اُصول و فروع سے اچھی واقفیت ہونا لازم ہے اسی لئے مفتی کے لئے بیدار مغز ہونا، ذہانت، معاملہ فہمی کے ساتھ خود اعتادی، جواب مذہب کی کتب معتمدہ مستندہ سے اخذ کرنا مسئلہ میں اختلاف جزئیہ کی صورت میں اصحاب ترجیح کے قول کو جاننا اور اسے اپنانا اور اپنے معتمد اسلاف حضرات کے اقوال کو جاننا عبادات و معاملات میں نت نئے آنے والے مسائل کو اکابرین علما اُمت کے اقوال و افعال کی روشنی میں حل کرنا، غلطی ہو جانے پر آگاہ کرنے سے ہوشیار ہو جانا اور حق کو مان لینا، عزت نفس کو آڑے نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا، خوش اخلاق ہونا، نرمی سے کلام کرنا اور مسائل دینیہ پر سختی سے کار بند رہنا اور مسائل شرعیہ کے بیان کرنے میں حق ہی کا لحاظ کرنا وغیرہ وغیرہ درکار اور ضروری ہے اس کے علاوہ اور بہت ساری شرطیں ہیں۔

کار افتا در حقیقت فضل ربانی اور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم ہی سے آسان ہو سکتا ہے ورنہ دشوار ترین کام ہے، اور جب اس تناظر میں دیکھا گیا تو ہماری جماعت اہلسنّت کے ایک نہایت منفرد و متدین صاحب تصانیف کثیرہ، دشمنان دین کا دندان شکن جواب دینے والا بے باک اور نڈر مناظر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دام ظلہ کی بھی ایک ذات ہے، فضل ربانی و کرم آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبوبان بارگاہ کی عنایتوں سے بہت ساری خوبیوں کے حامل ہیں، ان کے علمی سرمایوں میں ایک عظیم سرمایہ و تحفہ "فتاویٰ علیمیہ" ہے جس کو انہوں نے تصنیف کرکے اہلسنّت و جماعت کو ایک عظیم نعمت حاصل کرایا۔ مولیٰ کریم کی بارگاہ اقدس میں دُعا ہے کہ اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں "فتاویٰ علیمیہ" کو مقبول انام بنائے اور موصوف کو کونین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اور تصانیف کی مزید توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شہاب الدین نوری
خادم دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

بر

فتاویٰ علیمیہ

از

جامع معقول ومنقول استاذ العلما

حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

تقدیم

جامع معقول ومنقول ماہر درسیات استاذ العلما غواص بحر علم وحکمت آشنائے رموز کتب اعلیٰ حضرت

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک بندۂ مومن کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت مندی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو علم دین جیسی بیش بہا دولت میسر آجائے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ اگر اس کو علم فقہ وفتاویٰ عطا فرمادے تو زہے نصیب، علم فقہ وفتاویٰ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے) تو جس کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی آجائے اس کی دنیا بھی روشن و تابناک ہو جاتی ہے اور یقینی طور پر آخرت بھی سنور جاتی ہے ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمّہ و رزقہ من حیث لا یحتسب" (جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کا فقیہ بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے غم اور اس کی روزی کے لیے کافی ہو گیا جہاں وہ گمان نہیں کرے گا)۔

علم فقہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہوئی ہیں جن سے اس علم کی فضیلت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ عیاں ہے اس علم کے اٹھنے کو قرب قیامت کی نشانیوں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلّوا واضلّوا" (اللہ تعالیٰ لوگوں سے یک دم علم نہ اٹھائے گا لیکن علما کے فوت کرنے سے علم اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے ان سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے)

فقہ کا لغوی معنی

کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا ہے، مگر صوفیائے کرام نے علم فقہ کی تعریف یوں کی ہے "وہ احکام شریعت کو عمل میں

لاتا ہے'' اسی لیے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) نے فرمایا: "من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق " یعنی جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ، ساتھ طریقہ صوفیا کی پیروی نہ کی وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور علم شریعت سے بے بہرہ رہا اس کے ایمان کا کوئی بھروسہ نہیں۔

اور علماے اصول فقہ کے نزدیک علم فقہ'' وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے'' اسی لیے ان حضرات کے نزدیک فقیہ و مفتی حقیقت میں مجتہد ہی ہوسکتا ہے۔ صاحب فتح القدیر نے باب القضایا میں فرمایا: اصولین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد کو حاصل ہوتا ہے جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطور نقل و حکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہیے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علما فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مفتی کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ مستفتی اس پر عمل کرے، مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں: اول یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی سند سے پہنچا ہو دوم یہ کہ اس نے مجتہد کا قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علما کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے: امام محمد بن حسن کی کتابیں اور ایسے ہی دیگر کتب فقہیہ جو اپنی روایت و اسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجے میں ہیں۔ (عمدۃ الرعایہ، ص:۱۱)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الباری اپنے رسالہ مبارکہ: "اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام،، میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوتھا مقدمہ فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عرفی اور حقیقی تو حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، کہتے ہیں یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابوجعفر، فقیہ ابواللیث اور ان کے امثال نے۔ اور عرفی فتویٰ یہ ہے کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتادے وہ دلیل کو نہ جانتا ہو محض تقلید کے طور پر ایسا کرے جیسے کہا جاتا ہے فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزی، فتاویٰ طوری اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ اور بعد کے زمانے میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱، ص:۱۰۹)

افتا کا لغوی معنی

مطلقا جواب دینا یا کسی مشکل حکم کا جواب دینا اور اصطلاح شرع میں افتا کے معنی: حکم شرعی بیان کرنا اور فیصلہ سنانا ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں: "الافتاء فانه افادة

الحکم الشرعی"فتویٰ دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

علامت سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الباری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

"انما الافتاء ان تعتمد علی شیء وتبین لسائلک ان هذا حکم شرعی" (فتاویٰ رضویہ جلد اول، ص ۱۰۲) یعنی فتویٰ دینے کا معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

قرآن حکیم میں لفظ افتا اور استفتا مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ (النساء ۱۲۷) اے رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے ایک مقام پر ہے ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (النساء ۱۷۶) اے محبوب اتم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ ﴿قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ﴾ (النمل ۳۲) وہ بولی اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔ ایک جگہ ہے ﴿يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا﴾ (یوسف)

ان آیات میں لفظ افتا اور استفتا حکم دینے، تحقیق چاہنے، خواب کی تعبیر بتانے، جواب مانگنے اور مشورہ دینے کے معنی میں آیا ہے اوپر کی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فتویٰ کی نسبت اپنی طرف فرمائی جس سے افتا کی عظمت و رفعت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑا عظیم و بابرکت کام ہے مگر افتا اور اس کے وہ اصول و قواعد جو فقہاے کرام کی کتابوں میں مرقوم ہیں ان سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ کام انتہائی دشوار و مشکل اور ذمہ داری کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ سے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں ہر عربی بدوی فقیہ ہوتا ہے کہ اس کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، ضوابط محررہ، وجوہ تکلم، طرق تفاہم، تنقیح مناط و لحاظ انضباط، مواضع یسر، احتیاط و تجنب، تفریط و افراط، فرق روایت ظاہرہ و نادرہ، و تمیز درایات غامضہ وظاہرہ، و منطوق و مفہوم صریح و محتمل، و قول بعض و جمہور، مرسل و معلل، و وزن الفاظ مفتین و سیر مراتب ناقلین، عرف عام و خاص، عادت بلاد و اشخاص، و حال زمان و مکان و احوال رعایا و سلطان و حفظ مصالح دین، و دفع مفاسد و مفسدین، و مشارع قیود، و شوارع مقصود، و جمع کلام، و نقد مرام، فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام، اطلاع عام، نظر دقیق و فکر عمیق، طول خدمت، و علم و ممارست فن، و تیقظ وافی، و ذہن صافی، معتاد تحقیق مفید بتوفیق کا کام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ)

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فتویٰ لکھنے میں یہ چند چیزیں ضروری ہیں:

(۱) سوال کا کما حقہ سمجھنا۔ (۲) سوال کے لب و لہجہ سیاق و سباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا منشا کیا ہے یہ سب سے اہم کام ہے جو شخص بہت دقیق تنقیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس کو شاید ہی جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔ (۳)

مفتی مخلص ہو۔ (۴) انتہائی ذہین و فطین ہو۔ (۵) زبان عربی کا پورا پورا ماہر ہو عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ (۶) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیے ہوئے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات و جزئیات محفوظ ہوں۔ (۷) کسی سے مرعوب نہ ہو۔ (۸) اتنا جری ہو کہ بلا خوف لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لینت (نرمی)۔ (۹) سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمنان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ کرے۔ (۱۰) جو بھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کر لے۔ (۱۱) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ" (فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۳۔۱۴)۔

انہیں سب باریکیوں کے پیش نظر زمانۂ رسالت میں فتویٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا جاتا تھا پھر آفتاب رسالت کے روپوش ہونے کے بعد ہر صحابی فتویٰ نہیں دیتا تھا بلکہ خلفاے راشدین اور دیگر اجلہ صحابہ کرام اس فریضہ کو انجام دیتے تھے اور اگر کسی غیر مجتہد صحابی سے فتویٰ پوچھا بھی جاتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیج دیتے اور وہ اسی طرح تیسرے کے پاس۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس ایسے انصاری صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں کہ جب ان میں سے کسی سے فتوی مانگا جاتا تو وہ استفتا کو اپنے دوسرے ساتھی کی طرف تفویض کر دیتے اور وہ دوسرے کی طرف یہاں تک کی گھوم پھر کر پہلے والے شخص کے پاس پہونچ جاتا تھا۔ ان حضرات کے فتویٰ نہ دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ حضرات مسائل شرعیہ سے آگاہ نہیں تھے بلکہ یہ لوگ اس میں مجتہدانہ شان نہیں رکھتے تھے اس لیے یہ لوگ ان لوگوں کی طرف استفتا کو روانہ کر دیتے تھے جو اس شان کے مالک تھے علاوہ ازیں ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان بھی تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اجرؤ کم علی الفتیا اجرؤ کم علی النار" یعنی تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

پھر جب خلافت راشدہ اور اس کے بعد اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا رہا اور نئی آبادیوں میں اسلام کی روشنی پہونچی تو فقہ و افتا کے مختلف جگہوں پر مراکز قائم کیے گئے جن میں سے یہ پانچ مراکز بہت مشہور ہیں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ مطہرہ، شام شریف اور یمن شریف جن میں فتویٰ دینے والے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود تھے۔

مفتیان مدینہ منورہ

یہ فقہ و افتا کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مرکز ہے جہاں سے پوری اسلامی دنیا میں فتویٰ پہنچتا تھا یہاں

کے مندرجہ ذیل مفتیان کرام بہت مشہور و معروف تھے خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۳ھ)، امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۲۳ھ)، جامع القرآن کامل الحیاء والایقان امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۳۵ھ)، مولائے کائنات باب العلم سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۴۰ھ) اور صاحب العلین والوسادۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) سیدنا ابی بن کعب سیدنا زید بن ثابت، ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ (متوفی ۵۷ھ)، سیدنا عبداللہ بن عمر (متوفی ۷۳ھ)، سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تابعین میں: سیدنا سعید بن مسیب (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا عروہ بن زبیر العوام (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا ابوبکر بن عبدالرحمٰن (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا نافع (متوفی ۱۱۷ھ)، سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سلیمان بن یسار (متوفی ۱۰۷ھ)، سیدنا ابن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان مکہ مکرمہ

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۸ھ) کو کچھ وقت کے لیے یہاں کا معلم و مفتی مقرر فرمایا تھا پھر رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام یہیں بسر فرمائے یہاں کے لوگ آپ کے علم الفقہ والقرآن سے خوب مستفیض ہوئے۔

تابعین میں: سیدنا مجاہد بن جبیر (متوفی ۱۰۳ھ)، سیدنا عکرمہ مولی ابن عباس (متوفی ۱۰۷ھ)، سیدنا عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہم۔

مفتیان کوفہ

صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ)، سیدنا علی ابن ابی طالب (شہید ۴۰ھ)

تابعین میں: سیدنا علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ)، سیدنا مسروق بن اجدع (متوفی ۶۳ھ)، سیدنا عبیدہ بن عمر سلیمانی (متوفی ۹۲ھ)، سیدنا اسود بن یزید نخعی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا قاضی شریح بن حارث کندی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا سعید بن جبیر (شہید ۹۵ھ)، سیدنا عمر بن شرحبیل (متوفی ۱۰۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان بصرہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت انس بن مالک (متوفی ۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں: حضرت ابو العالیہ رافع بن مہران (متوفی ۹۰ھ)، حضرت ابو الشعثاء جابر بن یزید (متوفی ۹۳ھ)، حضرت امام محمد بن سیرین (متوفی ۱۳۱ھ)، حضرت قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۸ھ) رضی اللہ عنہم۔

مفتیان شام

حضرت عبد الرحمن بن غنم اشعری (متوفی ۷۱ھ)، حضرت ابو ادریس خولانی (متوفی ۸۰ھ)، حضرت قبیصہ بن ذویب (متوفی ۸۱ھ)، حضرت رجاء بن حیات کندی (متوفی ۱۱۲ھ)، حضرت عمر بن عبد العزیز اموی (متوفی ۱۰۱ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان مصر

حضرت عبد اللہ بن عمرو عاص (متوفی ۶۵ھ)، حضرت ابو الخیر مرشد بن عبد اللہ (متوفی ۹۰ھ)، حضرت یزید بن ابی حبیب (متوفی ۱۲۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان یمن

حضرت علی ابن طالب (شہید ۴۰ھ)، حضرت معاذ بن جبل (متوفی ۱۸ھ)، حضرت ابو موسیٰ اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت طاؤس بن کیسان جندی (متوفی ۱۰۶ھ)، حضرت وہب بن منبہ صنعانی (متوفی ۱۱۴ھ)، حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وارضاہم عنا۔

تخریج مسائل میں اختلاف اور ضرورت تدوین فقہ

دین اسلام بڑی تیزی کے ساتھ دنیائے انسانیت کو اپنے دامن امن وسلامتی میں جگہ دے رہا تھا اور ہر طرف سے ہر رنگ ونسل کے لوگ جوق درجوق اسلام کے سایہ کرم میں آکر چین وسکون محسوس کررہے تھے دوسری طرف اجلہ مجتہدین صحابہ کرام وتابعین عظام دنیا سے کوچ کر چکے تھے اور جو صحابہ کرام باقی تھے وہ بھی سامان سفر آخرت باندھے بس کوچ کے نقارے کی آواز کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت کچھ جا چکے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

گویا کہ وہ ایک، ایک کرکے صبح کے ستاروں کی مانند روپوش ہورہے تھے جب کہ دیگر مسلمانوں کی جماعت بڑھنے کے ساتھ، ساتھ حوادث وواقعات کا بھی ایک نہ تھمنے والا سلسلہ بہت تیزی سے چل رہا تھا بہت سے ایسے

سوالات جن کا حل کتاب وسنت اور اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت سے مل جاتا، اور کتنے ایسے نت نئے واقعات ہوتے جن میں انہیں خود اجتہاد واستنباط کی ضرورت پیش آتی مثلاً کسی نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل چھوڑ دیا تو یہ بحث سامنے آتی کہ اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اس بحث کے پیدا ہو جانے کے بعد یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نماز میں جتنے افعال واشغال ہیں سب کو فرض قرار دے دیا جائے یا کسی کو بھی ضروری قرار نہ دیا جائے اسی لیے صحابہ کرام اور تلامذہ صحابہ کرام کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز کے یہ امور فرض ہیں جن کے چھوٹنے سے نماز ہی جاتی رہتی ہے یہ امور واجبات نماز سے ہیں جن کے بھول کر چھوٹنے پر سجدہ سہو سے تلافی ہوسکتی ہے اور یہ امور سنن ومستحبات سے ہیں جن کے ترک پر نفس نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا البتہ بلا عذر چھوڑنے یا عادت بنا لینے کی صورت میں کمال نماز جاتا رہتا ہے اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دیگر اعمال اسلام مثلاً: روزہ، زکاۃ، حج، جہاد، نکاح وطلاق اور بیع وشرا وغیرہ کا معاملہ تھا جن کے مسائل آئے دن پوچھے جاتے تھے۔

تفریق امور کے لئے جنھیں اصول قرار دیا جا سکتا تھا ان پر صحابۂ کرام اور تلامذہ صحابۂ کرام کا اتفاق بھی ناممکن امر تھا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کبھی رکن کے ترک پر کسی کے عمل کی نکیر فرمائی، تو کبھی شرط و واجب، سنن ومستحبات کے چھوٹنے پر اس عمل کی نفی فرما دی جس پر وہ یہی سمجھا کہ یہ امر اس فعل میں ضروری تھا جس کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی، اس وجہ سے بھی اختلاف واقع ہوا۔

اور کچھ ایسے مسائل تھے جن کا زمانہ رسالت پناہی اور دور صحابۂ کرام میں کچھ پتہ ہی نہ تھا تو ان میں اہل علم حضرات کو حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا اور ان میں بھی ان کے اصول یکساں نہیں تھے اس لیے بھی ان کے درمیان اختلاف ہوا، اس کے علاوہ بعض مسائل میں اہل علم صحابہ کا مخصوص علم بھی مختلف تھا کیوں کہ پورے ۲۳ رسال میں دین کی تکمیل ہوئی جن میں حسب مواقع احکام دین میں تغیر وتبدل ہوتا رہا اور خدمت نبوی میں تمام صحابۂ کرام کا ہمیشہ موجود رہنا بھی ممکن نہیں تھا اس لیے تمام صحابہ کو ہر امر کا علم ہو یہ بھی ممکن نہیں تھا یہ بھی وجہ اختلاف کی وجہ ہوئی، نیز احادیث کریمہ میں کثرت کی وجہ سے ان میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف، اور اوامر ونواہی کے صیغوں سے احکام کی کیفیت وحیثیت کے معلوم کرنے میں اختلاف۔

الغرض دوسری صدی ہجری کا ربع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول میں کثرت سے اختلافات واقع ہوئے جن سے بعض دنیادار امرا اور حکام فائدہ اٹھا کر قاضیوں سے اپنی منشا کے مطابق فیصلے کروا لیتے تھے جن سے عوام مسلمین کو کافی بے چینی اور بے اطمنانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تمدنی مسائل کی وسعت الگ تدوین احکام کی متقاضی تھی کہ تحفظ احکام اسلامی کی غرض سے فقہ اور اصول فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے جن کو اپنا کر اس وقت کے تمام

مسائل اور آنے والے زمانے کے تمام مسائل کو حل کیا جاسکے اور وہ تمام بلاد وامصار میں نافذ ہوسکیں۔ اس کار خیر کی طرف جس شخصیت نے پہل فرمائی عالم اسلام اسے امام الائمہ، کاشف الغمہ سراج الامہ، شیخ الاسلام والمسلمین، امام المجتہدین، مجتہد علی الاطلاق امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ) رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے یاد کرتا ہے آپ نے اپنے ارشد تلامذہ کی جماعت کو لے کر اس عظیم کام کا آغاز کیا اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، پہلے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

پھر آپ کے بعد دوسرے ائمۂ مجتہدین نے اپنے، اپنے علاقوں میں اس کام کی طرف توجہ مبذول فرما کر فقہ کی تدوین کی، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ-۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)، کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، مصر میں حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، بغداد میں امام ثوری (متوفی ۲۴۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔

لیکن آگے چل کر بہت سارے فقہی مذاہب غروب ہو گئے صرف چار مسلک کو فروغ حاصل ہوا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان ہی مذاہب کے مطابق عوام وخواص نے اسلامی احکام پر عمل شروع کر دیا۔ انھیں کی روشنی میں اسلامی عدالتوں میں فیصلے ہونے لگے، شروع میں تو کسی ایک امام کی پیروی ضروری نہیں قرار دی گئی تھی ایک شخص ایک وقت ایک امام کی فقہ کے مطابق اسلامی کام کو انجام دے لیتا اور دوسرے وقت میں دوسرے امام کی پیروی کر لیتا تھا مگر زمانے کے گزرنے کے ساتھ، ساتھ خواہشات نفس غالب ہوئیں اور احکام شرع کی پابندیوں میں کمیاں آنا شروع ہوئیں نفس کی پیروی ہونے لگی تو حالات کو دیکھتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ایک امام کی پیروی کو ضروری قرار دے دیا یہاں تک کہ اپنے علم وعقل پر بھروسہ کرتے ہوئے براہ راست اصول اسلام قرآن، حدیث، اجماع، اور قیاس سے مسائل کے استنباط سے منع کر دیا اور مسلمانان اہل سنت کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں منحصر فرما دیا: اور فرمایا: جو ان مذاہب اربعہ کی اتباع سے باہر ہوگا اس کو اہل سنت وجماعت سے خارج مانا جائے گا جیسا کہ حضرت علامہ احمد بن محمد خلوتی صاوی، مصری مالکی (متوفی ۱۲۴۱ھ) حاشیہ صاوی علی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

"ولا یجوز تقلید ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحدیث الصحیح والآیة فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل و ربما اداه ذلک للکفر لان الاخذ بظواهر الکتاب والسنة من اصول الکفر،، (ج:۴، ص:۱۵) یعنی چاروں مذاہب کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہوگی اگر چہ وہ قول صحابہ اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو اور جو ان چاروں مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیوں کہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

فقہ حنفی کے چار ستون

ان چاروں فقہی مذاہب میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت فقہ حنفی کو ملی اور اس کے پیرو کار بہ نسبت تینوں مذہبوں کے زیادہ ہوئے کیوں کہ اس کو بام شہرت تک پہونچانے اور اس کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی انتھک کوششیں شامل رہیں یہ اور بات ہے کہ ان میں آپ کے چار شاگردوں کو ان سب پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔

(۱) حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ) (۲) حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ) (۳) حضرت امام زفر بن ہذیل بن قیس کوفی (۱۱۰ھ۔۱۵۸ھ) (۴) حضرت حسن بن زیاد لولوی (متوفی ۲۰۴ھ) یہ چاروں ائمہ حنفیہ فقہ حنفی میں چار ستون اور چار عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں اگر چہ حنفی مذہب امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ان کی مجتہدانہ عظمت وشان کے پیش نظر منسوب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں حضرات اور ان کے شیخ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قیاس واجتہادات کے مجموعہ کا نام فقہ حنفی ہے۔

ماہرین فقہ نے فقہائے کرام کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) مجتہد فی الشرع۔ (۲) مجتہد فی المذہب۔ (۳) مجتہد فی المسائل۔ (۴) اصحاب تخریج۔ (۵) اصحاب ترجیح۔ (۶) اصحاب تمیز۔ (۷) مقلد محض۔

(۱) مجتہد فی الشرع

اس طبقہ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فقہا آتے ہیں جو مجتہد مطلق کہلاتے ہیں جیسے: امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ)، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)، حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ۔۱۷۹ھ)، حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ)، حضرت امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، حضرت امام ابوثور (متوفی ۲۴۰ھ)، حضرت امام عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی اوزاعی (۸۸ھ۔۱۵۷ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲) مجتہد فی المذہب

اس طبقہ میں بھی مجتہدین ہی آتے ہیں مگر یہ مجتہدین درجے میں مجتہد فی الشرع سے کم ہوتے ہیں اصول فقہ میں یہ مجتہد فی الشرع کے تابع ہوتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے اصول کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں گویا کہ یہ اصول میں مقلد اور فروع میں مجتہدانہ شان کے مالک ہوتے ہیں جیسے حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)، حضرت امام زفر بن ہذیل بن قیس کوفی (۱۱۰ھ۔۱۵۸ھ)، حضرت حسن بن زیاد لولوی (متوفی ۲۰۴ھ)، حضرت امام عبد اللہ بن مبارک (متوفی

۱۸۱ھ) وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

یہاں یہ ذکر کردینا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل میں متفق ہیں فتویٰ یقیناً انھیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علما کا اتفاق نہیں ہے تو اصح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں کوئی روایت آپ سے نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا بھی قول نہ ملے تو پھر امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی کوئی روایت منقول نہیں تو پھر امام زفر کے قول پر اور پھر حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا علامہ شامی فرماتے ہیں علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ عبادات میں مطلقاً فتویٰ قول امام اعظم پر ہے مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے۔

(۳) مجتہد فی المسائل

یہ فقہائے کرام اصول وفروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع و پیروکار ہوتے ہیں یہ لوگ ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب مذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے وضع کردہ اصول وقواعد کے مطابق کرتے ہیں جیسے: حضرت امام ابوبکر خصاف (متوفی ۲۶۱ھ)، حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)، حضرت امام ابوالحسن کرخی (متوفی ۳۴۰)، حضرت امام شمس الائمہ حلوانی (متوفی ۴۵۶ھ)، حضرت امام شمس الائمہ سرخسی (متوفی ۵۰۰ھ)، حضرت امام فخر الاسلام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ)، حضرت امام فخر الدین قاضی خاں (متوفی ۵۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

(۴) اصحاب تخریج

اس طبقہ میں وہ فقہائے کرام آتے ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کرسکتے ہیں ہاں ائمہ کرام میں سے یہ کسی کے مجمل قول کی تفصیل کرنے کی ضرور صلاحیت رکھتے ہیں جیسے: حضرت امام ابوبکر احمد بن علی رازی (متوفی ۳۷۰ھ) ہیں جو اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اصحاب ترجیح

وہ فقہائے کرام کہلاتے ہیں جو امام اعظم علیہ الرحمہ کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام سے چند قول مروی ہیں ان میں سے کس کو ترجیح دیں وہ یہ حضرت کرسکتے ہیں اسی طرح جہاں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف واقع ہے تو یہ ان میں سے "ھذا اولیٰ، ھذا اصح، ھذا اوضح اور ھذا اوفق للقیاس جیسے صیغے

استعمال کر کے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں اس گروہ میں صاحب قدوری علامہ ابو الحسین قدوری (متوفی ۴۲۸ھ)، صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغینانی مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) شمار ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمیز

یہ وہ فقہائے کرام ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقوی میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر کے صحیح روایت اور قول معتبر کو لے لیں اصحاب تمیز میں صاحب کنز الدقائق علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اور دیگر اصحاب المتون ہیں۔

(۷) مقلد محض

جن علمائے کرام میں ان مذکورہ اوصاف میں سے کوئی بھی وصف نہ ہو جیسے ہمارے زمانے کے فقہائے کرام ان کا صرف یہی کام ہے کہ یہ کتب متداولہ ومعتبرہ سے مسائل کو دیکھ کر مستفتی کو بتادیں۔

درجات کتب فقہ

فقہائے کرام نے ائمۂ فقہ کی کتب کی بھی درجہ بندی کی تو ان کے تین درجے کیے (۱) کتب اصول (۲) کتب نوادر (۳) کتب واقعات جن کی قدرے تفصیل یہ ہے:

(۱) کتب اصول

کتب اصول ہی کو ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جو اصحاب المسائل سے مروی ہیں جیسے حسن بن زیاد وغیرہ اور وہ حضرات جنھوں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ)، حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ۔۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ)، حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے روایت کی لیکن مشہور اغلب ظاہر روایت کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد بن فرقد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال ہی کو کہتے ہیں ظاہر الروایہ کا اطلاق محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی ان چھ کتابوں پر ہوتا ہے (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ کتابیں آپ سے بہ تواتر ثابت ومشہور ہیں۔

(۲) کتب نوادر

حضرت امام محمد بن فرقد شیبانی (۱۳۲ھ۔ ۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی کتابیں (۱) کیسانیات (۲) ہارونیات (۳) جرجانیات (۴) رقیات ہیں یہ آپ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مسائل کے راوی تو مذکورہ بالا حضرات ہی ہیں مگر یہ مسائل ان کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے آپ کی ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے ان کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام محمد علیہ الرحمہ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسے کہ پہلی چھ کتابیں ہیں۔

(۳) کتب واقعات

ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے جمع کیا ہے جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے تلامذہ ہیں یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ایسے مجتہدین کی تعداد بہت زیادہ ہے کیوں کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے بیس سال کی عمر میں، درس دینا شروع کر دیا تھا اور آپ کے درس کا شہرہ سن کر ہزاروں تشنگان علوم نبویہ آپ کے درس میں شریک ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے آپ کے مشہور تلامذہ میں مجتہد علی الاطلاق حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ۔ ۲۰۴ھ)، حضرت امام محمد بن سماعۃ (۱۳۰ھ۔ ۲۳۱ھ)، حضرت امام ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جرجانی (متوفی ۲۰۱ھ) علیہم الرحمہ جیسے لوگ شامل ہیں، ان حضرات نے اپنے قوی دلائل و براہین کی بنا پر اصحاب مذہب کے خلاف کئی مسائل ثابت کیا ہے کتب واقعات یہ فتاویٰ کے مجموعہ ہیں، فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کی ''کتاب النوازل'' ہے ان کے بعد دیگر مفتیان کرام کے فتویٰ کے مجموعہ معرض وجود میں آئے جیسے مجموع النوازل، واقعات الناطفی اور واقعات صدر شہید وغیرہ۔

درمیانی، فقہائے کرام نے کتب فقہ حنفی کی ایک دوسری طرح سے تقسیم کی ہے (۱) متون، (۲) شروح، (۳) فتاویٰ، اس تقسیم میں متون کو سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے ان کو ظاہر الروایہ کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اسی بنا پر مشہور ہے کہ '' ان المتون کالنصوص ''یعنی متون نصوص واصول کی طرح ہیں متون میں یہ متون بہت معروف و مستند ہیں (۱) مختصر امام طحاوی، (۲) مختصر امام کرخی، (۳) مختصر قدوری، (۴) کنز الدقائق، (۵) وافی، (۶) مختار، (۷) وقایہ، (۸) مجموع البحرین، (۹) منتقی، (۱۰) مواہب الرحمٰن۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

''شروحات'' تو ان کو دوسرا مقام حاصل ہے اور یہ کتب فتاویٰ سے اولیٰ ہیں چند مشہور و مستند شروح درج ذیل ہیں (۱) شروحات اصول ستہ (۲) بدائع الصنائع۔ (۳) تبیین الحقائق۔ (۴) فتح القدیر۔ (۵) غنیۃ المستملی۔ (۶) غایۃ البیان۔ (۷) درایہ۔ (۸) نہایہ۔ (۹) کفایہ۔ (۱۰) درر الاحکام وغیرہ۔

کتب فتاوٰی

تیسرے مقام پر ہیں مجموعہ فتاوٰی کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں یہ چند مستند ومشہور ہیں: (۱) فتاوٰی قاضی خاں۔ (۲) بزازیہ۔ (۳) ولوالجیۃ۔ (۴) ظہیریہ۔ (۵) واقعات صدر شہید۔ (۶) نوازل فقیہ۔ (۷) فصول عمادی۔ (۸) جامع صغار۔ (۹) فتاوٰی کبرٰی۔ (۱۰) فتاوٰی تاتارخانیہ۔ (۱۱) ذخیرہ۔ (۱۲) فتاوٰی عالمگیری۔ (۱۳) العطایہ النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ۔ (۱۴) فتاوٰی امجدیہ۔ (۱۵) فتاوٰی فیض الرسول۔ (۱۶) فتاوٰی عزیزیہ۔ (۱۷) فتاوٰی فرنگی محل۔ (۱۸) فتاوٰی مفتی اعظم ہند۔ (۱۹) فتاوٰی بحر العلوم۔ (۲۰) فتاوٰی اجملیہ۔ (۲۱) فتاوٰی حامدیہ (۲۲) فتاوٰی شارح بخاری وغیرہ۔

اسی سلسلۃ الذھب کی ایک دلکش اور حسین کڑی "فتاوٰی علیمیہ" ہے جو عقائد اور فقہ کے اکثر ابواب نماز، روزہ، زکاۃ، حج، طلاق، بیع وشراء، وقف وہبہ اور وراثت وفرائض وغیرہ پر مشتمل ہے اس مجموعہ فتاوٰی میں دور جدید میں پیدا ہونے والے شرعی مسائل مثلاً واشنگ مشین میں دھلے کپڑوں کا حکم، ٹیشو پیپر کا استعمال، بے وضو قرآن بھرے ہوئے موبائل کا استعمال، بینک میں جمع شدہ رقم کی زکاۃ، بینک میں جمع شدہ رقم سے حاصل ہونے والا نفع، فوٹو، فلمی دنیا میں مزدوری کا شرعی حکم، دور جدید میں قدیم اوزان اور پیمانوں کی کلو اور گرام میں تبدیلی ان جیسے دیگر بہت سے مسائل جدیدہ موجود ہیں۔

"فتاوٰی علیمیہ" عزیز گرامی حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی کے فتووں کا مجموعہ ہے جو مشرقی یوپی کی مرکزی درسگاہ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی کے لائق وفائق ماہر درسیات استاذ ہونے کے ساتھ، ساتھ ادارہ کے شعبہ افتا کی صدارت کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

چوں کہ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی اپنی دینی، ملی اور تعلیمی خدمات میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اس لیے یہاں کے دار الافتا میں ملک وبیرون ملک کے گوشے، گوشے سے استفتے آتے ہیں اور یہاں سے "مسلک اہل سنت" معروف بہ "مسلک اعلیٰ حضرت" کے مطابق قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کرام کی روشنی میں نہایت وثوق و اعتماد کے ساتھ فتوے دیے جاتے ہیں اس اہم اور ذمہ دارانہ کام کے لیے ادارہ نے آپ کا انتخاب کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ منتظمین ادارہ اپنے اس انتخاب میں صد فیصد کامیاب وکامران ہیں کیوں کہ آپ ہر اعتبار سے اس ذمہ داری کے لائق اور اہل ہیں اور اس زمانہ میں ایک مفتی کے اندر جتنے اوصاف اور خوبیاں ہونی چاہیے بحمدہ تعالیٰ آپ میں موجود ہیں فتاوٰی دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسائل شرعیہ کے ساتھ، ساتھ ان کے دلائل وبراہین پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور طرز استفتا ہی سے مستفتی کی منشا کو بھانپ لیتے ہیں۔ آپ ایک عظیم مفتی ہونے کے ساتھ، ساتھ عصر حاضر کے ایک متکلم اور مناظر بھی ہیں یوں تو آپ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں مگر ان خوبیوں میں سب سے اہم خوبی

احقاق حق اور ابطال باطل ہے آپ بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرقہ ہائے باطلہ خصوصاً گروہ صلح کلیت و مداہنت میں ملعون ہیں اس کے باوجود آپ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اس معاملہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی اس روش پر گامزن ہیں:

نہ مرا نوش ز تحسیں، نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے

یا بقول قلندر لاہوری:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

یا بقول مجروح سلطان پوری:

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

حق کہتے ہیں، حق سنتے ہیں اور حق لکھتے ہیں نہ ناحق کہتے ہیں اور نہ ناحق سنتے ہیں اور نہ ناحق لکھتے ہیں اس معاملہ میں کسی کی ناراضگی اور خوشی کا قطعاً خیال نہیں کرتے انھیں ساری خوبیوں کو دیکھ کر فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ آپ پر بڑا بھروسہ اور اعتماد فرماتے تھے اور وہ اعتماد بحمدہ تعالیٰ فقیہ ملت کے دنیا سے رخصت ہونے تک باقی رہا موجودہ دور میں بھی آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری متعنا اللہ بفیوضہ و برکاتہ اور ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ گھوسی کے مقرب و معتمد خاص ہیں اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو عمر خضر عطا فرما کر مزید دین کا کام لے اور مسلمانوں کو آپ کی دینی خدمات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　زانکہ من بندۂ گنہ گارم
الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را　　نویسندہ خوانندہ بینندہ را

دعا گو
محمد شبیر حسن رضوی غفرلہ

۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب فتاویٰ محقق عصر جامع معقول ومنقول حضرت علامہ الحاج
الشاہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب
مدظلہ العالی کی حیات مبارک کی
تدریسی، تصنیفی، دعوتی، تبلیغی، فقہی اور مسلکی خدمات کے چند گوشے مسمی بہ

تجلیات

تاج الفقہاء

مدظلہ العالی

از

مولانا محمد قمر الدین رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلیات تاج الفقہاء مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

شمالی ہند کا ایک مردم خیز خطہ ”ضلع بستی“ کے نام سے مشہور انام ہے۔ اس علاقے میں بے شمار علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور روحانی افراد واشخاص پیدا ہوئے جن کے فضل وکمال حکمت ودانائی اور تبحر علمی کا زمانہ معترف ہے۔

اسی زرخیز خطے میں شہر ”خلیل آباد“ واقع ہے جسے ”سنت کبیر نگر“ کے نام سے بحیثیت ضلع اور صدر مقام جانا جاتا ہے۔ حامل علوم مشرقیہ فاضل باکمال تاج الفقہاء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ”محمد اختر حسین قادری“ صاحب قبلہ استاذ ومفتی دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی وقاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر اسی شہر کے محلہ بدھیانی میں بمطابق سند یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

خاندانی حالات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو جس خاندان میں پیدا فرمایا وہ آبادی میں ایک متوسط الحال سنجیدہ اور شریف الطبع خاندان مانا جاتا ہے۔ موصوف کے والد ماجد محترم ”محمد ادریس مرحوم“ اور ان کے برادر اکبر جناب ”محمد فاروق مرحوم“ پیشۂ تجارت اور زراعت دونوں سے منسلک تھے۔ کھیتی کسانی کے ذریعہ اچھا خاصا غلہ پیدا ہوتا، ساتھ ہی کپڑے کی تجارت بھی شاندار طریقے سے کرتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ گھر پر آٹھ آٹھ مزدور کپڑا تیار کرنے پر مامور رہتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کے والد مرحوم کی شرافت وسنجیدگی کی بنا پر آبادی کے لوگ ان کو ”صوفی صاحب“ کہہ کر پکارتے تھے۔ علماء ومشائخ کی تعظیم وتوقیر اور ان کی خدمت کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے خوب بخشا تھا۔ چنانچہ سادات جھونسی شریف الہ آباد میں سے حضرت بابرکت عزتماب سید شاہ عالم علیہ الرحمہ جب بھی اس علاقے کا دورہ کرنے تشریف لاتے تو ہفتوں حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ہی گھر پر قیام فرماتے اور اہل خانہ خوب خوش دلی سے ان کی ضیافت کرتے۔ غالباً انہیں بزرگوں کی آمدورفت کی برکت ہے کہ اس خاندان میں مفتی صاحب جیسی شخصیت نے جنم

لیا اور یہ بھی انہی بزرگوں کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج تک محلہ بدھیانی میں مذہب حق اہلسنت و جماعت ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا پرچم لہرا رہا ہے۔فللہ الحمد

تعلیم وتربیت

محترم موصوف کے محلہ میں قائم ادارہ مُدرسہ مصباح العلوم برسہابرس سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ موصوف نے درجہ پرائمری کی تعلیم اسی ادارہ میں محترم حافظ محمد اسحٰق صاحب دام ظلہ کے زیر نگرانی مکمل فرمائی اور پھر درس نظامی کی ابتدائی کتب کا آغاز بھی وہیں فرمایا۔ آغاز تعلیم کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ:

''جب میں درجۂ پرائمری میں ''قانون شریعت'' پڑھ رہا تھا تو اساتذہ کرام کے حکم سے میں نے کتاب مذکور سے ایک سبق زبانی یاد کیا اور انہیں کے حکم پر محلّہ کی مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے بیان کیا یہ زندگی میں پہلا خطاب تھا جسے والد بزرگوار نے سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بعد نماز ایک روپیہ بطور انعام عطا فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اساتذہ کے مشورہ سے شوال المکرم ۱۴۰۰ھ میں فارسی کی پہلی اور آمد نامہ وغیرہ شروع کیا اس طرح درجہ مولویت میں قدم رکھ دیا۔

محلّہ کے میرے ساتھیوں میں محمد حسین بن جناب الحاج سعید اللہ، محمد بشیر بن بیت اللہ، عبدالرؤف بن نبی محمد، محمد احمد بن محمد سمیع، شرف الدین بن احسان اللہ وغیرہم تھے۔ یہ سب تھک ہار کر دوسری ڈگر پر چل پڑے مگر فقیر کو رب تعالیٰ نے اس منزل پر پہنچایا جسے آپ دیکھ رہے ہیں''۔

حضرت مفتی صاحب نے کچھ دنوں ''مصباح العلوم'' میں پڑھنے کے بعد اپنے بعض ہم سبق احباب کے اصرار پر ''مدرسہ ستاریہ معین الاسلام'' لوہرسن بازار ضلع سدھارتھ نگر جانے کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر حضرت مولانا ''عبدالخالق'' صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے زیر عاطفت رہ کر اعدادیہ اور جماعت اولی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا ''عبدالخالق'' صاحب ایک صاحب کردار، جفاکش، محنتی، فرض شناس اور مخلص فی الدین ذات کا نام ہے۔ نماز کا اہتمام کرنے اور طلبہ کی کردار سازی میں بڑی توجہ فرماتے۔ چنانچہ آپ کی تعلیم وتربیت نے مفتی صاحب کو ابتدا سے ہی نماز کی پابندی کا شوق اور پڑھنے پڑھانے کی دلچسپی میں اضافہ سے نواز دیا تھا۔ برسوں گزرنے کے بعد آج بھی مفتی صاحب اپنے اس شفیق اور کرم فرما استاذ سے ایک متعلم کی ہی حیثیت سے پیش آتے ہیں اور فضل و کمال اور عزت وشہرت کی ایسی منزل پر پہنچنے کے باوجود کہیں بھی ملتے ہیں تو تعظیم وتوقیر کا وہی قدیم انداز ہوتا ہے اور استاذ محترم بھی اپنے اس قابل فخر شاگرد کے لئے وہی نگاہ عنایت رکھتے اور دست دعا دراز کئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت والا نے کچھ دن ''مدرسہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی'' میں بھی گزارا جہاں حضرت علامہ ''سید احمد''

صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سے خصوصی عنایت پائی۔ ادارہ کا سالانہ امتحان لینے کے لئے شیخ المعقولات ماہر درسیات یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی ''محمد شبیر حسن رضوی'' صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ روناہی کی تشریف آوری ہوئی، حضرت والا نے اس جوہر آبدار کی پیشانی پر ستارہ بلندی کی چمک دیکھ لی اور شوال المکرّم میں جامعہ روناہی میں پڑھنے کا حکم دیا۔ تعمیل حکم کرتے ہوئے موصوف مکرم نے ۱۴۰۴ھ مطابق سن ۱۹۸۳ء میں مایہ ناز درس گاہ 'الجامعۃ الاسلامیہ روناہی' میں داخلہ لیا اور مکمل چھ برس تک اساتذہ کرام کے علمی فیضان سے دامن مراد کو پر کیا۔

کرشمۂ قدرت دیکھئے کہ سال فضیلت میں ادارہ کے بعض طلبہ کا آبادی کے کچھ نوجوانوں سے اختلاف ہوگیا۔ حالات خراب ہوگئے اور تمام طلبہ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مفتی صاحب بھی وہاں سے 'دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی' میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں شیخ القرآن علامہ ''عبداللہ خاں عزیزی'' علیہ الرحمہ نے بساط درس و تدریس بچھا رکھی تھی اور مایہ ناز اساتذہ کا نورانی قافلہ اس کوردہ جگہ میں اتار رکھا تھا۔

مفتی صاحب نے ششماہی امتحان میں فرسٹ ڈویژن پاس کیا اور اساتذہ کرام خصوصا شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے منظور نظر بن گئے۔ دارالعلوم علیمیہ میں سالانہ امتحان لینے کے لئے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ''محمد شفیع'' صاحب علیہ الرحمہ مبارک پوری قاضی شریعت اعظم گڑھ کا ورود مسعود ہوا۔ آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف اور مسلم الثبوت کا بزبان عربی امتحان لیا جس میں مفتی صاحب اور آپ کے ہم درس حضرت مولانا ''شاہ عالم'' نورانی صاحب کو سو سو نمبر عطا فرمایا۔

۲۴ رشوال المکرّم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار ادارہ کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں ختم بخاری شریف کی رسم مبارک ادا کرنے کی غرض سے اشرف العلماء ''سید حامد اشرف'' کچھوچھوی اور شارح بخاری حضرت مفتی ''محمد شریف الحق امجدی'' علیہ الرحمہ رونق افروز ہوئے۔ بے شمار علما و مشائخ کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب کو جبہ و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ ع

اختر حسین کو ملی دستار فضیلت
اپنے اساتذہ کی دعاؤں کی بدولت

اساتذۂ کرام

حافظ محمد اسحٰق صاحب، حضرت مولانا عبدالخالق سبحانی صاحب، حضرت مولانا رضا علی صاحب، حضرت مولانا سید احمد صاحب، حضرت مولانا فصیح اللہ اعظمی صاحب، حضرت علامہ شاکر علی عزیزی صاحب، حضرت علامہ محمد ایوب رضوی صاحب، حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب، حضرت علامہ بخش اللہ قادری صاحب استاذ العلما

حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی، اساتذۂ جامعہ رونا ہی فیض آباد۔ حضرت علامہ محمد مسیح الدین صاحب، حضرت علامہ محمد اقبال احمد قادری صاحب، شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی صاحب اساتذہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

تین اور اہم اساتذہ

حضرت مفتی صاحب نے مندرجہ بالا اصحاب فضل وکمال کے علاوہ چند اور اہم شخصیتوں سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ سے فن تصنیف وتالیف اور کچھ افتا کا ہنر لیا ساتھ ہی بخاری شریف کی پہلی حدیث پاک بھی تیمنا وتبرکا پڑھی۔ اس سبق میں آپ کے خاص ہم سبق خطیب ذیشان حضرت علامہ مولانا کمال اختر قادری برہانی صاحب دام ظلہ العالی شیخ الادب جرہ محمد پور فیض آباد بھی تھے۔

اور فن افتا کے کچھ اصول جانشین مفتی اعظم ہند وارث علوم امام احمد رضا تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے حاصل کیا۔

اور فن افتا کے ساتھ فن مناظرہ جانشین صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان المناظرین محدث کبیر علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ سے سیکھا۔

شرف بیعت

آپ جس وقت رونا ہی زیر تعلیم تھے آپ کے شفیق وکریم استاذ جامع کمالات صوریہ ومعنویہ صاحب خلق حسن حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی اپنے ہمراہ عرس رضوی میں شرکت کے لئے بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اور ۲۵ رصفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۰ راکتوبر ۱۹۸۷ء بروز منگل وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر شرف بیعت پاکر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

خلافت واجازت

حضرت مفتی صاحب کی دینی خدمات اور آپ کی علمی وفکری بصیرت ولیاقت دیکھ کر کئی اہم شخصیات نے خلعت خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی

خلافت یہ کہتے ہوئے عطا کی۔ لیجئے مولانا! آپ بہت کام کے ہیں یہ سند ابھی نہیں آئندہ کام دے گی۔ فقیہ ملت قدس سرہ نے آپ کو ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ ردسمبر ۱۹۹۸ء منگل کو سند خلافت بخشی۔

اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی نے ۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰ راگست ۲۰۰۵ء میں خلعت خلافت سے شاد کام کیا۔

اور وارث علوم صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے عرس صدر الشریعہ کے موقع پر ۱۴۳۴ھ میں خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی تلاوت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔

اور بتاریخ ۴ رجون ۲۰۱۳ء شہزادۂ کالپی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت عزت مآب حضرت سید غیاث الدین ترمذی قادری دام ظلہ العالی نے موضع بسڈیلہ میں منبر پر خلافت سے نوازا۔

اسناد اور ڈگریاں

فاضل علوم اسلامیہ از دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی
منشی، مولوی، کامل، فاضل طب از الٰہ آباد عربی فارسی بورڈ
کامل اردو، معلم اردو از جامعہ اردو علی گڑھ
بی اے از ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ
ایم اے از لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ
سند فقہ حنفی از محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ
سند حدیث نبوی از محدث کبیر صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

شادی خانہ آبادی

عالم اسلام کی مشہور ومعروف شخصیت صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ (وصال ۱۴۲۱ھ) کی بارگاہ میں حضرت مفتی صاحب دور طالب علمی سے ہی حاضر ہوتے رہتے تھے جس کی تفصیل 'انوار فقیہ ملت' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

غالباً اس مرد حق آگاہ نے اپنی دور رس نگاہ سے اس قیمتی ہیرے کو دیکھ لیا تھا یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب کی فراغت کے بعد حضور فقیہ ملت قدس سرہ نے جامع معقول ومنقول حضرت علامہ نور محمد قادری عرف 'براؤنی صاحب' کے

ذریعہ پیغام نکاح بھیجا اور بالآخر وہ وقت سعید آیا جب حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی دختر پاکیزہ خصال کا عقد مسعود آپ سے طے فرمایا۔

اور ۱۶؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۷؍مئی ۱۹۹۵ء بروز بدھ بے شمار جلیل القدر علما و مشائخ بالخصوص حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی اور اساتذہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف و اساتذہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے علاوہ بہت سے ارباب علم و دانش کی موجودگی میں پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ براؤں شریف نے رسم نکاح خوانی ادا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو دو صاحبزادے عزیزم محمد ابو قحافہ امجدی، عزیزم محمد ابو قتادہ رضوی امجدی اور ایک صاحبزادی عزیزہ جویریہ خاتون رضوی امجدی کی نعمت سے نوازا ہے یہ سب ابھی دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ رب تعالیٰ ان کو علم نافع بخشے (آمین) ٥

میدان تدریس میں

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی سے فارغ التحصیل ہونے کے وقت حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے حکم پر دار العلوم علیمیہ میں ہی تخصص فی التفسیر کے ساتھ بحیثیت معین المدرسین درس و تدریس اور تعلیم و تعلم میں منہمک ہو گئے۔

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ آپ پر کس درجہ اعتماد فرماتے اور کس قدر شفقت کا برتاؤ کرتے اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو جب دار العلوم میں بحیثیت معین المدرسین مقرر کیا گیا تو بروقت کسی نشست گاہ کا انتظام نہ ہو سکا جس پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"مولانا! آپ میری درس گاہ میں بیٹھ کر پڑھائیں میں باہر کرسی پر بیٹھ کر آپ کا طریقہ تدریس دیکھوں گا۔ چنانچہ کئی ماہ تک مفتی صاحب نے شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی درس گاہ میں بیٹھ کر درس دیا اور جب درس دے کر باہر نکلتے تو حضرت شیخ القرآن بہت ساری دعاؤں سے نوازتے۔"

ایک موقع پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے تفسیر کے لئے طریقۂ درس بتاتے ہوئے بہت سارے نکات قلمبند کرائے اور تدریسی کامیابی کے رازہائے سربستہ وا کیے۔ اس سے حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی خصوصی عنایت و کرم نوازی صاف ظاہر ہے۔

دار العلوم ربانیہ باندہ میں آمد

نیرنگیٔ حالات کہئے یا مشیت ایزدی کہ جن دنوں آپ دار العلوم علیمیہ میں بحیثیت معین المدرسین مصروف کار تھے اسی اثنا میں بندیل کھنڈ کی مرکزی درس گاہ "دار العلوم ربانیہ شہر باندہ" سے پیر طریقت تلمیذ صدر الشریعہ علامہ سید مظہر ربانی قادری صاحب نے درس نظامی کے لئے ایک معیاری استاذ کی فرمائش کی اور سخت ضرورت کا احساس دلایا۔

جس پر شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے استاذ القراء قاری عبد الحکیم عزیزی علیہ الرحمہ کے مشورہ سے حضرت مفتی صاحب کو دار العلوم ربانیہ شہر باندہ میں درس و تدریس کے منصب پر مامور فرمادیا۔

مفتی صاحب ۱۸؍ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء دار العلوم ربانیہ میں رونق افروز ہوئے اور مسلسل ۷ سال ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء تک نہایت اخلاص و لگن محنت و دیانتداری اور مکمل ذمہ داری سے اپنا فرض منصبی ادا فرمایا۔ آپ کی انتھک کوشش اور جد و جہد سے دار العلوم کا معیار تعلیم بہت بلند ہوا اور درجہ فضیلت تک کے طلبہ آگئے اور دور دور تک تعلیم کا شہرہ ہوا۔

درس و تدریس کے ساتھ قرب و جوار میں دعوت و تبلیغ کے لئے جانا۔ آپ کا معمول بن گیا جس کے نتیجہ میں بے شمار حضرات سنیت میں مستحکم ہوئے اور انگنت لوگوں نے بدعقیدگی سے توبہ کی۔

حضرت والا کے اخلاق کریمانہ کی خوشبو سے پورا علاقہ معطر ہوگیا۔ بندیل کھنڈ کے سنی حضرات کے قلوب میں ایسی عظمت ڈالی کہ آج بھی آپ کے ذکر جمیل کی خوشبو محسوس کی جارہی ہے۔

نوشتہ تقدیر نے کروٹ بدلی اور پھر آپ کو مادر علمی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی خدمت پر مقرر ہونا مقدر ہوا۔

اس سلسلہ میں آپ نے دار العلوم ربانیہ کے مہتمم اعلیٰ پیر طریقت حضرت علامہ سید مظہر ربانی صاحب علیہ الرحمہ سے حالات بیان کیا اور وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت چاہی۔

حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کسی صورت میں وہاں سے جانے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فرمایا:

"تعلیم و تعلم کے معیار کو جس طرح بلند کرنا چاہیں آپ کو اختیار ہے جو کتابیں پڑھانا چاہیں پڑھائیں جو سہولت چاہیں لیں ہم آپ کے مشاہرہ میں بھی اضافہ کردیتے ہیں مگر آپ کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

حضرت والا کی ان دلنواز باتوں کے سامنے مفتی صاحب جیسا خلیق و باکردار شخص کیسے انکار کرسکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے باندہ سے منتقل ہونے کا خیال ترک فرمادیا اور پھر شوال المکرم میں ادارہ پہنچ کر اسی شان سے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، خدمت خلق اور اشاعت سنیت میں مشغول ہوگئے مگر ؎

ہونا ہوتا ہے جب کوئی کار
غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

چونکہ تقدیر نے دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں آپ کی خدمت کا فیصلہ کر دیا تھا تو بھلا اسے کون ٹال سکتا تھا اس لئے شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ تک باندہ رہنے کے بعد تعطیل کلاں میں گھر آنا ہوا اور پھر بسلسلۂ تعلیم باندہ واپسی نہ ہوئی۔

دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں تشریف آوری

حضرت مفتی صاحب کی درسی لیاقت، کردار و عمل کی پاکیزگی، درس و تدریس کی لگن، اور نرالے طرزِ تفہیم کی شہرت اہل علم تک پہنچ چکی تھی۔ اسی لئے بہت سارے مدارس کے ذمہ داروں نے اپنے مدرسوں میں آپ کی خدمت حاصل کرنی چاہی جن میں دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ، دارالعلوم عزیز العلوم نچول مہراج گنج، دارالعلوم اشاعت الاسلام پرتاول، دارالعلوم اہلسنت بحرالعلوم خلیل آباد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر آپ نے دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی کو زینت بخشی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی ابتدا سے یہ خواہش رہی کہ آپ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں ہی مصروف خدمت رہیں مگر بعض حالات کے تحت آپ باندہ تشریف لے گئے جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۹ رشوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۷ رفروری ۱۹۹۸ء بروز سنیچر دارالعلوم علیمیہ کی مجلس منتظمہ کے ارکان سے شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے مفتی صاحب کی تقرری کے لئے مکمل گفتگو کی اور پھر باضابطہ آپ نے دارالعلوم میں تشریف ارزانی فرما کر مسندِ تدریس کو زینت بخشی۔

مسندِ افتا پر جلوہ فرمائی

اسی سال ایک مجلس میں حضرت علامہ مولانا محمد تفسیر القادری صاحب قبلہ سابق نائب صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ نے آپ کو دارالافتاء میں آئے شرعی سوالات اور استفتوں کے جوابات کے لئے منتخب فرما کر ''رضا جامع مسجد'' میں اعلان کیا جس سے لوگوں نے اپنے مسائل دینیہ میں آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے اب تک حضرت والا درس و تدریس اور کار افتا کو بحسن و خوبی انجام دینے میں مشغول ہیں اور ادارہ کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی سعی بلیغ میں لگے رہتے ہیں۔

آپ کا مذاقِ علمی

ہر شاگرد پر اپنے خصوصی استاذ کی فکر و نظر اور مسلک و مشرب کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب بھی اس فطری تقاضے سے متاثر رہے۔

چنانچہ آپ کے خصوصی استاذ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی کا معقولی رنگ آپ پر نمایاں ہے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ سے معقولات میں قطبی، میر قطبی، ملاحسن، شرح ہدایت الحکمت اور صدرا وغیرہ کا خصوصی درس لیا اسی لئے تدریس کے ابتدائی دور میں معقولات کی کتابیں بہت دلچسپی اور دلجمعی سے پڑھاتے مگر حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی صحبت وتربیت نے علم قرآن اور تفسیر کی طرف متوجہ کردیا اور پھر تائید ایزدی نے ایک فقیہ ومفتی کی شکل میں ابھرنے کا موقع عطا فرمایا تو اب خصوصاً تفسیر وفقہ اور معقولات کا درس دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

طریقہ تدریس

حضرت والا سبق پڑھانے سے قبل ابتدائی درجے کے طلبہ سے سوال وجواب کا سلسلہ قائم فرماتے ہیں۔ صحیح جواب نہ دینے پر زجر وتوبیخ اور غصہ وعتاب کا منظر بھی دیدنی بلکہ لائق تقلید ہوتا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کے بعد محبت بھری نگاہ سے طلبہ کا دل موہ لیتے ہیں اور یہ احساس دلادیتے ہیں کہ میرا غصہ کسی جذبۂ انتقام کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کا محرک تمہاری اصلاح وتربیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غضبناک مار پیٹ اور سخت تنبیہ پر بھی آج تک کوئی طالب علم آپ سے شاکی نہیں ملتا ہے۔

سوالات وجوابات کے بعد عبارت خوانی کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلسل ایک ہی طالب علم سے عبارت خوانی کے آپ سخت مخالف ہیں۔ اسی لئے اگر کسی ایک طالب علم نے دوتین دن درس میں مستقل عبارت خوانی کردی تو حضرت مکرم پر جلال طاری ہوجاتا ہے اور پھر کرخت لہجے میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"کیا تم نے عبارت پڑھنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے"

"اے فلاں چلو تم پڑھو"

غلط عبارت خوانی پر دوسرے طلبہ سے بھی سوال وجواب کی نوبت آجاتی ہے اور پھر کبھی کبھی دیر تک اس عبارت پر تحقیق وتفتیش کا کام چلتا رہتا ہے۔

عبارت خوانی کا مرحلہ طے ہونے کے بعد سبق پڑھانے کی منزل آتی ہے۔ اولاً گزشتہ سبق کی اہم باتوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کرکے آج کے سبق سے ربط ذہنی پیدا کرتے ہیں اور عبارت کا مفہوم اپنے لاجواب اور دلنشین طرز تفہیم سے طلبہ کے دل ودماغ پر نقش فرماتے چلے جاتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے تفنن کلام اور تفنن حال وقال کا وہ جوہر بخشا ہے کہ غبی سے غبی اور حد درجہ کمزور وکند ذہن طالب علم بھی آپ کے درس میں بصد شوق شرکت کرکے سکون محسوس کرتا ہے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو ذہن میں

بآسانی اتار دینے میں آپ 'شہنشاہ تدریس' اور 'ملک التفہیم' کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر جماعت کے طلبہ کی خواہش رہتی ہے کہ ہماری اہم کتاب کا درس حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی کے پاس ہو۔

فقہی درس کے دوران جدید مسائل پر سیر حاصل بحث، فقہ حنفی کی آفاقیت اور اہمیت کا بیان، ائمہ مجتہدین کی کدو کاوش کا ذکر جمیل اور غیر مقلدین کی خوبصورت تردید کے جلوے قابل دید ہوتے ہیں۔

درمیان درس موقع ومحل کی مناسبت سے اپنے اکابرین خصوصاً مجدد اعظم اعلیحضرت سیدنا امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات جلیلہ سے طلبہ کا دامن علم وحکمت بھرتے رہتے ہیں۔

تفسیری درس میں عقائد اہلسنت کا اثبات بدعقیدوں کی بخیہ دری خاص کر عصر حاضر کے فتنوں میں صلح کلیت وفکری آوارگی کی تردید ضرور فرماتے ہیں اور نت نئے جنم لینے والے بہروپیوں کا تعاقب اور ان کی سرکوبی کا فریضہ بہت حسین ودلکش اور موثر انداز میں انجام دیتے ہیں۔ جس کسی فن کی کتاب کو پڑھاتے ہیں تو اس جذبہ اور دلجمعی سے پڑھاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے حضور والا کا یہی خاص فن ہے۔ دوران تدریس ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بسا اوقات طالب علم بے تکے اور بے معنی سوال بھی کر دیتے ہیں مگر آپ ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ مکمل اطمینان وسکون اور تحمل سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ انہی خوبیوں نے آج آپ کو دنیائے درس وتدریس کا عظیم الشان شہوار بنا دیا ہے۔ بلکہ میں آپ کو "ملک التفہیمات" کے لقب سے یاد کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

فتوٰی نویسی کا آغاز

فتوٰی نویسی کے حوالہ سے دریافت کرنے پر حضور والا نے بتایا کہ:

"فقہ وفتاوٰی کی طرف رجحان 'دارالعلوم ربانیہ باندہ' میں پیدا ہوا جس کا پس منظر یہ کہ:

جب میں باندہ درس وتدریس کے لئے پہنچا تو وہاں کا ماحول اور بود وباش، شہر کے باشندے اور ان کی زبان، علاقے کے لوگ اور ان کا رہن سہن سب کچھ میرے لئے اجنبی تھا جس سے میں بہت کبیدہ خاطر رہتا نماز عصر کے بعد دارالعلوم کے استاذ محب مکرم حضرت مولانا نسیم محمد قادری باندوی صاحب کرم فرماتے اور کبھی کبھی تفریح کے لئے شہر یا باغوں کی طرف لے جاتے جس سے کچھ دل بہلتا مگر درسی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی کافی وقت بچتا ان وقتوں کو کام میں لانے کے لئے دل میں خیال آیا کہ حضرت استاذ محترم مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کبھی کبھی "فتاوٰی رضویہ" پڑھ پڑھ کر بعض اہم مسائل سناتے اور سمجھاتے تھے کیوں نہ "فتاوٰی رضویہ" کا مطالعہ جاری کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر میری تنہائی، اجنبیت اور بے کاری کو دور کرنے کے لئے رب تعالٰی نے مجھے بہترین ساتھی بشکل "فتاوٰی رضویہ" عطا فرما دیا۔ دارالعلوم ربانیہ کے دارالافتا کی ذمہ داری کرم گستر حضرت مولانا مفتی نذر محمد

گونڈوی صاحب صدر المدرسین دار العلوم کے سر تھی مگر کبھی کبھار میں بھی جواب لکھ دیتا اس طرح شوق وذوق کا قافلہ آگے بڑھتا رہا اور فقہی اسرار ورموز کے باب وا ہوتے رہے حتیٰ کہ "دارالعلوم علیمیہ" جمد اشاہی میں تدریسی خدمت پر مامور ہونے کے بعد یہاں کے "دارالافتا" کی مکمل ذمہ داری بھی میرے حصہ میں آگئی اور مسلسل ۱۴۱۸ھ سے اب تک بحمدہ تعالیٰ یہ کام انجام دے رہا ہوں۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی فقہ وافتا کی دولت فتاوی رضویہ کی رہین منت اور آپ کی ذہنی کدوکاوش اور دلچسپی کا نتیجہ ہے گو کہ آپ نے اس جادہ پیائی میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ، حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر دامت برکاتہم سے رہنمائی حاصل کی مگر اصل سرمایہ فتاویٰ رضویہ کی عطا ہے۔

تصنیف وتالیف

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ کسی کے پاس زبان ہے تو قلم نہیں کسی کے پاس قلم ہے تو زبان نہیں مگر تنہا میں ہی نہیں آج دنیا اس حقیقت کا اعتراف کر رہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالمنن نے صرف زبانی وقلم ہی نہیں بخشا ہے بلکہ بہت سارے علمی اوصاف وکمالات سے نوازا ہے۔ چنانچہ آپ بیک وقت مدرس، مصنف، مقرر، مناظر، مصلح اور ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت کی حیثیت سے شہرہ آفاق ہیں میں نے آپ کی تصنیف وتالیف کی ابتدا کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"دارالعلوم ربانیہ" میں وقت کو کام میں لانے کے لئے مختلف علمی خدمت انجام دیتا اسی میں مضمون نگاری کا آغاز بھی ہے میں نے بہت سارے لوگوں کی بد خلقی کجروی تند مزاجی اور تلخ نوائی دیکھی تو ایک مختصر مضمون بعنوان 'اسلام میں اخلاق کا مقام' لکھا اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوا۔ اسی دوران ایک مضمون بعنوان 'علامہ ارشد القادری کی نثر نگاری' تحریر کیا جو ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف میں اشاعت پذیر ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے دوران ایک کتاب بعنوان 'عرس کی شرعی حیثیت' لکھی جس پر حضور فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ نے دعائے جمیل سے نوازا اور کتب خانہ امجدیہ نے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا۔ اس طرح تصنیف وتالیف کی طرف توجہ بڑھتی گئی اور قوم مسلم کے لئے جس طرح کی ضرورت محسوس کی اپنی استطاعت کے مطابق لکھتا رہتا ہوں۔"

حضرت مفتی صاحب نے اصلاح عقائد واعمال کے حوالہ سے چند اہم تصانیف امت کو عطا فرمائی ہیں جن میں ہر ایک اپنی افادیت واہمیت کے لحاظ سے منفرد ہے بعض تصانیف درج ذیل ہیں:

۱-عرس کی شرعی حیثیت

۲- جدید مسائل زکاۃ

۳- راہ عمل

۴- ازالۂ فریب بجواب تقلید شخصی کے آسیب

۵- تحقیقی جوابات

۶- مصطفیٰ جان رحمت اور آپ کی عائلی زندگی

۷- انوار فقیہ ملت

۸- تذکرہ علامہ اعجاز احمد ادروی

۹- طاہر القادری عقائد ونظریات

۱۰- تذکرہ علامہ عبد العلیم میرٹھی

۱۱- پائی اور تحقیقات رضویہ

۱۲- مسلک اعلیٰ حضرت کہنا کیسا؟

۱۳- حاشیہ تفسیر نعیمی اوّل

تقریر وخطابت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موصوف مکرم کو خطابت کا وہ جوہر بخشا ہے کہ بے ساختہ زبان پکار اٹھتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تقریباً پچیس سال پہلے باندہ قیام کے دوران آپ نے خطابت کی دنیا میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ ہندو بیرون ہند آپ کی شیریں بیانی اور اثر انگیزی کا شہرہ ہوگیا۔ چنانچہ آپ یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، تلنگانہ، کرناٹک، کیرلا، مہاراشٹر، گوا، دہلی، ہریانہ، راجستھان، ہماچل پردیش اور کشمیر کے علاوہ نیپال عمان، دبئی، اور افریقہ تک وعظ وتبلیغ اور تقریر وخطابت کے لئے مدعو ہوئے اور چھوٹی بڑی بے شمار نیشنل اور انٹرنیشنل کانفرنسوں میں شریک ہوکر محفل کو فیضیاب فرمایا۔

آپ کا تبلیغی سفر خالصاً لوجہ اللہ اور اسلام وسنیت کی نشر واشاعت کے جذبہ کے تحت ہوتا ہے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں مذہب حق اہلسنت و جماعت مسلک اعلیحضرت کی بے باک ترجمانی فرماتے ہیں۔ بیان قرآن و حدیث اور اسلاف کی تعلیمات سے مکمل مزین اور بہت سنجیدہ اور باوزن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام

وخواص، علما اور دنیاوی تعلیم یافتہ سبھی حضرات آپ کے مداح ومدحت سرا اور آپ کی جادو بیانی کے معترف ہیں۔

میرے نزدیک آپ کی حیرت انگیز کامیابی اور عوام وخواص میں آپ کی حد درجہ پذیرائی آپ کے اخلاص و للّٰہیت کی برکت ہے۔

راقم السطور نے آج تک کسی بھی شخص کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ حضرت مفتی صاحب نے بھی کبھی کسی سے نذرانہ کا مطالبہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ زادِ راہ کی بھی از خود فرمائش نہیں کرتے بلکہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مقامات پر آپ نے سفر فرمایا تو نذرانہ الگ رہا مکمل کرایہ بھی لوگوں نے پیش نہیں کیا مگر حضرت مکرم نے داعی حضرات سے کچھ بھی شکوہ نہ کیا۔ رب تعالیٰ آپ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا تحفہ عطا فرمائے۔ آمین

سیرت وکردار

حضرت تاج الفقہا صاحب قبلہ کی تعلیم وتربیت جن پاکان امت اور نفوس قدسیہ کے زیر سایہ ہوئی زمانہ ان کی عظمت وسطوت اور پاکیزگی کردار کا معترف ہے۔ ان اصحاب فضل وکمال کی بابرکت صحبت نے حضرت مفتی صاحب کی سیرت وکردار کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

آپ کے اندر تواضع وانکساری، حلم وبردباری، جرأت وہمت، صبر وتحمل، حق گوئی وبے باکی، استقامت علی الدین، مسلکی تصلب، احترام علما، عقیدت اسلاف، احترام اکابر اور عوام وخواص سے جذبۂ محبت کا حصہ قابل فخر حیثیت سے موجود ہے۔ انہیں اوصاف وکمالات نے آپ کی شخصیت کو اتنا جاذب نظر بنا دیا ہے کہ عصر حاضر کے اکابرین اہلسنت کے نور نظر اور ان کے معتمد ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت اہلسنت کے حلقہ میں بے پناہ مقبولیت و محبوبیت کا مقام پاچکے ہیں۔ ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

شفقت ومحبت اور اخلاق کریمانہ

حضور مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالجلال نے جس شفقت و پیار بھرے دل سے نوازا ہے وہ قابل رشک ہے۔ آپ کی خدمت میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کی شفقت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ محفل میں بیٹھنے والے سبھی حضرات سے پیار بھرے انداز میں مخاطب ہونا ان کی بات سننا اور حسب ضرورت ان کے کام آنا حضرت والا کی عادت کریمہ ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا شہرہ عالمگیر ہے۔

بالخصوص طلبہ پر شفقت کا معاملہ تو بہت ہی نرالا ہے ان کی نگرانی، تربیت اور دیکھ بھال کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی

بیمار ہو جائے تو معلوم ہونے پر اس کی خبر گیری کرنا، دوا علاج کا انتظام کرنا، اس کے آرام کا خیال کرنا، اور تمام طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملنا، ان کی خیریت دریافت کرنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہمارے ممدوح کے کریمانہ عادات و اطوار میں شامل ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو بلا کر میدان عمل کے مصائب و آلام اور حالات و کوائف کے نشیب و فراز سے آگاہ فرماتے ہیں اور عملی زندگی کے وہ رہنما اصول بتاتے ہیں کہ آدمی ان پر عمل پیرا ہو کر کبھی ناکام نہیں ہو سکتا ہے۔

فارغ ہونے والے ان طلبہ کو ڈبڈبائی آنکھوں سے رخصت کرتے ہیں اور اپنی خطاؤں سے درگذر کرنے کے لئے طلبہ سے خود گزارش کرتے ہیں کردار کی یہ بلندی بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

احباب واقربا سے حسن سلوک

حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنے تمام احباب و متعلقین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مخلصین اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے خود تشریف لے جاتے ہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا یہ نتیجہ ہے کہ آج تک ان کا کوئی پڑوسی نالاں نظر نہیں آیا۔ آبادگی کے لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کی خیریت لینا اپنا فرض محبت سمجھتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت، انتقال کر جانے والوں کے گھر تعزیت پیش کرنے کے لئے جانا اپنا اخلاقی منصب تصور فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محلہ اور شہر کے مسلمان خصوصاً نوجوان حضرات آپ سے بے پناہ محبت کرتے اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

عشق رسول

حضرت تاج الفقہاء دام ظلہ العالی عشق رسول کی دولت سے خوب خوب مالا مال ہیں۔ اپنی محفل میں محبت رسول کے فوائد و برکات کا خوب تذکرہ فرماتے ہیں۔ ذکر محبوب کائنات علیہ التحیۃ والثنا کے وقت کبھی کبھی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے وقت ایک کیف طاری رہتا ہے۔ نعت حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سماعت کا بہت ذوق رکھتے ہیں اہل محفل نے بارہا دیکھا ہے کہ نعت خوانی کے دوران آپ پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور آنکھیں گوہر اشک لٹانے لگتی ہیں۔

عاشق رسول مجدد دین وملت اعلیحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی لکھی نعتیں نہایت

شوق و اہتمام سے سنتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول شریف کے دن 'عید میلادالنبی' کی مناسبت سے قریب رہنے والے طلبہ کو 'عیدی' کے نام پر نذرانہ عطا فرماتے ہیں اور یوں گنگناتے ہیں۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

حق گوئی و بے باکی

آج عموماً دیکھا جارہا ہے کہ تملق اور چاپلوسی کا ہر طرف بازار گرم ہے خوشامد کو عصر جدید کا بہترین فن اور آرٹ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ عہدہ اور جاہ و منصب کے حصول کے لئے اخلاق کی تمام حدیں توڑ کر وہ مداہنت اور چاپلوسی کرتے ہیں کہ

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

چاپلوسی کا یہ عالم ہے کہ پڑھے لکھے کہے جانے والے بھی حق و صداقت کے بجائے ناحق اور نور کی جگہ ظلمت و تاریکی کا ساتھ محض اس بنا پر دے رہے ہیں کہ کچھ حطام دنیا ہاتھ آجائے۔

ان حالات میں حق کی آواز بلند کرنا یقیناً جہاد سے کم نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں رب کائنات نے حق گوئی کی دولت بے بہا سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضور مفتی صاحب بھی بحمدہ تعالیٰ انہیں بندگان خدا میں ہیں جو شرعی معاملات میں تملق و مداہنت کو کوئی راہ نہیں دیتے بلکہ برملا اظہار حق فرما کر اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مگر کوئی چیز آپ کو حق بات کہنے سے نہیں روکتی ہے۔ جب حاسدین اور فتنہ پروروں کی طرف سے کوئی مشکل ڈالنے کی سازش ہوتی ہے تو آپ امام اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر گنگنا کر سکون قلب حاصل کر لیتے ہیں۔ ع

سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

اسلام و سنت کی اشاعت کا جذبہ

حضور تاج الفقہا صاحب اکثر فرماتے ہیں کہ

''فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ کسی کا نائب حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو اصل

کے کاموں کی انجام دہی میں لگا رہے، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری زندگی بھر لوگوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت میں لگے رہے تو آپ کا نائب حقیقت میں وہی عالم ہے جو ہمیشہ اسلام وسنیت کو پھیلانے کی فکر اور لوگوں کے ایمان اور عقیدے کی حفاظت میں مصروف رہے۔''

اس اعتبار سے جب ہم اپنے ممدوح پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے قول کے مکمل مصداق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے درمند دل کی کیفیت کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو آپ کی حاشیہ نشینی کا شرف رکھتے ہیں۔

اپنی آبادی کے لئے تو فکر مند رہتے ہی ہیں قرب وجوار ہی نہیں بلکہ اب تو عالمگیر پیمانے پر دعوت وتبلیغ اور اشاعت سنیت کے حوالہ سے آپ کی شخصیت بڑی جانی پہچانی ہوگئی ہے۔

ہندوستان بھر میں کہیں بھی مسلکی معاملات درپیش ہوتے ہیں اگر وہاں مفتی صاحب کو یاد کیا گیا تو بلا فکر سود وزیاں اور بلاخوف لومۃ لائم ہر ممکن کوشش کر کے وہاں تشریف لے جاتے ہیں اور احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لوگوں کے مذہبی واعتقادی سوالات کے تسلی بخش جوابات بڑی خندہ پیشانی سے آسان لب ولہجہ میں عطا فرما کر قلوب واذہان میں یقین وایمان کا نور بھر دیتے ہیں۔

ایم پی، کیرلا، کرناٹک، اڑیسہ اور یوپی کے علاقے میں آپ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہزاروں لوگ مذہب و مسلک میں پختہ ہوئے وہابیت ونجدیت سے محفوظ ہوئے صلح کلیت وآزاد خیالی کے طوفان سے بچ گئے اور مذہب حق اہلسنت وجماعت مسلک اعلیحضرت پر سختی سے کاربند ہوگئے۔

آپ جہاں بھی رہتے ہیں دنیاوی امور کی طرف دلچسپی کم، مدارس عربیہ میں ہونے والی وحشت ناک سیاست سے دور، لوگوں کی ذاتیات کی ٹوہ سے متنفر اپنی محفل کو 'مذہبی بزم' اور 'دینی نشست' بنانے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔

مسلم نوجوانوں کے عقائد کے تحفظ کے لئے ان سے رابطہ قائم کر کے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی تعلیمات سے ان کو مزین فرماتے ہیں۔

آپ کی ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج عصری ودینی تعلیم گاہوں، یونیورسٹیز اور آفیسز میں کام کرنے والوں، تجارت پیشہ اور عام نوجوانوں کا بڑا طبقہ آپ کا گرویدہ اور شیدائی ہے۔

ہندو بیرون ہند لاکھوں لوگ آپ کی شیریں مقالی اور سچے خلوص کے نتیجہ میں آپ پر عاشق و وارفتہ نظر آتے ہیں۔ سچ کہا ہے شاعر نے

ہجوم بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرداں کی اکبر کرے تو کوئی کمال پیدا

اولیاے کرام سے محبت والفت

ہمارے ممدوح حضرت تاج الفقہا صاحب قبلہ کوسلف صالحین اوراولیائے کرام کی عقیدت ومحبت اوران کی تعظیم وتوقیر کا جذبہ بحمدہ تعالیٰ خوب حاصل ہے۔ چنانچہ آج تک کسی کان میں یہ آواز نہ پہنچی ہوگی کہ حضرت والا فلاں بزرگ کے متعلق ایسا ویسا کہتے ہیں بلکہ محفل درس وتدریس ہو یا بزم وعظ وتبلیغ موقع ومحل کی مناسبت سے بزرگان دین کے ذکر جمیل سے مجلس کو لالہ زار بنائے رہتے ہیں۔

البتہ بعض بزرگوں سے حد درجہ عقیدت ومحبت اور الفت وپیار کرتے ہیں۔ ان نفوس قدسیہ میں میر میراں پیر پیراں غوث الاغواث قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا تارک السلطنت حضور مخدوم پاک کچھوچھوی رضی اللہ عنہ، حضور سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں۔ اور ماضی قریب کے بزرگوں میں حضور صدرالافاضل، حضور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، حضور مبلغ اسلام، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت اور حضور شعیب الاولیاء علیہم الرحمہ سے خصوصی محبت فرماتے ہیں۔
فاتحہ خوانی میں مذکورہ بزرگان دین کے اسمائے مبارکہ کو بالالتزام ذکر فرماتے ہیں اوران کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔

میرا وجدان بول رہا ہے کہ ان بزرگوں کی عقیدت ومحبت کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ آج مفتی صاحب اپنے معاصرین میں منفرد ویگانہ ہیں اوراس کم عمری میں ہی آسمان کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ حضرت مفتی صاحب ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ

”میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ایک اہم پروگرام میں مدعو کیا گیا۔ کینیڈی ہال میں پروگرام ہونا تھا اور میرا یہ پہلا اتفاق تھا کہ خالص علمی اور وہ بھی دنیوی ماحول میں خطاب کرنا تھا۔ علی گڑھ جانے سے قبل میں مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد اساتذہ کرام سے دعا لینے پہنچا استاذ گرامی حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب قبلہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت نے فرمایا مولانا! آپ بتایئے کہ انسان دنیا میں کن چیزوں کی زیادہ خواہش رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی حضرت ہی فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا! تین چیز کی (۱) عزت (۲) دولت (۳) شہرت اور پھر تھوڑا توقف کرکے فرمایا کہ ”اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سب اسی عمر میں بخش دیا۔ میں نے کہا! حضرت یہ آپ سب کی دعاؤں کا ثمرہ ہے ورنہ من ہماں خاکم کہ ہستم“۔

وقت کی قدر و قیمت

آج عام طور پر یہ مشاہدہ ہے کہ خواص و عوام علما و طلبہ اور پڑھے بے پڑھے سب ضیاع وقت میں لگے رہتے ہیں۔ مدارس کی دنیا کا جو حال ہے اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے گھنٹوں 'مجلس تضیع اوقات' جمانا کوئی بات نہیں ہے۔

مگر ہمارے ممدوح حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کی جس طرح قدر فرماتے ہیں وہ لائق تقلید ہے۔

صبح نماز فجر کے بعد مختصر اوراد و وظائف اور سیر سے فارغ ہو کر درس کا وقت ہونے تک مطالعہ کتب اور فتویٰ نویسی میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی درمیان چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر درس گاہ میں جلوہ فرما ہو جاتے ہیں اور پورے جوش و جذبہ اور دلچسپی سے درس دیتے ہیں۔

ادارہ کی منصبی ذمہ داری سے فارغ ہو کر نماز ظہر اور پھر کھانا تناول فرما کر نماز عصر تک آرام کر کے نماز اور دیگر علمی مشاغل میں لگ جاتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ رات دیر تک جاری رہتا ہے۔

آپ اپنا وقت فضول اور بے کار کاموں میں لگانے کو بہت بڑا جرم مانتے ہیں یہ وقت کی قدر دانی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج چار دانگ عالم میں آپ کے علم و فضل، تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف اور دینی خدمات کا شہرہ ہے اور اکابرین ملت کی بارگاہوں میں درجۂ اعتماد حاصل ہے۔ وقت کی قدر دانی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کار افتا کی مکمل ذمہ داری آپ کے سر ہے مگر اتنا اہم اور عظیم الشان کام آپ اوقات تعلیم کے علاوہ وقت میں کرتے ہیں ادارہ کی طرف سے نہ تو اس کے لئے کوئی وقت کی سہولت ہے اور نہ ہی کوئی اضافی خدمت وصلہ، مزید دعوت و تبلیغ کا کام اس کے علاوہ ہے سچی بات یہ ہے کہ وقت کی وقعت و اہمیت کا ہنر آپ سے سیکھا جائے۔

ایمانی غیرت و حمیت

اگر مذہب و مسلک کے خلاف کوئی سر ابھارتا ہے تو حضور تاج الفقہا صاحب بلا تاخیر اس کی سرکوبی کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے بے شمار واقعات ہیں مگر یہاں دو چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

آج سے تقریباً بائیس سال قبل شہر خلیل آباد کی عیدگاہ پر دیو بندیوں نے ناجائز قبضے کا منصوبہ تیار کیا اور پھر سخت بادل ہوتے ہوئے بغیر رویت ہلال ۲۹ رمضان المبارک کو یہ اعلان کر دیا کہ کل عیدگاہ میں ہم لوگ نماز ادا کریں گے۔

۳۰ ر رمضان المبارک کو دیوبندیوں کے علاوہ پورا علاقہ روزہ دار تھا علی الصباح شہر کے لوگوں نے مفتی صاحب کو دیوبندیوں کی حرکت اور ان کی سازش سے آگاہ کیا۔

آپ یہ خبر سنتے ہی بے چین ہو گئے اور فوراً دیوبندیوں کی کتابوں کا بنڈل تیار کیا اور اپنے محلہ کے چند حضرات کو لے کر عیدگاہ پہنچ گئے۔ رفتہ رفتہ کچھ دوسرے محلہ کے مسلمان بھی جمع ہو گئے فورس بھی آ چکی تھی۔ مفتی صاحب نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر دیوبندیوں کے کفری عقائد بیان کرنا شروع کر دیا اور شہر کے دیوبندیوں کا نام لے لے کر للکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے کہ:

"نماز مسلمانوں کے لئے ہے دیوبندیو! آؤ تم پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو پھر عیدگاہ میں نماز پڑھنا"

تقریباً گیارہ بجے دن تک مفتی صاحب اپنے ساتھیوں کو لے کر 'عیدگاہ' پر کھڑے دیوبندیوں کو للکارتے رہے مگر کسی بھی دیوبندی میں حق کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نماز پڑھنا تو دور کی بات عیدگاہ کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

سچ ہے!

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

دوسرا واقعہ

چھ سال قبل شہر خلیل آباد کے مضافات میں واقع موضع پٹھ کھولی کے متعلق محترم حافظ و قاری محمد شکیل صاحب ساکن محلہ بدھیانی نے بتایا کہ وہاں کوئی دیوبندی لوگوں کے عقیدے کو خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ گاؤں بحمدہ تعالیٰ اہلسنت کی آبادی پر مشتمل ہے اگر توجہ نہ کی گئی تو لوگ بدعقیدہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے فوراً وہاں سے رابطہ کر کے چند لوگوں کو اپنے دولت خانے پر بلایا اور فرمایا میں فلاں دن آپ کے گاؤں آ رہا ہوں صرف روشنی مائک اور بیٹھنے کا انتظام کر لیں۔ چنانچہ

آپ وقت متعینہ پر دیوبندی عقائد کی کتابیں اور چند نوجوانوں کو لے کر پہنچ گئے۔ گاؤں کے تمام مسلمان حضرت والا کا ایمان افروز باطل سوز خطاب کو سننے کے لئے سیلاب کی مانند امنڈ پڑے۔ تلاوت و نعت کے بعد حضرت مفتی صاحب نے 'عظمت رسول خدا' پر خطاب شروع فرمایا اور پھر درمیان میں دیوبندیوں کے کفری عقائد ان کی کتابوں سے پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کیا دو گھنٹہ سے زیادہ یہ سلسلہ جاری رہا اور خرمن باطل پر حق کی برق باری ہوتی رہی جس کے نتیجہ میں اہلسنت کی حقانیت کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ آج تک چمک رہا ہے ورنہ نجدیت کی زہریلی فضا سب کو موت کی نیند سلا سکتی تھی۔

تیسرا واقعہ

ابھی دو سال قبل کی بات ہے شہر خلیل آباد کے محلہ مڑیا خاص میں کوئی ندوی مولوی آیا اور شب برأت کے حوالہ سے کچھ بکواس کی اور حسب روایت وہابیت معمولات اہلسنت پر شرک و بدعت اور ناجائز وحرام کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو ورغلایا اور اہلسنت کی تحقیر و تذلیل کی۔

محلہ کے لوگ خاص کر جناب محمد شمشیر رضوی اور محمد عارف رضوی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہابی مولوی کی خرافات سے آگاہ کیا۔

پھر کیا تھا حضرت والا مضطرب و پریشان ہو گئے اور دو روز کے اندر علمائے کرام وائمہ مساجد خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد عالمگیر رضوی صاحب استاذ دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، حافظ ماجد علی صاحب، قاری محمد رفیع الدین صاحب اساتذہ بحر العلوم خلیل آباد، مولانا نوشاد احمد، مولانا توفیق احمد صاحبان کا نورانی قافلہ لے کر مڑیا پہنچ گئے اور معمولات اہلسنت کی صداقت وحقانیت کے حوالے سے ایسے بیانات ہوئے کہ وہابیت کا جنازہ نکل گیا اور سنیت کا چہرہ روشن ومنور ہو گیا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن کو قلمبند کرنے کے لئے دفتر کا دفتر درکار ہے مگر انہیں واقعات سے اہل علم پر یہ حقیقت مثل آفتاب روشن ہو جائے گی کہ حضرت موصوف مکرم کو رب تعالیٰ نے کیسی غیرت وحمیت بخشی ہے اور کس درجہ ایمانی حرارت اور جوش وجذبہ سے شاد کام کیا ہے۔

قوت فیصلہ اور تدبیری صلاحیت

کسی اہم اور حساس مسئلہ میں حیران و پریشان ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ نازک حالات میں اضطرابی کیفیت سے دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ مگر ان حالات میں دامن صبر وتحمل چھوڑ دینا اور صرف آہ وزاری کرنا معاملہ کا حل ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

اختلاف وانتشار کے ماحول میں یا کسی اہم موڑ پر بروقت کوئی نتیجہ خیز فیصلہ کرنا ایک اہم بات ہے اور ایسی لیاقت کے افراد کم پائے جاتے ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ حضرت تاج الفقہا صاحب کو رب تعالیٰ نے بہترین قوت فیصلہ بخشی ہے اور فکر وتدبیر کی اعلیٰ صلاحیت سے نوازا ہے۔ نازک سے نازک معاملہ کو بروقت اپنے ناخن تدبر سے ایسا سلجھاتے ہیں کہ لوگوں کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔

محترم ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب ساکن بدھیانی سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ

ایک مرتبہ آبادی میں واقع تالاب کی مچھلیوں کو لے کر دوفریق میں سخت اختلاف ہو گیا نوبت جنگ وجدال اورلڑائی تک پہنچ گئی۔

حضرت والا نے جب یہ حالات دیکھے تو دونوں فریق کے اہم اور ذمہ دار لوگوں کو اپنے گھر بلایا جن میں پردھان علی حسن خان، الحاج سیٹھ مقبول احمد، ماسٹر حبیب اللہ، محمد حسن مرحوم خاص کر موجود تھے۔

آپ نے قرآن کریم کی تلاوت اور نعت پاک سے مجلس کا آغاز کیا اور پھر نہایت درد بھرے انداز میں دونوں فریق کو حالات کے نشیب وفراز سے آگاہ کیا ان حضرات نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ایسا فیصلہ تحریر فرمایا کہ دونوں فریق نے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسی دن سارا باہمی نزاع رفع دفع ہو گیا اور آبادی کے لوگ فتنہ وفساد سے محفوظ ہو گئے۔

محترم صدام حسین سابق صدر عراق کی پھانسی عیدالاضحیٰ سے غالباً چند روز قبل عمل میں آئی، اس ظالمانہ کردار کی وجہ سے امریکہ کے خلاف مسلمان بالخصوص نوجوانوں میں غم وغصہ کی ایسی لہر تھی کہ ہر طرف جوش وجذبہ کا منظر دیکھا جارہا تھا۔

مسلمانوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر مشرکین جل بھن کر امریکہ کی حمایت میں آنے لگے تھے۔

خلیل آباد میں بھی حالات دگرگوں ہورہے تھے اگر مسلمان جذبات میں امریکہ کے خلاف احتجاج کے لئے روڈ پر آتے تو بہت ممکن تھا کہ اعداءدین مسلمانوں کی مخالفت میں اتر پڑتے اور معاملہ سنگین صورت اختیار کر جاتا۔

مفتی صاحب نے حالات کا جائزہ لیا اور فوراً معززین شہر کی مشاورتی نشست محترم الحاج محمد عمر صاحب کپڑے والے کی دوکان پر قائم فرمائی۔

گفتگو اور مشورہ میں لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ آخر میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ

ظلم کے خلاف آواز اٹھے مگر اپنے حالات کو قابو میں رکھنا بھی لازم ہے۔ جذبات کے تحت کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے کہ اپنا ہی نقصان ہو، ساتھ ہی غیرت وحمیت اسلامی اور جذبہ قومیت بھی برقرار رہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ نماز عیدالاضحیٰ کے موقع پر تمام عیدگاہوں میں امریکہ کے ظلم وتشدد کی مذمت ہو اور عراق کے لئے دعا ہو۔ لوگ بعد نماز عیدگاہ سے اجتماعی طور پر نکلیں اور اپنے اپنے قریب کے چوراہے پر مذمتی بیان کے بعد امن وامان اور اسلام ومسلمین کی حفاظت وبقا کے لئے دعا کر کے گھروں کو واپس چلے جائیں''۔

موجودین نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے اسے آخری شکل دے دی۔ چنانچہ تمام عیدگاہوں کے ذمہ دار حضرات نے ایسا ہی کیا جس سے احتجاجی آواز بھی بلند ہوگئی اور امن وامان بھی بحال رہا۔

ان واقعات سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے کہ رب کائنات نے مفتی صاحب کو جہاں بینی و جہاں بانی کے ساتھ قومی قیادت اور مذہبی رہنمائی کرنے کی خوبیوں سے کس طرح نوازا ہے اور حساس معاملات کو حسن تدبیر کے ذریعہ حل کرنے کی کیسی لیاقت عطا فرمائی ہے۔

جذبۂ مہمان نوازی اور دریا دلی

حضرت تاج الفقہاء صاحب کے در دولت پر جانے والا یہ تاثر ضرور لے کر آتا ہے کہ یہ شخصیت بخل اور کنجوسی سے دور جود و سخا، خلق حسن اور دریا دلی کا پیکر ہے۔ رب کائنات نے کشادہ دست، کشادہ ظرف اور کشادہ قلب سے ایسا سرفراز کیا ہے کہ کم حضرات اس درجہ کے حامل نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''بزرگوں کا فرمان ہے طمع مت کر، منع مت کر، جمع مت کر اور میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

اہم شخصیات کے آنے پر فراخ دلی کا مظاہرہ تو ہوتا ہی ہے۔ عام لوگ بھی مختلف انواع و اقسام کے سامان خورد و نوش سے شاد کام ہوتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی فیاضی کا جلوہ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ ؏

تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

فقہی بصیرت

اب آخر میں آپ کی فقہی ظرف نگاہی اور علمی تیقظ و بیدار مغزی کے حوالہ سے کچھ عرض کرنے اور فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں آپ کی تحقیق و تدقیق کی بکھری خوشبو سے قارئین کے مشام علم و حکمت کو مشکبار کرنے کے لئے راقم چند سطریں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت تاج الفقہاء صاحب نے اپنی عنان توجہ کو فقہ و فتاویٰ کی طرف دارالعلوم رباعیہ شہر باندہ کے دوران قیام میں ہی مبذول فرمادی تھی اور گاہے بگاہے فتویٰ نویسی کا کام انجام دے دیتے تھے مگر دارالعلوم علیمیہ میں تشریف آوری کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر آپ نے سنبھال لی اور آج ہندوستان کے صف اول کے محققین اور مشاہیر فقہ و فتاویٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں 'ازالہ فریب' کے اندر بکھرے فقہی مباحث اور رسالہ 'جدید مسائل زکاۃ' اور 'پیام حرم' میں شائع فتاوی آپ کی اعلیٰ فقہی لیاقت اور خداداد صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور درجنوں جدید عنوانات پر لکھے گئے تحقیقی فقہی مقالات آپ کی فنی مہارت و بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔

ان سب کے علاوہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ مسمی بہ 'فتاویٰ علیمیہ' علم و حکمت اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایک شاندار

اضافہ نئے مسائل و معاملات میں شرعی اور دینی رہنمائی کے لئے عظیم تحفہ، عوام و خواص اور اہل دانش و بینش کے لئے بہترین سوغات اور اہل دولت وارباب تجارت کے لئے بیش بہا فقہی سرمایہ ہے۔ اسی بنا پر میں اپنے ممدوح گرامی کو ''تاج الفقہا'' کے لقب سے یاد کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں یہ خطاب بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ حضور تاج الفقہا صاحب قبلہ کا سایۂ کرم اور ظل ہمایون تادیر صحت و عافیت کے ساتھ امت مسلمہ کے سروں پر قائم رہے اور آپ کی علمی کدوکاوش سے دنیا فیضیاب ہوتی رہے۔

مرکز تربیت افتا اوجھا گنج کی نگرانی

حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے اچانک وصال سے دنیائے فقہ وفتاویٰ میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا تھا۔ بے شمار مسائل و مشکلات کے ساتھ ایک اہم مشکل یہ بھی سامنے کھڑی ہو گئی تھی کہ آپ کے قائم کردہ مفتی ساز ادارہ بنام 'مرکز تربیت افتا' میں موجود تربیت افتا لینے والے طلبہ کرام کے جوابات کی تصحیح اور ان حضرات کی نگرانی کا فریضہ کون انجام دے گا۔ ارکان ادارہ اور احباب اہلسنت اس مشکل سے دوچار تھے مگر رب تعالیٰ نے اس گلستان کی سرسبزی و شادابی کے لئے گھر کا ایک باغبان اور مالی عطا فرما دیا۔

چنانچہ ۵ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ راگست ۲۰۰۱ء کو قل شریف کی محفل میں علمائے کرام نے بالاتفاق آپ کو ادارہ کا نگراں مقرر کیا آپ مستقل انتظام ہونے تک برابر جمد اشاہی سے اوجھا گنج تشریف لے جاتے اور اپنا فریضہ ادا فرماتے رہے۔

فقہی سمیناروں میں شرکت

امت مسلمہ کے سامنے نت نئے مسائل آتے رہتے ہیں ان مسائل کا شرعی حل نکالنے کے لئے ارباب علم و حکمت اور اصحاب فقہ وفتاویٰ سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور قوم کی صحیح رہنمائی کے لئے پوری جدوجہد کرتے ہیں۔ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء سے حضرت تاج الفقہا صاحب اہل حکمت کی ایسی اہم مجلسوں میں صرف بحیثیت سامع وناظر نہیں بلکہ بحیثیت باحث ومناظر شریک ہوتے ہیں اور فقہی مسائل پر اپنی بالغ نظری کا جلوہ دکھاتے ہیں۔ برسہا برس سے یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ اب تو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے سمیناروں میں اکابرین کی نگاہ کرم سے روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے تیسرے فقہی سمینار کی رپورٹ میں ہے۔

''یہاں ان چند مندوبین کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں جن کے وسعت مطالعہ، کثرت تفحص و فقہی مذاکرات

نے ان مسائل کے شرعی حل کو قریب سے قریب تر کر دیا وہ ہیں حضرت ممتاز الفقہا محدث کبیر و مفتی معراج القادری و مفتی ناظم علی رضوی و مفتی اختر حسین (قادری) علیمی و مفتی قاضی شہید عالم صاحب، خدائے قدیر ان کی فقہی بصیرتوں میں اضعافا مضاعفۃ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔" (ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۱ء ص:۲۲)

ابھی چند ماہ قبل وارث علوم اعلیٰحضرت شیخ الاسلام والمسلمین آقائے نعمت حضور تاج الشریعہ علامہ و مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ

"اہلسنت کے لوگ اس وقت فیوض و برکات لینے اور مسائل شرعیہ جاننے کے لئے کن علمائے کرام کی طرف رجوع کریں تو آپ نے فرمایا"۔

"محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی، مفتی محمد اختر حسین قادری، مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی محمود اختر صاحب ممبئی، حضور تاج الشریعہ نے جن علمائے حق کی طرف مسلمانوں کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا ان میں حضرت مفتی صاحب کا ذکر کر کے یہ واضح فرما دیا کہ بحمدہ تعالیٰ حضرت والا مسائل شرعیہ کے حوالہ سے ایک معتبر و مستند ذات ہے اور ان کے بیان کردہ فتاویٰ اور مسائل لائق عمل اور قابل اعتبار ہیں۔

آپ کی شخصیت کا نقشہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی، صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے یوں کھینچا ہے "محب مکرم جناب مولانا محمد اختر حسین قادری صاحب دام مجدہم نوجوان علما میں اچھی صلاحیت کے مالک، ذہین و فطین، اخاذ، نکتہ رس، دین کا درد رکھنے والے با اخلاق عالم دین ہیں فقہ کا بھی اچھا ذوق ہے کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔" (پانی اور تحقیقات رضویہ، ص:۴)

قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر

اسلامی احکام و مسائل میں بہت سے امور ایسے ہیں جن میں قاضی شریعت کے بغیر عمل دشوار ہے۔ امت مسلمہ کی پریشانیوں کو دور کرنے اور ان کے الجھے مسائل کو حل کرنے کے لئے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ بریلی شریف اور نائب قاضی القضاۃ حضور محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی گھوسی شریف نے مختلف اضلاع کے لئے قاضی شریعت کا تقرر فرمایا ہے جو اپنے اپنے حدود میں مصروف کار ہیں۔

ضلع سنت کبیر نگر کے منصب قضا کو تفویض کرنے کے لئے ان اکابرین ملت اور اساطین امت کی نگہ انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی۔ چنانچہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے مورخہ ۱۳/۱۴/۱۵/ رجب

المرجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۴ تا ۲۶ جون ۲۰۱۳ء کو منعقد فقہی سیمینار کی محفل علما و مشائخ میں حضرت مفتی صاحب کو بحیثیت 'قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر' منتخب و مقرر کیا گیا فللّٰہ الحمد۔

حضرت والا اس وقت سے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اس منصب کے کاموں کو بھی انجام دے رہے ہیں اور قوم کے مسائل حل فرما رہے ہیں۔

بیرون ہند اسفار

حضرت مفتی صاحب نے ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں پہلی بار ماہ رمضان المبارک میں گرامی قدر حافظ محمد مومن خان رضوی ساکن جھانسی کے ہمراہ حرمین طیبین کا مقدس سفر بہ نیت عمرہ کیا اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء ماہ ربیع الاول شریف میں دوبارہ عمرہ کے لئے محب محترم جناب آس محمد خان رضوی صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں حج فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حاضری دی۔

دعوت و تبلیغ کے لئے ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں 'ملاوی' افریقہ کا سفر فرمایا۔ ایک ہفتہ 'لیلانگوے' اور ایک ہفتہ 'برنٹائل' اور 'لمبی' میں ایمان افروز خطابات سے نوازا۔

۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء سے 'متحدہ عرب امارات' کا سفر فرما رہے ہیں جہاں بے شمار حضرات آپ کے فیوض و برکات اور علمی و فقہی کلمات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

پڑوسی ملک 'نیپال' بھی تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت ممدوح کا علمی فیضان عرب و عجم میں جاری ہے۔

تحریر کے اختتام پر مجھے یہ لکھتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت کے حوالہ سے کچھ تحریر کرنے کی سعادت احقر کے حصہ میں آئی اور اپنے انداز و اسلوب میں حضرت تاج الفقہا صاحب کی زندگی کے چند پہلو نہایت اختصار کے ساتھ قوم کے سامنے رکھنے کا موقع میسر آیا ابھی اس ہشت پہلو ذات کے نامعلوم کتنے تابناک گوشے اور اجاگر ہوں گے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں بصد خلوص دعا ہے کہ ملت کی اس عظیم امانت کی حفاظت فرمائے۔ حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے اور عرب و عجم کو آپ کی تدریسی، تصنیفی، تعلیمی، فقہی، تنظیمی اور سماجی خدمات سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

طالب دعا

(مولانا) محمد قمر الدین رضوی

خادم دار العلوم مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف، یوپی

۱۷ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

منظوم

تاثر گرامی اور مادۂ تاریخ

از: حضرت علامہ عبدالقدوس سالک بستوی صاحب

(۱)	حمد الٰہی مونس و ہمدم	نعت رسالت دافع ہر غم
(۲)	لاکھوں درودوں کے نذرانے	ہیں پیش سلطان دو عالم
(۳)	اصحاب سرکار مدینہ	پر رب کی رحمت ہو دمادم
(۴)	پیارے نبی کی آل پہ بھی ہو	جو ہیں رموز دیں کے محرم
(۵)	فقہائے احناف خصوصاً	مذہب حق کے فقیہ اعلم
(۶)	یعنی حضرت ابو حنیفہ	کا نوری فیضان ہے ہردم
(۷)	عجز سراپا مفتی صاحب	کہتے ہیں یہ با چشم نم
(۸)	صرف خدا کا فضل ہے ورنہ	مجھ سے اور یہ کار معظم
(۹)	سرفیض رضا سے ہیں یہ فتاوی	زخم دل سائل کے مرہم
(۱۰)	سال طبع فتاوی پھر کیا	کب یہ چھپا ہے صحیفۂ محکم
(۱۱)	تاریخ ہجری کی خاطر	کی جب ہم نے کوشش پیہم
(۱۲)	آئی ندا اے سالک، لکھ دو	فقہ، فقیع، امام اعظم

۱۴۳۸ھ

تہنیت بر ''فتاویٰ علیمیہ''

نتیجۂ فکر

از

حضرت علامہ عبدالقدوس سالک مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد، مولیٰ کی فقہ اکبر(۱) ہے
نعت سرکار فضلِ داور ہے

ان پہ لاکھوں درود لاکھوں سلام — ملکیت جن کی حوضِ کوثر ہے
ان کے اصحاب وآل پر بھی ہو — جن کی عزت پہ سب نچھاور ہے
جو ہیں غواصِ ملتقی الابحر، (۲) — جن کا ہر فردِ حق کا پیکر ہے
خامۂ حق رقم تو چلتا رہ — طبعِ سالک بھی آج بہتر ہے
کام لیتا ہے حق بیانی سے — خاندانی جو اپنا جوہر ہے
اے مبارک قلم، مرا ممدوح — بحر افتا کا اک شناور ہے
وہ مناظر، فقیہ و متکلم — جس کی عظمت کا چرچا گھر گھر ہے
مشغلہ جس کا ردّ گمراہاں — عشقِ سرکار جس کا مجوز ہے
فیض کہئے فقیہِ ملت (۳) کا — جابجا جن کا رنگ اجاگر ہے
کیوں ڈرے وہ یزیدیوں سے بھلا — دستِ شبیر (۴) جس کے سر پر ہے
دورِ حاضر کے مرجعِ فقہا — مصطفےٰ کی ضیا(۵) کا مظہر ہے
جو ہے تاج الشریعہ(۶) کی چاہت — اللہ اللہ کیا مقدر ہے
جانشینِ رضا (۷) کا ہے ہمنام — یعنی اسمِ گرامی اختر(۸) ہے
ہے کرم صاحبین (۹) کا بے حد — بو حنیفہ(۱۰) کا فیضِ انور ہے

یہ، فتاوی علیمیہ ، بے شک — فقہ حنفی کا ایک دفتر ہے
قابلِ رشک کارناموں میں — واقعی بے بہا ، یہ گوہر ہے
دیکھ کر اس کا زورِ استدلال — فکر، حیران ، عقل ، ششدر ہے
مرحبا اس کی خوشبوئے تحقیق — سے مشامِ جہاں معطر ہے
"درِ مختار"(۱۱) حرف حرف اس کے — "ردِ مختار"(۱۲) اس کا زیور ہے
پیاس اپنی بجھائیں تشنہ لب — "بحرِ رائق"(۱۳) سا، حسنِ منظر ہے
مفتیانِ زمانہ کہتے ہیں — گویا کوزے میں اک سمندر ہے
"ایں سعادت بزورِ بازو نیست" — بس عطائے خدائے برتر ہے

اپنے مرشد کا ہے کرم سالکؔ(۱۴)
دل کی دنیا بڑی منور ہے

---

(۱) سیدنا امام اعظم کی مشہور تصنیف کی طرف اشارہ ہے اور یہاں لغوی معنی مراد ہے یعنی حمدِ الٰہی کرنا ہی سب سے بڑی دانشمندی ہے
(۲) فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہے مگر یہاں کتاب و سنت مراد ہے
(۳) صاحب "فتاوی علیمیہ" کے خسر محترم صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ ، بانی دار العلوم اہلسنت ارشد العلوم اوجھا گنج بستی، یوپی
(۴) مصنف محترم کے استاذ خاص جامع معقول و منقول استاذ العلماء علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی ، فیض آباد، یوپی
(۵) شہزادہ صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ نائب قاضی القضاۃ فی الہند بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔
(۶) جانشین مفتی اعظم ہند مرشد برحق آقائے نعمت تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قاضی القضاۃ فی الہند بریلی شریف
(۷) حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ
(۸) مصنف "فتاوی علیمیہ"
(۹) سیدنا امام ابو یوسف اور سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(۱۰) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۱۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد چنیدہ موتی
(۱۲) فقہ حنفی کا مایہ ناز سرمایہ
(۱۳) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد خوشگوار سمندر ہے
(۱۴) شاعر محترم مولانا عبد القدوس سالک بستوی صاحب ، زید مجدہ — شکر اللہ قادری علیمی

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

فتاویٰ علیمیہ (جلد اوّل)

از

کتاب الطھارت

تا

کتاب الحج

فہرست مسائل فتاویٰ علیمیہ جلد اوّل

کتاب الطھارۃ

وضو وغسل کا بیان

کتاب الصلاۃ

آذان واقامت کا بیان

طریقۂ نماز کا بیان

امامت کا بیان

جماعت کا بیان

مفسدات نماز کا بیان

نماز کے مکروہات

احکام مسجد کا بیان

نفل و تراویح کا بیان

قضا نماز کا بیان

سجدہ سہو کا بیان

مسافر کی نماز

جمعہ کا بیان

عیدین کا بیان

جنازہ کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا بیان

صدقۂ فطر کا بیان

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

اعتکاف کا بیان

کتاب الحج

حج کا بیان

فہرست جدید مسائل

کتاب الطہارۃ

وضو وغسل کا بیان

کتاب الصلاۃ

اذان واقامت کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا بیان

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

کتاب الحج

حج کا بیان

هو العليم
رب يسر ولا تعسر رب تمم بالخير وبه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطهارة

قال اللہ تعالیٰ

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ﴾

(المائدہ/٦)

یعنی

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے منھ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھلو۔

از ص: ۹۵	تا	ص: ۱۰۸

کل فتاویٰ: ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

واشنگ مشین میں دھلے کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کپڑا دھونے کی مشین سائنس کی ایجاد ہے، اس میں ایک ساتھ کئی کپڑے دھونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ناپاک و پاک کپڑے ایک ساتھ اس میں ڈال کر دھولیا جاتا ہے۔ نیز دھوبی کے یہاں بھی پاک و ناپاک کپڑے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں۔ پھر انہیں دھویا جاتا ہے، پاکی کی کیفیت کا علم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں مشین اور دھوبی کے ہاتھ دھوئے کپڑے کو پاک مانا جائے یا نہیں؟ کیا اس کپڑے میں نماز جائز ہے؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقہائے کرام نے ناپاک اشیاء کے پاک کرنے کا جو طریقہ ارشاد فرمایا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے طہارت عین نجاست کے زائل ہو جانے سے ہوگی، خواہ ایک بار دھونے سے، یا متعدد بار سے، اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہے، تو جس چیز پر وہ لگی ہے اگر نچوڑنے کے قابل ہے، تو تین بار دھوئے، اور ہر بار نچوڑے اس طرح وہ پاک ہو جائے گی۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"وازالتها ان كانت مرئية بازالة عينها، واثرها ان كانت شيئا يزول اثره، ولا يعتبر فيه العدد كذا في المحيط" فلو زالت عينها بمرة اكتفى بها." (۱)

اسی میں ہے:

"وان كانت غير مرئية يغلسها ثلاث مرات كذا في المحيط، ويشترط العصر في كل

(۱) الفتاوى العالمگيرية، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص ۴۱

مرة فیما ینعصر اھ"(۱)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واشنگ مشین میں دھوئے جانے والے کپڑوں پر اگر نجاست مرئیہ لگی تھی، اور وہ دھونے سے زائل ہو گئی تو کپڑے پاک ہو گئے۔ ان کا پہننا جائز اور ان میں نماز درست، اور اگر نجاست زائل نہیں ہوئی تو ان میں نماز ناجائز ہے۔ اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگی تھی، تو ان کو واشنگ مشین یا اس جیسے کسی چھوٹے ٹب وغیرہ میں دھونے کی صورت میں تین بار دھونا اور نچوڑنا ضروری ہے۔ اس بات کو عمدۃ المحققین علامہ "مسعود کاسانی" علیہ الرحمہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"واختلف فی انه هل یطهر بالغسل فی الاوانی، بان غسل الثوب النجس، او البدن فی ثلث اجانات، قال ابو حنیفة ومحمد یطهر حتی یخرج من الاجانة الثالثة طاهراً" (۲)

اور "درمختار" میں ہے "وقدر بغسل وعصر ثلاثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر." (۳)

البتہ واشنگ مشین میں پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کپڑوں کو دھونے کے بعد مشین میں لگے نیچے کا پائپ کھول دیں پھر دیر تک اوپر سے پانی بہاتا رہے اور مشین چلتی رہے یہاں تک کہ گمان غالب ہو جائے کہ نجاست دور ہو گئی۔ بدائع الصنائع میں ہے:

"واما طریق التطهیر بالغسل فلا خلاف ان النجس یطهر بالغسل فی الماء الجاری وکذا یطهر بالغسل بصب الماء علیه." (۴)

اور یہی تفصیل دھوبی کے یہاں سے دھل کر آئے ہوئے کپڑوں میں بھی ہے کہ اگر نجاست مرئیہ تھی، اور اس کا ازالہ ہو گیا ہے تو پاک ہے، ورنہ ناپاک، اور اگر نجاست غیر مرئیہ تھی تو دھوبی کے دھلنے سے پاکی کا ہی حکم ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پاک کر کے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"بہتر تو یہی ہے کہ پاک کر کے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں، اور ناپاک کپڑا دیا تو دھل کر پاک ہو جائے گا۔ مگر جب کہ نجاست مرئیہ قابل زوال تھی اور زائل نہ ہوئی کہ یوں اگر خود بھی دھوتا تو پاک نہ ہوتا" (۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص ۴۱

(۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار باب الانجاس، ج: ۱، ص: ۵۴

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۵) فتاویٰ امجدیه، کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۱

کپڑے پر تری پائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالوحید، ابا بلڈنگ، چندی گلی، بلڈنگ نمبر:۱۱، روم نمبر۱۰، ممبئی-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ درج ذیل میں کہ: زید کبھی روزانہ کبھی ایک آدھ دن بغیر بدخوابی کے اپنے کپڑوں میں تری پاتا ہے، یہ شکایت کبھی لگاتار ایک ہفتہ رہتی ہے، پھر ایک آدھ ہفتہ بعد وہی شکایت رہتی ہے، اور یہ شکایت کمزوری یا بیماری کی وجہ سے رہتی ہے تو جب وہ تری پائے تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر حالت بیداری میں بغیر دفق وشہوت کے منی پایا ہے تو اس سے غسل واجب نہیں، چنانچہ "شرح وقایہ" میں ہے: "حتی لو انزل بلا شھوۃ لا یجب الغسل عندنا" (۱) اور اگر نیند سے بیدار ہونے پر کپڑوں میں تری پاتا ہے تو چوں کہ نیند میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دفق وشہوت کے ساتھ خروج ہوا کہ بغیر دفق وشہوت، اور وہ منی ہے یا مذی اس لیے ایسی حالت میں احتیاطاً غسل کا حکم ہے۔ ایسا ہی "فتاویٰ رضویہ" (۲) میں ہے:

اور "الاشباہ والنظائر" میں ہے "شک فی الخارج امنی او مذی و کان فی النوم فان تذکر احتلاما وجب الغسل اتفاقا والا لم یجب عند ابی یوسف عملا بالا قل وھو المذی ووجب عندھما احتیاطا." (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری　　۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

کیا حائضہ درس قرآن لے سکتی ہے؟

مسئلہ از: دار العلوم علیمیہ نسواں، جمدا شاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ حائضہ لڑکی درس قرآن مجید پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ نوٹ: پڑھنے یا نہ پڑھنے کی علت بالتفصیل عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حائضہ عورت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت خواہ دیکھ کر یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا حاشیہ کو

(۱) شرح الوقایۃ، کتاب الطہارات، ج:۱، ص:۵۷

(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطہارۃ، ج:۲، ص:۱۹

(۳) الاشباہ والنظائر مع الحموی، ج:۱، ص:۱۹۷

ہاتھ یا انگلی یا بدن کے کسی حصے سے ناجائز و حرام ہے۔ یوں ہی کسی ایسے کپڑے سے جسے پہنے یا اوڑھے ہوئے ہے چھونا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' اور ''بہار شریعت'' میں تفصیل موجود ہے۔

اور علت ممانعت ارشاد خداوند قدس اور فرمان رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ﴿لَایَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (۱) یعنی اسے نہ چھویں مگر پاک لوگ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لا یمسّ المصحف إلّا طاهر'' (۲) یعنی مصحف کریم صرف پاک آدمی چھوئے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

''لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن'' (۳) یعنی حائضہ اور جنب قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔

لیکن قرآن پاک کی تعلیم دینے والی عورتوں کو حالت حیض میں قرآن کو ایک ایک کلمہ یا ہجے کرا کر پڑھنے کی بوجہ عذر اجازت ہے۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:

''عَلَّم القرآن حرفاً حرفاً فلا باس به بالاتفاق لا جل العذر'' (۴) اگر قرآن ایک ایک کلمہ پڑھائے تو بوجہ عذر باتفاق ائمہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یونہی اس کا حلقۂ علم و ذکر میں حاضر ہونا بھی درست ہے چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

''فيه استحباب حضور مجامع الخير ودعاء المسلمين وحلق الذكر والعلم ونحو ذلك.'' (۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں صرف تلاوت قرآن اور اس کا چھونا ناجائز ہے۔ لہٰذا اگر معلمہ حائضہ ہو تو درس قرآن میں اس طور پر شرکت کر سکتی ہے کہ نہ خود قرآن پاک کی تلاوت کرے نہ چھوئے بلکہ ہم سبقوں کے ساتھ صرف آیات کریمہ کے معانی و مطالب کو سنے اور سمجھے اور اگر معلمہ ہو تو وہ بھی اسی طرح سمجھائے، اور اگر چھونے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے پہنے اوڑھے ہوئے کپڑے کے علاوہ کسی دوسری چیز سے چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

---

(۱) سورۃ الواقعہ، آیت: ۷۹

(۲) تبیین الحقائق: ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۳) جامع الترمذی، باب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۹

(۴) تبیین الحقائق کتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۵) شرح الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۹۱

حالت حیض میں مجامعت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل الدین کنڈکٹر گاندھی نگر کالونی، ڈچپلی، ضلع نظام آباد، اے پی-۵۰۳۱۷۵

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہوئی۔ اتفاق ایسا کہ شب زفاف کو زید کی بیوی کو حیض آنا شروع ہوا۔ زید نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں مجامعت کیا زید کیا کرے۔ زید کی اس غلطی کی تلافی کیسے ہو؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید سخت مجرم وگنہ گار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار فرض ہے، اور ایک دینار یعنی ۴ گرام ۶۶۵ ملی گرام سونا یا اس کی قیمت کسی فقیر کو صدقہ کرے۔ حدیث پاک ہے:

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: الذی یاتی امراتہ وھی حائض قال: یتصدق بدینار"(۱)

"بہار شریعت" میں ہے کہ "ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے، اور حرام سمجھ کر کیا تو سخت گنہ گار ہوا، اس پر توبہ فرض ہے، اور آمد کے زمانے میں کیا، تو ایک دینار، اور قریب ختم کے کیا، تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔"(۲) **واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

معذور کیسے استنجا کرے؟

مسئلہ از: عین الحق، غازی پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بالغ مجبور شوہر، بیوی میں سے کوئی ایک باحیات ہو، جس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں، یا کام نہ کرتے ہوں، تو اس کی شرمگاہ (پیشاب پاخانہ کے مقام) کو کون صاف کر سکتے ہیں؟ اور کس طرح؟ بالتفصیل مکمل جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ فقط والسلام مع الاحترام

---

(۱) سنن ابن ماجہ، ج: ۱، ص: ۴۷
(۲) بہار شریعت، کتاب الطہارۃ، ج: ۲، ص: ۹۰، ۹۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی "امجد علی اعظمی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مرد نجھا ہوتو اس کی بیوی استنجا کرادے، اور عورت ایسی ہوتو اس کا شوہر، اور بی بی نہ ہو، یا شوہر نہ ہوتو اور کوئی رشتہ دار بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن سے استنجا نہیں کرا سکتے، بلکہ معاف ہے۔(۱)

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"الرجل المریض اذا لم یکن له امرأة ولاامة وله ابن أوأخ وهو لا یقدر علی الوضوء فانه یؤضیه ابنه أواخوه غیرالاستنجاء، فانه لا یمس فرجه، وسقط عنه الاستنجاء، کذا فی "المحیط" (۲)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ بالغ مجبور مرد یا عورت سے مذکورہ صورت میں استنجا معاف ہے۔ ہاں اس مقام کی صفائی کے لیے جو بھی طریقہ ممکن ہو عمل میں لائے۔ مثلاً تالاب، ندی میں غسل کرے، یا واٹر سپلائی کا انتظام ہو تو ٹونٹی چلا کر نیچے بیٹھ جائے، یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت اپنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ / ربیع الاول شریف ۱۴۲۴ھ

استنجا کا معنیٰ کیا ہے؟

مسئلہ از: لعل جان سنی حنفی رضوی، بالم بیٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے علم وادب دریں مسئلہ کہ استنجا کا لغوی معنیٰ، اور اصطلاح شرع میں کیا معنیٰ ہے؟ **بینوا بالکتاب توجروا عند الوھاب**، نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

استنجا کا لغوی معنیٰ ہے بلند جگہ کو تلاش کرنا۔ "المعجم الوسیط میں ہے۔" "استنجا طلب نجوة" (۳)

چونکہ آدمی پیشاب یا پاخانہ کے لئے اونچی جگہ تلاش کرتا ہے تاکہ اس کی آڑ میں قضائے حاجت کرے اسی لئے اس فعل کو استنجا کہتے ہیں اور ایک معنیٰ جائے نجاست کو صاف کرنا ہے عمدۃ الرعایہ میں ہے۔

"الاستنجاء وهو لغة عبارة عن مسح موضع النجووهوما یخرج عن البطن." (۴)

---

(۱) بہار شریعت، کتاب الطهارة، ج:۲، ص:۱۵۵

(۲) الفتاوی العالمگیریة کتاب الطهارة، ج:۱، ص:۴۹

(۳) المعجم الوسیط، مادہ: ن ج و

(۴) عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة، ج:۱، ص:۱

اور اصطلاحِ شرع میں سبیلین پر سے نجاستِ حقیقیہ کو دور کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ علامہ "ابن ہمام" فرماتے ہیں:

"هو ازالة ماعلى سبيل من النجاسة" (۱)

درمختار میں ہے: "ازالة نجس عن سبيل" (۲) واللّٰه تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

مسئله از: عبدالوحید رضوی عرف پپو خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ٹیشو پیپر کے لفظ سے ہی واضح ہے کہ وہ کاغذ ہے اور کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگر چہ سادہ ہو اور لکھا ہو تو بدرجۂ اولیٰ، اور کسی بھی قابل تعظیم اور قیمت والی چیز سے استنجا مکروہ وممنوع ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"كره تحريما بشئى محترم" (۳)

یعنی کسی قابل تعظیم چیز سے استنجا مکروہ تحریمی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"يدخل فيه الورق قال في السراج قيل انه ورق الكتابة وقيل ورق الشجر وايهما كان فانه مكروه، اھ واقره في البحر و غيره والعلة في ورق الشجر كو نه علفا للدواب ونعومته فيكون ملوثاغير مزيل و كذا ورق الكتابة لصقالته و تقومه وله احترام ايضا لكونه اٰلة لكتابة العلم ولذا علله في التاتار خانيه بان تعظيمه من ادب الدين ."اھ (۴)

یعنی اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہ وہ کتابت کا ورق ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق مراد ہے جو بھی ہو بہر حال مکروہ ہے اھ بحر وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتے (مکروہ ہونے کی علت) اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دور کرنے

(۱) فتح القدير للعاجز الفقير، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۱۸۷

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص ۵۵۱

(۴) ردالمحتار، ج: ۱، ص ۵۵۲

والا نہیں اسی طرح کاغذ چکنا اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز قابل احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا ذریعہ ہے اسی لیے تاتارخانیہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے۔

اسی میں ہے:

"واذا كانت العلة كونه آلة للكتابة يوخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها اذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمنا من جوازه بالخرق البوالي."(۱)

یعنی جب علت اس کا آلۂ کتابت ہونا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کاغذ میں تحریر کی صلاحیت نہ ہو اور نجاست زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کا جواز بیان کیا ہے۔

ان عبارات میں غور کرنے سے مثل آفتاب ظاہر ہے کہ کاغذ سے استنجا کی ممانعت متعدد وجوہ سے ہے اول اس کی چکناہٹ دوم قابل قیمت ہونا سوم آلۂ کتابت ہونا۔ ٹیشو پیپر میں اگر چہ چکناہٹ نہیں ہوتی تاہم اس میں تحریر کی صلاحیت ضرور ہوتی ہے چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ پریس والے بہت سے مواد اور میٹرس اسی کاغذ پر چھاپتے ہیں اور اگر بالفرض کوئی اسے آلۂ کتابت نہ مانے تو بہر حال وہ قیمت والا تو ہوتا ہی ہے اور شی متقوم سے بھی استنجا کی کراہت مصرح ہے علاوہ ازیں کاغذ سے استنجا طریقۂ نصاریٰ ہے لہٰذا ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
یکم ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

خون نکلوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ ماجد علی رضوی صاحب دار العلوم بحر العلوم خلیل آباد، سنت کبیر نگر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں کبھی کبھار ڈاکٹر حضرات بذریعہ سرنج مریض کا خون نکال لیتے ہیں۔

اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

"باسمہٖ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

چیک اپ (Check up) وغیرہ کرنے کے لیے جو خون سرنج سے نکالا جاتا ہے اگر اتنا ہے کہ وہ خون خود نکلتا

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۲

تو بہ جاتا تو ناقض وضو ہے اور مشاہدہ ہے کہ عموماً اتنی مقدار میں خون نکالا ہی جاتا ہے جس میں بہنے کی صلاحیت ہوتی ہے لہٰذا اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اس کی واضح نظیر جونک کے خون چوسنے پر وضو ٹوٹنے کا مسئلہ ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے "جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چوسا یا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا یوں ہی کھٹمل یا مچھر کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا برش کرنا مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟

مسئلہ: از محمد عارف رضوی محلہ بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کثرھم اللہ تعالیٰ دریں مسئلہ کہ اگر کوئی شخص مسواک کے بجائے "برش" کا استعمال کرے تو کیا یہ مسواک کے قائم مقام ہوگا؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

برش، مسواک کی عدم موجودگی میں مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے کیوں کہ احادیث طیبہ اور عبارات فقہاء کرام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مقصود منھ اور دانتوں کی صفائی وستھرائی ہے نہ کہ خاص کر لکڑی کو دانت پر رگڑنا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

"الأصابع تجری مجری السواک اذا لم یکن مسواک."(۲)

اگر مسواک موجود نہ ہو تو انگلیاں اس کے قائم مقام ہیں۔

اور فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"لاتقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد الخشبة فحینئذ تقوم الاصبع من یمینه مقام الخشبة."(۳)

انگلی، لکڑی (مسواک) کے قائم مقام نہیں ہوسکتی لیکن اگر لکڑی (مسواک) موجود نہ ہو تو داہنے ہاتھ کی انگلی اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔

اور در مختار میں ہے:

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱، ص: ۵۶

(۲) کنز العمال ج: ۹، ص: ۳۱۱

(۳) الفتاوی العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۷

”عند فقده او فقد اسنانه تقوم الخرقة الخشنة أو الا صبع مقامه كما يقوم العلك مقامه للمرأة مع القدرة عليه“ (۱)

یعنی مسواک یا دانتوں کے نہ ہونے کے وقت کھردرا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہے جس طرح عورت کے لیے مسی مسواک کے قائم مقام ہے، مسواک پر قدرت کے باوجود۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انگلی یا کھردرا کپڑا مسواک کے نہ ہونے کے وقت مسواک کے قائم مقام ہیں یونہی مسواک نہ رہنے کی صورت میں برش بھی مسواک کے قائم مقام ہوگا۔ البتہ اگر مسواک بآسانی دستیاب ہوسکتی ہو تو برش کرکے سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۵/ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

ڈرائی کلین سے دھلے کپڑوں کا حکم

مسئلہ از: احمد شفیق قادری نوانگر ضلع، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در یں مسئلہ کہ آج کل بعض کپڑوں کو پٹرول سے دھلا جاتا ہے جس کو ڈرائی کلین (Dry clean) کہا جاتا ہے تو وہ کپڑے پاک مانے جائیں گے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

ناپاک کپڑے کو پانی اور ہر اس چیز سے پاک کیا جاسکتا ہے جو رقیق وسیال ہو اور اس سے نجاست دور ہوسکتی ہو فتاوی عالمگیری میں ہے:

”ويجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه مما اذا عصر انعصر كذا في الهداية“ (۲)

”یعنی نجاست کو پانی اور ہر سیال پاک چیز جس سے نجاست دور ہوسکے اس سے دور کیا جاسکتا ہے مثلاً سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ وہ چیزیں کہ نچوڑنے سے نچوڑ جائیں ایسا ہی ہدایہ میں ہے:

اب اگر نجاست دلدار ہو تو اس کو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ اسے دور کرنا ضروری ہے خواہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۳۶

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۴۱

ایک مرتبہ دھونے سے دور ہو جائے یا متعدد بار سے۔ اور اگر نجاست رقیق مثلاً پیشاب ہو تو کپڑا تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہوگا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"وازالتها ان كانت مرئية بازالة عينها واثرها ان كانت شيئًا يزول اثره ولا يعتبر فيه العدد كذا في المحيط"(۱)

یعنی اور نجاست مرئیہ زائل ہوگی عین نجاست اور اس کے اثر کے ختم ہونے سے اور اس میں گنتی کا اعتبار نہیں ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے:

اسی میں ہے:"وان كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات كذا في المحيط ويشترط العصر في كل مرة فيما ينعصر" اھ(۲)

یعنی اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی ایسا ہی محیط میں ہے اور اس میں ہر مرتبہ نچوڑنے کی شرط ہے اگر وہ چیز نچوڑنے کے قابل ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نجاست کو پانی کے علاوہ دیگر اشیا سے بھی دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان میں رقت وسیلان اور ازالۂ نجاست کی صلاحیت ہو اب پٹرول کو دیکھیں تو اس میں رقت وسیلان بھی ہے وہ ایک پاک مادہ ہے اس میں ازالۂ نجاست کی صلاحیت بھی ہوتی ہے لہٰذا اگر کپڑے کو پاک کرنے کے طریقے کے مطابق پٹرول سے دھلا گیا تو وہ پاک مانا جائے گا البتہ ایسی قیمتی چیز سے بلاضرورت کپڑا دھلنا جائز نہیں ہے کہ اس میں اضاعت مال ہے چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"صرح في الحلية في بحث الاستنجاء بانه تكره ازالة النجاسة بالمائع المذكور لما فيها من اضاعة المال عند عدم الضرورة"(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حلیہ کے باب الاستنجا میں صراحت فرمائی کہ مائع مذکور سے ازالۂ نجاست مکروہ ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت مال کا ضائع کرنا ہے۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی
۴؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۴۱

(۲) 　〃　　〃ص: ۴۲

(۳) ردالمحتار مع الدرالمختار، ج: ۱، ص: ۵۱۰

جس موبائل یا کیسیٹ میں قرآن پاک بھرا ہو، اس کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عرفان رضوی ابن شیخ حسین اہلیہ، ضلع کاسرکوڈ، کیرالا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل موبائل اور کیسیٹ میں قرآن پاک لوڈ کرتے ہیں جب پڑھنا ہوتا ہے تو بٹن دباتے ہیں اور اسکرین یا اسپیکر پر قرآنی آیات دیکھی یا سنی جاتی ہیں، موبائل بند ہو تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس موبائل یا کیسیٹ کو بے وضو چھونا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

موبائل، کیسیٹ اور سی ڈی میں جو آواز یا حروف ونقوش محفوظ کئے جاتے ہیں وہ بعینہ موبائل وغیرہ میں محفوظ نہیں ہوتے بلکہ کچھ اعدادی کوڈ اشاراتی انداز میں اکٹھا ہوتے ہیں اور مخصوص سافٹ ویئر آواز ونقوش سے اخذ کر کے اسکرین یا اسپیکر پر اسی انداز میں ظاہر کرتا ہے جس انداز میں اسکرین یا اسپیکر میں بوقت جمع تھا اس لئے سی ڈی ومیموری میں جو کچھ جمع ہوتا ہے وہ سب غیر مرسوم اور غیر مکتوب ہے تاوقتیکہ وہ اسکرین پر ظاہر نہ ہو۔

اور جب اسکرین پر بشکل مکتوب نظر آئے تو اگر وہ آیات قرآنیہ ہیں تو ان کو بے وضو چھونا جائز نہیں البتہ اسکرین پر جب وہ آیات نمایاں ہوں اگر اسکرین کو نہ چھوا جائے تو بے وضو بھی اسے پڑھنے میں حرج نہیں ہے، اس تفصیل سے واضح ہوا کہ موبائل، سی ڈی وغیرہ میں قرآنی حروف ونقوش محفوظ نہیں ہوتے تو ان کو قرآن کریم کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہٰذا جس موبائل، سی ڈی یا کیسیٹ میں قرآن پاک محفوظ ہوا سے بے وضو چھونا جائز ہے البتہ جب اسکرین پر آیات کریمہ نمایاں ہوں تو ان آیات کو بے وضو چھونا ناجائز وگناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾(۱) اور اگر کسی موبائل میں قرآنی آیات ہی محفوظ ہوں تو بھی اس موبائل کو قرآن مجید کا حکم نہ ہوگا بلکہ صندوق میں محفوظ قرآن کریم کی طرح ہے، البتہ اس کا ادب بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

بذریعہ آپریشن ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمشیر رضوی محلہ مٹریا خاص خلیل آباد، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ! اس مسئلہ میں کہ:

---

(۱) سورۃ الواقعۃ، آیت: ۷۹

اگر کسی عورت کا آپریشن کے ذریعے وضع حمل اور بچہ کی ولادت ہوئی اور اس سے خون آیا تو وہ نفاس کا ہے یا نہیں؟ اور عورت نفاس والی ہوگی یا نہیں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نفاس وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے بچے کی ولادت کے بعد آتا ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وھو دم یعقب الولادۃ کذا فی المتون." (۱)

اور رحم سے آنے کا مطلب فرج یعنی شرمگاہ سے آنا ہے البحر الرائق میں ہے:

"واراد المصنف بالدم الدم الخارج عقب والولادۃ من الفرج." (۲)

اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے پیٹ میں زخم تھا جس سے پیٹ پھٹ گیا اور بچہ ناف کے ذریعہ باہر آ گیا تو اب جو خون پیٹ پھٹنے سے ناف کے ذریعے آرہا ہے وہ نفاس نہیں کہلائے گا اور عورت نفاس والی نہیں ہوگی چنانچہ البحر الرائق میں فرمایا:

"فانھا لو ولدت من قبل سرتھا بان کان ببطنھا جرح فانشقت وخرج الولد منھا تکون صاحبۃ جرح سائل الانفساء"(۳)

اور اگر بچہ تو بذریعہ ناف نکلا مگر خون شرمگاہ سے آیا تو وہ نفاس کا ہوگا اور عورت نفسا ہوگی اسی میں ہے:

"الا اذا سال الدم من الاسفل فانھا تصیر نفساء ولو ولدت من السرۃ لانہ وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادۃ." (۴)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اگر عورت کو بچہ کی ولادت بذریعہ آپریشن ہوئی اور خون شرمگاہ کی بجائے کہیں اور سے نکلا تو وہ نفاس نہیں ہے اور اگر شرمگاہ سے آیا تو نفاس ہے اور عورت نفاس والی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

(۱)الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۳۷

(۲)البحر الرائق، ج:۱، ص:۳۷۸

(۳)حوالہ سابق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

قال اللہ تعالیٰ

﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾

(البقرہ/۲۳۸)

یعنی

تمام نمازوں خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت کرو اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

از ص:———— تا ص:————

کل فتاویٰ ۲۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

کیا وقت مکروہ میں دُعا کرنا منع ہے؟

مسئلہ از: محمد حفیظ الرحمٰن بھیڑی منڈی، بشیر گنج لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے مسجد میں اجتماعی طور پر لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ مغرب کی نماز سے قبل یعنی غروب آفتاب کے وقت کوئی دعا وغیرہ مانگنا یا وظیفہ پڑھنا منع ہے، کیوں کہ یہ مکروہ وقت ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اوقات مکروہ میں دعا مانگنا یا کوئی وظیفہ کرنا جائز ہے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" صاحب قدس سرہ "فتاویٰ شامی" کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:"

"ان اوقات (مکروہہ) میں تلاوت قرآن مجید بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔"(۱) اس سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط اور شریعت پر بہتان ہے۔ وہ توبہ کرے اور غلط مسائل بتانے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ر جون ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۴ر ۳ر ۱۴۲۲ھ

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری حبیب اللہ انصاری اشرفی، مقام و پوسٹ سی بزرگ، بوھرا، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج:۳، ص:۲۲

اگر مؤذن اذان سے پہلے درود پاک پڑھ کر اذان دے، تو اس کا اس طرح اذان دینا از روئے شرع کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص اس طرح کے اذان کو غلط بتائے اور یہ کہے کہ اذان اس صورت میں نہیں ہوگی اور قبل اذان درود شریف پڑھنا بدعت ہے، تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ارجو من حضرتکم الاجابة المستدلة بالاحادیث المبارکة والقرآن الحکیم.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بلاشبہ جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد تھوڑا ٹھہر جائے، پھر اذان پڑھے تاکہ دونوں میں امتیاز رہے۔ علمائے کرام نے صرف جائز نہیں بلکہ مستحب فرمایا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین شامی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع، یوم الجمعة، ولیلتها، وعند الاقامة، واول الدعاء، واوسطه وآخره، وعند طنین الاذان"(۱)

جو شخص یہ کہے کہ درود شریف پڑھ کر اذان دینے سے اذان نہیں ہوتی ہے، وہ اللہ جل شانہ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنے والا، جھوٹا اور جاہل ہے۔ وہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت کہہ کر ناجائز کا فتویٰ لگانے سے باز آئے۔ علمائے کرام کثرهم اللہ تعالیٰ نے صراحتاً تحریر فرمایا ہے کہ درود شریف قبل اذان مستحب ہے، اور یہ شخص اسے ناجائز و بدعت کہہ کر خود بھی گمراہ ہو رہا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ وسبحانه اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی　　۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

بدعقیدوں کی اذان اور ان کی مسجد کا حکم

مسئله از: ارشاد احمد، موضع کبراپوسٹ، پچھوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کیا بدعقیدہ مثلاً دیوبندیوں کی مسجدوں سے سنی گئی اذان پر خاموش رہنا واجب ہے؟ کیا ان کی اذان کا جواب دینا واجب ہے؟ کیا ان کی مسجدوں میں بوقت ضرورت کھانے اور سونے کے لیے اعتکاف کی نیت ضروری ہے؟

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۳۴۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی کی اذان کا نہ جواب دینا سنت، نہ اس پر خاموش رہنا سنت، ہاں "کلمۂ رسالت" سن کر دل میں درود شریف پڑھ لے۔ یوں ہی "کلمۂ جلالت" پر جل شانہ یا اس طرح کے تعظیمی کلمات کہے کہ یہ اسمائے طیبہ کسی سے ادا ہوں۔ اسم جلالت پر کلمۂ تعظیم، اور اسم رسالت پر درود پاک پڑھنا چاہیے۔ ایسا ہی "فتاویٰ رضویہ" میں ہے۔

اور دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمن بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ﴾ (۱)

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور جب ان کی مسجدیں شرعاً مسجد نہیں تو ان میں کھانے پینے کے لیے اعتکاف کی حاجت نہیں، لیکن اگر دیوبندیوں نے کسی سنی مسجد پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہو، تو ایسی مسجد میں اعتکاف کر کے کھائیں پئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کلام الدین نظامی، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام ومقتدی نماز کے لیے کب کھڑے ہوں۔ تکبیر کہے جانے سے قبل یا بعد میں یا درمیان میں؟ زید ایک مسجد کا امام ہے جو اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کہتا ہے لیکن نماز کے لیے تکبیر کے ساتھ تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے کچھ دوسرے مقتدی بھی تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تو کیا ایسی صورت مٰں اس زید امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً درست ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ میرے والد محترم کی وصیت ہے اس لیے میں وصیت پوری کرنے کے لیے تکبیر سے پہلے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

---

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حدیث شریف کی عظیم کتاب ''مؤطا امام محمد'' میں محرر مذہب حنفی حضرت سیدنا ''امام محمد شیبانی'' قدس سرہ النورانی تحریر فرماتے ہیں:

"ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا إلیٰ الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف" (۱) یعنی تکبیر کہنے والا جب ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں، اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

"اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائماً، ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ "حی علی الفلاح" (۲)

یعنی اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آئے تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے اور جب ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے، تو اس وقت کھڑا ہو۔

اور ''درمختار'' میں ہے "دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد" (۳)۔

اسی عبارت کے تحت علامہ ''ابن عابدین شامی'' قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد، ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح" (۴)

آدمی کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ایک مقام پر ہے:

"إن کان المؤذن غیر الامام، وکان القوم مع الإمام فی المسجد، فإنہ یقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن "حی علی الفلاح" عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح" (۵)

---

(۱) الموطا للامام محمد، باب تسویۃ الصفوف، ص:۸۷

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۵۳

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۴) ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، ج: ۱، ص: ۲۱۸

(۵) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱ ص: ۵۷

یعنی اگر مکبر غیر امام ہو، اور لوگ امام کے ساتھ مسجد میں موجود ہوں، تو امام ومقتدی سب اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

ان تمام ارشادات وعبارات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنی جائے۔ کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں تکبیر سے پہلے نماز کے لئے کھڑا ہو جانا اس وقت وہابیوں کی علامت و پہچان بن گئی ہے تو اس سے پرہیز کرنا اور بھی زیادہ موکد ہے۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنے اور ہٹ دھرمی سے باز آئے۔ زید کا یہ کہنا کہ یہ میرے والد کی وصیت ہے۔ اس بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ شرع کے مقابل کسی کی بھی غلط بات قابل عمل نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"لاطاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف" (۱) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ فرمانبرداری تو صرف اچھے کام میں ہے: زید کو حکم شرع بتایا جائے اگر تسلیم کرلے تو ٹھیک ورنہ ایسے ہٹ دھرم کی اقتدا نہ کی جائے۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۵ رصفر المظفر ۱۴۳۰ھ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الامارۃ، ج: ۱، ص: ۳۱۹

رسالہ

کشف الغطاء عن احکام الفجر ببریطانیۃ والعشاء

برطانیہ میں نماز عشاء وفجر کے مسائل کا حل

مسئلہ از: علامہ فیضان المصطفیٰ قادری ہیوسٹن امریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں

(۱) جن بلاد میں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے صبح طلوع ہو جاتی ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں کے مسلمانوں پر نماز عشاء فرض ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر فرض ہوگی تو انہیں کس وقت ادا کیا جائے شفق احمر کے غروب کے بعد یعنی شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد؟

(۳) کیا ان بلاد میں مذکورہ ایام میں صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے شفق احمر کے غروب کے بعد نماز عشاء پڑھنے کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

(۴) اگر لوگوں نے ان مخصوص ایام میں شفق احمر کے غروب کے بعد عشاء پڑھ لی تو ان کا فرض ادا ہوا یا نہیں؟

(۵) شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد عشاء پڑھی جائے تو بہ نیت ادا پڑھنی ہوگی یا بہ نیت قضا؟

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے وہاں نماز عشاء کی کیا صورت ہوگی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز اسلام کا ایک رکن عظیم ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل و بالغ بندہ مومن پر ضروری ہے، چوبیس گھنٹہ میں پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت اور ان کی ادائیگی کی کیفیات وشرائط اور ان کے اوقات کی تفصیل پوری شرح وبسط کے

ساتھ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (۱)

علامہ ابن خازن مذکورہ آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں

"یعنی مکتوبة موقتة فی اوقات محدودة فلا یجوز إخراجها عن أوقاتها علی أی حال کان" (۲)

ایک مکلف انسان پر نماز کے وجوب کا سبب حقیقی یہی حکم خداوندی ہے البتہ سبب ظاہری وقت کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جہاں اور جب بھی جس نماز کا وقت اور اس کی علامتیں پائی جائیں گی نماز کی ادائیگی لازم ہوگی، چنانچہ علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"وسببها الأصلی خطاب الله تعالیٰ الأزلی والأوقات اسباب ظاهرة تیسیرا فالوجوب سببه الحقیقی ایجاب الله تعالیٰ فی الأجل لأن الموجب للأحکام هو الله تعالیٰ وحده لکن لما کان ایجابه تعالی غیبا عنا لانطلع علیه جعل لنا سبحانه وتعالیٰ اسبابا مجازیة ظاهرا تیسیرا علینا وهی الأوقات بدلیل تجدد الوقت بتجددها" (۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کائنات کا جو نظم فرمایا ہے اس کے تحت کرۂ ارض کے مختلف ممالک میں لیل ونہار اور طلوع وغروب شمس میں کافی تفاوت پایا جاتا ہے، کہیں صبح ہوتی ہے تو عین اسی وقت کہیں شام اور کہیں دوپہر کا وقت ہوتا ہے اسی طرح کہیں دن ورات برابر ہوتے ہیں اور کہیں دن بڑا اور رات نہایت مختصر ہوتی ہے بلکہ کہیں حقیقی رات کا وجود ہی نہیں ہو پاتا ہے ایسے مقامات پر نمازوں کے تعلق سے کیا طریقہ اپنایا جائے کہ تمام نمازوں کو ان کے متعینہ اوقات میں ادا کیا جا سکے، یہ ایک نہایت اہم اور وسیع وعریض بحث کا میدان ہے فی الحال اس کی تفصیل میں نہ جا کر جس مقام پر نماز عشاء کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

یہ امر تو تمام فقہائے اسلام کے مابین متفق علیہ ہے کہ نماز عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ حدیث کی صراحت اور مسالک اربعہ کے متون وشروح اس پر ناطق ہیں، حدیث امامت جبریل علیہ السلام میں ارشاد رسالت ہے۔

"وصلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج: ۱، ص: ۵۹۲

(۳) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۹۲/۹۳

علی الصائم" (۱)

جملہ فقہاء اسلام فرماتے ہیں:

"وقت العشاء اذا غاب الشفق" (۲)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"واول وقت العشاء حين تغيب الشفق وفى التحفة بلا خلاف" (۳)

فتاوی خانیہ میں ہے:

"وأول وقت العشاء حين تغيب الشفق لا خلاف فيه" (۴)

البتہ شفق کے سلسلے میں فقہاء کرام کا ضرور اختلاف ہے اس کو ذکر کرنے سے قبل شفق کی تعریف درج کی جاتی ہے۔ مجمع بحار الانوار میں شفق کی تعریف یہ ہے۔

"الشفق يقع على الحمرة فى المغرب بعدالغروب وعلى البياض الباقى بعدها" (۵)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ شفق کا اطلاق غروب شمس کے بعد کی سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے تعیین شفق میں اختلاف کیا ہے چنانچہ امام الأئمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سرخی کے بعد کی سفیدی کو شفق مانا اور ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ساتھ صاحبین نے بھی سرخی کو ہی شفق قرار دیا ہے اور اسی سرخی کے غائب ہونے پر وقت مغرب کا اختتام اور وقت عشاء کا آغاز تسلیم کیا ہے، علامہ شمس الائمہ امام سرخسی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"والشفق البياض الذى بعد الحمرة فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو قول أبى بكر و عائشة رضى الله عنهما واحدى الروايتين عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما و فى قول أبى يوسف و محمد والشافعى رحمهم الله تعالىٰ الحمرة التى قبل البياض وهو قول عمر و على وابن مسعود رضى الله عنهم واحدى الروايتين عن ابن عباس رضى الله عنهما وهكذا روى اسد بن عمر و عن أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ." (۶)

(۱) سنن ابوداؤد، ج: ۱، ص: ۵۲

(۲) الهداية، ج: ۱، ص: ۲۶

(۳) الفتاوىٰ التاتارخانية، ج: ۱، ص: ۴۰۳

(۴) الفتاوىٰ الخانية على هامش الهندية، ج: ۱، ص: ۷۳

(۵) مجمع بحار الانوار، ج: ۳، ص: ۲۳۷

(۶) المبسوط للسرخسى، ج: ۱، ص: ۱۴۵

علامہ عبدالرحمٰن جزری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"الحنفية قالوا ان الافق الغربي يعتره بعد الغروب احوال ثلاثة متعاقبة احمرار، فبياض، فسواد فالشفق عند ابي حنيفة هو البياض وغيبة ظهور السواد بعده فمتى ظهر السواد خرج وقت المغرب، أما الصاحبان فالشفق عندهما ما ذكر اعلى الصحيفة كالأئمة الثلاثة"(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور متعدد اکابر صحابہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد ظاہر ہونے والی سفیدی کا نام ہے اور صاحبین و دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے بعد افق پر ظاہر ہونے والی سرخی کا نام ہے۔

شفق کے متعلق احادیث کریمہ سے دونوں امر کا پتہ چلتا ہے اسی بنا پر اقوال فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے اس اختلاف کی ایک وجہ معقول اور بیان فرمائی ہے جو انہیں کے الفاظ میں حاضر ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ووجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من الطوالع وهو الفجر الثاني فكذالك في الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو الحمرة فبذها بها يدخل وقت العشاء وهذا لأن في اعتبار البياض معنى الحرج فانه لا يذهب الا قريبا من ثلث الليل (وقال) الخليل بن احمد راعيت البياض بمكة فما ذهب لا بعد نصف الليل وقيل لا يذهب البياض في ليالي الصيف اصلابل يتفرق في الأفق ثم يجتمع عند الصبح فلد فع الحرج جعلنا الشفق الحمرة.

وابوحنيفة رحمه الله تعالىٰ قال الحمرة اثر الشمس والبياض اثر النهار فما لم يذهب كل ذلك لا يصير الى الليل مطلقا وصلاة العشاء صلاة الليل فبذها به يخرج وقت المغرب ويدخل وقت العشاء"(۲)

ماسبق کی تفصیل سے یہ بات مکمل واضح ہوگئی کہ نماز عشاء کا وقت ظاہر روایت کے مطابق شفق ابیض کے غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، اب اگر دنیا کے بعض علاقوں میں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی ہے کہ صبح صادق

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة، ج: ۱، ص: ۱۸۴

(۲) المبسوط للسرخسي، ج: ۱، ص: ۱۴۵

طلوع ہو جاتی ہے تو وہاں کے لوگوں پر عشا کی نماز واجب ہوگی کہ نہیں اور اگر وہ ادا کریں تو کس طور پر! اس میں فقہاءِ کرام کا اختلاف ہے جو حضرات وجوب صلاۃ کے لیے وقت کو سبب مانتے ہیں ان کے نزدیک نماز عشاء واجب نہیں کہ انتفاء سبب انتفاء مسبب کو مستلزم ہے۔ اور جو حضرات وقت کو محض علامت اور پہچان گردانتے ہیں ان کے نزدیک عشاء ووتر واجب ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ومن لم يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلواني ثم وافقه وأفتى الامام البرهاني الكبير بوجوبها ولايرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم المحل الفرض و بين سببه الجعلي الذى جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر وجواز تعدد المعرفات للشئى فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على شئي لا يستلزم انتفاء ه لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأت اخبار الأسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوٰة خمسا بعد ما أمروا أولا بخمسين ثم استقرا لأمر على الخمس شرعا عاماًلأ هل الآفاق لا تفصيل فيه بين أهل قطر و قطر وماروى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه في الأرض قال أر بعون يوما يوم كسنة و يوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقيل يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا صلاة يوم قال لا اقدر وا له رواه مسلم فقد أوجب أكثر من ثلاث مائة عصر قبل صيرورة الظل مثلا أو مثلين وقس عليه فاستفد فا أن الواجب في نفس الأمر خمس على العموم غيرأن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعد مها الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد"(۱)

غنیۃ المستملی میں ہے:

"اعلم أن الوقت كما هو شرط لأداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه ومن جملة ما بنوا على هذا مسئلة وردت فتوى في صدر الصدر برهان الأئمة انا لا نجدوقت

(۱) فتح القدير، ج: ۱، ص: ۱۹۷، ۱۹۸

العشاء فی بلدتنا هل علینا صلاته فکتب لیس علیکم صلاة العشاء وبه أفتی ظهیر الدین المرغینانی ووردت هذه الفتوی ایضا فی بلدة بلغارفان الفجر یطلع فیها قبل غیبوبة الشفق فی أقصر لیالی السنة علی شمس الأئمة الحلوانی فأفتی بقضاء العشاء ثم وردت بخوارزم علی الشیخ الکبیر سیف السنة البقالی فأفتی بعدم الوجوب فبلغ جوابه الحلوانی فارسل من یسأله فی عامة بجامع خوارزم ما تقول فیمن اسقط من الصلوٰت الخمس واحدة هل یکفر فسال و أحس الشیخ فقال ما تقول فیمن قطع یداه مع المرفقین أورجلاه مع الکعبین کم فرائض وضوءہ فقال ثلاث لفوات محل الرابع قال فکذ لک الصلاة الخامسة فبلغ الحلوانی جوابه فاستحسنه ووافقه کذا ذکره نجم الدین الزاهدی فی شرح القدوری وهو الذی اختاره الشیخ حافظ الدین النسفی" (۱)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ اس موضوع پر ایک طویل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

"والحاصل انهما قولان مصححان ویتأید القول بالوجوب بأنه قال به امام مجتهد وهو الإمام الشافعی کما نقله فی الحلیة عن المتولی عنه"(۲)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"وفی الظهیرة الصحیح انه ینوی القضاء لفقد وقت الأداء" (۳)

علامہ شامی نے منحة الخالق حاشیه البحر الرائق ۱/۲۴۷ پر بھی اس سلسلہ میں کلام فرمایا ہے، اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدم فرضیت نماز کے قائلین میں درج ذیل فقہاء کرام کا نام خصوصیت سے ملتا ہے۔

(۱) شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد الحلوائی (متوفی ۴۴۸ھ)

(۲) ابوالقاسم بقالی (متوفی ۵۲۶ھ)

(۳) نجم الدین مختار بن احمد الزاہدی (متوفی ۶۵۸ھ)

(۴) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (متوفی ۷۱۰ھ)

---

(۱) غنیة المستملی، ص: ۲۲۸/۲۲۹

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۴

(۳) الفتاوی التاتارخانیة، ج: ۱، ص: ۴۰۴

(۵) علامہ ابراہیم حلبی (متوفی ۹۵۶ھ)
(۶) علامہ حسن شرنبلانی (متوفی ۱۰۶۹ھ)

اسی طرح فرضیت کے قائلین میں مندرجہ ذیل اصحاب فضل وکمال کا نام آتا ہے۔

(۱) صدر الشہید برہان الأئمہ عمر بن عبد العزیز (متوفی ۵۳۶ھ)
(۲) کمال الدین ابن ہمام (متوفی ۶۲۱ھ)
(۳) علامہ ابن شحنہ محمد عبد اللہ (متوفی ۹۲۱ھ)
(۴) علامہ احمد بن محمد طحطاوی (متوفی ۱۲۳۱ھ)
(۵) علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)
(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)
(۷) صدر الشریعہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہم اجمعین (متوفی ۱۳۶۷ھ)

حاصل کلام یہ ہے کہ محققین فقہاء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک ایسے علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور یہی اصح ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ نماز عشاء کس وقت ادا کریں تو فقیر کی تتبع وتلاش کے مطابق قائلین وجوب عشاء نے اس کے لیے متفقہ طور پر کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے کہ ایسے مقامات کے لوگ کب نماز عشاء ادا کریں تاہم عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز طلوع صبح صادق کے بعد پڑھی جائے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

"أقول لا يخفى ان القائلين بالوجوب عند نالم يجعلوا لتلك الصلوٰة وقتا خاصًا بها بحيث يكون فعلها فيه أداء وخارجها قضاء كما هو في ايام الدجال لأن الحلواني قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبيرّ قال لا ينوى القضاء لعدم وقت الأداء وبه صرح في "الفتح" أيضا فاين الالحاق دلالة مع عدم المساوات؟ فلو كان بطريق الالحاق أو القياس لجعلوا لها وقتاً خاصًا بها تكون فيه أداء، وانما قدروه موجود الايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ماقاله الشافعية كما علمت والالزم كونها فيه اداء وقد علمت قول الزيلعي انه لم يقل به أحد أي بكونها أداء لأنه لا يبقى وقت العشاء بعد الفجر."(۱)

---

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۱

(۳) ان بلاد میں مذکورہ ایام میں قول صاحبین پر عمل کرنے کے حوالہ سے عرض ہے کہ وقت عشاء کے سلسلے میں دیگر ائمہ مجتہدین کے ساتھ خود ائمہ حنفیہ میں بھی دو قول ہے جس کی تفصیل گزری مکران میں فتویٰ کس قول پر ہے اس کی وضاحت کے بعد تیسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ کتب فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فتویٰ دونوں کے قول پر دیا گیا ہے مگر ظاہر الروایہ قول امام ہی کا ہے اور ترجیح قول امام کو ہی حاصل ہے، علامہ شرنبلالی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"و اول وقت المغرب منه ای غروب الشمس اِلیٰ قبیل غروب الشفق الأحمر علی المفتی به وهو روایة عن الامام وعلیها الفتویٰ وبها قالا لقول ابن عمر الشفقِ الحمرة وهو مروی عن أكابر الصّحابه"(۱)

اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"وقیل هوالبیاض الذی بعد الحمرة (الی قوله) وصح كل من القولین وافتی به ورجح فی البحر قول الامام"(۲)

علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحقیقی بحث کرتے ہوئے حاصل کلام یوں پیش کرتے ہیں۔

"غیر أن النظر عند الترجیح افاد ترجیح انه البیاض هنا واقرب الأ مر انه اذا تردد فی انه الحمرة او البیاض لا ینقضی بالشک ولان الاحتیاط فی ابقاء الوقت الی البیاض لانه لا وقت مهمل بینهما فبخروج وقت المغرب یدخل وقت العشاء اتفاقا ولاصحة لصلاة قبل الوقت فالاِحتیاط فی التاخیر" (۳)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ علامہ ابن ہمام کی بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ورجحه ایضا تلمیذه قاسم فی تصحیح القدوری وقال فی آخره فثبت أن قول الامام هوالأصح اھ وبهذا ظهر انه لا یفتی ویعمل الابقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولهما او قول أحدهما أو غیرهما اِلا لضرورة من ضعف دلیل أو تعامل بخلافه كالمزارعةفقولهما اوسع للناس وقول ابی حنیفة أحوط"(۴)

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۹۵

(۲) حوالہ سابق

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۴۶

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ اگر چہ دونوں قول پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ اور ترجیح قول امام ہی کو ہے البتہ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوجہ ضرورت وتعامل قول صاحبین کی طرف عدول کی گنجائش بھی موجود ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

''جس میں اختلاف فتویٰ ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے ہو جائے گا اور چونکہ اسی (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتقد ترجیح قول امام ہے اسے اجتناب چاہیے۔''(۱)

اس لیے اگر کسی علاقہ میں قول صاحبین پر لوگوں کا تعامل ہو گیا ہو یا کسی حرج شدید اور حاجت صحیحہ کی بنا پر قول صاحبین پر عمل کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر خیال رہے یہ حکم خاص کر ان بلاد کے لئے ہے جہاں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے دیگر مقامات پر قول صاحبین پر عمل ہر گز جائز نہیں۔

(۴) قول صاحبین پر ان کی نماز ہو جائے گی اور اگر لوگ اسی کے عادی ہو گئے ہوں تو ان کو اصل مذہب حنفی بنرمی سمجھایا جائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان کو منع نہ کیا جائے اس کی نظیر دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ ہے کہ مذہب سیدنا امام اعظم قدس سرہ کے مطابق دیہات میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے مگر عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے ایک روایت کے مطابق ان کے لیے صحت کافی ہے چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

''جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ ہے مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت ہے کما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقة الندیة وغیرھا'' (۲)

اور آگے فرماتے ہیں:

''جب کہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ

---

(۱) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

تعالیٰ ارأیت الذی ینھی عبدا اِذا صلی. وفیه عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجھه" (۱)

(۵) اگر کوئی شخص قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے شفق ابیض کی موجودگی میں نماز عشاء پڑھتا ہو تو بہ نیت ادا پڑھے اور اگر طلوع صبح صادق کے بعد پڑھتا ہے تو اگر چہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ بہ نیت قضا نہیں پڑھی جائے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"ثم ھل ینوی القضاء الصحیح أنه لا ینوی القضاء لفقد وقت الأواء" (۲)

مگر قول صحیح یہی ہے کہ بہ نیت قضاء پڑھی جائے چنانچہ فتاوی تارتار خانیہ میں مرقوم ہے۔

"وفی الظھیریة الصحیح انه ینوی القضاء لفقد وقت الأداء" (۳)

اور بہار شریعت میں ہے:

"جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے جیسے بلغاریہ ولندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشاء کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں" (۴)

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق آجاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک یا دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے ان خطوں میں رہنے والوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے اور بہ نیت قضاء بعد طلوع صبح صادق پڑھیں کما سبق۔ اور اگر مطلق نیت سے پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔

(۷) جب وہ نماز بطور قضا پڑھنی ہے تو اس سلسلے میں اختیار ہونا چاہیے کہ قبل نماز فجر یا بعد نماز فجر جب چاہے پڑھے کیوں کہ قضا نمازوں کے لیے صاحب ترتیب کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"لیس للقضاء وقت معین بل جمیع أوقات العمر وقت له الاثلاثة" (۵)

مگر بہتر یہ ہے کہ نماز فجر سے پہلے پڑھی جائے تا کہ چوبیس گھنٹے میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے والوں میں یک گونہ شمولیت رہے اور اگر کوئی صاحب ترتیب ہے تو اسے بدرجہ اولی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا کہ پہلے نماز عشاء

---

(۱) الفتاوی الرضویه، ج:۳، ص:۷۴۵

(۲) فتح القدیر، ج:۱، ص:۲۲۶

(۳) الفتاوی التاتارخانیة، ج:۱، ص:۴۰۴

(۴) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۸

(۵) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۲۱

پڑھے پھر نماز فجر ادا کرے۔

ان عظیم اور اہم مسائل کے لیے ''شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف'' نے سمینار منعقد کیا اور بعد تحقیق یہ فیصلہ صادر کیا۔

(۱) باتفاق مندوبین یہ طے پایا کہ دنیا کے جن علاقوں میں نماز عشاء کا وقت نہیں ملتا وہاں کے مسلمانوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے۔

(۲۔۳) اصل حکم یہ ہے کہ ان مقامات پر نماز عشاء کی قضا کی جائے مگر تصریحات فقہا میں اس کا ذکر نہیں کہ کب قضا کی جائے۔ مندوبین کرام نے بحث وتمحیص کے بعد یہ طے کیا کہ جولوگ قول صاحبین کے مطابق بعد غروب شفق احمر نماز عشاء پڑھ لیتے ہوں انہیں اصل حکم یعنی دربارۂ وقت عشا قول امام اعظم بتادیا جائے اور اگر بتانے کے باوجود نہ مانیں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

(۴) اگر لوگوں نے ان مقامات پر قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے نماز عشاء پڑھ لی تو ان کے ذمہ سے قول صاحبین کے مطابق فرض ساقط ہوجائے گا۔ اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

(۵) ان مقامات پر شفق ابیض یا طلوع صبح صادق کے بعد نماز عشاء پڑھنے کے لیے قضا یا ادا کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں، مطلق نیت کافی ہے۔(۱)

هذا ما تيسر لي ان كان حقا فمن الرحمن

وان كان باطلا فمني ومن الشيطن

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) فیصلہ جات شرعی کونسل بریلی شریف ص: ۲۷۳

فاسق اور نابالغ کی اذان کا حکم

مسئلہ از: محمد صدیق، مقام ہوٹت، ضلع رام بن، صوبہ کشمیر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہ شخص جو اپنی داڑھی حد شرع نہ رکھتا ہو اور وہ بچہ جو ابھی حد بلوغت کو نہ پہنچا ہو ایسے حضرات اگر اذان دیں تو اس اذان کا کیا حکم ہے، قرآن و حدیث سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا خواہ منڈانا یا کترانا، ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔

درمختار میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیته" (۱)

اور فاسق کی اذان مکروہ ہے اگر کہہ دے تو بہتر ہے کہ اس اذان کو دہرایا جائے۔

منحۃ الخالق میں ہے:

(قولہٗ ینبغی ان لایصح اذان الفاسق اھ) کذافی النھر ایضا وظاھرہ انه یعاد وقد صرح فی معراج الدرایة عن المجتبی انه یکرہ ولایعاد اھ (۲)

اور بہار شریعت میں ہے "فاسق اگرچہ عالم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل اور ناسمجھ بچے اور جنب کی اذان مکروہ ہے ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔" (۳)

اور جو بچہ اپنی حد بلوغ کو نہ پہنچا۔ اگر سمجھدار ہے جس کا معیار یہ ہے کہ لوگ اس کی اذان سن کر یہ نہ سمجھیں کہ کھیل کر رہا ہے تو اس کی اذان درست ہے۔ ردالمحتار میں ہے

"یصح اذان الکل سوی الصبی الذی لایعقل لان من سمعه لایعلم انه موذن بل یظنه یلعب بخلاف الصبی العاقل." (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۴ھ

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۲۶۱

(۲) منحة الخالق علی البحر الرائق، ج:۱، ص:۲۶۴

(۳) بہار شریعت، ج:۳، ص:۳۱

(۴) ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۶۴

اذان ثانی کہاں ہو؟

مسئلہ از: سید محمد مکرم برکاتی، مقام شاہی محبوب نگر چن پٹن، ضلع رام نگر، بنگلور کرناٹک

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسوم ورواج پر اڑا رہنا؟

(۲) علما پر لازم ہے یا نہیں کہ مردہ سنت زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۳) نئی بات یہ ہے کہ اگر کہا جائے گہ اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے اندر پڑھنا سنت کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں زمانے سے یہی رواج ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے جامع مسجد میں باہر اذان ثانی ہوگی تو ہمارے یہاں بھی باہر ہوگی نہیں تو نہیں ہوگی۔ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) حضور سرور عالم سیدنا محمد عربی علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔سنن ابی داؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر"(۱)

یعنی جب رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تھا۔

حدیث مذکور سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور مبارک میں بھی یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوتی تھی۔ بریں بنا ہمارے ائمہ کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ اور ممنوع قرار دیا ہے۔چنانچہ

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۵۵

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ’’لا یوذن فی المسجد‘‘ (۱) یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ’’یکرہ ان یوذن فی المسجد.‘‘ (۲)

یعنی مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

ان تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اذان کا مسجد کے باہر ہونا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت اور ارشادات ائمہ دین کے مطابق ہے اور مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت اور ممنوع و مکروہ ہے لہٰذا سنت کو چھوڑ کر رسم ورواج کو پکڑنا سراسر غلط ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خلاف سنت کام سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

’’احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم ازکم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب بھی او راس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کرسکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ وتابعین تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۴)

یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (۵)

یعنی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (کنز الایمان)

ان آیات کریمہ سے درس ملتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہئے کیوں کہ ہر ایک کے گناہوں کا بوجھ اسی پر ہوگا۔ دوسرا ذمہ دار نہ ہوگا لہٰذا کسی شخص کا یہ کہنا کہ غلط کام سے جب فلاں رکے گا تب میں رکوں گا یہ سراسر غلط بات ہے اور شان ایمان کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کو ایسے نظریے سے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ مع الھندیۃ، ج: ۱، ص: ۷۸

(۲) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۲۱، ص: ۸۴

(۴) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۴

(۵) سورۃ النجم، آیت: ۳۸

اقامت میں کب کھڑے ہوں

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

''جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہابی لوگ تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں جب ان کو روکا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تب کھڑا ہونا چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے نماز کے لئے اس وقت باہر نکلتے تھے جب مکبر حی علی الفلاح'' پر پہنچتا تھا یہ سن کر وہابی جھگڑے پر اتر آتے ہیں اور سنیوں سے حوالہ مانگتے ہیں کہ کس کتاب میں ایسا لکھا ہوا ہے؟ کیا پہلے کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر امام ومقتدی سب موجود ہوں تو تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ وممنوع ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ سب تکبیر بیٹھ کر سنیں پھر جب مکبر ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑے ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''اذا دخل الرجل عندالاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعدثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح۔''(۱)

درمختار میں ہے:''دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد.''(۲)

ردالمحتار میں ہے:''يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حي على الفلاح۔''(۳)

عمدۃ الرعایہ میں ہے:''اذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلاة قائما بل يجلس في موضع ثم يقوم عند حي على الفلاح وبه صرح في جامع المضمرات.''(۴)

---

(۱)الفتاوى العالمكيرية، ج: ۱، ص: ۵۳

(۲)الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۳)ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۴)عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، ج: ۱، ص: ۱۳۶

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عندعلمائنا الثلٰثة هو الصحیح.''(۱)

موطا امام محمد میں ہے: ''ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلاة فَیَصُفُّوْا وَیُسَوُّوْا الصفوف۔''(۲)

ان تمام ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ امام ومقتدی کو ''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہئے۔ افسوس صد افسوس ہے وہابیوں اور دیوبندیوں پر کہ اس قدر واضح اور روشن عبارات ائمہ دین وارشادات علمائے کرام کے ہوتے ہوئے لڑتے جھگڑتے اور فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں اگر انہیں ائمہ کرام اور علمائے اسلام کے ان اقوال کا اعتبار نہیں تو کم از کم اپنے دینی پیشواؤں کی سنیں ان کے ایک مولوی صاحب کی کتاب مفتاح الجنۃ ص ۳۳ پر ہے کہ جب اقامت میں ''حی علی الفلاح'' کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

اور راہ نجات ص ۱۴ پر ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کے وقت امام اٹھے۔ ان عبارتوں کے باوجود اگر اب بھی وہابی سنیوں سے اس مسئلہ پر لڑیں تو ان کی حد درجہ جہالت وہٹ دھرمی ہوگی۔ رب قدیر انہیں ہدایت بخشے۔

اور چونکہ کراہت صرف تکبیر کھڑے ہو کر سننے میں ہے اور تکبیر داخل نماز نہیں ہے اس لئے نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الموطا للامام محمد، ص: ۸۹

باب صفة الصلاة

طریقۂ نماز کا بیان

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کی تفصیل

مسئلہ از: محمد ذھیب رضوی کوکن مہاراشٹر

کیا فرماتے ہے علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جاتا ہے مگر غیر مقلدین تکبیرات انتقال میں بھی رفع یدین کرنے کو کہتے ہیں احناف کا موقف حدیث سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذہب حنفی میں نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا اس کے علاوہ رفع یدین کرنا منع ہے چنانچہ امام ترمذی شافعی علیہ الرحمتہ والرضوان فرماتے ہیں

"عن علقمة قال قال عبدالله الا اصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة (۱)

یعنی حضرت علقمہ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر نماز ادا کی تو پہلی بار (تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔

اس باب میں براء بن عازب سے بھی روایت ہے امام ترمذی فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث حسن ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے

---

(۱) جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع ج: ۱، ص: ۳۵

اور امام ابن شیبہ رحمتہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں

"عن عبد اللہ بن مسعود قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنھما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند (التکبیرۃ الاولی فی)افتتاح الصلوۃ "(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

اور سیدنا امام طحاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں

"عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رای النبی ﷺ یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فقال ان کان وائل راہ مرۃ یفعل ذلک فقد راہ عبداللہ خمسین مرۃ لایفعل ذلک" (۲)

یعنی مغیرہ سے مروی ہے میں نے ابراہیم نخعی سے وائل کی حدیث کے متعلق پوچھا کہ انھوں نے نبی کریم علیہ السلام کو رفع یدین کرتے دیکھا جب کی نماز شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو ابراہیم نے فرمایا کہ اگر وائل نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے آپ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ تکبیر اولی کے وقت ہی رفع یدین کرنا سنت رسول پاک اور طریقہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے باقی تکبیرات یا ارکان کے ادا کرتے وقت رفع یدین نہیں کیا جائے گا اور جن احادیث میں تکبیر اولی کے علاوہ میں رفع یدین مذکور ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے جو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

(۱) المصنف لابن ابی شیبۃ ج: ۱،ص: ۲۳۷

(۲) شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع ج: ۱،ص: ۱۶۲

کیا نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کا ثبوت ہے؟

مسئلہ از: محمد شاداب، مہوبا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے میں کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھا جاتا ہے کیا اس پر کوئی ثبوت ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں نمازی کے لئے حکم ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے یہ طریقہ احادیث وآثار صحابہ سے منقول ہے اور اس میں تعظیم وتکریم کا زیادہ اظہار ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

"عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله فى الصلوٰة تحت السرة" (۱)

اسی میں ہے:

"عن ابى جحيفه ان علياً رضى الله تعالىٰ عنه قال من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوٰة تحت السرة" (۲)

الجوہر النقی میں ہے:

"عن ابى وائل قال قال ابوهريرة اخذ الاكف على الاكف فى الصلوٰة تحت السرة" (۳)

ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ حالت نماز میں ہاتھ کو ناف کے نیچے رکھنا چاہئے اور یہی ائمہ احناف کا موقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) المصنف لابن ابى شيبة ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) المصنف لابن ابى شيبة ج: ۱، ص: ۳۹۱

(۳) الجوهر النقى فى الرد على البيهقى، ج: ۲، ص: ۳۱

مسئلہ رفع یدین

مسئلہ از: ساجد علی نوری ولد فیاض احمد، بلہاڈ پورہ، مئو ناتھ بھنجن، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفع یدین کرنے کا حکم کہاں سے ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا حکم ہے اس کے علاوہ نہیں ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں ان کا موقف صحیح نہیں ہے کہ وہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

"عن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود" (۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

نماز میں جہر وسر کیوں؟

مسئلہ از: نور الزماں، مصباح العلوم، بدھیانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: چار رکعت نماز فرض میں دو رکعت کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور دو رکعت کیوں آہستہ پڑھتے ہیں، اور دو بھری اور دو خالی کیوں پڑھتے ہیں؟

---

(۱) شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین عظام سے اسی طرح منقول ہے۔ علامہ "ابن ہمام" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ثم المصلی ان کان اماماً یجھر فی الفجر، وفی الرکعتین الاولین من المغرب والعشاء، ویخفی فی الآخرین ھذا ھو الماثور المتوارث المنقول عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام والصحابۃ والتابعین" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

تکبیر تحریمہ کے وقت عورتیں کیسے اور کہاں تک ہاتھ اٹھائیں؟

مسئلہ از: محمد شاہ عالم قادری عطاری مدرسہ غریب نواز محلہ فتح نگر راویر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔

(۱) عورتوں کو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ کیسے اور کہاں تک اٹھانا چاہیے؟ ہتھیلیوں کے پیٹ کس رخ پر ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا معہ الحوالہ؟

(۲) عورتوں کو کن کن اوقات میں مردوں کی نماز باجماعت ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، اگر اول ادا کرے تو کوئی کراہت ہے کیا؟

(۳) عورتوں کے چھدے ہوئے ناک میں پانی وضو کرتے وقت پہنچانا ضروری ہے کیا؟

(۴) عورتیں اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ" سننے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگا سکتی ہیں کیا؟

برائے کرم فوری طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں عورتیں کاندھوں تک ہاتھ اٹھائیں گی۔ ہاں انگوٹھوں کو شانے سے چھونے کا حکم نہیں ہے۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں، اور ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی جانب رکھنی چاہیے، اور انگلیاں

---

(۱) فتح القدیر للعاجز الفقیر، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص ۳۳۱

پھیلا لیں۔ چنانچہ علامہ ''حلبی'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''واما المرأة فانها ترفع يديها عند التكبير حذاء ثديها، بحيث تكون رؤس اصابعها حذاء منكبيها لان ذلك استرلها وامرها مبنى على الستر''(۱)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

''مرد وعورت میں یہی فرق ہے کہ مرد کان کی حد تک ہاتھ اٹھائے گا۔ عورت شانوں تک اس طرح کہ انگلیاں شانوں تک اٹھیں۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں۔ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ جانب کرنی چاہیے، اور انگلیاں پھیلا لے، اور بلند رکھنی چاہیے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) صورت مذکورہ میں عورت اگر نماز کا وقت ہونے پر مردوں کی جماعت سے پہلے نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مردوں کی جماعت کا انتظار ان پر لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اگر سوراخ بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اور اگر تنگ ہے تو پانی ڈال کر نتھ کو حرکت دے تاکہ پانی سوراخ میں بہہ جائے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی اعظمی'' قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔''(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) اذان میں ''اشهد ان محمد رسول الله'' سن کر انگوٹھا چومنا اظہار عقیدت ومحبت اور تعظیم کے لیے ہے۔ لہٰذا اس حکم میں ہر مؤمن خواہ مرد ہو یا عورت شامل ہے۔ نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر عورت بھی انگوٹھا آنکھوں سے لگا سکتی ہے۔ حدیث شریف ہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''اشهد ان محمدا رسول الله'' پر اپنے انگوٹھوں کو آنکھوں سے لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي'' (۴) یعنی جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس کو میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اس میں کلمہ ''من'' عام ہے جو مرد وعورت سب کو شامل ہے۔ اس لیے عورتیں بھی نام پاک سن کر انگوٹھا آنکھوں

---

(۱) غنية المستملي، ص: ۳۹۳

(۲) فتاویٰ مصطفویہ، ترتیب جدید، ص: ۲۱۴

(۳) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۱۴

(۴) المقاصد الحسنة، ص: ۳۸۴

سے لگا سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴؍رجب ۱۴۲۲ھ　　۱۳؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

تکبیرات انتقال کیسے کہے؟

مسئلہ از: سید محمد ضیاء الدین عارف حامدی حسینی قادری، سجادہ نشین درگاہ حضرت سید محمد قاسم پیر مخدومی، حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیر آباد، ڈیام، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید امام اور بکر مقتدی جب زید رکوع میں پہنچے تو ''اللہ اکبر'' کہاں ختم کرے؟ ویسے ہی پوری نماز کی تفصیل اور بکر زید کی اقتدا میں کب رکوع میں جانا شروع کرے؟ ویسے پوری نماز میں اگر زید سے پہلے پہلے ارکان کو ادا کرے تو ایسی نماز جو بکر کی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی نماز جو زید ادا کر رہا ہے جس میں مکروہ ہونے کا احتمال ہے کیا یہ نماز لوٹائی جائے یا یہ نماز ہوگئی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع میں پہنچ کر تکبیر ختم کرے، جیسا کہ حضور صدر الشریعہ مفتی ''امجد علی اعظمی'' قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''بہتر یہ ہے کہ ''اللّٰــہ اکبر'' کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر سے شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے''۔(۱)

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

''یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخرور والفراغ عند الاستواء للرکوع کذا فی المحیط'' (۲)

اسی طرح تمام تکبیرات انتقالیہ میں کرے۔ مقتدی اگر امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرے اور پھر امام کے ساتھ یا امام

---

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۷۴

کی ادائیگی کے بعد وہ رکن ادا نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔جیسا کہ "بہار شریعت" میں "درمختار" کے حوالہ سے ہے۔

"جو چیزیں فرض ہیں ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے۔یعنی ان میں کا کوئی فعل امام سے پہلے ادا کر چکا، اور امام کے ساتھ، یا امام کے ادا کرنے کے بعد ادا نہ کیا، تو نماز نہ ہوگی۔"(۱)

اور جو نماز مکروہ شئی کے ساتھ ادا کی جائے تو اگر وہ مکروہ تنزیہی ہے تو نماز کا اعادہ بہتر ہے، اور اگر مکروہ تحریمی ہے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔چنانچہ درمختار مع الشامی، میں ہے

"کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۲)

یعنی ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

نوٹ: آپ نے ۹۲/۸۶/۷ کے بغل میں "ص" لکھا ہے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷/ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

کیا نماز میں صرف "والتین" پڑھنا صحیح نہیں

مسئلہ از: محمد انتظار عالم قادری، پوسٹ گاچھپارہ، تھانہ وضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید کا کہنا ہے کہ اس نے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد صرف "سورۂ والتین" نہیں پڑھنا چاہیے۔اگر کوئی شخص پڑھ لے تو سورہ "والتین" کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے ورنہ نماز نہیں ہوگی اور کہتے ہیں کہ اس بارے میں مفتی اعظم ہند کا فتویٰ ہے۔

لہٰذا آپ مفتیان کرام عالم صاحب کے قول کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج:۳، ص:۷۴

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج ۱، ص:۷۰۳

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (۱)

یعنی قرآن سے جو میسر آئے پڑھو۔ اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ صرف سورہ "والتین" یا صرف فلاں سورت نہیں پڑھنی چاہیے محض غلط اور جہالت ہے۔ اگر زید سے واقعی کسی عالم نے کہا تو وہ عالم نہیں جاہل ہے، اور اگر زید خود اپنی طرف سے اس طرح کی بکواس کرتا ہے تو توبہ کرے اور بے تحقیق کسی حکم شرعی کو بیان کرنے سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

عورت سجدہ کیسے کرے؟

مسئلہ از: محمد حنیف راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عورت نماز ادا کرتے وقت سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پیر کھڑا رکھے گی یا مردوں کی طرح پورا پنجہ زمین سے لگا دے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن جواب عطا فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقیہ الہند شارح بخاری "مفتی شریف الحق امجدی" علیہ الرحمہ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱، ص:۸۵ کے جدید حاشیہ میں بہار شریعت حصہ سوم کی ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

"عورتوں کو سجدہ کرنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اس کے پیش نظر حالت سجدہ میں ان کا پنجوں کا کھڑا رکھنا ممکن نہیں اس لیے وہ سجدہ کی حالت میں پیروں کو داہنی طرف نکال لیں گی۔ (۲) لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت

---

(۱) سورۃ المزمل، آیت: ۲۰

(۲) ملخصا حاشیہ جدیدہ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱، ص:۸۵

مردوں کی طرح پنجہ کھڑا نہیں رکھے گی بلکہ داہنی سمت نکال کر سجدہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴۲۱/۵/۷ھ

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت

مسئلہ از: صدر وارا کین تحفظ اہل سنت کمیٹی ضلع کاروار

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے کی جو فضیلت احادیث مبارکہ میں وارد ہے اس کے تعلق سے ارشاد فرمائیں کہ کیا صرف نماز جمعہ کے لیے عمامہ شریف باندھا جائے یا پنجگانہ نماز کے لیے بھی اور عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کا حکم شرع شریف میں صرف امام کو دیا ہے یا مقتدی حضرات بھی عمامہ باندھیں؟ اور امام عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے مگر مقتدی نہ باندھے رہیں تو مقتدی کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

حضور والا جواب سے مطلع فرمائیں تا کہ عمامہ شریف کی سنت کو اس کی فضیلت بتا کر عام کرنے میں ہمیں آسانی ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جمعہ ہو خواہ دوسری کوئی نماز ہر نماز کے لیے عمامہ باندھنا سنت مستحبہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"صلوٰۃ تطوع، اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمساً وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ، وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ" (۱)

بہار شریعت میں ہے:

عمامہ باندھنا سنت ہے۔ خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ (۲)

اور امام ومقتدی سب کے لیے عمامہ باندھنا مسنون ہے جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھے یا پڑھائے عمامہ کی فضیلت

---

(۱) الجامع الصغیر: ج: ۱، ص: ۳۱۴

(۲) بہار شریعت، کتاب الحظر والاباحۃ، ج: ۱۶، ص: ۵۵

اسی کو ملے گی۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ﴾ (۱) لہٰذا اگر صرف امام نے عمامہ باندھا اور مقتدیوں نے نہ باندھا تو مقتدیوں کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

کیا قراءۃ متواترہ کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

مسئلہ از: محمد ہاشم خاں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ "بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ" جو سورہ حجرات میں ہے، جس میں صورت نقل کے قاعدہ کی وجہ سے اسم کے ہمزۂ وصل کو قراءۃً حذف کر کے اس کا کسرہ لام تعریف کو دے کر قرأت متواترہ کے مطابق بِئسَ الاِسْمُ الفسوق پڑھا جاتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ایسا پڑھنا غلط ہے کیوں کہ اس طرح پڑھنے سے کلمہ مہمل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ "لِاسم" کا لغت میں کوئی معنی نہیں ہے تو کیا قرأت متواترہ کے مطابق پڑھنے سے کوئی کلمہ غلط یا مہمل ہو جاتا ہے؟ کیا زید کا یہ قول کلام اللہ کی قرأت متواترہ سے انکار اور اس میں تحریف کے مترادف نہیں؟ کلام اللہ کا انکار یا اس کو غلط اور مہمل کہنے والے کے متعلق شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہوگا؟ واضح فرمائیں۔ عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید بے علم اور ناواقف ہے، اور آیت مذکورہ کے متعلق اس کا اعتراض اس کی جہالت پر دال ہے۔ مخدوم القراء حضرت قاری ضیاء الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

صورت نقل بہ مثل "بِئْسَ الاسم الفسوق" میں ہے: اس میں نقل حقیقۃً اس وجہ سے نہیں کہ ہمزہ وصل ہے۔ اگر الاسم سے ابتداء کی جائے تو لِاسم الفسوق اور اَلِاسم الفسوق دونوں جائز ہیں۔ (۲)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ قرأت متواترہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم کی سات قرأتیں سب سے زیادہ مشہور ومتواتر ہیں ان میں معاذ اللہ کہیں اختلاف معنی نہیں وہ سب حق ہیں اور جس ملک میں جو قرأت رائج ہے، عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے کہ لوگ ناواقفی میں انکار کریں گے

(۱) سورۂ حم السجدہ، آیت: ۴۶

(۲) ضیاء القرات، ص: ۱۳

اور وہ معاذ اللہ کلمہ کفر ہوگا۔"(۱) زید نے اپنی جہالت سے اس کا انکار کیا ہے۔ اس لیے توبہ و استغفار لازم ہے۔
سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں:
"جو اپنی ناواقفی کی وجہ سے کسی خاص قاعدے کا انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۱؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

سورۂ توبہ کے آغاز میں تسمیہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: ابوبکر برکاتی، جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، گاندھی نگر، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کہتا ہے کہ "سورہ توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ: سورہ "توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز ہے۔ جب کہ بکر کا حوالہ "بہارِ شریعت" سے ہے۔ زید کہتا ہے کہ: سورہ "توبہ" کے شروع میں "بسم اللہ" نازل نہیں ہوئی۔ جب نازل نہیں ہوئی تو لکھی بھی نہیں ہے۔ اس لیے پڑھنا درست نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سورہ "توبہ" اگر سورہ "انفال" سے ملا کر پڑھی جائے تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھیں گے، اور اگر سورہ "توبہ" ہی سے تلاوت کا آغاز ہوا تو ایسی صورت میں تعوذ و تسمیہ دونوں پڑھیں گے۔ چنانچہ غنیہ شرح منیہ میں ہے:
"إنما ترک التسمیة فی سورة براة...... ووصلها بسورة الانفال إذا ما ابتدء ها فلیتعوذ ولیات بالتسمیة"(۳)
اسی طرح بہارِ شریعت میں بھی ہے(۴)
لہٰذا بکر کا بہارِ شریعت کے حوالہ سے یہ مسئلہ بتانا کہ "سورہ توبہ" کے آغاز میں "بسم اللہ" پڑھنا جائز ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ زید کا اصرار بیجا اور غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۸؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۱) بہارِ شریعت، کتاب الصلاۃ ج:۱، ص:۱۲
(۲) الفتاوی الرضویہ، کتاب الصلاۃ، ج:۳، ص:۱۱۹
(۳) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص:۴۹۵
(۴) بہارِ شریعت، ج:۳، ص:۱۰۳

"حریص" پر وقف کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد ہاشم، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حالت نماز میں "لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص" پر وقف کرتا ہے جب کہ وقف کے قاعدے سے اس جگہ وقف قبیح ہے تو زید حالت نماز میں "حریص" پر وقف کرتا ہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔ مفصل طور پر اس طرح کی آیتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ہر آیت پر وقف جائز ہے، اگر چہ آیت 'لا' ہو، البتہ اگر وقف کرنے میں کہیں معنی میں تغیر فاحش ہو رہا ہے تو، قبیح ہے، مگر نماز بہر حال ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"إذا وقف فى غير موضع الوقف او ابتدأ فى غير موضع الابتداء إن لم يتغير به تغيراً فاحشاً لا تفسد صلاته بالاجماع بين علمائنا هكذا فى المحيط وان تغير به المعنى تغيراً فاحشاً لا تفسد صلاته عند علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتوىٰ عدم الفساد لكل حال هكذا فى المحيط" (۱) اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے۔ (۲) زید کا "حریص" پر وقف اگر چہ بقاعدۂ قرأت قبیح ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

مساجد میں کرسیوں پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: منیر بھائی سیما

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) عام طور پر مساجد میں کرسی اور ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر کرسی یا

(۱) الفتاوی العالمگیریة، كتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) بہار شریعت، نماز کا بیان، ج: ۳، ص: ۱۶

ٹیبل پر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے تو فرش پر پالاٹھی مار کر بیٹھنا پڑے گا اور رکوع وسجود اشارے سے کرنے پڑیں گے اور کرسی ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو رکوع وقیام میں کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں کی طرح کر لیتے ہیں اور سجدے صرف اشارے سے کرتے ہیں کیا ایسے معذور حضرات کو کرسی ٹیبل پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواز کی صورتیں معتبر حوالوں کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور ناجائز ہے تو اس کی وجہ بھی تحریر فرمائیں۔

(۲) مسجد میں نمازی قرآن شریف پڑھتے ہیں اور لوگ کرسی ٹیبل پر بیٹھے ہوتے ہیں تو کیا یہ قرآن کی بے ادبی نہیں ہے؟

(۳) جس مسجد میں مقتدی کرسی ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہاں کے امام اور متولی کی شرعی ذمہ داری کیا ہے؟

(۴) جو لوگ زمین پر بیٹھ سکتے ہیں کیا وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) فرض وواجب وعیدین وسنت فجر میں قیام فرض ہے بلاعذر صحیح بیٹھ کر پڑھنے سے یہ نمازیں نہیں ہوں گی اور عذر شرعی کی تفصیل کرتے ہوئے صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ

''کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے یونہی کھڑا ہو تو سکتا ہے لیکن اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔ یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ اللہ اکبر کھڑا ہو کر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑے ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔''(۱)

ان مذکورہ حالات کے علاوہ زمین یا کرسی پر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر قیام ورکوع وسجود پر قادر نہ ہو مگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو کرسی پر بیٹھ کر نماز تو ہو جائے گی مگر ایسا ہرگز نہ کرے بلکہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور اس صورت میں رکوع وسجود اشارہ سے کرے۔ (۲)

اور اگر واقعی بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی عذر صحیح ہو تو کرسی پر نماز پڑھ سکتا ہے ایسی حالت میں ٹیبل کی ضرورت نہیں کہ سجدہ اشارہ سے کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قرآن پاک نیچے ہو اور لوگ کرسی پر بیٹھے ہوں یہ صورت یقیناً خلاف ادب وتعظیم ہے۔ سیدی اعلیٰ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۳،ص:۵۱۱

(۲) عکس فیصلہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یا ان کے ہاتھوں میں ہے یا گود میں ہے اور یہ معلم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار نا ہنجار فساق فجار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں۔" (۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حسب استطاعت امام ومتولی کو چاہئے کہ کرسی پر نماز کے مسائل اور قرآن مقدس کی تعظیم اور اس کے احترام سے متعلق مسائل بتادیں اور کرسی پر نماز پڑھنے والوں کو تاکید کریں کہ مسجد میں صرف ضرورت کی مقدار ہی کرسی پر رہیں اور کرسیاں آخری صف میں یا صفوں کے کنارے اغل بغل لگائیں تاکہ دیگر مصلی حضرات کے مابین کشادگی کم رہے اور بقدر امکان صفیں ملی رہیں اور قطع صف کی خرابی سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر کوئی ایسا معذور ہو کہ واقعی کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو اسے بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ہے اور جس صورت میں بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے کرسی پر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز ایک عبادت ہے اور عبادت میں بندہ جتنی تواضع اور عجز وانکسار کرے بہتر ہے جبکہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے میں ایک طرح کا ترفع پایا جاتا ہے اس لئے بیٹھ کر ہی پڑھے کرسی سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۱ھ

مزار پر بنی چھت پر نماز پڑھنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شبراتی علی قادری مسجد، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

قادری مسجد بھٹوا محلہ خلیل آباد گورکھپور باہری روڈ سے متصل شہید بابا کا مزار ہے جس پر سلیپ پڑا ہوا ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس کے اوپر نماز پڑھنا شہید بابا کی بے ادبی ہے لہٰذا نماز درست نہیں اور بکر کہتا ہے کہ مقبرہ کی چھت پہ نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی بے ادبی نہیں۔ فریقین میں کون حق پر ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا اس پر بیٹھنا، نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قبر کی چاروں طرف نیچے

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۳۶۷

سے دیوار کھڑی کر کے اسپر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبر کے درمیان کچھ فاصلہ رہے تو ایسی صورت میں قبر کے اوپر بنی ہوئی چھت پر نماز جائز وصحیح ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح کہ اس کے چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں۔'' اھ ملخصاً۔(۱)

اس تفصیل سے قادری مسجد سے متصل مزار پاک کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب مزار پاک اور چھت کے درمیان فاصلہ ہے تو اس چھت پر نماز پڑھنا جائز ودرست ہے اس میں صاحب مزار کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ لہٰذا زید کا قول غلط اور بکر کا قول صحیح اور حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۹۹

باب الامامة

امامت کا بیان

مشکوک شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، لالہ ڈیہہ، پیپری پوسٹ داری چورہ، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید ایک سنی مسجد کا امام ہے۔ جس پر دیوبندیت کا شبہ ہے، اور خود امام اس بات کا مقر بھی ہے کہ: میں پہلے دیوبندی تھا مگر اب اس سے تائب ہو چکا ہوں"۔ اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو بلا کسی چون چرا کے آنکھ بند کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو نماز تو پڑھ لیتے ہیں، مگر اس کے حالات کو دیکھ کر غیر سنی ہونے کا شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ (امام ہو کر غیر سنی مثلاً وہابی دیوبندی سے رسم وراہ رکھنا وغیرہ) اور سوال کرتے ہیں کہ امام صاحب آپ دیوبندی معلوم ہوتے ہیں؟ تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہوتا ہے کہ: میں توبہ کر چکا ہوں جس کی نہ کوئی شہادت ہے، نہ خبر، آیا ایسی صورت میں اس کی توبہ قابل قبول اور معتبر ہے کہ نہیں؟ ایسا شخص توبہ کر لے تو کیا اسے فوراً مسلمان وامام مان لیا جائے کہ کچھ اس کے لیے آزمائش وامتحان بھی ہے؟

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اپنے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے مشکوک اور مشتبہ الحال معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا سنی ہرگز ہرگز اسے امام نہ بنائیں بلکہ اسے علاحدہ کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کو متعین کریں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں "دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ" (۱) یعنی شک وشبہ میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر بلا شک والی چیز کو اختیار کرو، وہابی دیوبندی وہ مکار قوم ہے جن کے یہاں تقیہ آبا واجداد سے چلا آ رہا ہے، تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ زید نے اپنی دیوبندیت کو چھپانے کے لیے توبہ کا مکر کیا ہو اس لیے علمائے دیوبند کی کفریہ عبارت اور علمائے اہل سنت کے فتاویٰ زید

---

(۱) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۲۴۵

کے سامنے پیش کیے جائیں گے اگر وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کر کے علمائے اہل سنت کے فتاویٰ کی تصدیق کردے اور دیوبندیوں سے راہ ورسم رکھنے سے تائب ہو کر سنی صحیح العقیدہ ہوجانے کا اعلان کردے تو اب ایک زمانہ دراز تک اسے چھوڑ دیں اور اس کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہیں جب پورا یقین ہوجائے کہ وہ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہوگیا ہے اور دیوبندیوں سے مکمل طور پر دور رہتا ہے اور تمام بدمذہبوں سے نفرت کرتا ہے تب اسے امام بنایا جاسکتا ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الفاسق اذا تاب لا تقبل شهادته مالم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة" (۱) یعنی فاسق جب توبہ کرے تو اس کی شہادت نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اس پر ایک زمانہ نہ گزر جائے کہ اس کے توبہ کا اثر ظاہر ہوجائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: اعجاز احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ میں ایک سنی لڑکا ہوں یعنی اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتا ہوں اور یہاں پر اکثریت وہابیوں اور دیوبندیوں کی ہے اور تقریباً تمام مساجد پر انہیں کا قبضہ بھی ہے تو ان وہابیوں اور دیوبندیوں کی اقتدا میں میری نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہوگی تو جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے"۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا (۲)۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ "ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں ہیں"۔ ان کے بعد بھی نبی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الشهادة، ج:۳، ص:۴۶۸

(۲) براهین قاطعہ، ص:۶

نانوتوی تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"(۱) پھر اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"(۲) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا ہے کہ "بعض علم غیب میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید، عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"(۳) (معاذ اللہ رب العالمین) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے، جیسا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ "شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے"(۴) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گیے۔" (معاذ اللہ رب العالمین) ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی دیوبندیوں کے کفری عقائد ہیں جن کے سبب مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندو پاک اور دنیا کے سیکڑوں علماے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندیوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔

اور کافر و مرتد پر نماز ہی نہیں وہ تو مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰباً مَوْقُوْتاً﴾(۵)

اور جب خود دیوبندیوں کی نماز باطل ہے تو بھلا ان کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز کیسے ہوسکتی ہے۔ لہٰذا جہاں سب مسجدیں دیوبندیوں کے قبضے میں ہوں تو وہاں یا تو الگ جماعت قائم کریں یا تنہا پڑھیں: "هكذا قال العلماء الكرام لاهل السنة والجماعة كثرهم الله تعالىٰ وهو تعالىٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) تحذیر الناس، ص:۳

(۲) تحذیر الناس، ص:۲۸

(۳) حفظ الایمان، ص:۸

(۴) براهين قاطعه، ص:۵۱

(۵) سورة النساء، آیت:۱۰۳

صلح کلی یعنی دیوبندیوں کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: بابر علی محلہ جامع مسجد کپتان گنج یوپی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ عالم دین بتاتا ہے اور سنی مسجد کا خطیب وامام ہے لیکن اس کے بعض قول وفعل سے کچھ مسلمان تردد کے شکار ہیں مثلاً

(۱) بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے۔

(۲) عیدگاہ میں ایک ندوی عالم نے تقریر کیا تو زید نے اس کی تعریف کی قبل اس کے ایک سنی حافظ نے تقریر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے خلاف بات کی تو زید نے اس حافظ کے متعلق لوگوں کے درمیان ناراضگی کا اظہار کیا۔

(۳) ابھی چند دنوں پہلے دیوبندیوں کے مدعو کرنے پر ایک جلسہ میں مع عملہ شریک ہوا جہاں ایک دیوبندی عالم بھی موجود تھا زید نے اس سے سلام ومصافحہ کیا، غرض یہ کہ جو بھی عالم دین یا مقرر دیوبندی کے خلاف بات کرتا ہے وہ زید کی نظر میں برا ہے۔

(۴) قرآن خوانی کے تعلق سے کہتا ہے کہ جو لوگ قرآن خوانی کرواتے ہیں وہ بھی معاذ اللہ ابوجہل کے ناتی اور نتی ہیں اور عالم دین ہونے کے باوجود اپنے لڑکے کو دیوبندیوں کے مدرسہ میں تعلیم دلاتا ہے۔

(۵) خاص بات یہ کہ زید نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ مسجد کے ذمہ داران اور اکثر وبیشتر لوگوں کا مزاج ایسا بدل دیا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سنی کہنے کے باوجود دیوبندیوں کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں لیکن وہاں کے کچھ دردمند حضرات اس کے خلاف آواز اٹھانے کو تیار ہیں۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس عالم دین کے اندر یہ ساری برائیاں پائی جائیں تو اس کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ اس کو جامع مسجد کا امام بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی اقتدا میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ دارالعلوم کا ذمہ دار بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ از راہ کرم دلیلوں سے مزین جواب مرحمت فرما کر اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بدمذہبوں سے میل جول رکھنا ناجائز وحرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۱)

حدیث شریف میں ہے: "وایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (۲)

(۱) سورۃ ھود، آیت: ۱۱۳ (۲) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰

ایک اور حدیث پاک ہے:" ولا تواکلوھم ولاتشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم"(۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں

" وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (۲)

ندوی عالم کی تقریر کی تعریف کرنا اسے عزت دینا اور دیوبندی کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنا صلح کلیوں کا شیوہ ہے. حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بدمذہبوں بے دینوں پر رد وطرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اھ"(۳)

قرآن خوانی کرانے والوں کو ابوجہل کا ناتی بتانا سخت ناجائز وحرام بلکہ منجرالی الکفر ہے کہ یہ قرآن خوانی کرانے والوں سے اظہار بیزاری ہے اور یہ بیزاری قرآن خوانی سے بیزاری پر دال ہے (معاذ اللہ رب العالمین)

دیوبندی مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا حرام وگناہ ہے فتاویٰ رضویہ میں وہابیوں سے اپنے لڑکوں کو پڑھانے سے متعلق فرمایا"حرام حرام حرام اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام"(۴)

لوگوں کے مزاج کو اس طرح بدل دینا کہ وہ دیوبندیوں کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہ ہوں یہ گمراہی کی دعوت دینا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر زید کے اندر واقعی مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ عالم دین نہیں جاہل ہے، سخت فاسق وفاجر حرام کار، مستحق نار وغضب جبار ہے بلکہ اپنے قول وفعل سے صلح کلی اور بدمذہب معلوم ہوتا ہے زید کو امام بنانا یا کسی ادارہ کا ذمہ دار بنانا ناجائز ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ المستملی میں ہے:" لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمیۃ۔ اھ(۵).

اور درمختار میں ہے:"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"(۶)

(۱) کنز العمال، ج: ۱۱، ص: ۳۲۴

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴ ص: ۲۶۸

(۳) رد صلح کلیت، ص: ۴۹۱ مطبوعہ اجمیر شریف

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۲۷

(۵) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۶) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج: ۲، ص: ۱۳۰

زید پر فرض ہے کہ ان حرکات قبیحہ اور افعال شنیعہ سے صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں نادم ہو اگر وہ اصلاح کر لے اور آئندہ ان گھناؤنے کرتوتوں سے باز رہے تو اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۰ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

غیر سید اگر سید بنے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم اللہ دھیر چیک ناکہ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید منصب امامت پر فائز ہے، منبر رسول اور اسلامی اسٹیج سے اپنے آپ کو سید کہتا ہے نیز اعلان بھی کرواتا ہے کہ میں سید ہوں، درحقیقت بکر زید کے سگے چچا کا لڑکا ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ زید سید نہیں ہے تو کیا زید کا امامت کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جو کذب بیانی کا مرتکب ہے جائز ہے کہ نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہمارے عرف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے اگر زید نسل پاک حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نہیں ہے پھر بھی اپنے آپ کو سید کہتا ہے تو سخت مجرم وگنہ گار بلکہ درحقیقت اپنی ماں پر بدکاری کی تہمت لگانے والا فاسق وفاجر اور لعنت کا طوق پہنائے جانے کا حقدار ہے، حدیث پاک ہے:

"من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا"(۱)

یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ زید اگر واقعی نسب کے اعتبار سے امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں نہیں پھر بھی اپنے کو سید کہتا ہے تو اس پر توبہ واستغفار لازم اور آئندہ خود کو سید کہنے سے اجتناب ضروری ہے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی،

(۱) جامع الترمذی ج:۲، ص:۳۳

درمختار میں ہے:

"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۶ رجب المرجب، ۱۴۳۶ھ

امامت کیلئے حنفی سے شافعی بننے والے اور وہابی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبدالقادر برکاتی مقام امبرڈے ضلع سندھودرگ، مہاراشٹر

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ایک سنی امام جس نے جان بوجھ کر ایسے شخص کا نکاح پڑھایا جس کا تعلق وہابی یا دیو بندی سے ہونا معلوم ہے، ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ لڑکا سنی ہے مگر لڑکی وہابی یا دیو بندی ہے تو اس صورت میں اس نکاح پڑھانے والے امام کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید پہلے حنفی المسلک تھا لیکن پھر اس نے بعض شافع مصلیان کی طرف سے امامت کی پیش کش کئے جانے کے سبب شافعی مذہب اختیار کیا اور چند دنوں تک اسی مسلک کے مطابق نماز پڑھائی اور پھر بعد کو امامت ترک کر کے حنفی مذہب میں داخل ہو گیا اور دلیل میں کہتا ہے کہ چونکہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بھی بغرض امامت مسلک تبدیل فرمایا تھا تو میرا یہ فعل شریعت کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔ اب سوال یہ ہیکہ:

(۱) زید کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) کیا مسلک تبدیل کرنے کی وجہ سے جو سوال میں مذکور ہے کیا وہ مسلک کی تبدیل کے حق میں عند الشرع مقبول ہے؟

(۳) پھر اگر اس کا یہ فعل درست نہیں ہے تو اس درمیان اس کی اور دیگر شوافع مصلیان نے جو نمازیں اس کی اقتدا میں ادا کی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) کیا مسلک کی تبدیل کے جواز کی کچھ صورتیں فی زمانہ موجود ہیں؟ وہ کیا ہیں؟

(۵) پھر زید دلیل میں جو بات پیش کرتا ہے کیا وہ درست ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج:۲، ص:۱۳۰

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی، دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔ اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط"(۱)

لہٰذا لڑکا ہو یا لڑکی کسی وہابی، دیوبندی کا نکاح کسی سنی لڑکے یا لڑکی سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے اور جو امام جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھائے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسکا بائیکاٹ کردیا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے! ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی مقلد کا دنیوی غرض اور فائدہ کے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا شرعاً ناجائز وگناہ اور قابل سزا جرم ہے کیوں کہ اس طرح مذہب لہو ولعب اور کھیل تماشہ بن کر رہ جائے گا جس کے مفاسد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی علیہ رحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں

"ینبغی ان لا یکون الانتقال للتلھی فان التلھی حرام قطعا فی المذھب کان اوفی غیرہ" (۳)

اور فرماتے ہیں "لا بد ان لا یکون اتباع الرخص للتلھی ولعل ھذا حرام بالاجماع لان التلھی حرام بالنصوص القاطعۃ"(۴)

درمختار میں ہے: "ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر سراجیۃ" (۵)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"ای اذا کان ارتحالہ لا لغرض محمود شرعاً لما فی التاتر خانیۃ حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوز جانی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

(۳) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۴۰۶

(۴) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۴۰۶

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

فابی الا ان یترک مذهبه فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیه عند الانحطاط ونحو ذالک فاجابه فزوجه فقال الشیخ بعد ماسئل عن هذه واطرق راسه النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذی هو حق عنده وترکه لأجل جیفة منتنة"(۱)

اسی میں ہے:"فی القنیة لیس للعامی ان یتحول من مذهب الی مذهب و یستوی فیه الحنفی والشافعی"(۲)

اسی میں ہے"اما انتقال غیره من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعزیر لا رتکابه المنکر فی الدین واستخفافه بدینه ومذهبه اھ"(۳)

زید نے محض امامت کے لیے مذہب حنفی چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کیا اور پھر امامت ترک کر کے مذہب حنفی میں داخل ہو گیا جس سے ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل سراسر تلہی وتفنی اور شریعت کو کھیل تماشہ بنانا ہے جو ناجائز وحرام ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) ماقبل کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ محض امامت کے لیے مذہب تبدیل کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں تبدیلی مذہب کے لیے ایسا عذر نا قابل قبول، غیر معتبر اور مردود ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۴) زید مرتکب حرام ہو کر فاسق ہو گیا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے درمختار میں ہے:"کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها" (۴)واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کوئی شخص درجۂ اجتہاد کو پہنچ جائے اور اپنے اجتہاد کے ذریعہ دوسرے مذہب کے دلائل قوی پا کر اس مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے چنانچہ ردالمحتار میں تاتارخانیہ کے حوالہ سے ہے: "ولوان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له کان محمودا ماجورا"(۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۶) زید نے حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف غلط بات منسوب کی اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ واستغفار کرے اور بارگاہ غوثیت مآب میں معافی کا طلبگار ہو، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

(۲) حوالہ سابق ص:۹۹

(۳) حوالہ سابق، ص:۹۸

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۳۳۷

(۵) ردالمحتار، ج:۵، ص:۹۸

تھے اور پھر اور کسی مسلک کو اختیار نہ فرمایا سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اس طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یہ روایت صحیح نہیں حضور ہمیشہ حنبلی تھے اور بعد کو عین الشریعہ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین ہیں'' (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

عورتوں کے بیچ بیٹھ کر دعا و تعویذ کرنے اور غلط قرأت کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد ظہیر رضا پرانا بس اسٹینڈ کانکیر، ایم پی

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سنی مرکزی جامع مسجد کا خطیب و امام ہے اجنبیہ عورتوں کے سامنے بیٹھ کر دعا تعویذ کا کام کرتا ہے اس کی قوت سماعت بہت کمزور ہے، قرآن پاک مجہول پڑھتا ہے۔ نماز تراویح میں کیا پڑھتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ایک حافظ قرآن نے لقمہ دیا تو نہیں لیا بلکہ حافظ قرآن اور موجود تھے انہوں نے بھی تائید کی کہ لقمہ صحیح تھا مگر نہیں مانا، مسجد کا، نمازیوں کا، حافظ قرآن کا کسی کا خیال نہیں رکھا کیا حکم ہے ایسے امام پر؟

(۲) عید الفطر کی نماز کی دوسری رکعت کی چوتھی تکبیر میں رکوع کو چھوڑ کر سجدے میں چلے گئے جب مقتدیوں نے لقمہ دیا تب واپس ہوئے رکوع کے لیے بترتیب نماز مکمل کر دی سجدہ سہو نہیں کروایا مقتدیوں کی صورت حال یہ تھی کہ جب امام سجدے میں تھے تو مقتدی رکوع میں تھے اور جب امام رکوع کے لیے واپس ہوئے تو مقتدی سجدے میں چلے گئے فتنہ پیدا ہو چکا تھا انتشار ہو گیا تھا ایسے میں کیا نماز عید الفطر ہوئی؟ سوالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کسی اجنبیہ عورت کو دیکھنے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''لا تتبع النظرۃ النظرۃ فانھا لک الاولی ولیست لک الآخرۃ'' (۲)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱۲، ص: ۲۲۷ (۲) مسند الامام احمد بن حنبل ج ۲، ص: ۴۸۲

یعنی ایک نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری نگاہ مت ڈالو کہ اچانک پڑ جانے والی پہلی نگاہ تمہارے لیے معاف ہے اور دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور دیکھنے کے بارے میں مرد وعورت کا حکم یکساں ہے البتہ فقہاء کرام نے عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف دیکھنے کو جائز فرمایا ہے جب کہ شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر خوف ہو تو اب بلاضرورت و مجبوری اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف بھی نظر جائز نہیں ہے ہدایہ میں ہے:

"لایجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ الا الی وجھھا و کفیھا لقولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا" (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"فان کان لا یامن الشھوۃ لاینظر الی وجھھا الا مواضع الزینۃ الظاھرۃ منھن وذالک الوجھہ والکف فی ظاھر الروایۃ کذا فی الذخیرہ وان غلب علی ظنہ انہ یشتھی فھو حرام کذا فی الینا بیع" (۲)**

فتاوی رضویہ میں ہے: "پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے **فی الدر المختار تمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجل لخوف الفتنہ اھ"(۳)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کا اجنبی عورتوں کو سامنے بیٹھا کر تعویذ ودعا کرنا اگر اس طور پر ہو کہ مکمل پردہ کے ساتھ چہرہ بھی چھپا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر چہرہ کھلا رہتا ہو اور امام بوجہ ضرورت و مجبوری ان کی طرف نظر کرتا ہو یا عمر کی اس منزل میں ہو نہ خوف فتنہ نہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ صورتیں نہیں ہیں تو اب امام کا اس طرح سامنے بیٹھا کر دعا و تعویذ کرنا جائز نہیں ہے۔

قوت سماعت کا کمزور ہونا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے کہ جس پر شرعی مواخذہ ہو اور قرآن پاک کی قراءت اگر اس طرح کی جائے کہ معنی فاسد ہو جائے تو ایسے امام کی اقتدا درست نہیں ہے اسی طرح اگر تراویح میں قرآن کریم پڑھنے میں سوائے "یعلمون، تعلمون" کے کچھ پتہ نہ چلے تو نماز نہیں ہوگی بہار شریعت میں ہے:

"آج کل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے: "یعلمون، تعلمون" کے سوا کسی لفظ کا صحیح پتہ بھی نہیں چلتا نہ صحیح حروف کی ادائیگی ہوتی بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں اور اس پر تفاخر ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد پڑھتا ہے حالانکہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام وسخت حرام ہے"(۴)

---

(۱) الھدایہ کتاب الکراھیۃ، ج:۴، ص:۴۴۲

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ کتاب الکراھیۃ، ج:۵، ص:۳۲۹

(۳) الفتاوی الرضویہ کتاب الحظر والاباحۃ، ج:۹، ص:۱۰۲

(۴) بہار شریعت، ج:۳، ص:۵۴۷

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "ہر حرف کو صحیح طور پر ادا کرنا لازم ہے اور ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے میں اگر معنی فاسد ہوتے ہیں تو نماز نہیں ہوگی" (۱)

اور صحیح لقمہ دینے پر لقمہ دینے والے کا گریبان پکڑنا مسجد میں چیخنا چلانا اور صحیح لقمہ نہ لینا یہ سب ظلم و زیادتی اور ناجائز و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَاتَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من آذى مسلمًا فقد اذاني ومن آذاني فقد آذى الله" (۳)

لہٰذا اگر امام مذکور میں واقعی یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ لائق امامت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اگر امام رکوع میں جانے کے بجائے سجدہ میں چلا گیا اور پھر لقمہ دینے کے بعد رکوع و سجدہ کیا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدۂ سہو نہیں کرے گا تو نماز پھر سے پڑھے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"اذا سجد فى موضع الركوع اوركع فى موضع السجود او كرر ركنا اوقدم الركن او اخره ففى هذه الفصول كلها يجب سجود السهو" (۴)

لیکن جمعہ و عیدین میں کثرت جماعت ہو تو سجدہ سہو نہ کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"السهو فى الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد الاان مشائخنا قالوا لا يسجد للسهو فى العيدين والجمعة لئلا يقع الناس فى فتنة كذا فى المضمرات ناقلا عن المحيط" (۵)

لہٰذا امام مذکور کی نماز ہوگئی، رہے مقتدی تو جن لوگوں نے امام کے ساتھ رکوع و سجدہ کیا یا امام کے رکوع و سجدہ کے بعد رکوع و سجدہ کرلیا تو ان سب کی بھی نماز ہوگئی رد المحتار میں ہے:

"وتكون المتابعة فرضا بمعنى ان ياتى بالفرض مع امامه او بعده كما لو ركع امامه ركع معه مقارنا او معاقبا و شاركه فيه او بعد ما رفع منه فلولم يركع اصلاً او ركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه اوبعده بطلت صلاته" (۶)

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۴۱

(۲) سورۃ البقرۃ آیت: ۱۹۰

(۳) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ باب سجود السھو، ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۵) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۲۸

(۶) رد المحتار باب صفۃ الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۳۴۸

فتاوی رضویہ میں ہے:

''اس (مقتدی) کا فعل فصل امام کے بعد واقع ہوا گر چہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں''(۱)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

''امام کے سلام پھیرنے کے وقت جو لوگ رکوع وسجود میں تھے اگر انہوں نے بعد کے ارکان وواجبات نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا تو ان کی نمازیں ہوگئیں''(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ ،جمد اشاہی بستی

۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری مصباحی موضع کری پوسٹ سکری، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

کہ بکر جو کہ حافظ قرآن بھی ہے قاری قرآن بھی ہے بچوں کو بھی تعلیم دیتا ہے گاؤں کے باہر جہاں پڑھاتا ہے وہاں کے حالات مخفی ہیں لیکن جب گاؤں پر آتا ہے تو ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا ہے بلکہ صرف جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے سوء اتفاق کہ اس کے چچا کا انتقال ہوا تو اس نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا ایسے شخص کا امام بننا درست ہے؟ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) جو شخص بلا عذر شرعی جان بوجھ کر ایک بھی وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے فتاوی رضویہ میں ہے

''اگر قصدا قضا کی اگر چہ اتفاق سے، تو فاسق ہوگیا''(۳)

---

(۱)الفتاوی الرضویہ باب مفسدات الصلوۃ، ج:۳،ص:۴۰۸

(۲)فتاوی امجدیہ باب مکروہات الصلاۃ ،ج:۱،ص:۱۹۲

(۳)الفتاوی الرضویہ باب الامامۃ،ج:۶،ص:۵۴۵

توجو شخص مستقل نماز پنج وقتہ کا تارک ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق و فاجر اور سخت مجرم و گنہگار ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا جائز نہیں ہے غنیۃ المستملی میں ہے: ''لو قدموا فاسقا یأثمون'' (۱)

ردالمحتار میں ہے: ''ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا'' (۲)

لہٰذا بکر کا امام بنانا جائز ہے۔ اور نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق بادشاہ اسلام ہے وہ نہ ہو تو اس کا نائب وہ نہ ہو تو قاضی شریعت وہ نہ ہو تو امام محلہ بشرطیکہ زیادہ فضل رکھتا ہو ورنہ میت کا ولی ہے۔

درمختار میں ہے: ''ویقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان ان حضرا ونائبہ ثم القاضی ثم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والافالولی اولی کما فی المجتبی ثم الولی اھ''(۳)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطان اسلام یا اس کا نائب، حاکم شہر یا اس کا نائب، قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا یا اس کا نائب یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں'' (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۳

(۲) ردالمحتار باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۴۱۴

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ، ج: ۳، ص: ۱۱۲، ۱۱۳

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۷۴

وہابیوں کا نکاح پڑھانے والے کی اقتدا کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد یونس، شیخ محلہ مدار پور شہر مندسور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں رہبران اہل سنت مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ: وہ قاضی جو صرف نکاح پڑھاتا ہے اور نکاح پڑھانے میں سنی، دیوبندی، وہابی وبدعقیدہ سب کا نکاح پڑھاتا ہے۔ کیا ایسے قاضی کی اقتدا میں نماز ہوسکتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو قاضی جان بوجھ کر وہابی، دیوبندی کا نکاح پڑھاتا ہو وہ گمراہ، بدمذہب، سخت فاسق وفاجر اور ظالم ہے۔ ایسے کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ **"لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اہانتہ کما فی الغنیۃ وغیرھا" واللہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ رربیع الاول شریف ۱۴۳۲ھ

بغیر اجازت نماز پڑھانا

مسئلہ از: محمد علاء الدین، رتن پور نیاسی شریف، کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو کہ عالم باعمل تھے۔ وہ تقریباً چالیس سال تک عیدین کی نماز پڑھاتے آئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں خالد جو کہ عالم دین ہیں ان کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دی۔ وہ تقریباً پندرہ سال سے عیدین کی نماز پڑھاتے آرہے ہیں۔ اسی درمیان لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ طیش میں آکر اپنے طور پر بکر جو کہ وہ بھی عالم دین ہے اسی کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک ہی عیدگاہ میں دو جماعت ہونے لگی۔ پہلی جماعت کا امام بکر ہے جو غیر ماذون ہے اور دوسری جماعت کا امام خالد ماذون ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی جماعت کی نماز ہوتی ہے یا دوسری جماعت کی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس سوال کا جواب مدلل طور پر کتابوں کے حوالہ سے مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید جو عالم باعمل ہے اور سالہا سال تک عیدین کی نماز کی امامت کرتا رہا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ خود استحقاق امامت رکھتا تھا، یا عام مسلمانوں نے اسے مقرر کیا تھا۔ بریں بنا اب اس نے خالد کو جو مقرر کیا تو اس کا تقرر درست اور خالد نماز عیدین کے لیے شرعاً ماذون ہوگیا۔ لہٰذا خالد کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز ہی صحیح اور درست ہے۔ بکر غیر ماذون کی امامت بالکل غلط اور نماز عیدین محض باطل ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگر چہ حافظ، قاری، متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون ومقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہو۔ ثانی جہاں سلطان اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔ ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں۔ بہ تغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب وماذون ومقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں۔ اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی۔"(۱)

چند سطر بعد فرماتے ہیں "عوام کا تقرر بہ مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے۔ جب امام عام موجود نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بد عقیدہ کی اقتدا کا حکم؟

مسئلہ از: نثار احمد، تمل ناڈو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے امام صاحب امسال حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے لیکن انہوں نے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص ۲۰۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۲۰۶

امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ ہمارے امام صاحب کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) تبلیغی، وہابی، دیوبندی امام کے پیچھے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) تبلیغی، وہابی، دیوبندی وغیرہ جیسا عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے۔ شرعی حکم تفصیل سے ارسال فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام وہابی عقیدہ رکھتے ہیں، اور وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں باقی دنیا بھر کے مسلمان کافر و مشرک ہیں، جیسا کہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ "محمد بن عبدالوہاب (بانی وہابیت) کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں۔" (۱) اور جو کسی ایک مومن کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللّٰہ ولیس کذالک الّاعاد علیہ" (۲) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر لوٹ آئے گا۔

درمختار میں ہے "یکفر إن اعتقد المسلم کافراً بہ یفتی" (۳) یعنی کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

تو جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے اس کا حکم کتنا سخت ہوگا؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی عقیدہ رکھنے والے گمراہ اور بددین بلکہ بحکم فقہاء کافر ہیں۔

چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی، عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں، ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔" (۴)

---

(۱) الشھاب الثاقب، ص: ۵۱

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۴) نزھۃ القاری: ج: ۳، ص: ۴۴۵

اور گمراہ بد دین اور کافر و بد مذہب کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وان کان هوی لا یکفر صاحبه تجوز صلاة خلفه مع الکراهة والافلا" (۱) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ وہابی امام کی اقتدا ناجائز ہے۔

شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر مفضی الی الکفر ہے۔" (۲)

صورت مسئولہ میں آپ کے امام صاحب نے نجدی امام کی اقتدا نہیں کی تو انہوں نے حکم شرع پر عمل کیا اور بہت اچھا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے جیسا کہ ان کے پیشوا ''مولوی اسماعیل دہلوی'' نے اپنے رسالہ ''یک روزہ'' میں لکھا اور ''مولوی خلیل احمد انبیٹھوی'' نے اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' صفحہ:۶ پر لکھا اور ''مولوی یوسف تاولی'' استاذ دار العلوم دیوبند نے لکھا کہ

''کیا علمائے دیوبند خدا کو قادر علی الکذب مانتے ہیں؟ جواب ان اللہ علی کل شئی قدیر اور کذب وجھوٹ بھی شئی ہے۔ لاشئی نہیں ہے تو پھر قدرت ظاہر ہے۔ (۳)

اور ان کا عقیدہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ (۴)

ایک عقیدہ یہ ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں، بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔'' جیسا کہ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ اگر ''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔'' (۵)

ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتا ہے جیسا کہ ''مولوی قاسم نانوتوی'' نے لکھا ہے کہ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۰۷

(۲) نزهة القاری، ج:۳، ص:۴۵۷

(۳) جواهر الفرائد شرح شرح عقائد مکتبه تهانوی، دیوبند، ص:۲۴۱

(۴) براهین قاطعه، ص:۵۱

(۵) حفظ الایمان، ص:۸

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' (۱) ان کے علاوہ بھی بہت سے کفری عقائد دیوبندی مولویوں کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں، جن کی بناء پر علمائے عرب وعجم نے دیوبندیوں وہابیوں کے کفر وارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں اور تبلیغی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہی ایک شاخ ہے۔

لہٰذا سوال میں مذکور تبلیغی جماعت وہابی دیوبندی امام کے پیچھے کسی سنی کو نماز پڑھنا ناجائز وحرام بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''وان کان ھوی لا یکفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراھة والاّ فلا'' (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اول دوم جواب سے واضح ہے کہ مذکورہ جماعتیں بدمذہب وگمراہ اور بددین کافر ومرتد ہیں، تو یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سے رشتہ کرنا، نکاح اور شادی کرنا سب ناجائز وحرام ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا ہے، نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے''۔ عالمگیری میں ہے: ''لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة'' (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

دیوبندی کی نماز کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد ضمیر الحسن بدھیانی، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ: کوئی وہابی اگر سنی امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہوتا ہے اور صحت نماز کے لیے ایمان شرط ہے۔

(۱) تحذیر الناس، ص: ۲۸

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۳) الفتاوی الرضویة، ج: ۵، ص: ۳۶۹

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (۱)
اس لیے دیوبندی کسی کے پیچھے نماز پڑھے اس کی نماز نہیں۔ زید کا قول غلط ہے، اسے توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

جس کا پیر صحیح نہ ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عرفان رضا ہزاری باغ، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ اور عالم دین ہے، اور بستی میں سب سے بہترین قرأت کرتا ہے مگر اس کے بائیں پیر میں پیدائشی نقص ہے، اگلا حصہ نہیں ہے، اور پیر گول ہے، اور صرف چھنگلی ہے اس کے باوجود صحیح چلتا پھرتا ہے، اور رکوع وسجود پر قادر ہے۔

بستی میں بکر کچھ لکھا پڑھا ہے جو کہتا ہے کہ زید کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے" تو کیا بکر کی بات صحیح ہے، اور واقعی زید کے پیچھے لوگوں کی نماز درست نہیں ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مستفسرہ میں بلاشبہ زید کی امامت جائز ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ودرست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو، اور اگر کوئی دوسرا عالم جامع شرائط امامت موجود ہو جب بھی زید کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے ایسے لنگڑے کی امامت کے متعلق سوال ہوا جو صرف پیر کی انگلی زمین میں لگا سکتا ہے۔ بس آپ نے فرمایا "اس کی امامت درست ہے" جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ لنگڑا ہونا مانع امامت نہیں تو جب صرف قدم کا آدھا حصہ نہ ہو تو یہ بھی مانع امامت نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے:

"صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبه الركوع على المعتمد وكذا با عرج وغيره اولى" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم واتم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۰۳
(۲) الفتاوی الرضویہ ج: ۳، ص: ۲۲۶
(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۹۶

وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ ۸۱: محمد شاداب رضا جعفرآباد، ہلرا پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلے ذیل میں کہ: زید پنج وقتہ نماز سنی امام کی اقتدا میں پڑھتا ہے، اور عیدین کی نماز وہابی امام کی اقتدا میں پڑھ لیتا ہے، اور اس سے اس کے بارے میں سوال کرنے پر جواب دیتا ہے کہ عیدگاہ کو ہمارے آبا واجداد نے تعمیر کرایا ہے اس لیے ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ واضح فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں دیوبندیوں نے ہمارے آقا محبوب کائنات حضور پر نور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، وہابی امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں؛ کہ اس کے پیچھے نماز پڑھا تو اس کو مسلمان سمجھا اور حضور علیہ التحیۃ والثناء کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور اگر زید کو ان کے عقائد کفریہ کی خبر نہیں، صرف یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ بدعقیدہ ہیں پھر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو سخت گنہ گار ہے اور وہابی امام کے پیچھے پڑھی ہوئی سب نمازیں باطل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور جس کو اس کی اصلاً خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ وبدمذہب ہیں۔ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار''۔(۱)

پھر جب زید کے آبا واجداد نے عیدگاہ تعمیر کرائی ہے تو زید بشرط اہلیت اس کا متولی ہوگا۔ اس بنا پر زید کے لیے لازم ہے کہ عیدگاہ سے وہابی امام ہٹا دے اور کسی جامع شرائط امام کا انتخاب کرے، ورنہ وہ اور بھی مجرم ہوگا اور اگر کسی شرعی مجبوری کے تحت وہابی امام کو برخاست نہیں کر پاتا تو اس کی اقتدا سے باز آنا لازم اور توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۷۷

نماز فجر قضا کرنے والے کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد عمر، موضع کڑری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ: زید کبھی بھی نماز فجر نہیں پڑھتا ہے۔ دیگر نماز پڑھاتا ہے کبھی کبھی وہ بھی نہیں پڑھتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ فجر بھی پڑھا کیجیے تو ان کا بہانہ ہوتا ہے کہ گردہ خراب ہے۔ میں فجر قضا پڑھ لیتا ہوں۔ کیا مسلسل نماز فجر قضا پڑھنے والے کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

جو شخص قصداً ایک وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

"اور جو قصداً چھوڑ دے اگر چہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے" (۱)

جب ایک وقت کی نماز قصداً بلا وجہ شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے تو جو ترک نماز کا عادی ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق وفاجر مجرم وگنہ گار اور مستحق غضب جبار ہے، اسے امام بنانا ناجائز ہے، اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے، جس کا لوٹانا واجب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم" (۲)

اور علامہ "علاء الدین" حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"کل صلاۃ ادیت مع کراهة التحریم تجبُ اعادتها" (۳)

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نمازوں کے چھوڑنے یا قضا کرنے کا عادی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور پڑھی ہوئی نماز کا لوٹانا واجب ہے ایسا ہی فتاوی رضویہ، میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷/ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۰

(۲) الدر المختار، ج:۱، ص:۳۷۶

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۳۰

محض حافظ امام رکھنا کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

کچھ گاؤں ایسے ہیں جہاں کے لوگ مسجدوں میں عالم امام نہیں رکھتے ہیں بلکہ حافظ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم کی کیا ضرورت۔ حافظ نماز پڑھا لیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عالم امام ہونا چاہیے تاکہ دین کی باتیں بتائے اور گمراہ فرقوں کا رد کرے۔ اس لیے کہ عالم امام نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ وہابی بن گئے۔ وہابیوں سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں۔ کس قسم کے امام رکھیں؟ جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

تجربہ یہ ہے کہ عموماً محض حافظ نہ مسائل طہارت ونماز صحیح طریقہ پر جانتے ہیں اور نہ دیگر احکام شرع سے واقف ہوتے ہیں اور عقائد کے معاملہ میں بھی زیادہ واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے ایسے عالم دین کو امامت کے لیے مقرر کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، صحیح القرأت اور صحیح الطہارت ہونے کے ساتھ مقتدیوں کو عقائد حقہ سے واقف کراتا رہے اور بدمذہبوں کی تردید کر کے ان کو گمراہیوں سے بچاتا رہے۔ حاصل یہ ہے کہ منصب امامت پر کسی عالم دین، جامع شرائط امامت کو رکھا جائے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔

"آج کل اکثر حفاظ خود غلط پڑھتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں تصور کرتے ہیں کہ ہم نے صحیح پڑھا یعنی حروف غلط ادا کرنے کو وہ غلط ہی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اگر غور سے سنا جائے تو حروف کھا جاتے ہیں۔"(۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: "عالم کو امامت میں حافظ پر ترجیح ہے۔" تمام کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عالم احق بالامامت ہے۔(۲)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"اولی بامامت کسے است کہ مسائل نماز وطہارت داناتر است درتنویر است الاحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوٰة "(۳)

---

(۱) فتاوی امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۵۷

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۵۵

(۳) الفتاوی الرضویہ ج: ۳، ص: ۱۸۲

اور وہابیوں سے بچنے کے لیے وہی طریقہ سب سے بہتر ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ: ان کا مکمل طور سے بائیکاٹ کیا جائے، شادی بیاہ، کھانا پینا، سلام وکلام سب کچھ ان سے بند کر دیا جائے، اور ان کی گمراہیاں عوام کو بتائی جائیں۔

اہل سنت کے عقائد ان کے دلوں میں پختہ کیے جائیں۔ علمائے اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" علیہ الرحمہ کی عظمت ومحبت ان میں پیدا کی جائے اور ان کی تصنیفات کو عام کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

جیون بیمہ کرانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: بشیر احمد سوہن پور سنکٹیا، بڑہرا گنجن، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جیون بیمہ (ایل آئی سی) کرانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جیون بیمہ سے مزید رقم جو ملتی ہے وہ سود ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام "احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں ہے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔"(۱)

"کتاب بیمہ وڈاک خانہ کے منافع کا شرعی حکم" صفحہ: ۲۰ پر ہے کہ: اگر یہ بیمہ کمپنیاں خاص کفار کی ہوں تو بیمہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مسلمان کا نقصان نہ ہو، اور اس کو ربا اور قمار قرار دے کر حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیمہ کرانے والے نے اگر کسی خالص کافر کی بیمہ کمپنی میں بیمہ کرایا اور اسے ظن غالب ہے کہ میرا اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔

اور بیمہ کمپنی خالص غیر مسلم کی ہو تو اس میں بیمہ سے زائد ملنے والی رقم سود نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب لان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق

---

(۱) احکام شریعت: ج: ۲، ص: ۴۰، ۴۱

اعلاہ المسلم اخذ مالا مباحاً اذا لم یکن فیہ غدر" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

لواطت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: صدر واراکین قادریہ اکیڈمی رجسٹرڈ، دھوراجی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل کے بارے میں، حضور مفتی صاحب قبلہ! ہمارے شہر کی ایک مسجد میں بنگال ریاست کے مولوی صاحب ۵ یا ۶ سال سے امامت کررہے ہیں۔ وہ ماشاءاللہ معاشرے میں اصلاح اعمال وعقائد میں بہت اچھا کام کرتے آرہے ہیں، اوران کے عقیدت مندوں نے مولوی صاحب کو حج بھی کروایا ہے۔

(۱) شروعات میں جب مولوی صاحب کو مسجد کے امام کی حیثیت سے مقرر کیا جارہا تھا تو چند حضرات نے مسجد کے کچھ اراکین کو آگاہ کیا تھا کہ یہ مولوی صاحب امامت کے حقدار نہیں ہیں کیوں کہ یہ مولوی صاحب کچھ سال پہلے فلاں شہر کے مدرسے کے مدرس تھے۔ وہاں پر ان کو لواطت کے جرم میں پکڑا گیا تھا، وہاں پر ان کو مار پیٹ کر نکالا گیا، پھر یہ مولوی صاحب دوسری جگہ فلاں قریہ میں امامت کے لیے مقرر کیے گئے تو کچھ دن بعد وہاں سے بھی لواطت کے جرم میں پکڑے گئے۔ جس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے۔ باوجود اس مسجد کے اراکین نے اس مسئلہ کو نظر انداز کرکے اس مولوی صاحب کو امام مقرر کیا۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ فیصلہ درست ہے؟

(۲) مولوی صاحب نے کچھ سال پہلے اپنے گاؤں ریاست بنگال جاکر شادی کی، اور چند ہی دنوں میں ان کی بیوی کے ساتھ ان کا طلاق بھی ہوا، لیکن ہمارے شہر والوں میں سے نہ ان کی شادی کا کوئی گواہ ہے، اور نہ ان کے طلاق کا کوئی گواہ ہے، مگر مولوی صاحب کے پاس طلاق کے کچھ کاغذات موجود ہیں۔ کیا ہم ان کے کاغذات کا اعتبار کرسکتے ہیں؟

(۳) فی الحال قادریہ اکیڈمی کے چند اراکین نے موجودہ اراکین کے ساتھ اس مولوی صاحب کے دو جگہ پر لواطت کے معاملات میں پکڑے جانے والے واقعات پر گفتگو کی تو مسجد کے اراکین کا کہنا ہے کہ "ماضی کے معاملات کو چھوڑ دو، حال میں ایسا کچھ معاملہ ہو تو آگاہ کردو ورنہ خاموش رہو۔" کیا مسجد کے اراکین کا ایسا کہنا درست ہے؟

(۴) اب جتنے لوگ جانے انجانے میں اس مولوی کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، کیا ان کی نمازیں درست ہیں؟

---

(۱) الھدایہ مع فتح القدیر، ج:۷، ص:۳۹

(۵) مولوی صاحب کے اس معاملے کو جاننے کے بعد چند حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ فی الحال سنیوں میں آپس میں اختلافات دن بدن بڑھ رہے ہیں، آگے بھی اور زیادہ اختلاف بڑھنے کا ڈر ہے۔

لہٰذا مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ اس امام پر مسجد کے اراکین پر اور جس نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ان سب پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر مولوی صاحب کا جرم دو عادل گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے، اور ثبوت جرم کے بعد مولوی صاحب نے صدق دل سے توبہ نہیں کی تھی تو ان کی یہ حالت جاننے کے باوجود جنھوں نے امامت کے لیے مقرر کیا وہ سب گنہ گار ہوئے، ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ علامہ "ابراہیم" حلبی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"لو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طلاق ونکاح سے امامت کی صحت وعدم صحت کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے طلاق کے کاغذ کے معتبر ہونے، نہ ہونے کی آپ لوگوں کو فکر نہیں ہونی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر مولوی صاحب نے توبہ واستغفار کے بعد اپنی حالت کو صحیح کر لیا ہے تو اراکین کا کہنا درست ہے، ورنہ مجرم کی حمایت کا جرم ان لوگوں پر بھی عائد ہوگا، اور وہ سب گنہ گار ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام مذکور نے اپنی غلط کاری سے توبہ کی تھی اور پھر بعد توبہ اصلاح حال نہ کی تھی تو اس کے پیچھے پڑھی گئیں نمازیں مکروہ تحریمی کے ساتھ ہوئیں جن کا دوہرانا واجب ہے۔ درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۳۰۴

سیاسی نیتاؤں کی شان میں قصیدہ پڑھنے والے کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شکور، مقام تیواری پوروہ، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید گاؤں کی مسجد میں امامت کرتا ہے۔ حالاں کہ وہ نابینا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی نیتاؤں کے لیے ان کے اسٹیج پر جا کر ان کے لیے قصیدہ بھی پڑھتا ہے اور لکھتا ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے ساٹھ سالہ رقم بھی حاصل کرتا ہے اور غیر مسلموں کے یہاں اکثر کھانا وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ ایسی حالت میں گاؤں کے اکثر لوگ ان کی اقتدا میں نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا آدمی امامت کر سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

فاسق کی تعریف کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"إذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش" (۱) یعنی جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے، اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ آج سیاسی نیتا عموماً فاسق وفاجر ہوتے ہیں، ان کی قصیدہ خوانی غضب الٰہی کا سبب ہے۔

لہٰذا ایسے لوگوں کے لیے قصیدہ پڑھنا، اور لکھنا ناجائز ہے اور گورنمنٹی رقم اگر دھوکہ دے کر لیتا ہے تو یہ بھی حرام ہے۔

ارشاد حدیث ہے: "من غشنا فليس منا" (۲) یعنی جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یونہی غیر مسلم کے یہاں کھانا پینا بھی سخت برا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم" (۳) یعنی بددینوں کے یہاں نہ کھاؤ نہ پیو' صورت مذکورہ میں اگر زید کے اندر واقعی وہ عیوب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق وفاجر ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ

---

(۱) الجامع الصغير للسيوطي، ص: ۵۹

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۷۰

(۳) المستدرك للحاكم، ج: ۳، ص: ۶۳۲

ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: "کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للامامة" (۱)

اور درمختار میں ہے:

"کل صلوٰۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

- کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

ایک مرتبہ نماز عید پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شفیق الدین، مہرولی شریف، نئی دہلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں عید الفطر کی نماز کے لیے لوگ جمع تھے، کہ عین جماعت کے وقت لاؤڈ اسپیکر بند ہو گیا، مکبر حضرات بھی اپنے فرائض انجام دینے سے محروم رہے، اس صورت میں جہاں تک آواز پہنچی لوگوں نے نماز کو اپنے تمام ارکان کے ساتھ ادا کیا اور جہاں، جہاں امام کی آواز نہ پہنچ سکی تو ان لوگوں کی نماز اس طرح ادا ہوئی کہ کوئی نمازی سجدے کی حالت میں، کوئی قیام میں، تو کوئی سلام پھیرنے کی فراق میں تھا، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد جن لوگوں تک آواز نہیں پہنچی تھی ان کے آگاہ کرنے پر امام موصوف نے تقریباً دس منٹ کے وقفہ سے دوبارہ نماز ادا کرائی، اسی امام کے دوبارہ نماز ادا کرانے پر لوگوں میں شور برپا ہونے لگا تو جماعت اہل سنت کے ایک عام فرد نے ماحول پر قابو پانے کے لیے فوراً امام صاحب سے خطبہ منگا کر باقی ماندہ لوگوں کی نماز درگاہ شریف کی ایک دوسری مسجد میں ادا کرائی اور ماحول سکون پذیر ہوا۔

جب لوگوں نے امام صاحب سے دوسری نماز ادا کرنے کی بابت دریافت کیا کہ ایک امام دوبارہ نماز کیوں کرا ادا کر سکتا ہے؟ تو امام نے فرمایا کہ: عید کی نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی جب کہ غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اگر امام کے نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی تو امام کو چاہیے تھا کہ سلام پھیرتے ہی دوسری نماز کا اعلان فرماتے۔ حالاں کہ ایسا نہ کیا۔

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۱۵۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱ ص: ۳۰۷

الحمد للہ ہم بخوبی واقف ہیں کہ لحن جلی سے نماز نہیں ہوتی حالاں کہ امام صاحب کا نماز کے اندر لحن جلی کے ساتھ قرآن پڑھنا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ خواجہ قطب الدین جیسی عظیم مسجد کا امام شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہونا چاہیے۔ اس سے قبل رمضان کے آخری جمعہ میں امام صاحب کا بلا عذر شرعی لوگوں سے خطاب نہ فرمانا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدنا خواجہ "قطب الدین بختیار کاکی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب میں بنی خواجہ قطب مسجد کا امام وہ سنی صحیح العقیدہ شخص ہو، جو عالم دین نماز وطہارت کے احکام بخوبی جانتا ہو، قرآن مقدس صحیح پڑھتا ہو، یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو، اور فحش ومنکرات سے بچتا ہو، اخلاق عمدہ رکھتا ہو، وجاہت وشرافت کا حاصل ہو، نظافت وپاکیزگی کا اہتمام کرتا ہو اور بارعب وپروقار ہو۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحكام الصلوٰة هكذا فی المضمرات وهو الظاهر هكذا فی البحر الرائق هذا إذا اعلم من القرأة قدر ما يقوم به سنة القرأة هكذا فی التبين ولم يطعن فی دينه كذافی الكفاية وهكذا فی النهاية ويجتنب الفواحش الظاهرة"(۱)

مذکورہ اوصاف کے علاوہ حکمت ومصلحت کے ساتھ وعظ اور تبلیغ اسلام وسنت کا بھی جانکار ہو۔ امام صاحب کے فرائض منصبی میں اگر جمعہ میں خطاب کرنا بھی شامل ہے تو بلا عذر شرعی خطاب نہ کرنا جرم ہے، ان کو چاہیے کہ اپنے فرائض منصبی کو حتی الامکان بہتر طریقہ سے نبھائیں، اور امام مذکور نے جو دوبارہ نماز عید کی امامت کی تو وہ بے معنی ہے۔ اس سے نماز عید الفطر ادا نہیں ہوئی۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

فاسق کی امامت کا حکم

مسئلہ از: مختار حسین اشرفی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین مسئلہ ذیل میں:

زید اپنے محلے کی مسجد کا امام، قاری، عالم وحافظ ہے، حالات حاضرہ میں تجارت بھی کرتا ہے لیکن خرید

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۸۳

وفروخت میں مال والوں کی رقم اپنے وعدے کے مطابق واپس نہیں کرتا ہے اور قرض کا تقاضہ کرنے والوں سے آج دیتا ہوں، کل دیتا ہوں، کرتا ہے اور سالوں کا مسئلہ ہورہا ہے۔ وعدہ کرکے وعدہ خلافی کر رہا ہے، اور سیاسی وسماجی تقریبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جیسے امام کو اگر اصلاحاً کچھ کہا جائے تو سلام وکلام بھی بند کر دیتا ہے اور ہر مسئلہ کے جواب پر کہتا ہے کہ کسی مفتی سے فتویٰ منگا کر بتاؤ تو میں اپنی غلطی مان لوں گا جب کہ زیادہ تر مقتدی ملول خاطر ہیں اور فتنہ نہ ہوجائے اس خدشے سے خاموش رہتے ہیں اور دوسری مسجد میں نماز ادا کرنے جارہے ہیں۔

لہٰذا زید جیسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس کی اقتدا کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

(۱) کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ودرست ہے یا نہیں؟

(۲) زید جیسے امام کی قلیل آمدنی ہوتے ہوئے بھی ممبئی جیسے شہر میں فلیٹ خریدنا کہاں تک صحیح ہے جب کہ بڑے شہروں میں قرض کے بغیر ممکن نہیں۔ قرض شرح سود کی صورت میں۔

(۳) زید کا دیوبندی مسلک والوں کے گھر آنا جانا، کھانا پینا بھی ہے کیا درست ہے؟

برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جھوٹا وعدہ کرنا اور وعدہ خلافی کرنا ناجائز ہے، سیاسی، سماجی تقریبات اگر حرام وممنوع امور پر مشتمل ہوں تو جانتے ہوئے بلاضرورت شرعیہ ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے۔ یوں ہی بلاضرورت شرعیہ سودی قرض لینا بھی ناجائز ہے اور دیوبندیوں کے یہاں بطور موانست کھانا پینا، تعلقات رکھنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ **کما ھو مصرح فی کتب الفقه والفتاویٰ.**

سوال میں مذکورہ باتیں اگر واقعی زید کے اندر ہیں تو وہ شرعاً فاسق ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، کہ پڑھنا ناجائز اور اگر پڑھ لی تو اعادہ کرے۔ "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"وکرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للإمامة (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۱۶۵

پیک بننے والے اور سہارا بینک میں ایجنٹی کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئله از: قمر الدین، لوکھواں، تلشی پور، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی، حافظ اور قاری ہے مگر وہ نویں محرم الحرام کو پیک بندھاتا ہے، اور اس فعل کی اجرت وصول کرتا ہے، اور تعزیہ کے سامنے فاتحہ دیتا ہے، اور خود اس کے گھر تعزیہ رکھی جاتی ہے، اور سہارا کمپنی کی ایجنٹی کرتا ہے۔

کیا زید لائق امامت ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

پیک بننا اور باندھنا ناجائز وگناہ ہے۔ صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"پیک بننا بھی بالکل ناجائز ومہمل اور اس کی کمر میں گھنٹیاں باندھنا حرام"

حدیث شریف میں ہے: "**لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیھا جرس**" ایسے لوگوں کے ساتھ ملائکہ رحمت نہیں ہوتے۔" (۱)

اور جب پیک باندھنا ناجائز تو اس پر اجرت بھی ناجائز ہے۔ رہی سہارا کمپنی میں ایجنٹی تو وہ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مگر جب زید تعزیہ داری کے تعلق سے اتنے ناجائز امور کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے۔ لائق امامت ہرگز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"**وکرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للإمامۃ**" (۲)

درمختار میں ہے: "**کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا**" (۳)

البتہ اگر زید ان حرکتوں سے توبہ واستغفار کر کے اصلاح حال کر لے تو اب اس کی اقتدا درست ہوگی جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۱۳

(۲) مراقی الفلاح، ص:۱۶۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۱، ص:۳۰۷

جماعت میں شریک سنیوں، دیوبندیوں کی امامت کرنے والے امام کا حکم

مسئلہ از: محمد مصباح الدین علیمی، ناتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دیوبندیوں اور سنیوں کی امامت کرتا ہے جس میں دیوبندیوں کی اکثریت ہو، اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس سے سلام ومصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اور اس کو امامت کے لیے آگے بڑھانا اور بڑھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس کے گھر تک رسائی نہ ہو کہ وہ سنی ہے کہ دیوبندی اور اس کی امامت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں۔ مزید برآں اس کو امامت سے ہٹانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ عزوجل

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں۔ سنیوں کی جماعت میں ان کی شرکت سے قطع صف لازم آتا ہے۔ اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ دیوبندیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں، لیکن اگر انہیں منع کرنے میں فتنہ وفساد برپا ہو تو سنی معذور ہوں گے، مگر امام دیوبندیوں کی امامت کی نیت ہرگز ہرگز نہ کرے۔ صرف سنیوں کی نیت امامت کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے کو محض اس بنا پر امامت سے ہٹا دینا درست نہیں ہے اور اگر امام نے دیوبندیوں کو مسلمان سمجھ کر نماز وجماعت کا اہل مانا تو ان کو مسلمان جاننا، اور نماز وجماعت کا اہل سمجھنا کفر ہے۔ "کما قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ مرۃ بعد اُخریٰ" لہٰذا امام پر توبہ تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اگر امام توبہ واستغفار اور تجدید اسلام ونکاح کرلے تو اس کی امامت درست ہوگی۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو اور جس شخص کے متعلق شبہ ہو بے تحقیق اسے امام نہ بنایا جائے اور اگر کوئی محل شبہ نہ ہو تو بنایا جاسکتا ہے۔ پھر اگر بعد میں تحقیق ہو کہ امام بدعقیدہ مثلاً وہابی، دیوبندی تھا تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ فرض ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ وغیرہ کتب اہل سنت میں مرقوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

نجدی امام ہو تو عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ: از محمد سیفی قادری مقام للولی، فتح پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایام حج میں میدان عرفات میں نماز ظہر و عصر ایک ساتھ ظہر کے وقت پڑھنے کا حکم ہے جب کہ آج کل دونوں نمازیں وہابی امام پڑھاتا ہے تو کیا اس کی اقتدا میں جمع بین الصلوٰتین کی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عرفات میں ظہر و عصر جمع کرنے کے لیے سلطان اسلام یا اس کا نائب ہونا شرط ہے جب وہ امامت کرے تو حجاج اس کے ساتھ جمع بین الصلوٰتین (بین الظہر والعصر) کریں گے اور صاحبین کے نزدیک سلطان یا نائب کی شرط نہیں ہے مگر صحیح پسندیدہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اما المختلف فیہ فمنها ان یکون اداء الصلوتین بالجماعة عند ابی حنیفة حتی لوصلی العصر وحده اوالظهر وحده لا یجوز العصر قبل وقتها عنده وعند ابی یوسف ومحمد هنا لیس بشرط ویجوز تقدیمها علی وقتها.

"والصحیح قول ابی حنیفة لما ذکرنا ان جواز التقدیم ثبت معدولاً به عن الاصل مرتباً علی ظهر کامل وهی المؤداة بالجماعة مع الامام أونائبه، والمؤداة بجماعة من غیر امام أونائبه لا تکون مثلها فی الفضیلةفلا تکون فی معنی موردالنص،(۱)

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں۔

"وشرط لصحة هذاالجمع الامام الاعظم أونائبه والاصلوا وحدانا"(۲)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا

(۱) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۵۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲، ص: ۱۷۴

ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں''(۱)
اس کے علاوہ تمام کتب فقہ میں یہ شرط تحریر ہے جس سے واضح ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کی ایک شرط سلطان اسلام یا اس کے نائب کا نماز پڑھانا ہے اور اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں یا سلطان یا اس کے نائب کے علاوہ کوئی دوسرا جماعت سے پڑھائے تو اس صورت میں جمع کرنا ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے اب یا تو حجاج الگ اپنی اپنی نماز پڑھیں یا اپنی خاص جماعت سے دونوں صورتوں میں ان کے لیے حکم ہے کہ ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں وقت ظہر میں دونوں کو جمع کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی
۲۰ رمحرم ۱۴۲۳ھ

عالم دین امام کو بلا وجہ شرعی منصب امامت سے ہٹانے والوں کا حکم

مسئلہ از: محمد حنیف عرف عبد الخالق رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔
ایک سنی صحیح العقیدہ شخص نے زمین خرید کر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرائی، اور ایک متدین عالم دین کو اس مسجد کا امام و خطیب مقرر کیا، اور ان کی تنخواہ ہر ماہ اپنی جیب خاص سے ادا کرتا ہے، وہ امام تقریباً اٹھارہ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تمام مقتدی ان کی امامت سے خوش ہیں۔
چند شر پسند فتنہ پرور لوگوں نے اس امام کو عین نماز کے وقت مصلّٰی سے ہٹا کر ذلیل و رسوا کیا، اور دوسرے غیر عالم شخص کو امام مقرر کر دیا، اور مسجد کے متولی کو بے دخل کر دیا۔
اس سلسلہ میں چند سوالات کے جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔
(۱) امام راتب کو مصلّٰی سے ہٹا کر اس کو ذلیل کرنا از روئے شرع کیا ہے؟
(۲) عالم دین کی توہین کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟
(۳) مسجد کے متولی کو بلا وجہ شرعی مسجد سے بے دخل کرنا کیا ہے؟

(۱) بہار شریعت ج:۶، ص:۸۶

(۴) مسجد میں شر اور فتنہ برپا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۵) عالم دین کے بجائے غیر عالم کی امامت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

امام جامع شرائط امامت واجب التعظیم ہے، اور بلا وجہ شرعی اسے مصلّی سے ہٹا دینے میں اس کی توہین، ظلم وزیادتی اور ایذائے مسلم ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من آذی مسلماً فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی اللّٰہ" (۱)

اور اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" حنفی قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے۔ (۲)

امام اجل علامہ "علاء الدین" حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة او عدم اھلیة" (۳)

خاتم المحققین "علامہ ابن عابدین" شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمھا لصاحب وظیفة" (۴)

اور اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اگر واقع میں نہ زید وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بد مذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال کی وجہ سے کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة. (۵)

لہٰذا جن لوگوں نے امام کو بلا وجہ شرعی مصلے سے ہٹا کر ذلیل ورسوا کیا وہ مجرم وگنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ امام صاحب سے معافی مانگیں اور توبہ واستغفار کریں اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو مسلمان ایسے

---

(۱) کنز العمال، ج:۱۶، ص:۱۰

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص:۲۱۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۳، ص:۳۸۶

(۴) رد المحتار، ج:۳، ص:۳۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص:۲۴۱

لوگوں سے دور رہیں اوران کو اپنے سے دور رکھیں ۔ارشاد باری تبارک وتعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر کوئی شخص عالم دین کی اس لیے توہین کرتا ہے کہ وہ عالم دین ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور اگر کسی دنیوی سبب سے تحقیر وتذلیل کرتا ہے تو سخت مجرم وگنہگار اور فاسق وفاجر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے۔اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔خلاصہ میں ہے ''من ابغض عالماً بغیر سبب ظاهر خيف عليه الكفر'' منح الروض الأزهر میں ہے:''الظاهر انه كفر'' (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) جو متولی دیندار متدین وقف کا بہی خواہ اور امانت دار ہواسے کار تولیت سے بلا وجہ شرعی برطرف کرنا خصوصا جب کہ وہ واقف بھی ہو درست نہیں ہے۔جن لوگوں نے ایسے متولی کو برطرف کیا وہ سب ایذائے مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) فتنہ وفساد اور شر کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' (۳) یعنی فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

اور ایک مقام پر ہے:

''اَلْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ'' (۴) فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔

اور پھر مسجد میں فتنہ کرنا اور بھی زیادہ قبیح اور مذموم ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان پر توبہ واستغفار اور اس حرکت شنیعہ سے احتراز لازم ہے۔اگر نہ مانیں تو انہیں مسجد سے روک دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں۔قال اللہ تعالیٰ ''اولٰئک ما کان لهم ان يدخلوها إلا خائفين'' درمختار میں ہے ''يمنع منه كل موذ ولو بلسانه'' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں زیر

---

(۱) سورۂ ہود، آیت: ۱۱۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۱

(۴) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۱۷

حدیث فلا یقربن مصلانا. پھر درمختار میں ہے "والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ" (۱)
واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۵) اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"مفضول فاضل کی امامت کرسکتا ہے جب کہ شرائط صحت وجواز امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص نہ آئے گا، نہ متولی پر اس کا الزام ہے۔

ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ: "من استعمل علی عشرۃ من ارض عبداللہ تعالیٰ فقد خان اللّٰہ ورسولہ والمؤمنین" جس نے دس مخصوصوں پر کسی ایسے کو مقرر کیا کہ نظر شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا۔ اس نے اللہ ورسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۴۳۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۵۰۷

کیا مقرر امام کی اجازت کے بغیر کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی، بھوپال۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں: کہ ایک حافظ نے مسجد کے صدر صاحب سے کہہ کر مسجد کے امام کو ہٹوایا اور خود امامت کرنے لگے۔ کیا حافظ کے پیچھے نماز ہو جائے گی جب کہ امام صاحب کا کوئی قصور نہیں تھا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بلا کسی شرعی خرابی کے امام معین کو ہٹانا ناجائز ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر واقعی میں نہ زید وہابی ہے، نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے "لیس للقاضی عزل صاحب وظیفة بغیر جنحة" (۱)

لہٰذا اگر امام اول میں کوئی خرابی نہیں بلکہ وہ جامع شرائط امامت ہے تو اسے معزول کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں جن لوگوں نے اسے معزول کیا وہ سب امام اول سے معافی مانگیں اور اسے امامت پر بحال کریں۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو نماز نہیں پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ کسی لائق امامت کو اجازت دے دے تو حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۶ر ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

کفر سے توبہ کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: تاج محمد خاں، لاڈنوں

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ آیا وہ شخص جو شہر قاضی دکی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۲۴۱

مسجد کا امام بھی ہو اور کسی کام (فعل) پر اس سے کفر عائد ہو گیا ہو۔ مدتوں بعد اس نے جزم قبول کیا ہو اس کو سرعام علمائے دین کی موجودگی میں توبہ کرائی گئی ہو، اس کے باوجود وہ شخص اسی کام کو پھر سے کرنے لگا ہو۔ ایسے آدمی کے بارے میں قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے۔ کیا وہ شخص مومن رہے گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین۔ فقط

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی شخص مذکور نے کفر سے توبہ کی اور پھر ایسا کام کیا جو کفر ہے تو اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ بعد توبہ جب کافی اطمینان ہو جائے کہ دوبارہ ایسی کفری حرکت نہ کرے گا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ بشرطیکہ کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری   کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: عبدالرحیم بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں: قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مفصل جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱) مسجد کے ٹرسٹی واراکین نے قدیم مسجد کو شہید کر کے از سر نو ایک عالی شان مسجد تعمیر کی، ابھی اس کی تعمیر کے بہت سارے کام باقی ہیں چوں کہ جب تک مسجد بالکل چھوٹی تھی آمدنی کے ذرائع بالکل کم تھے۔ اس لیے ایک معمولی عالم کو امام کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔

اب ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح مسجد عالی شان ہو گئی ہے واراس علاقے کے سینوں کے لیے باعث صد افتخار بن گئی ہے تو اس کا امام بھی ایسا زبردست ہو جو مفتی، حافظ، قاری اور بہترین صلاحیت کا حامل بھی ہو جو اپنے کردار وعمل، اور عمدہ تقریر وتحریر کے ذریعہ یہاں سے مسلک اعلیٰ حضرت کا بھرپور کام کر سکے اور جملہ نمازیوں کو نماز ودیگر فرائض، واحکام شرعیہ سے واقف کرا کر ان کی اصلاح کر سکے اور یہی مستقل مسجد کا امام ہو، اور جو موجودہ امام ہیں وہ اس صلاحیت کے حامل نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں نہ نکال کر نائب امام کی حیثیت سے رکھا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں اور ٹرسٹی واراکین کو اس طرح

کے دوسرے امام کو لانے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اگر انہیں اس بات کا حق حاصل ہے تو پھر موجودہ امام کا اس سلسلے میں خلل اندازی کرنا اور ہٹ دھرمی پر اتر آنا کیا یہ ان کے لیے شرعاً جائز و درست ہے؟

(۲) موجودہ امام کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے مقتدی کراہت محسوس کرتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ کہ وہ خلاف واقعہ بولنے کے عادی ہیں۔ جب مفتی امام لانے کی بات آئی تو اب وہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی مفتی ہوں۔ مجھ سے اچھا کون پڑھنے والا ہے جب کہ سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ مفتی نہیں ہیں بلکہ اس پایہ کے بھی عالم نہیں ہیں کہ وہ مکمل صحیح مسائل شرعیہ بتا سکیں۔ وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں جیسا کہ اس کی پوری تفصیل اس کے ساتھ ضم شدہ خط میں ہے کہ انہوں نے پہلے ہم کو ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ کہا کہ آج تک آپ نے ہمارے لیے رہائش کا معقول انتظام نہیں کیا حالاں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے لیے مسجد کی طرف سے اتنا معقول انتظام ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے بال بچوں کے ساتھ مسجد کے روم میں رہ رہے ہیں اور ان کے خاندان کے کتنے لوگ مسجد ہی میں اپنا گزارا کرتے ہیں اور رمضان شریف میں گواہوں کے سامنے انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ عید کے بعد روم خالی کردوں گا مگر اب اپنے کیے ہوئے وعدہ سے مکر گئے۔ چند لوگوں کا گروپ بنا کر اختلاف اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں۔

اب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا شرعاً جائز و درست ہے؟ اگر نہیں تو تمام نمازیوں کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

(۳) امام موصوف اب تک مسجد کے کمرے میں رہتے ہیں۔ اب مسجد کی تعمیر جدید کے بعد مسجد کی کچھ ضروریات ایسی درپیش ہیں کہ مسجد کے مفاد کی خاطر امام کے اس حجرہ کو اس جگہ سے ہٹانا پڑ رہا ہے جب کہ منتظمین نے امام مذکور کی رہائش کے لیے پہلے ہی سے دوسرے حجرہ کا انتظام بھی کر دیا تھا تا کہ انہیں منتقل ہونے میں دشواری نہ ہو مگر یہ امام اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس حجرہ کو خالی نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ گروپ بندی، اور فتنہ و فساد کروانے پر آمادہ ہیں جس کی وجہ سے مسجد کے بہت سارے تعمیری کام رک گئے ہیں۔ کیا امام مذکور کا یہ فعل از روئے شرع درست ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ شرع شریف کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں اور اپنا فیصلہ پیش فرمائیں کہ اختلاف کی صورت دور ہو اور ہم دین وسنیت کا بھرپور کام کرسکیں۔ ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ صورت مذکورہ میں شرعی حکم صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی امام ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال ۲/۳ میں اس کے متعلق تحریر ہے، تو وہ امام فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

"وكره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة" (۱) اور علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ نے فرمایا:

"والفسق لغة خروج عن الإستقامة وشرعاً خروج عن طاعة الله تعالىٰ بارتكاب كبيرة" (۲)

اور جب وہ لائق امامت نہیں تو نہ اسے امام بنانا درست، نہ نائب امام بلکہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور اگر وہ جامع شرائط امامت ہے تو بلا کسی وجہ شرعی کے اس کو ہٹا کر کسی دوسرے کو امام بنانا درست نہیں ہے۔ امام اجل علامہ حصکفی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة او عدم اهلية" (۳)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال في البحر واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة" (۴)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے: "ليس للقاضي عزل صاحب وظيفة بغير جنحة" اور اگر واقعی اس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد ہے۔ جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت فاسد اور اس کے پیچھے نماز باطل محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ (۵)

تو جس صورت میں اس کا معزول کرنا ضروری ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور پڑھنے والے گنہ گار ہیں اور

---

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۴) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۴۱

جس صورت میں اس کا معزول کرنا ممنوع تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

گندی فلمیں دیکھنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد افروز انصاری، چھندواڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ مدرسہ میں CD چلا کر BF فلم دیکھا تو اس کے لیے شرعی کیا حکم ہے۔ اس کے بھی پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اگر نہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل پیش کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فلم دیکھنا ناجائز ہے۔ خصوصاً گندی فلموں کا دیکھنا تو اور بھی سخت ناجائز وحرام ہے۔ دیکھنے والا فاسق وفاجر اور بدکار ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ 'لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً کما فی التبین وغیرہ'. واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

کیا ولد الزنا کی امامت جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ متعلم دارالعلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ولد الزنا کے پیچھے جو کہ حافظ بھی ہے، نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مندرجہ مسئلہ کی توضیح فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر حاضرین مجلس میں کوئی شخص ولد الزنا سے زیادہ طہارت ونماز کے مسائل جانتا ہو اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو ایسے شخص کے ہوتے ہوئے ولد الزنا کو امام بنانا صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت ونماز کا علم رکھنے والا وہی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ ہو۔ چنانچہ علامہ تمرتاشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یکرہ امامۃ عبدو اعرابی وولد الزنا" (الی قولہ) إلا ان یکون اعلم القوم" (۱)
اور امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: "ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں وہ ہی صرف لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔" (۲) وھکذا فی فتاویٰ فیض الرسول لفقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہٗ" واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

المجیب مصیب: محمد تفسیر القادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے یا سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: نصیب اللہ عزیزی، امام جماعت لطیفیہ مسجد، ملند نگر پپری، پونا، مہاراشٹر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
(۱) اگر کوئی امام داڑھی میں خضاب لگائے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہو تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
(۲) چندہ کر کے حج کے لیے جانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص خود چندہ کر کے حج کو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ حل فرما کر عنداللہ ماجوں ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
(۱) سیاہ خضاب لگانا ناجائز و حرام ہے۔ اس کو لگانے والا فاسق معلن، مرتکب گناہ کبیرہ ہے۔
مسلم شریف میں ہے:
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد" (۳) یعنی اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہی کے قریب نہ جاؤ۔
ایک دوسری حدیث میں ہے:

---
(۱) تنویر الابصار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۳۷۶
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۹
(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۲، ص: ۱۹۹

"من اختضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة" (۱) جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز محشر اس کا منہ کالا کرے گا۔اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں میں سیاہ خضاب لگانے پر وعیدیں آئی ہیں۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مذہب صحیح میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ ناطق"(۲)

ایک جگہ فرماتے ہیں"یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل ومردود ہے"۔(۳)

شارح بخاری مفتی"شریف الحق"امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں" کالی مہندی جس کے لگانے سے سفید بال سیاہ نظر آئیں اس کا لگانا حرام وگناہ ہے اور جو شخص لگاتا ہے وہ فاسق معلن ہے۔(۴)

اسی طرح حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا ناجائز ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں"داڑھی کترانا، منڈانا حرام ہے"۔(۵)

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے"الاخذ من اللحية وهو دون ذلك (اى بقدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احد" (٦)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں

"داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے"۔(۷)

لہٰذا جو امام خضاب لگائے، ایک مشت سے کم داڑھی رکھے وہ فاسق معلن ہے۔اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔چنانچہ علامہ"ابراہیم" حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على ان الكراهة فى تقديمه كراهة تحريم" (۸) اور درمختار، میں ہے

"كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها" (۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس شخص کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو سامان ہو اسے بغیر ضرورت سوال کرنا ناجائز وحرام

---

(۱) مجمع الزوائد للهيثمى، ج:۵، ص:۱۶۳
(۲) حك العيب فى حرمة تسويد الشيب
(۳) احکام شریعت، ص:۷۲
(۴) ماهنامه اشرفيه، ص ۳۱، ستمبر ۲۰۰۲ء
(۵) الفتاوىٰ الرضويه، ج:۳، ص:۳۷۲
(٦) الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص:۴۱۱
(۷) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۱۹۷
(۸) غنية المستملى، ص:۴۲۹
(۹) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۱۶

ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری، میں ہے

"لا تحل المسئلة لمن یملک قوت یومه بعد سترة بدنه کذافی فتح القدیر" (۱)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔" (۲) اور حج کے لیے چندہ مانگنا کسی ضرورت و مجبوری کے تحت نہیں آتا ہے۔ اس لئے چندہ مانگ کر حج کو جانا جائز نہیں ہے۔

جس نے حج کے لیے چندہ مانگا اس نے ناجائز و حرام کام کیا۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر توبہ کر لے اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو چوں کہ وہ فعل حرام کے ارتکاب سے فاسق ہو گیا اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی　　۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

جس کو ما یجوز به الصلاة پر قدرت نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد شمیم نوری، کمدہ لال پور، پوسٹ اٹوا بازار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں:

(۱) زید عالم ہے، مدرس ہے، امامت بھی کرتا ہے۔ زید نے سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابی کی لڑکی کے ساتھ پڑھا دیا اور جب کہ کئی لوگوں نے منع بھی کیا کہ سنی کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ نیز سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے دوران تقریر یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یعنی ہم سنیوں کو حلال کھلاتا ہے اور وہابیوں، دیوبندیوں کو حرام کھلاتا ہے۔ ایسا جملہ اللہ جل وعلا کے بارے میں بولنا کیسا ہے؟ ایسا بولنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید نے "فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" کو "فَاذْكُرْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرْنِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" اور اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر "ز" کی جگہ "ج" اور "ظ" کی جگہ پر "ز، ض" ادا کرتا ہے اور تجوید کی کوئی رعایت نہیں کرتا ہے اور اس کے پیچھے تجوید کے جانکار بھی کبھی کبھی نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔ کیا پڑھے لکھے لوگوں کی نماز ہو جائے گی؟ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۸۸　　(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۹۲۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر یہ سچ ہے کہ لڑکی وہابیہ تھی جس سے کسی سنی لڑکے کا نکاح زید نامی مولوی نے لوگوں کے بتانے اور منع کرنے کے باوجود پڑھایا تو یقیناً زید نے حرام حرام اشد حرام جرم کا ارتکاب کر کے اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے قہر و غضب کو دعوت دے کر دوزخ کی آگ اپنے اوپر حلال کر لی۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"وہابیت ارتداد ہے اور مرتد، مرد ہو، یا عورت اس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، جس سے ہوگا زنا خالص ہوگا"۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط" (۱)

لہٰذا زید پر فرض ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کر کے علانیہ توبہ کرے اور نکاحانہ کے طور پر جو رقم لی تھی اسے واپس کرے اور بقدر امکان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا شدید مقاطعہ اور سخت بائیکاٹ کریں۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ہی اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں بلکہ ممکن ہو تو اسے امامت اور مدرسی سے الگ کروادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اللہ عزوجل کی شان اقدس میں اس طرح کے الفاظ بولنے سے احتراز ضروری ہے۔ بولنے والے پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو شخص نماز میں تجوید کی رعایت نہیں کرتا اور قرآن کریم صحیح نہیں پڑھتا، ایسی کمی و زیادتی یا تبدیلی حروف کرتا ہے، جو مفسد معنی ہو اس کی نماز خود ہی صحیح نہیں ہوتی تو اوروں کی نماز اس کے پیچھے کیوں کر صحیح ہوگی۔

"فتاویٰ رضویہ" میں ہے "حروف و حرکات کی تصحیح ع، ت، ط، ث، س، ص، ح، ہ، ذ، ز، ظ وغیرہا میں تمیز غرض ہر نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے۔ انتھی بقدر الحاجۃ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۱۹۴

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۰۴

غیر مقلدوں کی اقتدا جائز نہیں

مسئله از: محمد مظہر علی نظامی نیپالی، مقام جھونکا پراسی، دھکدھئی، نیپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں

کہ اہل حدیث کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے نماز درست ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے یا بکر کا؟

جو بھی صحیح ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نیز زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کا نکاح باطل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

غیر مقلدین اپنے عقائد باطلہ فاسدہ کی بنیاد پر گمراہ، بدمذہب، بددین اور بدعتی ہیں۔ علامہ "سیدی احمد" مصری طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة، وهم الحنفيون، والمالكيون، والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجاً عن هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار" (۱)

ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا محض باطل وناجائز ہے۔

علامہ "ابن ہمام" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ان الصلوٰة خلف اهل الأهواء لا تجوز" (۲)

لہٰذا بکر کا قول صحیح ودرست ہے۔ زید اپنے قول میں محض جھوٹا اور غلط ہے اور اگر زید غیر مقلدین کے عقائد واعمال پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو لائق امامت اور مسلمان جانتا ہے تو بے شک اس کا نکاح ختم ہوگیا۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

---

(۱) حاشية الطحطاوي على الدر، ج:۴، ص:۱۵۳

(۲) فتح القدير، ج:۱، ص:۳۰۴

جس شوہر کی نافرمان بیوی اس کی اجازت لے کر مائیکے چلی جائے اس کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد رمضان علی، مدرسہ اہل سنت محی الاسلام، بتھریاں کلاں، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں

زید کی نافرمان بیوی اپنے مائیکے ممبئی جانا چاہتی ہے۔ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو مائیکے بھیج دیا ہے۔ اب عمرو کا کہنا ہے کہ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو بھیج دیا ہے۔ لہٰذا اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ لہٰذا حکم شرع سے آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر صرف اتنی سی بات ہے کہ زید نے اپنی نافرمان بیوی کو اس کے اصرار پر چار وناچار مائیکہ جانے کی اجازت دے دی یا ناراض ہوکر اسے مائیکہ بھیج دیا تو یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے زید کی امامت درست نہ ہو۔ بیوی سے ناراض ہوکر اسے مائیکہ بھیج دینا اور طلاق نہ دینا یہ بجائے خود عیب کی بات نہیں ہے تو پھر اس سے زید کی امامت درست نہ ہونے یا اس کی اقتدا میں نماز درست نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲؍ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

دیوبندی کی اقتدا کرنے والے کی امامت کیسی؟

مسئلہ از: سراج احمد القادری اوسان پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید دیوبندی مولوی کی اقتدا میں مصلائے نماز جنازہ کی صورت میں کھڑا رہا۔ آیا ایسی صورت میں زید کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں اور شرعی حکم اس پر کیا نافذ ہوتا ہے اور بکر سنی علما پر تنقیدی نظر رکھتا ہے۔ اس نے کہا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی مولوی کی اقتدا میں نماز جنازہ کے لیے صورتاً کھڑا ہونا بھی درست نہیں ہے۔ کیوں کہ عوام تو یہی سمجھیں گے اس نے دیوبندی مولوی کی اقتدا کی تو وہ اسے متہم و مطعون بھی کریں گے اور خود بھی دیوبندیوں کی اقتدا کرنے لگیں گے۔ مسلمان خصوصاً علما کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے عوام کو تہمت لگانے کا موقع ملے۔ حدیث شریف میں ہے:

"من کان یومن باللہ وبالیوم الآخر فلایقف مواقف التھم" (۱)

زید پر توبہ اور استغفار لازم ہے۔ بعد توبہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔

اور بکر نے زید کے متعلق صحیح کہا کہ اس کی اقتدا میں بغیر اس کے توبہ کیے نماز درست نہیں۔ البتہ بکر کا علما اہلسنت پر تنقید کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے۔"(۲) بکر پر لازم ہے کہ علما اہل سنت کی خطا گیری اور تنقید سے توبہ کرے اور اپنی اس ذلیل حرکت سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی　　　　　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

جان بوجھ کر دیوبندیوں کا سنیوں کے ساتھ نکاح پڑھانے والے امام کا حکم

مسئلہ از: سراج احمد قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

زید جو کہ سنی ہے اور اپنے گاؤں کی مسجد کا امام ہے۔ بکر سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر دیوبندی کے ساتھ پڑھا جب کہ زید کو اچھی طرح معلوم ہے کہ عمر دیوبندی ہے اور یوں ہی زید نے ہندہ دیوبندی کا نکاح عمر سنی کے ساتھ پڑھا۔ اس صورت میں زید پر کیا حکم ہے؟ آیا زید امامت کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟ برائے کرم اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

نوٹ: صورت یہ ہے کہ زید سنی نے ایک نہیں کئی مرتبہ ایسا کام کیا ہے۔

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۲۴۹

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۹، ص: ۵۳۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی زید نے جانتے بوجھتے ہوئے کسی دیوبندی، وہابی کا نکاح پڑھا ہے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید بیعت اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا ہے اور دیوبندیوں کے پڑھے نکاح کے باطل اور غلط ہونے کا اعلان کر دیتا ہے تو اب وہ لائق امامت رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

"التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"(۱)

اور اگر وہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح نہیں کرتا ہے تو ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

ارشاد باری جل جلالہ ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وخطاکار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰/۴/۱۴۲۱ھ

ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت

مسئلہ از: سیف اللہ ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار العلوم، بھوورہ، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جامع مسجد کا امام ہو اور خشخشی داڑھی رکھتا ہو۔ غیر محرمہ عورت کی چھیڑ خانی کا الزام بھی ہو۔ اس کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کے امامت سے نہ ہٹنے کی صورت میں دوسری جگہ نماز پنجگانہ کے ساتھ نماز جمعہ قائم کرنے پر کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) السنن لابن ماجہ ج:۲، ص:۳۱۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

ارشاد فرمایا: "انھکوا الشوارب واعفوا اللحی" (۱) یعنی مونچھوں کو خوب کم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

حضرت علامہ اجل "علاء الدین" حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یحرم علی الرجل قطع لحیتہ" (۲)

اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرانا حرام ہے"۔ (۳)

لہٰذا زید داڑھی ایک مشت سے کم کرانے کی بنا پر حرام کار اور سخت مجرم و گنہ گار فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ اگر پڑھ لی ہے تو دہرانا واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے:

"لو قدموا فاسقاً یا ثمون" (۴)

اور در مختار میں ہے:

"کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۵)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔ اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی لی ہے تو پھیرنی واجب۔ (۶)

اگر زید امامت سے نہ ہٹے تو مسلمان کسی دوسری جگہ لائق امامت کی اقتدا میں نماز پنجگانہ پڑھیں، اگر شرائط جمعہ متحقق ہوں تو نماز جمعہ بھی قائم کریں۔ بصورت دیگر جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ کے بجائے ظہر با جماعت پڑھیں۔ ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللّٰہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ / ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

ترکہ میں لڑکے اور لڑکیوں کا برابر کا حصہ دلانے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد سکندر رضوی، دار العلوم سید حسن شاہ قادری، انگوم۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع مطہرہ اندریں مسئلہ کہ بکر، جو قرآن کو تلفظ اور تجوید و ترتیل کی رعایت کرکے پڑھنا

---

(۱) الجامع الصحیح للبخاری، ج: ۲، ص: ۸۷۵　　(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۵، ص: ۲۸۸

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۱۹۷　　(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۳

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۳۳۷　　(۶) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۵۳

تو در کنار زیر و زبر کی بھی رعایت نہیں کرتا۔ داڑھی بھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے، چوراہوں وشاہراہوں پر کھڑے ہوکر بیڑی وسگریٹ پھونکتے رہتا ہے۔ دعا وتعویذ اس کا مشغلہ ہے۔ بالغہ عورتوں کا بال پکڑ کر شیطان چھڑاتا اور کہتا ہے روح بد کا اثر ہے۔ سر سے مرغ اتار کر خود کھاتا ہے۔ تقسیم ترکہ کے بارے میں کہتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو برابر کا حصہ ملنا چاہیے اور اپنے گھر وخاندان والوں کو اسی پر عمل کرواتا ہے۔ مصافحہ کا ایک طریقہ جس کی نسبت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ”بہار شریعت“ میں ذکر کیا ہے کہ:

”ہر ایک کا داہنا ہاتھ داہنے ہاتھ سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھا دبائے یہاں بعض جگہوں پر مصافحہ کا وہ طریقہ رائج بلکہ متصلب سنیوں کی پہچان وعلامت بن چکا ہے۔ مصافحہ کے اس طریقہ کو بکر اپنی دانش کے مطابق کافروں کا طریقہ بتاتا ہے اور صحیح بات ماننے کو تیار نہیں۔ بکر سے اعلم لوگ مسجد میں موجود پھر بھی وہ از خود مصلیٰ پر چلا جاتا ہے۔

نماز پڑھانے کے لیے دار العلوم کے طلبہ، حافظ اور مولوی ہو رہے ہیں۔ ان کی عمریں ۱۵، ۱۶ سال کی ہے اور وہ اپنے بلوغ کا اقرار کرتے ہیں۔ جب کبھی امام کی عدم موجودگی میں لوگ ان طلبہ کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے ہیں بکر ان کی اقتدا صرف اس لیے نہیں کرتا کہ داڑھی نہیں آئی ہے اور کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی اور کبھی تو مصلے سے ہٹا کر خود آگے بڑھ جاتا ہے۔

لہٰذا مفتی صاحب قبلہ سے درخواست ہے کہ شخص مذکور کے بارے میں شرع شریف کا فرمان وحکم کیا ہے؟ جواب سے نوازیں اور مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا فرد بکر کی اقتدا درست ہے یا نہیں اور اس کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرما کر کے عند اللہ اجر وثواب کے مستحق بنیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بکر واقعی ان امور کا مرتکب ہے تو وہ سخت مجرم وگنہ گار، جاہل، مکار، مستحق نار وغضب جبار، حد درجہ فاسق ہے اسے امام بنانا ناجائز اور اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ”مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم“ (۱)

درمختار میں ہے: ”کل صلوة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا“ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

مدرسوں کا چندہ وصول کر کے بغیر جمع کیے ہوئے خرچ کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد کلام الدین، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: جو امام مسجد رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں زکوٰۃ فطرہ وصول کر اس میں کی آدھی رقم مدرسہ میں جمع کر کے اور آدھی رقم اپنے مصرف میں لگا دے جب کہ یہ پوری رقم غریبوں یا مسکینوں وغیرہ کا حق ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پنجگانہ، جمعہ، تراویح وعیدین جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

آج کل مدارس عربیہ کا چندہ وصول کرنے والے عموماً عامل نہیں ہوتے ہیں کہ ان کو چندہ وصول کرنے کے لیے بھیجنے یا متعین کرنے والے ذمہ داران مدرسہ ہوتے ہیں جو حاکم اسلام نہیں۔

لہٰذا وہ وکیل ہوتے ہیں اور انہیں یہ اجازت نہیں کہ بلا تملیک حق المحنت لے لیں اور اگر ایسا کریں تو یہ امانت میں خیانت ہوگی جو حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(۱)

"اے ایمان والو! اللہ ورسول سے دغا نہ کرو، نہ امانتوں میں جان بوجھ کر۔

اور اس طرح کرنے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی بلکہ انہیں زکوٰۃ دینے والوں کو تاوان دینا ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا، بعد میں اپنا روپیہ دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ یہ تبرع ہے اور مؤکل یعنی زکوٰۃ دینے والے کو تاوان دے گا۔"(۲)

صورت مذکورہ میں اگر امام مسجد بلا تملیک مستحق چندہ کی رقم اپنے مصرف میں لاتا ہے تو خائن ہے۔ اس پر

---

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷.

(۲) بہار شریعت: ج:۵، ص:۲۳

لازم ہے کہ اس فعل حرام سے بچے اور دل سے توبہ کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے احتراز کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۴؍ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

زکاۃ کی رقم خرچ کرنے اور سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیو بندی کہنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: شیخ امیر الدین، کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: زید جو کہ عالم اور ایک مسجد کا امام ہے۔

(۱) بہت سے پنج وقتہ نمازی حضرات ان کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ مصلی نے ظہر کی نماز کی اقامت رکوا کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تیرے کارنامے بیان کردوں تو تیرے پیچھے کوئی مقتدی نماز نہیں پڑھے گا۔

(۲) زید کئی مدرسوں کی رسیدیں اپنے پاس رکھتا ہے۔ رمضان شریف میں لوگوں سے مدرسے کے نام پر زکوٰۃ وصول کرتا ہے اور انہیں مدرسوں کی رسیدیں زیادہ کاٹتا ہے جس میں کمیشن زیادہ ملتا ہے اور حیلہ شرعی کرنے سے پہلے اپنا حق محنت (کمیشن) کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد باقی رقم مدرسوں کے ذمہ داروں کو دیتا ہے اور اس فعل کا ارتکاب گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل کرتا آرہا ہے۔ حیلہ شرعی کرنے سے قبل کمیشن خود سے لینا امانت میں خیانت ہے کہ نہیں؟ مذکورہ صورت میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

(۳) بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ بلواتا ہے۔

(۴) سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیو بندی کہتا ہے۔

(۵) زید کے اپنے دوست کی بیوی سے ناجائز تعلقات ہیں۔ دوست کی غیر موجودگی میں اس کے گھر پر گھنٹوں تنہائی میں رہتا ہے اور مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر موبائل پر اس سے لطف اندوز ہو کر باتیں کرتا ہے اور اپنے دوسرے دوستوں کو اس کی باتیں سناتا ہے۔

(۶) دیو بندی، وہابی کا نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ زید کا میل جول سود خوروں اور غلط کاروبار کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان سے نذرانہ بھی لیتا ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا بھی درست جانتا ہے۔

یہ ساری باتیں عوام الناس میں مشہور ہیں اور حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ سنی مسلمانوں میں دو گروپ ہوگئے اور آپس میں لڑنے کو تیار ہیں۔ ایک طبقہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور دوسرا سنی صحیح العقیدہ طبقہ دور دراز کی سنی مساجد

میں جا کر نماز ادا کر لیتا ہے اور جو متصلب نہیں ہیں دیو بندی وہابی کی مساجد میں جا کر ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔
مذکورہ صورتوں میں زید کے بارے میں شرعاً کیا احکام جاری ہوتے ہیں؟ ان کی اقتدا میں نماز درست ہوتی ہے اور ان کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید کا حیلہ شرعی کرنے سے قبل خود سے کمیشن لے لینا حرام ہے کہ یہ امانت میں خیانت ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"﴾(۱)

اور اس طرح کرنے سے زکاۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ بہار شریعت میں ہے: ''اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپے زکوۃ میں دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے۔(۲) زید کے بارے میں جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں اگر واقعی زید میں وہ سب عیوب ونقائص پائے جاتے ہیں تو زید سخت فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے بلکہ بعض امور کے پیش نظر اس پر حکم کفر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز ناجائز اور اسے امام بنانا ناجائز ہے۔ ان باتوں کو جانتے ہوئے جو لوگ اسے امام بنائیں گے سب مجرم وگنہگار ہوں گے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

"ولذا کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدمه للإمامة"(۳)

علامہ ابراہیم حلبی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"لو قدموا فاسقاً یأثمون" (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۷ رربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

---

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷
(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۲۳
(۳) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵
(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

بے شرم و بے حیا شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: عبداللطیف ہاشم، موڈبدری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں:

, حاضر وقت میں اہلِ سنت وجماعت جامع مسجد موڈبدری کے امام وخطیب سے کچھ معاملات سے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہوگا؟

امام صاحب کی اہلیہ انگلش میڈیم اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ جہاں اساتذہ عورت اور مرد مخلوط ہیں۔ فرزند "بی کام" پڑھا ہوا ہے اور کام کر رہا ہے۔ ایک لڑکی بنگلور میں ہاسٹل میں رہ کر کالج جا رہی ہے۔ ڈاکٹری سیکھ رہی ہے۔ ایک لڑکی "بی کام" پڑھی ہے چھوٹی لڑکی انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہے اور اسکول کے پروگرام میں قوالی اور ناٹک وغیرہ میں مرد کا بھیس ڈال کر پارٹ کرتی ہے۔ ان تمام باتوں سے امام صاحب آگاہ ہیں۔ اس فوٹو میں امام صاحب کی لڑکی کو قوالی اور دوسری فوٹو میں مرد کے بھیس میں ناٹک میں کام کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ سرخ مارک والی لڑکی۔

حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں یہ بات واضح کریں کہ ایسے امام کو سنی جامع مسجد کا امام وخطیب بنائے رکھنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے دین اس پر غور فرما کر ہمیں سیدھی راہ بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مردوں اور جوان لڑکوں کے ساتھ رہ کر اجنبی عورتوں کا پڑھنا پڑھانا حرام وگناہ ہے۔ یوں ہی رقص وسرود اور ناٹک کرنا شدید بے حیائی اور سخت حرام ہے۔ اس لیے امام مذکور پر فرض ہے کہ اپنی عورت اور لڑکیوں کو محرمات ومنکرات، اور فواحش کے ارتکاب سے روکے، اور حرام وگناہ میں ملوث رہنے سے باز رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾(۱)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور ارشاد رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء ہے:

---

(۱) سورۃ التحریم، آیت: ۶

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته" (۱)
تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا۔

امام مذکور اپنی بیوی، اور لڑکیوں کو ناجائز وحرام فعل سے نہ روکنے کے سبب بے حیا و بے غیرت اور مستحق عذاب، اور دیوث ہے۔ مجرم وگنہ گار اور فاسق معلن ہے۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"ثلثة قد حرم اللّٰه علیهم الجنة مد من الخمر والعاق والدیوث الذی یقر فی اهله الخبث" (۲) یعنی تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام فرمادی ہے۔ شراب کا عادی، والدین کا نافرمان اور دیوث جو اپنے اہل وعیال میں خبث کو باقی رکھے۔

ایسے شخص کو خطیب وامام بنانا ناجائز وگناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقاً یا ثمون بناءً علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم" (۳) واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے والے امام کی امامت

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ مداویر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔

زید اپنے آپ کو سنی عالم کہلاتا ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ زید نے دیوبندی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ اب زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید نے دیوبندی امام کے کفری عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے اسے مسلمان جان کر اس کے پیچھے نماز جنازہ

(۱) صحیح البخاری: ج: ۱، ص: ۱۲۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۳۱۸

(۳) غنیۃ المستملی، فصل الامامۃ، ص: ۵۱۳

پڑھی تو اس پر توبہ تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ اگر دیوبندی کو کافر سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو بھی اس کے لیے توبہ واستغفار لازم وضروری ہے۔ اگر ایسا وہ نہ کرے تو اس کی اقتدا نا جائز ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

ولد الزنا بیوی کے شوہر کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ریاض الدین احمد، متعلم ادارہ ہذا مقام پرسیاں بزرگ، پوسٹ پوکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ زید عالم یا حافظ ہے۔اس کی شادی زینب سے ہوئی اور زینب ولد الزنا ہے تو زید کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر لائق امامت ہے تو اس کے پیچھے بلاشبہ نماز درست ہوگی اور زینب کا بنت الزنا ہونا مانع امامت زید نہیں۔کیوں کہ اگر خود کوئی ولد الزنا ہو، اور لائق امامت ہو، تو اس کی اقتدا کرنا صحیح ہے۔

چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت، ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔"(۱)

اس لیے اگر اس کی بیوی بنت الزنا ہے تو اس کی وجہ سے زید لائق امامت نہ رہے ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی امامت درست ہوگی، بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ "**واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**"

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص:۱۷۹۔

ولدالزنا کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شکیل احمد، مقام پرسیاں بزرگ ڈپوسٹ پوکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ولدالزنا ہے۔ آیا اس کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:
اگر کوئی شخص زید سے زیادہ طہارت ونماز کے مسائل کا علم رکھتا ہو تو اس کے ہوتے ہوئے زید کو امام بنانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت ونماز کا علم رکھنے والا زید ہی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت مثلاً بداعتقادی وفسق وغیرہ نہ ہو۔
علامہ حصکفی علیہ الرحمہ والرضوان رقمطراز ہیں:
"یکرہ امامة عبدو اعرابی وولد الزنا الی قوله الا ان یکون اعلم القوم" (۱)
امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ولدالزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا"۔ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد سراج برکاتی، مقام پوکھریا وارڈ نمبر ۵ بی سی بسنت روہٹ نیپال
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کو گاؤں کے لوگوں نے امام مقرر کر رکھا ہے لیکن زید کی قرأت درست نہیں ہے یعنی وہ حروف صحیح سے ادا نہیں کر پاتا ہے اور گاؤں ہی کا رہنے والا ہے جبکہ بکر جو اسی گاؤں میں ملازمت کرتا ہے (مدرسہ میں پڑھاتا ہے

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، ج:۲، ص:۲۹۸

(۲) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج:۳، ص:۱۷۹

یعنی عالم ہے) اور باہر کا رہنے والا ہے۔ زید سے اچھی قرأت کرتا ہے یعنی حروف کی ادائیگی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل بھی زید کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ سجدہ کی حالت میں پاؤں کے انگلیوں کا صرف سرا زمین پر رکھتا ہے جبکہ بکر کو اس سے زیادہ معلومات ہے۔ نیز زید دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتا رہتا ہے اور جب 'زید' سے کہا جاتا ہے کہ توبہ کرو کہ دیوبندی کی نماز جنازہ میں جانا جائز نہیں ہے تو کہتا ہے ہم کیا غلط کئے ہیں کہ توبہ کریں، توبہ نہیں کریں گے۔

اب دریافت طلب امر ہے کہ (۱) زید کے پیچھے بکر کی نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) زید کی اقتداء سے بچنے کے لئے بکر جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد میں جا کر اپنی نماز تنہا پڑھتا ہے تو بکر تارک جماعت کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ (۳) بکر کی موجودگی میں زید نماز پڑھائے گا تو خود زید کی اور دوسرے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جو زید سے بھی کم پڑھے لکھے ہیں (۴) دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور جو شریک ہوا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ میت جاہل ہو اور جنازہ پڑھانے والا حافظ یا عالم (۵) کسی سنی صحیح العقیدہ کو بوجہ مجبوری کسی بدمذہب جیسے دیوبندی، وہابی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی وغیرہ کی نماز جنازہ میں شریک ہونا پڑے تو اس کے لئے کیا راستہ ہے؟ یوں ہی کسی کو فرض نماز میں اس کے پیچھے جماعت میں شریک ہونا پڑے تو کیا کرے؟

(۶) دیوبندی کے کافر و مرتد ہونے کا حکم کب دیا جائے گا یعنی کتنا علم رکھنے کے باوجود اسی عقیدہ کو مانے گا تو اور آج کل جماعت میں گاؤں گاؤں گھومنے والے جو چار چار مہینے کا چلہ لگاتے ہیں اور بزرگوں اور رسول خدا کی شان میں برائی کرتے ہیں وہ کس حکم میں داخل ہیں نیز ان کے ذبیحہ کا حکم کیا ہے؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر زید کے اندر واقعی وہ باتیں ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وہ بلاشبہ فاسق و فاجر مستحق نار و لائق غضب جبار ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتدا نا جائز ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا دہرانا واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقا یاثمون" (۱)

درمختار میں ہے:

"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۲)

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

ایسی صورت میں صرف بکر ہی نہیں کسی کی نماز زید کے پیچھے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر کسی دوسری مطابق سنت جماعت میں شریک ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اب وہ تارک جماعت نہیں ہوگا بلا عذر شرعی ترک جماعت کرنے والا تارک جماعت ہوتا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ''تارک جماعت وہ کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر بکر کسی شرعی مجبوری کی بنا پر اس جماعت میں شریک ہوجاتا ہے تو دوبارہ الگ سے اس نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) بکر کی موجودگی اور عدم موجودگی سے مسئلہ نہیں بدلے گا زید کے پیچھے سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ''وہابیہ، دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔(۲)

اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۳)

اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ دیوبندیوں نے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہوگا اب اس پر توبہ و تجدید ایمان اور نکاح لازم ہوگا اگر ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) وہ مجبوری کیا ہے اس کی تفصیل لکھیں تو جواب لکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اگر کوئی شخص اکابر دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس اور حفظ الایمان کو جانتا ہو اور ان مولویوں کے متعلق علمائے حرمین طیبین اور علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ پر واقفیت کے باوجود ان مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان مانتا ہو تو وہ بھی دیوبندی اور کافر و مرتد ہے۔ خواہ عالم کہلائے یا جاہل۔ اور تبلیغی جماعت میں جانے والے جو اللہ و رسول اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا دیوبندی مولویوں کے کفری عقائد سے واقفیت کے باوجود انہیں مسلمان

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۳، ص: ۳۴۶

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ۹۰

(۳) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

مانتے ہیں وہ سب بھی دیو بندی اور اسلام سے خارج ہیں۔ قال تعالٰی ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (۱)
اور جب ایسے لوگ مرتد ہیں تو ان کا ذبیحہ مردار ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے"دیو بندی کا ذبیحہ مردار ہے۔"(۲)
ہدایہ میں ہے:
"لاتوکل ذبیحة المجوسی والمرتد لانه لاملة له فانه لایقر علی ماانتقل الیه" (۳)واللہ تعالٰی اعلم.

جس کی پیدائشی انگلیاں نہ ہوں اس کی امامت کا حکم

مسئلہ از: عطاء الرحمٰن، مقام چمرن، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاتھ اور پیر کی کچھ انگلیاں پیدائشی طور پر نہیں ہیں۔زید حافظ قرآن ہے مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ انگلیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالٰی وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

فقہائے کرام فرماتے ہیں جس کا ہاتھ فالج زدہ ہو یا ہاتھ ٹوٹا ہو اس کی اقتدا جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو بلکہ موجود لوگوں میں اگر ایسے ہی حضرات سب سے زیادہ مسائل نماز کے جانکار ہیں تو وہی سب سے زیادہ امامت کے حقدار ہیں۔سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اس(ہاتھ ٹوٹے) کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہونا ہے وہ بھی اسی حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز وطہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق واولیٰ ہے۔ فی ردالمحتار تحت قوله تکره خلف امرد وو سفیدومفلوج وابرص الخ وکذالک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی تاتارخانیه وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن له یدواحدة فتاوی الصوفية عن التحفة وفی الدر یکره امامة الاعمی الا ان یکون اعلم القوم

---

(۱)سورۃ النساء،آیت:۱۴۰

(۲)الفتاوی الرضویه، ج:۸،ص:۳۳۲

(۳)الهدایة، ج:۴،ص:۴۱۸

فھو اولی .(۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب ٹوٹے ہوئے ہاتھ اور فالج زدہ کی امامت صحیح ہے تو جس کے ہاتھ پیر سلامت ہوں محض چند انگلیوں کے نہ رہنے سے اس کی امامت کیونکر ناجائز ہوجائے گی۔ اس لئے اگر زید نماز وطہارت کے مسائل جانتا ہے اور قرآن کریم کی صحیح قرأت کرسکتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے جبکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

غلط افواہ پھیلانے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی مسجد میں ایک موذن صاحب اور امام صاحب رہتے ہیں۔ موذن صاحب کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ پندرہ سال سے مسجد میں اذان اور صاف صفائی کا کام کررہے ہیں اور گاؤں کے بچے اور بچیوں کو مسجد کے صحن میں تعلیم دیتے ہیں۔ پانچ سال سے زیادہ عمر کے بچے پڑھنے نہیں آتے ہیں۔ امام صاحب موذن صاحب کے متعلق افواہ پھیلاتے ہیں محلہ کی عورتوں اور لڑکیوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ موذن صاحب کی گھڑی بند کردیتے ہیں تاکہ ٹائم کے مطابق اذان نہ ہو اور وضوخانہ کا نل کھول دیتے ہیں غرض کہ موذن صاحب کو مسجد سے نکلوانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ گاؤں اور محلّے کے لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود انصاف نہیں کرتے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کو بلاوجہ ایذا دینا ناجائز وحرام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقداذی اللّٰہ."(۲)

اگر واقعی امام مذکور موذن کے متعلق غلط افواہ پھیلاتا ہے تہمت لگاتا ہے وضوخانہ کا نل کھول دیتا ہے جس سے بلاضرورت پانی بہتا ہو تو وہ امام سخت مجرم وگنہگار مستحق نار لائق غضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ اس پر لازم ہے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۵

(۲) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰

کہ فوراً اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرے۔موذن صاحب سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی اوچھی اور ذلیل حرکت سے پرہیز کرے۔اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اسے منصب امامت سے ہٹادیں۔اگر قدرت واستطاعت کے باوجود اسے نہ ہٹائیں گے تو وہ بھی مجرم وگنہگار رہوں گے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

اپنے بھائی کے قاتل کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تین سنی بھائیوں کے درمیان کسی بات پر لڑائی ہوئی تینوں ایک باپ کی اولاد تھے۔لڑائی کے دوران چھوٹے بھائی کے ہاتھوں بڑے بھائی کا قتل ہوگیا۔ ماجھل بھائی جو حافظ قرآن ہے امامت بھی کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے ہیں۔یہاں تک کہ ان سے مصافحہ بھی نہیں کرتے جبکہ شریعت میں تین دن سے زیادہ دو مسلمان بھائیوں میں دعا وسلام بند رکھنا منع ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کا قتل ناحق سخت ناجائز وحرام دوزخ انجام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ.﴾ (۲)

جس نے بھائی کا قتل کیا وہ سخت مجرم وگنہگار لائق نار وغضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔اب اگر اس قتل میں وہ حافظ بھی کسی طرح ملوث ہے تو مسلمانوں کا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام ومصافحہ نہ کرنا بالکل درست اور حکم شرع پر عمل ہے ورنہ بلاوجہ کسی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام ومصافحہ بند کرنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۵۱

(۲) سورۃ النساء، آیت:۹۳

ناغہ کرنے والے تنخواہ دار امام کی اجرت کا حکم

مسئلہ از: ڈاکٹر ہارون علی خان، گرام و پوسٹ ہنومان گنج، ضلع بستی، یوپی

گاؤں کے تمامی لوگ اور سبھی علمائے کرام مسجد کے سامنے بیٹھ کر پانچوں وقت کی نماز پڑھانے کے لئے مدرسے کے دو عالم کو مقرر کیا گیا تھا اور دونوں عالم نے امامت کی ذمہ داری قبول کی تھی اور دونوں عالم مل کر نماز پڑھائیں گے اپنے ہفتے میں ایک گھر جائے گا تو دوسرا امام نماز پڑھائے گا اور دوسرے ہفتے میں دوسرا عالم گھر جائے گا تو ہفتے والا عالم نماز پڑھائے گا جس سے مسجد امام سے خالی نہیں رہے گی اور امامت کا پیسہ آدھا، آدھا لیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک عالم گھر چلے گئے اور جب دوسرے عالم آئے تو ان کو امامت کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے اور اکیلے نماز پڑھاتے ہیں جس سے امامت میں بہت ناغہ کرتے ہیں اور خود بھی پانچ وقت نماز کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور امامت کا پیسہ مسجد کے پیسے سے دیا جاتا ہے۔

(۱) ہر مہینے میں آٹھ دن، نو دن، دس دن کی چھٹی کرتے ہیں اور ایک دن کی بھی تنخواہ کم نہیں لیتے، مدرسے میں رہنے پر بھی

(۲) اذان ہو رہی ہے امام صاحب سو رہے ہیں

(۳) اذان ہو رہی ہے امام صاحب بازار میں چائے پینے کے لئے جا رہے ہیں

(۴) اذان ہو رہی ہے امام صاحب شامیانہ لگوا رہے ہیں

ان وقتوں میں امامت کون کرے اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ امام صاحب نماز کب پڑھتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ یہ سب قرآن اور حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تنخواہ دار امام جس وقت کی نماز نہ پڑھائے اس کی تنخواہ کا مستحق نہیں اور جبراً اس وقت یا دن کی تنخواہ لینا ناجائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب وہ نماز پڑھانے کے لئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔"(۱)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۲۷۴

نماز کو بلا عذر شرعی ترک کرنے والا فاسق معلن اور مجرم وگناہ گار ہے۔ البتہ اذان ہو رہی ہے اور امام صاحب سورہے ہیں، چائے پی رہے ہیں، شامیانہ لگوارہے ہیں، یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ آدمی لائق امامت نہ رہے اذان کا جواب دینا مستحب ہے ہاں نماز ترک کرنا بلا شبہ جرم عظیم ہے لہٰذا اگر امام مذکور تارک صلوٰۃ ہیں اور بلا عذر شرعی نماز چھوڑتے ہیں تو ان کی اقتدا ناجائز ہے ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ جانتے ہوئے ایسے کو امام بنانے والے اور ایسے کے پیچھے نماز پڑھنے والے سب گناہگار ہیں۔ غنیۃ المستملی میں ہے: لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھة تقدیمة کراھة تحریم."(۱)

اور درمختار میں ہے "کل صلوة ادیت مع کراھة التحریم تحب اعادتھا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۳۰/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۳۷

لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: خلیل اطہر اشرفی، محلہ گھیر مردان خان رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید مسجد کا امام ہے جو مندرجہ ذیل عادتوں کا حامل ہے:

(۱) داڑھی کٹا کر حد شرعی سے کم رکھتا ہے۔

(۲) مسلم رہنماؤں کے ساتھ کینہ، حسد اور بغض کا شکار ہونے کے ساتھ ان پر مختلف الزام تراشیاں کرتا ہے۔

(۳) الیکشن کے مختلف موقعوں پر کبھی کانگریس کی، کبھی بی جے پی کی، کبھی بہوجن سماج پارٹی کی اور کبھی سماجوادی پارٹی کی حمایت کر کے مسلمانوں سے اپنی حمایت کردہ پارٹی کو ووٹ دینے کی اپیل کرتا ہے۔ پھر اس پارٹی کے برسر اقتدار آجانے کی صورت میں مختلف شکلوں میں اپنی حمایت کی قیمت وصول کرتا ہے۔

(۴) معذور لوگوں پر طنز کرتے ہوئے ان کے لئے بہرہ، لنگڑا اور اپاہج وغیرہ کے الفاظ استعمال کر کے انہیں تکلیف پہنچاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ایسے امام کی کیا حیثیت ہے۔ اسے امامت کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت کر کے عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوال میں ذکر کردہ امور اگر واقعی کسی امام میں پائے جائیں تو وہ شرعاً فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے اور اپنی خبیث اور قبیح حرکتوں کی بنا پر وہ لائق امامت نہیں رہ گیا۔ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے:

"لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینیۃ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ و فعل ماینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ." (۱)

اور درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

---

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

فاسق وفاجر شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: حاجی مقبول حسن، اے/۴، کملا نہرو نگر، رنگ روڈ خرم نگر، لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں اصول شرع کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں ہمیں شکرگزار بنائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

زید فقط حافظ وقاری ہے ایک عظیم مدرسہ کے درجہ حفظ کا مدرس ہے اور اسی مدرسہ کی مسجد کا امام ہے جو شرعی وعرفی عیوب سے آلودہ ہے۔ مسائل شرعیہ سے اس قدر نابلد ہے کہ مشہور واجبات نماز سے بھی لاعلم ہے حتیٰ کہ بعض دفعہ سجدۂ سہو واجب ہوا اور سجدہ نہیں کیا بعد میں مقتدیوں کے اعتراض کرنے پر نماز کا اعادہ کیا۔ نماز تراویح میں دوران قراءت بار بار تین تسبیح کی مقدار سے زیادہ سکوت کرتا ہے اور سجدۂ سہو نہیں کرتا نیز تعدیل ارکان کی رعایت عام طور پر نہیں کرتا اس کی دروغ گوئی ادارہ کے اساتذہ کے نزدیک صاف عیاں ہے۔ مذکورہ امام اپنے گھر میں ٹی وی بھی رکھا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد مذکورہ دارالعلوم کی کمیٹی کے زیر انتظام ہے۔ باوجود اس کے محض ذاتی منفعت کے لئے متصلب بدعقیدوں سے علانیہ میل جول رکھتا ہے یہاں تک کہ ایک بار مسجد کے اندر ہونے والی عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر محض بدعقیدوں کی دلجوئی کے لئے معمول کے مطابق صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھوایا، امام دارالعلوم کے مشہور بدعنوان خائن منیجر کا کھلا ہوا حامی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم دین ومنیجر کی موجودگی میں کمیٹی کی طرف سے منیجر کے بدعنوانی کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے اور منیجر کی حمایت کرتے ہوئے امام مذکور نے کہا کہ کس مدرسے کا ناظم نہیں کھاتا ہے؟ یعنی غبن نہیں کرتا ہے؟ اس نے کھالیا تو کیا ہوا؟ دارالعلوم کا مخصوص بجٹ ہے جس کے لئے منیجر، امام اور ایک دیگر مدرس کے نام کا مشترکہ اکاؤنٹ ہے جس میں دو نفر کے دستخط سے روپے نکالنے کی اجازت ہے۔ مطبخ کے اخراجات کے لئے امام خود اپنے اور دوسرے شریک مدرس کے دستخط سے چیک کے ذریعہ روپے نکالتا تھا اور اس کی اطلاع ناظم مطبخ کو دیا کرتا تھا (حساب کتاب کے لئے) مگر دو ایسے مواقع کا علم انتظامیہ واساتذہ کو بعد میں ہوا جس میں موصوف امام شریک کھاتہ دار مدرس کو نظر انداز کرکے بدعنوان منیجر کے دستخط سے روپے نکال کر منیجر کو اور ایک دوسرے منیجر کے حامی مدرس کو خفیہ طور پر تیس ہزار کا چیک دیا، بعد انکشاف گرفت کرنے پر قرض دینے کا حیلہ بنایا۔ اسی طرح منیجر کی اجازت سے مطبخ کے فنڈ سے بیس ہزار روپے ایک کلرک کو ایک مسجد میں لگانے کے لئے دیا جس کی تصدیق کلرک کے دستخط کی شکل میں موجود ہے۔ اس رقم کی اور سابقہ رقم کی واپسی کا ابھی تک کمیٹی کے کسی فرد کو کوئی علم نہیں ہے۔

یوں ہی مسجد کی آمدنی وحساب بھی کئی سالوں سے امام ہی کی تحویل میں ہے اور کمیٹی کی جانب سے بار بار

تقاضہ کے باوجود آج تک موصوف امام نے حساب نہیں دیا۔ نیز جمعہ کے روز آنے والی رقم کسی کے سامنے نہیں گنتا اپنے گھر لے جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ منیجر کی شہ پر اپنے رعب ودبدبہ سے امامت کرتا ہے ان ہی وجوہات کی بنا پر ادارہ کے بیشتر اساتذہ اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے جبکہ موصوف امام امامت کا اور اپنی اقتدا کرانے کا اتنا شوقین ہے کہ عینی شاہد کے مطابق ایک رکشہ والے کو اقتدا نہ کرنے پر طمانچہ تک رسید کیا ہے۔ اللہ رب العزت شاہد ہے کہ استفتاء میں مکمل صواب دید سے کام لیا گیا ہے۔ غلطی کی صورت میں مستفتی خود بروز قیامت جواب دہ ہوگا۔ لعنة الله علی الکذبین.

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زید موصوف امام کی امامت اور اس کی اقتداء درست ہے کہ نہیں۔ عوام وخواص کو ایسے امام کی اقتداء کرنی چاہئے کہ نہیں؟ نیز موصوف امام اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے امامت نہیں چھوڑتا۔ ایسی صورت میں انتظامیہ کو کیا کرنا چاہئے؟ برائے کرم دلائل کی روشنی میں جلد جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوال میں جن امور کا ذکر ہے اگر واقعی امام مذکور میں وہ سب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق وفاجر ہے۔ اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا ناجائز ہے اور اگر پڑھ لی تو اس نماز کا پھیرنا واجب ہے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ غنية المستملي میں ہے۔

"لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم." (۱)

اور درمختار مع شامی میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها." (۲)

امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنی قبیح اور ناجائز وحرام حرکتوں سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسے افعال سے باز رہے۔ بصورت دیگر وہ منصب امامت چھوڑ دے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ثلثة لایقبل الله منهم صلاة (الی قوله) من تقدم قوماوهم له کارهون" (۳)

اور اگر وہ از خود منصب امامت نہیں چھوڑتا تو انتظامیہ کمیٹی پر لازم ہے کہ اسے برطرف کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں: "من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان." (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

---

(۱) غنية المستملي، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۸۸

(۴) مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۳۶

نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

عرب شریف میں ملازمت کرنے والے مسلمان وہاں کے نجدی مرتد بے دین امام کے پیچھے جبراً و مصلحتاً نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ سنی مسلمان ان کے ساتھ دینی و دنیوی امور میں کیسا سلوک کریں؟

اور حج و عمرہ کو جانے والے اکثر لوگ انہیں کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کی جانب سے قربانی جائز ہے یا نہیں اور ان کے جنازے کی نماز پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کو خیال ہے کہ وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی جانب سے قربانی کی دعا نہ پڑھ کر صرف گوشت حلال کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا جائے کیا یہ درست ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نجدی وہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ

""محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں، اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔(۱)

اور کسی ایک بھی مسلمان کو کافر سمجھنا خود کفر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے اس کا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے۔ ان نمازوں کا لوٹانا فرض ہے۔ عرب شریف میں ملازمت کرنے والے اگر نجدی امام کی اقتدا میں جبراً و مصلحتاً نماز پڑھ لیتے ہوں تاکہ فتنہ و فساد سے بچے رہیں تو ان پر لازم ہے کہ ان نمازوں کو دہرائیں اور توبہ و استغفار کریں۔ اس حالت میں ان پر حکم کفر نہیں ہوگا لیکن اگر وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی اقتدا کریں گے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو کافروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہی حکم حج و عمرہ کرنے والوں کا ہے کہ اگر یہ جانتے ہوں کہ جس وہابی کے پیچھے میں نماز پڑھ رہے ہوں اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی اس کو مسلمان جان کر اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو

---

(۱) الشہاب الثاقب: ص ۵۱

وہ بھی دائرۂ اسلام سے باہر ہو جائیں گے اور جبراً مصلحۃً فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے پڑھ لیتے ہوں تو ان نمازوں کا اعادہ اور ساتھ ہی توبہ واستغفار لازم ہے پھر جس صورت میں ان پر حکم کفر ہوگا ان کی طرف سے قربانی جائز نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"الكافر لايتحقق منه القربة فكانت نيته ملحقة بالعدم فكان يريد اللحم."(۱)

اور نہ ہی ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔قال اللہ تعالیٰ

﴿ولاتصل على احدمنهم مات ابدا﴾(۲)

اور اگر کوئی سنی ایسے لوگوں کی قربانی کو قربانی کی نیت سے نہیں بلکہ یونہی صرف تسمیہ پڑھ کر ذبح کردے گا تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔مگر اس سے بھی بچنا چاہئے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

---

(۱)الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۵،ص:۳۰۴

(۲)سورۃ التوبہ، آیت ۸۴

باب الجماعة

جماعت کا بیان

عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد قاسم، رضا ٹینٹ ہاؤس، محلہ بھیلیا ٹولہ، پرانی سبزی منڈی، فیض آباد، یوپی
کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: عورتوں کا رمضان کے مہینے میں اکٹھا ہوکر باجماعت تراویح کی نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ حافظہ ہے۔ اس نے ماہ رمضان میں محلّہ کی عورتوں کو اکٹھا کرکے تراویح کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہندہ کا محلّہ کی عورتوں کو جمع کرکے ان کی امامت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
عورتوں کا نماز تراویح یا کسی نماز کے لیے جماعت کرنا مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ ہے۔
چنانچہ درمختار مع شامی میں ہے:
"یکرہ تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح" (۱)
اور علامہ کاسانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:
"جماعتھن مکروھة عندنا" (۲)
اور چند سطر بعد فرماتے ہیں:
"لأن خروجھن الی الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما ادی الی الحرام فھو حرام" (۳)
ہندہ نے مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ کام کیا ہے "کما ھو معلوم بالعبارات الفقھیة واقوال الائمة

---

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۳۸۰
(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱
(۳) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱

رحمهم الله تعالیٰ" والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد زماں رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ عید وبقر عید کی نماز میں مسجد میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے اور اس موقع پر عورتوں کو کیا کرنا چاہیے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورت کی امامت اور جماعت دونوں ناجائز ہیں۔ خواہ نماز پنجگانہ کی جماعت ہو یا جمعہ اور عیدین کی ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ویکره امامة المرأة للنساء في الصلوٰت كلها من الفرائض، والنوافل" (۱)

تبیین الحقائق میں ہے: "كره جماعة النساء وحدهن لقوله عليه السلام صلوٰة المرأة في بيتها افضل من صلا تها في حجرتها وصلا تها في مخدعها افضل من صلا تها في بيتها" (۲)

مراقی الفلاح میں ہے: "ولا يحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة" (۳)

درمختار میں ہے: "يكره حضورهن الجماعة لو لجمعة وعيد مطلقاً ولو عجوز اليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان" (۴)

اسی میں ہے: "ويكره تحريماً جماعة النساء" (۵)

لہٰذا عید وبقرہ عید کی نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں جا کر عورت کی اقتدا میں پڑھنا ناجائز ہے۔ انہیں

---

(۱) الفتاوى العالمكيرية، ج: ۱، ص: ۵۸

(۲) تبيين الحقائق، ج: ۱، ص: ۸۴۳

(۳) مراقي الفلاح، ص: ۱۸۲

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

چاہیے کہ عید کے دن اپنے اپنے گھروں میں فرداً فرداً نماز نفل پڑھیں، اور تسبیح وتہلیل کریں کہ یہ باعث ثواب وبرکت اور سبب ازدیاد نعمت ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

عورتوں پر مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری، غوثیہ مسجد، فتح نگر راویر، ضلع جلگاؤں، ایم پی

عرض خدمت ہے کہ میرا استفتا کہ عورتیں کن کن وقتوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں؟ کے تحت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں ہے مگر ''سنی بہشتی زیور'' میں ''درمختار'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''عورتوں کے لیے فجر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

میرے فتویٰ میں ''لازم نہیں ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرنا عورتوں پر واجب نہیں ہے اور آپ کی محولہ کتاب میں مستحب وبہتر کا لفظ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی جماعت کا انتظار کر لیں تو اچھا ہے، اور اگر نہ کریں تو کوئی حرج وگناہ نہیں ہے۔

لہٰذا دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ انتظار کرنا بہتر ہے۔ واجب ولازم نہیں ہے۔ اس لیے دونوں کلام میں کوئی تعارض وتناقض نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب**.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

محراب مسجد میں امام کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی، تنویر الاسلام امرڈوبھا، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ محراب مسجد جو خاص امام کے لیے ہے اس کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے تو کیا قباحت ہے یا نہیں۔ نیز حدود محراب کی توضیح

فرمائیں، نوازش ہوگی۔ بینو و توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام کا بے ضرورت محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہو مکروہ ہے۔ ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں۔

علامہ "علاء الدین" حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"کرہ قیام الإمام في المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرة للقدم" (۱)

اور محراب در حقیقت مسجد میں وہ مقام ہے جو وسط مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ محراب صوری اس کی علامت ہے، اور اس محراب صوری یعنی طاق کا پورا حصہ درمیانی خلا اور دیوار میں جہاں سے طاق کی بناوٹ کا آغاز ہے، اس کے مقابل نیچے فرش کا حصہ سب حد محراب ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے جب کہ محراب بصورت طاق ہو ورنہ وہی وسط مسجد محراب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

حرمین طیبین میں نجدی امام کے پیچھے ہرگز، ہرگز، نماز نہ پڑھیں

مسئلہ از: الحاج محمد سمیع اللہ رضوی، محلہ بھرپروا، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ پنج گانہ جماعت ہوتی ہے جس میں لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ مرحمت ہوتا ہے اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی کرنے کا ثواب پچاس ہزار ہوتا ہے۔ (موجودہ زمانے میں) مسجد نبوی میں اور کعبہ شریف کا امام نجدی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نماز اکیلے پڑھیں یا جماعت سے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۴۷۷

آج کل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ، بددین ہیں بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کافر، ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بڑی بات ہے، کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔"(۱)

البتہ اگر کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کی اقتدا میسر ہو جائے تو اس کی جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تنہا پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

گھر میں اپنے لڑکوں کے ساتھ جماعت کرنے کا حکم

مسئلہ: از محمد ابو قتادہ رضوی امجدی محلہ بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ

اگر کوئی شخص اپنے لڑکوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نماز باجماعت پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پائے گا یا نہیں؟ اور وہ تارک جماعت ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر امام مسجد سنن و مستحبات کے ساتھ مکمل طور پر نماز ادا نہیں کرتا ہے تو گھر پر لڑکوں کے ساتھ جماعت کر لینا افضل ہے اور اگر امام سنن و مستحبات کی تکمیل کرتا ہے تو افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھے پھر بھی ایسی صورت میں اگر گھر پر اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر جماعت کر لیتا ہے تو جماعت کی فضیلت اور ثواب پائے گا اور تارک جماعت نہ ہوگا غمز عیون البصائر میں ہے۔

"**قولہ من جمع: باھلہ لاینال ثواب الجماعۃ**" یعنی التی تکون فی المسجد لزیادۃ

(۱) نزہۃ القاری، ج:۳، ص:۱۵۷

فضیلة و تکثیر جماعة واظهار شعائر الاسلام، واما اصل الفضیلة وهی المضاعفة بسبع و عشرین درجة ، فحاصلة بصلاة جماعة فی بیته علی هیئة الجماعة الکائنة فی المسجد.

فالحاصل ان کل ما شرع فیه الجماعة، فالمسجد فیه افضل لما اشتمل علیه من شرف المکان، واظهار الشعائر ، وتکثیر سواد المسلمین و ائتلاف قلوبهم وینبغی ان یقید هذا بما اذا تساوت الجماعتان فی استکمال السنن والآداب.

واما ان کانت الجماعة فی البیت اکمل ، کما اذا کان امام المسجد یخل ببعض الواجبات کما فی کثیر من ائمة الزمان، والله المستعان فالجماعة فی البیت افضل کذا فی "شرح البرهان الحلبی" علی "منیة المصلی" (۱) والله تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ج: ۱، ص: ۴۲۹

باب ما یفسد الصلاۃ

مفسدات نماز کا بیان

لاؤڈ اسپیکر پر نماز فاسد ہے

مسئلہ از: سید محمد ندیم القادری، مسجد وگیان نگر، کوٹہ راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے جمعہ وعیدین وتراویح کی نماز لاؤڈ اسپیکر پر ہوتی ہے۔ یہاں کے امام صاحب حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید وخلیفہ ہیں۔ وہ وعظ وخطبہ تو پڑھ دیتے ہیں۔ لیکن نماز دوسرے (نائب) امام پڑھاتے ہیں اور یہ پہلی صف میں شامل ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کا کہنا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کو تاجدار اہل سنت کہتے ہیں۔ پھر حضرت کے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق عدم جواز کے فتویٰ پر علمائے کرام کی جانب سے عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند وعلمائے سابقہ کے فتووں کے خلاف عمل نہیں کر پاؤں گا۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا وعظ، وخطبہ، وسلام، ودعا بذریعہ مائک کرنا اور نماز دوسرے سے پڑھا کر خود پہلی صف میں شامل ہو کر نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ نیز حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مکبرین کا انتظام ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو اسے سنت نبوی کہیں گے یا سنت صدیق اکبر؟ برائے کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمہور علمائے اہل سنت اور اکابرین امت کا فتویٰ یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر وعظ وتقریر، خطبہ جمعہ وعیدین اور سلام ودعا کرنا جائز ہے مگر نماز میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اس کی آواز پر رکوع وسجود کریں گے ان کی نمازیں فاسد ہو جائیں گی۔ امام صاحب مذکور اگر کسی عذر یا مصلحت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں تو حرج نہیں۔ اور فقیر کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ "حجۃ الوداع" کے موقع پر مکبرین کا انتظام ہوا تھا کہ نہیں۔

البتہ مکبرین کا بلند آواز سے تکبیرات انتقالات کہنے کا جواز فقہائے کرام نے اس حدیث پاک سے ثابت کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام تک آپ کی تکبیر حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچا رہے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال الاعمش فی قولها والناس یصلون بصلوٰۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ یعنی: انہ کان

یسمع الناس تکبیره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفی الدرایۃ وبہ یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی الجمعۃ والعیدین وغیرھما" (۱) اور درمختار میں ہے:

"لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی آخر صلاتہ قاعداً، وھم قیام وابو بکر یبلغھم تکبیرہ وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتھم فی الجمعۃ وغیرھا......الخ"(۲)

اس اعتبار سے مکبرین کے تکبیرات انتقال کہنے کو سنت نبوی اور سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کہا جاسکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

مائک پر نماز جائز نہیں

مسئلہ از: ضیاء الدین احمد

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکبرین کے انتظام ہونے کی صورت میں مائک پر جمعہ کی نماز پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوستان کے جمہور علماے اہل سنت کثرھم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیھم الجمیلۃ کا موقف یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا ناجائز ہے اور جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔ تفصیل کے لیے کتب علماے اہل سنت بالخصوص فتاویٰ فیض الرسول اول کا مطالعہ کریں۔لہٰذا مکبرین کے انتظام کے باوجود مائک پر نماز پڑھانا ناجائز ہی رہے گا۔البتہ اگر فتنہ وفساد اور مار پیٹ کا ڈر ہو تو اصل مسئلہ بتا دیا جائے اور پھر دل میں برا جانتے ہوئے مائک پر نماز پڑھا دی جائے تو امید ہے کہ مواخذہ آخرت سے بچار ہے گا"قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾(۳)"وقال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۴)ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

(۱)فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۸۰ (۲)الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۹۶
(۳)سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۱ (۴)سورۃ البقرہ، آیت: ۲۸۶

لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مدنی خاں، ضلع بھلواڑہ، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ پانچ وقت کی فرض نماز، اور جمعہ کی نماز مائک یعنی لاؤڈ اسپیکر سے پڑھانا کیسا ہے اور جو امام لاؤڈ اسپیکر کے مسائل جاننے کے باوجود بھی لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھائے تو اس امام کے لیے کیا حکم ہے اور جو حضرات ایسے امام کے پیچھے لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوستان کے جمہور علمائے اہل سنت **کثرھم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیھم الجمیلہ** کا موقف یہ ہے کہ نماز جمعہ ہو خواہ دیگر نمازیں ہوں لاؤڈ اسپیکر پر ان کا پڑھانا جائز نہیں ہے اور جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

تفصیل کے لیے علمائے اہل سنت کی کتابیں ان کے فتاویٰ خصوصاً "فتاویٰ فیض الرسول" اول کا مطالعہ کریں۔

جو امام بلا کسی جبر واکراہ اور فتنہ وفساد کے خوف کے بغیر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھے وہ شرعاً مجرم ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بجائے بغیر لاؤڈ اسپیکر سے پڑھی جانے والی نماز میں شامل ہوں جب کہ وہ جماعت شرعاً معتبر ہو۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

شہر دلیل شرعی نہیں

مسئلہ از: محمد یوسف، گرام چکدہ ٹولہ، پوسٹ کھریا بازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ مسئلہ مذکورہ کے متعلق ہمارے یہاں بین الناس بہت چہ میگوئیاں اور بحث ومباحثہ جاری ہے۔ اس کے متعلق میں نے حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب فتاویٰ فیض الرسول کا فتویٰ دکھایا مگر لوگ ممبئی بھیونڈی وغیرہ شہروں کی روش دیکھ کر مطمئن نہیں۔

لہٰذا حضور والا سے مؤدبانہ عریضہ ہے کہ اپنا قول نیز علمائے زمانہ کے اقوال وخیالات تحریر فرما کر عنایت فرمائیں تاکہ اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز ناجائز ہے۔ جمہور علماے اہل سنت کا یہی فتویٰ ہے۔ ماضی قریب کے جلیل القدر فقیہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ اور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے مکمل تحقیق فرمادی ہے۔ علماے بریلی شریف اور مبارک پور کا یہی فتویٰ ہے۔ جواز کے متعلق مفتی "محمد نظام الدین" مصباحی صاحب نے اپنی تحقیق پیش کی مگر جمہور علماے اہل سنت نے اسے قبول نہیں کیا۔

لہٰذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ جمہور علماے اہل سنت کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔ رہی بات ممبئی بھیونڈی کی تو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت میں دلیل کتاب وسنت اور اجماع وقیاس ہے۔ کوئی شہر دلیل شرعی نہیں ہے جسے بطور دلیل پیش کیا جائے۔ عرب شریف میں بہت سے مقامات پر معاذ اللہ رب العالمین شراب وخنزیر استعمال ہورہی ہے اور سعودیہ کے عیاش حکمراں اپنی نگرانی میں کرارہے ہیں تو کیا یہ سب جائز ہوجائے گا؟ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.** مسلمانوں پر لازم ہے کہ دینی معاملات میں کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کے بجائے شرعی حکم اور اسلامی اصول کی پیروی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱؍ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مسلمان طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں

مسئلہ از: ناظم درگاہ خواجہ صاحب اجمیر شریف

اندرون درگاہ شریف ۳ مساجد واقع ہیں۔ جہاں نمازیوں کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے۔ کثیر تعداد کی وجہ سے قرأت امام تمام مقتدیوں تک نہیں پہنچ پاتی۔ تکبیر مؤذن بھی پوری طرح نہیں سنائی دیتی۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ یہ تحریر کردینا ضروری ہے کہ کافی برسوں قبل سے نماز جمعہ وعیدین مائک پر ہوتی ہے اور ایام عرس میں بھی مائک پر نماز ہوتی آئی ہے۔ برائے کرم شرعی طور پر جواب سے مطلع فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔

جواب کے لیے مبلغ پانچ روپے کا ڈاک ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمہور علماے اہل سنت کے نزدیک نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے۔ اس لیے نماز میں اس کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ ہندوستان کے جتنے ذمہ دار دارالافتاء ہیں، فقیر کی معلومات کے مطابق آج تک ہر جگہ سے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اقل قلیل وہ علماے کرام ہیں جنہوں نے جواز کا فتویٰ دیا مگر اکابر علما اہل سنت نے اسے

رد کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی
۲۰/ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

سورۂ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی چھوٹی آیتیں ملانا واجب ہے

مسئلہ از: حافظ سید خالد اشرف مجھوامیر، بستی، یوپی

عرض خدمت یہ ہے کہ میں پہلی رکعت میں "فاذکرونی" سے "ان اللہ مع الصابرین" تک آیت پوری کر کے رکوع کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ حنیف کا کہنا ہے کہ نماز کسی کی نہیں ہوئی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سورت ملانا یعنی ایک چھوٹی سورت، یا تین چھوٹی آیتیں، یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی آیت کے برابر پڑھنا نماز فرض کی پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور تین چھوٹی آیات جیسے ﴿ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ ہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ آیت کریمہ فَاذْكُرُوْنِیْ سے ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ تک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہی نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ اس لیے نماز بلا کراہت جائز وصحیح ہے۔ حنیف جاہل اور جری وبے باک ہے اسے بے علم فتویٰ دینے سے توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد پرویز، ناگپور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز میں اقتدا کرنا جمہور محققین علمائے اہل سنت ومفتیان ملت کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی تو کیا اس کی نماز فاسد ہوگی؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔ کچھ لوگ اس سلسلے میں نماز میں مائک لگانے پر زور دیتے ہیں اور مسجد وغیرہ مساجد کا حوالہ ہیں۔ تو کیا جمہور علمائے اہل سنت کے

---

(۱) سورۂ مدثر، آیت: ۲۱، ۲۲، ۲۳

خلاف ان کو اجازت دی جائے گی۔ اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم ہند کا کیا فتویٰ ہے؟ بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں "جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔ یہی فتویٰ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور بہت سے اکابر اہل سنت کا ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک اگر چہ نماز ہو جائے گی لیکن چوں کہ معاملہ نماز جیسی اہم عبادت کے جائز اور ناجائز ہونے کا ہے اس لیے تاوقتیکہ محقق فن یہ ثابت نہ کردیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے۔ احتیاطاً نماز کے ناجائز ہونے کا ہی حکم کیا جائے"۔(۱) لہٰذا جو لوگ نماز میں مائک لگانے پر زور دیتے ہیں ان کا یہ فعل اکابر اہل سنت کے فتویٰ کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قراءت میں معنیٰ کے فاسد ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

زید نے نماز میں "فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" کو "فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْ وَاشْكُرُوْلِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" اور دوسری جگہ "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ" کو "فَعَالُ لِّمَا يُرِيْدُ" بلا تشدید پڑھا۔ کیا زید کی نماز ہوگئی؟ ازراہ کرم جواب سے نوازیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید کی نماز ہوگئی کہ قرأت میں وہ غلطی مفسد نماز ہے جس سے معنیٰ فاسد ہو جائے اور مذکورہ صورت میں فساد معنیٰ لازم نہیں آیا اس لیے نماز درست ہے۔

فی الدر المختار: "ومنها ای من المفسدات القرأة بالالحان ان غیر المعنی" (۲)

امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "خطائی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔ اگر چہ علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم درصورت فساد معنیٰ فساد نماز مانتے ہیں اور یہی لحن حیث الدلیل اقوی اور اسی پر عمل احوط۔"(۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹/۲/۱۴۲۰ھ

---

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱،ص:۳۵۸ (۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲،ص:۳۹۲ (۳) الفتاوی الرضویة، ج:۳،ص:۹۲،۹۳

باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ

نماز کے مکروہات کا بیان

آستین وغیرہ موڑ کر نماز مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد مبشر، رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ پینٹ، پائجامہ، یا کرتے کی آستین موڑ کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ کمر کے پاس پینٹ، یا پائجامہ کو موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ پینٹ، یا پائجامہ کو ٹخنے کے نیچے پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟ اس کے نیچے پہننا کیسا ہے؟ اس دور میں ٹخنہ کے نیچے نہ پہننے سے برا تاثر لیتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

پینٹ یا پائجامہ نیچے یا اوپر سے موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ اس طرح سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ" (۱)

درمختار میں ہے: "کرہ کفہ ای رفعہ" (۲)

اور شامی ہے: "حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ" (۳)

اور اگر بغیر موڑے پڑھتا ہے تو اس کی دو صورت ہے یا تو براہ تکبر ایڑی تک پہنتا ہے تو حرام ہے اور نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر سے نہیں تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"ازار کا گھٹنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے۔ اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی ہے۔" (۴) اور کرتے کی آستین موڑنا بھی مکروہ اور کف ثوب میں داخل ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اگر پائجامہ ٹخنے سے نیچے نہ پہنا جائے تو لوگ برا مانتے ہیں تو بہت سے دینی کاموں کو لوگ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۵ (۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۶۴۰

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۶۴۰ (۴) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۴۴۸

برا مانتے ہیں۔ مثلاً: داڑھی رکھنے کو بھی بہت لوگ برا مانتے ہیں۔ عالم دین بننے اور امامت کرنے کو بھی برا مانتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو کیا لوگوں کے برا ماننے سے شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا؟ (معاذ اللہ) اسلام کے احکام پر عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی رضا کے لیے ہوتا ہے نہ کہ لوگوں کی خوشی کے لیے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبشر، رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ چین والی گھڑی پہن کر نماز کیوں نہیں جائز ہے جب کہ لوہے والے بٹن کرتے میں لگا کر نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بٹن تابع اور غیر مقصود ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور چین تابع نہیں بلکہ خود ان سے مقصود تزین وتحلی ہے اور یہ خود متبوع ہوتے ہیں۔ لہٰذا ناجائز ٹھہرے۔ درمختار میں ہے "وفی شرح الوھبانیة عن المنتقی لا باس بعروة القمیص وزره من الحریر لانه تبع وفی التاتار خانیة عن السیر الکبیر لا بأس بازرار الدیباج والذھب" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

جماعت میں قطع صف مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد علیم اللہ، سدھارتھ نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام ہے اور وہ صف سے ایک قدم آگے ہو کر نماز پڑھاتا ہے اور پیچھے والی صف میں جو امام کے پیچھے ہیں جگہ خالی رہتی ہے۔ اس صورت میں قطع صف

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۵، ص:۲۲۶

ہورہی ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں، اور ایسا نماز جمعہ، اور عیدین کی فجر میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں نماز جمعہ کا اعادہ ضروری ہے، یا نہیں؟ اور امام ومقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بلا شبہ قطع صف ہے اور قطع صف حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسددوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطان ومن وصل صفاً وصله الله ومن قطعه قطعه الله"(۱)

یعنی: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: صفوں کو سیدھی رکھو اور کندھے سے کندھا ملاؤ، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آرام سے کھڑے رہو، اور درمیانی جگہوں کو پر کرو صف میں شیطان کے لیے فراخی نہ چھوڑ، اور جس نے صف ملایا اس کو اللہ ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اس کو اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) علیحدہ کردے گا۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" حنفی قادری قدس سرہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"صورت مستفسرہ میں بے شک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم وگنہ گار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے۔ جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی، اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے، اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"ترک التقدم لإمام الرجال محرم، وکذا صرح الشارح، وسماه فی الکافی مکروها، وهو الحق ای کراهة تحریم، لان مقتضی المواظبة علی التقدم منه علیه الصلوٰة والسلام بلا ترک الوجوب فلعدمه کراهة التحریم" (۲)

اور جب قطع صف کی بنا پر کراہت تحریمی پائی گئی تو ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۱۵

"کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم یجب اعادتھا" (۱)

امام مقتدی جو لوگ بھی اس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ سب مجرم وگنہ گار ہیں۔ ان پر توبہ ضروری اور اس طرح نماز پڑھنے سے رکنا لازم ہے۔ البتہ اگر جگہ کی تنگی یا اور کسی مجبوری سے ایسا کرتے ہیں تو امام کے پیچھے کھڑے ہونے والے مل کر کھڑے ہوں اور سجدہ کرتے وقت تھوڑا تر چھے ہو کر سجدہ کریں اس طرح کراہت سے بچ جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ر ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

کفِ ثوب کا حکم

مسئلہ از: سید عبد الباسط مبدر رواڑی، سرگیہ روڈ، مقام وپوسٹ وضلع بلاری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) وتر میں دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ کہاں تک چھوڑیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ تہبند الٹا موڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اور بکر کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ نیز اگر کپڑا بڑا ہو تو نیچے سے موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کی تفصیل تحریر فرمائیں اور کپڑا موڑ کر نماز پڑھے اور پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

شریعت کی روشنی میں مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قرأت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائے اور تکبیر کہے پھر ہاتھ باندھ لے، ہاتھ نیچے لٹکانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "إذا فرغ من القرأت فی الرکعۃ الثالثۃ کبر ورفع یدیہ حذاء اذنیہ ویقنت" (۲)

اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے:

اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے "ہاتھ لٹکانا ثابت نہیں بلکہ ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائیں۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) تہبند و پائجامہ وغیرہ موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری

(۱) الدر المختار مع رد المختار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۱۱

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

مع البزازیہ، میں ہے:

"یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ"(۱)

اوردرمختار مع الشامی میں ہے"کرہ کفہ ای رفعہ" (۲)

اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"حرر الخیر الرملی ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ"

اوردرمختار میں ہے:

"کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا" (۳)جولوگ پاجامہ وغیرہ موڑ کرنماز پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ مجرم وگنہ گار ہیں۔جتنی نمازیں اس طرح انہوں نے پڑھی ہیں ان کالوٹانا واجب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ررجب المرجب ۱۴۲۳ھ

موڑ کر پہنے جانے والے کپڑے میں کفِ ثوب نہیں ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا پوسٹ، پچھوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مہنگی سویٹر (لوزر) عام طور سے لوگ نیچے والا حصہ اندر کی طرف موڑ لیتے ہیں کہ نہ موڑنے پر برا لگتا ہے اوراسی حالت میں نماز ادا کرتے ہیں تو کیا اس طرح سے سویٹر کو اندر موڑ لینے سے کفِ ثوب پایا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس کی وضع یوں ہی ہے کہ نیچے موڑ کر پہنا جائے جس طرح تہبند باندھنے کا طریقہ ہے تو کفِ ثوب نہیں ہے۔کیوں کہ اصطلاح فقہ میں کفِ ثوب کا معنی یہ ہے کہ عادت کے خلاف کپڑا موڑ کر پہنا جائے جب کہ یہاں موڑ کر پہننا خلاف عادت نہیں بلکہ موافق عادت ہے۔لہٰذا اسے کفِ ثوب نہیں کہا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ررجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱)الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱،ص:۱۰۵

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۲،ص:۴۰۶

(۳)الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۱،ص:۳۳۷

چین دار گھڑی پہننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ بچپو کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور برابر چین دار گھڑی پہننا اور نماز کے وقت گھڑی اتار کر پڑھنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

چین دار گھڑی جس طرح نماز میں ناجائز ہے یوں ہی خارج نماز بھی ناجائز ہے۔ یہی موقف عامہ علماے اہل سنت کا ہے۔ معارف شارح بخاری میں ہے۔

"سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کا فتویٰ یہ ہے کہ چین کے ساتھ پہننا ناجائز ہے اور تقریباً یہی موقف عامہ اہل سنت کا بھی ہے۔"(۱)

اور جب چین دار گھڑی کو پہن کر نماز پڑھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہوا تو اس میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

پینٹ، پائجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: احقر عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نیچے سے پینٹ یا پائجامہ موڑ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

پینٹ یا پائجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: "امرنا ان لا نکف شعرا ولا ثوبا" (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ میں ہے: "یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ" (۳)

اور شامی میں ہے:

---

(۱) معارف شارح بخاری، ص: ۸۳۴ (۲) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۲ (۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

"حرر الخير الرملي ما يفيد ان الكراهة فيه تحريمية" (۱) والله تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد فرید احمد، ساکن گنگرمٹی، ضلع پنّا، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی شخص نے حالت نماز میں پائجامہ کو نیچے کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑ لیا یا اوپر کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑ لیا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا مکروہ تنزیہی؟ اگر کسی شخص کا پائجامہ اتنا لمبا ہے کہ ٹخنہ چھپ جاتا ہے تو وہ نماز کی حالت میں کیا کرے؟

(۲) چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چار آنہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چار آنہ سے زائد نماز کے علاوہ بھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مسئولہ میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی کہ یہ سب "کف ثوب" ہے جس پر حدیث میں ممانعت وارد ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ولا يكف ثوبه لانه نوع تجبر" (۲) اور اپنا کپڑا نہ موڑے کہ یہ ایک طرح کا تکبر ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

"ازار کا گٹھنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اس کی غایت خلاف اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں۔ فرمایا: "انت لست ممن يصنعه خيلاء" تم ان میں سے نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے "اسبال الرجل ازاره اسفل من الكعبين ان لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيهية كذا في الغرائب" (۱) اگر کسی

---

(۱) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۰۶

(۲) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۴

کا پائجامہ ٹخنہ سے نیچے تک ہے تو اسے چاہیے کہ بغیر موڑے اوپر کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) چین کی گھڑی کا پہننا ناجائز ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ''گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز وامامت مکروہ تحریمی ہیں۔'' (۲)

لہٰذا چین کی گھڑی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ ھکذا قال العلماء لاھل السنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں ''مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے۔ صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ (۳)

فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ ہندیہ سے ہے ''ینبغی ان تکون فضة الخاتم المثقال ولا یزاد علیه وقیل لا یبلغ به المثقال وبه ورد الاثر'' انگوٹھی کی چاندی کا وزن ایک مثقال ہونا چاہیے نہ کہ اس سے زیادہ اور کہا گیا ہے کہ ایک مثقال سے بھی کم ہو اور اس پر حدیث وارد ہے۔'' (۴)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مردوں کو صرف چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جائز ہے اور چوں کہ چار آنہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہوتا ہے اس لیے چار آنہ سے اتنی زائد مقدار کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم رہے۔ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس سے زائد کی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اس سے زائد کی نماز کے باہر بھی پہننا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص:۴۴۸

(۲) احکام شریعت، ج:۲، ص:۱۷۰

(۳) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۶۲

(۴) الفتاویٰ الرضویة، ج:۹، ص:۱۴

باب احکام المسجد

احکام مسجد کا بیان

متبرک مقامات کے نقشے والے مصلوں کا حکم

مسئلہ از: اصغر علی، مقام ملہاں، پوسٹ سلورا بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) زید نے دیکھا کہ مسجد میں امام صاحب کے لیے اوپر تلے دو مصلے بچھے ہوئے ہیں۔ زید نے کہا کہ اس طرح نہیں بچھا سکتے کیوں کہ ہر مصلے پر گنبدِ خضریٰ، یا خانہ کعبہ، یا بیت المقدس کا نقشہ بنا ہوتا ہے۔

(۲) ہماری گاؤں کی مسجد میں مصلے زیادہ ہیں۔ مقتدیوں کے لیے ان مصلوں کو بچھا سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بچھائے گئے تو اگلی صف میں جانے والے مصلی یا نمازی دوسری صف میں بچھے ہوئے مصلوں کو پھلانگتے ہوئے جائیں گے۔ اس سے مصلوں پر بنے ہوئے نقشوں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۳) اگر دو یا ایک مصلیٰ کسی اور مسجد میں دے دیئے جائیں تو کیسا ہے؟

(۴) مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کے لیے خریدا گیا لیکن اتفاق سے مسجد میں پانی نہیں ملا۔ جس سے پائپ وغیرہ استعمال نہیں ہوئے۔ ان کا بیچنا یا کسی دوسرے مسجد میں یا مدرسہ میں دے دینا جائز ہے یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس مصلّٰی پر کعبہ مقدسہ، یا کسی متبرک مقام کا نقشہ ایسا صاف اور صحیح بنا ہو کہ اسے دیکھتے ہی فوراً ذہن اصل کی طرف جا پہنچے تو اس کا اعزاز و اکرام اصل کی طرح ہی ہوگا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"علمائے دین نے نقشہ کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔"(۱)

لہٰذا وہ مصلّٰی جو امام صاحب کے لیے بچھا ہوا ہے اس پر نماز پڑھتے وقت پیر نہ پڑتا ہو تو اس کا بچھانا اور نماز

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۹، ص: ۱۵۰

پڑھنا جائز ہے ورنہ اس کا بچھانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر نقشوں کا احترام برقرار رکھ سکیں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جب مصلّٰی ایک مسجد میں دے دیا گیا تو ملک مسجد ہو گیا، دوسری مسجد میں اس کا دینا ناجائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا ہے نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر وہ ہینڈ پائپ مسجد کے مال سے خریدا گیا اور اس مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہ گیا تو متولی مسجد اسے بیچ کر حاصل شدہ رقم مصرف مسجد میں خرچ کر دے البحر الرائق میں ہے "وفی الفتاوی الظهيرية سئل الحلواني عن اوقاف المسجد اذا تعطلت وتعذر استغلالها هل للمتولي ان يبيعها ويشترى بثمنها اخرى قال نعم." (۲) اور اگر کسی نے اسے مسجد میں دیا تھا تو اسے بیچنا یا کسی دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں دے دینا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت، میں ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مسجد کے مائک سے اعلان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد انظار عالم قادری، بمقام سالکی، پوسٹ گاچھپارہ تھانہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) گاؤں کی جامع مسجد کی مائک سے گاؤں کی کسی میت کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے اعلان کرنا اور چاند کے بارے میں اعلان کرنا، یا گاؤں کی کمیٹی کی جانب سے وقتاً فوقتاً کوئی بھی اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مسجد میں نعت ومنقبت وتقریر کی کیسٹ بجانا کیسا ہے؟ جیسے: رمضان المبارک میں سحری کے وقت لوگوں کو جگانے کے لیے بجاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) اگر وہ مائک چندہ سے خریدا گیا ہے اور چندہ دینے والے جانتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر ضروریات مسجد میں استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے موت کا اعلان بھی ہوگا اور بھی دیگر اعلان، مثلاً اعلان جلسہ ومیلاد ہوں گے یا کسی ایک شخص نے وہ مائک دیا ہے کہ اس سے اذان اور اقامت کے علاوہ دوسرے دینی امور کا اعلان بھی کر سکتے ہیں

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۳، ص:۶۱۰ (۲) البحر الرائق، ج:۵، ص:۲۵۲ (۳) بہار شریعت، ج:۱، ص:۱۸

تو مسجد کے ایسے مائک سے نماز جنازہ وغیرہ کا اعلان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر اشعار میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو یوں ہی تقریر میں کوئی شرعی حرج نہ ہو اور عوام کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو تو کیسٹ کو مسجد میں لگایا جاسکتا ہے مگر نہ لگانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مسجد میں دینی ضرورت کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام مصلے امامت پر کھڑے ہو کر دامن پھیلا کر مسجد ہی کے لیے چندہ مانگنا اور لوگوں کا صفیں پھلانگ، پھلانگ کے امام کے دامن میں چندے کی رقم ڈالنا قباحت، یا کوئی اور قسم کی خرابی تو نہیں؟ کیا مصلیان مسجد میں کسی اور کا تھیلا، یا رومال لے کر وصول صف بصف جا کر کر لینا بہتر نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد میں کسی دینی ضرورت کے لیے چندہ مانگنا درست ہے مگر لوگوں کا ایک دوسرے کی گردن پھلانگ کر چندہ دینا درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس سے نہ شور و غل ہو نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلا شبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔"(۱) لہٰذا صف بصف چل کر وصول لینا ہی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بڑی مسجد کسے کہیں گے؟

مسئلہ از: سید غلام سرور، ایم سی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت دربارہ مسئلہ ذیل میں کہ "بہار شریعت" میں بڑی مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرنا جب کہ نگاہ کے آگے سے نہ گزرے جائز بتایا گیا تو کتنی لمبی چوڑی مسجد ہو تو بڑی مسجد مانی جائے گی؟

---

(۱) المطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۹ ص: ۲۵۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
مسجد کبیر کے متعلق دو قول ہیں۔ایک یہ کہ چالیس "ذراع" ہوتو کبیر ہے اور اس سے کم ہوتو صغیر ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ جامع خوارزم کبیر اور اس سے چھوٹی مسجدیں سب صغیر ہیں۔یہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مختار ہے۔آپ فرماتے ہیں:
"ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے۔یعنی نہایت درجہ عظیم ووسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی۔یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔باقی عام مساجد جس طرح عام بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگر چہ طول عرض میں سوسوگز ہوں۔"(۱)
حاصل یہ کہ بڑی مسجد سے مراد بہت بڑی مسجد مثل مسجد جامع قدس اور جامع مسجد خوارزم، اور آج عموماً اس طرح کی مسجد نہیں پائی جاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۳۰ھ

مسجد میں اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سراج الدین محمود پور، سوراللہ نگر، بلرامپور، یوپی
کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کرام کہ مسجد میں خوشبو کے لیے اگر بتی جلانا کیسا ہے؟ جب کہ ہماری اس آبادی میں زید وبکر کا اختلاف ہے۔زید کہتا ہے کہ جائز ہے کیوں کہ اکثر مساجد میں جلایا جاتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔اس لیے کہ غیر نجس چیز سے تیار کی جاتی ہے۔لہٰذا حضور والا سے عرض ہے کہ احکام شرع سے مطلع فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوھاب:
اگر یہ یقین سے معلوم ہو کہ جو اگر بتی مسجد میں جلائی جارہی ہے وہ نجس چیز سے بنی ہوئی ہے تو مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔چنانچہ درمختار میں ہے:
"یکرہ الوطی فوقہ والبول والتغوط وادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۵۸۶، ۵۸۷

نجس فیہ" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

مسجد میں کسی دینی پروگرام کرنے والوں سے چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ قادری، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مسجد میں کسی بھی شرعی پروگرام کو اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہے، یا اپنے سنی مرحومین کی قرآن خوانی ونکاح خوانی کریں تو مسجد کے ٹرسٹیان وذمہ داران کو بجلی وپنکھا کے اخراجات کے لیے ان لوگوں سے ہدیہ مانگنے کا حق ہے یا نہیں؟ اوران تمام پروگرام، وقرآن خوانی اور نکاح خوانی کے لیے مسجد کے ٹرسٹیان، وذمہ داران سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مجلس وعظ، محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراسی طرح دیگر دینی پروگرام اگر چہ طاعت وثواب کے کام ہیں۔ یوں ہی قرآن خوانی اور ممنوعات سے پاک نکاح خوانی گو کہ امور مستحسنہ سے ہیں مگر روشنی اور پنکھا چلانے کے لیے جو اخراجات مسجد کے ذمہ آئیں گے ذمہ داران مسجد ان تقریبات کا انعقاد کرنے والوں سے ان کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ بحر العلوم (۲) میں ہے اور مسجد میں ان تقریبات کے انعقاد کے لیے مسجد کے نظم وضبط اور انتظام وانصرام کے پیش نظر اگر ذمہ داران مسجد نے اجازت لینے کی شرط لگا رکھی ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الدر المختار، ج ۱، ص: ۹۳

(۲) فتاوی بحر العلوم، ج: ۵، ص: ۶۳

مسجد میں گیس سلنڈر جلانا

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، مہراجگنجوی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گیس سلنڈر مسجد میں جلا کر اس کی روشنی میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ حالاں کہ اس کے جلانے سے بدبو کا احساس ہوتا ہے۔ گزارش ہے کہ جلد از جلد تسلی بخش جواب دے کر ناچیز کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہر وہ چیز جس میں ایسی بو ہو کہ سلیم الطبع لوگوں کے لیے ناگوار ہو اسے مسجد میں لے جانا یا کھا کر جانا ناجائز ہے۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا یقربن مسجدنا فان الملائکة تتاذی مما یتاذی منه الانس" (۱)
اور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ مذکور حدیث نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:
"یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو"۔ (۲)
اور اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
"مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بدبو بالکل دور کر دی جائے۔" (۳)
گیس سلنڈر میں جلانے کے وقت چوں کہ بدبو ہوتی ہے اس لیے مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی پاک چیز سے اس کی "بدبو" زائل کر دی جائے تو جائز ہے۔ یا باہر جلا کر پھر اندر رکھیں تو بھی درست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۸
(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۴۸
(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۵۹۸

سفید داغ والا جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اس کا مسجد میں آنا منع ہے

مسئلہ از: عبد الرحمٰن ساکن بسڈیلہ، پوسٹ کھجنی بازار، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: ولی محمد جس نے جوانی کی زندگی میں انگریزی باجے اور ناچ وغیرہ کی ایجنٹی کی۔ جسم پر برص کا داغ بکثرت موجود ہیں، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں مگر وہ مسجد ومدرسہ کا سکریٹری بننا چاہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنا اور مسجد ومدرسہ کا سکریٹری بننا جائز ہے؟ جواب سے جلد نوازیں تاکہ اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ولی محمد نے ناچ باجے کی ایجنٹی سے توبہ کرلی ہے تو اسے مسجد ومدرسہ میں آنے دیا جائے۔ یوں ہی اسے مدرسہ کا سکریٹری بننا بھی جائز ہے مگر جب لوگ برص کی بنا پر نفرت کرتے ہیں تو مسجد ومدرسہ میں آنا یا مدرسہ کا سکریٹری بننا منع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے

"ہاں جب کہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوبا اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام واحتمال تقلیل جماعت ہو تو استحبابا۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۱/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

مسجد کے ارد گرد گندگی پھیلانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محلّہ کے لوگ مسجد کے ارد گرد گندہ اور کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں مسجد کے موذن صاحب جب ان لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ بھائی مسجد کا احترام کرو یہاں گندگی مت پھیلاؤ تو محلّہ کے لوگ موذن صاحب کو پریشان کرتے ہیں اور مسجد سے نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسی حرکت کریں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۳۷۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجدیں اسلامی شعار اور مذہبی شناخت و پہچان ہیں اور اسلامی شعار کی تعظیم و احترام شرع مطہر کو مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾(۱)

اور ظاہر بات ہے کہ مسجدوں کے اردگرد کوڑا کرکٹ پھینکنا یونہی گندہ پانی پھینکنا یہ سب تعظیم و توقیر کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں کوڑا کرکٹ کی بدبو اگر مسجدوں میں پہنچے تو مصلیوں اور فرشتگان الٰہیہ کی اذیت و تکلیف کا باعث بنے گا۔ اس لئے مسجد کے اردگرد گندہ پانی پھینکنا اور کوڑا کرکٹ ڈالنا ناجائز ہے اور موذن صاحب کا لوگوں کو روکنا بھی بجا ہے روکنے پر جو لوگ موذن صاحب کو پریشان کریں وہ مجرم و گنہگار اور ایذائے مسلم کے جرم قبیح میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ مسجد کی نظافت و پاکیزگی کا خیال کریں اور موذن صاحب کی ایذا رسانی سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) سورۃ الحج، آیت: ۳۲

باب النوافل والتراویح

نفل وتراویح کا بیان

تہجد کی نماز کے لئے سونا شرط ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ نماز تہجد کے لیے سونا شرط ہے، جو لوگ رات بھر شب بیداری کرتے ہیں وہ تہجد کس طرح ادا کریں۔ کئی بزرگوں کے واقعات ملتے ہیں کہ وہ رات بھر یادا لٰہی کرتے تھے وہ کس طرح نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ نماز عشا کے بعد سو جائیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھیں اب جو بھی نفل پڑھیں تہجد ہوگی اور جن بزرگوں کے متعلق شب بیداری کرنے کے ساتھ ساتھ تہجد پڑھنے کے واقعات ملتے ہیں۔ ان حضرات کا یہی حال تھا کہ نماز عشا کے بعد تھوڑی ہی دیر یہی سو رہتے تھے پھر اٹھ کر نوافل ادا کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا سونا ایسی حالت پر ہوتا کہ جس میں وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

معذور شخص کا تراویح چھوڑنا گناہ نہیں

مسئلہ از: محمد آصف برکاتی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید پنج وقتہ نماز تو ادا کرتا ہے مگر پھر پیر میں اس قدر درد ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز بیٹھ کر بھی ادا نہیں کر سکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں نماز تراویح اس پر معاف ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز تراویح مرد وعورت سب کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔

درمختار میں ہے:

"التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً" (۱)

اور سنت موکدہ کا حکم بیان کرتے ہوئے حضور صدرالشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحق نار ہے۔" (۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا سنت موکدہ عذر کی بنا پر ترک کی جا سکتی ہے اور پیر میں ایسا درد کہ بیٹھ کر بھی تراویح نہ پڑھ سکے ایک معقول عذر ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں ترک تراویح جرم نہیں اور تارک گنہ گار نہ ہوگا۔

فقیہ النفس امام اجل علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں: **"اما سائر السنن اذا ترکھا بعذرٍ فھو معذور وان ترکھا بغیر عذر إستخفافًا وتھاوناً یکون مسیاً" (۳) وھو تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری		کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴؍ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

تراویح میں قرآن شریف کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پیلی بھیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) یہ امر تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ پورے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر ایک قرآن کا ختم کرنا سنت موکدہ ہے لیکن قرآن کب اور رمضان کی کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟ اور روزانہ نماز تراویح میں کتنا قرآن عظیم پڑھا جائے؟ اس کی کوئی معین مقدار سنت سے، یا افعال صحابہ وتابعین وتبع تابعین، یا اقوال ائمہ بہترین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو امام کو اس بات پر مجبور کرنا کہ سات یا گیارہ رمضان کو قرآن ختم کرنا ہوگا ورنہ آپ اس مسجد میں قرآن

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱ ص: ۴۷۲

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱

(۳) الخانیہ مع الفتاویٰ العالمگیریۃ: ج: ۱، ص: ۲۳۶

سنانے کے مجاز نہیں ہوں گے۔شرعاً کیسا ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ امام کی صحت اتنی جلد قرآن ختم کرنے کی متحمل نہ ہو۔

(۴) متولی مسجد یا مصلیان مسجد کا امام پر یہ قید لگا دینا کہ آپ کو اتنے دن نماز تراویح میں اتنا اور اتنے دن روزانہ اتنا قرآن پڑھنا ہے اور امام ویسا ہی کرے جیسا کہ متولی یا مصلیان مسجد نے کہا تو کیا شرعاً یہ درست ہوگی؟ فقہ حنفی کی بہت سے کتابوں میں آیا ہے کہ کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا مکروہ تحریمی ہے۔اور پھر نماز کے داخلی امور میں امام متبع غیر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ہونا کراہت نماز کا باعث ہوگا یا نہیں؟ آیا متولی اور مصلیان مسجد کا امام پر اس طرح کی قید لگانا کیا حکم رکھتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر قرآن پاک کا ایک ختم سنت موکدہ ہے۔مگر فقیر کی نظر سے ابھی یہ تفصیل نہ گزری کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کب قرآن ختم فرماتے تھے۔

البتہ فقہائے کرام کے اقوال وارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ختم قرآن کریم کم از کم تین دن میں ہونا چاہیے۔اگرچہ اس سے کم مدت میں بھی کوئی ممانعت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی۔قدس سرہ۔فرماتے ہیں:

"علما نے بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں۔"(۱)

اور اگر ایک ختم قرآن پوری تراویح میں کرنا ہو تو ستائیسویں تاریخ یعنی شب قدر میں ختم کرنا چاہیے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

" اذا ارادالختم ان يختم في ليلة السابع والعشرين كذا في المحيط." (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ۔تحریر فرماتے ہیں۔اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو۔(۳)

یوں ہی اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو ہر شب میں نماز تراویح کے اندر ہر رکعت میں دس آیت پڑھی جائے اس

(۱) العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية، ج:۳، ص: ۴۷۹

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۱۸

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۳۳

حساب سے ہر شب کی نمازِ تراویح میں دوسو آیات پڑھنا مسنون ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے "عن ابی حنیفة رحمة اللہ تعالیٰ یقرأ فی کل رکعة عشر آیات وھو الصحیح لان فیہ تخفیفا علی الناس وبہ تحصل السنة و ھی الختم مرة واحدة." (۱)

اور اگر تین ختم کرنا ہو تو دسویں تاریخ میں ختم ہو اس طرح ہر ایک عشرہ میں ایک ختم ہوگا۔ حبیب الفتاویٰ میں ہے: پورے رمضان کے مہینے میں تراویح کے اندر تین ختم پورے قرآن کریم کا افضل ہے۔ یہ روزانہ تین پاروں کے پڑھنے سے ہی ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ ختم قرآن کے لیے شرعاً کوئی ایک تاریخ معین نہیں ہے۔ لہٰذا انتظامیہ کمیٹی یا متولی اگر مصلیوں کے حالات یا کسی اور جائز مصلحت وحکمت یا سہولت کے پیش نظر سوال میں مذکور تاریخ پر ختم کرنے کو کہتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ساتھ ہی امام کی حالت کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی۔ قدس سرہ۔ رقمطراز ہیں کہ:

"رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی اوروں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار، اور کمزور، اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔" (۲)

اسی میں بخاری شریف کے حوالہ سے ہے کہ حضور فرماتے ہیں: "میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور طول کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں لہٰذا نماز میں اختصار کرتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے اس کے رونے سے اس کی ماں کو غم لاحق ہوگا"۔ (۳)

اور حبیب الفتاویٰ میں حدیث شریف نقل ہے کہ: "سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا کافی دیر کر کے پڑھانے آتے اور طویل قرأت کیا کرتے تھے، تو بعض مقتدیوں کی شکایت پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نمازیوں کو جماعت سے نفرت دلانے کا کام کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو بلکہ نماز مختصر پڑھاؤ۔ (۴)

اسی میں ہے اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ: امام پر مقتدی کا لحاظ ضروری ہے۔

---

(۱) الفتاویٰ الخانیة مع العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۴) حبیب الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۲۰

ان ارشادات مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر امام مقتدی کی حالت یا اس کی کسی بات کا لحاظ کرے اور اس کا کہنا تسلیم کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ ہی باعث کراہت اور جہاں کہیں پر یہ آیا ہے کہ امام کا مقتدی کے خاطر نماز کو طول دینا مکروہ ہے۔ وہاں عین حالت نماز میں کسی پہچانے ہوئے شخص کی خاطر طول دینا مکروہ مراد ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ''ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

''ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی کی رعایت جائز نہیں۔ مثلاً: امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لیے رکوع میں تسبیحیں زائد کر سکتا ہے۔ جس میں وہ شامل ہو جائے۔''(۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر متولی یا مصلیان مسجد نے پہلے سے کسی متعین مقدار میں پڑھنے کے لیے کہا اور امام نے اسی کے مطابق پڑھا تو یہ باعث کراہت وحرج نہیں ہے۔ البتہ متولی یا مصلیان مسجد امام کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے گزارش کریں نہ کہ ڈکٹیٹریت اور تحکم کا انداز اور طریقہ اختیار کریں اگر وہ ایسا کریں تو امام خود مجبور نہ ہو اگر چاہے تو وہاں سے الگ ہو جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وہابی کو تراویح میں سماعت قرآن کے لئے مقرر کرنا کیسا؟

مسئلہ از: کلیم چشتی مردل ناکہ، اندھیری ویسٹ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ کے متعلق کہ ایک ٹرسٹ ہے جس کے ماتحت دو مسجد ہے۔ ایک مسجد ''غوث الوریٰ''، دوسری مسجد ''اعلیٰ حضرت''۔ اتفاق سے دونوں مسجد کے موذن سگے بھائی ہیں۔ یہ دونوں بھائی محلے کے وہابی، دیوبندی سب کو نہلاتے اور سب کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی موذن دو سال سے مسجد ''غوث الوریٰ'' میں تراویح کی سماعت کے لیے اپنے باپ کو بلاتے ہیں جو کٹر وہابی ہے۔ اس کے وہابی ہونے کی پہلی علامت یہ ہے کہ کوئی سنی خوش عقیدہ مسلمان پہلی ہی نظر میں دیکھ کر کہہ اٹھے گا کہ یہ وہابی ہے کیوں کہ اس کے چہرے مہرے، لباس پوشاک سے وہابیت جھلکتی ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ہم لوگ فجر سے مغرب تک مسجد ''اعلیٰ حضرت'' میں اور عشا وتراویح، مسجد ''غوث

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۳۷۷

الوریٰ“ میں پڑھتے رہے کبھی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سن کر انگوٹھا چومتے نہیں پایا اور نہ کبھی صلاۃ وسلام پڑھتے دیکھا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ جب ان کے گاؤں کے نمائندہ دیوبندی لوگوں سے پوچھا گیا کہ حافظ صاحب ”ممبئی“ تراویح سماعت کے لیے جاتے ہیں۔ کیا حافظ صاحب اپنا دیوبندی عقیدہ بدل کر سنی ہو گئے ہیں؟ تو گاؤں والوں کا جواب تھا، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ممبئی میں ان کے صاحب زادے سنی مسجد کے موذن ہیں۔ وہ کمیٹی کی رائے سے بلاتے ہیں۔ نذرانہ اچھا ملتا ہے تو چلے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دیوبندی مسلک پر قائم ہیں۔ اور جب گاؤں کے سنی حضرات سے پوچھا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ حافظ صاحب کے بدعقیدہ ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چوتھی اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ دیوبندی مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے اکابر علماے دیوبند جن کو عرب وعجم کے مفتیان کرام نے کافر کہا ہے یہ ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اب اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور پڑھنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ دوسری چیز یہ ہے کہ ٹرسٹیان کو دھوکہ دے کر مصلیان مسجد کو دھوکہ دے کر اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے سنی مسجد میں مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ اور تیسری چیز یہ کہ اکابر دیوبند کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

”باسمه تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوهاب:

وہابی، دیوبندی اپنے کفری عقائد کی بنا پر کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں اور کافر ومرتد کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ بعض وقت کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾(۱)

لہٰذا جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں وہ اسلام سے نکل گئے۔ ان پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اور جو لوگ لاعلمی کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے حرام سمجھتے ہوئے ان کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں، تو وہ توبہ واستغفار کریں۔ دھوکہ دینا، فریب کرنا ناجائز وحرام ہے۔ لہٰذا جو شخص اہل سنت وجماعت کو دھوکہ دے کر ان کی سنی مسجد میں اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے مقرر کیا وہ سخت مجرم وگنہگار، بددیانت وخیانت کار اور مستحق غضب جبار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے موذن کے منصب سے برطرف کر دیا جائے۔ اکابر دیوبند کو اگر مسلمان سمجھ کر ”رحمة الله علیه“ لکھے تو خود لکھنے والا کافر ہے۔ ورنہ حرام کار اور مجرم وگنہ گار ہے۔ **هكذا قال العلماء الكرام لاهل السنة**

---

(۱) سورة التوبة، آیت: ۸۴

والجماعة كثرهم الله تعالىٰ وشكر مساعيهم الجميلة وهو تعالىٰ أعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

کیا سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن ونوافل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟ تہجد کی نماز نفل ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جس طرح نماز نفل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں کیا اسی طرح سنت بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے یا سنت ہے۔ نیت نفل کی کرے، یا سنت کی کرے۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن ونوافل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ اگر چہ افضل کھڑے ہوکر پڑھنا ہے۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ہے:

"اما صلاة السنن والمندوبات ونحوها فان القيام لا يفترض فيها بل تصح من قعودٍ الا ان الحنفية قالوا كما يفترض القيام فى الصلوات الخمس كذلک فى صلوٰة ركعتى الفجر على المصحح"(۱)

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے اس میں نفل کی نیت کرے۔ اگر چہ سنت کی نیت سے بھی ادا ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے: "ان التهجد لا يحصل إلاّ بالتطوع" (۲)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: "نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں، حلیہ میں قاضی حسین سے ہے: "انه فى الاصطلاح صلاة التطوع فى الليل بعد النوم." (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) الفقه على المذاهب الاربعة، ج:۱، ص:۲۲۷

(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۶۷

(۳) الفتاوىٰ الرضوية ج:۳، ص:۴۵۶

تراویح میں حافظ کے نذرانہ کی صورتیں

مسئلہ از: محمد امتیاز، متعلم دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین شرح متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں جو حفاظ کرام تراویح پڑھاتے ہیں اور ختم تراویح پر جو انہیں کپڑا اور نذرانہ وغیرہ عطا کیا جاتا ہے تو یہ نذرانہ حفاظ کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جواز یا عدم جواز کی صورت بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صدرالشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کرلیں کہ یہ لیں گے، یہ دیں گے بلکہ اگر یہ معلوم کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ "المعروف کالمشروط" ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا، یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کرے تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالۃ"(۱)

جواز کی مذکورہ صورت کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک میں نماز پنجگانہ کا امام بہ تعیین تنخواہ اسی حافظ کو بنا دیا جائے جس سے تراویح پڑھوانا ہے۔ اس طور پر بھی حکم جواز کا ہوگا یا صرف نماز عشا کی امامت کے لئے مقرر کرلیا جائے اور پھر وہ تراویح بھی پڑھائے اب وہ رقم تراویح کی اجرت نہیں بلکہ نماز عشا کی امامت کی اجرت ہوگی اور بھی جواز کی بعض صورتیں ہیں جن کو اپنا کر ناجائز کام سے بچا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص:۶۹۲

باب قضاء الفوائت

قضا نماز کا بیان

نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں؟

مسئلہ از: عبد الرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ادا کی جا سکتی ہیں۔ نماز قضا صرف تین وقتوں میں منع ہے۔ بقیہ جس وقت چاہے پڑھیں۔ وہ اوقات ممنوعہ طلوع شمس، وقت زوال اور غروب شمس کا وقت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العصر وقت له الا ثلثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلوٰة فی هذه الاوقات كذا فی البحر الرائق" (۱) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۳۱

باب سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

سری نماز میں سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی تو

مسئلہ از: محمد تنویر رضوی، بدھ صیانی، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز ظہر میں پوری سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی اس کے لیے کیا حکم ہے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی نے سری نماز میں ایک کلمہ جہر سے پڑھا تو معاف ہے اور ایک آیت کی مقدار پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے درمختار میں ہے۔

"والجهر فيما يخافت فيه للامام وعكسه بقدر ماتجوز به الصلاة في الفصلين وقيل يجب السهو بهما مطلقاً وهو ظاهر الرواية" (۱)

بہار شریعت میں ہے:

"امام نے جہری نماز میں بقدر جواز نماز یعنی ایک آیت آہستہ آہستہ پڑھی یا سری میں جہر سے پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے اور ایک کلمہ آہستہ یا جہر سے پڑھا تو معاف ہے" (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ زید نے جب پوری سورہ فاتحہ نماز ظہر میں جہر سے پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا کثیر جماعت ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے؟

مسئلہ از: محمد سہیل کسورا بازار بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر جماعت کثیر ہو تو کیا سجدہ سہو ساقط ہو سکتا ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار باب سجود السهو ج:۲، ص:۴۷۷

(۲) بہار شریعت ج:۴، ص:۵۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقہائے اسلام تصریح فرماتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کی نماز میں اگر سجدہ سہو واجب ہو تو امام کا سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ وفساد میں نہ پڑ جائیں مجمع الانہر میں ہے۔

"لا یسجد للسھو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة" (۱)

درمختار میں ہے۔

"والسھو فی صلاة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر اقرہ المصنف وبه جزم فی الدر" (۲)

ردالمحتار میں ہے۔

"الظاھر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذلک کما بحثه بعضھم ط وکذا بحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة اھ" (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جب کہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط وافتتان کا اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا" (۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت کثیر ہو تو خواہ جمعہ وعیدین کی نماز ہو یا کوئی اور ہو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

نماز میں ترتیب کے الٹنے سے سجدہ سہو نہیں

مسئلہ از: محمد حدیث قادری،

مدرسہ اہلسنت مظہر اسلام جلہوا، پوسٹ دولت آباد، اترولہ، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج: ۱، ص: ۱۴۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار باب سجود السھو ج: ۲، ص: ۴۸۹

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاوی الرضویة ج: ۳، ص: ۶۸۹

عید الاضحیٰ کی نماز میں امام نے پہلی رکعت میں بارھواں پارہ سورۂ یوسف کی ابتدائی آیتیں تلاوت کی اور رکعت ثانیہ میں سورہ بقرہ شریف کی آیت "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ" غیر اختیاری طور پر زبان سے جاری ہوتے ہی امام کو فوراً ترتیب کا خیال آیا۔ الفاظ مذکور بالا پر ہی ٹھہر گیا اور بعد توقف سورہ جمعہ کی چند آیتیں تلاوت کی۔ اور نماز پوری کی۔ صورت مسئولہ میں وقوع ترتیب خلاف یا فساد معنیٰ ہوا یا نہیں، نیز نماز ہوگی یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اول یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت سے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

"لان ترتیب السور فی القراۃ من واجبات التلاوۃ." (۱) واجبات نماز سے نہیں ہے۔ اس لیے اگر کسی نے قصداً ترتیب الٹ کر تلاوت کی تو گنہ گار ہوا توبہ کرے مگر نماز ہوگئی۔ مکروہ تحریمی نہیں ہوئی اور نہ بھول کر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: "یجب الترتیب فی سور القرآن فلو قرأمنکو سا اثم لکن لا یلزمہ سجود السھو" (۲) یعنی قرآن شریف کی سورتوں میں ترتیب واجب ہے۔ اگر کسی نے الٹی قرأت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ہاں گنہگار ہوا۔

اگر امام نے ترتیب کا خیال کر کے بعد توقف سورہ جمعہ کی آیتیں تلاوت کی تو اگر ایک رکن نماز کی مقدار ساکت رہا پھر آیت تلاوت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ ورنہ نماز ہوگئی۔ کسی طرح کا کوئی فساد نہ ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ سہو لازم ہے" (۳)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں "امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہ گار ہوا نماز میں کچھ خلل نہیں"۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) رد المحتار، ج:۲، ص:۲۳۸
(۲) ردالمحتار، ج:۱، ص:۳۰۷
(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۱۲۵
(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۸۸

جماعت کی قضا نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے

مسئلہ از: سید محمد ضیاء الدین عارف حامدی حسینی قادری، سجادہ نشین درگاہ حضرت سید محمد قاسم پیر مخدومی، حسینی، قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیر اباد، ڈیام، ضلع وتعلقہ کپل، کرناٹک، انڈیا۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں جو درج ذیل ہے:

(۱) اگر زید نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ رحمٰن کی آیتیں "خلق الإنسان، ماتُکَذِّبٰنِ" تک پڑھی، کچھ گلے میں خراش کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے شاید زید کو بھول واقع ہوئی تو آگے کی آیات "رب المشرقین ورب المغربین" کے بجائے واپس "خلق" پہ لوٹے، جیسے ہی لفظ "خلق" کا کہنا تھا زید کو یاد آیا کہ میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ (یہ زید کا کہنا ہے) اگر زید نے "رب المشرقین" سے شروع کر دیا "خلق" اللہ نے پیدا کیا 'رب المشرقین ورب المغربین' دو مشرقین کا رب دو مغربین کا رب۔

حضرت قبلہ اس ترجمہ سے یہ اس طرح پڑھنے سے جس طرح کہ اوپر لکھا گیا ہے (خلق رب المشرقین ورب المغربین پوری آیتیں تلاوت کی) سجدۂ سہو واجب ہے کہ نہیں؟ کیا نماز میں فساد ہوا یا نہیں؟ اس سے نماز کو لوٹانا پڑے گا یا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟ دونوں میں سے ایک چیز بھی واقع نہیں ہوئی۔ زید نے نہ تو سجدہ سہو کیا او رنہ ہی نماز لوٹائی تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) ایک سے دو مرتبہ پڑھنا تکرار ہے، یا ایک کو تین سے زائد پڑھنا تکرار ہے؟ ضم سورت میں ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا واجب ہے، یا فرض؟ اس میں ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد (صرف دو چھوٹی آیتیں) دوبارہ پڑھا تو کیا یہ واجب کی تکرار نہیں ہوئی؟ اور ایسا کرنے سے چاہے وہ بھول سے ہو، یا اٹک سے سجدہ سہو واجب ہوا کہ نہیں؟

(۳) اگر نماز میں فساد ہوا یا سجدہ سہو واجب ہوا اور زید نے ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا، نہ نماز لوٹائی، نہ سجدہ سہو کیا معلوم ہونے کے باوجود۔ تو زید کو اب کیا کرنا چاہیے؟ جب زید سے غلطی ہوگئی اس وقت جماعت کے لوگ جو تھے اس میں سے چند ہوں گے چند نہیں اور کچھ لوگ نئے ہوں گے ایسی صورت میں نماز کو کیسے لوٹائیں؟

(۴) نماز دین کا ستون ہے۔ کیا یہ حدیث ہے؟ کیا ایسی بھی کوئی حدیث ہے کہ نماز دین کا دوسرا ستون ہے۔ اگر ہے تو پہلا ستون والی بھی حدیث ہے یا نہیں؟ بہر حال ستون اور بنا بنیاد میں کیا فرق ہے؟ کیا دونوں ایک ہی بات ہے؟ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کیا یہاں بنیاد سے مراد ستون ہے؟ اور نماز دین کا ستون ہے یا ستون سے مراد بنیاد

ہے۔ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہوا۔تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قرأت میں ایسی غلطی نہیں ہوئی جس سے معنیٰ فاسد ہو جائے،اس لیے نماز صحیح ہو گئی،نہ سجدۂ سہو ضروری نہ اعادہ ضروری ہے۔البتہ جس وقت بھولا تھا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپ کھڑا سوچتا رہا تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے۔ کما فی عامۃ الکتب الفقھیہ ۔البتہ آپ نے جو ترجمہ لکھا ہے اگر زید نے وہی مراد لے کر پڑھا تو بہرحال نماز فساد ہو گئی کہ معنیٰ فاسد ہو گیا۔واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) لفظ تکرار عربی زبان میں باب تفعیل کا مصدر ہے۔جس کا ترجمہ کسی شئی کو یکے بعد دیگرے لوٹانا ہوتا ہے۔

چنانچہ لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے:

"کرر الشئی أعادہ مرۃ بعد اخریٰ الکر الرجوع علی الشئی ومنہ التکرار" (۱)

اور المعجم الوسیط میں ہے:

"کرر الشئی تکراراً، أعادہ مرۃ بعد أخریٰ"(۲)

اور مصباح اللغات میں ہے:

"کرر الشئی تکرارا" باربار کرنا(۳)

فارسی لغت کی مشہور کتاب"غیاث اللغات میں ہے:

"تکرار بالفتح بار بار گردانیدن وبارہا باز آمدنی چیزے"(۴) اور فیروز اللغات میں ہے۔

"تکرار۔دہرانا وغیرہ"(۵) ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کو ایک سے زیادہ مرتبہ کرنے کا نام تکرار ہے۔ خواہ دو مرتبہ ہو یا دو سے زائد۔اس لیے کسی آیت کو دو مرتبہ پڑھنا بھی تکرار ہے اور دو سے زائد بار پڑھنا بھی تکرار ہے۔ پوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلا تین آیتیں چھوٹی چھوٹی،یا ایک آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔ھکذا فی الجزء الثالث من الفتاویٰ الرضویۃ (۶) و کتب الفقہ الاخریٰ.

---

(۱) لسان العرب، ج:۵،ص:۱۳۵

(۲) المعجم الوسیط، ص:۷۸۳

(۳) مصباح اللغات، ص:۷۳۷

(۴) غیاث اللغات، ص:۱۷۷

(۵) فیروز اللغات، ص:۲۹۵

(۶) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳،ص:۱۳۳

فرائض میں ایک ہی رکعت میں ایک سورت کی تکرار مناسب نہیں ہے۔ مگر ایسا کرنے سے سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

''تکرار یک سورت در یک رکعت اولیٰ نابائستگی باشد'' یعنی ایک رکعت میں ایک سورت کی تکرار بدرجہ اولیٰ مناسب نہیں ہے۔(۱)

البتہ سورۂ فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی'' اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''آیت کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ سورہ فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔(۲)

(۳) زید نے مسئلہ جاننے کے باوجود نماز نہ دہرائی، اس پر وہ مجرم و گنہ گار ہوا اور جب وہ نماز جماعت بھر کی قضا ہوگئی تو افضل و مسنون یہ ہے کہ جماعت سے ہی اس کی قضا پڑھیں اور اگر جہری نماز ہو تو امام پر جہر بھی واجب ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نما قضا ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے۔ اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے، اگر چہ قضا ہو''(۳)

اور درمختار میں ہے "یجهر الإمام وجوباً فی الفجر و اولیٰ العشائین اداء و قضاء" (۴) اور جو لوگ شریک جماعت اولیٰ تھے ان میں جو مل سکیں ان کو مسئلہ بتا کر شریک جماعت کرلیا جائے اور جو بعد میں ملیں ان کو بھی مسئلہ سے آگاہ کردیا جائے کہ تم پر نماز کا اعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نماز دین کا دوسرا استون ہے۔ ایسی کوئی حدیث فقیر کی نظر سے نہیں گزری، ہاں جس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس میں دوسرے نمبر پر نماز کا ذکر ہے۔ حدیث شریف ہے: "بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا إله إلا اللّٰه و ان محمداً رسول اللّٰه و اقام الصلوٰة...... الخ" (۵)

اور بنا اور بنیاد اردو زبان میں ہم معنی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۳، ص:۹۹

(۲) الفتاوی الامجدیة، ج:۱، ص:۳۸۳

(۳) الفتاویٰ الرضویه، ج:۳، ص:۶۲۳

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۱، ص:۷۲

ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ شارحین حدیث علیہم الرحمہ والرضوان نے فرمایا ہے۔

چنانچہ نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "بنی الاسلام علی خمس" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(۱) اور ملا "علی قاری" علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "بنی الإسلام علی خمس ای خمس دعائم کما فی روایۃ" (۲)

اور سب کا حاصل مثال دینا ہے۔ گویا: فرمان نبوی یہ ہے کہ جس طرح کسی مکان کے چند ستون ہوں اور وہ ان ستونوں پر قائم ہو اور اگر ان میں سے کوئی ستون گر جائے تو مکان اگر چہ رہے گا مگر اس میں نقص آ جائے گا۔ یوں ہی اگر کوئی مسلمان ان پانچوں چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترک کر دے تو وہ بعض حالات میں مومن اور بعض حالات میں کامل مومن نہیں رہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

---

(۱) نزہۃ القاری، ج: ۱، ص: ۲۴۸

(۲) المرقات، ج: ۱، ص: ۵۹

باب صلوٰۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

کیا سفر میں جمع بین الصلوٰتین اور مثل اول میں نماز عصر کی اجازت ہے؟

مسئلہ: از آفتاب احمد رضوی اپلہ، کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنے کی اجازت مذہب حنفی میں ہے یا نہیں؟ کیا دیگر مسالک بالخصوص شافعی مسلک میں ایسا مسئلہ ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت ہے؟ اور اس کے لیے کیا شرط ہے؟ کیا حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر سفر میں مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے سے ادا ہو جائے گی ان سوالوں کے جوابات دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اللہ جل مجدہ نے قرآن پاک میں نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰباً مَّوْقُوْتًا﴾ (۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"یعنی مکتوبۃ موقتۃ فی اوقات محدودۃ فلایجوز اخراجہاعن اوقاتہا علی ای حال کان من خوف اوامن" (۲)

اور علامہ بغوی رقمطراز ہیں۔

"وقال مجاہد ای فرضامو قتاوقتہ اللہ تعالیٰ علیہم وقدجاء بیان اوقات الصلوٰۃ فی الحدیث"(۳)

---

(۱) سورۃ النساء، آیت:۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج:۱، ص:۵۹۲

(۳) تفسیر البغوی علی ہامش الخازن ج:۱، ص:۵۹۲

علامہ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مکتوبا محدودا باوقات معلومة."(۱)

آیت کریمہ اور مذکورہ بالا تفاسیر سے توقیت نماز کا مسئلہ مثل شمس واضح ہے اور یہ حقیقت مکمل طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت طاہرہ نے نماز کی ادائیگی کے لیے باقاعدہ اوقات مقرر کردیئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اوقات کی تفصیل حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے اور پھر یہی نہیں کہ صرف اوقات نماز کی تعیین ہوگئی بلکہ اوقات کی محافظت کی ترغیب اور اس کے ترک پر شدید ترین وعید و ترہیب بھی سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد رسالت ہے۔

"عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال سئلت النبی صلی الله علیه وسلم عن قول الله تعالیٰ. الذین هم عن صلوتهم ساهون، قال هم الذین یوخرون الصلوٰة عن وقتها" (۲)

"وعن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال ما رأیت النبی صلّی الله علیه وسلم صلی صلوٰة لغیر میقاتها الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتها" (۳)

"عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الصلوٰة لوقتها الا یجمع فی مزدلفة وعرفات."(۴)

"قال محمد رضی الله تعالیٰ عنه بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه کتب فی الرفاق ینهاهم ان یجمعوا بین الصلوتین ویخبرهم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرة من الکبائر."(۵)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نمازوں کا وقت مقرر ہے۔ چند نمازوں کو عرفات و مزدلفہ کے سوا جمع کرکے بیک وقت پڑھنا گناہ کبیرہ ہے ہاں بعض احادیث طیبہ کے ظاہر سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں ان دونوں مقام کے علاوہ بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے۔ یہی سبب ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے ارشادات نقل کرکے اصل مسئلہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۲۴۸

(۲) شرح السنة للبغوی، ج: ۱، ص: ۲۳۶

(۳) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۲۲۸

(۴) السنن للنسائی، ج: ۱ ص: ۴۴

(۵) الموطا للامام محمد، ص: ۱۳۲

فقہ حنفی اور جمع بین الصلوٰتین

ائمہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی بھی صورت میں جمع حقیقی جائز نہیں ہے جملہ متون وشروح اور فتاویٰ اس حکم سے مملو اور پُر ہیں شمس العلماء علامہ سرخسی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"ولا یجمع بین صلوتین فی وقت احد هما فی حضر ولا فی سفر ماخلا عرفة و مزدلفه فان الحاج یجمع بین الظهر والعصر بعرفات فیودیهما فی وقت الظهر و بین المغرب والعشاء بمزدلفه فیودیهما فی وقت العشاء علیه اتفق رواة نسک رسول الله صلی الله علیه وسلم انه فعله ففیما سوی هذین الموضعین لا یجمع بینهما وقتا عندنا" (۱)

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال اصحابنا انه لا یجوز الجمع بین فرضین فی وقت احدهما الا لعرفة و مزدلفة (الی قوله) ان تاخیر الصلوٰة عن وقتها من الکبائر فلایباح بعذر السفر والمطر کسائر الکبائر" (۲)

اب آخر میں سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چشم کشا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں کہ۔

"قلت ارأیت هل یجمع بین الصلاتین الا فی عرفة وجمع قال لا یجمع بین الصلوتین فی وقت واحد فی حضر ولا فی سفر ماخلا عرفه ومزدلفه." (۳)

ان تمام ارشادات وعبارات سے واضح ہوا کہ احناف کے نزدیک سفر وغیرہ کسی قسم کے عذر کی بنا پر جمع حقیقی علاوہ عرفات ومزدلفہ کے ہرگز جائز نہیں ہے۔

فقہ مالکی اور جمع بین الصلوٰتین

سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے متعلق سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے یہ نقل کیا ہے۔

"المالکیه قالوا اسباب الجمع هی السفر (الی ان قال) .... السفر سواء کان مسافة قصرا ولا ویشترط ان یکون غیر محرم لا مکروه فیجوز لمن یسافر سفرا مباحا ان یجمع بین الظهر والعصر جمع تقدم بشرطین احدهما ان تزول علیه الشمس حال نزوله

(۱) المبسوط للسرخسی، ج: ۱، ص: ۱۴۹

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۵۲

(۳) المبسوط للامام بن حسن الشیبانی، ج: ۱، ص: ۴۷

بالمکان الذی ینزل فیہ المسافر للاستراحۃ ثانیھما ان ینوی الارتحال قبل دخول وقت العصر والنزول للاستراحۃ مرۃ اخری بعد غروب الشمس"(۱)

اور علامہ ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں۔

"وقال مالک والشافعی فی احد قولیہ یجوز فی السفر القصیر لان اھل مکۃ یجمعون بعرفۃ ومزدلفۃ وھو سفر قصیر."(۲)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی سفر میں جمع حقیقی جائز ہے البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں جو کتب مالکیہ میں مصرح ہیں۔

فقہ شافعی اور جمع بین الصلوٰتین

فقہ شافعی کے عظیم محقق وفقیہ علامہ زکریا نووی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"قال الشافعی والاکثرون یجوز الجمع بین الظھر والعصر فی وقت ایتھما شاء وبین المغرب والعشاء فی وقت ایتھما شاء فی السفر الطویل و فی جوازہ فی السفر القصیر قولان للشافعی اصحھما لایجوز فیہ القصر (الی قولہ) ویشترط للجمع فی وقت الاولی ان یقدمھا وینوی الجمع قبل فراغہ من الاولی و ان لا یفرق بینھما وان ارادالجمع فی وقت الثانیۃ وجب ان ینوی فی وقت الاولی ویکون قبل ضیق وقتھما بحیث یبقی من الوقت ما یسع تلک الصلوۃ فاکثرفان اخرھا بلانیۃ عصی وصارت قضاء واذا اخرھا بالنیۃ استجب ان یصلی الاولی اولا وان ینوی الجمع وان لا یفرق بینھما لا یجب شئی من ذالک."(۳)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"یجوز الجمع بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء تقدیما فی وقت الاولی أو تاخیرا فی وقت الثانیۃ فی السفر الطویل، ولا یجوز فی القصیر علی الاظھر والا فضل للسائر فی وقت الاوّلی أن یؤخرھا الی الثانیۃ وللنازل فی وقتھا. تقدیم الثانیۃ . ولا یجوز الجمع فی

(۱) الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، ج: ۱، ص: ۴۸۳

(۲) المغنی لابن قدامہ الحنبلی، ج: ۲، ص: ۱۱۶

(۱) شرح الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۲۴۵

سفر المعصية فی وقت الظهر ولا جمع الصبح الی غيرها. ولا العصر الیٰ المغرب" (۱)

اورعلامہ جزیری فرماتے ہیں:

"الشافعة قالوا يجوز الجمع بين الصلوتين المذكورتين جمع تقديم اوتاخير للمسافر مسافة القصر المتقدمة بشروط السفر"(۲)

ان تمام تفصیلات کے پیش نظر جمع بین الصلوٰتین کے متعلق حضرت امام شافعی قدس سرہ کا یہ مذہب واضح ہوا کہ مسافر کے لیے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے خواہ وہ جمع تقدیم کرے یا جمع تاخیر البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں۔

(۱) یہ کہ سفر طویل ہو جس کی مقدار ۴۸ ہاشمی میل ہے ہاں ایک قول غیر صحیح کے مطابق سفر قصیر میں بھی جائز ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ امام اعظم کے قول پر عمل کرے اور تین دن کی مسافت کی صورت میں جمع کرے۔

(۲) جمع تقدیم کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کو مقدم کرے اور اس سے فارغ ہونے سے پہلے ہی جمع کی نیت کرے اور دونوں نمازوں کو پے درپے بلا توقف پڑھے۔

(۳) جمع تاخیر کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کے وقت میں اتنا وقت باقی رہتے ہوئے جمع کی نیت کرے جتنے میں نماز پڑھ سکے اور اگر بغیر نیت کے موخر کردی تو گنہگار ہوا اور پہلی نماز قضا ہو جائے گی۔

فقہ حنبلی اور جمع بین الصلوٰتین

فقہ حنبلی کے مایہ ناز فقیہ علامہ امام ابن احمد حرقی رقمطراز ہیں۔

"واذا دخل وقت الظهر علی مسافر وهو يريد ان يرتحل صلاها وارتحل فاذا دخل وقت العصر صلاها وكذالك المغرب والعشاء الآخرة وان كان سائرا فاحب ان يؤخر الاولی الی وقت الثانيه فجائز." (۳)

علامہ ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ولايجوز الجمع الا فی سفر يبيح القصر"(۴)

علامہ جزیری فقہ حنبلی کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱)روضة الطالبين، ج:۱،ص:۳۹۶

(۲)الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:۱،ص:۴۸۵

(۳)مختصر احمد خرقی مع المغنی، ج:۱،ص:۱۱۲

(۴)المغنی لابن قدامه الحنبلی، ج:۱،ص:۱۱۶

"الجمع المذكور بين الظهر والعصر اوالمغرب والعشاء تقديماً اوتاخيراً مباح و تركه افضل و يشترط فى اباحة الجمع ان يكون المصلى مسافرا سفر اتقصرفيه الصلوة" (۱)

اور شرائط جمع کی تفصیل شرح کبیر میں یوں مرقوم ہے:

"وللجمع فى وقت الاولى ثلاثة شروط نية الجمع عنداحرامها ويحتمل ان تجزئه النية قبل سلامها وان لا يفرق بينهما الا بقدر الاقامة والوضوء فان صلى السنة بينهما بطل الجمع فى احدى الروايتين وان يكون لاعصر موجب فتاح الصلاتين وسلام الاولى" (۲)

پھر ایک مقام پر ہے

"وان جمع فى وقت الثانيه كفاه نية الجمع فى وقت الاولى مالم يصف عن فعلهاواستمرار ا لعذر الى دخول وقت الثانيه منهما ولا يشترط غير ذالك متى جمع فى وقت الثانيه."(۳)

ان عبارات سے پتہ چلا کہ فقہ حنبلی میں بھی مسافر کو جمع حقیقی کی اجازت ہے اور حنابلہ کے نزدیک شرائط جمع بھی تقریباً وہی ہیں جو ائمہ شوافع نے تحریر فرمائی ہیں۔

اتنی تفصیلات سے سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال وارشادات واضح ہو کر سامنے آگئے اور یہ بات بھی کھل کر ثابت ہوگئی کہ ائمہ حنفیہ کے علاوہ بقیہ تین ائمہ سفر میں جمع حقیقی کے قائل ہیں۔

جمع بین الصلوٰتین کے تعلق سے فقہ شافعی پر عمل واجازت کا بیان

خادمان فقہ پر یہ عیاں ہے کہ اسباب ستہ کی بنا پر بلاشبہ قول امام میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور جس مسلک پر عمل میں سہولت ہو فقہائے کرام اس پر عمل کی اجازت دیتے ہیں۔

مگر فقیر اپنی فہم ناقص کے اعتبار سے جہاں تک غور وفکر کر سکا اس کے مطابق عرض کرتا ہے کہ سفر کی مشقتوں کے باوجود نماز کی اِدائیگی کے معاملہ میں یہاں کوئی ایسا دینی ضرر نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے مذہب شافعی پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ جہاز خواہ چھ گھنٹہ پرواز میں رہے یا چوبیس گھنٹہ، علمائے اہل سنت کے نزدیک فضا میں اڑتے جہاز پر نماز پڑھنا جائز ودرست ہے چنانچہ علامہ شیخ عبدالرحمٰن جزیری فرماتے ہیں۔

---

(۱) الفقه على المذاهب الاربعة، ج: ۱ ص، ۴۸۷

(۲) الشرح الكبير مع المغنى، ج: ۱، ص: ۱۱۶

(۳) حواله سابق، ص: ۱۲۴

"ومثل السفينة القطر البخارية البرية والطائرات الجوية ونحوها"(۱)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہوائی جہاز اگر اڈے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگر چہ چل رہا ہے اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین نہیں ملے گی بلکہ پانی ملے گا جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔"(۲)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"(ہم نے) "مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں ہی پڑھی۔ ہوائی جہاز کے عملہ نے اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسنین میاں صاحب نے کھڑے ہو کر پورے رکوع و سجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔"(۳)

اس سے ثابت ہوا کہ اڑتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی نماز جائز و درست ہے تو مذہب حنفی سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہے، رہی بات ٹرین کی تو چلتی ہوئی حالت میں اس پر نماز پڑھنا اگر چہ علماء اہل سنت کے نزدیک ناجائز ہے مگر عموماً ٹرینیں کہیں نہ کہیں ایسے وقت میں ٹھہرتی ہیں جس میں دو رکعت کی ادائیگی ہو سکتی ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ سب کو ہے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بفضلہ تعالیٰ پنج وقتہ جماعت سے نماز پڑھی ہے قیام اور رکوع تو ریل میں بھی ہو سکتا ہے ہاں بعض وقت سجدے میں دقت ہوتی ہے جب کہ قبلہ بیچ کی طرف ہو وہ یوں ہو سکتا ہے کہ سر کو خم کر کے بنچ کے نیچے کرے صرف تھوڑا سا تکلف کرنا ہو گا مگر اس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کسی جانب مائل ہو جائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت (۴)

اس لیے مذہب سے عدول کی اجازت نہیں ہوگی نہ جمع تقدیم کی، نہ جمع تاخیر کی۔

(۱) الفقه على المذاهب الاربعة، ج: ۱، ص: ۲۰۶

(۲) نزهة القاری شرح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۷۵

(۳) نزهة القاری شرح البخاری، ج: ۲، ص: ۶

(۴) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۲۳

اور اگر کہیں واقعتا ایسی مجبوری درپیش ہو جائے کہ مذہب شافعی یا دیگر ائمہ کے مسلک پر عمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہو تو اس کی گنجائش ہے خواہ جمع تقدیم کرے یا تاخیر مگر ایسی صورت میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا جو ان کے مذہب میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ علامہ طحطاوی مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وجوزه الامام الشافعي رضي الله عنه تقديماً وتاخيراً والأفضل الأول للنازل والثاني للسائر بشرط ان يقدم الأولى وينوى الجمع قبل الفراغ منها وعدم الفصل بينهما بما يعد فاصلا عرفا هذا في جمع التقديم ولم يشترط في جمع التاخير سوى نية الجمع قبل خروج الاولى وكثيراً ما يبتلي المسافر بمثله لاسيما الحاج فلابأس بالتقليد كما في البحر والنهر لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذالك الامام لأن الحكم الملفق باطل بالاجماع كما في ديباجة الدر"(۱)

اور زین الملۃ والدین علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقد شاهدت كثيرا من الناس في الاسفار خصوصا في سفر الحج ماشين على هذا تقليدا للامام الشافعي في ذلك الا انهم يخلون بما ذكرت الشافعية في كتبهم من الشروط له فاحببت ايرادها ابانة لفعله على وجهه لمريده"(۲)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ کے اس ارشاد سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

''سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بجبوری ظہر وعصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انہیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت میں وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا''(۳)

ہاں مدت سفر کے متعلق چونکہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے جیسا کہ ما سبق میں گزر چکا ہے اس لیے اگر خاص مدت سفر کے مسئلہ میں حنفی مذہب پر عمل کرے تو فقیر کے نزدیک تلفیق کی صورت نہیں ہوگی۔

---

(۱) حاشية الطحطاوی، ص: ۹۴

(۲) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۵۴

مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے کا بیان

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جس میں اختلاف فتوی ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا اور چونکہ اس (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علماء دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتمد ترجیح قول امام ہے اسے احتراز چاہئے۔"(۱)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں بوقت ضرورت مثل ثانی میں پڑھنے کی نوبت آجائے تو مصلی کو قول صاحبین پر عمل کی اجازت ہے۔اتنی تفصیل کے بعد اب ہر ایک کا مختصراً جواب حاضر ہے۔

(۱) حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر ائمہ کے مذہب پر فتوی و عمل کی اجازت نہیں ہے

(۲) اگر کسی مجبوری کے تحت کہیں مذہب شافعی وغیرہ پر عمل کی اجازت ہو تو ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا جو جمع بین الصلوتین کے لیے ان کے مذہب میں مذکور ہیں ہاں مدت سفر کے متعلق مذہب حنفی کا اعتبار بھی کیا جا سکتا ہے۔

(۳) قول صاحبین کے مطابق ایسی صورت میں مثل ثانی میں نماز عصر ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

ھذا ما ظھر لی الا ن والعلم بالحق عند اللہ الرحمن.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتاء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

سمندری جہاز کا عملہ مسافر ہے یا مقیم؟

مسئلہ: از شیخ محمد انصار رضوی مقام اپلہ کاسرکوڈ کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ سمندر میں جہاز بسا اوقات ایک ایک مہینہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا ہے، اور جہاز کے عملہ کو یہ معلوم بھی رہتا ہے کہ انہیں اتنی مدت تک یہاں ٹھہرنا ہے ایسی صورت میں جہاز کا عملہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نیت اقامت صحیح ہونے کے لیے متعدد شرطیں ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ جس جگہ مسافر اقامت کی نیت کر رہا ہے وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو اور سمندر ایسی جگہ نہیں ہے جس میں اقامت کی صلاحیت ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"ونیۃ الاقامۃ انما تؤثر بخمس شرائط ترک السیر حتی لو نوی الاقامۃ وھو یسیر لم

(۱) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

یصح وصلاحیۃ الموضع حتی لونوی الاقامۃ فی برا و بحرا و جزیرۃ لم یصح۔"اھ(۱)

نیت اقامت پانچ شرطوں سے موثر ہوگی چلنا ترک کرے حتی کہ اگر چلنے کی حالت میں نیت اقامت کی تو صحیح نہیں، وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لہٰذا اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوا۔

اور بہار شریعت میں ہے۔

"وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا"(۲)

لہٰذا جو لوگ سمندری جہاز میں کام کرتے ہیں وہ اگر چہ ایک ہی جگہ پر جہاز میں مہینہ بھر ٹھہرے رہیں اور وہاں نیت اقامت کر لیں پھر بھی وہ مقیم نہیں بلکہ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، یوپی

کیا مسافر جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟

مسئلہ از: وصی الدین موضع کمہریا، ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے تو اگر وہ نماز جمعہ کی امامت کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ نماز جمعہ ادا کرلے تو اس کا جمعہ صحیح ہے اور نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"من لا جمعۃ علیہ ان ادا ھا جازعن فرض الوقت کذا فی الکنز" (۳)

اور جب اس کی نماز جمعہ صحیح ہے تو اگر وہ لائق امامت ہے اور دیگر شرائط جمعہ پائے جائیں تو اس کا نماز جمعہ کی امامت کرنا بھی صحیح ہے اور وہ نماز جمعہ بھی صحیح ہے ردالمحتار میں ہے۔

"ان المسافر لما التزم الجمعۃ صارت واجبۃ علیہ ولذا صحت امامتہ" (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۳۹ (۲) بہار شریعت، ج:۴، ص:۷۴۲

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۴۴ (۴) ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۳

باب الجمعة

جمعہ کا بیان

جب خطیب حجرے سے نکل پڑے یا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اس وقت نماز پڑھنا یا اس کی اجازت دینا کیسا ہے؟

مسئله از: سید غلام سرور، سنی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت در بارہ مسائل ذیل میں:

(۱) بروز جمعہ خطبہ کی اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جیسا کہ عام مسلمانوں میں رائج ہے۔ شرعاً کیسا ہے؟

(۲) خطیب کا منبر پر بیٹھ کر ۴ رکعت سنتیں پڑھنے کی اجازت دینا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اذان جمعہ خواہ اوّل، یا ثانی، یا اذان پنجگانہ سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد قدرے ٹھہر جائے پھر اذان کہے تا کہ دونوں کے مابین فصل ہو جائے، یا یوں کرے کہ درود شریف میں آواز کو پست رکھے تا کہ امتیاز رہے، بلکہ علمائے کرام نے اذان و اقامت، اور دیگر بہت سے مواقع پر درود شریف پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین" شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"نص العلماء على استحبابها في مواضع يوم الجمعة وليلتها، وزيد يوم السبت، والاحد، والخميس، كما ورد في كل من الثلاثة، وعند الصباح، والمساء، وعند دخول المسجد، والخروج منه، وعند زيارة قبره الشريف، وعند الصفا والمروة، وفي خطبة الجمعة، وغيرها، وعقب اجابة المؤذن، وعند الإقامة واول الدعاء، واوسطه، واخره، وعقب دعاء القنوت، وعند الفراغ من التلبية، وعند الاجتماع والافتراق، وعند الوضوء، وعند طنين الاذان، وعند نسيان الشئ عند الوعظ ونشر العلوم"(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۱) رد المحتار، ج ۱، ص: ۳۴۸

(۲) خطیب جب خطبہ کے لیے حجرے سے نکل پڑے، یا منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس وقت سے لے کر ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص سنت و نفل پڑھ رہا ہو تو جلد از جلد پوری کر لے۔

درمختار و ردالمحتار میں ہے: "اذا خرج الإمام من الحجرة ان كان، وإلا فقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلوٰة ولا كلام إلى تمامها، خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بَيْنَها وبين الوقتية، فانها لاتكره، سراج وغيره، لضرورة صحة الجمعة، وإلّا لا ولو خرج وهو في السنة او بعد قيامه لثالثة النفل يتم في الاصح ويخفف القرأة"(۱)

امام زیلعی قدس سرہ نے "نصب الراية لتخريج احاديث الهداية" میں حدیث پاک نقل فرمائی کہ: "اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج الامام للخطبۃ" ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز سوائے فائتہ واجب الترتیب کے شروع نہ کرے۔"(۳)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خطیب کا خطبہ کے لیے نکل پڑنے سے لے ختم نماز تک تمام دینی و دنیوی کلام اور درود و وظائف سنن و نوافل سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور ممنوع کی اجازت دینا خود ممنوع ہے۔ لہٰذا اگر خطیب خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ گیا پھر لوگوں کو سنت شروع کرنے کی اجازت دی تو یہ جائز نہیں۔ والله تعالىٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۰

(۲) نصب الراية لتخريج احاديث الهداية، ج: ۲، ص: ۲۰۱

(۳) الفتاوی الرضوية، ج: ۳، ص: ۷۶۲

کسی کو یاجوج ماجوج کہنا' دیہات میں

نماز جمعہ پڑھنا' حائضہ کا قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیق الرحمٰن سبحانی مقام تھوان گلہریا ضلع سنت کبیر نگر

حضور سیدی وسندی آقائی ومولائی حضور مفتی صاحب قبلہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ ایک مومن مسلمان کو یاجوج ماجوج کہنا کیسا ہے؟

(۲) بہت سے لوگ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کے ترجمہ میں ''ہے'' کا لفظ لاتے ہیں یہ لانا صحیح ہے کہ نہیں؟

(۳) دیہات میں جمعہ فرض نہیں اگر دیہات میں جمعہ پڑھ رہا ہے تو کیا ظہر کی نماز بھی جماعت سے پڑھنا ضروری ہے یا الگ؟ اگر شہر میں پڑھ رہا ہے تو جمعہ کی دو رکعت فرض کے بعد جمعہ کی چار رکعت سنت کی نیت کی جائے گی یا ظہر کی؟

(۴) کسی نے کہا کہ حضرت امام حسن اور حسین، امام جعفر صادق، امام باقر، زین العابدین (رضی اللہ عنہم) وغیرہ یہ سب سید نہیں؟

(۵) حیض کی حالت میں عورت کلمہ یا زبانی قرآن شریف پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ سکتی ہے جب کہ حیض ونفاس کی حالت میں ہو؟

(۶) بہت سے لوگ موبائل میں قرآن شریف، کنز الایمان، بہار شریعت اور فتاوی رضویہ وغیرہ رکھے رہتے ہیں، کیا اس موبائل کو لے کر استنجاء خانہ میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) یاجوج ماجوج ایک قوم ہے جو قرب قیامت ظاہر ہوگی دنیا میں فتنہ وفساد اور تباہی و بربادی پھیلائے گی بہار شریعت میں ہے: ''یاجوج وماجوج ظاہر ہوں گے یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہیں تھا پھر دنیا میں فساد وقتل وغارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے الخ''(۱)

مگر محاورہ میں یاجوج وماجوج ان لوگوں کو کہہ دیا جاتا ہے۔ جو جھگڑا وفساد کریں اور فتنہ پھیلائیں تو آج کسی مسلمان کو یاجوج ماجوج کہنے کا مطلب اسے فسادی جھگڑالو اور فتین کہنا ہے اور بلا وجہ کسی مسلمان کو تکلیف کے الفاظ کہنا ناجائز وگناہ ہے ارشاد حدیث ہے:

---

(۱) بہار شریعت، ج:۱، ص:۱۲۵، ۱۲۶

"من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ" (۱)

لہذا بلا وجہ کسی مسلمان کو ماجوج ماجوج کہنا درست نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

(۲) جماعت اہل سنت کے بعض مصنفین ومترجمین نے تسمیہ کے ترجمہ میں "ہے" کا استعمال کیا ہے لہذا اسے مطلقاً غیر صحیح نہیں کہا جا سکتا ہے البتہ نا کرنا بہتر ہے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے لفظ "ہے" کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) فقہ حنفی میں دیہات والوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض ہے اور باجماعت پڑھنے کا حکم ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"من لا تجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة" (۲)

اور ردالمحتار میں ہے: "لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر" (۳)

بہار شریعت میں ہے: "گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں" (۴)

البتہ اگر عوام نماز جمعہ پڑھتے ہوں تو ان کو بآسانی مسئلہ بتایا جائے اگر فتنہ وفساد نہ ہو اور لوگ مسئلہ بتانے پر سمجھ لیں گے اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو صرف نماز ظہر باجماعت پڑھے ورنہ ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیں غنیمت ہے، اور جب نماز جمعہ شہر میں پڑھ رہا ہے تو سنت جمعہ کی نیت کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴) یہ حضرات بے شک سید ہیں جو ان کے سید ہونے کا منکر ہے وہ محروم القسمت اور بے نصیب ہے۔

(۵) حالت حیض میں تلاوت قرآن حکیم زبانی یا دیکھ کر پڑھنا حرام ہے اور کلمہ طیبہ یا بسم اللہ شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ردالمحتار میں ہے:

"یمنع قراۃ قرآن ان تقصدہ فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعا او شیئا من الأیات التی فیھا معنی الدعا ولم ترد القراءۃ لا باس به کما قد مناہ عن العیون لابی لیث" (۵) واللہ اعلم بالصواب

(۶) ایسے موبائل کو قرآن شریف، کنز الایمان اور کتب شرعیہ کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہذا اسے لے کر استنجا خانہ میں جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵/ ذی قعدہ، ۱۴۳۵ھ

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۰
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۴۵
(۳) ردالمحتار، ج: ۲ ص: ۱۳۸
(۴) بہار شریعت، ج: ۴ ص: ۷۷۴
(۵) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۲۳

عصا لے کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ خطبہ جمعہ میں خطیب کا عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ بعض سنت کہتے ہیں بعض مکروہ؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بعض علما نے سنت فرمایا اور بعض نے مکروہ تو بصورت اختلاف بچنا ہی بہتر ہے اور کرنے والے پر تشدد اور طعن وتشنیع درست نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ:۳/۶۸۴ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

کسی مسجد میں جمعہ کے لئے دو جماعت کا قیام

مسئلہ از: جمال احمد رضوی، خطیب وامام سنی عثمانیہ تکیہ مسجد، پریل، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی مسجد میں جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے شرائط ودلائل بالتفصیل بیان فرمائیں۔ اگر نہیں ہے تو جماعت قائم کرنے والے اور ان کے حامیوں کیلیے عندالشرع کیا حکم ہے۔ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جمعہ وعیدین دیگر نمازوں کی طرح نہیں ہے کہ جو چاہے پڑھادے، جہاں چاہے قائم کردے بلکہ اس کی شرائطِ صحت میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سلطان اسلام یا اس کا ماذون اقامت جمعہ کرے اور جہاں یہ صورت نہ ہو جیسے عموماً ہندوستان کے شہر تو بوجہ ضرورت عامہ مسلمین جسے امام مقرر کرلیں وہ اقامت جمعہ کرے گا یا وہ کہ امام جمعہ جسے اجازت دے۔

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

"یشترط لصحتھا السلطان (الی قولہ) ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمہ فیجوز للضرورۃ" (۱)

امام اجل فقیہ النفس علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں "وان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ المسلمین فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز لمکان الضرورۃ" (۲)

اور مسجد واحد میں وقت واحد میں ایک امام مقرر کرنے سے ضرورت پوری ہو جا رہی ہے تو دوسرے امام کا مقرر کرنا جائز نہیں کہ جو امر ضرورۃً جائز رکھا گیا ہو وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا" (۳)

لہٰذا ایک مسجد جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام ناجائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ فرماتے ہیں: "ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں" (۴)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: "مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی سو یہ بلاشبہ ابتداع فی الدین ہے"۔ (۵)

اور جب نماز جمعہ بشرائط صحت ادا کر لی گئی تو دوسری جماعت ناجائز اور اس کے حامی امر ناجائز کے حامی ہو کر شرعاً مجرم و گنہگار ٹھہرے۔ ان پر ناجائز امر کے ارتکاب و حمایت سے باز آ کر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۶؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

گھر میں جمعہ کی نماز کا پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں رہبری فرمائیں۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) بھوپال کے اندر ہر مسجد، اور عیدگاہ کے اندر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔

---

(۱) تنویر الابصار والدر المختار، ج: ۱، ص: ۵۳۹، ۵۴۰ (۲) فتاویٰ قاضی خان برھامش ھندیہ، ج: ۱، ص: ۱۷۴
(۳) الاشباہ والنظائر، ص: ۸۶ (۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۷۰۸
(۵) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۷۹۲

بھوپال میں صرف دو مسجد ایسی ہیں جہاں پر اہل سنت والجماعت کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ مسجد پرانی مسجد سے کافی دور ہے۔ بھوپال کے اندر اہل سنت والجماعت کے چار مدارس ہیں۔ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے بحالت مجبوری مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھی تو کیا مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین ہوگئی یا نہیں؟

(۲) ایک اہل سنت کے امام ہیں ان کے پیچھے ایک اہل سنت والجماعت کے فرد کو کراہت ہے، جس مرد کو کسی بات پر کراہیت ہے اس کا دل ان اہل سنت و جماعت کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا ہے اگر وہ فرد ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) اگر گھر یا مدرسہ میں مسلمانوں کو آنے کی عام اجازت تھی اور دیگر شرائط جمعہ وعیدین پائے جارہے تھے تو نماز جمعہ وعیدین گھر اور مدرسہ میں بلاشبہ ہوگئی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"السلطان اذا أراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار واذن اذنا عاما جازت صلوته" (۱) والله تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر امام جامع شرائط امامت ہے اور اس میں کوئی مانع امامت شئی نہیں پائی جارہی ہے، پھر بھی کوئی اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرے تو یہ درست نہیں ہے اور اگر اس کراہت کے باوجود اس امام کی اقتدا کرے گا تو نماز ہو جائے گی۔ **والله تعالیٰ اعلم.**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

جمعہ کے قیام کی چھ شرطیں ہیں

مسئلہ از: محمد حنیف خاں نعیمی، بہادر ڈیہہ، جھری تلیا، کوڈرما، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ کی نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟ خیال رہے کہ خانقاہ ایسی جگہ ہے جہاں پر اہل وعیال رہتے ہیں اور سارے لوگ ہیں بایں وجہ کہ میں نے امام کو باشرع

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۴۸

نہیں پایا۔ لہٰذا جواب سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت کریں کہ نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے چھ اہم شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو جمعہ ہوگا ہی نہیں۔ اس کی پہلی شرط مصر یا فنائے مصر ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع"(۱)

اب اگر خانقاہ مصر یا فنائے مصر میں واقع ہے تو دوسری شرط یہ دیکھی جائے کہ وہاں اذن عام ہے یا نہیں۔ یعنی کیا ہر مسلمان کو بلا روک ٹوک نماز کے لئے آنے کی اجازت ہے؟ پھر یہ کہ جمعہ قائم کرنے والا سلطان اسلام ہے؟ یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہو۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے **"ولا یجوز اقامتها الا لسلطان او لمن أمره السلطان" (۲)**

چوں کہ یہاں ہندوستان میں سلطان اسلام نہیں اس لیے شہر کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ فقیہ و عالم سلطان اسلام کے قائم مقام ہے۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں دیکھا جائے اگر خانقاہ مذکور مصر یا فنائے مصر میں ہے اور وہاں اذن عام بھی ہے تو وہاں کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جمعہ قائم کر سکتا ہے اور وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہوگا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

اجماع کا منکر کیا ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے جمعہ کی اذان خطبہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا جس میں اس اذان کا مسجد کے اندر سب سے اگلی صف میں

---

(۱) الهدایة، ج: ۱، ص: ۱۴۸

(۲) الهدایة، ج: ۱، ص: ۱۶۱

ہونا سنت قرار دیا اور اس پر امت کا اجماع بتایا اور اس اذان کو خارج مسجد منبر کے سامنے جیسا کہ علمائے اہل سنت کا فتویٰ ہے اسے خلاف سنت قرار دیا اور اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں نیز اس اذان کو خارج مسجد کہلانے والوں کے متعلق لکھا "چوں کہ یہ حضرات (سنی رضوی) فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اس لیے غلو عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی مندرجہ بالا عبارت درست ہے؟ اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے یا اس کے حامی کیا شرعاً اجماع امت کے منکر ہوئے؟ اس بنیاد پر کیا کسی مسلمان کو اجماع امت کا منکر بتانا درست ہے؟ اگر نہیں، تو زید مذکور پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ آیا زید لائق امامت رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اجماع امت کا منکر کافر ہے۔ نور الانور میں ہے "الإجماع فی الامور الشرعية فی الاصل يفيد اليقين والقطعية فيكفر جاحده"(۱)

اور کشف الاسرار شرح المنار، میں ہے "يكفر جاحده كما ثبت بالكتاب او المتواتر"(۲)

اسی طرح سواد اعظم یعنی مذہب اہل سنت وجماعت کا انکار بدمذہبی اور گمراہی ہے اور منکر جہنمی ہے۔ حدیث پاک ہے "قال النبی صلی الله علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار" (۳)

اور اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے سنی حضرات ہی حق پر ہیں۔ وہ مسئلہ اذان ثانی میں نہ کسی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں، نہ ہی اجماع امت اور سواد اعظم کے منکر ہیں۔ تفصیل کے لیے تصانیف علمائے اہل سنت خصوصاً "شمائم العنبر ادب النداء امام المنبر" اور "اذان خطبہ کہاں ہو" کا مطالعہ کریں۔

زید بے قید سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ سے بغض وعداوت میں مبتلا معلوم ہوتا ہے اور علمائے اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: امام "احمد رضا" کی محبت سنیت کی علامت، اور ان سے بغض وعداوت بدمذہبی کی علامت ہے۔ چنانچہ علامہ سید "علوی مالکی" علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے "نحن نعرفه بتصنيفاته وتاليفاته حبه علامة السنة وبغضه علامه البدعة" (۴)

---

(۱) نور الانوار، ص: ۲۲۵

(۲) کشف الاسرار شرح المنار، ج: ۲، ص: ۱۱۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۳۰

(۴) امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص: ۱۴۸

غالبًا اسی بغض وعداوت اور حسد وتعصب نے زید کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا کیوں کہ اس نے بیک جنبش زبان کروڑوں مسلمانوں کو منکر اجماع وسواد اعظم کہہ کر خود اپنے اوپر کفر کو لوٹا لیا۔ سچ ہے

اف رے ظالم یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

حدیث پاک میں ہے:"ومن دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللّٰہ ولیس کذالک إلا حار علیہ"(۱)

امام اجل علامہ"قاضی عیاض" مالکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:"کذالک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل بہ إلی تضلیل الأمۃ وتکفیر جمیع الصحابۃ" (۲)

شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند مفتی "محمد شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں شاہد ہیں۔"(۳)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ زید کروڑوں مسلمانوں پر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا غلط الزام دے کر خود اپنے اوپر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا الزام لگا کر کفر کیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور علانیہ معافی مانگے اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اس سے مکمل اجتناب کریں اور اس کی اقتدا ہرگز ہرگز نہ کریں کہ جب تک وہ توبہ نہ کرے لائق امامت نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہئے

مسئلہ از: اقبال احمد قادری سیتاپوری، متعلم دار العلوم ہذا، جمد اشاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان مسجد کے اندر ممبر کے پاس ہونی چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان ممبر کے سامنے خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۴۷

(۳) نزھۃ القاری، ج: ۳، ص: ۴۵۷

ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ قرآن وحدیث، اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ان کی وضاحت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بے شک خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے یہی سنت ہے اور داخل مسجد کہنا خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں اسی طرح خلفاے راشدین اور صحابہ کرام کے زمانہ مبارک میں یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"**عن السائب بن یزید قال: کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر**" (۱) یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔

اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿إِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ﴾ (۲) کے تحت فرماتے ہیں: "**إذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد**" (۳) یعنی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن ممبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

اور البحر الرائق میں ہے:

"**لا یؤذن فی المسجد**" (۴) یعنی مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے "**یکرہ ان یؤذن فی المسجد**" (۵) یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے: "**قالوا لا یؤذن فی المسجد**" (۶) فقہاے کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

---

(۱) السنن لابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۶۲

(۲) سورۃ الجمعۃ، آیت: ۹

(۳) تفسیر الجمل، ج: ۴، ص: ۳۴۳

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۵) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۱۷

(۶) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۱۵

ان تمام اقوال وارشادات سے مثل آفتاب روشن ہوجاتا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا ممنوع، خلاف سنت، اور بدعت سیئہ ہے۔ لہٰذا زید کا قول غلط اور خلاف شریعت ہے اور بکر صحیح اور حق پر ہے۔ خدائے تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غلط رواج چھوڑ کر شریعت پر عمل کی توفیق بخشے اور ہٹ دھرمی سے بچائے۔ آمین. وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

جمعہ کی نماز سے پہلے نعت وتقریر کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا بجنورا، ضلع بلرامپور، یوپی

کوئی شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے نعت شریف یا کوئی نظم وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

جمعہ کو اذان خطبہ سے پہلے اگر کوئی وعظ ونصیحت کرتا ہے یا نعت شریف اور اچھے اشعار پر مشتمل کوئی نظم پڑھتا ہے تو یہ جائز ودرست ہے۔ حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"اذان خطبہ سے پہلے منبر سے نیچے یا منبر پر اردو وغیرہ میں تقریر کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں"۔(۱)

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

چودہ رکعتیں صرف جمعہ کی ہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری، پرسا میر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ کیا جمعہ شریف کی ۱۴ رکعتیں پنج وقتہ نمازوں کی رکعتوں ہی کی طرح ہیں یا جمعہ میں ظہر کی رکعتوں کی شمولیت ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ رکعتیں مستقلاً صرف جمعہ کی ہیں۔ ظہر کی شمولیت اس میں نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے "کـــان

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۰۸

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرکع قبل الجمعۃ اربعاً لایفصل فی شئی منھن"(۱)

ایک حدیث میں ہے: "من کان منکم مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعاً." (۲)

بہارِ شریعت میں ہے: سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے پہلے، چار ظہر کے پہلے، دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد اور چار جمعہ سے پہلے اور چار بعد میں یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

دیہات میں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے ساتھ فرض ظہر پڑھی جائے

مسئلہ از: سید امتیاز حسین شاہ، پوسٹ درہال ملکاں، تحصیل راجوری، ضلع تھنسدری اسٹیٹ، جموں وکشمیر

عرض ایں کہ ایک ایسا گاؤں ہے جہاں ضرورت کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہے اور نہ ہی وہاں بازار، گلی، کوچے اور نہ ہی اسٹیشن و پرگنہ ہے۔ مگر ایسی جگہ تقریباً چار پانچ برس سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جارہی ہے۔ کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو صحت جمعہ، وعیدین کے کیا شرائط ہیں۔ نیز اس سے روشناس فرمائیں کہ قائم کیے ہوئے جمعہ کو ختم کرنا چاہیے یا نہیں اور اگر ختم نہیں کرنا چاہیے تو وہاں صرف جمعہ پڑھی جائے گی یا احتیاطی ظہر بھی پڑھنا ضروری ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، **الجواب بعون الملک الوھاب:**

مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی تمام معتبر ومستند کتابوں میں بصراحت مذکور ہے۔ چنانچہ ہدایہ اوّلین میں ہے:

"لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع، او فی مصلی المصر ولاتجوز فی القریٰ لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولاتشریق ولافطر ولاأضحیٰ إلافی مصر جامع"(۴)

---

(۱) السنن لابن ماجۃ، ص: ۸۰، باب ماجاء فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۲۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱

(۴) الہدایۃ ج: ۱، ص: ۱۶۸

اور سوال میں مذکورہ آبادی کی کیفیت سے واضح ہے کہ وہ دیہات ہے شہر نہیں ہے کہ شہر اس آبادی کو کہتے ہیں جس میں دوامی بازار ہوں، متعدد گلی کوچے ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو۔ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو ظالم سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ ھکذا قال الامام احمد رضا القادری رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویۃ ناقلاً عن الخانیۃ والدر المختار وغیرھا من الکتب الفقھیۃ الحنفیۃ.

لہٰذا مذکورہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے۔ البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اس کو ختم نہیں کیا جائے گا اور عوام کو مسئلہ شرعیہ سے ضرور آگاہ کیا جائے گا کہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ظہر پڑھنا ضروری ہے۔ بنابریں اس گاؤں میں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہو تو انہیں روکا نہ جائے بلکہ نرمی سے بتایا جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔ یہ مجلس شرعی کے فیصل بورڈ کا فیصلہ ہے۔(۱)

اور جمعہ وعیدین کی صحت کے لیے فقہائے کرام نے چھ شرطیں بیان کی ہیں۔ ان میں پہلی شرط مصر یا فنائے مصر مذکور ہے جس کی کچھ وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ تفصیل بہار شریعت، جلد:۴، صفحہ:۸۴ پر ہے۔ "ھذہ کلھا فذلکۃ ما قال الشیخ الامام احمد رضا قدس سرہ وصدر الشریعۃ المفتی "امجد علی" رحمۃ اللہ علیہ وفقیہ الملۃ المفتی "جلال الدین احمد" الامجدی وغیرھم من العلماء الکرام زادھم اللہ شرفاً وفضلاً" واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی فرض نماز ساقط نہیں ہوتی

مسئلہ از: مولانا ابراہیم آسی، ایم اے بی ایڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) خالد جو عالم دین ہیں جن کا مکان دیہات میں ہے وہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے بعد سب مقتدیوں کے ساتھ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ خالد کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، باجماعت ادا کرنے کی چند فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دیہات میں عموماً جماعت کی پابندی نہیں ہوتی اس طرح سے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ: لوگ عموماً جمعہ کے بعد ظہر کی نماز الگ سے نہیں پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے جو پنج وقتہ نمازی ہیں جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ تیسرا یہ ہے

(۱) دیہات میں جمعہ کے ساتھ ظہر کے متعلق فیصل بورڈ کا فیصلہ، ص:۲

کہ: جو پنج وقتہ نمازی نہیں صرف جمعہ کے لیے آتے ہیں تو جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز باجماعت ادا ہو جاتی ہے۔
لہٰذا خالد کا کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا ہو جاتی ہے؟
(۳) کیا دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے؟
(۴) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ ادا کرنے والا گنہ گار ہے؟
(۵) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نہ ادا کرنے سے ظہر کی نماز قضا ہو جائے گی؟
(۶) اگر دیہات میں جمعہ کے بعد سبھی نمازی ظہر باجماعت ادا کریں تو کیسا ہے؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوالات کے جوابات سے قبل چند امور کی تفصیل ضروری ہے جس سے اصل مسئلہ کا حکم خوب واضح ہو جائے گا۔ فاقول وباللہ التوفیق:

فقہ حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ فرضیت وجواز جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کا ہونا شرط ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی تمام مستند ومعتبر متون وشروح اور حواشی وفتاویٰ میں یہ شرط بصراحت مذکور ومسطور ہے۔ "ہدایہ" میں ہے: **"لا تجوز في القرىٰ لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع"**(۱)

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے **"ولأدائها شرائط منها المصر هكذا في الكافي"**(۲)

اور "بحرالرائق" میں ہے **"شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا في مفازة"**(۳)

اور "درمختار" میں ہے **"ويشترط لصحتها المصر اوفناء ه"**(۴)

اور محقق اعظم اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ رقم طراز ہیں "مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے۔ دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادائیگی جائز، نہ صحیح"(۵)

ان تمام عبارات واقوال سے مثل آفتاب روشن کہ مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ البتہ دیہات میں جہاں لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں انہیں اس سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں

---

(۱) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۳۸
(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۴۴
(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۳۶
(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۳۶
(۵) الفتاوى الرضوية، ج: ۳، ص: ۷۱۰

غنیمت ہے۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر علمائے کرام نے تحریر فرمایا ہے۔

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی بلکہ دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے

''ومن لا تجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة'' (۱)

اور بہار شریعت میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں '' گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں۔ (۲)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی ''جلال الدین احمد'' امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''جس طرح اور دنوں میں ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا واجب ہے ایسے ہی دیہاتوں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا ضروری ہے۔'' (۳)

اور مجلس شرعی مبارکپور کے فیصل بورڈ کا فیصلہ یہ ہے کہ

''جو آبادی عبارت نمبر ۴ (یعنی ظاہر الروایہ اور نادر الروایہ دونوں میں سے کسی اعتبار سے شہر نہ ہو بلکہ ہر دو اعتبار سے دیہات ہو) کے تحت آتی ہے۔ وہاں جمعہ وعیدین کی اقامت وادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں بہ نرمی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے''۔ (۴)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں نمبر وار ہر ایک سوال کا جواب ملاحظہ کریں۔

(۱) خالد کا کہنا درست ہے البتہ خالد کو چاہیے کہ دیہات میں جمعہ کے متعلق مکمل تفصیل ذکر کر دے۔

(۲) نہیں جیسا کہ تفصیل اوپر مذکور ہے۔

(۳) ہاں ضروری ہے۔

(۴) ہاں کیوں کہ وہ تارک نماز ظہر ہوگا۔

(۵) اگر ظہر کے وقت میں ادا کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جمعہ کے بعد ظہر نہ ادا کرنے سے ضرور قضا ہو جائے گی۔

(۶) جائز و درست بلکہ لازم وضروری ہے۔

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۴۴

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۰۲

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۲۲

(۴) مشموله فتاویٰ مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج، بستی، ج: ۲، ص: ۱۰۰

والدلائل كلها مبسوطة ومبينة فيما اعلاه فلا حاجة إلى اعادتها. والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳ر جمادی الآخرۃ ۱۴۲۳ھ

فقہ حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے

مسئلہ از: کمیٹی مسجد غوثیہ گاندھی نگر، ضلع نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: ڈچپلی ایک تحصیل ہے جس میں ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاف، سرکاری اسپتال، پولس اسٹیشن، منڈل آفس وغیرہ ہے۔ ڈچپلی میں مختلف محلے ہیں جس کا ایک محلہ گاندھی نگر کالونی ہے۔ اس محلے کی مسجد میں یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ سے جمعہ کی نماز محلے کے امام صاحب نے قائم کیا۔ اب تک جمعہ کی نماز ادا کی جارہی ہے۔ گاندھی نگر کالونی سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز پہلے سے ادا کی جارہی ہے اس مسجد کے امام صاحب نے فرمایا کہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوگی۔ لہٰذا آپ لوگ ہمارے محلے کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز آکر ادا کریں۔ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کردیں۔

(۱) کیا گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کردیں یا قائم رکھیں؟

(۲) جامع مسجد کے امام صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ یہاں آکر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ ان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) فقہ حنفی کے مطابق صحت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے اور شہر کی تعریف میں صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "معروہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ وسطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔"(۱)

شہر کی یہ تعریف ڈچپلی پر صادق آتی ہے کہ وہ تحصیل ہے اور تحصیل شرعاً شہر ہے۔ لہٰذا اس کے محلہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ صحیح ہے۔ اب اس کو بند کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ والله تعالىٰ اعلم.

---

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص:۹۳

(۲) ایک شہر میں متعدد جمعہ ہوسکتا ہے۔ ''فتاویٰ امجدیہ'' میں ہے کہ
''تعدد نماز جمعہ میں قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ ہے کہ ایک شہر میں متعدد جمعہ قائم کرسکتے ہیں۔''(۱) لہٰذا جامع مسجد کے امام صاحب کا قول صحیح نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ غلط مسئلہ بتانے کی وجہ سے توبہ کریں اور آئندہ غلط مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

دیہات میں نہ جمعہ ہے نہ عیدین

مسئلہ از: مصلیان دھوم ڈانگی، ہیو ماپور، اتر دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:
سوال نمبر-۱: زید ایک عالم دین ہے جو ایک مفتی صاحب کا حامی ہے ان کے فتویٰ کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ فتویٰ درج ذیل ہے:
فتویٰ میں دیہات میں جمعہ کی نماز کے بعد فوراً باجماعت چار رکعت ظہر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ نہیں پڑھنے والا فاسق و فاجر، اور گناہ کبیرہ مرتکب، اور مستحق عذاب نار ہے۔ علاقے میں جا بجا عمل بھی کروایا ہے۔ عوام اس بات کو چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے پیر طریقت علامہ سید شاہ ''اظہار اشرف'' صاحب قبلہ سے اس صورت حال کو بیان کیے تو حضرت پیر طریقت مذکور موصوف نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ یا ظہر پڑھو ایک ہی وقت میں دو فرض کیسے پڑھو گے؟ حضرت موصوف کے بیان پر عوام بعد نماز جمعہ باجماعت ظہر پڑھنا بند کردیے لیکن علاقہ (دارجلنگ میں مدرسہ قمر العلوم گوجاڑی بدھان نگر) اس مسئلہ پر فتنہ وفساد ہو کر ایک عام مصلی کی موت ہوگئی۔ اور مقدمہ کی نوبت آگئی اور امام مدرسہ مذکور اپنا مال واسباب چھوڑ کر اپنی جان بچا کر فرار ہوگئے۔
سوال نمبر-۲: ایک نمبر سوال کا زید عالم دین دیہات میں جمعہ کو ناجائز سمجھ کر ادا نہیں کرتا لیکن عیدین کی نماز کا امام بنتا ہے تو زید عالم دین از روئے شرع عیدین کا امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں۔
بینوا توجروا.

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیہات میں جمعہ کی نماز کا ناجائز ہونا یہ کسی ایک مفتی صاحب کے فتویٰ کی بنا پر نہیں ہے بلکہ علمائے احناف کے نزدیک حدیث صحیح کی بنا پر دیہات میں نماز جمعہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۲۹۴

سے روایت ہے:

”لا جمعة، ولا تشریق، الا فی مصر جامع“ (۱) جمعہ اور تکبیر تشریق یعنی عیدین صرف شہر میں ہیں یہی مذہب حضرت حذیفہ وعطا وحسن وابراہیم نخعی ومجاہد وابن سیرین وسفیان ثوری وسحنون رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ تفصیل کے لیے ہدایہ، بحرالرائق، ردالمحتار، فتح القدیر، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ وغیرہ کتب معتمدہ سے رجوع کیجیے۔ لہٰذا زید نے اگر دیہات میں نماز جمعہ نہ پڑھی اور لوگوں کو یہ مسئلہ بتایا، بے جا نہ کیا، البتہ دیہات میں جہاں جمعہ قائم ہے اس سے روکا نہ جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۲) میں ہے۔ رہا ایک ہی وقت میں دو فرض کا شبہ تو جو علما نماز جمعہ کا مسئلہ بتاتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس بات کی بھی وضاحت کر دیا کریں کہ دیہات میں جو دو رکعت بنام جمعہ پڑھی جاتی ہے وہ فرض نہیں ہے۔ لہٰذا ایک وقت میں دو فرض نماز کی ادائیگی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زید نے دیہات میں نماز جمعہ سے متعلق جو مسئلہ بتایا درست ہے۔ مگر عوام نے جو فتنہ وفساد برپا کیا اور قتل وغارت گری اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچائی یہ حرام، حرام اشد حرام ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے توبہ واستغفار کریں اور آپس میں میل ومحبت سے رہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

اس کے ساتھ نہایت ضروری امر یہ ہے کہ علما ان مسائل کو ایسے احسن طریقے سے بتائیں کہ عوام میں انتشار نہ پھیلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (۳)

اور اگر فتنہ وفساد کا خوف ہو تو جبراً عمل بھی کرانے کی کوشش نہ کریں کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جواب اول سے ظاہر ہو گیا کہ دیہات میں نہ جمعہ ہے نہ عیدین مگر جس طرح عوام کو جمعہ سے منع نہ کیا جائے گا یوں ہی عیدین سے بھی انہیں منع نہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ”احمد رضا“ قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع کرنے

---

(۱) سنن البیھقی، ج:۳، ص:۲۵۴

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۳، ص:۷۵۱

(۳) سورة النحل، آیت:۱۲۵

(۴) سورة یٰس، آیت:۱۷

کی بھی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح سے اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے"۔(۱) اگر عیدین کی نماز میں امامت نہ کرنے سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو زید وہاں سے کسی شہر چلا جائے اور اگر بغیر امامت چارہ نہ ہو تو بہ نیت نفل امامت کرسکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

روایت نادرہ پر دیہات میں جمعہ جائز ہے

مسئلہ از: مظہر علی علیمی، دار العلوم اشرفیہ، عزیز العلوم تالبی، پوسٹ سمرا، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ: دیہات میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں عوام الناس یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھنا بے کار ہے۔ کیوں کہ جب ہماری نماز نہیں ہوگی تو ہم پڑھ کر کیا کریں گے۔ جب ثواب کچھ ملنا ہی نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں امام ابو یوسف کے قول نادرہ پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھی جائے اور اس دن کی ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہیں۔ اگر اس مسئلہ پر ادارہ شرعیہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں بحث ہوئی ہو تو مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر عوام پڑھتے ہوں تو منع نہ کریں کہ وہ جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ **ھکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ**۔

البتہ بلطف ونری اصل مسئلہ سے ضرور آگاہ کیا جائے کہ تم لوگوں پر جمعہ کے بجائے ظہر باجماعت واجب ہے اور اگر فتنہ وفساد کا خوف ہو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (۲)

ہاں اگر وہ دیہات ایسا ہے جو روایت نادرہ یعنی ایسی آبادی کہ جس میں اتنے مسلمان مرد عاقل، بالغ، تندرست جن پر جمعہ فرض ہے آباد ہوں کہ اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں حتیٰ کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد بنانی پڑے کے مطابق شہر ہو رہا ہے تو موجودہ دور کے علمائے اہل سنت نے ایسی جگہ جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی مجلس شرعی میں یہ معرکۃ الآراء مسئلہ زیر بحث آچکا ہے۔ مگر شدید اختلاف کی بنا پر

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۷۱۹

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۶

فیصل بورڈ کے حوالہ کر دیا گیا تھا جس کے ارکان تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ اور محدث کبیر ممتاز الفقہا ءعلامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی تھے۔ ان ذوات قدسیہ نے بحث وتمحیص کے بعد یہ حکم دیا کہ

(۳) جو آبادی عبارت نمبر ۳ اور روایت نادرہ کے تحت آتی ہے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہاں منع نہ کیا جائے۔ خصوصا جب کہ عوام وخواص جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور کوئی ترک کرے تو مفسدہ اور فتنہ کا دروازہ کھلے۔

(۴) جو آبادی عبارت نمبر ۴ کے تحت آتی ہے وہاں جمعہ وعیدین کی ادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں نرمی سے اس کی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔" (۱)

اور پھر توضیح مجمل میں لکھا گیا کہ ۳-۴ کا حکم یکساں ہے اور دونوں جگہ بنام جمعہ دو رکعت پڑھ لینے کے بعد چار رکعت فرض ظہر با جماعت لازم ہے۔" (۲)

حاصل کلام یہ کہ اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ کے مطابق جو شہر ہیں جمعہ وہاں درست ہے اور جو آبادی اس کے مطابق شہر نہیں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہوں تو منع نہ کیا جائے اور ممکن ہو تو انہیں اصل مسئلہ سے آگاہ کر کے اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی — ۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

بعد جمعہ ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے کا حکم شرعی

مسئلہ از: اساتذہ دار العلوم انوار الاسلام، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) موضع سہاول پور اٹھیا بازار، ضلع سدھارتھ نگر کی مسجد میں ایک عالم نے جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے کا حکم دیا جب کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز لوگ فردا فردا پڑھتے تھے۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے پر ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ جب کہ عالم دین نے قانون شریعت اور انوار الحدیث کا حوالہ پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے نہیں مانتے ہیں۔ صرف اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے حوالہ چاہتے ہیں

---

(۱) عکس فیصلہ در بارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۲

(۲) عکس فیصلہ در بارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۳

تو برائے کرام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب سے حوالہ پیش فرمائیں۔

(۲) بعد جمعہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے پر حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اگر ظہر کی نماز اکیلے پڑھا جائے تو کوئی گناہ ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا.

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر ہی فرض ہے اور جماعت سے پڑھنا لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"من لا تجب علیهم الجمعة من اهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة" (۱) یعنی دیہات اور صحرا کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں تو ان لوگوں کے لیے حکم ہے کہ جمعہ کے دن بھی اذان واقامت کر کے جماعت سے نماز ظہر پڑھیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام "احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے۔ گنہگار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ **"فی الدر المختار وفی القنیة. صلاة العید فی القریٰ تکره تحریماً ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة انتهی اقول فالجمعة اولی لان فیها مع ذلک اما ترک الظهر وهو فرض اوترک جماعته وهی واجبة ثم الصلوٰة فرادی مع الاجتماع وعدم المانع شنیعة اخریٰ غیر ترک الجماعة"** (۲)

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔" (۳)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ فتنہ برپا کریں گے تو ان کو یہ کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی بھی چار رکعت پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳

(۲) الفتاویٰ الرضویة: ج: ۳، ص: ۱۷۱

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۰۲

گا۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسا شخص شریعت کے مسائل سے جاہل اور مجرم وخطا کار ہے وہ توبہ کرے اور آئندہ حکم شرعی کے خلاف قدم نہ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) بلا عذر شرعی ترک جماعت کا وبال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی جماعت قائم کرنے والے کو فتنہ کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد عبد اللہ تالدار پور، بلد سپور، چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ان دیہات میں جہاں جمعہ کی نماز واجب نہیں وہاں عرصہ دراز سے جمعہ قائم مگر ظہر کی جماعت نہیں ہوتی وہاں پر بعد جمعہ ظہر کی جماعت قائم کرنا یا کرانا کیا ہے؟

(۲) بعد جمعہ مولوی زید نے ظہر کی جماعت کی اہمیت، اور ترک فرض کی وعیدیں بتا کر جماعت ظہر قائم کی اور سب نے ظہر مع جماعت بعد نماز جمعہ زید کی اقتدا میں ادا کی اس کے بعد آئندہ جمعہ خبر کے مطابق نماز ظہر ادا نہیں کرائی۔

(۳) ۷ جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۲ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ آئے ہوئے کوئی مہمان خصوصی سے مذکورہ نمبر ۲ کا تذکرہ ہوا تو مہمان خصوصی نے زید کو بلا کر عوام کے سامنے ذلت آمیز انداز میں کہا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ دس سال سے کیا کر رہا تھا اور جماعت ظہر قائم نہیں ہونے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کا فعل صحیح ہے؟ یا مہمان خصوصی کا قول وفعل؟ زید کا فعل صحیح ہونے کی صورت میں مہمان خصوصی اور امام پر حکم شرع کیا ہوگا؟

(۴) مذکورہ بعد جمعہ ظہر کی نماز قائم کرنا فتنہ ہے، یا ترک نماز ظہر اور ظہر کے ترک کا وبال کس پر ہوگا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة

(۱) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص: ۲۳۱

عظیمۃ" (۱)

ہدایہ میں ہے:"لا تجوز فی القریٰ" (۲)

البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۳) میں ہے لیکن جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگ اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"من لا تجب علیھم الجمعۃ من اھل القریٰ و البوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان و اقامۃ" (۴)

اور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔ جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔" (۵)

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی فرض بھی چار رکعت نماز پڑھو کہ تم پر ظہر کی نماز فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے گا۔ (۶) ان تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی جماعت دیہات میں قائم کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

۲، ۳، ۴: جواب سے معلوم ہوگیا کہ زید کا فعل صحیح اور فقہائے اسلام کے ارشادات کے مطابق ہے اور مہمان خصوصی کا فعل غلط ہے ان پر لازم ہے کہ مسئلہ شرعیہ پر عمل کرانے کو فتنہ کہنے اور زید کی تحقیر اور ایذا رسانی پر توبہ واستغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں ورنہ سزائے الٰہی کا انتظار کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾" (۷) اور مہمان خصوصی کے کہنے پر جن لوگوں نے ترک ظہر کیا وہ بھی گنہگار ہوئے۔ ساتھ ہی اس ترک کا وبال روکنے والوں پر بھی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(۱) سنن البیھقی، ج:۳، ص:۲۵۴
(۲) الھدایۃ، ج:۱، ص:۱۶۸
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۷۴۲
(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۴۵
(۵) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۰۲
(۶) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص:۲۴۱
(۷) سورۃ البروج، آیت:۱۰

دیہات میں جمعہ قائم کرنا یا بند کرنا

مسئلہ از: مجیب الرحمٰن جامعہ مدینۃ العلوم پچپوکھری بازار، ضلع سنت کبیر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

ہمارے گاؤں میں تقریباً ۳۷ سال قبل دو مسجد میں جمعہ ہورہا تھا زید نے آکر ایک مسجد سے جمعہ ختم کر کے ایک ہی مسجد میں جمعہ باقی رکھا اب ۳۷ سال بعد کیا زید کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں برقرار رکھتے ہوئے پھر اس مسجد میں بھی جمعہ قائم کرے جس میں ۳۷ سال پہلے جمعہ ختم کیا تھا جبکہ جامع مسجد سب کے لئے کافی وافی ہے۔ اب اگر زید نے جمعہ جاری کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مذہب حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ یہی مذہب سیدنا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے آپ فرماتے ہیں:

"لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظمة"(۱)

ہدایہ میں ہے "لاتجوز فى القرىٰ"(۲)

البحر الرائق میں ہے "لاتصح فى قرية"(۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اس دین بیزار ماحول اور مسلمانوں کی مذہبی حالت کے پیش نظر اللہ ورسول کا نام لینے سے عوام کو روکنا نہیں چاہئے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ دیہات میں جمعہ کے متعلق ایک مقام پر فرماتے ہیں

"دیہات میں جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی﴾(۴)

---

(۱) سنن البیهقی، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۲) الهدایه، ج: ۱ ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۳، ص: ۷۵۲

اور فرماتے ہیں

”مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔“(۱)

ایک مقام پر لکھتے ہیں ”جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت“ اھ(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں جمعہ ہو رہا تھا زید کو اسے بند کرنے کی ضرورت نہ تھی اور جب بند کر دیا تھا تو پھر اس دیہات کی مسجد میں جمعہ قائم نہیں کرنا تھا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے۔“ اھ(۳)

زید نے اس جگہ جمعہ قائم کر کے خلاف شرع کام کیا ہے اس سے توبہ کرے اور جو جمعہ قائم کر دیا اب اسے بھی بند کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لے لیں غنیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

گاؤں میں جمعہ وظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد ادریس قادری رضوی، برگدوا پوسٹ رہرا بازار، ضلع بلرام پور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) کیا گاؤں میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) بعض گاؤں میں دو رکعت نماز جمعہ پڑھتے ہیں تو گاؤں والے نیت کیسے کریں؟ کیا نماز جمعہ فرض، سنت یا نفل کی؟

(۳) بعض گاؤں میں پہلے طریقہ کی طرح دو رکعت نماز جمعہ ہوتی ہے اور فوراً ہی چار رکعت نماز ظہر باجماعت پڑھتے ہیں کیا ان کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز ظہر جو جماعت سے پڑھتے ہیں اس کے لئے تکبیر بھی پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ ان سوالات کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ عربی حوالہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۳۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۲

کے ترجمہ کے ساتھ عطا فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) فقہ حنفی کی جملہ متون وشروح اور حواشی وفتاویٰ میں بصراحت مرقوم ہے کہ مذہب حنفی میں فرضیت وصحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے۔ چنانچہ ملک العلماء علامہ سعود کاسانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة و شرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر و من کان ساکنافی توابعه."(۱)

یعنی رہا مصر جامع تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وجوب جمعہ اور اس کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے حتیٰ کہ جمعہ صرف شہر اور فنائے شہر میں رہنے والوں پر لازم ہے۔

اور قدوری شریف میں ہے "لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری."(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ولادائها شرائط المصر هکذا فی الکافی"(۳)

ہدایہ میں ہے "لاتجوز فی القری"(۴)

البحر الرائق میں ہے "لاتصح فی قریة۔"(۵)

تبیین الحقائق میں ہے "شرط جواز اداء الجمعة المصر حتی لایجوز اداؤها فی المفازة ولافی القری لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولافطر ولااضحی الا فی مصر جامع."(۶)

فتاویٰ تاتاریہ خانیہ میں ہے "شرائط ادائها المصر وهذا مذهبنا."(۷)

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج: ۱، ص: ۵۸۳

(۲) القدروی، ص: ۳۶

(۳) الفتاویٰ العالمگیری، ج: ۱، ص: ۱۴۵

(۴) الهدایه، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۵) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۶) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۵۲۳

(۷) الفتاویٰ التاتارخانیه، ج: ۱، ص: ۵۳۱

النہر الفائق میں ہے "شرط ادائها المصر فلاتصح فی قرية ولامفازة."(۱)

درمختار وردالمحتار میں ہے "ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر."اھ(۲)

ان تمام عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے۔ دیہات میں فرض نہیں۔ اگر کوئی مدعی حنفیت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کے لئے حکم دیتا ہے تو وہ مذہب حنفی سے جاہل ہے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایۃ کے مطابق شہر نہ نادر الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں۔ اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف نماز ظہر پڑھی جائے۔ جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا نفل وسنت کی یا صرف نماز جمعہ پڑھنے کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض ونفل کی نیت کریں نہ سنت وواجب کی مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"من لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة."(۳)

اور درالمختار میں ہے "لوصلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر."(۴)

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے، اگر کوئی مدعی حنفیت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کا حکم دیتا ہے تو وہ مذہب حنفی سے جاہل ہے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایت کے مطابق شہر ہے نہ نادر الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف ظہر پڑھی جائے جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا سنت ونفل کی یا صرف نماز جمعہ کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض وواجب کی نیت کریں نہ سنت ونفل کی بلکہ مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ

---

(۱) النہر الفائق، ج: ۱، ص: ۳۵۲

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ج۳ ص۶

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۵۴

(۴) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۸

اللہ جل مجدہ کے سپرد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"من لاتجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة." (۱)

اور ردالمحتار میں ہے: "لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر" (۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جب دیہات اور جنگل وصحرا میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں تو دیگر ایام کی طرح اس دن بھی نماز ظہر باجماعت ان پر لازم ہے اور اگر انہوں نے جمعہ پڑھ لی تو اب بھی ظہر کی ادائیگی ان پر ضروری ہے۔ یہ تو ہوا اصل حکم شرع مگر آج مسلمانوں کی دینی حالت ناگفتہ بہ ہے عام طور سے لوگ پنج وقتی نماز نہیں پڑھتے لیکن جمعہ کا اہتمام ضرور کرتے ہیں اور آٹھ دن میں بنام جمعہ مسجد میں آکر اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں، اور کچھ دیر پند وموعظت اور ذکر الٰہی میں اپنا وقت لگا دیتے ہیں۔ اب اگر ان کو جمعہ سے روک دیا جائے اور جن دیہاتوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے اسے بند کرادیا جائے تو جو لوگ آٹھ دن پر ایک مرتبہ مسجد میں آکر اللہ ورسول کا نام لیتے ہیں وہ بھی بند کردیں گے۔ علاوہ ازیں شوروغل اور فتنہ وفساد بھی برپا کریں گے۔ ان حالات کے پیش نظر علمائے حق اور بالغ نظر فقہائے کرام اور سچے مفتیان عظام نے فرمایا کہ عوام اگر جمعہ پڑھیں تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں۔ دیگر ایام کی طرح اس دن بھی آپ پر ظہر فرض ہے۔ اگر بے فتنہ وفساد و بے تقلیل حاضرین لوگ یہ حکم بہ سروچشم قبول کرلیں تو اسی پر عمل ہو ورنہ عوام جس طرح اللہ ورسول کا نام لیں غنیمت ہے۔

پھر وہ اگر جمعہ کی نماز پڑھیں تو چونکہ اس نماز سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض اور جماعت سے پڑھنا واجب ہے اس کے لئے تکبیر بھی کہی جائے اوپر فتاویٰ عالمگیری اور ردالمحتار کی عبارت گزری کہ اگر دیہات کے لوگ جمعہ پڑھ لیں تب بھی ان پر ظہر کی ادائیگی لازم ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جن دیہاتوں میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد چار رکعت نماز ظہر باجماعت پڑھتے ہیں وہ درست ہے کہ یہی حکم شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۱۵۴

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۸

شہر ساگر کرناٹک میں قیام جمعہ کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد یوسف رضوی واراکین کمیٹی نورانی مسجد، ایس این نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہر ساگر میں محلہ ایس این نگر جوکہ متوسط آبادی کا علاقہ ہے جس میں غالبًا سنی مسلمانوں کا ۵۰۰ کنبہ آباد ہے مگراس علاقہ میں کوئی اہل سنت والجماعت کی مسجد نہیں ہے ہاں ایک جس کو مسجد کی حیثیت دے کر حکومت کی جگہ میں غالبًا بیس سال سے پنج وقتہ نماز اور ضرورت کے مطابق عیدین کی نماز بھی پڑھی جارہی ہے۔ حکومت کی جانب سے ابھی تک کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اہل محلہ مسجد کے تمام اخراجات اٹھانے کو تیار ہیں اور رجسٹریشن کرانے کی تیاری چل رہی ہے اور میونسپل کارپوریشن بھی رجسٹریشن کرنے کو تیار ہے اور حکومت کو مسجد کے نام پر ٹیکس بھی ادا کیے جارہے ہیں لہٰذا مسجد میں نماز جمعہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دوردراز علاقے میں جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی نماز جمعہ ضائع ہوجاتی ہے لہٰذا ایسی جگہ نماز جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر ساگر شہر ہے یعنی وہاں حکومت کی جانب سے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے حاکم مقرر ہے بلفظ دیگر ضلع یا تحصیل کا درجہ حاصل ہے تو مسجد مذکور میں قاضی شریعت اور وہ نہ ہوتو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین فقیہ معتمد کے حکم سے جمعہ قائم کرسکتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد افقہ اہل بلد ہوتو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کرسکتا ہے۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳؍ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۳، ص: ۷۵۳

دیہات میں جمعہ وظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: سیف الدین نظامی، قاضی پور، حضرت پور، وزیر گنج، ضلع گونڈا (یوپی)

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ کی دو رکعت پڑھنے کے بعد ظہر کی چار رکعت پڑھنا فرض ہے یا نہیں۔ نیز جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا؟

(۲) اس وقت مسجد میں دو جماعتیں ہو رہی ہیں انتشار ہے لوگوں میں مگر اکثر سنی حضرات جماعت سے پڑھ رہے ہیں تو کیا کچھ لوگوں کے کہنے پر جماعت چھوڑ دی جائے؟

(۳) جمعہ کی دو رکعت کے بعد اس مصلیٰ پر فوراً چار رکعت امامت کی حالت میں ظہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جو لوگ دیوبندیوں سے راضی ہیں شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟ ان لوگوں کو حوالہ دیا گیا مگر نہیں مانے لہٰذا شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔

سوال نمبر ۲: اگر ان تمام باتوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کی جائے تو مسجد کے امام پر کوئی گناہ تو نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مذہب حنفی میں جمعہ جائز ہونے کے لئے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "**لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الا فى مصر جامع اومدينة عظيمة**۔"(۱)

ہدایہ میں ہے "**لاتجوز فى القرى**"(۲)

البحر الرائق میں ہے "**لاتصح فى قرية.**"(۳)

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں اور دنوں کی طرح اس دن بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"**من لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة**۔"(۴)

---

(۱) سنن البيهقى، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۲) الهداية، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۴۵

اور ردالمحتار میں ہے "لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر."(۱)

ایسا ہی مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ ۳/۷۰۴ پر اور صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی قادری علیہ الرحمہ نے بہار شریعت ۴/۱۰۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) کچھ لوگوں کے کہنے سے حکم شریعت چھوڑا نہیں جائے گا اس لئے لوگوں کو نرمی سے مسئلہ بتایا جائے اور اعتراض کرنے والوں کی غلطی واضح کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان جانتے ہیں وہ خود انہیں میں سے ہیں اور اگر دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جان کر انہیں کافر و بے دین جانتے ہیں مگر پھر بھی ان سے میل ملاپ کھانا پینا شادی نکاح قائم کرتے ہیں تو وہ سخت مجرم وگنہگار مستحق غضب جبار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) اگر حالت ایسی ہے کہ مسائل شرعیہ بتانے پر لوگ تذلیل وتحقیر پر اتر آئیں گے فتنہ وفساد برپا کریں گے ایذا وتکلیف دیں گے تو خاموشی اختیار کر کے دل سے برا جانتا رہے۔ اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

---

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۳۸

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۱

باب العیدین

عیدین کا بیان

عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھا لینے کے بعد اس کی دوبارہ اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مجیب اللہ رضوی، مقام دیوریا، پوسٹ رام پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے عیدالاضحیٰ کی نماز امام کی اقتدا میں ادا کر لی، پھر ایک جماعت پچیس یا تیس کی آگئی اور ان میں کوئی پڑھا نہیں ہے۔ زید نے امامت کر کے ان لوگوں کو عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائی، آیا نماز ہوئی یا نہیں۔ واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے عیدالاضحیٰ کی نماز صحیح طریقے سے ادا کر لی تھی تو اس کو امامت ہرگز جائز نہیں تھی۔ جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ درمختار میں ہے: "لا یصح اقتداء مفترض بمتنفل ولا ناذر بمتنفل لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف"(۱)

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ ان میں جو واقف نہ تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۸۰۷

قبرستان کے سامنے نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟

مسئله از: محمد سعید اختر برکاتی، مدرسہ انوار العلوم، بھمن پور، بستی
کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ایسی عیدگاہ جس کے سامنے قبرستان ہے اور قبرستان پہلے سے ہے اس میں نماز عیدین جائز ہے یا نہیں؟ **بینو توجروا.**

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
اگر بیچ میں کوئی حائل ہے تو بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ **کما فی الفتاویٰ الرضویه (۱) وغیرھا من اسفار الفقه. واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبهٗ:** محمد اختر حسین قادری
۲۱ر جمادی الآخر ۱۴۲۶ھ

چاند کی شہادت شرعی گزر جانے کے بعد اس پر عمل لازم ہے

مسئله از: محمد فرید، خطیب مسجد جماعت اہل سنت، رنگریز محلہ، امان گنج، ضلع پنا۔
کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ذی القعدہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھا گیا لیکن چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے ۳۰ تاریخ کے حساب سے ۷ مارچ بروز بدھ کو بقرعید کی نماز کا اعلان کر دیا لیکن بعد میں ۲۹ تاریخ کو چاند کی شہادت مل جانے پر ۶ مارچ بروز منگل ۲۰۰۱ء کو بقرعید کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس جگہ دو مسجدیں ہیں تو کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جہاں پر مطلع صاف ہو وہاں چاند کی شہادت کی کوئی ضرورت نہیں اور مطلع صاف ہو وہاں کے لیے دو تین لوگوں کی شہادت معتبر ہیں۔ اس لیے ہم اس شہادت کو تسلیم نہیں کرتے، حالاں کہ شہادت لانے والے ایسے لوگ ہیں جن میں ایک تو امام جو سند یافتہ عالم بھی ہے اور دوسرے وہ جسے انہوں نے اس لائق سمجھا۔
مختصر یہ کہ دو لوگوں کی شہادت پر نماز کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ اور دو لوگوں کی شہادت پر پڑھی جانے والی نماز ادا ہوئی کہ نہیں؟ اور جن لوگوں نے شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کی ان کی نماز ہوئی کہ

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۲، ص:۴۷۹

نہیں؟ اور لائق شہادت کی شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کرنے اور کرانے والے پر شریعت مطہرہ و منورہ کا حکم پاک کیا ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر دونوں گواہ شرعاً شہادت کے اہل یعنی: عادل اور پابند شرع غیر محدود فی القذف تھے تو بلاشبہ ان کی شہادت معتبر ہے۔ اس پر عمل لازم اور ضروری ہے اور اس کا خلاف کرنا ناجائز ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" کی بارگاہ میں استفتا ہوا۔

شاہ جہاں پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل ممبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی القعدہ کو ممبئی میں چاند دیکھا تو ممبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہ جہاں پور میں عید الاضحیٰ ۲۹ کے حساب سے ہو گی یا نہیں؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ دیا کہ:

"ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے۔ اور اس کا خلاف ناجائز اور شاہ جہاں پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذو القعدہ ۲۹ کا ثابت ہو کر اس کے حساب سے چہار شنبہ کو عید الاضحیٰ کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی روز جمعہ اسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اس کے بعد شنبہ کو قربانی کی، نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں۔ یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتاویٰ ہے۔"(۱)

اور آگے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہو گی، اگرچہ ہلال عید الاضحیٰ ہو اگرچہ ان میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو۔ یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس سے عدول باطل اور ناروا"(۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ جب شرعی شہادت سے رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو اس پر عمل لازم ہے۔ اس لیے جن دو لوگوں کی شہادت پر عید الاضحیٰ کی نماز ۶/مارچ بروز منگل ادا کی گئی اگر وہ دونوں شہادت کے اہل تھے تو بے شک وہ نماز صحیح اور درست ہوئی اور اس حساب سے قربانی کا آخری دن جمعرات ہوا اب اس کے بعد کوئی جمعہ کو قربانی کیا تو وہ قربانی نہیں ہوئی اور جن لوگوں نے ۶/مارچ کے بجائے ۷/مارچ کو نماز پڑھی ان کی نماز ہو گئی کہ عید الاضحیٰ کی نماز ۱۲ ذی الحجہ تک جائز ہے۔ چنانچہ علامہ کبیر حلبی فرماتے ہیں:

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۴۳

(۲) ایضاً

"وصلوٰۃ عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونہ" (۱)

اور "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "وإذا حدث عذر یمنع من الصلوٰۃ فی یوم الاضحی صلاھا من الغدو بعد الغد ولایصلیھا بعد ذلک کذا فی الجوھرۃ النیرۃ"(۲)

اور جب شہادت شرعیہ پائی گئی ہو تو اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ماسبق میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے جن لوگوں نے اس کا انکار کر کے دوسرے دن نماز پڑھی انہوں نے ناجائز و غلط کیا ان پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

---

(۱) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۲۴

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۷۸

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الجنائز

جنازہ کا بیان

نماز جنازہ میں امام ومقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری خطیب وامام نورانی مسجد واگرہ، ضلع بھروچ، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امام کو مقتدی سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہونا چاہیے؟ نیز مقتدیوں کو پہلی صف سے دوسری صف کے درمیان کتنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے؟

نوٹ: ہمارے یہاں گجرات میں اکثر وبیشتر جگہ امام ومقتدی باہم مل کر نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس طرح تمام نمازوں میں امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ باقی رہتی ہے یوں ہی نماز جنازہ میں بھی امام ومقتدی کی صف لگانے کا یہ طریقہ ہے کہ امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے فاصلے پر ہوں کہ بیچ میں سجدہ کرنے کی مقدار جگہ باقی رہے۔فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"یتقدم الإمام ویصف الناس خلفه کما فی سائر الصلوات" (۱) یعنی امام آگے ہوگا اور لوگ اس کے پیچھے اسی طرح صف لگائیں گے جس طرح تمام نمازوں میں لگاتے ہیں۔اور بلا عذر باہم مل کر کھڑا ہونا نہیں چاہیے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، ج:۲، ص:۱۵۴

دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے

مسئلہ از: محمد سمیع انصاری رضوی، محلہ بھرپورہ، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی وہابی دیوبندی غیر مقلد کی نماز جنازہ اس کے عقائد جانتے ہوئے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ حتی کہ علمائے حرمین طیبین نے ان کے متعلق فرمایا کہ "من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۱) اور حدیث شریف ہے "ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم" (۲) لہٰذا وہابیوں کے عقائد کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والے پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور محض تملق و چاپلوسی اور کسی اور غرض کے تحت پڑھنا حرام ہے۔ پڑھنے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

نماز جنازہ کی امامت میں اگر ولی میت امام محلہ پر فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے

مسئلہ از: انصار احمد گوجی درہ بھدرک، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: یہاں کی جامع مسجد میں ایسی جگہ جو سب لوگوں کے چندہ سے بنائی گئی ہے۔ خاص کر نماز جنازہ کے لیے نہ کہ مسجد کے اندر میں ایک مدت سے امام صاحب اور غیر امام عالم و حافظ سنی صحیح العقیدہ بھی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی بدمذہب آکر پڑھاتا تھا اور یہ خدشہ آئندہ بھی نہیں ہے لیکن سکریٹری مسجد نے اعلان کیا کہ صرف ہمارے امام صاحب ہی آئندہ نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں پڑھا سکتا، چاہے وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ایک عالم دین نے امام صاحب کو مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں دکھلایا کہ اگر ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل ہو تو وہ بھی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور سکریٹری کا یہ اعلان غلط ہے اس کو ختم کیا جائے۔ اس مسئلہ کو دیکھنے کے بعد امام صاحب نے کہا۔ سکریٹری جاہل ہے۔ اس کے بعد بھی مسجد کمیٹی نے اپنے اس قانون

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۸۴ (۲) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

میں کسی قسم کی ابھی تک تبدیلی بھی نہیں کی۔ فی الحال زید کا انتقال ہوا۔ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ اب اس پر مسجد کی کمیٹی کے لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل کا نماز جنازہ پڑھانا کیا صحیح ہے؟ اور کمیٹی والوں کا اس قانون مذکور پر اڑے رہنا اور کسی قسم کی تبدیلی بھی نہ لانا اور اپنے قانون کو صد فی صد درست جاننا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

نماز جنازہ کی امامت کے لئے اگر ولی میت امام محلّہ پر فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے "وامام الحی فتقدمه مستحب" (۱)

درمختار میں ہے "وتقدم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولیٰ کما فی المجتبیٰ وشرح المجمع" (۲)

بہار شریعت میں ہے:

"نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے، پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلّہ پھر ولی کو امام محلّہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی میت بہتر ہے"۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ولی میت جو امام محلّہ سے افضل ہے اس کا نماز جنازہ پڑھنا بے شک درست ہے اور جاننے کے باوجود کمیٹی والوں کا اپنے غلط موقف پر قائم رہنا شرعاً ہرگز درست نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ شریعت پر عمل کریں اور طبیعت کو شریعت پر ترجیح دے کر عاقبت نہ برباد کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

وہابی اپنے علاوہ سب کو کافر سمجھتے ہیں اور جو صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس، امام ٹنڈیل مسجد نیا محلّہ، چھتر پور، ایم پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۲۳۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۹

کیا جو سنی حاجی حضرات حج کرنے کے لیے جاتے ہیں اور مکہ شریف اور مدینہ شریف کے اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازیں نہیں ہوتی؟ کیا وہاں کے امام پر کفر کا فتویٰ ہے؟ یا اور کوئی وجہ ہے؟ نیز دنیا ے اسلام سے جو مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں تقریباً سبھی ان کے پیچھے شاید نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ دیگر مسلم ممالک کے علما کا اس پر کیا فتویٰ ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں دلیل وتفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں کی کم نصیبی ہے کہ حرمین طیبین پر نجدی، وہابی کی حکومت ہے اور وہابی عقیدہ کا امام مسجد حرام اور مسجد نبوی میں امامت کرتا ہے، جب کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمان کافر ومشرک ہیں۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں۔''(۱)

اور کتب حدیث وفقہ میں تصریح ہے کہ جو کوئی سارے مسلمان تو بہت بڑی بات ہے صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے۔ لہٰذا وہابیوں پر خود حکم کفر ہے اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے تو جب نجدی گمراہ بدمذہب اور بددین ٹھہرے تو ان کی اقتدا میں نماز ہرگز درست نہیں ہوسکتی ہے اور شریعت کا حکم کسی ایک ملک کے مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر ایک ملک کے سنی صحیح العقیدہ علماے کرام کا وہی فتویٰ ہے جو شریعت بتاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی عمل کرتا ہے اور کوئی بوجہ جہالت اور عدم علم اس کے خلاف کرتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہتے انتقال کرنا خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

مسئلہ از: خواجہ شریف خدانمائی چشتی، مقام وپوسٹ مرور تعلقہ وائی ضلع ستارہ، مہاراشٹر

محمد عبدالرحیم خاں قادری جمدادی بستوی، مدرسہ برکات غریب نواز ہوٹل راحل پلازہ، پنچ گی تعلقہ بہارلیشور، ضلع ستارہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آخری سانس مسلک اعلیٰ حضرت

(۱) الشہاب الثاقب، ص: ۵۱

زندہ باد کا ورد کرتے ہوئے ٹوٹی اور انتقال کر گیا۔ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہیں؟ جب کہ حضور نبی کریم کی متفق علیہ حدیث ہے "لَقِّنُوا موتاکم بکلمه لا إله إلا الله" تاکہ وہ حالت ایمان پر مرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

لفظ "مسلک اعلیٰ حضرت" آج کے دور میں برصغیر کے عرف واصطلاح میں مذہب اہل سنت وجماعت کے ہم معنی اور مترادف اور نام نہاد اہل سنت یعنی: وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت، مودودی جماعت، اور صلح کلی فرقوں سے ممتاز کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور جولائی ۲۰۰۰ء، صفحہ: ۸ پر ایک سوال کے جواب میں ہے "الحاصل مسلک اعلیٰ حضرت کا لفظ سنیت کی شناخت ہے، پہچان ہے۔ عرف عام میں اہل سنت کا مترادف ہے۔"

اس لیے مسلک اعلیٰ حضرت کا معنی ہے مسلک اہل سنت تو مسلک اعلیٰ زندہ باد کا مطلب ہوا مذہب حق اور مذہب اسلام زندہ باد۔ اب غور کریں کہ یہ جملہ کیا کفر ہے؟ کہ جس پر یہ سوال ہو کہ جس کی آخری سانس مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد پر ٹوٹی اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہیں؟

فرض کیجیے ایک مسلمان نے مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کے بجائے مسلک اہل سنت زندہ باد یا مسلک حنفی یا مسلک شافعی یا مسلک صحابہ زندہ باد کہا اور یہی اس کا آخری جملہ تھا تو کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوا؟ اور اگر کوئی اس طرح کی بات کرے تو اسے شر وفساد اور کم فہمی کے سوا کیا نام دیا جائے گا؟

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے بالفرض سوال میں مذکور جملہ کہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے مرتے وقت بھی حقانیت کے ہمیشہ قائم رہنے کا اعلان کیا اور اس کے بقا کی تمنا کی تو یہ خاتمہ بالخیر ہونے کی واضح علامت ہے نہ کہ کفر یا سوء خاتمہ کی۔ (العیاذ باللہ) "اللهم ارزقنا حسن الخاتمة و احشرنا في زمرة الصالحين"

اب وہی حدیث پاک جسے سائل نے سوال میں ذکر کیا اور سوال ہی میں آگے یہ بھی لکھا کہ "تاکہ وہ حالت ایمان پر مرے" اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ سائل کے نزدیک جو کلمہ طیبہ اپنی آخری سانس میں نہ پڑھا وہ ایمان پر نہ مرا کہ سائل نے کلمہ طیبہ کی تلقین کا مقصود اور اس کی علت ایمان پر مرنا بتایا جب کہ حالت نزع میں بالفرض کوئی اگر کلمہ طیبہ کے بجائے معاذ اللہ کلمہ کفر زبان سے کہہ دے تو بھی اس پر حکم کفر نہ دیں گے۔ چنانچہ صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی رضوی علیہ الرحمہ درمختار کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

"مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمہ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی سے عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔" (۱)

(۱) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۳۱

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ مرنے والے کے پاس جو لوگ موجود ہوں وہ کلمہ کی تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے خود کلمہ طیبہ پڑھیں مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں اور اس تلقین کا مقصد تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''فتح القدیر'' میں ہے:

"المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان" (۱)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مقصود تلقین ایمان کا یاد دلانا ہے اور جو مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہہ رہا ہے گویا وہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کو یاد کر رہا ہے تو اس کے قول میں کسی بھی طرح کفر یا شائبہ کفر نہیں ہے اور وہ دنیا سے کفر کے ساتھ نہیں بلکہ حسن خاتمہ کے ساتھ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

کس قسم کے وہابی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

مسئلہ از: محمد فخر الدین حشمتی، رضا نگر مہاڈا کالونی، ندی ناکہ بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔ دور حاضر میں علمائے اہل سنت وہابی دیوبندی کی دو قسمیں بتاتے ہیں

(۱) وہ جو کٹر وہابی ہے یعنی علمائے دیوبند کے کفری عقائد سے واقف ہے۔ اس کے باوجود ان کو اپنا پیشوا مانتا ہے۔

(۲) وہ جو وہابی کی باتوں میں آ کر وہابی بنا یا پہلے سے وہابی تھا مگر علمائے دیوبند کے عقائد سے ناواقف ہے۔ ایسے کو گستاخ رسول اور کافر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مسئلہ میں نے علمائے اہل سنت خصوصاً مفتی مطیع الرحمٰن صاحب و دیگر علمائے کرام کو بیان کرتے سنا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو دوسری قسم ہے کیا ان سے رشتہ وغیرہ کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھانا یا نکاح پڑھانا یہ سب درست ہے؟

نیز اگر رشتہ کرنا ہو یا نکاح پڑھانا ہو تو اس صورت میں آدمی ان کے عقیدے کی معلومات کرے مگر مثال کے طور پر محلہ میں کسی وہابی کا انتقال ہوا اس کا جنازہ سنی مسجد کے سامنے لا کر رکھ دے اور امام صاحب کو جنازہ پڑھانے کو کہا۔ اب اس صورت میں ہنگامہ اور فساد ہونے کا خطرہ ہے اور ایسا بھیونڈی میں ہو چکا ہے۔ اب امام کیا کرے۔ اس کے لیے جو بہتر راستہ ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴ ص: ۱۳۱

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو شخص دیوبندی مولویوں کی کفری عبارات پر یقینی اطلاع نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ ہی اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک سمجھتا ہے۔ اور نہ تو ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں کے طور و طریقے پر چلتا ہے اور خود کو وہابی کہتا ہے تو ایسا شخص کافر نہ سہی مگر گمراہ و بدمذہب و بدعقیدہ ضرور ہے اور بدمذہبوں کے متعلق رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک ہے:

"اہل البدع کلاب اہل النار" (۱)

دوسری حدیث ہے:

"اہل البدع شر الخلق والخلیقۃ" (۲) یعنی: بدمذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی عیادت اور نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے:

"لکل امۃ مجوس ومجوس امتی الذین یقولون لا قدر ان مرضوا فلا تعودوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم" (۳) یعنی: ہر امت میں کچھ مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ: بدمذہب جہنمیوں کے کتے اور تمام مخلوق سے بدتر ہیں پھر کتوں سے بدتر لوگوں سے رشتہ قائم کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا کسی ایمان والے کا کام نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہابی خواہ مرتد ہو یا گمراہ و بدمذہب کسی سے رشتہ کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے کہ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا "ان ماتوا فلا تشہدوہم" وہ مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ "ولا تصلوا علیہم" ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔" (۴)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۳) المسند لابن حنبل، ج: ۲، ص: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۳۵

''اگر ان کفری عبارتوں پر اسے اطلاع نہیں اور اس کا طریقہ مرتد وہابیوں جیسا ہے تو زید گمراہ ہے اور دونوں صورتوں میں اس سے رشتہ کرنا جائز نہیں ہے۔''(۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی کہلانے والے کسی شخص سے رشتہ کرنا، ان کا نکاح پڑھنا، مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے پر فساد کا خطرہ ہے تو پڑھنے میں ایمان کے برباد ہونے اور سنیت کے چلے جانے کا خطرہ ہے جو جھگڑا سے بڑھ کر خطرناک ہے۔ اس لیے کسی وہابی کی نماز جنازہ ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے اور اہل سنت و جماعت کے لوگوں کو مسئلہ سمجھا دیا جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶؍صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

کافر ومرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا، بھٹورا، ضلع بلرامپور، یوپی

اگر کوئی شخص مذہب سنی پر عقیدہ رکھتا ہو لیکن آگے چل کر وہ کافر ہو گیا تو اس کو قبرستان میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ رب العالمین کافر ومرتد ہو جائے تو اسے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسے مردار کی طرح کسی گڈھے میں دبا دیا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں درمختار سے ہے ''اما المرتد فیلقیٰ فی حفرۃ کالکلب'' (۲)

ایک مقام پر سرکار اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا یا باوصف دعویٰ اسلام عقائد کفر رکھے جیسے آج کل نیچری مُردے کے لیے تو اصلاً نہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے اگرچہ وہ اسی مذہب کا ہوا گرچہ اس کا باپ، یا بیٹا ہو بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے''۔(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵؍ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۶۱۳ (۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۱۱۴

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۷، ص:۱۱۳

مرد کے لیے سنت کفن کتنے کپڑے ہیں؟

مسئلہ از: محمد مقیم متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

ایک علاقہ میں زمانہ دراز سے مرد میت کو چار کپڑوں میں کفن دینے کا رواج ہے اور اب حال یہ ہے کہ لوگ تین کپڑا دینے کو ناجائز سمجھ رہے ہیں اور علاقہ کے علماء نے بھی اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ابھی چند دنوں قبل زید کے والد کا انتقال ہوا اور زید چونکہ پڑھا لکھا سنی صحیح العقیدہ ہے اس لیے اس نے اپنی معلومات کے مطابق اپنے والد کی تکفین تین کپڑوں میں کی۔ عادت کے مطابق چار کپڑے نہ دینے کی وجہ سے لوگ زید پر اس قدر ناراض ہوئے کہ بعض نے اس کو دیوبندی تک کہہ دیا۔ زید نے انہیں بہار شریعت وغیرہ کا حوالہ دیا تو بعض خاموش ہو گئے لیکن بعض شرارتی لوگ ابھی بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور زید کو بائیکاٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اب جواب طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا مرد میت کو چار کپڑے کفن میں دینا ضروری ہے؟

(۲) زید نے جو کیا درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید کے اس عمل پر ناراض ہو کر اس کو دیوبندی وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ حالانکہ زید سنی صحیح العقیدہ اور مرکزی درسگاہ کا طالب علم ہے۔

(۴) سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس معاملہ میں علماء کا خاموش رہنا اور حق بات کو ظاہر نہ کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ برائے کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مرد کے لیے سنت کفن تین کپڑا ہے۔ ازار، قمیص اور لفافہ، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: "عن عبداللہ بن عمرو بن عاص قال المیت یقمص ویوز رویلف فی الثالث فان لم یکن الاثوب واحد لف فیہ"(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میت کو قمیص اور چادر پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

---

(۱) المصنف لعبدالرزاق ج:۳، ص:۴۲۶

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: ''کفن الرجل سنة ازار و قمیص ولفافة و کفایة ازارولفافة وضرورة ماوجد ھکذا فی الکنز''(۱)

اور درمختار میں ہے: ''ویسن فی الکفن له ازار وقمیص ولفافة'' (۲)

بدائع صنائع میں ہے: ''اکثر مایکفن فیه الرجل ثلاثة اثواب ازارورداء و قمیص وھذا عندنا'' (۳)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو کفن میں تین کپڑا دینا سنت ہے اور کم سے کم اتنا کپڑا کہ جس سے بدن ڈھک جائے ضروری ہے، چار کپڑا مرد کے کفن میں ضروری بتانا جہالت اور شریعت پر جرأت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ زید کا عمل شریعت کے مطابق اور درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اگر دیوبندی اعتقاد کر کے زید سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہا تو کہنے والا خود اسی گروہ میں جا چکا، حدیث پاک ہے: ''ایما امرئ قال لا خیه کافر فقد باء بھا احدھما''(۴)

ایسی صورت میں کہنے والا تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور زید سے معافی مانگے اور اگر زید کو دیوبندی اعتقاد نہ کیا بلکہ طعن و تشنیع کے طور پر کہا تو اب توبہ واستغفار کرے اور زید سے معافی مانگے کہ اس نے بلا وجہ شرعی ایک مسلمان کو ایذاء پہنچائی جو کہ حرام و گناہ ہے، ارشاد حدیث ہے: ''من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله'' (۵) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الایمان''(۶)

یعنی جو شخص کوئی غلط کام دیکھے تو اگر استطاعت ہو تو ہاتھ سے روک دے ورنہ زبان سے اس کی برائی بیان

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج: ۱، ص: ۱۶۰

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار ج: ۳، ص: ۵۹

(۳) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۶

(۴) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۷

(۵) کنز العمال ج: ۱۶، ص: ۱۰

(۶) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۱

کرے اور اگر زبان سے بھی نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے، لہٰذا جن علماء نے استطاعت کے باوجود صحیح مسئلہ بتانے سے گریز کیا اور حق بات کو ظاہر نہ کیا وہ شرعاً قابل مواخذہ ہیں ان پر لازم ہے کہ لوگوں کو صحیح بات سے آگاہ کریں۔ ورنہ مجرم گردانے جائیں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۱۰/ ذی قعدہ، ۱۴۳۶ھ

کیا صدیوں قدیم مزارات کو منہدم کرنا درست ہے؟

مسئلہ از: محب علی نعیمی صدر تنظیم عوام اہل سنت، مراد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے ملک ہند میں شہروں، قصبوں، اور دیہاتوں میں صدیوں پرانے مزارات کثرت سے ہیں سنی مسلمان بالاتفاق ان کے عرس بھی کرتے ہیں فیض حاصل کرنے کے لیے حاضری بھی دیتے ہیں اور ان کے فیوض کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اگر ان سے سوال کیا جائے کہ یہ کس بزرگ کا مزار ہے تو کہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے باپ دادا پردادا نے ایسے ہی دیکھا ہے۔

زید کا کہنا یہ ہے کہ جن صاحب مزار کی تاریخ وصال ووفات، حسب ونسب، کردار وعمل، تعلیم وتربیت معلوم نہ ہو یعنی ثبوت شرعی نہ ہو تو سب فرضی ہیں قبر بلا مقبور کے حکم میں ہیں، کیا زید کا قول درست ہے؟ کیا ایسے سارے مزارات فرضی قرار دیے جائیں گے؟ اور شرعاً ایسے مزارات کو منہدم کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ قرآن وحدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک جب تک خلاف ظاہر پر کوئی شرعی ثبوت نہ ہو ظاہر کے مطابق حکم وعمل لازم ہے، سیر کبیر میں ہے: **"البناء علی الظاھر واجب مالم یتبین خلافه"** (۱)

اسی میں ہے: **"البناء علی الظاھر فیما یتعذر الوقوف علی حقیقته جائز"** (۲)

---

(۱) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

(۲) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ﴾ (۱)

یوں ہی بلا وجہ شرعی مسلمانوں میں اختلاف و فتنہ پھیلانا بھی ناجائز وحرام ہے فتاوی رضویہ میں ہے: ''مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی اختلاف وفتنہ پیدا کرنا نیابت شیطان ہے'' حدیث میں ہے: ''الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها'' (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ جن مزارات کو مسلمان صدیوں سے مانتے چلے آئے ہیں محض اصحاب مزارات کی تاریخہائے ولادت ووصال وغیرہ نامعلوم ہونے کی بنا پر ان کو بلا ثبوت شرعی فرضی قرار دینا اور ان کو منہدم کرنے کا حکم دیدینا ناجائز وگناہ اور شریعت مطہرہ پر سخت جرأت ہے کیوں کہ ایسا کرنے میں بلا ثبوت شرعی ظاہر کے خلاف پر عمل کرنا ہے، نیز صدیوں پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں پر بلا وجہ شرعی بدگمانی کرنا ہے کہ انہوں نے فرضی مزارات بنائے ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرنا اور بعض صورتوں میں ان کے عقائد کی بربادی کا سبب ایجاد کرنا ہے، لہٰذا زید کا قول محض بے اعتبار، ناقابل قبول، شریعت کے خلاف اور فتنہ وفساد برپا کرنے والا ہے۔ایسی بات سے رجوع لازم اور آئندہ خلاف شرع ومصلحت بات کہنے سے پرہیز واجب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۱۸/جمادی الاولی، ۱۴۳۶ھ

---

(۱) سورۃ الحجرات آیت: ۱۲

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۲۰۳

ملک کی لڑائی میں مارے جانے والے شرعاً شہید نہیں ہیں

مسئلہ از: توحید احمد نظامی، جمد اشاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید انڈین آرمی میں بحیثیت کرنل مقرر ہے۔ نیز اس کے دستے میں موجود سبھی فوجی خوش عقیدہ مسلمان ہیں۔ اگر وہ پاکستان سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں تو ان پر شہید کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ مذکور کو واضح فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک شہید وہ ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ کی اور اس راہ میں مار ڈالا گیا۔ چنانچہ علامہ قاضی "ناصر الدین" بیضاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"الشهداء الذين ادرء بهم الحرص على الطاعة والحد فى اظهار الحق حتى بذلوا مهجهم فى اعلاء كلمة الله" (۱) اور علامہ "شیخ زادہ" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"الشهيد من قام بشهادة الحق والعمل به إلى ان قتل فى سبيل الله" (۲)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان پاکستان وغیرہ ممالک سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں وہ شرعاً شہید نہیں ہیں کہ وہ لوگ اسلام کی سربلندی کے لیے نہیں لڑتے ہیں۔ هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى. وهو تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

اجزا کے منتشر ہونے کے بعد نماز جنازہ نہیں "تفسّخ" کا معنیٰ

مسئلہ از: حافظ محمد نصیر الدین نقشبندی، مہنہ منڈی، ضلع راجوری، جموں وکشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے بارے میں کہ (۱) تفسّخ کسے کہتے ہیں (۲) تفسّخ قبل دفن مانع نماز جنازہ ہونے میں معتبر ہوگا یا نہیں؟ واضح جزئیات نقل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

---

(۱) تفسير البيضاوى مع شيخ زاده، ج:۲، ص:۱۴۸

(۲) تفسير البيضاوى مع شيخ زاده، ج:۲، ص:۱۴۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لفظ "تفسخ" باب تفعل کا مصدر جس کا مادہ "فسخ" ہے۔ تفسخ کا معنی ہے ٹکڑے، ٹکڑے ہونا، الگ، الگ ہونا۔

چنانچہ تاج العروس میں ہے "تفسخ الشعر عن الجلد، واللحم، عن العظم زال وتطاير خاص الميت اى لا يقال الالشعر الميتة وجلدها وتفسخت الفارة فى الماء تقطعت الفسخ اى الحكم وتفسخ الحقد عن وهن او ذو صلول" (۱)

المعجم الاوسیط میں ہے:

"تفسخ الله انفسخ المادة العضوية انخلف بتاشير الجراثيم واشعرعن الجلد وتطاوير ويقال تفسخ اللحم عن العظم والفارة فى الماء تقطعت هذه الاربعة خاصه بالميت" (۲)

اور منجد میں ہے:

"تفسخ وتقطع والشعر عن الجلد زال" (۳)

مصباح اللغات میں ہے "تفسخ ٹکڑے، ٹکڑے ہونا۔ الشعر عن الجلد بال کا کھال سے جھڑنا" (۴)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ "تفسخ" کا معنی الگ، الگ ہو جانا، ٹکڑے، ٹکڑے ہو جانا اور کتب فقہ کے باب الجنائز میں بھی تفسخ کا معنی ٹکڑے، ٹکڑے ہونا ہی ہے۔ چنانچہ "فتح القدیر" میں ہے:

"لو كان فى رائهم انه تفرقت اجزائه قبل الثلث لا يصلون إلى الثلاث" (۵)

اور عنایہ میں ہے:

"ان كان فى اكبررائهم ان اجزاء الميت تفرقت قبل ثلاثة ايام لا يصلون عليه إلىٰ ثلثة ايام" اھ (۶)

تبیین الحقائق میں ہے:

"مالم يتفسخ لان بعد التفسخ يشقق البدن ويتفرق والصلوٰة مشروعة على البدن" (۷)

---

(۱) تاج العروس، ج:۷، ص:۳۲۰

(۲) المعجم الاوسیط، ص:۶۸۸

(۳) المنجد، ص:۵۸۱

(۴) مصباح اللغات، ص:۶۳۳

(۵) فتح القدیر، ج:۲، ص:۱۲۵

(۶) العنایۃ مع فتح القدیر، ج:۲، ص:۱۲۵

(۷) تبیین الحقائق، ج:۱، ص:۱۶۵

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"یصلی علیه ما لم یعلم انه قد تمزق کذافی السراجیة" (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ لغت اور فقہ دونوں اعتبار سے تفسخ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور الگ الگ ہونا۔ اجزاء کا متفرق ومنتشر ہونا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) نماز جنازہ کے لیے جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا شرط ہے۔ در مختار میں ہے:

"وشرطها ایضا حضوره ووضعه وکونه هو او اکثره" (۲)

بہار شریعت میں ہے:

جنازہ کا وہاں موجود یعنی کل، یا اکثر، یا نصف مع سر کے موجود ہونا۔ (۳)

فتح القدیر میں ہے:

"الصلوٰة لم تعرف شرعاً الاعلی تمام الجثة إلا انه الحق الاکثر بالکل فیبقی فی غیره علی الاصل" (۴)

اور جواب نمبر ایک میں تفصیل گزر چکی ہے کہ "تفسخ" میں بدن کے اجزاء متفرق ومنتشر ہو جائیں گے تو اگر دفن سے پہلے ہی جسم کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو گئے تو نماز جنازہ کی شرط یعنی کل اجزاء یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا نہ پائی گئی تو اب اس کی نماز جنازہ بھی نہ ہوگی کہ "اذا فات الشرط فات المشروط" مشہور ہے اور تبیین الحقائق اور فتح القدیر کی مذکورہ بالا عبارتیں اس پر دال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

صلح کلیت کفر ونفاق ہے

مسئلہ از: مولانا محمد بشیر احمد صاحب قادری، استاذ دار العلوم اہل سنت نثار العلوم، دھنسوا، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۲) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۵۸۲

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۲۸

(۴) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۲۴

سوال-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے مگر عوام اگر پڑھتے ہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے کیوں کہ جس طرح اللہ کا نام لیں غنیمت ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس طرح جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے کس طرح نیت کی جائے۔

سوال-۲: ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی جائے یا نہ پڑھائی جائے۔ آیا ایک ہی مصلی پر دو جماعتیں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟

سوال-۳: زید کی نہ شیعیت واضح ہے اور نہ سنیت واضح ہے۔ اس کے گھر میں اس کی اولاد میں دو سنی صحیح العقیدہ ہیں اور دو شیعہ اور زید کی بیوی بھی شیعہ زید نے اپنے سنی لڑکوں کی شادی سنی کے یہاں کی اور شیعہ لڑکوں کی شادی شیعہ سے کی اور زید کا انتقال ہوگیا اور اس کی سنی اولادیں کہتی ہے کہ زید سنی ہے اور اس کی بیوی بھی سنی کہتی ہے۔ اب زید کا انتقال ہوگیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔

سوال-۴: زید سنی صحیح العقیدہ ہے اس کی شادی وہابی کے یہاں ہوئی۔ اب وہ لڑکی کو اپنے گھر لا کر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور سنی بنانا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کا نکاح پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے اور اسے سنی بنانے کے بعد کتنے دنوں تک اسے دیکھنے کا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جواب-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز کے متعلق فقہ حنفی کی رو سے عدم جواز کا حکم ہے اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام "احمد رضا" نے عوام کے لیے فرمایا "ایک روایت پر ان کے لیے صحت بس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جمعہ کی نیت سے پڑھیں گے تو پڑھانے والا بھی جمعہ کی ہی نیت کرے گا۔ اس کے لیے کوئی الگ طریقہ نہیں اپنائے گا"۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

جواب-۲: یہ مسئلہ مجلس شرعی مبارکپور میں زیر بحث ہے، طے ہونے پر ہی کوئی واضح جواب دیا جائے گا۔ فی الحال جو طریقہ رائج ہے اسی پر عمل کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

جواب-۳: مذکورہ صورت سے پتہ چلتا ہے کہ زید صلح کلی تھا اور صلح کلیت بھی کفر و نفاق ہے "قال اللہ تعالیٰ: ﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ﴾ (۱)

اس لیے ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔ حدیث پاک میں "بدمذہبوں کی نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے" **ولا تصلوا علیھم**" یعنی بدمذہبوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

جواب-۴: لڑکی اگر دیوبندی، وہابی عقیدے کی ہے کہ اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی وغیرہ کے کفریات کو

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۳

جاننے کے باوجود ان کو اپنا پیشوا مانتی ہے تو سرے سے اس سے نکاح ہی نہیں ہوسکتا تو نکاح پڑھا کر سنی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر وہ پہلے وہابیت سے توبہ کرے اور سنیت اپنالے تو دیکھا جائے جب اس پر کامل اطمینان ہو جائے کہ وہ وہابیت سے بیزار ہو چکی ہے اور مسلک اہل سنت پر اس کا عقیدہ مستحکم ہو گیا ہے تو اس کا نکاح کسی بھی سنی سے ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے ہرگز ہرگز اس کا نکاح نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۲۷؍ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: ماسٹر اسرار احمد، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام اور جنازہ اور بیشتر مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ نماز جنازہ پڑھنے والے مسجد میں ہوں تو اس صورت میں مسجد میں پڑھنے والوں نے صحیح کیا یا غلط اور اگر کوئی صحیح بتائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی مکروہ تحریمی، ناجائز وگناہ ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض بہر صورت ممانعت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"لا یصلی علی میت فی مسجد جماعة لقوله علیه السلام من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له" (۱) یعنی: جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں۔ اور ''زین الملۃ والدین علامہ ''ابن نجیم'' مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **"ولا فی مسجد لحدیث ابی داؤد مرفوعاً من صلیٰ علی میت فی المسجد فلا اجر له وفی روایة فلا شئی له"**(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وصلاة الجنازه فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة سواء کان المیت

(۱) الهدایة، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۸۶

والقوم فی المسجد اوان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد والمیت فی المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار کذافی الخلاصہ" (۱) ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے خواہ میت باہر ہو یا مسجد کے اندر ہو۔

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض" (۲)

اسی طرح فتاویٰ شامی، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ بزازیہ، فتح القدیر، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، مراقی الفلاح، اور طحطاوی علی المراقی وغیرہ تمام کتب معتبرہ میں تصریح ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ وممنوع ہے۔ اور کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے جو مثل حرام ہے۔

لہٰذا جس نے یہ کہا کہ اگر جنازہ اور امام باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں تو مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہے۔ وہ مسئلہ شرعیہ سے جاہل اور بے علم ہے اور بے علم کا فتویٰ دینا حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور آئندہ بے علم مسئلہ بتانے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

مسلم وکافر سے پیدا ہونے والے بچہ کو مسلمان مانا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: محمد مبین علیمی، خادم سنی جامع مسجد، تکاراو سگاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ ایسے مرد وعورت (جن میں سے عورت مسلمان اور مرد عیسائی) کے جو بچے ہیں ان بچوں کو مسلم مانا جائے یا عیسائی اور اگر ان کا انتقال ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں جب کہ بچوں کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایمان وکفر کے متعلق ناسمجھ بچے اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوتے ہیں جو بہترین دین پر ہو۔ علامہ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۵۔
(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۵۸

اجل امام مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں "او یسلم احد ابویه فانه یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس له إلا الام فان ولد الزنا لا اب له" (۱)

چوں کہ عورت مسلمان ہے اس لیے بچے بھی مسلمان مانے جائیں گے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے۔ اس کی نماز پڑھی جائے۔ (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مسلمان ہجڑہ کی نماز جنازہ فرض ہے

مسئلہ از: محمد رحمت اللہ نوری، خادم مدرسہ عربیہ نور العلوم، موضع ہرسیو کپور۲، احاطہ ٹولہ، پوسٹ جنگلی، پچھی پور، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو ہجڑہ مسلمان ہوگیا تو کیا اس کو اپنے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں اور ان کے یہاں قرآن خوانی یا میلاد شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے"۔ (۳)

اور جب نماز جنازہ فرض ہے تو بلا شبہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ودرست ہے اور اگر ہجڑہ تائب ہوکر اپنی پیشہ ورانہ حرکتیں چھوڑ دی ہوں تو اس کے یہاں میلاد وقرآن خوانی کرنا درست ہے، ورنہ منع ہے۔

ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنة والجماعة کثرھم اللّٰہ تعالیٰ. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

---

(۱) الھدایة، ج:۱، ص:۱۶۱

(۲) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۴۶

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۸۸

ملحقات مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد عقیل، ۳۵ غفور خان کی بزریا، اندور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک پرانی مسجد ہے اس کا وضو خانہ غسل خانہ اور استنجا خانہ ارکان مسجد نے توڑ کر مسجد کے صحن سے ملا دیا ہے اور یہ نیت کی کہ یہ زمین خارج مسجد رہے گی اور یہاں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ساتھ ہی جمعہ وعیدین میں بھی استعمال ہوگی۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ زمین جو صحن مسجد کے برابر ہے اور اس سے ملی ہوئی ہے اس پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس جگہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ جائز ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر اس جگہ نماز جنازہ ہو سکتی ہے تو جس زید کی حیثیت ایک ذمہ دار عالم کی ہے اور اس کے اس طرح کہنے پر فتنے کا قوی اندیشہ بھی ہے تو اب ایسی صورت میں زید کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذکورہ زمین پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے کہ وہ نہ حقیقتاً مسجد ہے نہ حکماً تو منع کی کوئی وجہ نہیں۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"صحن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسقف نہیں جس کو عرف فقہا میں مسجد صیفی کہتے ہیں۔ اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات ومصالح مسجد کے لیے ہے۔ اول میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ دوسری میں نہیں۔" (۱) لہٰذا بکر کا قول درست اور زید کا قول غلط ہے۔ بغیر علم فتویٰ دینا ناجائز وگناہ ہے۔ زید پر توبہ واستغفار لازم اور غلط مسئلہ بتانے سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

جنازہ دفن کرنے سے قبل جنازہ رکھ کر تقریر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا تاج الدین علیمی نظامی، مقام ٹھوکا پوسٹ بھوجینی کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: میت کو نہلا کر کفن پہنا کر قبرستان میں نماز پڑھنے کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب سے کہتے ہیں کہ آپ تقریر کیجیے پھر امام

(۱) الفتاویٰ الامجدیۃ، ج:۳، ص:۱۲۶

صاحب میت کے سامنے کھڑے ہو کر عوام سے مخاطب ہو کر خطاب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ کیا شرع کے اعتبار سے میت کو سامنے رکھ کر تقریر کرنا درست ہے جب کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ میت کی جلد از جلد تجہیز و تدفین کی جائے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذکورہ طریقہ شرعاً ممنوع ہے کہ اس میں بلاضرورت دفن میں تاخیر کرنا ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها الیه وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم ذلک" (۱)

یعنی جنازہ کے لے جانے میں جلدی کرو کہ اگر نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی طرف جلد پہنچانا چاہیے اور اگر بدکار ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتارو"

فقہائے کرام نے تو نماز جنازہ سے پہلے یا بعد میں (یعنی قبل دفن) میت کے لیے لمبی دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بے ضرورت شرعیہ تاخیر ہوگی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا "یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور ہے۔" (۲) لہٰذا سوال میں مذکور طریقہ سے اجتناب کریں۔ ہاں اگر جنازہ تیار ہے مگر قبر ابھی تیار نہیں ہے یا کوئی اور ضرورت ہے تو تقریر کرنے اور قوم کو وعظ و نصیحت کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی مسلمان عورت کی نماز جنازہ

مسئلہ از: محمد مبین علیمی، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسی عورت (جس نے ایک عیسائی سے نکاح کرلیا ہو) کا اگر انتقال ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یا نہیں۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۴۴

(۲) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۲۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ مسلمان تھی تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ متقی و پرہیز گار ہو یا فاسق و فاجر ہو۔ حدیث شریف ہے:

"الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم مات برّاً کان او فاجر وان کان علی الکبائر"(۱)

بہار شریعت میں ہے: "ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہ گار و مرتکب کبائر ہو"۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

دیوبندیوں، وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہے

مسئلہ از: رضا کمیٹی، جیکوڑیا، ضلع بستی

مندرجہ ذیل سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ فرقہ باطلہ مثلاً دیوبندی وہابی کی نماز جنازہ پڑھنا ان کی مٹی دینا، ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا بحکم شرع کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی کفری عقائد رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا مولوی "اشرف علی" تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے بعض علم غیب کو ثابت کیا۔

پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ "اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"(۳)

اور مولوی "قاسم نانا توی" نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا کہ

---

(۱) جامع الاحادیث، ج:۲، ص:۲۷

(۲) بہار شریعت ج:۴، ص:۱۴۶

(۳) حفظ الایمان، ص:۸

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"(۱)

اور"مولوی خلیل احمد" انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا کہ

"شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعت علم کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"(۲) (استغفر اللہ)

مذکورہ بالا عقیدوں کے علاوہ اس گروہ کے اور بھی کفری عقائد ہیں۔اسی لیے دنیائے اسلام کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔تفصیل کے لیے"حسام الحرمین" اور"الصوارم الہندیہ" کا مطالعہ کریں۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ وہابی دیوبندی اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں اور کافر ومرتد کی نماز جنازہ حرام وسخت گناہ بلکہ کفر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (۳) یعنی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ ان کے کسی مردے پر اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو۔

یوں ہی ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا سب حرام، حرام، اشد حرام ہے۔جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ وہابیوں دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر بھی انہیں مسلمان جان کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں ان کے یہاں شادی کرتے ہیں ان کا نکاح پڑھاتے ہیں۔وہ سب اسلام سے نکل گئے۔ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں۔تجدید ایمان ونکاح وبیعت کریں۔اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

اگر جنازہ کی نماز میں دیوبندی، وہابی شامل ہو جائیں تو کیا کرے

مسئلہ از: محمد غیاث الد ین برکاتی، نصیب گنج، بازار، لکھاہی، پوسٹ مرزاپور، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمان کی نماز جنازہ میں اگر کچھ دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد شامل ہو جائیں تو کیا کیا جائے۔اگر نکالے سے بھی نہ نکلیں بلکہ کثرت تعداد کی

---

(۱) تحذیر الناس، ص:۲۸

(۲) البراهين القاطعه، ص: ۵۱

(۳) سورۃ التوبہ آیت: ۸۴

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

وجہ سے طاقت کے بل پر زبردستی پڑھیں یا ولی میت ان کو نہ نکالے تو ایسے نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے متعلق حکم شرع دلیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتا ہے ﴿اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۲) یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ میں وہابی دیوبندی شریک ہو جائیں اور کسی وجہ سے ان کو صف سے نہ نکال سکیں۔ مثلاً نکالنے کی طاقت نہیں یا نکالنے میں فتنہ وفساد ہے تو سنی معذور ہیں وہ اگر نماز جنازہ پڑھیں گے تو ان پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

چاپلوسی میں دیوبندیوں کی نماز جنازہ پڑھنے والے حرام کے مرتکب ہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ دیوبندی وہابی اور غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے سنی مسلمان کے متعلق کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ان کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی تو کفر ہے۔ پڑھنے اور پڑھانے والوں پر تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے اور اگر یوں ہی تملق وچاپلوسی اور کسی دنیوی غرض کے لیے پڑھا اور دل سے براجانتا رہا تو یہ حرام۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۳) حدیث پاک ہے "ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم" (۴) ایسی صورت میں ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۵ (۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۱

(۳) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴ (۴) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

""اہل حدیث فرقہ" کے جنازہ میں مختلف صورتوں سے شریک ہونے والے لوگوں کا مختلف حکم"

مسئلہ از: مسلمانان محلہ، احمد نگر، بھیونڈی

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے محلے میں ایک بدمذہب کی موت ہوگئی جو اہل حدیث فرقے سے تعلق رکھتا تھا مگر اس کے مرنے کے بعد بہت سے سنی مندرجہ ذیل طریقے سے شامل ہوئے۔ لہٰذا ان پر کیا شرعی حکم ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) میں صرف ٹوپی لگا کر کھڑا تھا جنازہ میں شامل نہیں ہوا۔

(۲) میں صرف میت کا بورڈ لکھا۔

(۳) میں صرف میت کے کام کاج میں لگا تھا۔

(۴) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر ساتھ، ساتھ تھا۔

(۵) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر کاندھا دیا۔

(۶) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر مٹی دیا۔

(۷) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر قبرستان گیا۔

(۸) میں دوسرے دن قرآن خوانی میں تھا مگر دعا نہیں کی۔

(۹) میں نے قرآن خوانی کی۔

(۱۰) میں نے نماز جنازہ پڑھی۔

(۱۱) میں نے دعا کے لیے صرف ہاتھ اٹھایا قرآن خوانی میں۔

(۱۲) میں نے فاتحہ اور دعا کی مگر معلوم نہیں تھا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بدمذہبوں کی نماز جنازہ اور دفن، وکفن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

اَبَداً وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (۱) یعنی اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اس آیت کریمہ کے تحت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازہ کی نماز کسی حال میں جائز نہیں، اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔(۲)

اور حدیث پاک میں ہے "لا تصلوا علیهم و لاتصلوا معهم" (۳)

ان ارشادات سے بدمذہبوں کی نماز جنازہ میں شرکت اور ان کے کفن و دفن اور قرآن خوانی میں جانے کا حکم واضح ہوگیا۔ صورت مسئولہ میں نمبر ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۱ تک کے لوگ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور آئندہ کسی بھی بدمذہب کی میت کے کسی کام میں شریک نہ ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۲ میں مذکور شخص بھی توبہ کرے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۹، ۱۰ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً بدمذہب کی قرآن خوانی کی یا نماز جنازہ پڑھی تو وہ اشد گنہگار اور حرام کام کے مرتکب ہوئے۔ وہ سب توبہ و استغفار کریں اور ایسی حرکت سے پرہیز کرنے کا عزم کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۱۲ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً عدم علم کی بنیاد پر فاتحہ خوانی کی تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر بہتر ہے کہ وہ بھی توبہ کریں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ

بدمذہب شخص کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: نثار احمد، مقام کلوہی پوسٹ بیارہ قاضی، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: کہ زید جو ایک سنی عالم ہے اور مدرسہ، و مسجد کا خطیب و امام ہے۔ زید عالم نے اجتماع جمعہ میں ایک سیاسی آدمی کی مغفرت کی دعا کی جب کہ سیاسی آدمی سنی دیوبندی غیر مسلم وغیرہ کی تقریب میں شرکت کرتا تھا اور اس کے گھر والے بدمذہب ہی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں سنی تھا، کچھ لوگ کہتے ہیں دیوبندی تھا جب کہ سیاسی آدمی کی نماز جنازہ غیر مقلد ہی نے پڑھائی ہے۔ ایسے

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

(۲) خزائن العرفان، حاشیہ بر آیت مذکورہ

(۳) انوار الحدیث، ص: ۱۰۳

میں سنی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام وکلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سنی عالم زید کو کیا کیا جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ سیاسی آدمی مولوی "قاسم" نانوتوی "رشید احمد" گنگوہی "خلیل احمد" انبیٹھوی اور "اشرف علی" تھانوی وغیرہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ جان کر ان کو مسلمان اور اپنا پیشوا مانتا تھا تو اس کے لیے دعائے مغفرت اشد حرام بلکہ کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فی الحلیۃ نقلاً عن القرافی واقر الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ"(۱)

اور اگر اس کے عقائد کا علم نہ بھی ہوتا ہم سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک آزاد خیال صلح کلی شخص تھا بہر حال جس سنی عالم نے جان بوجھ کر اس کے لیے دعائے مغفرت کی اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیں۔ **قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

علانیہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

مسئلہ از: محمد صاحب حسین بھدراک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی ہے مگر اس کا باپ بکر زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا جب بکر کی موت ہوئی تو زید نے اپنے باپ کی نماز جنازہ سنی امام سے پڑھائی۔ عبد اللہ کو جب معلوم ہوا تو زید کو بلا کر کہا کہ آپ کا باپ تو وہابی تھا اور زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ آپ نے سنی امام سے کیوں پڑھائی تو اس نے جواب دیا کہ مرنے سے کچھ دن قبل میں نے توبہ کرادی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے توبہ کیسے کرائی تو اس

(۱) الفتاوی الرضویۃ: ج۴، ص: ۵۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

نے جواباً کہا کہ جب میرے باپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان اب وہابیوں کے یہاں مت جاؤ اور توبہ کرلو پھر اس کے بعد کلمہ پڑھا دیا یعنی اس کے باپ نے کفر سے توبہ کرنے سے پہلے کلمہ پڑھا اور زید محض کلمہ پڑھنے کو توبہ کرنے سے تعبیر کیا۔ اس پر عبداللہ نے کہا تمہاری توبہ عند الشرع معتبر نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے "توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية" پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ ہوتی ہے۔ تم نے علی الاعلان توبہ کیوں نہیں کرائی؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہابیوں کا کلمہ پڑھنا اس وقت تک معتبر نہیں جب تک عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے:

"ان اتی بکلمة الشهادة علی وجه العادة لم ينفعه مالم يرجع عما قاله لانه بالاتيان بكلمة الشهادة لا يرتفع الكفر" اب عبداللہ کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہے سب کے سب توبہ کریں۔ ایسی صورت میں عبداللہ کا قول درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جانتے ہوئے برضا و رغبت دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھتا تھا اور دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان ماننا کفر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لیے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر و مرتد لکھا ہے۔(۱)

اور مفتی حبیب اللہ اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو امام وہابیوں کو اچھا جانتا ہو اور برضا و رغبت ان کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتا ہو وہ بھی وہابی دیوبندی ہی ہے۔(۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ "زید" کا باپ "بکر" از روئے شرع دیوبندی تھا کہ زندگی بھر دیوبندی امام کی اقتدا کرتا رہا اب جب تک کہ بکر وہابیہ بالخصوص طواغیت اربعہ کو علی الاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۷۷

(۲) حبیب الفتاویٰ، ج:۱، ص:۲۵۱

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایسا شخص جب تک وہابیہ خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنہیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے۔ اس کی توبہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ (۱)

لہٰذا بکر نے جب دیوبندیت سے توبہ نہ کی صرف کلمہ پڑھ لیا تو اس کی توبہ عندالشرع غیر معتبر ہے اور اس کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز۔ جن مسلمانوں نے بکر کے متعلق جانتے ہوئے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی ان پر توبہ واستغفار لازم ہے اور عبداللہ کا قول حق و درست ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکمہ۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر بدمذہب کی نماز جنازہ پڑھنا

مسئلہ از: سید افتخار الحسن برکاتی، محلہ قاضی گڑھی موراؤں، ضلع اناؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم دین ومفتی بھی ہے۔ انہوں نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جس کی وہابیت مشہور ہے۔ قصبہ کے کچھ ذمہ داروں نے ان سے یہ کہا کہ آپ خود مفتی ہیں۔ آج تک اپنی تقریر میں یہی بیان فرمایا۔ نہ وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو پھر آپ نے ایسے شخص جس کی وہابیت مشہور ہے اس کی نماز جنازہ کیسے پڑھ لی تو اس کے جواب میں کہا کہ میں بغیر نیت کیے ہوئے ایسے کھڑا ہو گیا تھا۔ واضح رہے کہ نہ کسی کا اصرار تھا نہ ہی کسی کا زور ودباؤ۔ مزید برآں کہ نماز جنازہ پڑھانے والا امام خود وہابی تھا۔ اس واقعہ کو تھوڑا عرصہ گزرا تھا پھر ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جو نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ جماعت اسلامی کی مسجد میں انہیں کے امام کی اقتدا میں تاحیات ادا کرتا رہا۔ ایسے شخص کے انتقال کے بعد اس کا جنازہ سنیوں کی جامع مسجد میں لایا گیا ایسے شخص کی نماز جنازہ مذکورہ عالم دین ومفتی صاحب کے علاوہ دوسرے ذمہ داروں نے ادا کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابیت ارتداد ہے اور وہابی کافر ومرتد اور بددین ہے اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنی حرام بلکہ کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۶، ص:۸۲

فسقون﴾ (۱) لہٰذا زید پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے اور زید کا یہ کہنا کہ میں یوں ہی کھڑا ہو گیا تھا جب کہ نہ کسی کا خوف نہ ڈر تو اس کا یہ کہنا ہرگز قابل قبول نہیں۔ ورنہ یہ فساد عظیم کا سبب اور مسلمان کے ایمان وعقیدے کی بربادی کا ذریعہ ہو جائے گا۔

تعجب ہے کہ زید عالم ومفتی ہو کر ایسی حرکت کرتا ہے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر ایک جاہلانہ جواب دیتا ہے "لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ العظیم" زید جب تک توبہ واستغفار نہ کرے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے ﴿قال اللّٰہ تعالیٰ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

اسی طرح جو زندگی بھر جماعت اسلامی اور مودودی جماعت کے امام کی اقتدا کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والوں پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے کہ مودودیت بھی وہابیت کی ہی ایک شاخ ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے

مسئلہ از: قاری احمد شکیل نورانی خلیل آبادی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام ذیل کے مسئلہ کے بارے میں؟

ہمارے محلہ میں بھیڑی منڈی ہے جس میں بھیڑ، بکری وغیرہ فروخت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے گندگی بھی بہت رہتی ہے۔ بارش کے موسم میں بکریوں کی مینگنی اور پیشاب سے پورا کیچڑ رہتا ہے اور گرمی کے موسم میں کیچڑ تو نہیں رہتا ہے لیکن جگہ جگہ مینگنی اور پیشاب اور ان کی بدبو رہتی ہے اور وہاں پر نماز جنازہ پہلے سے ہوتی آ رہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ صحیح جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس طرح ہر نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یوں ہی نماز جنازہ کے لیے بھی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وكل ما يعتبر شرطاً لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقيقة والحكمية" (الی

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

قولہ) یعتبر شرطا لصحۃ الجنازۃ ھکذا فی البدائع" (۱)

اور حضور صدرالشریعہ مفتی "امجد علی" قدس سرہ فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں۔ایک مصلی کے متعلق دوسری میت کے متعلق۔مصلی کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو مطلق نماز کی ہیں۔یعنی مصلی کا نجاست حکمیہ وحقیقیہ سے پاک ہونا نیز اس کے کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔(۲)

اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اسی حالت میں جوتہ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ان کی نماز نہ ہوئی۔(۳)

اور حدیث شریف ہے:

"نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ......الخ" (۴) ان تمام اقوال وعبارات سے واضح ہوا کہ نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔لہٰذا صورت مسئلہ میں ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا درست نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ — ۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

گناہوں سے توبہ کرنے والی میت کے متعلق احکام

مسئلہ از: خورشیدہ بیگم، فوجدار پارہ، رائے گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

میری والدہ حمیدہ بیگم ایک غیر مسلم کے ساتھ کئی برسوں تک میاں بیوی کی حیثیت سے رہی۔آج سے تقریباً دس سال پہلے انہوں نے اعلانیہ توبہ کیا اور کلمہ بھی پڑھا اور اس غیر مسلم سے علیحدہ ہوگئی۔میں حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ اس کے بعد میری والدہ حمیدہ بیگم نے کوئی غیر شرعی کام نہیں کیا۔بلکہ گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتی، رمضان اور محرم کے

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۸۷

(۲) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۴۶

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۸۸

(۴) مشکوۃ المصابیح، ص:۷۱

روزے رکھتی تھی، نماز بھی پڑھتی تھی، فطرہ، زکوۃ بھی برابر ادا کرتی تھی۔ کچھ روز قبل ان کا انتقال ہو گیا ہے۔
غور طلب سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔ برائے کرام قرآن وحدیث اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) میری والدہ حمیدہ بیگم مسلمان مری یا مرتد ہو کر مری؟
(۲) ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟
(۳) ان کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا نہیں؟
(۴) ان کا تیجہ چہلم برسی وغیرہ ہوگا یا نہیں؟
(۵) اگر ہوگا تو جو مسلمان ان کی نماز جنازہ، اور تیجہ، چہلم وغیرہ پر اعتراض کرے تو شریعت مطہرہ میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حدیث شریف ہے:

"عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه" (۱) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

"یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک" (۲) یعنی پروردگار کا فرمان ہے کہ اے انسان اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھے بخش دوں گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک ہے:

"عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له" (۳) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ ہی

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۳
(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۴
(۳) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

نہیں کیا۔

ان تمام حدیثوں سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہوگئی کہ بندہ جب صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ رحیم وکریم اپنی رحمت وعنایت سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

لہٰذا جب آپ کی والدہ حمیدہ بیگم نے اپنے گناہوں سے علانیہ توبہ واستغفار کرلیا اور احکام شرعیہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بسر کیا تو بلاشبہ انہیں مسلمان ہی کہا جائے گا اور ان پر احکام اسلام ہی جاری ہوں گے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے تیجہ اور چہلم اور برسی وغیرہ کرنا بھی درست ہوگا۔ جو لوگ ان کی نماز جنازہ پر بلاوجہ شرعی اعتراض کرتے ہیں وہ غلط کار وگنہ گار ہیں۔ ان کو اعتراض کرنے سے باز آنا چاہیے کہ جب پروردگار عالم صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ تو پھر بندے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کرے۔ لہٰذا ایسے لوگ توبہ واستغفار کریں اور احکام شرعیہ میں دخل اندازی سے باز رہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مزارات کو اکھاڑنا وہابیوں کا طریقہ ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم خان، سکریٹری مدرسہ انوار العلوم، مڑیا خاص، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

محلے میں دو مزارات ہیں جن کے متعلق زید اپنے ملنے جلنے والوں سے کہتا ہے کہ اگر گاؤں والے کہہ دیں تو میں ان قبروں کو اکھاڑ کر پھینک دوں۔ ایسی صورت میں زید پر کیا حکم شریعت نافذ ہوتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبروں اور مزاروں کو اکھاڑ پھینکنے کی مذموم وقبیح حرکت فرقۂ وہابیہ خبیثہ کا طریقہ ہے۔ اگر زید اپنے وہابیت زدہ عقیدے کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ وبددین، دشمن اسلام ومسلمین اور اولیائے کرام کا گستاخ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اس طرح کے گستاخانہ کلمات بکنے سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ

الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

ایک ساتھ چند جنازوں کی نماز جائز ہے

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ راویر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) مرد وعورت ایک ساتھ انتقال کر گئے۔ دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنے سے نماز جنازہ ہو جائے گی یا نہیں۔ مفصل بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز جنازہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لو اجتمعت الجنائز یخیر الإمام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدۃ وان شاء علی الکل دفعۃ بالنیۃ علی الجمیع کذا فی معراج الدرایۃ" (۲) یعنی اگر چند جنازے ہوں تو امام کو اختیار ہے چاہے تو سب کی الگ الگ اور چاہے تو ایک مرتبہ میں سب کی نیت کرکے پڑھ دے ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ اور آگے تحریر ہے "یصف الرجال الی جھۃ الإمام ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء" (۳) یعنی جب چند جنازہ مختلف نوع کے اکٹھا ہوں تو ان میں امام کے آگے پہلے مردوں کو، پھر بچوں کو، پھر خنثی کو، پھر عورتوں کو رکھا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ اگر مرد وعورت دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جائے تو ہو جائے گی۔ ہاں الگ الگ پڑھنا اولی ہے۔ درمختار میں ہے: "لو اجتمعت الجنائز فافراد الصلاۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وان جمع جاز اھ۔" (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰؍شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ مع قاضی خان ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۳) حوالہ سابق

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص ۱۱۸

نسبندی کرانے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: غلام محی الدین قادری، مقام آغاپوروہ، پوسٹ دھانے پور، ضلع گونڈا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ نے اپنی نسبندی نہ جاننے کی بنیاد پر کرالی تھی لیکن اب وہ اس امر پر نادم ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہ پڑھی جائے گی اور اگر نہیں پڑھی جائے گی تو اگر کسی نے پڑھا دیا تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ہندہ اگر سنیہ صحیحۃ العقیدہ ہے تو بے شک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نسبندی کرانا ناجائز وحرام ہے مگر کفر نہیں ہے۔ تو جس طرح نماز ترک کرنا حرام، داڑھی منڈانا حرام، شراب پینا حرام ہے مگر ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسی طرح نسبندی کرانے والے کی بھی نماز جنازہ کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الصلوٰۃ واجبة عليكم على كل مسلم يموت براً كان او فاجراً وان عمل الكبائر" (۱) یعنی تم پر ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔

درمختار وردالمحتار میں ہے:

"هی فرض على كل مسلم مات خلا الاربعة بغاة وقطاع الطريق فلايغسلوا ولايصلى عليهم اذا قتلوا فی الحرب وكذا اهل عصبة ومكابر فی مصر ليلاً بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة ولايصلى على قاتل احد ابويه اهانة له الحقه فی النهر بالبغاة" (۲)

سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ فرماتے ہیں: "بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا، اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا الا ما استثنیٰ ولیس ھنا منھم فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہ گار وتارک فرض ومستحق عذاب ہوں گے"۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۳/۴/۲۱ھ

---

(۱) السنن لابی داؤد، ج:۲، ص:۳۴۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۲۱۰

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۸۶

نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرے

مسئلہ از: محمد وارث خان، تھاوے ٹولہ، بھانٹ پار، ضلع دیوریا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ "نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہیے یا باندھ کر، مسئلہ شرعیہ سے آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کچھ پڑھے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کھول کر سلام پھیرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے"(۱)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ نے (۲) تحریر فرمایا ہے. **واللہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری　　　　**کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۸/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: اختر علی نظامی، مقام وپوسٹ چوکوا، سنہا، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی۔ پیدا ہونے کے بعد زندہ رہی پھر فوراً انتقال کر گئی۔ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور لڑکا تقریباً پندرہ منٹ تک زندہ رہا پھر وہ بھی انتقال کر گیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے چیخ نہ لگائی۔ ایسی حالت میں ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر نکلنے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل

(۱) بہار شریعت، ج:۴، ص:۱۵۴

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۳۹

وکفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ زندہ پیدا ہونے کے لیے چیخنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بچہ کی ماں یا جنائی کی شہادت ہی کافی ہے۔ ملک العلماء امام کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"کل مسلم مات بعد الولادۃ یصلی علیہ صغیرا کان او کبیراً ذکرا کان او انثی." (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ویصلی علی کل مسلم مات بعد الولادۃ صغیراً کان او کبیراً" (۲)

لہٰذا ہندہ کے دونوں بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو سب گنہ گار ہوں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

مزارات کا طواف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جماعت اسلامیہ، قصبہ گکرہٹی، ضلع پٹنہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں وارثین انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاے کرام کے مزارات مقدسہ کا طلب شفا کی نیت سے طواف (چکر لگانا) کرنا درست ہے یا نہیں حالاں کہ طواف کرنے والوں کو آرام ملتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعض علما نے اجازت دی ہے مجمع البرکات میں ہے "ویمکنہ یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذالک" مگر راجح قول یہ ہے کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں "الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء" (۳)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مزارات مقدسہ کا بطور تبرک طواف کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۴۷

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۶۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۱۸۱

کیا قبر پر اذان دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: زبیر احمد، گرام دیورا، پوسٹ دمیا پرسا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:...

قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ اسی طرح وہاں فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد اذان دینا جائز ومستحسن ہے اس کا ثبوت بہت سی معتبر اور مستند کتب سے ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "لقنوا موتاکم لا إله إلا الله"(۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ سکھاؤ۔

اس سکھانے سے بعد دفن سکھانا مراد ہے۔ جیسا کہ "علامہ ابن عابدین" شامی قدس سرہ فرماتے ہیں "امـا عند اهل السنة فالحديث اى لقنوا موتكم محمول على حقيقة وقد روى عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن" (۲) یعنی اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے دفن کرنے کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر "لا إلـه إلا الـلّٰـه" پڑھنا سنت رسول اکرم علیہ السلام ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہٰذا اذان کہنا گویا ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"إذا نودى للصلوٰة ادبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التاذين" (۳) یعنی "جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان "گوز" لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

اور جب مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے۔ چنانچہ نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اذا سئل الميت من ربک يرى له الشيطان فى صورت فيشير الى نفسه انى انا ربک فلهذا و رد سوال التثبيت لـه حين يسئل" (۴) یعنی میت سے جب سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۴

(۴) نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، ص: ۳۲۳

شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں۔ اسی لیے وارد ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

لہٰذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان کی برکت سے بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبروں پر تکبیر کہی ہے۔ اس سے بھی قبر پر اذان دینا ثابت ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" کا مطالعہ کریں۔

اور قبر پر فاتحہ پڑھنا بلاشبہ جائز و مستحب ہے کہ فاتحہ نام ہے ایصال ثواب کا اور مردے کے نام ایصال ثواب کرنے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں یونہی قبرستان میں جانا اور زیارت قبور کرنا بھی سنت ہے اور وہاں جا کر قرآن مجید پڑھنا رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔ اس لیے قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھنا ہرگز ہرگز ناجائز نہیں ہے بلکہ کار ثواب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

ہندو کی مرنی کا کھانہ کھانا کہ اس کو ثواب پہنچے کفر ہے

مسئلہ از: اکرام برکاتی، کٹسہرہ، بازار گھورکپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین: زید ایک حافظ و قاری ہے اور ایک دارالعلوم کا صدر مدرس بھی اور زید کے تابع تمام طلبہ و مدرسین رہتے ہیں اور گاؤں میں زید کی مقبولیت بھی ہے اور اس گاؤں میں ہندو مسلم دونوں آباد ہیں۔ اتفاق سے ایک ہندو بنیے کا انتقال ہوگیا اور اس ہندو بنیے کے لڑکے نے اپنے باپ کی مرنی کا کھانا کیا اور گاؤں کے مسلم لوگوں کو بھی دعوت دی اور دارالعلوم کے سبھی مدرسین اور طلبہ کی بھی دعوت دی تو گاؤں کے مسلم لوگوں نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور دارالعلوم کے مدرسین و طلبہ نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس نے طلبہ کو اس مرنی کے کھانے پر مجبور کر کے طلبہ کو کھانا کھلوایا اور زید جو دارالعلوم کا صدر مدرس ہے وہ گاؤں کی جامع مسجد کا امام بھی ہے۔

اب زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔؟ شریعت کی رو سے اس پر کیا کیا چیزیں لازم آتی ہیں اور گاؤں والوں نے جو اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا ہے تو گاؤں والوں پر کیا شریعت کا حکم نافذ ہوتا ہے۔؟ عنداللہ اس کو بیان فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندوؤں کے مرنی کے کھانے میں جانے والوں کی یہ نیت تھی کہ اس کھانے کا ثواب اسے پہنچے تو یہ کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔"(۱)

ایسی صورت میں جتنے مسلمان کھانا کھانے گئے اور نیت ایصال ثواب کی کی ان سب پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور اگر بہ قصد ایصال ثواب نہیں بس کسی دنیوی مقصد کے تحت چلے گئے تو توبہ واستغفار لازم اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد فیروز، شہر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید کا انتقال ہوا۔ انتقال سے پہلے اس نے یہ وصیت کی کہ مجھے فلاں جگہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس کے ورثہ نے اس زمین کے مالک کو معاوضہ دے کر زید کو وہاں دفن کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید کے ورثہ نے قبر کو پختہ بنانے کی تیاری کی جس پر آبادی کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہاں پر زید کا مزار ہرگز بننے نہیں دیا جائے گا۔ اگر پختہ مزار بنانا ہے تو اپنی جگہ میں لے جاؤ۔ زید کے ورثہ نے دفن کے سولہویں دن میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ورثہ نے ایک قبر سے دوسری جگہ جو منتقل کیا ان کے اس عمل پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

محض پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے "ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب إلا لحق آدمی"(۲)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۲۰۸

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۱، ص:۶۰۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"صورت مذکورہ میں فحش حرام حرام سخت حرام اور میت کی اشد توہین وہتک واستہزا ء رب العالمین ہے جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق وناخلف ہے۔"(۱) لہٰذا زید کے ورثہ پر بارگاہ رب العزت میں صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

تیجہ، چالیسواں وغیرہ کے کھانے کا کیا حکم ہے

مسئلہ از: محمد سراج الدین، مدرسہ غوث العلوم محمود پور، سعد اللہ نگر، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید تیجہ دسواں وغیرہ کا کھانا نہیں کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کھانے سے بچتا ہوں کیوں کہ بچنا بہتر ہے اور عمر جو کہ ایک عالم ہے اس کا کہنا ہے کہ اس کھانے سے بچنا نہ ہی شریعت سے ہے نہ ہی تقویٰ ہے اور عمر تیجہ دسواں کے کھانے کی وضاحت اس طرح کرتا ہے کہ اصل کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے اور فاتحہ میں اس کھانے کا ثواب تمام بزرگوں کی روحوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ تو اب یہ کھانا عام مردوں کا کھانا نہ رہا۔ بلکہ بزرگوں کا تبرک ہوگیا۔ لہٰذا اس کھانے کو کھانے میں کوئی قباحت نہیں اور عمر زید پر اپنے اس قول کی بنا پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ بھی ضرور تیجہ دسواں، بیسواں، ششماہی برسی وغیرہ کے کھانے کو کھائے اور احتراز نہ کرے۔

(الف) عمر کا یہ کہنا کہ اس کھانے سے احتراز کرنا شریعت ہے نہ ہی تقویٰ ہے؟

(ب) عمر کا تیجہ وغیرہ کے تعلق سے یہ تاویل پیش کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا کہ وہ بھی اس کھانے کو ضرور کھائے۔ از روئے شرع مندرجہ بالا سوالات کا جوابات مفصل بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تیجہ وغیرہ عام مسلمین کے نام پر کی گئی فاتحہ کے کھانے اگرچہ صدقات نافلہ ہیں جن کا کھانا غربا ومساکین کے علاوہ اغنیا کو بھی جائز ودرست ہے۔ مگر اصلاً وہ غربا وفقرا کا حق ہے تو ان کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے اور اغنیا کو کھلانے میں کم ثواب ہے۔ چنانچہ زین الملۃ والدین علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ ذخیرہ کے حوالہ سے رقمطراز

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۲۰

ہیں "فی التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر" (۱) یعنی غنی پر صدقہ بھی ایک قسم کا ثواب ہے مگر فقیر پر صدقہ سے قربت و ثواب میں کم ہے۔"

اسی لیے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام "احمد رضا" قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابجا فرمایا ہے کہ تیجہ چالیسواں کا کھانا اغنیا کو مناسب و بہتر نہیں ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

"فقیر لے کے خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔" (۲)

اور فرماتے ہیں: "عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم برسی ششماہی کا کھانا بھی اغنیا کو مناسب نہیں" (۳)

اور فرماتے ہیں:

"وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق دیا جاتا ہے۔ فقرا اس کے لیے احق ہیں۔ اغنیاء کو نہ چاہیے"۔ (۴)

ان تمام ارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ زید اپنے قول میں حق بجانب ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ طعام میت سے احتراز نہ شریعت نہ تقویٰ اس کا یہ قول غیر معتبر اور تصریحات فقہائے کرام خصوصا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے ارشادات کے خلاف اور لغو ہے۔ یوں ہی اس کی تاویل مذکور بھی غیر معتبر ہے۔ کیوں کہ ان کھانوں کا مقصود اصلی مردوں کو ثواب پہنچانا ہے تو وہ طعام میت ہی کہا جائے گا اور اس پر وہی حکم نافذ ہوگا۔

حدیث پاک ہے "إنما الاعمال بالنیات" (۵) اور عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا اور طعام میت کو کھانے پر مجبور کرنا غلط اور نادرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

تیجہ چالیسواں، برسی وغیرہ میں اعزا و اقربا کی دعوت ناجائز ہے

مسئلہ از: محمد اجمل، جماعت سابعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

---

(۱) البحر الرائق، ج:۵، ص:۱۸۷

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۲۲۵

(۳) الفتاوی الرضویة، ج:۴، ص:۲۲۵

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:۴، ص:۲۱۴

(۵) مشکوۃ المصابیح، ص:۱۱

زید نے اپنے والد کا چالیسواں کیا جس میں اس نے غربا و مساکین کو مدعو کیا نیز اپنے عزیز و اقارب کو مدعو کیا۔ زید اپنے والدین کے چالیسواں میں اپنے عزیز و اقارب کو کھلا سکتا ہے یا نہیں؟ اور آج جو لوگ اپنے والدین کے چالیسواں میں اپنے عزیز و اقارب کو کھلاتے ہیں ان کا وہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟ نیز اگر زید اس دن اپنے عزیز و اقارب کو کھانا کھلانا چاہے تو کیا کرے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

چالیسواں کا کھانا غرباء و مساکین اور اعزا و اقربا سب کے لیے جائز ہے کہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔ صدقے واجبہ نہیں ہے۔ البتہ اس کھانے کی دعوت کرنا اور شادی بیاہ کی طرح عزیز و اقارب اور احباب کو مدعو کرنا ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے۔

علامہ ابن عابد بن شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام کذا فی التاتار خانیة" (۲)

اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"میت کے گھر کھانے والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت۔" (۳)

حاصل یہ کہ طعام میت کے لیے دعوت ناجائز ہے۔ میت کے نام پر بنا ہوا کھانا ناجائز نہیں۔ لہٰذا زید اگر اپنے احباب و اقارب کو کھانا کھلانا چاہے تو بلا دعوت وقت پر بلا کر کھلا دے یا ان کے گھر بھجوا دے جس طرح سے عام طور پر لوگ محرم کے مہینے میں کھچڑا پکا کر بلا دعوت سب کو کھلاتے ہیں۔ البتہ زید کو چاہیے کہ اس طرح کا کھانا غربا و مساکین کو کھلائے اور اغنیا بھی ایسے کھانوں سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

---

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۶۹

اذان قبر کا ثبوت معتبر و مستند کتابوں سے

مسئلہ از: عبدالکریم النظامی، ساکن پنکھو باری، ہنگٹی بازار بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: اذان قبر کا ثبوت کہاں سے ہے؟ نیز قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ اور اذان کیوں دی جاتی ہے؟ جب کہ زید کا کہنا ہے کہ حضور کے زمانے میں اذان قبر نہیں ہوتی تھی اور اس زمانے میں ہو رہی ہے جب کہ حضور کی حدیث ہے "کل بدعة ضلالة" لہٰذا اس کے تحت اذان قبر بھی بدعت وگمراہی ہے۔ کیا زید کا کہنا صحیح ہے۔ نیز زید پر شرعی حکم کیا ہوگا؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مردہ کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا ثبوت بہت سی معتبر ومستند کتب سے ہے۔ حدیث شریف ہے: "لقنوا موتاکم لا إله إلا الله." (۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ اور یہاں تلقین بعد دفن مراد ہے جیسا کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"اما عند اهل السنة فالحديث اى لقنوا موتاكم لا إله إلا الله محمول على حقيقة وقد روى عنه عليه الصلوٰة والسلام انه امر بالتلقين بعد الدفن" (۲) یعنی: اہل سنت کے نزدیک حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: آپ نے دفن کرنے کے بعد لا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر لا اله الا الله پڑھنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہٰذا اذان کہنا گویا ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: "اذا نودى للصلوٰة ادبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التاذين." (۳) یعنی جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔ اور جب

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۴

مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں بھی پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے لہٰذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان سن کر بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ قبر پر اذان دینا حکم حدیث پر عمل کرنا ہے۔ اس سے مردے کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے اور یہ سب کام بلا شبہ جائز و درست ہے۔ مزید تفصیل کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر" کا مطالعہ کریں۔ زید اگر وہابیت کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ و بے دین ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم وضروری ہے اور اگر اپنی جہالت میں کہتا ہے تو اسے بے علم فتویٰ دینا حرام ہے۔ بہر حال اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور عقائد اہل سنت پر کاربند رہنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷؍محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ

مسئلہ: از محفوظ عالم رضوی مٹیا برج کلکتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

سنن دارقطنی میں ہے "عن ابن عباس قال صلی جبریل علیه السلام علی آدم علیه السلام کبر علیه اربعا صلی جبریل بالملئکة یومئذ ودفن فی مسجد الخیف (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی چار تکبیر کہہ کر نماز جنازہ پڑھی اس دن حضرت جبرئیل نے فرشتوں کو نماز پڑھائی اور حضرت آدم مسجد خیف میں مدفون ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، یوپی

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سنن الدار قطنی ج: ۲، ص: ۷۰، کتاب الجنائز

وہابی کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت

مسئلہ از: مولانا کمال احمد قادری، مقام پر واپوسٹ میمن جوت گوراچوکی، ضلع گونڈہ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اپنے کوسنی کہتا ہے اور خود دیوبندی اور وہابی کی عیادت کرتا ہے اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے اوران کے خاندان میں رشتہ کرتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ایمان سلامت رہا یا نہیں؟ اور جو ایسے شخص کے ساتھ کھائے پیے اور ساتھ میں اٹھے، بیٹھے ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بدمذہبوں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان سے رشتہ کرنا سب ناجائز ہے۔ حدیث پاک میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں

"ان اللہ اختارلی واختارنی اصحابا و اصھار اوسیاتی قوم یسبونھم و ینقصونھم فلاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتوا کلھم ولاتناکحوھم ولاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم۔"(۱)

جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو جو کافر ومرتد ہو اس کا حکم کتنا سخت ہوگا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ کو جان کران کو مسلمان مانتا ہے اور ان کی عیادت کرتا ہے، ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اور ان سے رشتہ کرتا ہے تو وہ سنی نہیں ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ﴾(۲)

اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور دیگر اسلامی معاملات رکھنا منع ہے جو رکھے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۹/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) المستدرک للحاکم، ج:۳، ص:۶۳۲

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰

وہابی باپ کی موت پر اس کے گھر جانا کیسا؟

مسئلہ از: حافظ محمد نہال الدین، مقام ہڑہا کبولی، ضلع باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پکا سنی اور عاشق اعلیٰ حضرت ہے اور زید کا سسر جس کا نام بکر ہے پہلے اس کا عقیدہ ظاہری طور پر درست تھا لیکن بعد میں اس کی حقیقت ظاہر ہوگئی کہ وہ وہابی تھے اور زید نے اس کی حقیقت معلوم ہونے پر آنا جانا بند کر دیا لیکن کبھی کبھی زید اپنی بیوی کو بکر یعنی اس کے باپ کے پاس بیماری یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت اور کبھی خوشی کے موقع پر بھی بھیج دیا کرتا تھا آخر کار زید نے اپنی بیوی ہندہ کو اس کے باپ کے مرنے پر میت میں بھی بھیج دیا اور اس کی بیوی ایک دن رک کر واپس ہوگئی۔

زید اور ہندہ کے لئے کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب

کسی وہابی دیوبندی وغیرہ بدمذہب کی شادی بیاہ میں شرکت اور عیادت وتعزیت کے لئے جانا جائز نہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لاتواکلوھم و لاتشاربوھم ولاتناکحوھم و اذا مرضوا فلاتعودوھم و اذا ماتوا فلاتشھدوھم ولاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم۔“(۱)

لہٰذا زید وہندہ وہابی کی تعزیت کرنے اور کرانے کی بنا پر توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

بغیر اجازت کسی کی زمین میں دفن کرنا؟

مسئلہ از: عبداللہ، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں۔

(۱) کسی کی ملکیت والی زمین میں (مالک کی اجازت کے بغیر وقف نہ ہوتے ہوئے) میت کو دفنایا جانا کیسا فعل ہے؟ کیا اس زمین کو قبرستان کا نام دیا جا سکتا ہے؟

(۲) کسی کی ملکیت والی قبرستان کو یعنی کسی کی ملکیت والی قبرستان کے ایک حصہ کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے

(۱) کنز العمال، ج: ۱۱، ص: ۳۲۴

وقف کرنا کیسا فعل ہے؟

(۳) مقامی لوگوں کی مخالفت کے باوجود قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کرکے مسجد تعمیر کرنا کیسا فعل ہے؟ مسجد مکمل تعمیر ہونے کے بعد اس میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا فعل ہے؟

(۴) قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کرکے اس میں تعمیر کرنا یا دکان وغیرہ بنا کر آمدنی کا ذریعہ بنانا کیسا فعل ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) کسی کی مملوک زمین میں بغیر اجازت مالک مردہ دفن کرنا ناجائز ہے اور اگر بے اجازت مردہ دفن کردیا گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زمین سے مردہ نکلوادے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لاینبغی اخراج المیت من القبر بعد مادفن الا اذا کانت الارض مغصوبة او اخذت بشفعة."(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں

"کسی کی مملوک زمین میں بغیر اس کی اجازت کے مردہ دفن کردیا ہو اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی وعمارت ہر شئی کا اختیار ہے۔"(۲)

اور جب مالک زمین کی اجازت کے بغیر دفن کرنا جائز نہیں تو اس جگہ کو قبرستان کا نام دینا بھی درست نہیں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

(۲) اگر کسی نے اپنی مملوک زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دی اور پھر اس کی اجازت سے اس جگہ مردہ دفن کئے گئے اور وہ جگہ قبرستان قرار دے دی گئی تو اگر مالک نے اسے بنام قبرستان وقف کردیا تو اب اس کے کسی بھی حصہ کو مسجد کی تعمیر میں نہیں لگا سکتے ہیں کہ وقف کی تبدیل ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ۔"(۳)

فتح القدیر میں ہے **"الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ."**(۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "مقبرہ وقف میں اپنا مکان سکونت بنانا یا خلاف

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۰۸

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۴) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۰

وقف اپنے کسی تصرف میں لینا حرام ہے۔ "فان الوقف لایملک ولایخالف الخ"(۱)

اور اگر مالک زمین نے ا... نام قبرستان وقف نہ کیا تو جس جگہ پر قبریں نہ ہوں اسے تعمیر مسجد میں مالک کی اجازت سے شامل کر سکتے ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا حق ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے

''مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا فان الملک مطلق له والمالک لایحجر اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں نارواالمافیه من اسعهانة بالمسلمین الخ''۔(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) اگر وہ قبرستان وقفی ہے یا کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور اس نے اجازت نہ دی تو اس قبرستان کے کسی بھی حصہ کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز و گناہ ہے اور اس میں نماز بھی ناجائز ہے کہ ارض مغصوبہ میں نماز جائز نہیں۔ درمختار میں ہے :"وکذا تکرہ فی اماکن (الی قولہ) وارض مغصوبة."(۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے''ان غصب دارا فجعلها مسجد الا یسع لاحد ان یصلی فیه."(۴)

بہار شریعت میں ہے''زمین مغصوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔'' واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب(۵)

(۴) وقفی قبرستان میں گھر تعمیر کرنا دوکان بنانا سب ناجائز و حرام ہے اور اگر وقفی قبرستان نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو تو جس جگہ قبریں نہ بنی ہوں وہاں مکان و دکان تعمیر کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس تعمیر سے قبروں کی بے حرمتی نہ ہو۔ ورنہ مفضی الی الحرام کی بنا پر یہ تعمیر درست نہیں ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبهٗ: محمد اختر حسین ...ری

۷/صفر المظفر ...ھ

غیر مسلموں کے گھر تعزیت کے لئے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: شرافت علی سگا، ضلع بلودہ، بازار چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندوؤں کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے گھر دوکان جانا یا اسی نیت سے راستہ وغیرہ میں ملنا

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۱۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۲۸

(۳) الدرالمختار مع الردالمحتار ج: ۲، ص:۲۴

(۴) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۵، ص:۳۲۰

(۵) بہار شریعت، ج:۳، ص:۶۳۰

اور ملاقات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اگر جائز نہیں ہے تو جانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ، مزار شریف کا فنڈ مشترک ہے کیا فنڈ کی اشتراکیت اور آمد و خرچ کی شمولیت درست ہے؟ حکم شرع کیا ہے واضح فرمائیں

(۳) کیا اسی مشترکہ فنڈ سے بوقت ضرورت کسی بھی کمی بیشی کو پورا کرنا جائز ہے؟

(۴) ہندوؤں کے تیوہاروں کے موقع پر دیا جلانا یا کسی بھی طریقے سے شرکت کرنا یا مندروں کے پاس گزرتے وقت سر جھکانا یا ہاتھ جوڑنا کیسا ہے؟

اوپر ذکر کئے گئے سوالات کے جوابات جو کچھ بھی علمائے حقہ عنایت فرمائیں ان پر عمل کرنے کرانے کے لئے مسلم جماعت کا کیا فرض بنتا ہے؟ عمل نہ کرنا یا نہ کرانے میں مسلم جماعت اور کمیٹی کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ مفتی صاحب قبلہ سے عرض ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں موثر انداز میں حق واضح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فقاہت فی الدین کی اعلیٰ منزل عطا فرمائے۔ آمین

''باسمہ تعالیٰ و تقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) تعزیت کا مطلب میت کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرنا ہے اور اسلام نے مشرکین سے شدت اور سختی سے پیش آنے اور ان کی طرف سے دل میں عداوت و نفرت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے: ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ (۲)

لہٰذا اُن کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے پسماندگان کے پاس جانا اور تعزیت کرنا جائز نہیں ہے جو لوگ جائیں وہ توبہ و استغفار کریں البتہ اگر کسی حکمت و مصلحت اور غرض صحیح کی بنا پر صرف ظاہراً چند کلمات ہمدردی کہیں تو اجازت ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''موالات صوریہ'' (ظاہری محبت و ہمدردی) کو بھی شرع مطہرہ نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب بدر

(۱) سورۃ التوبہ: آیت ۷۳

(۲) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۳

رضی اللہ عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیح البخاری ومسلم تفسیر علامہ ابوالسعو دمیں ہے فیہ زجر شدید للمومنین عن اظہار صورۃ الموالات لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً با کراہ قال تعالی اِلَّا اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ اور مزار شریف کی آمدنی اگر وقف کی ہے یعنی کوئی جائیداد مسجد و مدرسہ اور عیدگاہ پر وقف ہے اور اس کی آمدنی ہے تو اگر ہر ایک کا وقف الگ الگ ہے تو ایسی صورت میں ہر وقف کی آمدنی کو الگ الگ رکھنا واجب ہے اور اگر مذکورہ مقامات کے نام پر مشترکہ طور پر چندہ کر کے رقم جمع کی جاتی ہے اور چندہ دہندگان کو معلوم ہے کہ تمام رقوم اکٹھا رکھی جاتی ہیں اور سب کو جہاں پر ضرورت پڑتی ہے خرچ کیا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر وقف کی آمدنی ہے تو ایک وقف کی آمدنی کو دوسرے وقف پر خرچ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "وان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اور جل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لایجوز لہ ذلک." (۲)

اور بہار شریعت میں ہے "اگر واقف دونوں وقفوں کے دو ہیں مثلاً دو شخصوں نے ایک مسجد پر وقف کیا یا واقف ایک ہی ہو مگر جہت وقف مختلف ہو مثلاً ایک ہی شخص نے مسجد و مدرسہ بنایا اور دونوں پر الگ الگ وقف کیا تو ایک کی آمدنی دوسرے پر صرف نہیں کر سکتے۔" (۳)

یونہی اگر مسجد کے نام پر چندہ ہوا تو مدرسہ وغیرہ پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر مسجد و مدرسہ وغیرہ کے لئے مجموعی طور پر چندہ ہوا اور چندہ دینے والوں کو اس کا علم ہو کہ سب رقم اکٹھا رہتی ہے اور تمام ضرورتوں میں خرچ ہوتی ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کرنا ان موقعوں پر دیا جلانا سخت حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے: "یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلون فی ذالک الیوم." (۴)

اور مندروں کے پاس سر جھکانا اور ہاتھ جوڑنا اشد واخبث کفر ہے کہ مندروں کے سامنے سر جھکانا یا ہاتھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ م، ج: ۱۴، ص: ۴۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۲

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۴۲

(۴) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ج: ۱، ص: ۶۹۸

جوڑنا مشرکین کی عبادت معبودان باطلہ کا طریقہ ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو فوراً اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہوگیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: "عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ."(۱)

جو لوگ ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کریں وہ تجدید اسلام ونکاح کریں اور جو مندروں کے سامنے سر جھکائیں یا ہاتھ جوڑیں وہ ایسے کافر ہوگئے کہ ان کی بیویاں نکاح سے باہر ہوگئیں پھر اگر وہ اسلام قبول کرلیں جب بھی عورتوں کو اختیار ہوگا کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کریں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہوگیا جسے معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر ومرتد ہوگیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اگر تائب ہوا اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن وجنازہ سب حرام۔" ملخصاً۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یتسطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان."(۳)

یعنی تم میں سے جو کوئی برا کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی بیان کردے اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

بہار شریعت میں ہے "اگر غالب گمان یہ ہے کہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل ہے کہ امر کرے۔"(۴)

اسی میں ہے:

"قوم کے چودھری اور زمیندار وغیرہ بہت سے عوام ایسی حیثیت رکھتے ہیں کہ ہاتھ سے روک سکتے ہیں ان

(۱) الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۹
(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۱
(۴) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۲۲۲

پر لازم ہے کہ روکیں ایسوں کے لئے فقط دل سے برا جاننا کافی نہیں۔"(۱)

اس تفصیل سے مسلم جماعت کا اپنے عوام سے مسائل شرعیہ پر عمل کرانے نہ کرانے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض حالات میں مسلم جماعت پر واجب ہوگا کہ لوگوں کو احکام شرع پر عمل کرائے اور بعض حالات میں ترک کرنا اور بعض حالات میں کرنا افضل اور بعض حالات میں اختیار ہے۔ سائل مسلم جماعت کے حال کو دیکھ کر جان سکتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

وہابی کو ایصال ثواب کرنا کیسا؟

مسئلہ از: اسماعیل امجدی، بھروچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مشہور وہابی کے مرنے پر ہو رہی قرآن خوانی میں حاضری دی اور تلاوت کے بعد دعا بھی کر دی۔ مرنے والا کٹر وہابی دیوبندی تھا۔ یہ اس کو بھی اقرار ہے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بخشا ہے نہ فاتحہ میں اس کا نام لے کر دعا کی ہے نہ اس کو مغفرت کی دعا کی نیت کی ہے مگر وہ محفل خاص اس وہابی کے ایصال ثواب کے لئے تھی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) خاص وہابی دیوبندی کے لئے دعائے مغفرت کی محفل میں جانا کیسا ہے؟

(۲) وہاں جا کر قرآن پڑھنا پھر فاتحہ پڑھ کر بظاہر دعا کرنا اور کروانا کیسا ہے؟

(۳) پھر یہ کہنا کہ میں نے اس کے لئے دعا نہ کی یہ بہانہ کرنا کیسا ہے؟

(۴) زید مولوی ہے اور اس نے خود وہاں فاتحہ کر کے دعا کی اور کروائی تو عوام میں یہی مشہور ہوگا اور ہوا کہ وہابی کا فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے تو اس عمل سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہوا کہ نہیں؟

(۵) اب زید علانیہ توبہ کرنے کو تیار نہیں تو اس کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

برائے کرم خلاصہ وار جواب عنایت فرمائیں ورنہ عوام میں صلح کلیت اور پھیلے گی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" کافر و مرتد ہیں۔ امام اہلسنّت

---

(۱) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۲۲۲

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''وہابیہ، نیچریہ، قادیانیہ، غیر مقلدین اور دیوبندیہ چکڑالویہ یہ قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔''(۱)

اور کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام ہے۔ درمختار میں ہے: ''والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للکافر.''(۲)

بلکہ بعض فقہائے کرام نے کفر فرمایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''فی الحلیه نقلا عن القرافی واقره الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبر به.''(۳)

اسی میں ہے ''اور کافر کے لئے دعائے مغفرت ہی کفر ہے نہ کہ نماز جنازہ۔''(۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام و گناہ ہے اور حرام و گناہ کی محفل میں جانا بھی حرام ہے تو دیوبندی کے لئے قائم کی گئی محفل دعائے مغفرت میں کسی مسلمان کا جانا حرام و گناہ ہے جانے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ سب ناجائز و حرام اور گناہ شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حکم ظاہر پر لگتا ہے لہٰذا اس کا یہ بہانہ شرعاً مسموع نہ ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بیشک زید نے اپنے عمل سے مسلمانوں پر ظاہر کیا کہ دیوبندیوں کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے اور اس نے عوام کو گمراہ ہونے کا راستہ دکھایا جو بلاشبہ ناجائز ہے۔

(۵) اگر زید علانیہ توبہ و استغفار نہ کرے اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام و کلام، میل جول اس کی اقتدا میں نماز سب ختم کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۳

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۷

(۵) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

فرضی مزار بنانے اور وہاں فاتحہ وغیرہ کرنے کا حکم

مسئلہ از: اظہار احمد، ہاٹا، ندولی ضلع دیوریا یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ مزار بنوائی جہاں پہلے سے کوئی قبر یا مزار نہ تھا لوگوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ایک بابا نے مجھے خواب میں بشارت دی۔ اب وہ شخص اس مزار پر فاتحہ پڑھتا ہے، چادر پوشی کرتا ہے اور کئی مرتبہ اس کے سامنے نماز بھی پڑھ چکا ہے۔ گاؤں کے کچھ لوگ اس سے میل جول رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بائیکاٹ کرتے ہیں لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس شخص پر جو شرعی حکم نافذ ہوتا ہے نیز ان لوگوں پر جو اس سے میل جول رکھتے ہیں بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

فرضی مزار بنانا حرام ہے اور اس پر چادر اور پھول ڈالنا، وہاں فاتحہ پڑھنا سب ناجائز وگناہ ہے۔ ایسا کرنے والے اور ان کا ساتھ دینے والے سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ لوگ توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان سب کا بائیکاٹ کردیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"قبر بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اس جلسہ زیارت قبر بلا مقبور میں شرکت جائز نہیں اس معاملے سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو مدد ومعاون ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

وہابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے گاؤں کے رہنے والے سنی عقیدہ کے ہیں لیکن گاؤں والوں کی رشتہ داری وہابیوں کے یہاں جوڑی ہوئی ہے سب کچھ کرتے ہیں۔ میلاد شریف بھی پڑھواتے ہیں اور جنازہ میں بھی جاتے ہیں اور جب وہابیوں کے گھر میت ہوتی ہے تو سنی لوگ مسجد کے مائک سے میت کا اعلان کرتے ہیں اور دس روپے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۱۵

اعلان کرنے کا لیتے ہیں اور یہ پیسے امام اور موذن کے پاس جمع ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پیسے امام اور موذن کے پاس نہ جمع کیا جائے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام اور موذن کو اگر یہ پیسے نہ دیے جائیں تو امام اور موذن میت کے گھر کھانا بھی نہ کھائیں لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر وہابی کی نماز جنازہ پڑھے گا اس کی بیوی نکاح میں رہے گی یا نکل جائے گی؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں جواب عطا فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں۔

"وہابیہ دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں"۔(۱)

اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا .﴾(۲)

لہٰذا جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے رسول پاک کی توہین کی ہے ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوں گے ان کے لئے استغفار کریں گے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان پر توبہ واستغفار کے ساتھ تجدید ایمان و نکاح لازم ہوگا اگر وہ ایسا نہ کریں تو اب ان کی بھی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز ہے۔

اور اگر کسی کی چاپلوسی دباؤ یا لحاظ میں آ کر وہابیوں کے جنازہ میں شریک ہوں تب بھی توبہ واستغفار بہر حال لازم ہے اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز وحرام ہے تو ان کی میت کی نماز جنازہ کے لئے کسی سنی مسجد سے اعلان بھی سخت ناجائز ہے جو لوگ ایسا کریں ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۸/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

مزارات پر انجام دیے جانے والے چند امور کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

آج کل سنت و جماعت میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں تو سرہانے کی

(۱)الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۹۰
(۲)سورۃ التوبہ، آیت:۸۴
(۳)سورۃ المائدہ، آیت:۲

طرف کھڑے ہوکر مزار شریف پر سر رکھ کر دعا مانگتے ہیں اور کہیں کہیں درگاہ کے اندر زنجیر باندھتے ہیں اور مزار شریف کی زیارت کرنے والے زنجیر کو بڑی عقیدت سے چومتے ہیں اور چوکھٹ کو بھی چومتے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں جالی میں تالا لگاتے ہیں، مزار شریف کی دیوار میں سکہ چپکاتے ہیں، جالی میں ڈورا باندھتے ہیں اور کہیں کہیں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جہاں بزرگوں نے چلے کئے وہاں مزار بنا دیتے ہیں چادر اور پھول چڑھاتے ہیں۔ صندل لے جاتے ہیں ڈھول اور تاشہ بجایا جاتا ہے کچھ لوگ مزار شریف کی جالی میں چٹھی باندھتے ہیں کچھ لوگ طغرے یا کلینڈر میں بنائے ہوئے کسی ولی یا شہید کے مزار کو چومتے ہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مزار شریف پر صرف ایک ہی چادر چڑھانا درست ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے کسی مزار کی زیارت نہیں کرنی چاہئے۔

مذکورہ بالا باتوں کے متعلق شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مزارات طیبہ کی حاضری کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتیں کی طرف سے حاضر ہو اور کچھ دور کھڑے ہوکر سلام پیش کرکے دعا کرے جگہ نہ ہو تو سرہانے میں کھڑا ہوا جا سکتا ہے۔ مگر مزار شریف پر سر رکھنا منع ہے ہرگز ایسا نہ کرے۔ زنجیر یا چوکھٹ کے چومنے میں حرج نہیں۔ البتہ سجدہ کرنا حرام ہے۔ جالی میں تالا لگانا، مزار شریف کی دیوار میں سکہ چپکانا، جالی میں ڈورا باندھنا یہ سب جہالت ہے بلکہ اضاعت مال بھی ہے تو یہ ناجائز ہے، چلہ گاہوں کو مزار بنانا ناجائز پھر اس مزار کی زیارت کو جانا، چادر پھول پیش کرنا، صندل لے جانا، ڈھول تاشہ بجانا، جالیوں میں چٹھی کا باندھنا، یہ تمام کام جہالت کے ہیں ان کا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ طغرے اور کلینڈر میں بنے مزار شریف کے نقشے کو بوسہ دینے میں حرج نہیں کہ علمائے کرام نے اصل کی طرح عکس کی بھی تعظیم کے لئے فرمایا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"علمائے دین نے نقشے کا اعزاز واعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔"(۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

"اشیاء معظم کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔"(۲)

اور بقصد تبرک مزارات پر چادر ڈالنا مستحسن ہے۔ خواہ ایک ڈالی جائے یا دو چند مگر ان سب چادروں کو ان پر چھوڑا نہ جائے بلکہ صرف ایک چادر رہنے دیں کہ مقصود قلوب عوام میں مزارات مبارکہ کی عظمت پیدا کرنا ہے اور وہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۸۵

ایک سے حاصل ہے اور بغیر ثبوت کسی مزار کی زیارت کو نہیں جانا چاہئے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَلَاتَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ، وقال تعالیٰ: وَمَالَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ و قال اللہ تعالیٰ ان اللہ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ تو جو امر سنت وحرام و مستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

فرضی مزار بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مجسم، دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے ہند اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

چند لوگوں نے ایک جگہ مصنوعی مزار بنایا ہے اور وہاں عرس وغیرہ بھی کرتے ہیں اس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور وہ لوگ اس مزار کے نام سے چندہ کرتے ہیں اور اس چندے کے پیسہ سے ناچ اور فضول رسم کرواتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو یہ تمام امور انجام دیتے ہیں۔

نیز جو لوگ یہ جانتے ہوئے چندہ دیتے ہیں کہ یہ مزار بناوٹی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس پیسے سے ناجائز رسوم ادا کرتے ہیں تو چندہ دینے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ اس مزار پر بہ نیت ثواب اور مرادیں لے کر جاتے ہیں اور مذکورہ بالا مسئلہ جاننے والوں کے علم میں ہو یا نہ ہو اور اگر ان کے علم میں نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فرضی مزار بنانا اور وہاں عرس وغیرہ کرنا ناجائز وگناہ اور بدعت سیئہ ہے، اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ مجرم وگنہگار اور مستحق نار ہیں، ان پر لازم ہے کہ ان باطل حرکتوں سے اور ناجائز کاموں سے فوراً باز آجائیں اپنے کرتوت پر صدق دل سے نادم ہوں، اور توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۲۰۸

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۱)
اور جولوگ جانتے ہوئے ایسی جگہوں پر چندہ دیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں ان پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
"قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اس جلسۂ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد ومعاون ہیں سب گناہگار وفاسق ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ بلکہ جو باوصف قدرت ساکت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَفْعَلُوْنَ.(۲)
اور جولوگ عدم علم کی بنا پر ایسے فرضی مزار پر چلے جائیں تو ان پر الزام نہیں مگر بعد علم توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۵/ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

شہدائے احد کے مزارات پر حاضری کی حدیث

مسئلہ از: مولانا امجد علی، جامعہ رضویہ نور العلوم مہراج گنج، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے سلسلہ میں کہ
زید نے دوران تقریر یہ کہا کہ رسول پاک علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر بذات خود تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعاء خیر کرتے تھے لہٰذا اس حدیث پاک سے بزرگان دین کے مزارات پر جانے کا ثبوت ملتا ہے۔
زید کے مخالف بکر نے یہ کہا کہ تمہاری پیش کردہ حدیث کسی بھی روایت میں موجود نہیں ہے لہٰذا تمہاری یہ بات درست نہیں۔ زید نے "فتاویٰ رضویہ جلد ۴" اور "فتاویٰ بحر العلوم جلد ۲" کا حوالہ بھی دیا مگر بکر پھر بھی نہیں مانا اور اپنے قول پر اڑا رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ براہ کرم تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
بیشک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث حافظ جمیل الشان امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:
"عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۱۵

احدا کل عام، فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار."(۱)

اور امام اجل سیدی عبدالرزاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"عن محمد بن ابراهيم التیمی رضی الله عنه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یاتی قبور الشهداء عند راس الحول فیقول: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قال: وکان ابوبکر وعمر وعثمان یفعلون ذلک." (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ زید کا قول درست اور صحیح ہے اور بکر جھوٹا ہٹ دھرم اور کتب دینیہ سے ناواقف اور شریعت پر جری و بے باک ہے۔ رب تعالیٰ اسے سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۳/ ربیع النور ۱۴۳۳ھ

اگر نابالغ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ از: غلام مرسلین، پرتاپگڑھ (اتر پردیش)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی سمجھدار نابالغ بچہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو دیگر مسلمان فرض کفایہ سے سبکدوش ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر سمجھدار نابالغ بچے نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ لی تو تمام مسلمان بری الذمہ ہو گئے یا نہیں اس میں عبارات فقہاء مختلف ہیں بعض اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ دیگر مسلمان بری الذمہ نہیں ہوں گے جب کہ بعض ارشادات بری ہونے کی تائید کرتے ہیں چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

"قال الامام الاسروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جاز واذا ام فی صلاة الجنازة ینبغی ان لایجوز وهو الظاهر لانها من فروض الکفایة وهو لیس من اهل اداء الفرض ولکن یشکل برد السلام اذا سلم علی قوم فرد صبی جواب السلام اه. اقول: حاصله

(۱) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۴، ص:۵۸

(۲) المصنف لعبدالرزاق، ج:۳، ص:۵۷۳/ تفسیر القرطبی، ج:۹، ص:۳۱۲

انها لاتسقط عن البالغين بفعله لان صلاتهم لم تصح لفقد شرط الاقتداء وهو بلوغ الامام وصلاته وان صحت لنفسه لاتقع فرضا لانه ليس من اهله وعليه فلو صلى وحده لايسقط الفرض عنهم بفعله "(۱)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کے پڑھ لینے سے دیگر مسلمان بری نہ ہونگے بلکہ انہیں نماز جنازہ پڑھنی ہوگی مگر علامہ شامی علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں:

"لكن يشكل على ذلك مسئلة السلام وكذا جواز تغسيله للميت مع انه فرض ايضا وقد مناعن التحرير قريبا استشكال سقوط الصلاة بفعله وعن شارحه انه لم يره ،وان ظاهر اصول المذهب عدم السقوط لكن نقل في الاحكام عن جامع الفتاوى سقوطها بفعلها كرد السلام ونقل بعده عن السراجية [illegible] شترط بلوغه"(۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر نابالغ نے میت کو غسل دے دیا تو دوبارہ مسلمانوں کو اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے یوں ہی اگر کسی نے مجمع عام پر سلام پیش کیا اور اس میں موجود کسی نابالغ نے جواب دے دیا تو سب بری الذمہ ہو گئے ان مسائل سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نابالغ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ دی تو سب بری ہو جائیں گے کیونکہ میت کا غسل فرض تھا یوں ہی سلام کا جواب دینا واجب تھا اور یہ دونوں فعل نابالغ سے صادر ہوا ہے مگر ارشادات فقہاء سے صاف واضح ہے کہ نابالغ کے اس فعل سے سب بری الذمہ ہو گئے لہٰذا نماز جنازہ کا حکم بھی یہی ہوگا کہ اگر نابالغ نے پڑھ لی تو سب بری ہو جائیں گے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے چنانچہ جدالممتار میں ہے

"قوله :قال الامام الاسروشني في كتاب "احكام الصغار "الصبى اذا غسل الميت جاز"

"اى:يسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاته على الميت اولى لانهادعاء وهو اقرب للاجابة من المكلفين "(۳) والله تعالى اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

(۱) ردالمحتار ج:۳،ص:۱۰۴،کتاب الجنائز
(۲)حوالہ سابق
(۳)جد الممتار علی رد المحتار ج:۳،ص:۲۵۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الزکاۃ

قال اللّٰہ تعالیٰ

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَتُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا﴾

(التوبۃ/۱۰۳)

یعنی

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو اس کی وجہ سے انہیں پاک اور ستھرا بنا دو۔

ازص:________	تاص:________

کل فتاویٰ:۵۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الزکاۃ

زکاۃ کا بیان

سونے اور چاندی کا نصاب نئے اوزان سے کتنا ہے

مسئلہ از: عبداللہ امجدی جی این یو، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں

زکاۃ واجب ہونے کے لئے ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ضروری ہے نئے وزن یعنی گرام کے اعتبار سے کتنا وزن ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایک تولہ کا وزن بارہ گرام ۴۴۱ ملی گرام اور کچھ پوائنٹ ہوتا ہے اس کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کا وزن چھ سو ترپن (۶۵۳) گرام اور ایک سو چوراسی (۱۸۴) ملی گرام ہوتا ہے اور ساڑھے سات تولہ سونا کا وزن ترانوے گرام تین سو بارہ (۳۱۲) ملی گرام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۵ر جمادی الآخرۃ ۱۴۳۴ھ

تجارتی زمین پر زکاۃ ہے کہ نہیں

مسئلہ از: محمد محسن رضوی ابن حافظ محمد مومن رضوی، جہانسی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل بہت سے لوگ پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں جس میں زمین کو خرید تے اور بیچتے ہیں ایسی زمینوں پر زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ نے تین طرح کے مالوں پر زکاۃ فرض فرمائی ہے۔

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی روپیہ پیسہ کرنسی (۲) مال تجارت (۳) چرائی کے جانور ان کے علاوہ کسی مال میں زکاۃ نہیں ہے اور ان تینوں میں مال تجارت میں کوئی تعیین نہیں ہے جو مال بھی تجارت کے لئے ہو اس میں زکاۃ ہے خواہ کپڑا لوہا پیتل وغیرہ ہو یا زمین ومکان اور فلیٹ ہو چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں ہیرے جواہرات میں زکاۃ نہیں لیکن اگر کوئی ان کی تجارت کر رہا ہو تو اب ان کی زکاۃ واجب ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے:

"واما الیواقیت واملالی والجواھر فلازکاۃ فیھا وان کانت حلیا الا ان تکون للتجارۃ." (۱)

لہٰذا جو زمین تجارت کی ہو اس پر زکاۃ واجب ہے درمختار میں ہے:

"کمالوشری ارضاخراجیۃ ناویا التجارۃ اوعشریۃ او بذرا للتجارۃ وزرعہ لایکون للتجارۃ لقیام المانع." (۲)

ردالمحتار میں ہے:

"ومفھومہ انہ اذا لم یزرعھا تجب زکاۃ التجارۃ فیھا لعدم وجوب العشر فلم یوجد المانع. اھ"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

ایڈوانس قیمت دے دی مگر مال پر قبضہ نہیں کیا تو زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیض میمن دبئی عرب امارات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی نے خرید وفروخت میں قیمت پہلے ادا کردی اور مال پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ابھی وہ دوکان دار کے پاس ہی ہے تو خریدار پر اس مال کی زکاۃ ہے یا نہیں؟

---

(۱) الجوھرۃ النیرۃ، ج:۲، ص:۱۱۲

(۲) الدرالمختار، ج:۳، ص:۱۹۵

(۳) ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۹۵

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ واجب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال آدمی کی ملکیت اور حقیقتاً یا حکماً قبضہ میں ہو چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"لان المراد بالتام المملوک رقبۃ ویدا." (۱)

صورت مذکورہ میں چونکہ مال ابھی خریدار کے قبضے میں نہیں آیا اس لئے اس مال کی اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے جیسا کہ "البحر الرائق" میں ہے:

"واطلق الملک فانصرف الی الکامل وھو المملوک رقبۃ ویدا فلایجب علی المشتری فیما اشتراہ للتجارۃ قبل القبض." (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکاۃ ہے یا نہیں

مسئلہ از: محمد فیض تمیز الدین رسول پور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس ٹینٹ ہاؤس ہو اور اس میں کرایہ پر دینے والے سامانوں کی قیمت مقدار نصاب کو پہنچتی ہو تو اس پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ٹینٹ ہاؤس میں جو سامان کرایہ پر دینے کے لئے ہوں ان کی قیمت کتنی ہی زیادہ ہو ان سامانوں پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

"وکذالک آلات المحترفین الا مایبقی اثر عینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکاۃ اھ"(۳)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"لواشتری قدورا من صفر یمسکھا ویواجرھا لاتجب فیھا الزکاۃ کمالاتجب فی بیوت الغلّۃ." (۴)

---

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۵۹

(۲) البحر الرائق، ج:۲، ص:۲۰۳

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۸۳

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۹۲

بہار شریعت میں ہے:

''کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیگیں ہوں ان کی زکاۃ نہیں یوں ہی کرایہ کے مکان۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

بینک میں جمع شدہ روپیوں کی زکوٰۃ

مسئلہ از: محمد گلزار اشرف صدیقی، دار العلوم حسینیہ، ہمت نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو صاحب نصاب ہے ہر ماہ اس نے نو سو روپے ڈاک خانہ میں جمع کروایا۔ پانچ سال بعد زید کو تقریباً پچھتر ہزار روپے ملے تو زید ان روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالے۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

تفصیل مذکور کے مطابق زید نے سال بھر میں دس ہزار آٹھ سو روپے جمع کیے۔ اب اگر زید دوسرے مال کی بنا پر یا اس رقم کو ملانے سے مالک نصاب ہو جاتا ہے تو سال پورا ہونے پر بینک میں جمع شدہ اتنی رقم کی دو سو ستر روپے زکوٰۃ ہوئی۔ زکاۃ کی رقم وضع کرنے کے بعد اب بینک کی رقم دس ہزار پانچ سو تیس روپے بچی۔ اس رقم کو دوسرے سال میں جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ روپے میں جوڑیں۔ کل رقم ۲۱۳۳۰ ہوئی۔ اب اس کی زکوٰۃ کل ۵۳۳ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۲۰۷۹۷ روپے بچی۔ اب اس رقم میں تیسرے سال کی جمع شدہ ۱۰۸۰۰ جوڑ دیں۔ کل رقم ۳۱۵۹۷ روپے ہوئی۔

اب اس کی زکوٰۃ ۷۹۰ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۳۰۸۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس رقم کی زکوٰۃ ۱۰۴۰ روپیے ہوئی زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب جوڑیں کل رقم ۴۰۵۶۷ روپیے ہوئی اب اس پوری رقم میں چوتھے سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ جوڑیں۔ کل رقم ۴۱۶۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس پوری رقم میں پانچویں سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ کو جوڑیں۔ کل رقم ۵۱۳۶۷ روپے ہوئی اور اس کی زکوٰۃ ۱۲۸۴ روپے ہوئی۔ اس طرح پانچ سال میں جمع شدہ کل رقم کی زکوٰۃ کل ۳۹۱۷ روپے ہوئی۔ بقیہ رقم جو بینک نے اپنی طرف سے دیا تو چوں کہ انڈیا

(۱) بہار شریعت، ج:۵، ص:۳۵

گورنمنٹ کے ڈاک خانوں اور بینکوں سے زائد ملنے والی رقم ایک مال مباح ہے اور مال مباح میں ملکیت کا ثبوت قبضہ کے بعد ہوتا ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ ملنے کے بعد دینی ہے گزشتہ سالوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ جب قبضہ میں آگئی۔ اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہے۔کل زائد ملنے والی رقم کا ڈھائی فیصد حصہ زکوٰۃ میں دے دیں۔ ھکذا قال العلماء الکرام فی کتب الفقه والفتاوی. واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه جل شانه اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کو قبرستان کی باونڈری میں لگانے سے متعلق ایک سوال

مسئله از: محمد یونس عزیزی، بانسی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:
کیا زکوٰۃ وفطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ جواب سے نوازیں

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں لگانا جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ عالمگیری سے ہے "لا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذا الحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه کذا فی التبیین" (۱)

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنی طرف سے قبرستان کی باؤنڈری کے لیے دے دے تو اسے باؤنڈری میں استعمال کرسکتے ہیں۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اگر روپے بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔" (۲)

البتہ اگر وہاں کے لوگ اس حیثیت کے ہوں کہ زکاۃ کے علاوہ دوسری رقم دے کر باونڈری کراسکتے ہیں تو زکاۃ کی رقم کو حیلہ شرعیہ کرکے بھی لگانے کی اجازت نہیں ہے۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۴، ص:۴۷۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۴۶۸

حیلہ شرعی سے مال زکوٰۃ کو دینی کتب کی اشاعت میں خرچ کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد سلیم احمد قادری، مقام پھریندا جاگیر، پوسٹ مہراج گنج بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حیلہ شرعی کے بعد دینی کتب کی اشاعت میں زکوٰۃ کی رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حیلہ شرعی کے بعد یعنی کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک بنا دیں اب وہ فقیر دینی کتب کی اشاعت کے لیے وہ رقم خود دے دے یا اس سے دلوا دے۔ بلاشبہ جائز ہے، بلکہ دونوں کے لیے اجر عظیم اور ثواب جاری ہے۔

ایک ایسے ہی مسئلہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"بحر الرائق میں زیر قول متن "لا الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینه وشراء من یعتق" فرمایا "والحیلة فی الجواز فی هذه الاربعة ان یتصدق بمقدار زکاته علی فقیر ثم یامره بعد ذلک بالصرف فی هذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰة وللفقیر ثواب هذا الصرف کذا فی المحیط"(۱)

مگر یہ اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ دوسری رقم نہ مل سکے اور اشاعت کتب کی ضرورت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۲ر صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

جس مدرسہ میں باہری طلبہ نہ ہوں وہاں زکاۃ صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسیب قادری، بیبا پور، ضلع، بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ۔

(۱) ایسے گاؤں کے مدرسہ میں جہاں باہری طلبہ نہ رہتے ہوں، نہ ہی ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۴، ص:۴۶۹

ضروریات کا انتظام ہو تو ایسے مدرسہ میں زکاۃ وفطرہ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اس رقم سے اساتذہ کی تنخواہ دینا کیسا ہے؟ اور نہ ہی اس گاؤں کے لوگوں کی حیثیت ہے کہ اپنی جیب خاص سے مدرسہ چلا سکتے ہیں بلکہ باہر سے آئے ہوئے چندہ سے مدرسہ چلتا ہے۔

(۲) برکت حاصل کرنے کے لیے بزرگ کی قبر سے مٹی یا اینٹ وغیرہ لے جا کر قبر بنانا، عرس کرنا اور فاتحہ دلانا وغیرہ امور کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جس مسلم آبادی کی حالت ایسی ہو کہ وہاں کے لوگ عطیات وصدقات نافلہ سے دینی ادارہ چلانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو وہاں دین کی بقا کے لئے بوجہ مجبوری زکاۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد ایسے دینی ادارہ کے لیے بھی صرف کی جا سکتی ہے جہاں باہری طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد ونوش کا انتظام نہ ہو فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وكذلك في جميع ابواب البر كعمارة المساجد وبناء القناطير و الحيلة ان يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم يامره بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة وللفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة اهـ"(۱) والله تعالىٰ اعلم

(۲) ایسی قبریں فرضی ہیں وہاں عرس اور نذر ونیاز کرنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۵ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے کپڑے بستر کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کریم بستی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے دوائی، بستر، کپڑہ وغیرہ کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

(۱) الفتاوى العالمگیریة، کتاب الحیل ج: ٦، ص: ۳۹۲

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر بستر وغیرہ کا انہیں مالک بنادیا جاتا ہو تو جائز ہے ورنہ بغیر حیلہ شرعی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کیا زکاۃ کی رقم بینک میں جمع کرنا صحیح ہے

مسئلہ از: عبدالرؤف نگر

جو زکوٰۃ مدرسہ میں دی جاتی ہے بعینہٖ وہی رقم مدرسہ میں استعمال نہیں کی جاتی بلکہ بینک وغیرہ میں جمع کر دی جاتی ہے اور ضرورت کے مطابق بینک سے نکالی جاتی ہے تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

حیلہ شرعی کرنے کے بعد بینک میں جمع کی جائے تاکہ زکاۃ دینے والوں کی ادائیگی زکاۃ میں تاخیر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

زکاۃ سے مدرسہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ سید یعقوب احمد، خادم مدرسہ عربیہ جھمھرہ باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جھمنیر الال پور، ضلع باندہ میں ۲۰۰۰ء میں بدست علماء اہل سنت ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں حفظ وناظرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ لیکن مدرسہ میں باہری غریب طلبہ ومطبخ میں کھانے والا کوئی طالب علم نہیں ہے۔ لہٰذا مفتیان کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ صدقہ، فطرہ وزکوٰۃ سے مدرسہ بنوانا مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو تو بتائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وصدقۂ فطر کو تعمیر مدرسہ اور مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"لایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا الحج وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین. ملخصاً"(1)

البتہ اگر حیلہ شرعیہ کرلے تو اب خرچ کر سکتے ہیں۔حضور صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے ہیں کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک بنادیں اور وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ہوگا۔(۲)

اور درمختار میں ہے:

"حیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد" (۳)واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم عیدگاہ میں لگانا ناجائز ہے

مسئلہ از: محمد انظار عالم، مقام سالکی، پوسٹ کاچھپارہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عیدگاہ میں صدقۂ فطر اور زکوٰۃ کا مال لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وصدقہ فطر کی رقم عیدگاہ میں لگانا ناجائز ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا الحج وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین" (۴)

بہار شریعت میں ہے:"زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کے تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے ہیں کہ تملیک

(۱)الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۸۸

(۲)بہار شریعت، ج:۵، ص:۲۴

(۳)الدر المختار مع ردالمحتار ج:۲، ص:۱۲

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۱۸۸

فقیر نہیں پائی گئی۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

ایک غریب شخص کو زکوٰۃ دینے کے متعلق سوال

مسئلہ از: حافظ محمد عمر کمال، نواری بازار، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید غریب آدمی ہے جو مزدوری کرکے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے اور زید اپنا علاج کرانے کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو گیا جس کے ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ نیز زید کے پاس دس بسوا زمین بھی ہے۔ مگر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اس میں کاشت کاری کرسکے۔ کیا ایسی صورت میں زید کو زکوٰۃ کی رقم لینی جائز ہے؟ بالتفصیل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید زکوٰۃ کی رقم کو لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لو کان لہ حوانیت او دار غلۃ تساوی ثلثۃ الاف درھم وغلتھا لا تکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکوٰۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ" (۲)

اور بہار شریعت میں ہے "اس کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں ہو جو سال بھر کی خورش کے لیے کافی ہو، اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ اگرچہ کھیت وغیرہ کی قیمت دو سو درہم یا اس سے زائد ہو۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا قرضدار پر زکاۃ فرض ہے جب کہ قرضدار سال پورا ہونے کے بعد ہوا ہو

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیوریا، پوسٹ رام پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید مالک نصاب ہے

(۱) بہار شریعت، ج:۵، ص:۸۸
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص ۱۸۹
(۳) بہار شریعت ج:۵، ص:۶۲

مگر سال گزرنے کے بعد وہ دوسو روپیہ قرض دار ہوگیا تو کیا زکوٰۃ اس کے اوپر فرض ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ یہ قرض ادائیگی زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

''دین اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکوٰۃ پر اس دین کا کچھ اثر نہیں۔''(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وهذا كله اذا كان الدين فى ذمته قبل وجوب الزكوٰة اما اذ لحقه الدين بعد وجوب الزكوة فلم تسقط الزكوٰة هكذا فى الجوهرة النيرة"(۲) واللّٰه تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

زکوٰۃ، فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کا لباس بنانا جائز ہے

مسئلہ از: نثار احمد علیمی، الہاس نگر، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دار العلوم کی آمدنی جو کہ زکوٰۃ وفطرہ وصدقات سے ہوئی ہے۔ اس آمدنی کے پیسوں سے مدرسہ یا دار العلوم کے بچوں کو وردی بنانا جائز ہے یا ناجائز۔ بصورت دیگر کوئی ایسا حیلہ شرعی بیان فرمائیں جس سے جواز کا عندیہ ملتا ہو۔ **بینوا فی الدنیا وتوجروا فی الآخرة.**

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دار العلوم کے وہ بچے جو سید نہ ہوں، نہ ہاشمی ہوں، نہ زکوٰۃ دینے والے کی آولاد ہوں اور نہ مالک نصاب کی نابالغ اولاد ہوں تو ان کے لیے زکوٰۃ وفطرہ کی رقم سے وردی بنا کر انہیں مالک بنا دینا جائز ہے۔

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۱۴

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۱۷۳

درمختار میں ہے "لو اطعم یتیماً ناویاً الزکوٰۃ لا یجزئه الا اذا دفع المطعوم کما لو کساہ" (۱)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"عوض زرِ زکوٰہ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انہیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(۲) اور اگر زکوٰۃ کی رقم کا حیلہ شرعی کرکے وردی بنائیں تو بھی درست ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

مدارس عربیہ میں زکاۃ کے خرچ کی صورت

مسئلہ از: محمد زماں رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

مدرسہ کے لیے زکوٰہ، فطرہ کی رقم اکٹھا کرکے اسے مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا کیسا ہے اور اس سے زکوٰۃ فطرہ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں۔ نیز اگر خرچ کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زکوٰۃ وفطرہ کے اصل حقدار غرباء ومساکین ہیں۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس عربیہ اسلامیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ وبقا وابستہ ہے اگر ان میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس عربیہ بند ہو جائیں۔ جس سے اسلام وسنیت کا بڑا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت ومجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس دینیہ میں زکوٰۃ وفطرہ کو حیلہ شرعی کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۲، ص:۳

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۴، ص:۳۸۰

(۳) سورۃ التوبة، آیت: ۶۰

تنخواہ مدرسین وملازمین جملہ مصارف میں خرچ ہوسکتا ہے۔"(۱)

اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"صدقہ فطر وزکوٰۃ نہ تعمیر مدرسہ میں خرچ کی جاسکتی ہے نہ تنخواہ مدرسین میں مگر اس قسم کے پیسوں کو اگر نکال دیا جائے تو مدرسہ کی آمدنی اتنی کم رہ جائے گی جس سے اس کا چلنا دشوار ہو جائے گا اور تحصیل علم کا دروازہ بند ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

لہٰذا ان چیزوں میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر بطور حیلہ کے صرف کیا جائے کہ رقمیں کسی فقیر کو بطور تملیک دے دی جائیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو اب اس رقم کا صرف کرنا جائز ہو جائے گا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

تنخواہ سے کٹنے والی رقم کی زکوٰۃ

مسئلہ از: غیبی صاحب، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کمپنی میں نوکری کرتا ہے۔ اس کی تنخواہ سے ہر ماہ پانچ سو روپیہ کٹتا ہے اور اب زید اپنی نوکری سے ریٹائر ہو رہا ہے اور اس کی تنخواہ سے جو ہر مہینہ پیسہ کٹتا تھا وہ پورا پیسہ جتنا ہوتا ہے اتنا ہی کمپنی اپنی طرف سے ملا کر دیتی ہے ریٹائر ہونے پر۔ تو جواب طلب امر یہ ہے کہ جو بھی پیسہ مل رہا ہے ان سب روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے گی اور کیا روپیہ اپنے قبضہ میں آنے پر فرض ہے یا جب سے تنخواہ کٹ رہی ہے ان سب پیسوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ حالاں کہ کٹے ہوئے پیسوں کو زید اپنے قبضہ میں نہیں پایا ہے اور کٹنے والے روپیوں کی زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی اور تیس سال پہلے سے پیسہ کٹ رہا ہے اور اس کی زکوٰۃ نہیں دی گئی تو کیا زید گنہ گار ہوا یا نہیں؟ برائے کرم ان سب سوالوں کا جواب مفصل تحریر کریں، مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہو کر مدت ملازمت ختم ہونے پر ملتی ہے وہ ملازم کی ملک ہوتی ہے۔ سیدی اعلیٰ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۴۶۸

(۲) الفتاویٰ الامجدیۃ، ج:۱، ص:۳۷۶

حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"ملازمت جائزہ کی تنخواہ ماہ بماہ خواہ اس کا کوئی جز جمع ہو کر بعد ختم ملازمت دیا جائے ہر طرح وہ اس ملازم کی ملک ہے۔"(۱)

اور وہ رقم شرعاً قرض کی حیثیت رکھتی ہے گویا ملازم نے کمپنی کو اپنی تنخواہ کا ایک حصہ بطور قرض دے رکھا ہے اور قرض میں دیے گئے روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔(۲)

لہٰذا اگر اس رقم یا دوسری رقم کو ملانے پر ملازم صاحب نصاب ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ملازم اگر مالک نصاب ہے تو دیگر زکاتی مالوں کے ساتھ فنڈ مذکور میں جب سے رقم جمع ہونی شروع ہوئی اسی وقت سے اس رقم کی بھی زکوٰۃ ہر سال واجب ہوگی۔(۳)

خلاصہ یہ کہ ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہو کر کمپنی میں جمع ہوتی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ ملازم صاحب نصاب ہو۔ صورت مسئولہ میں اگر زید تیس سال قبل مالک نصاب تھا تو پانچ سو روپے ماہانہ کے حساب سے سال اول کی جمع شدہ رقم چھ ہزار ہوتی ہے، جس کی زکاۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ڈیڑھ سو روپے ہوئی پھر سال دوم کی جمع شدہ چھ ہزار اور سال اول کی چھ ہزار سے ڈیڑھ سو روپیہ زکوٰۃ نکال کر بقیہ گیارہ ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ سال دوم میں نکالی جائے گی۔ یوں ہی باقی تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب لگالیا جائے۔

اور چوں کہ تنخواہ سے کٹی ہوئی رقم شرعاً قرض ہے اور قرض کی رقم پر اگرچہ زکوٰۃ واجب ہے مگر ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب کم از کم خمس یعنی پانچواں حصہ نصاب وصول ہو جائے اس لیے زید مذکور رقم کی زکوٰۃ مدت ملازمت کے درمیان نہ دینے کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوا۔ البتہ ریٹائر ہونے کے بعد جب وہ رقم مل جائے تو فوراً حساب کر کے اس کی زکوٰۃ ادا کردے یہ تفصیل تو زید کی تنخواہ سے کٹی رقم کے متعلق ہوئی۔

مگر جو رقم کمپنی اپنی طرف سے ملا کردے گی اس میں سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ بلکہ جس سال وہ رقم زید کو ملے گی اس سال زکوٰۃ نکالتے وقت دیگر مالوں کے ساتھ اس کو بھی ضم کردے گا۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب "جدید مسائل زکوٰۃ" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری | کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۸، ص:۱۸۳

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۴، ص:۴۳۲

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج:۱، ص:۴۷۹

حیلہ شرعی کرکے عشر کے مال سے مدرسین کی تنخواہ دینا جائز ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچپوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا کھیت سے پیدا ہوئے غلہ کے عشر کو بھی حیلہ شرعی کرکے اساتذہ کی تنخواہ کے عوض دینا ضروری ہے؟ اور اس کے لیے بھی تملیک شرط ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عشر صدقات واجبہ سے ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو زکاۃ کے مصارف ہیں اور زکاۃ کی رقم بغیر حیلہ شرعیہ مدارس میں استعمال نہیں کی جاسکتی ہے تو عشر کا بھی وہی حکم ہے کہ بغیر حیلہ شرعی مدارس میں اساتذہ کی تنخواہ عشر سے دینا ناجائز ہے۔ علامہ زماں فقیہ النفس امام قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کل ما تخرجه الارض یجب فیها العشر" (۱)

اور فرماتے ہیں:

"ویصرف العشر الی من یصرف الیه الزکوٰة" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

الجواب۔ صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مدارس کے سفرا عاملین میں شامل نہیں

مسئلہ از: محمد شمس القمر القادری، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: کیا مدرسے کے سفرا عاملین کے زمرے میں ہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عامل کی تعریف علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی ہے:

---

(۱) الفتاویٰ الخانیه علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۷۶-۲۷۷

(۲) حوالہ سابق

"واما العاملون عليها فهم الذين نصبهم الإمام لجباية الصدقات" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وهو من نصبهم الإمام لاستيفاء الصدقات والعشور كذا في الكافي" (۲)

اس کے علاوہ تمام کتب تفسیر وفقہ میں عامل کی تعریف یہی کی گئی ہے۔ کہ جسے امام یعنی سلطان اسلام یا اس کے نائب نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو۔ ظاہری بات ہے کہ مدرسہ کے سفراء کو نہ تو امام مقرر کرتا ہے نہ ہی اس کا نائب، اس لیے ان پر عامل کی تعریف صادق نہیں آتی۔ لہٰذا یہ حضرات عاملین میں سے نہیں ہیں۔ ہاں اگر قاضی شریعت یا اعلم علمائے شہر نے کسی کو زکاۃ وصول نے پر مقرر کر دیا تو وہ عامل ہوگا کہ قاضی شریعت قائم مقام سلطان اسلام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

زکوٰۃ کے مال کا حیلہ شرعی کن کن لوگوں سے کرانا بہتر ہے

مسئله از: محمد جاوید برکاتی فیضی، چندیری اشوک نگر، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے کس جگہ لگانا جائز ہے؟

(۲) زکوٰۃ کے مال کا کن کن لوگوں سے حیلہ شرعی کرانا بہتر ہے؟

(۳) والد نے ساری ملکیت اپنے لڑکے کو دے دیا کہ گھر کا سارا کاروبار چلائے تو کیا لڑکا مالک نصاب ہوگا یا لڑکے کے والد؟

(۴) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے معلم کی تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

(۱) زکوٰۃ وصدقات واجبہ صرف فقراء ومساکین وغیرہم کا حق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس اسلامیہ عربیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ وبقا وابستہ ہے

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۱۵۱

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۱۸۸

(۳) سورة التوبة آیت:۶۰

اگر ان میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس دینیہ بند ہو جائیں جس سے اسلام وسنیت کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت ومجبوری کی وجہ سے فقہاے کرام نے مدارس عربیہ کے لیے حیلہ شرعیہ کی اجازت دی ہے نہ کہ ہر دینی کام کے لیے حیلہ شرعی کی آڑ بنا کر فقرا کی حق تلفی کی جائے۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اغنیاے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول وخواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ (۱)

لہٰذا بوجہ ضرورت ومجبوری گوکہ تمام امور خیر میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد لگانا جائز ہے۔ مگر دینی مدارس میں صرف کرنے کے لیے ہی حیلہ شرعیہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مسلمان عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ بالخصوص نیک دین دار طالب علم دین یا عالم دین سے حیلہ شرعیہ کرانا افضل ہے۔ درالمختار میں ہے: "وفی المعراج : التصدق علی العالم الفقیر افضل." (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اگر والد نے اپنے لڑکے کو ساری جائیداد ہبہ کر دی تو لڑکا قبضہ کے بعد مالک ہو جائے گا۔ اب اگر وہ جائیداد نصاب کو پہنچتی ہو تو مالک نصاب بھی ہو جائے گا اور اگر صرف گھر کا نظم وضبط رکھنے اور اخراجات وانتظامات کی نیت سے دیا ہے اور سوال میں مذکور ''گھر کا سارا کا، وبار چلائے''۔ جملہ سے یہی ظاہر ہے کہ صرف تصرفات کا اختیار دیا ہے تو لڑکا مالک نہیں ہوگا اور جائیداد والد کی ملکیت رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) جائز ہے جیسا کہ جواب اول سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے

مسئلہ از: محمد اصغر خان، میڈیکل اسٹور، قصبہ تندواری، ضلع باندہ، یوپی

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر حسین صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

خیریت دارم وخیریت خواہم کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ ہمارے قصبہ میں ایک مدرسہ جس میں ناظرہ تک پڑھائی ہوتی ہے اس میں گاؤں ہی کے بچے پڑھتے

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص: ۳۹۶

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۷۵

ہیں۔ کمیٹی کے پاس اتنا پیسہ نہیں، نہ ہی گاؤں میں اتنی امداد کرنے والا کوئی ہے کہ مدرسہ کی عمارت، مدرسوں کی تنخواہ بچوں کی کتابیں امداد کے پیسہ سے اخراجات پورا کیا جاسکے۔ لہٰذا اس میں زکوٰۃ فطرہ کا پیسہ حیلہ شرعی کر کے خرچ کیا گیا ہے اور پیسہ بھی زکوٰۃ وفطرہ کا اکٹھا ہے جسے حیلہ شرعی کر کے ہم بھر لگانا چاہتے ہیں جس میں کچھ لوگوں کا اعتراض ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو مدرسہ کا چل پانا مشکل ہے۔ اس پیسہ کو ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور حیلۂ شرعی کا طریقہ تحریر فرمائیں۔ شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم براہ راست مدرسہ کی تعمیر یا مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے اور مذکورہ صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد و کذا الحج و کل مالا تملیک فیه کذا فی التبیین ملخصاً" (۱)

اور اگر مدرسہ وغیرہ میں خرچ کرنا چاہے تو حیلہ شرعی کے بعد خرچ کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

فقیہ ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"مال زکوٰۃ حیلۂ شرعی کے بعد تعمیر مدرسہ وغیرہ ہر کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں" (۲)

اور حیلۂ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کسی مسلمان محتاج وفقیر کو دے دیں۔ اب وہ اپنی طرف سے ناظم مدرسہ کو خرچ کرنے کا وکیل بنادے اس کے علاوہ بھی کئی طریقے ہیں کما فی الاسفار الفقهية من الاشباه والنظائر والفتاویٰ الرضوية وغيرها. واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری — ۲۷ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

فلاحی کاموں میں زکوٰۃ لگانے کا حکم

مسئلہ از: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ چھپرہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنے شہر میں ایک تنظیم جس کا نام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۹۰

ہے چلاتا ہے جس کا مقصد خستہ حال مسجدوں کی تعمیری وتربیتی وتعلیمی کام کو انجام دینا ہے ساتھ ہی غریب اور بیمار لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ اب جاننا یہ ہے کہ کیا اس تنظیم کو چلانے والے زکوٰۃ، صدقات وعطیات کی رقم حیلہ شرعی کے بعد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں صدقات نافلہ اور عطیات کا استعمال تو بلاشبہ جائز ہے رہ گئی زکوٰۃ کی رقم تو اس کے لئے ہر جگہ حیلۂ شرعیہ کر کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ البتہ جہاں ضرورت ہو اور حیلہ شرعیہ کے بعد صحیح طریقہ سے خرچ میں لانا ہی مطلوب ہو وہاں اجازت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اغنیاء کثیر المال شکر نعمت بجالائیں، ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

مساجد میں قائم مکاتب اور فلاحی وسماجی کاموں کے لیے تحصیل زکاۃ

مسئلہ از: مولانا محمد توفیق رضوی، شہر خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام محققین اسلام مندرجہ ذیل مسائل میں جن میں مسلمانوں کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

(۱) اسپتال، دینی ودنیاوی مخلوط تعلیم گاہوں اور غریب لڑکیوں کی شادی بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا مال زکوٰۃ ودیگر صدقات وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا کیا جائز ہے؟ اور کیا اُن سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) مساجد میں قائم وہ مکاتب کہ جن میں اہل محلّہ کے بچے قاعدے وسی پارے پڑھتے ہیں ان کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلۂ شرعی کرنا کیسا ہے؟ ایسا کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) حیلۂ شرعی ضرورت وحاجت شرعیہ کے وقت کیا جاتا ہے تو کیا مذکورہ چیزوں پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کے لیے ضرورت وحاجت شرعیہ کا تحقق ہو چکا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۳۹۶

(۴) کیا حربی کو صدقہ نافلہ دیا جاسکتا ہے؟

(۵) آج ملک میں کثرت سے مدارس، مکاتب، لائبریری، دارالاشاعت اور دارالافتاء وغیرہ پائے جاتے ہیں کیا ہر طرح کے دینی اداروں کے لیے زکوٰۃ وفطرہ وصول کرنے اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی کی اجازت ہوگی؟ یا ان میں کچھ تفصیل ہے؟ واضح فرمائیں۔

(۶) ایک خاص ادارے کے نام سے وصول کی گئی زکوٰۃ کسی دوسرے ادارے یا کسی نیک کام میں صرف کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ایسا کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۷) مال زکوٰۃ سے محتاجوں کو تجارت کے لیے قرض دینا اور کاروبار چلنے پر ان سے واپس لے لینا کیا جائز ہے؟ بینو توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو انفاق مال کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے کتاب وسنت میں بے شمار مقامات پر انفاق کے فضائل ومسائل اور بخل وعدم انفاق کی مذمت بلکہ وعید وتہدید بھی مذکور ہے۔ دراصل اسلامی فلسفہ یہ ہے کہ مسلمان ہر جہت سے ایک بہتر اور خوش گوار فضا میں رہیں اور دیگر امور کے ساتھ معاشیات میں بھی دیگر قوموں سے کسی حیثیت سے کم تر نہ دیکھیں جائیں۔

اسی فلسفہ کے پیش نظر زکاۃ وصدقہ فطر کفارہ اور دیگر صدقات وخیرات کا حکم جا بجا کتب اسلامی میں مفصل طور پر سے مذکور ومسطور اور مصرح ہے اور ان کے مصارف کا ذکر بھی پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے۔ انقلاب زمانہ کی بدولت آج مسلمانوں کی بعض تنظیمیں اپنے اپنے طور پر رفاہی فنڈ قائم کر کے مسلمانوں کی رقوم جمع کرتی ہیں اور بلا جھجک جہاں دل میں آیا خرچ کرتی ہیں جب کہ زکاۃ اور صدقات واجبہ کے مصارف کی فہرست خود کلام ربانی نے پیش کر دی ہے اور کلمہ ''انما'' سے انہیں مصارف میں منحصر کر دیا ہے۔

البتہ صدقات واجبہ کو ان مذکورہ اور متعینہ مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ پر صرف کرنے کے لیے ائمہ اسلام نے تین بنیادی امور کا لحاظ لازم قرار دیا ہے۔

(اول) یہ کہ جس مصرف میں رقم لگائی جائے اس کا از قبیل قربت ہونا ضروری ہے۔

(دوم) یہ کہ حیلہ شرعی کے بعد ہی لگائی جائے۔

(سوم) یہ کہ اس مصرف میں خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کی حاجت وضرورت بھی متحقق ہو۔

متعدد کتب فقہ میں ان امور کی صراحت موجود ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"فی جمیع ابواب الخیر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلة ان یتصدق بمقدار زکاته علی فقیر." اھ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر حیلہ شرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوۃ ہے اسے بہ نیت زکوۃ دے کر اس کو اس کا قبضہ کرادے پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اسے دے کر خریدار یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور خیر میں لگادے۔" (۲)

اور فتاوی امجدیہ میں ہے:

"کہ اس قسم کے امور خیر کے لیے حیلہ کرنے میں کسی قسم کی کراہت یا قباحت نہیں۔" (۳)

اس کے حاشیہ میں ہے:

"یہ اس کی دلیل ہے کہ امور خیر میں صرف کرنے کے لیے حیلہ کی اجازت ہے فقراء کی حق تلفی اور امور دنیوی میں صرف کرنے کے لیے اجازت نہیں۔ لہٰذا حیلہ کے بعد بھی اسکول وکالج دنیوی تعلیم میں صرف کرنا ممنوع ہے۔" (۴)

فتاوی امجدیہ میں ایک مقام پر ہے:

"زکاۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ سے نیک کام میں خرچ کرنا جائز ہے۔" (۵)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوۃ کی حکمتوں کا

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) الفتاوی الرضویة ج: ۴، ص: ۴۷۳

(۳) الفتاوی الامجدیة ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۴) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق ص: ۳۸۸

یکسر ابطال ہے تو گویا اسکا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین"۔(۱)

حاشیہ فتاوی امجدیہ میں ہے:

"بضرورت حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد زکاۃ وصدقہ فطر کی رقوم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ جو حکم بضرورت ہوتا ہے وہ قدر ضرورت سے متجاوز نہیں ہوتا۔"(۲)

مذکورہ تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ہر طرح کے کام میں زکوۃ وفطرہ کی رقوم کا حیلہ شرعیہ کرکے صرف کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے بلکہ صرف خیر وبر میں بعد تحقق ضرورت ہی حیلہ شرعیہ کرکے خرچ کرنے کی اجازت ہوگی اور اگر ان متعینہ مصارف کے علاوہ دیگر مصارف میں صرف کرتے وقت مذکورہ امور ثلاثہ کا لحاظ نہ کیا گیا تو وہاں زکوۃ وصدقات واجبہ کا صرف کرنا شرعا جرم ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں خود زکاۃ دینے والا ادائیگی زکاۃ سے بھی بری الذمہ نہ ہوگا۔

بیت المال کا قیام:

بیت المال درحقیقت سرکاری خزانہ کے محفوظ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں تو گورنمنٹی خزانہ کا قائم کرنا خود حکومت اور گورنمنٹ کا کام ہے اگر چند لوگ اپنے طور پر کوئی فنڈ قائم کرلیں تو یہ بیت المال نہ ہوجائے گا۔ اور وہ بیت المال جو گورنمنٹی طور پر قائم ہوتے تھے جب فقہائے کرام نے ان کے متعلق فرمادیا کہ ان کا نظام خراب ہوچکا ہے اور اب ان میں رقوم جمع نہ کی جائیں تو بھلا آج عامۃ الناس کے لیے بھلا کیسے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ ازخود بیت المال قائم کرکے اس میں مسلمانوں کی رقم جمع کریں اور من مانی خرچ کریں۔ یوں ہی فلاحی تنظیمیں جو ہر طرح کی رقم جمع کرکے ہر طرح کے مصرف میں خرچ کرتی ہیں ان کو زکاۃ دینے کیوں کر اجازت ہوسکتی ہے لہٰذا ان تنظیموں کو زکوۃ وصدقہ فطر کی رقم ہرگز ہرگز نہ دی جائیں البتہ اگر معتمد ومتدین علما اپنی مکمل گرفت رکھتے ہوئے ایسی تنظیموں میں رقم جمع کرائیں اور تمام شرعی اصول کی رعایت کرتے ہوئے ان رقوم کو صرف کیا جائے تو گنجائش ہے۔

اور اگر ایسے خدا ترس اور ذمہ دار علما کی نگرانی نہ ہو اور لوگ اپنے طور پر زکاۃ وصدقات کو وصول کرکے خرچ کرتے ہوں تو اگر حیلہ شرعیہ کے بعد خرچ کریں تو زکاۃ ادا ہوجائے گی البتہ غیر مصرف میں خرچ کا وبال اب ان تنظیموں کے ذمہ داروں کے سر ہوگا۔

کہاں حیلہ شرعی کیے بعد بھی صرف کی اجازت نہیں:

(۱) جو ادارے خالص دینوی تعلیم کے لیے ہیں (۲) جو ادارے دینوی تعلیم کے لیے ہوں مگر وہاں ضمنا

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۴۹۶

(۲) الفتاوی الامجدیہ ج:۱، ص:۳۷۲

برائے نام دینی تعلیم بھی ہوتی ہو (۳) جو تنظیمیں بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم سب کی امداد کرتی ہوں (۴) جو ہاسپٹلیں مسلم وغیرہ مسلم سب کے علاج کا انتظام کرتے ہوں (۵) جو تنظیمیں امیر و غریب مسلم و غیر مسلم سب پر کسی بھی نوعیت سے رقوم خرچ کرتی ہوں۔

ایسے تمام مقامات میں حیلہ شرعی کے بعد بھی زکاۃ وصدقات فطر کا صرف کرنا ممنوع ہے بلکہ ان کے لیے حیلہ شرعی کی بھی اجازت نہیں ہے کہ دنیوی تعلیم کار خیر نہیں تو اس میں صرف کار خیر میں صرف نہیں یونہی جن اداروں میں برائے نام دینی تعلیم ہوتی ہو اور اصل حصہ دنیوی تعلیم ہو وہاں صرف کرنا بھی کار خیر میں صرف کرنا نہیں ہے۔ اور جو تنظیمیں مسلمان اور کافر سب کی امداد کرتی ہوں اور جو ہاسپٹل سب کا علاج و معالجہ کرتے ہوں وہ بھی مصرف خیر نہیں کہ ہندوستان کے کفار حربی ہیں اور حربیوں پر صدقہ نافلہ تک صرف کرنے کی اجازت نہیں تو بھلا صدقات واجبہ سے ان پر صرف کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

"جميع الصدقات فرضا كانت او واجبة او تطوعا لا تجوز للحربى اتفاقا كما فى غاية البيان." (۱)

اور جد الممتار میں ہے:

"اقول: فى كراهية الهندية الباب ۱۴ لا باس بان يصل الرجل المسلم المشرك قريبا كان او بعيدا محاربا كان او ذميا واراد بالمحارب المستامن واما اذا كان غير المستامن فلا ينبغى للمسلم ان يصله بشئى كذا فى المحيط وذكر القاضى الامام ركن الأسلام على السغدى اذا كان حربيا فى دار الحرب وكان الحال حال صلح ومصالحة فلا باس بان يصله كذا فى التاتار خانية. ا ه وقد ذكرنا فى المحجة الموتمنة نصوصًا كثيرةً على تحريم صلة الحربى فراجعه." (۲)

اس تفصیل کی روشنی میں سوالات کے جوابات درج ہیں:

(۱) جن اسپتالوں میں بلا تفریق ملت و مذہب سب کا علاج کیا جاتا ہو یونہی دنیوی تعلیم گاہیں اور وہ تعلیم گاہیں جہاں دینی تعلیم ثانوی حیثیت سے دی جاتی ہے اسی طرح جو تنظیمیں مسلم و غیر مسلم سب کی شادی وغیرہ میں رقوم خرچ کرتی ہیں ان سب کے لیے مال زکاۃ کا وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا ناجائز ہے کہ ناجائز مصرف میں خرچ کرنے

---

(۱) البحر الرائق ج:۲، ص:۴۲۳

(۲) جد الممتار ج:۳، ص:۴۰

کے لیے وصول کرنا بھی ناجائز ہوگا لقولہ تعالیٰ ﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (۱)

البتہ اگر ان رقوم کو حیلہ شرعیہ کے بعد مذکورہ مدات میں صرف کریں گے تو زکاۃ ادا ہو جائے گی ورنہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی یونہی اگر زکاۃ کے ساتھ دیگر صدقات نافلہ کو وصول کر کے ملا دیا جاتا ہو تو بھی زکاۃ ادا نہیں ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اس طریقے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ و غیر زکوٰۃ بلکہ مسلم و غیر مسلم سب کے چندے خلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادائے زکوٰۃ نہیں رہتا فان الخلط استھلاک فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: " رجلان دفع کل منهما زکوة ماله الی رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ضمن الوکیل مال الدافعین و کانت الصدقة عنه کذا فی فتاوی قاضی خان." (۲)

(۲) جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حیلہ شرعیہ کی اجازت، بضرورت ہے تو یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کہیں پر مصلیان مسجد اس حیثیت کے قطعی نہ ہو کہ ان مکاتب کے اساتذہ کی تنخواہ زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ دوسرے اموال سے دے سکیں تو وہاں اجازت ہوگی مگر مشاہدہ یہ ہے کہ اگر معمولی محنت و توجہ سے کام لیا جائے تو تحصیل زکاۃ کی ضرورت کم ہی پڑے گی لہٰذا مساجد میں قائم مکاتب کے لیے حیلۂ شرعی کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے روکا جائے۔

(۳) اسپتالوں کے لیے یونہی دیگر مدات مذکورہ میں خرچ کرنے کے لیے مطلقاً تحقق حاجت کا انکار یا اثبات مشکل امر ہے حاجت و ضرورت حالات و مقامات کے لیے مختلف ہوسکتی ہیں بہ تحقیق جہاں ضرورت ہو وہاں حیلہ شرعیہ کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

(۴) کافر حربی کو صدقہ نافلہ وغیرہ دینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی خارجی یا داخلی مصلحت و حاجت پائی جائے۔

(۵) جن اداروں کے پاس دیگر اموال کی آمدنی کے ذرائع ہیں ان میں اجازت نہیں کہ الضرورة یتقدر بقدرها معروف و مسلم ہے۔ بصورت دیگر اجازت ہے۔

(۶) زکوٰۃ وصول کرنے والے زکاۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور وکیل کو جس امر کا وکیل بنایا گیا ہے صرف وہی امر انجام دے سکتا ہے جب کسی خاص ادارہ کے نام زکاۃ وصول کی گئی تو گویا دینے والے نے اسی جگہ زکاۃ دینے کا وکیل بنایا لہٰذا اب کسی دوسرے ادارہ یا کسی دوسرے کار خیر میں نہیں دے سکتا ہے اور اگر دے تو بعض فقہائے

(۱) سورۃ المائدہ آیت: ۲

(۲) الفتاوی الرضویة ج: ۴، ص: ۴۷۱

کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے پر تاوان لازم ہے اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک یہ ہے کہ تاوان لازم نہیں اب جن فقہائے کرام کے نزدیک تاوان لازم ہے ان کے اعتبار سے دینے والا گنہگار بھی ہوگا اور مؤکل کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی چنانچہ درمختار میں مذکور "وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر" کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"قوله: (لولده الفقير) واذا كان ولداً صغيرا فلا بد من كونه فقيرا ايضاً، لان الصغير يعد غنيا بغنى ابيه، افاده ط عن ابى السعود، وهذا حيث لم يامره بالدفع الى معين اذلو خالف ففيه قولان حكاهما فى القنية. وذكر فى "البحر" ان القواعد تشهد للقول بانه لا يضمن لقولهم: لو نذر التصدق على فلان له ان يتصدق على غيره اه

اقول: وفيه نظر، لأن تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير غير معتبر فى النذر، لأن الداخل تحته ماهو قربة وهو اصل التصدق دون التعيين فيبطل وتلزم القربة كما صرحوا به وهنا: والوكيل انما يستفيد التصرف من الموكل وقد امر بالدفع الى فلان فلا يملك الدفع الى غيره، كما لو اوصى لزيد بكذا ليس للوصى الدفع الى غيره فتامل." (۱)

البتہ اگر دینے سے پہلے حیلہ شرعی کر لیا تھا تو اب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر دینے والا گنہگار ہوگا کہ یہ زکاۃ دینے والوں کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب ہے جو سخت ناجائز ہے۔

(۷) اگر کسی نے زکاۃ کی رقم اسی فنڈ کے لیے وصول کی اور حیلہ شرعیہ کے بعد غریبوں کو تجارت کے لیے دیتا اور واپس لیتا ہے تو بوجہ مجبوری اس کی اجازت ہوگی لیکن اگر بغیر حیلہ شرعیہ کے انہیں دے کر واپس لیتا ہے یا کسی اور نام سے وصول کر کے ایسا کرتا ہے تو سخت گنہگار ہے کہ ایسی صورت میں مؤکل کی مرضی کے خلاف اور اس کی ادائیگی زکاۃ میں تاخیر کرنا ہوگا۔ ان مسائل کے متعلق "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف" نے مندرجہ ذیل فیصلے صادر کیے ہیں۔

(۱) دینی اور دنیوی تعلیم گاہوں اور لڑکیوں کی شادی و بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو مذکورہ فنڈ میں صرف کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کرنا منع ہے کہ اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے۔ اگر کوئی انفرادی طور پر مال زکوٰۃ محتاج بچیوں کی شادی و بیاہ پر بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرے تو اس کی اجازت ہے۔ یا وہ مال زکوٰۃ کی خود مستحق بچیوں کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس جگہ کے مسلمان اپنے دیگر اموال سے مکاتب کی ضروریات پوری کرنے کی حیثیت نہ رکھتے ہوں وہاں تعلیم قرآن کے لیے بقدر حاجت زکوٰۃ وصول کرنے اور بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ضرورت و حاجت کا تحقق کہاں اور کس کے لیے ہے یا نہیں اس کا فیصلہ تحقق ضرورت و حاجت کے بعد

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۱۷۵، ۱۷۶

ہی ہوسکتا ہے۔ اور اس کے مراتب کا بھی یہی حال ہے۔ علی العموم تمام جگہوں کے لیے تحقق ضرورت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ البتہ مضرت مظنون کے سد باب کے لیے اسے بے نیت تصدق کچھ دے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جن مقامات کے حالات سے معلوم ہو کہ دعوت وتبلیغ اور اشاعت دین کی خاطر دار الافتاء اور لائبریری کے لیے کتب کی فراہمی بلا زکوٰۃ نہیں ہوسکتی ہے وہاں بعد حیلہ خرچ کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) کسی خاص ادارہ کے نام وصول کی گئی زکوٰۃ حیلہ شرعی سے قبل کسی بھی ادارہ یا کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے اور مزکی نے جس ادارہ کے نام سے زکوٰۃ بھیجی ہے اسی ادارہ کے لیے حیلۂ شرعیہ کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) کسی تنظیم یا وصول کنندہ کا مال زکوٰۃ سے بغرض تجارت محتاجوں کو قرض دینا جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکوٰۃ بھی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۵ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

نصاب زکاۃ میں کس کی قیمت معتبر ہے سونا یا چاندی کی؟

مسئلہ از: سبحان اللہ خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت نے زکاۃ کے سلسلہ میں سونا چاندی کو معیار بنایا ہے لیکن آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، تو وجوب زکاۃ کے سلسلہ میں اگر کرنسی کا اعتبار کیا جائے تو سونے کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا چاندی کی قیمت کا اور کس اعتبار سے نصاب مانا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زکاۃ کے نصاب میں سونے چاندی کے علاوہ کرنسی کو دیکھا جائے تو دونوں میں سے اس کی قیمت لگائی جائے گی جس سے فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"یقومها بما هو انفع للفقراء".(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ولو بلغ باحدهما نصاباً دون الآخر تعين مايبلغ به".(۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مستحقین زکاۃ کا جس میں زیادہ نفع ہو اسی کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سونا کے ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے دام لگایا جائے گا اور اگر چاندی کے ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے لگایا جائے گا۔

آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، ساڑھے سات تولہ سونے کی ہندوستانی قیمت تقریباً (1,75000) پونے دولاکھ روپیہ بنے گی اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً (25000) پچیس ہزار ہوگی، تو چاندی کے نصاب کی قیمت کا اعتبار کرنے میں فقراء کا زیادہ نفع ہوگا کہ زیادہ لوگوں پر زکاۃ واجب ہوگی، تو زکاۃ میں زیادہ رقم نکلے گی، لہذا چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی خریدنے کی قیمت ہو وہ مالک نصاب ہوگا بشرطیکہ قرض وغیرہ کی وجہ سے نصاب کم نہ ہو رہا ہو۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

مرغی فارم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد انوار عرف منٹو بدھیانی خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں نے مرغی فارم کھول رکھا ہے جس میں مرغیاں پالتا ہوں اور ان کو بیچتا ہوں اگر مرغیوں سے انڈا تیار ہوتا ہے تو وہ بکتا ہے، سوال یہ ہے کہ مرغیوں کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مرغیاں اور ان کے انڈے سب مال تجارت ہیں کہ ان کو دام سے خریدا، تو مال کا تبادلہ مال سے ہوتا ہے اور یہی تجارت کی حقیقت ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

---

(۱) الهدایہ، ج: ۱، ص: ۱۷۵

(۲) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۹

"تجارة وهي مبادلة المال بالمال لان التجارة كسب المال ببدل ما هو مال"۔(۱)

اور یہ مسلم ہے کہ مال تجارت پر زکاۃ واجب ہے لہٰذا ان مرغیوں پر زکاۃ واجب ہے بشرطیکہ آپ ان مرغیوں کی قیمت کی وجہ سے یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہوں اور دیگر شرائط زکاۃ پائے جاتے ہوں اور ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سب مرغیوں اور انڈوں کا بازار بھاؤ سے حساب لگائیں جو قیمت بنے اس کا ڈھائی فیصد نکال دیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا سیکورٹی کی رقم پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: عسجد رضا بن آس محمد قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بڑے بڑے شہروں میں دکان ومکان کرایہ پر لینے میں کافی قیدو بند لگائی جاتی ہے، مکان مالک کرایہ دار سے ایک خطیر رقم سیکورٹی کے نام سے لیتے ہیں اس رقم کو "زر ضمانت" بھی کہتے ہیں، کرایہ دار جب مکان خالی کرتا ہے تو مالک مکان اسے وہ رقم واپس کر دیتا ہے سوال یہ ہے کہ اس سیکورٹی کی رقم کی زکاۃ کس پر ہے، کرایہ دار پر یا مالک دکان ومکان پر؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیکورٹی کی رقم شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا مالک مکان نے عقد اجارہ کرتے وقت یہ شرط لگادی کہ تم اتنی رقم مجھے قرض دو اور جب مکان واپس کروگے تو تمہیں یہ رقم دے دونگا، بظاہر یہ عقد شرط فاسد کی بنا پر فاسد ہونا جائز ہے، مگر علمائے کرام نے بوجہ حاجت اور تعامل ناس اس کی اجازت دی ہے، تو اس رقم کا لینا مالک مکان کے لئے صحیح ہے مگر وہ قرض ہی ہے اگرچہ رہن کی صورت بھی پائی جارہی ہے اور قرض سے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"اعلم ان الديون عند الامام ثلثة قوى و متوسط و ضعيف فتجب الزكاة اذا تم نصابا و حال الحول لكن لافورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض و مال التجارة"۔(۲)

(۱) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ج:۲، ص:۹۳

(۲) رد المحتار، ج:۲، ص:۳۵

حاصل یہ کہ سیکورٹی کی رقم مالک مکان کے پاس بطور قرض ہے، لہذا اگر کرایہ دار مالک نصاب ہے تو اس پر سیکورٹی کی بھی زکاۃ واجب ہے۔ البتہ دینا اس وقت لازم ہوگا جب اس رقم سے کم از کم نصاب زکاۃ کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے۔ مزید معلومات رسالہ "جدید مسائل" سے حاصل کر سکتے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بونس کی رقم پر زکاۃ کب واجب ہے؟

مسئلہ از: رفیع الدین قادری گورکھپور

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ اپنے ملازمین کو ختم سال یا ختم ملازمت پر بطور انعام بونس کے نام سے کچھ رقم دیتی ہے جو ملازمین کے کھاتے میں جمع ہو جاتی ہے اس پر زکاۃ کس طرح دینی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

آدمی جب تک مال کا مکمل مالک نہ ہو اس مال پر زکاۃ نہیں ہے، شرائط زکاۃ میں ملک تام ہونا ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها الملک المطلق وهو ان يکون مملوکا له رقبة ويدا"۔(۱)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

"الملک التام هو ما اجتمع فيه الملک واليد واما اذا وجد الملک دون اليد لا تجب فيه الزکاة"۔(۲)

اور بونس کی رقم جب تک بینک سے نکال کر اپنے قبضہ میں نہ لے لی جائے محض لیجر بک پر اندراج سے ملکیت کا ثبوت نہیں ہوگا، لہذا جب ملازم وہ رقم حاصل کر لے اور دیگر شرائط زکاۃ پائے جائیں، تو اس کی زکاۃ بھی نکالے اور جس سال وہ رقم حاصل ہوگی اسی سال کی زکاۃ بھی واجب ہوگی، گزرے سالوں کی زکاۃ نہیں، کیونکہ ان سالوں میں ملازم اس کا مالک نہیں تھا تو ان سالوں کی زکاۃ بھی نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۸۸
(۲) الجوهرة النيرة: ۱، ص:۱۳۴

کیا ایڈوانس کرایہ پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد روشن لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکان یا دکان کرایہ پر لینے کی صورت میں اکثر مالکوں کو پیشگی کرایہ ایڈوانس کے نام سے دینا پڑتا ہے، تو اس رقم کی زکاۃ کس پر ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ایڈوانس کرایہ جب مالک مکان یا دکان کو دیا گیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا، کرایہ دار کا اس پر کوئی حق نہیں اور جب مالک کو اس پر ملک تام حاصل ہوگئی تو اگر وہ مالک نصاب ہے تو اس رقم پر زکاۃ واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

"ذکر الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل البخاری فی الاجارۃ الطویلۃ التی تعارفها اهل بخاری ان الزکاۃ فی الاجرۃ المعجلۃ تجب علی الآجر لانه ملکه قبل الفسخ وان کان یلحقه دین بعد الحول بالفسخ"۔(۱)

فتاوی عالمگیری میں ایڈوانس کرایہ کے متعلق ہے:

"ثم الاجرۃ تستحق باحد معان ثلثة اما بشرط التعجیل او بالتعجیل او باستیفاء المعقود علیه فاذا وجد احد هذه الاشیاء الثلثة فانه یملکها کذا فی شرح الطحاوی اه"۔(۲)

لہٰذا کرایہ داری کا معاملہ طے ہونے کے بعد بطور اجرت جو پیشگی رقم مالک مکان یا دکان کو دی گئی وہ مالک کی ملکیت ہوگئی اور اس کی زکاۃ مالک مکان یا دکان پر واجب ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبهٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

طویلے کے جانوروں پر زکاۃ

مسئلہ از: قاری محمد صابر علی رضوی ہاتھرس

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بہت سے لوگ بڑے بڑے مکانات اور احاطے بنا کر اچھی خاصی تعداد میں بھینس رکھتے ہیں ہزار دو ہزار تعداد رہتی ہے ان سے دودھ حاصل کرتے ہیں اور جب مناسب

---

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۸۴

(۲) الفتاوی العالمگیریہ: ج:۴، ص:۴۱۳

سمجھتے ہیں تو بھینسوں کو بیچ بھی دیتے ہیں مگر اصل کام دودھ حاصل کرنا ہوتا ہے وہ جانور چر کر نہیں بلکہ مالکوں کی مہیا کردہ خوراک پر پلتے ہیں اس کاروبار میں زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ جانوروں پر زکاۃ ہوگی یا دودھ سے ملنے والی قیمت پر یا اور کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

طویلے والے بھینس اپنے پاس رکھ کر ان کے دودھ بیچتے ہیں، فقیر کے نزدیک ان بھینسوں پر زکاۃ نہیں ہے کیونکہ جانوروں میں زکاۃ اس وقت واجب ہے جب وہ سائمہ ہوں اور سائمہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو سال کے اکثر ایام میں چرائی پر رہیں اور گھر سے انہیں چارہ نہ دیا جائے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

"ثم السائمة هي الراعية التي تكتفي بالرعي عن العلف ويمونها ذلك ولا يحتاج الى ان تعلف فان كانت تسام في بعض السنة و تعلف و تمان في البعض يعتبر فيه الغالب"۔(۱)

جبکہ طویلے کی بھینسوں کا حال یہ ہیکہ یہ چرائی پر بہت کم اور مالکوں کی طرف سے مہیا کردہ چارہ پانی پر زیادہ رہتی ہیں، لہٰذا یہ سائمہ نہیں ہیں۔ بلکہ آلات، حرفت و صناعت کی طرح دودھ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، تو جس طرح ان سامانوں میں زکاۃ واجب نہیں اسی طرح ان بھینسوں پر بھی زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

"لو اشترى الرجل دارا او عبدا للتجارة ثم آجره يخرج من ان يكون للتجارة لانه ما آجره فقد قصد المنفعة ولو اشترى قدورا من من صفر يمسكها او يواجرها لاتجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة"۔(۲)

البتہ ان بھینسوں کے دودھ سے جو آمدنی ہوگی اگر آدمی اس سے یا کسی مال سے مالک نصاب ہے تو اس آمدنی پر زکاۃ واجب ہوگی، یونہی اگر بھینس کو بیچ دے تو اب بیچنے سے جو دام ملے اس کی زکاۃ دیگا۔ اسی مسئلہ کی مزید تفصیل "جدید مسائل زکاۃ" میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۳۰

(۲) الفتاوی الخانیہ مع الهندیہ: ج ۱، ص: ۲۵۱

زکاۃ بذریعہ ڈرافٹ بھیجنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ابرار قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بینک کا نظام روپئے کی حفاظت کے لئے بہتر ثابت ہورہا ہے، لوگ بڑی بڑی رقمیں بذریعہ ڈرافٹ روانہ کرتے ہیں تو کیا زکاۃ کی رقم کو بھی بذریعہ ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں؟ جبکہ وہ ایک امانت ہوتی ہے جس میں تبدیلی کی شرعاً اجازت نہیں ہوتی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ کی رقم وصولنے والے سفرا حضرات زکاۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور زکاۃ کی رقم ان کے پاس امانت ہوتی ہے جس میں تبدیل کا ان کو حق نہیں ہوتا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"زر امانت میں اس کو تصرف حرام ہے یہ ان مواضع میں ہے جن میں دراہم ودنانیر متعین ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اس روپئے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے"۔(۱)

لیکن اگر موکل کی طرف سے صراحتاً یا عرفاً یا دلالۃً تبدیلی کی اجازت ہو تو بدل سکتے ہیں جس طرح چند لوگوں کی زکاۃ کو خلط کرنا جائز ہے مگر دینے والوں کی اجازت سے درست ہے۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"ضمن وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الااذا وجد الاذن او اجاز المالکان ای اجاز قبل الدفع الی الفقیر ثم قال فی التتارخانیۃ او وجدت دلالۃ الاذن بالخلط کما جرت العادۃ بالاذن من ارباب الحنطۃ بخلط ثمن الغلات"۔(۲)

اور آج کل عموماً خطیر رقوم بذریعہ ڈرافٹ بھیجنے کا رواج اور عرف مشہور ومتعارف ہے اور یہ بھی معلوم ومشتہر ہے کہ ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں رقم بینک کے حوالہ کردی جاتی ہے جس میں تغییر وتبدیل لازم ہے گویا ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں زکاۃ کی رقوم میں تبدیلی متعارف ہے۔ اور زکاۃ دہندہ کی طرف سے صراحتاً نہ سہی دلالۃً اجازت ہوتی ہے، لہٰذا ڈرافٹ بنواکر بھیجنے کی شرعاً اجازت ہے یہ اور بات ہے کی حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد

---

(۱) الفتاوی الرضویہ: ج:۸، ص:۳۱

(۲) رد المحتار: ج:۳، ص:۱۸۸

ڈرافٹ بنوایا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

زکاۃ میں بازار بھاؤ کا اعتبار ہے یا آپس میں طے شدہ دام کا؟

مسئلہ از: محمد ایوب قادری کانپور یوپی

کیا فرماتے ہیں محققین اسلام اور مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس سونا ہے، اس کا بازار بھاؤ مثلا پچیس ہزار 25000 روپے میں ایک تولہ ہے اور وہ سونا جب سنار کے پاس بیچنے لے جاتا ہے، تو سنار اس سونے کو بازار بھاؤ یعنی پچیس ہزار 25000 روپے میں نہیں لیتا ہے بلکہ اس سے کم مثلا بیس ہزار 20000 روپے میں لیتا ہے ،سوال یہ ہے کہ وہ شخص اپنے سونے کی زکاۃ بازار بھاؤ کے اعتبار سے نکالے گا یا جس قیمت میں سنار خرید رہا ہے اس اعتبار سے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اولاً قیمت اور ثمن کا فرق سمجھیں، بازار بھاؤ کے اعتبار سے کسی چیز کی جو مالیت بنتی ہو اسے "قیمت" کہا جاتا ہے اور بیچنے خریدنے والے باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام اور بھاؤ آپس میں طے کر لیں اسے "ثمن" کہا جاتا ہے۔ باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام قیمت سے کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

ثانیاً تمام کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ زکاۃ میں جس چیز مثلا سونا کا دینا واجب ہو اور سونے کی جگہ چاندی یا کرنسی دی جائے، تو لحاظ ثمن کا نہیں بلکہ قیمت کا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تبیین الحقائق میں اس پر اجماع تحریر فرمایا، چنانچہ رقمطراز ہیں: "ولو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع"۔(۱)

یعنی اگر زکاۃ خلاف جنس سے ادا کرے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف جنس سے زکاۃ کی ادائیگی میں ثمن کا اعتبار نہیں بلکہ قیمت کا اعتبار ہے۔ لہذا جس شخص کا سونا سونار مثلا بیس ہزار 20000 تولہ کے حساب سے خرید رہا ہے جبکہ اتنے سونے کی قیمت پچیس ہزار 25000 ہے، تو زکاۃ، قیمت یعنی پچیس ہزار 25000 کے اعتبار سے دے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

(۱) تبیین الحقائق، ج: ۲، ص: ۴۷

GPF(جی پی ایف) کی رقم پر زکاۃ کا حکم

مسئلہ از: محمد اجمل بن محمد شمشاد علی سابق چیر مین فورم کورٹ سلطانپور

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین اور بعض پرائیویٹ کمپنیوں کے ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم کٹتی رہتی ہے جو ختم ملازمت پر مع اضافہ ملازمین کو واپس دی جاتی ہے اسے جی پی ایف کا نام دیتے ہیں اس پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں بیان فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

GPF(جی پی ایف) میں جو رقم ملازمین کی تنخواہ سے کٹتی ہے وہ ملازم کی ہے اور شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا ملازم نے بطور قرض بینک کو دے رکھا ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے البتہ ادائے گی اس وقت واجب ہوگی جب نصاب کا پانچواں حصہ یا اس سے زیادہ وصول ہو جائے درمختار میں ہے "اعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتھا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درھما من الدین القوی"۔(۱)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا اور مع زکاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپے تک پہونچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اس پر سال گزرا اس وقت سے اس پر زکاۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکاۃ واجب ہوتی رہی"۔(۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ GPF(جی پی ایف) کی رقم پر زکاۃ واجب ہے بشرطیکہ ملازم اس رقم یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہو اور ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب اس رقم سے کم از کم پانچواں حصہ وصول ہو جائے مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ گزشتہ سالوں کی بھی زکاۃ واجب ہوگی۔

مزید تفصیل فقیر کی کتاب "جدید مسائل زکاۃ" میں دیکھی جا سکتی ہے یہ حکم اس رقم کا ہے جو ملازمین کی تنخواہ سے کٹ کر بینک میں جمع ہوتی رہی، رہا اس پر ملنے والا نفع تو اگر انڈیا کے گورنمنٹی بینک یا خالص غیر مسلم کی کمپنی سے ملے تو اس پر زکاۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر قبضہ حاصل ہو جائے مگر اس پر گزشتہ سالوں کی زکاۃ واجب

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۳، ص:۳۰۵

(۲) الفتاوی الرضویہ: ج:۴، ص:۴۲۶

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

چیک کے ذریعہ زکاۃ کی ادائیگی کا حکم

مسئلہ از: اقبال احمد نظامی سیتاپور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص زکاۃ کی رقم کا چیک بنا کر دے دے تو زکاۃ کی ادائیگی کا کیا حکم ہوگا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چیک شرعاً کوئی مال نہیں بلکہ حصول مال کی ایک سند ہے اگر وہ خود مال ہوتا تو ذرا سی غلط تحریر پر کوئی اسے پھاڑ کر پھینک نہیں دیتا اور نہ بینک والا اسے واپس کرتا یہ علامت ہے اس بات کی کہ چیک خود مال نہیں ہے اس کی حیثیت نہ عرف عام میں اور نہ عرفِ شرع میں نوٹوں کی طرح ہے نوٹ خود مال ہے اور چیک سند مال۔ فتاوی رضویہ میں نوٹ اور چیک کی حقیقت بتاتے ہوئے مذکور ہے: **"اقول بل من اردء الشکوک توھم انہ سند من قبیل الصکوک ای ان السلطنۃ التی تروج ھذہ القراطیس تستدین من اٰخذیھا الدراھم وتعطیھم ھذہ تذکرۃ لدیونھم ولمقادیرھا فاذا جاؤابھا الی السلطنۃ قضتھم دیونھم واخذت قراطیس"**۔(۱)

حاصل یہ کہ چیک خود مال نہیں ہے جبکہ ادائیگی زکاۃ کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ الگ کر کے کسی مستحق کو اس کا مالک بنادے چنانچہ درمختار میں ہے:

"تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیرھا شمی ولا مولاہ للہ تعالی"۔(۲)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو اس سے زکاۃ نہیں ادا ہو سکتی"۔(۳)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ: ج:۷، ص:۱۲۹

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ج:۲، ص:۲۵۷

(۳) الفتاوی الرضویہ: ج:۴، ص:۴۷۷

ان تمام عبارات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے زکاۃ کی رقم کا چیک بنا کر دیا تو ابھی صرف اس چیک پر قبضہ سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی کہ چیک پر قبضہ مال پر قبضہ نہیں بلکہ مال وصول کرنے کی سند پر قبضہ ہے جبکہ ادائیگی زکاۃ کے لیے مال کا مالک بنا دینا ضروری ہے لہذا جب چیک کے ذریعہ بینک سے رقم وصول ہو جائے اور مستحق کو مل جائے تو زکاۃ ادا ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

طویل مدتی قرض پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد صہیب رضوی بارہ بنکی یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ مکان بنانے، تجارت کو فروغ دینے اور دیگر لمبے لمبے کاموں کے لیے حکومت سے اچھی مقدار میں رقم قرض کے طور پر لیتے ہیں، جسے بیس پچیس سال میں قسط وار ادا کرتے ہیں، اب جو آدمی اس طرح قرض لے رکھا ہو، تو کیا اس پر بھی زکاۃ ہے یا اس قرض کا اعتبار کر کے اسے مقروض مانا جائیگا اور اسے ایک قرض دار کے حکم میں رکھا جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زکاۃ واجب ہونے کے لیے ایک شرط مال کا دین سے محفوظ ہونا ہے، خواہ اس دین کی ادائیگی کے لیے آپس میں کوئی مدت مقرر کر لی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة اھ"(۱)

ھدایہ میں ہے:

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه و ان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابا".(۲)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

---

(۱) الفتاوى العالمگیریہ: ج: ۱، ص: ۲۳۴

(۲) الهداية: ج: ۱، ص: ۱۶۶

"دین العباد مانع من وجوبها"۔(۱)

ان ارشادات میں یہ تفصیل کہیں نہیں ہے کہ کم مدتی قرض ہو تو زکاۃ واجب ہے اور طویل المعاد ہو تو واجب نہیں ہے، بلکہ صاحب مجمع الانہر نے یہ صراحت فرمادی ہے کہ میعاد خواہ قصیر ہو یا طویل ہو زکاۃ واجب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"فارغ عن الدین والمراد دینا، مطالب من جهة العباد سواء کان الدین لهم او لله تعالی و سواء کان المطالبة بالفعل او بعد زمان فینتظم الدین المؤجل"۔(۲)

یعنی مال نصاب دین سے بری ہو اور دین سے مراد ایسا دین ہے کہ من جانب العباد اس کا مطالبہ ہو خواہ وہ دین بندے کا ہو یا خدائے تعالی کا اور مطالبہ فی الحال ہو یا ایک مدت کے بعد، لہٰذا دین موٴجل بھی مانع زکاۃ میں شامل ہوگا۔

حاصل یہ کہ اگر کسی نے دکان و مکان یا تجارت کے لیے حکومت یا کسی سے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لے رکھا ہے اور سالانہ اس کی قسطیں مقرر کر دی ہیں تو سالانہ قسطوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ پورے رقم کے اعتبار سے قرض دار مانا جائیگا مثلاً ایک شخص نے (100,00,000) ایک کروڑ روپیہ گورنمنٹ سے بطور قرض لیے اور سالانہ قسط (500000) پانچ لاکھ روپیے مقرر ہوئی تو مسئلہ زکاۃ میں ایسا نہیں ہوگا کہ اسے صرف پانچ لاکھ کا قرض دار مانا جائے بلکہ پورے ایک کروڑ کا قرض دار مانا جائیگا اور وجوب زکاۃ میں صرف پانچ لاکھ نہیں بلکہ پورا ایک کروڑ مانع ہوگا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

"ولافرق فی الدین بین المؤجل والحال والمراد بالدین دین له مطالب من جهة العباد"۔(۳)

بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها ان لا یکون علیه دین مطالب به من جهة العباد عندنا فان کان فانه یمنع وجوب الزکاة بقدره حالا کان او مؤجلا"۔(۴)

ہمارے بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سال میں جتنی رقم جمع کرنی ہے صرف وہی قرض میں وضع ہوگی بقیہ قرض وجوب زکاۃ سے مانع نہیں ہوگا ان کا استدلال یہ ہے کہ جس دین کا بندے کی طرف سے مطالبہ ہو وہی

(۱) الاشباہ والنظائر: ص:۲۲۶

(۲) مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر: ج:۱، ص:۹۳

(۳) تبیین الحقائق: ج:۲، ص:۲۴

(۴) بدائع الصنائع: ج:۲، ص:۹

مانع ہے اور ایک سال میں صرف سالانہ مقرر شدہ قسط کا ہی مطالبہ ہوتا ہے تو وہی مانع ہوگا۔

مگران کا یہ ارشاد فقہی جزئیات اور ارشادات وعبارات سے میل نہیں کھاتا کیونکہ عبارات فقہیہ سے صراحتاً یہ بات ثابت ہے کہ مطالبہ خواہ فی الحال ہو یا تاخیر سے اور ادائیگی کی مدت تھوڑی ہو یا زیادہ بہر حال وجوب زکاۃ سے مانع ہے۔ مجمع الانہر کی عبارت گزری:

سواء کان المطالبة بالفعل او بعد زمان"۔(۱)

لہٰذا جس نے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لیا تو اس کا وہ پورا قرض مانع وجوب زکاۃ ہوگا اور وہ قرض دار ،قرض کی کل رقم وضع کر کے دیکھے اگر دیگر مال کی بنا پر وہ مالک نصاب ہے تو بقیہ مال نصاب کی زکاۃ ادا کرے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

ڈوبے ہوئے قرض کی زکاۃ

مسئلہ از: محمد احمد بن سیٹھ شاکر علی بدھیانی خلیل آباد

کیا حکم ہے شریعت کا اس مسئلہ میں کہ کاروبار کرنے کے سلسلہ میں کبھی کبھی آدمی قرض دے کر پھنس جاتا ہے، قرضدار سے مطالبہ کرتے کرتے تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ اب یہ قرض نہیں ملے گا، مگر سالوں بعد وہ رقم مل جاتی ہے، اس رقم کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس قرض کے حصول ہونے کی امید بالکل ختم ہو جائے یا آدمی مایوس ہو جائے، تو اس پر وصولی سے پہلے زکاۃ واجب نہیں ہوگی اور جس قدر وصولی ہوئی، حولان حول یعنی سال تمام ہونے پر صرف اسی مقدار پر زکاۃ واجب ہوگی، گزشتہ سالوں کی زکاۃ اس مال پر واجب نہیں ہے، ایسا مال "قرض مردہ" کہلاتا ہے اور فقہ میں اسے مال ضمار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ویشترط أن یتمکن من الاستمناء بکون المال فی یدہ او ید نائبہ فان لم یتمکن من الاستمناء فلا زکاۃ علیہ وذالک مثل مال الضمار و ھو کل ما بقی اصلہ فی ملکہ ولکن زال

(۱) مجمع الانہر: ج:۱، ص:۱۹۳

عن یدہ زوالا لایرجی عودہ فی الغالب"۔(۱)

لہٰذا جب وہ قرض وصول ہو جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگی ،سال گزشتہ کی زکاۃ واجب نہیں۔حدیث شریف ہے "لا زکاۃ فی مال الضمار"۔(۲)واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

F.D ایف ڈی اور N.S.C این ایس سی کی زکاۃ

مسئلہ از: محمد دانش بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ اپنی رقم ایک مخصوص مدت تک کے لیے بینک میں جمع کر دیتے ہیں یونہی ڈاکخانہ وغیرہ میں بھی N.S.C (این ایس سی) کے نام سے جمع کرتے ہیں، یہ رقم مدت پوری ہونے کے بعد مع اضافہ واپس ملتی ہے، اس پر زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(FD) اور (NSC) ایف ڈی اور این، ایس، سی کے نام سے جو رقم بینک میں جمع کی گئی اس کی حیثیت دین قوی یعنی قرض کی ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے، جب نصاب زکاۃ کا کم از کم پانچواں حصہ مل جائے۔

فتح القدیر میں ہے:

"فی القوی تجب الزکاۃ اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درھما ففیھا درھم و کذا فیما زاد فبحسابہ"۔(۳)

لہٰذا جس شخص نے ایف، ڈی یا این، ایس، سی کرائی اگر وہ مالک نصاب ہو تو سال بسال اس مال کی بھی زکاۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے جب وہ مال کم از کم خمس نصاب کی مقدار وصول ہو جائے۔ہاں اسے

---

(۱)الفتاوی العالمگیریہ ج:۱ ،ص:۱۷۳

(۲)بدائع الصنائع ج:۲ ،ص:۸۸

(۳)فتح القدیر کتاب الزکاۃ ،ج:۲،ص:۱۷۶

اختیار ہے اگر چاہے تو سال بسال بھی ادا کرتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

ہیرے جواہرات پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد لطیف اورنگ آباد

کیا فرماتے ہیں محققین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے پاس دو لاکھ کا ہیرا موتی رکھا ہوا ہے، تو اس پر زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ نے سونے چاندی، سائمہ جانور اور مال تجارت کے علاوہ کسی سامان پر زکاۃ واجب نہیں فرمائی ہے، خواہ دو لاکھ کا ہو یا دس لاکھ کا۔

لہٰذا ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں، تو کتنی ہی مالیت کے ہوں، ان پر زکاۃ نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اما الیواقیت واللآلی والجواھر فلا زکاۃ فیھا وان کان حلیا الا ان تکون للتجارۃ"۔(۱)

درمختار میں ہے:

"لا زکاۃ فی اللآلی والجواھر وان ساوت الفا اتفاقا الی ان تکون للتجارۃ والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ"۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

اریری کی رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلہ میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵

گورنمنٹ ان کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کہ چند مہینوں کے بعد یہ اعلان کرتی ہے مثلاً مارچ میں علان ہوتا ہے کہ ملازمین کی تنخواہ جنوری سے بڑھائی گئی اس رقم کو ''ایریر'' کا نام دیتے ہیں اس پر زکاۃ کب سے واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایریر کی رقم ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہے اس کا حکم G.P.F (جی پی ایف) میں کٹی رقم کی طرح ہے کہ اس پر زکاۃ واجب ہے البتہ گورنمنٹ نے جس تاریخ کو ایریر کا حکم صادر کیا اسی تاریخ سے اس رقم کا مالک ہو گیا مثلاً گورنمنٹ نے یکم مارچ کو اعلان کیا کہ ماہ جنوری سے تنخواہ بڑھادی گئی تو جنوری اور فروری کے ایریر کا بھی وہ مالک ہو گیا اب اگر پہلے سے مالک نصاب ہے تو یہ رقم نصاب میں ملحق ہو جائیگی اور اگر اسی رقم سے مالک نصاب ہو رہا ہو، تو حولان حول پر زکاۃ واجب ہوگی، البتہ ادائیگی خمس نصاب کی مقدار رقم ملنے کے بعد واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا بینک سے ملنے والے انٹرسٹ پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر گورنمنٹ کے بینک میں پیسہ جمع کیا جائے تو بینک بنام انٹرسٹ کچھ رقم زیادہ دے کر پیسہ واپس کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ انٹرست پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انڈیا گورنمنٹ کے بینکوں سے ملنے والا انٹرسٹ ایک مال مباح ہے جس کا لینا درست ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مال مباح پر بغیر قبضہ ملکیت ثابت تک نہیں ہوتی، لہذا جب تک آدمی بینک سے نکال کر انٹرسٹ پر قبضہ نہ کرلے اس وقت تک وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور جب بینک سے نکال کر قبضہ میں لے لے، تو اگر صاحب نصاب ہے تو یہ مال نصاب سے ملحق ہو جائیگا اور حولان حول پر دیگر مال کے ساتھ اس کی بھی زکاۃ دے اور اگر اسی انٹرسٹ والی رقم سے صاحب نصاب ہو رہا ہو، تو جس دن وہ قبضہ میں آئے اس دن سے سال پورا ہونے پر زکاۃ ادا کرے، گزرے سالوں کی زکاۃ کا حکم اس رقم سے متعلق نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

باغ کا مالک زکاۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد عقیل موڈ گیرے کرناٹک

مفتیان دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس باغ ہے جس میں پھل نہیں آتے اور اس کے پاس سونا، چاندی یا مال تجارت، نصاب بھر نہیں ہے، تو کیا ایسا شخص زکاۃ لے سکتا ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ شخص ایسے باغ کا مالک ہے جس کی قیمت نصاب زکاۃ کو پہنچ رہی ہے تو اسے زکاۃ لینا دینا جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو کان له دار فیها بستان و هو یساوی مائتی درهم قالوا ان لم یکن فی البستان ما فیه مرافق الدار من المطبخ والمغتسل و غیره لایجوز صرف ان کان الیه و هو بمنزلة من له متاع وجواهر"۔(۱) والله تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اگر مختلف لوگوں کی زکاۃ کو ملا دیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، بھیونڈی مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ سفرا حضرات زکاۃ وصولتے ہیں اور سب کی زکاۃ ملا کر رکھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ دینے والوں کی اجازت کے بغیر مختلف اموال زکاۃ کا ملانا ناجائز ہے اس طرح کرنے سے زکاۃ دینے والوں کی زکاۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"رجلان دفع کل منهما زکاة ماله الی رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن

(۱) الفتاوی العالمگیریه، ج: ۱، ص: ۱۸۹

الوکیل مال الدافعین و کانت الصدقة عنه کذا فی فتاوی قاضی خان"۔(۱)

لیکن اگر دینے والوں کی طرف سے صراحتاً، دلالۃً اور عرفاً کسی طرح سے اجازت ہو تو ملا سکتے ہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"زکاۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکاۃ جمع کریں اور روپیہ ملانے کی اجازت دیں یہ خالص زکاۃ شرعی کا مال کہ مالکوں کی اجازت سے خلط کیا گیا ان فقراء مظلومین کو پہنچایا جائے"۔(۲)

آج کل جو سفرا حضرات چندہ وصول کرنے جاتے ہیں لوگوں کو ان کے متعلق یہ علم ہے کہ زکاۃ وصول کرکے یکجا رکھتے ہیں اور انہیں کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا ہے تو عرفاً و دلالۃً ان کی طرف سے ملا کر رکھنے کی اجازت ہے، لہذا ان اموال زکاۃ کو ملا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی میں ہے:

"یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکانہ ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروف و معہود ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

"قال فی التتار خانیه اذا وجد الاذن اواجاز المالکان اه اسی میں هے ثم قال فی التتار خانیه او وجدت دلالة الاذن". (۳) واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

اگر سفرا مال زکاۃ از خود خرچ کرلیں اور پھر اپنی تنخواہ وغیرہ سے جمع کردیں تو؟

مسئلہ از: محمد شعیب، جاج مئو، کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مدارس کے سفرا چندہ وصول کرکے اگر خود خرچ کرلیں اور مدرسے میں اپنی تنخواہ سے وضع کرادیں تو کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زکاۃ کے محصلین کے پاس مال زکاۃ امانت ہے اسے اپنے مصرف میں لے لینا امانت میں خیانت ہے ساتھ

(۱) الفتاوی العالمگیریه: ج:۶، ص:۱۸۳

(۲) الفتاوی الرضویه: ج:۴، ص:۴۷۱

(۳) الفتاوی الرضویه: ج:۴، ص:۴۷۰

ہی ایک مسلمان کے مال میں تعدی ہے اور دونوں کام حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(۱)

علاوہ ازیں زکاۃ دہندگان کی طرف سے اگر از خود رقم دیدیں، تو بھی ان کی زکاۃ ادا نہیں ہوگی جب تک ان سے یہ بتانہ دیں کہ آپ کی رقم مجھ سے خرچ ہوگئی ہے آپ اجازت دیں کہ آپ کی طرف سے ہم رقم مدرسہ میں جمع کر دیں۔

حاصل یہ کہ جو سفرا مال زکاۃ کو وصول کر کے اسے اپنے مصرف میں لے لیتے ہیں خواہ کرایہ وغیرہ میں یا دیگر ضروریات میں وہ شرعا مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ سب مال زکاۃ کو مدرسہ میں جمع کر دیں پھر ذمہ داروں کے ذریعہ اپنی محنت وغیرہ شرعی طور پر وصول کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) سورۃ الانفال آیت: ۲۷

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

مالک نصاب پر فطرہ واجب ہے

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیوریا، پوسٹ رامپور، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج مسئلہ کے بارے میں زید مالک نصاب ہے اور رمضان کا مہینہ آیا اور کپڑا بنوانے کی رقم اس کے پاس نہیں ہے تو کیا وہ فطرہ دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

عید کے دن صبح صادق کے وقت اگر زید مالک نصاب تھا تو اس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کے پاس رقم نہ ہو۔

بہار شریعت میں ہے:

"صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا، ساقط نہ ہوگا۔" (۱) اور درمختار میں ہے:

"فلا تسقط الفطرة وكذا الحج بهلاك المال بعد الوجوب كما لا يبطل النكاح بموت الشهود." (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

فقیر صدقات کا مال خود کھا سکتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی کھلا سکتا ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا، بھٹورا، ضلع بلرامپور، یوپی

ہندہ ایک غریب عورت ہے اور بیوہ بھی ہے اور فطرہ کا مال کھاتی ہے اور اپنے چھوٹے نابالغ بچے کو بھی کھلاتی ہے۔ اس کو فطرہ کھانا یا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) بہار شریعت، ج۵، ص: ۱۴۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۱۴۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندہ اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں رکھتی ہے تو وہ فطرہ کی مصرف ہے اور اس کو فطرہ کا مال لینا اور بچوں کو کھلانا بلاشبہ جائز و درست ہے۔ "قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾" (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

"اور اس کے (صدقۂ فطر کے) مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں" (۲)

اور مصرف زکوٰۃ کی تفصیل کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مملوک مال سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں۔" (۳) حاصل یہ ہے کہ ہندہ اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو وہ فطرہ کا مال کھا سکتی ہے اور اپنے بچوں کو بھی کھلا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ / ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد معراج قادری، بستی

عید الفطر کے موقع پر فطرہ ادا کیا جاتا ہے شرعاً اس کی مقدار کیا ہے۔ بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صدقۂ فطر کی مقدار کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی اعلیٰ درجہ کی احتیاط اور تحقیق یہ ہے کہ نصف صاع انگریزی روپے سے ۱۷۵ روپے اٹھنی بھر ہے۔

اور ایک روپیہ گیارہ گرام ایکسو چوسٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے اس اعتبار سے نصف صاع جدید وزن کے اعتبار سے دو کلو سینتالیس گرام ہوا مزید تفصیل فتاویٰ رضویہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم الافتاء والدرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۰ (۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۴۶۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۴۶۴

هو العليم
رب يسر ولا تعسر رب تمم بالخير وبه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصوم

قال اللہ تعالیٰ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

(البقرہ/۱۸۳)

یعنی

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض تھا

جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گناہوں سے بچو۔

ازص:________	تاص:________

کل فتاویٰ:۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ از: عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان المبارک میں یا دوسرے ایام میں حالت روزہ میں بیماری کے علاج یا قوت کی فراہمی کے لیے انجکشن لگوانا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس سلسلے میں فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ انجکشن لگوانا مفسد صوم نہیں ہے۔ حضرت شارح بخاری علامہ مفتی "شریف الحق" امجدی اور فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد امجدی علیہما الرحمہ نے اس موضوع پر بڑی تفصیلی اور تحقیقی گفتگو فرمائی ہے اور فقہی جزئیات وکلیات سے یہ ثابت فرما دیا ہے کہ انجکشن خواہ گوشت میں لگایا جائے یا رگ میں کسی سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ایسی حالت میں انجکشن لگوانا مکروہ ہے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا فتویٰ "معارف شارح بخاری" صفحہ ۸۳۹ میں اور حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ فیض الرسول میں تحریر فرمایا ہے کہ "تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چاہے رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں"۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

بے وقت افطار کرنے والوں پر روزہ کا کفارہ لازم ہے

مسئلہ از: شبیر احمد موضع سوہن پور سنکٹیا، بڑھیرہ گنج برئی پار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے گھر میں ایک بابا

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۵۱۶

آئے۔رمضان کے مہینے میں صبح تقریباً آٹھ بجے دن میں گھر والے ناشتہ بنا کر پیش کیے تو بابا مذکور نے کہا کہ افطاری کا حکم آگیا ہے۔سب مل کر افطار کرو وہاں موجود حاضرین جن میں معمر، دانشمند و اہل علم سے بھی اشخاص تھے بابا کی بزرگی وکشف پر اعتماد رکھتے ہوئے صبح آٹھ بجے دن میں ہی رمضان کے مہینے میں افطار کر لیے تو اس بابا اور افطاری کے نام پر روزہ توڑ دینے والے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور جو حاضرین اس جگہ موجود رہے اور روزہ نہیں توڑے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بابا اور اس کے حکم پر عمل کرنے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت کیا سلوک کرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ بابا نہیں شیطان مجسم اور مستحق نار جہنم ہے۔روزہ توڑنے والے بھی مستحق عذاب نار اور لائق غضب جبار ہیں۔سب پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور روزے کا کفارہ ادا کریں کہ ساٹھ روزے لگا تار رکھیں اور جنہوں نے روزہ نہیں توڑا انہوں نے صحیح کیا کہ حکم خدا ورسول پر عمل کیا اور جو لوگ مسخرہ شیطان بابا کے حکم پر چلے ان سب پر توبہ لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کریں اور اس مکار نام نہاد بابا کی صحبت سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان لوگوں کا بھی مکمل بائیکاٹ کردیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

برطانیہ کے بعض علاقوں میں سحر و افطار کا حکم

مسئلہ: از محمد فیض گجراتی، برطانیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومحققین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ برطانیہ اور یورپ کے بعض علاقوں میں سورج کے طلوع وغروب کا یہ حال ہے کہ ڈوبنے کے تھوڑی ہی دیر بعد طلوع ہو جاتا ہے اب اگر یہ کیفیت ایام رمضان میں ہو تو روزہ اور سحر وافطار کا کیا حکم ہوگا کیونکہ بسا اوقات سحری کھانے کا بھی وقت نہیں مل پاتا ہے اور کبھی کبھی روزہ بہت طویل ہو جاتا ہے ان حالات میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ علاقوں میں سحری کب تک کھائی جائے اور روزہ کس طرح رکھا جائے۔ اس سلسلے میں کتب فقہ میں صراحتاً کوئی حکم نظر نہیں آتا ہے فقہاء کرام نے فاقد وقت عشاء کے تعلق سے تو بحث فرمائی مگر روزہ کے متعلق کچھ ذکر نہ فرمایا، ہاں خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ کے ارشاد سے کچھ روشنی ملتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"لم ار من تعرض عندنا لحکم صومھم فیما اذا کان یطلع الفجر عندھم کما تغیب الشمس أوبعده بزمان لا یقدر فیه الصائم علی اکل ما یقیم بنیتهٗ ولا یمکن أن یقال بوجوب موالاۃ الصوم علیھم لأنه یؤدی الی الھلاک فان قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر وھل یقدر لیلھم باقرب البلاد الیھم کما قاله الشافعیة ھنا أیضا اَم یقدر لھم بما یسع الأکل والشرب أم یجب علیھم القضاء فقط دون الأداء کل محتمل فلیتامل،

ولا یمکن القول ھنا بعدم الوجوب أصلا کالعشاء عندالقائل به فیھا لأن علة عدم الوجوب فیھا عندالقائل به عدم السبب وفی الصوم قد وجد السبب وھو مشھود جزء مَن الشھر وطلوع فجر کل یوم ھذا ما ظھر واللہ تعالیٰ أعلم"(۱)

علامہ شامی قدس سرہ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ جن مقامات پر سورج ڈوبتے ہی نکل آتا ہے یا ڈوبنے کے بعد کچھ وقفہ سے نکلتا ہے مگر وہ وقفہ اتنا طویل نہیں رہتا کہ جس میں آدمی آرام سے کھا پی سکے تو ان مقامات پر روزہ کے حکم میں متعدد احتمال ہیں۔

(۱) ان جگہوں پر روزہ واجب ہی نہیں ہے۔

(۲) روزہ واجب ہے اور اقرب البلاد کے مطابق دن ورات کی تقدیر سے رکھا جائے گا۔

(۳) روزہ واجب ہے اور اتنی مقدار رات تسلیم کی جائے گی جتنی مقدار میں آدمی کھا پی سکے۔

(۴) روزہ کی قضا واجب ہے اور جب ایسے ایام آئیں جس میں معمول کے مطابق طلوع وغروب ہوتا ہے تو رکھا جائے۔

علامہ شامی نے پہلی صورت کو ساقط فرما دیا ہے اور بقیہ تین صورتوں کو "فلیتامل" کہہ کر دعوت غور وفکر دی ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حکم قضا کو ترجیح دی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"قوله ام یجب علیھم القضاء فقط اقول ھو الفقه اذ اباحة الأکل للصائم بعد طلوع

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۲۴۴

الفجر قصدا غير معهود في الشرع ثم فيه جمع شئي مع المنافي"(۱)

یہ تفصیل توان مقامات کے لیے ہے جہاں ادھر سورج ڈوبا اور اُدھر نکل گیا مگر برطانیہ میں سورج کے ڈوبنے اور نکلنے میں اتنی مہلت رہتی ہے کہ آدمی کھا پی سکے اس لیے وہاں روزہ رکھنا لازم ہوگا، رہی یہ بات کہ دن کافی طویل ہوگا اور روزہ رکھنا دشوار ہوگا تو اس کا حل اسلام میں یہ ہے کہ یا تو دیگر ایام میں روزہ رکھا جائے یا ہر روزہ کا فدیہ ادا کردیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾(۲)

اور ارشاد ہورہا ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (۳)

لیکن برطانیہ کے علاقوں میں کچھ ایام میں شفق ابیض غروب نہیں ہو پاتی کہ صبح صادق ہوجاتی ہے تو اب وہاں کے لوگ سحری کب تک کھا پی سکتے ہیں، اس سلسلے میں قرآنی فیصلہ موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (۴)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ طلوع صبح صادق سے قبل ہی سحری کا اختتام کرکے کھانا پینا بند کردینا لازم ہے، آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر علامہ ابوبکر جصاص رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"فاباح الأكل الى ان يتبين والتبين انما هو حصول العلم الحقيقي ومعلوم ان ذلك انما امر وابه في حال بمكنهم فيها الوصول الى العلم الحقيقي بطلوعه واما اذا كانت ليلة مقمرة أو ليلة غيم أوفي موضع لايشاهد مطلع الفجر فانه مامور بالاحتياط للصوم اذلا سبيل له الى العلم بحال الطلوع فالواجب عليه الامساک استبراء لدينه لماحد ثنا شعبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبک الى ما لايريبک فان الصدق طمانينة والكذب ريبة"(۵)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

"ان الخيط الأبيض هو الصباح وان السحور لا يكون الا قبل الفجر وهذا اجماع لم

(۱) جدالممتار ج:۱، ص:۱۹۲

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۱۸۴

(۳) مصدر سابق

(۴) مصدر سابق آیت:۱۸۷

(۵) احکام القرآن للجصاص، ج:۱، ص:۲۸۷

يخالف فيه الا الاعمش فشذولم يعرج احد على قوله"(۱)

ان ارشادات کے پیش نظر راقم کی فہم ناقص کے مطابق حکم یہ ہے کہ جن ایام میں شفق ابیض اور صبح صادق مختلط وغیر متمیز ہو تو احتیاطاً شفق ابیض کے اندر ہی جلد کھا پی کر فارغ ہو جائے۔ اور جن ایام میں شفق احمر کے غروب ہوتے ہی صبح صادق ہو جاتی ہو تو شفق احمر میں طعام وشراب سے فارغ ہو جائے، اور جن ایام میں شفق احمر بھی نہیں غائب ہو پاتی کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے وہاں قضا کیا جائے۔

هذا ما ظهرلي الآن إنْ كان حقا فمن الرحمن المستعان وان كان باطلا فمني ومن الشيطان.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

حالت روزہ میں گُل منجن کا استعمال

مسئلہ: از محمد جواد قادری بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت روزہ میں گل منجن کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

گل کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے پتہ چلا کہ اس کا جزء اعظم تمبا کو ہے اور اسے صرف منجن کے طور پر نہیں بلکہ تمبا کو کی طرح کیف وسرور کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے نشہ طاری ہوتا ہے بھوک ختم ہوتی ہے اور کرنے والوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، گل اتنے سارے گل کھلاتا ہے، اور اب بعض ناخدا ترس حضرات نے یہ گل کھلایا کہ ماہ رمضان میں حالت روزہ میں اس کی لذت سے محظوظ ہونے لگے۔ عوام الناس میں اس پر شور وغل مچا اور آج یہ گلزار فقہ وفتاویٰ میں تشریف لایا۔

راقم کے نزدیک یہ صرف مکروہ وممنوع ہی نہیں بلکہ مفسد صوم ہے اور کرنے والے پر کفارہ لازم ہے، اس حکم کی تائید سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ارشاد عالی سے ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"پان جب منہ میں رکھا جائے گا تو اس کا عرق ضرور منہ میں جائے گا، اور تمبا کو جیسی کھائی جاتی ہے اگر وہ منہ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی

(۱) المغنی لابن قدامة الحنبلی، ج:۳، ص:۸۶

جائے گی تو ضرور دماغ کو پہنچے گی، اور ان طلب والوں کے مقصد بھی یونہی برآئیں گے، اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اور ان چیزوں کے استعمال سے روزہ جائے تو اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضروری ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور اگر ان میں احتیاط یقینی کی صورت مقصود بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا، جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يقع فيه "(۱) والله تعالىٰ اعلم

اور فتاوی بحر العلوم میں ہے:

" فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سو ستاسی میں تمباکو کو جسے کھینی کہا جاتا ہے منہ میں رکھنے کو روزہ توڑنے والا بتایا ہے، گل بھی اسی قسم کی ہے کھینی کی طرح اس کا بھی لوگ استعمال کرتے ہیں اس لیے اس کا استعمال بھی مفسد صوم ہے"(۲)

لہٰذا حالت روزہ میں گل منجن کرنا ناجائز ہے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ والله تعالىٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲ر ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

بغیر ثبوت شرعی رویت ہلال کا ثبوت ماننے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری موضع کرئی پوسٹ، سکری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جو کہ سنی جامع مسجد کا خطیب و امام ہے امسال مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے عید الفطر کا چاند نظر نہیں آیا تو خلیل آباد سے مفتی صاحب کی تحریری شہادت کی بنا پر بارہ بجے رات کو اعلان کیا گیا کہ کل عید الفطر کی نماز ادا کی جاےءگی، زید جو کہ امام ہے اس نے صرف عشاء کی نماز پڑھائی، نماز تراویح اس نے نہ خود پڑھا نہ پڑھایا جب کہ شہادت ملنے سے پہلے نماز تراویح اسے پڑھانا چاہیے تو کیا اس صورت میں زید پر توبہ کرنا واجب ہے کہ نہیں؟

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۴، ص:۵۸۶

(۲) فتاوی بحر العلوم، ج:۲، ص:۲۷۶

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے بغیر ثبوت شرعی صرف افواہ یا ٹیلی فون وغیرہ کی خبر پا کر شب عید الفطر مان لی اور اس بنا پر اس نے نماز تراویح نہ پڑھائی تو اگر چہ بعد میں یہ ثابت ہو جائے کہ عید کا چاند نکل آیا تھا پھر بھی زید پر توبہ ہے کہ اس نے حکم شرع کی مخالفت کی، فتاوی رضویہ میں ہے:

''بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں ان کے ان گناہوں کو رفع نہیں کر سکتا کہ جس وقت تک انہوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۳۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ

ٹیلی فون سے استفاضہ کی حیثیت اور اجمیر شریف کے ایک خط کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد حنیف جامع مسجد مکرانہ ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے شہر مکرانہ میں اس بار اجمیر شریف کے لیٹر پیڈ پر لکھی ہوئی تحریر کے پیش نظر مکرانہ انجمن کے لیٹر پیڈ پر ثبوت ہلال عید کے لیے ایک امام نے تحریر لکھ کر اعلان عید کروا دیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجمیر شریف سے آئے ہوئے اس کاغذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس تحریر پر مکرانہ میں عید کا اعلان کروانے والے امام کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

نقل تحریر اجمیر:

آج مورخہ ۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب روایت قدیم درگاہ کمیٹی کے دفتر میں رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا حسب سابق دو باشرع افراد کو جستجوئے چاند کے لیے تاراگڑھ بھیجا گیا، مطلع صاف نہ ہونے کی بنا پر چاند نظر نہیں آیا، مختلف مقامات پر رابطہ کیا گیا جس میں باڑمیر (لیمبا) کے قرب وجوار میں مختلف

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۴، ص:۵۳۵

لوگوں نے عینی طور پر چاند دیکھا۔ استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حاجی لعل محمد، سلیمان بھائی، نظام الدین اور مبین بھائی، مزید کٹیہار (بہار) سے سید قادری صاحب، مفتی مبشر رضا صاحب اور امبیڈکر نگر کے مفتی بدر عالم صاحب مزید الہٰ آباد سے نائب مفتی شفیق احمد صاحب سے بھی رابطہ ہوا۔ ان حضرات نے بھی چاند دیکھنے کا بیان بذریعہ فون دیا۔ مذکورہ صورت حال کے پیش نظر کل مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۴ء بروز منگل شوال کی یکم تاریخ ہوگی۔ چاند کمیٹی نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت و توثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ فقط

۷۸۶/۹۲

نقل تحریر مکرانہ:

شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عیدالفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چند ٹیلی فون کی خبروں کو خبر مستفیض قرار دینا تصریحات ائمہ دین اور ارشادات فقہائے شرع متین کے خلاف اور سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ اس "استفاضہ محدثہ مخترعہ" کا کتب فقہ میں دور دور تک کہیں کوئی نام و نشان نہیں ہے اسے "ایجاد بندہ" کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، شریعت مطہرہ میں دربارۂ ثبوت ہلال جسے استفاضہ یا خبر مستفیض کہا جاتا ہے اور ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ہے۔ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رویة اه"(۱)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ یا عید کی گئی"(۲)

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۲۰

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۴، ص:۵۸۶

ایک مقام پر فرماتے ہیں" یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے۔ استفاضہ کے جو معنی علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے۔ متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے"(۱)

اور فرماتے ہیں:

"بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں"(۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ استفاضہ کے لیے خبر دینے والوں کا آکر خبر دینا معتبر ہے جب کہ ٹیلی فون کی خبر کی صورت میں مخبرین نہیں آتے، صرف خبر آتی ہے تو اس ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ نہیں کہا جاسکتا ہے، چنانچہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

"ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے"(۳)

اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع تو صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی یہ ایک مجرد خبر ہے۔"(۴)

اور جب متعدد فونوں کی خبر شرعاً استفاضہ نہیں، تو ایسی خبر پر روزہ وعید کا اعلان بھی صحیح نہیں، لہٰذا جن لوگوں نے محض فون کی خبر پر اسے استفاضہ میں داخل کر کے اعلانِ عید الفطر کیا، انہوں نے غلط کیا، پھر اس فیصلے کی بنیاد پر شہر مکرانہ کے لیے جو تحریر بھیجی گئی وہ بھی غیر معتبر، ناقابل قبول اور فضول ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز وگناہ ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

"تار کی خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ مفصلۃ بما لا مزید علیہ اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۸

(۲) حوالہ سابق، ص: ۵۵۲

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۳

(۴) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱

ہوئی اور اشخاص مذکورین مرتکب گناہ ہوئے اگر چہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی اھ"(۱)

لہٰذا جس نے اس تحریر پر اعلان کیا کرایا سب توبہ کریں اور آئندہ ایسے غیر ذمہ دارانہ فعل سے اجتناب کریں،

اب ذرا دونوں تحریروں کا حال ملاحظہ ہو۔

"درگاہ کمیٹی درگاہ خواجہ صاحب اجمیر شریف کے پتے سے چھپے ہوئے لیٹر پیڈ پر تحریر کا آغاز اس جملہ سے ہے: "آج مورخہ ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب سابق دو باشرع افراد کو جستجوئے چاند کے لیے تاراگڑھ بھیجا گیا" ظاہر ہے کہ یہ تحریر ۲۹ ر رمضان المبارک کو بعد نماز مغرب ہی تیار کی گئی ہے اور وہ بھی لکھنے والوں کے گمان کے مطابق بطور استفاضہ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ کا چاند ثابت ہو جانے کے بعد کی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ غروب شمس کے بعد عربی تاریخ بدل جاتی ہے تو تحریر تیار کرنے کے وقت ۲۹ ر رمضان المبارک ہونا چاہیے۔ یا یکم شوال المکرم؟ یونہی وہ وقت بروز پیر ہوگا یا شب منگل؟ پھر دو باشرع افراد تو لکھا گیا لیکن نام و پتہ ندارد ہے، آگے لکھا گیا "استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا" "اناللّٰہ وانا الیہ راجعون"

آپ بتائیں! کیا کسی عالم دین واقف فقہ وفتاوی سے ایسی تحریر کی توقع ہے؟ استفاضہ پہلے مان لیا گیا پھر اس کے تحت بیان لیا گیا حالانکہ اگر بالفرض فون کی متعدد خبریں استفاضہ ہو بھی جائیں تو خبروں کے آنے کے بعد اسے استفاضہ مانا جائے گا اور یہاں پہلے ہی سے اس کے تحت بیان لیا جا رہا ہے۔ 'معاذ اللہ رب العالمین' پھر آگے لکھا ہے: "چاند کمیٹی نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت کی توثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا" گویا جن حضرات نے خبر دی وہ پہلے ہی سے ثقہ ہیں اور اب مذکورہ کمیٹی ان کی ثقاہت کی تائید و توثیق کرتی ہے، سبحان اللہ، کون ہیں حاجی محمد لعل محمد، کٹھار کے سید قادری صاحب؟ مجھ سے نہیں جو لوگ ایسی خبروں کو استفاضہ سمجھتے ہیں انہیں سے پوچھ لیا جائے کہ کیا دنیائے فقہ میں ایسی ثقاہت کی کوئی نظیر ہے؟ پھر تماشہ دیکھیں کہ ان مخبرین کی خبروں کی توثیق نہیں بلکہ خود ان مخبرین کی ثقاہت کی توثیق کرتے ہوئے فیصلہ کیا ہے۔ ثبوت ہلال کے حوالہ سے شاید دنیائے قضا کا یہ پہلا فیصلہ ہو۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون.

علاوہ ازیں یہ مکتوب ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے "کتاب القاضی الی القاضی" سے شمار ہو سکتا ہے تو کیا اس کے شرائط و معیار پر شرعی طریقہ سے اترتا ہے کسی عاقل مفتی سے پوچھ لیا جائے حقیقت واضح ہو جائے گی۔

غرض کہ یہ خط اصلا قابل اعتبار اور لائق عمل نہیں ہے۔

اب دوسری تحریر کا حال ملاحظہ ہو! انجمن اصلاح المسلمین (رجسٹرڈ) مکرانہ کے پتہ پر چھپے لیٹر پیڈ کا آغاز و

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۵۲۱

افتتاح ان جملوں سے ہے: ''شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عید الفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی''

غور فرمائیں ''شہادت پیش کی جاتی ہے'' کیا عالم شہادت میں اس عظیم شہادت کا کوئی درجہ ہو سکتا ہے؟ جس میں شہادت پر فائز ہونے والا ہی معدوم ہو، پھر یہاں بھی ۲۹ رمضان المبارک بروز پیر ہی سند حاصل ہوئی۔ افسوس! صد افسوس! قلت علم و ذلت علماء پر، اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے اور احکام شرعیہ پر عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اجمیر شریف سے آئی ہوئی اس تحریر کا شرعا کوئی اعتبار نہیں نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز جن لوگوں نے اس تحریر کی بنا پر عید کا اعلان کیا وہ گنہ گار ہیں اور شریعت کے معاملے میں بے جا جسارت کرنے والے ہیں، ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں اور دین کو تماشہ بنانے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۱۹ رذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

ہلال کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: از محمد قمر الدین رضوی چرکھوا سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

کتب فقہ میں جو رویت ہلال لکھا جاتا ہے تو ہلال کی تعریف کیا ہے اہل لغت واہل فقہ کی اصطلاح کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب

لفظ ہلال کا مادہ ہلّ ہے یہ باب نصَرَ کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ظاہر ہونا، خوش ہونا، شروع ہونا، چلانا، نیا چاند نکلنا ہے۔ المعجم الوسیط میں ہے:

''(ھل) الھلال ۔ ھلا: ظھرو. فلان فرح و الشھر ظھر ھلالہ وبدا رفع صوتہ اھ(۱)

(۱) المعجم الوسیط، ص: ۹۹۲

اہل ہیئت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل ہیئت اور ماہرین فلکیات کے نزدیک لفظ ہلال کا اطلاق صرف پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے بقیہ راتوں کے چاند کو قمر کے نام سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ مشہور ماہر فلکیات علامہ عبدالعلی برجندی نے اس کی صراحت فرمائی ہے کشاف اصطلاح الفنون میں ان کا قول بایں الفاظ منقول ہے:

"واھل الھیئۃ یریدون بالھلال مایری من المضی منہ اول لیلۃ صرح بذلک العلی البرجندی فی بعض تصانیفہ"(۱)

المنجد میں ہے:

"والھلال عند اھل الھیئۃ :مایری من القمر اول لیلۃ" (۲)

اہل لغت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل لغت کے نزدیک ہلال عموماً مہینے کی دو ابتدائی راتوں کے چاند کو کہا جاتا ہے مگر مہینے کی آخری راتوں میں سے ۲۶ / ۲۷ کی شب والے چاند کو بھی ہلال کہہ دیتے ہیں اسی طرح مہینے کی ابتدائی راتوں میں سے تین اور بقول بعض سات راتوں کے چاند کو بھی ہلال کا نام دیتے ہیں لسان العرب میں ہے:

"الھلال:غرۃ القمر حین یھلہ الناس فی غرۃ الشھر، وقیل :یسمی ھلالا للیلتین من الشھر ثم لایسمی بہ الی ان یعود فی الشھر الثانی وقیل :یسمی بہ ثلاث لیال ثم یسمی قمراً وقیل یسماہ حتی یحجر،

وقیل: یسمی ھلالاً الی ان یبھر ضوؤہ سوادالليل وھذالا یکون الا فی اللیۃ السابعۃ قال ابواسحق والذی عندی وماعلیہ الاکثران یسمی ھلالا ابن لیلتین فانہ فی الثالثۃ یتبین ضوءُہ والجمع أھِلّۃ"(۳)

المنجد میں ہے:

الھلال: غرۃ القمر ویسمی ھلالاً للیلتین من اول الشھر اوالی ثلاث لیال اوالی سبع

(۱)کشاف اصطلاحات الفنون، ج: ۲، ص:۱۵۳۴

(۲)المنجد، ص: ۸۷۰

(۳)لسان العرب ج:۱۱،ص:۷۰۲

وللیلتین من آخر الشهر ای ست وعشرین وسبع وعشرین وفی غیر ذلک هو القمر"(۱)

حجۃ الاسلام امام رازی جصاص قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وقد اختلف اهل اللغة فی الوقت الذی یسمی هلالاً فمنهم من قال یسمی هلالاً للیلتین من الشهر ومنهم من قال یسمی لثلاث لیال ثم یسمی قمراً وقال الاصمعی یسمی هلالاً حتی، یحجرو تحجیره ان یستدیر، بخطة دقیقة ومنهم من یقول یسمی هلالاً حتی یبهر ضوء ه سواد اللیل فاذا غلب ضوء ه سمی قمراً قالو وهذا لا یکون الا فی اللیلة السابعة وقال الزجاج الا کثر یسمونه هلا لابن لیلتین"(۲)

اہل شرع کے نزدیک ہلال کا معنی

فقیر کی فہم ناقص کے مطابق شرعاً ہلال کا اطلاق مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند پر ہوتا ہے چنانچہ ابھی لسان العرب سے گذرا کہ:

"قال ابو اسحق والذی عندی وماعلیه الاکثران یسمی هلالا ابن لیلتین فانه فی الثالثة تبین ضوء ه(۳)

اور علامہ ابن عربی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"قال الزجاج الا کثر یسمونه هلالا لا بن لیلتین"(۴)

اور کلمات قرآن کی تشریح وتوضیح میں قول فیصل کا درجہ رکھنے والے امام راغب اصفہانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"الهلال: القمر فی اول لیلة والثانیة ثم یقال له القمر ولا یقال له هلال وجمعه اهلة"(۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل شرع کے نزدیک مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں بقیہ راتوں کے چاند کو ہلال نہیں کہتے بلکہ قمر اور بدر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ماقبل کی تفصیلات سے بھی واضح ہوگیا کہ اہل شرع اور اہل ہیئت دونوں اس پر متفق ہیں کہ مہینہ کی ابتدائی راتوں کے چاند کو ہی ہلال کہا جائے گا البتہ اہل ہیئت صرف پہلی رات

---

(۱) المنجد، ص: ۸۷۰، ب(۵)۲ (هل)

(۲) احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۲۵۴

(۳) لسان العرب، ج: ۱۱، ص: ۷۰۲

(۴) تفسیر احکام القرآن لابن عربی، ج: ۱، ص: ۹۹

(۵) المفردات للامام راغب الاصفهانی، ص: ۵۴۲

کے چاند کو اور اہل شرع پہلی اور دوسری دونوں راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی
۲۹ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

کیا ٹی وی پر رویت ہلال معتبر ہے

مسئلہ: از محمد شکر اللہ قادری، لال گنج ضلع بستی۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل سائنس کا کہنا ہے کہ ہم آلات جدیدہ کے ذریعہ انتیس تاریخ کو ہی چاند دیکھ سکتے ہیں اور اسے ٹی وی پر دکھا سکتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر سٹیلائٹ کے ذریعہ چاند کی تصویر لے کر ٹی وی پر دکھا دی جائے تو اس سے ثبوت رویت ہلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

شریعت مطہرہ نے صوم و افطار کا مدار حقیقۃً ثبوت رویت ہلال پر رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"صوموا لرويته وافطروا لرويته(۱)

اور اگر ابر و باد، گرد و غبار اور کسی عارضی سبب سے رویت نہ ہوسکے تو تیس کی گنتی پوری کر کے اگلے ماہ کا آغاز معتبر قرار دیا ہے حدیث شریف میں ہے۔

"فان غم عليكم فاقدروا الثلثين"(۲)

رویت ہلال کے تعلق سے اہل ہیئت کا قول شرعاً غیر معتبر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اول بعض علماء شافعیہ و بعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہوسکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب ان کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۴۷
(۲) حوالہ سابق

مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگر چہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر وعدم لحاظ کی تصریح فرما چکے پھر اب اس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالا جماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسہ"(۱)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"ذکر فی التھذیب فی کتاب الصوم یجب صوم رمضان برویۃ الھلال أوبا ستکمال شعبان ثلاثین ولایجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الافطار."(۲)

ان اقوال وعبارات سے واضح ہوا کہ صوم وافطار کا حکم ہیئت وسائنس کے اصولوں پر نہیں بلکہ شرع کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اب اگر اہل سائنس ٹی وی چینل پر چاند کا مشاہدہ کرائیں تو کئی وجہوں سے یہ مشاہدہ شرعاً غیر معتبر ہوگا اور اس مشاہدہ کو رویت ہلال شرعی ہرگز نہیں کہا جائے گا۔

اولاً: باب ہلال میں اہل ہیئت کی بات کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

ثانیاً: یہ کیا ضروری ہے کہ ٹی وی پر جس چاند کا مشاہدہ کرا رہے ہیں وہ اسی مہینے کا ہو کسی بھی مہینے کا ہوسکتا ہے کیونکہ آلات میں کسی چاند کا عکس محفوظ کر کے جب چاہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

ثالثاً: فقہائے کرام نے ثبوت ہلال کے جو طریقے ذکر فرمائے ہیں ان میں سے کسی بھی طریقہ میں یہ نہیں آتا ہے۔

رابعاً: یہ بالبداہت معلوم ہے کہ ٹی وی چینل پر دیکھا جانے والا چاند اصل نہیں بلکہ اصل چاند کا عکس ہے اور فقہا بالتصریح فرماتے ہیں کہ عکس ہلال کی رویت غیر معتبر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"ورویۃ الھلال بعد الغروب لا بواسطۃ نحو مرأۃ أی کالماء والبلور الذی یقرب البعید و یکبر الصغیر فی النظر"(۳)

لہٰذا سٹیلائٹ کے ذریعہ ٹی وی چینل پر ہلال کے عکس کا مشاہدہ شرعاً رویت ہلال ہرگز نہیں ہے نہ ہی اسے رویت ہلال کے حکم میں مانا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۵۵۸

(۲) الفتاوی التتارخانیہ ج:۲، ص:۳۵۷

(۳) تحفۃ المحتاج، بشرح المنھاج، ج:۳، ص:۳۷۲

ثبوت ہلال کے لیے ہر جگہ شہادت درکار نہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری پرسامیر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ۲۹ رمضان المبارک کو مہراج گنج میں چاند کی رویت ہوئی مگر مہراج گنج کے بیشتر علاقہ میں چاند نہیں دیکھا گیا تو کیا مہراج گنج کے اعلان پر دیگر مقامات کے لوگ عید منا سکتے ہیں یا ہر جگہ کے لیے تحریری شہادت کی ضرورت ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مہراج گنج کے ذمہ دار قاضی شرع یا کسی مستند ومعتبر سب سے بڑے عالم دین نے ثبوت ہلال کے بعد اس کا اعلان کیا یا کسی معتبر رویت ہلال کمیٹی کا اعلان ہوا تو مہراج گنج ضلع کے لوگوں کا اس اعلان پر عید کرنا جائز ہے۔ ضلع کے ہر مقام وموضع کے لیے شہادت ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ شہر کے قاضی شرع یا اعلم علماے بلد کا اعلان اس کے پورے ضلع کے لیے کافی ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائباً عن المصر کاهل القریٰ ونحوها" (۱)

مرکز اہل سنت بریلی شریف میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا اعلان پورے ضلع میں کافی مانا جاتا تھا اور ہنوز اسی پر عمل ہے جس کی تفصیل ماہنامہ اشرفیہ میں مرقوم ہے۔(۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثبوت شرعی کے بعد اگر کسی معتبر قاضی یا مفتی یا رویت ہلال کمیٹی نے چاند کا اعلان کیا تو پورے ضلع کے لیے وہ اعلان کافی ہے۔ ہر آدمی کے لیے شہادت درکار نہیں۔ هذا ماعندی واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رصفر المظفر ۱۴۲۷ھ

---

(۱) منحة الخالق علی البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۲۷۰

(۲) ماهنامه اشرفیه مبارکپور، ص: ۱۹ نومبر ۲۰۰۵ء

کیا ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت ہوسکتا ہے؟

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی، دار العلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جاجمئو کانپور یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) آج کل لیپ ٹاپ میں انٹرنیٹ سے کنکشن جوڑ کر آمنے سامنے گفتگو ہوتی ہے اس میں رویت ہلال سے متعلق متعدد باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی جماعت اگر خبر دے کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا ہے، اس صورت میں وہ خبر مستفیض ہوکر شرعا قابل قبول ہے یا نہیں؟ یا ہم سے چند باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں نے گواہی دے کر ہمیں گواہ بنایا ہے۔ اب ہم رویت ہلال کی گواہی دے رہے ہیں، اس صورت میں وہ گواہی شہادت شرعیہ ہے یا نہیں؟

فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھابؒ:

(۱) استفاضہ کا لغوی معنی مشہور ہونا اور پھیلنا ہوتا ہے۔ چنانچہ المعجم الوسیط میں ہے "استفاض الخبر انتشر"(۱)

اور دربارۂ ثبوت رویت ہلال فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ کہتے ہیں کہ کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے پھر وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب بیک زبان یہ خبر دیں کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے یا عید کی نماز ادا کی۔ چنانچہ عالم اجل شیخ مصطفیٰ رحمتی قدس سرہ کے حوالہ سے علامہ ابن عابدین شامی ارشاد فرماتے ہیں

"معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ۔"(۲)

اور مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں "استفاضہ" یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔"(۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

(۱) المعجم الوسیط، ص: ۷۰۸

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص: ۳۵۹

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

''کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزہ شروع کئے۔ یوں یہاں والوں کے لئے بھی ثبوت ہوگیا۔''(۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان تحقق استفاضہ کی ایک اور صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہراً اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضروری نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے۔''(۲)

استفاضہ کی مذکورہ تعریفات میں تمام فقہائے کرام نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنے کی قید لگائی ہے بلکہ متعدد مقامات پر بصراحت مذکور ہے کہ تحقق استفاضہ کے لئے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

''اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التى لم يثبت بها لامجرد الاستفاضة'' (۳)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ''بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اس کا معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ در گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں''(۴)

ایک مقام پر فرماتے ہیں'' بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں۔ جو بالاتفاق وہ خبر دیں۔''(۵)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ فقہائے اسلام نے رویت ہلال کے سلسلہ میں جس استفاضہ کو معتبر قرار دیا ہے اس میں محض خبر دینا نہیں بتایا بلکہ متعدد جماعتوں کے آنے کی تصریح فرمائی ہے اور ایک ادنی طالب فقہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف جانے میں کتنی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے تصریحات فقہیہ کے پیش نظر یہ امر طے ہے کہ محض ٹیلی فون کے ذریعہ کسی ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر دینے کو استفاضہ نہیں مانا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرع کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۳
(۳) منحة الخالق حاشیہ البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۲۷۰
(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲
(۵) الفتاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

''علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:'' لو سمع من وراء الحجاب لايسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذا النغمة تشبه النغمة۔''(۱)

اس لئے بھی ٹیلی فون اور موبائل سے ثبوت رویت ہلال نہیں ہو سکتا ہے اور رہا یہ شبہ کہ باتصویر لیپ ٹاپ وموبائل کے ذریعہ بولنے والے آمنے سامنے گفتگو کرتے ہیں تو اب آڑ سے آواز مسموع نہیں ہو رہی ہے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہیں لہٰذا اسے معتبر ہونا چاہئے، اس شبہ کا ازالہ مشاہدہ سے ہی ہو جاتا ہے۔ آج ہزاروں معاملات میں دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ آواز کسی اور کی ہوتی ہے اور اسکرین اور پردے پر بظاہر بولتا کوئی اور نظر آتا ہے اور یہ اندیشہ ہر جگہ موجود ہے تو لیپ ٹاپ وغیرہ میں دیکھی اور سنی جانے والی تصویر وآواز میں بھی یہ احتمال موجود ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس طرح فقہائے کرام نے خط کے بارے میں نادر شبہ کا بھی اعتبار فرما کر اسے احکام میں نامعتبر ٹھہرایا اور علت اشتباہ ابتدائے کلام میں اس کی طرف لفظ ''قد'' کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے یہ بتائی۔ ''ان الكتاب قد يفتعل ويزور والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم.''

اور جب اس طرح کے لیپ ٹاپ وغیرہ کے ذریعہ موصول ہونے والی خبر، خبر مستفیض نہیں ہو سکتی ہے، تو اس طریقہ پر شہادت کو شرعی شہادت بھی نہیں مانا جا سکتا ہے کہ شہادت میں مجلس قضا میں آکر گواہی دینا لازم ہے، درمختار میں ہے۔

''الشهادة اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء''(۲)

بعض حضرات اس مقام پر خبر مستفیض اور خبر متواتر میں فرق کر کے ٹیلی فون کی خبر کو مستفیض کہتے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ خبر دینے والوں کے لئے آنے کی شرط متواتر میں ہے، مستفیض میں نہیں، مستفیض میں چھ یا نو افراد کی محض خبر کافی ہے مگر یہ بات قطعاً ناقابل قبول اور تصریحات فقہاء کے خلاف ہے، کیونکہ ائمہ حنفیہ نے رویت ہلال کے ثبوت میں جس خبر مستفیض کا ذکر فرمایا ہے اس خبر مستفیض کو خبر متواتر ہی فرمایا ہے نہ کہ اس سے وہ خبر مشہور مراد لی ہے جس میں افراد کے تعین کا لحاظ ہوتا ہے۔ چنانچہ منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق میں ہے ''اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين'' اھ(۳)

اور تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے:

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۴، ص:۵۲۴

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۳۶۹

(۳) منحۃ الخالق، ج:۲، ص:۲۷۰

"لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر" اھ(۱)

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے"جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے ان کی رویت کی ناقابل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی، اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر ہی قائم مقام شہادت ہے بلکہ اس سے قوی ہے۔"(۲)

ان روشن تصریحات سے مثل آفتاب واضح ہوگیا کہ دربارہ ثبوت رویت ہلال جس خبر مستفیض کو معتبر فرمایا گیا ہے وہ خبر متواتر ہے اور متواتر کے تحقق کے لئے درگروہ گروہ آنا حسب تصریحات فقہا لازم ہے تو ٹیلی فون وموبائل اور انٹرنیٹ جیسے ذرائع سے استفاضہ نہیں ہوسکتا ہے، نہ ہی اس پر ادائے شہادت شرعیہ ہوسکتی ہے۔ آخر میں ماضی قریب کے دو عظیم فقیہ اور اہل سنت وجماعت کے مسلم وبزرگ پیشوا حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کی چشم کشا تحریر حاضر ہے۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ٹیلی فون سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا

"ٹیلی فون اور ریڈیو کی خبریں اس باب میں ناقابل اعتبار ہیں کہ ان سے کسی چیز کا ثبوت شرعی نہیں ہوتا، ایسی خبروں سے نہ روزہ رکھا جائے گا نہ عید کی جائے گی۔"(۳)

اسی میں آگے فرماتے ہیں:"ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔"(۴)

اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لئے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر یہاں متفقہ بیان دینا ضروری ہے، جبکہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یہ ایک مجرد خبر ہے۔"(۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ باتصویر ذرائع سے خبر دینے کی صورت میں بھی فون وموبائل سے خبر مستفیض یا شہادت متحقق نہیں ہوسکتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کا اس موضوع پر لاجواب رسالہ "جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت رویت ہلال" مطالعہ کریں۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵؍شعبان ۱۴۳۴ھ

---

(۱) تنبیہ الغافل والوسنان، ج: ۱، ص: ۲۵۲ (۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۳

(۳) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۴ (۴) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۴

(۵) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱

ٹیلی فونک استفاضہ کی تحقیق کامل فقہی جزئیات کی روشنی میں

مسئلہ از: محمد جعفر قادری، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض حضرات ٹیلی فون کے ذریعہ متعدد خبریں مل جانے کو "استفاضہ" قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں چند بنیادی اور تحقیقی سوالات حاضر ہیں جوابات سے نوازیں کرم ہوگا۔

(۱) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اور دیگر فقہائے اہل سنت نے دربارۂ ثبوت ہلال ٹیلی فون کی خبر کو کس علت کے پیش نظر غیر معتبر مانا؟

(۲) آج بھی وہ علت موجود ہے یا نہیں؟

(۳) استفاضہ کی تعریف میں، تغییر وتبدیل یا تعمیم وتقیید اور نصوص فقہاء اور مصطلحات فقہیہ کی تبدیل کا اختیار آج کسی فقیہ ومفتی یا کسی مجلس کو حاصل ہے یا نہیں اور ان کی تبدیلی معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۴) تحقق استفاضہ کے لیے محض جزوں کا آنا معتبر ہے؟ یا مخبرین کا آنا بھی درکا ہے؟ جزئیات فقہیہ اور اقوال ائمہ دین سے کیا ثابت ہے؟

(۵) استفاضہ فقہیہ، خبر متواتر کا مترادف ہے یا اس سے الگ ہے؟

(۶) فنی اور شرعی اعتبار سے موبائل سے ملنے والی خبر، خبر متصل ہے یا منقطع؟

(۷) ٹیلی فون وموبائل سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نیٹ کے ذریعہ ٹیلی فون کی ایجاد کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی یورپین نے ۱۸۷۶ء میں اسے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی بار ۱۹۰۲ء کے قریب اس کا داخلہ وائرلس کے ساتھ ہوا پھر ۱۹۰۹ء میں بیٹری والا فون آیا لوگ اس ایجاد نو سے فائدہ اٹھانے لگے اور معاملات ومعمولات میں وہ اس طرح داخل ہوا کہ آج شاید کوئی آبادی ایسی ہو جو اس چشمہ سے سیراب نہ ہوتی ہو، رفتار زمانہ ایسی بڑھی کہ ٹیلی فون کے بعد سن ۱۹۷۳ء میں موبائل کو کسی امریکی نے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی مرتبہ دہلی کی سرزمین پر ۱۹۹۷ء میں قدم رکھا اور آج ہر گھر بلکہ ہر فرد اس کا ضرورت مند نظر آتا ہے۔

مسلمان ہزار بے عملی کے باوجود شرعی امور میں اپنے علماء کی طرف آج بھی رجوع کرتے ہیں اور ماضی میں بھی یہی صورت حال تھی بلکہ اس سے بھی بہتر تھی جب اس ایجاد نو سے شرعی معاملات میں استفادہ کی بات آئی تو لوگوں نے علمائے حق سے حقیقت حال جاننی چاہی اور وقت کے مرجع انام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں سوال بھیجا۔ فتاوی رضویہ میں ٹیلی فون سے متعلق میری نظر میں تین استفتے گزرے جن میں پہلا استفتا شہر رامپور سے چار ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں اور دوسرا استفتاء گونڈل کاٹھیاواڑ گجرات سے ۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں اور تیسرا استفتاء حیدرآباد دکن سے ۱۶؍رمضان ۱۳۳۳ھ میں آیا یہ سوالات مع جوابات فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سو ستائیس (۵۲۷) سے لے کر صفحہ پانچ سو انتیس (۵۲۹) تک میں مرقوم ہیں۔ پہلا اور دوسرا فتویٰ تفصیلی اور تیسرا مختصر ہے اور تینوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ٹیلی فون کی خبر دربارۂ ثبوت ہلال غیر معتبر ہے۔

پہلا استفتاء مع جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹؍تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰؍کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی اصلا قابل لحاظ نہیں ہوسکتی تار کی سخت بے اعتباری میں اس فقیر کا فتویٰ مفصلہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بھی بہت گری ہوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا تو ضروری ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں ہدایہ میں ہے "الخط یشبہ الخط" تو شرعا تار پر عمل کرنا کیوں کر ممکن یوں ہی ٹیلی فون کہ اس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوی عالمگیری میں ہے۔

لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشهد لاحتمال ان یکون غیره اذ النغمة تشبه النغمه الخ۔

وصورة الثنیا التی ذکره لا تحقق لها فیما نحن فیه کما لا یخفی واللّٰه تعالیٰ اعلم(۱)

دوسرے استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہنچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے"(۲)

جملہ فقہائے اہل سنت کا ابھی تک یہی موقف چلا آرہا ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوسکتا حتی کہ عصر حاضر کے نامور علماء کرام ومشائخ عظام کے مسلم بزرگ واستاذ مفتی عبدالمنان صاحب علیہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج:۴، ص:۵۲۷

(۲) الفتاوی الرضویہ ج:۴، ص:۵۲۹

الرحمۃ (متوفی ۲۰۱۲ء) ایک مقام پر لکھتے ہیں۔
''تار، خط، ٹیلی فون وغیرہ کی خبر سے چاند ثابت نہیں ہوتا جن لوگوں نے اس کی خبر پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑا ان پر قضا واجب ہے''(۱)

اس فتویٰ پر جامع معقول ومنقول علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ کا دستخط بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ جتنے معتمد مفتیان کرام کے فتاویٰ میری نظر سے گزرے سب نے بیک قلم یہی تحریر فرمایا کہ ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت نہیں ہوسکتا ہے اور عدم اعتبار کی علت یہ بیان فرمائی کہ ''اس میں آواز آڑ اور پس پردہ سے سنائی دیتی ہے جو شرعی امور میں غیر معتبر ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل کل جس کام کے لیے استعمال ہوتا تھا آج بھی اس سے وہی کام لیا جاتا ہے اور دربارۂ ثبوت ہلال کل جس علت کے پیش نظر ٹیلی فون کی خبریں غیر معتبر تھیں وہی حکم آج بھی رہے گا کہ دور دراز مقامات سے خبر دینے کی صورت میں آج کل بھی آواز آڑ اور پردہ کے پیچھے سے سنی جائے گی جس کا امور شرعیہ میں اعتبار نہیں ہے لہٰذا غیر معتبر ہونے کی علت آج بھی موجود ہے لہٰذا جو حکم کل تھا وہی حکم اب بھی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مصطلحات فقہیہ اور نصوص کتاب وسنت کے معانی اور مفاہیم کا معاملہ یہ ہے کہ جس کلمہ کا جو معنی عوام وخواص میں رائج ہو اور شریعت نے اس سے ہٹ کر اس کا کوئی معنی نہ بتایا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے جسے ''عرف عام'' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اسی طرح جو عرف معاشرہ میں پہلے ہی سے پایا جاتا ہو اور اس عرف پر مبنی قول یا فعل کے وجود میں آنے تک وہ عرف قائم ہو تو بھی کلمہ کا معنی اسی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے لیا جائے گا۔

اور اگر کلمات کے ورود اور الفاظ کے تکلم کے بعد کوئی عرف وجود میں آئے تو وہ معتبر نہ ہوگا اور لفظ کا معنی متعین کرنے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا چنانچہ ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے۔

''العرف الذی تحمل علیه الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتأخر ولذ اقالوا لا عبرة بالعرف الطارئ''اھ(۲)

اور اگر شرع نے کسی کلمہ کا معنی متعین کر دیا ہو تو اگر عرف اسی کا موید ہو تو اس عرف کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر عرف اس تشریح شرع کا معارض ہو تو اب وہ غیر معتبر ہوگا اور شرع سے جو معنی منقول ہے وہی معنی معتبر ہوگا میری اس

---

(۱) فتاوی بحر العلوم ج:۲، ص:۲۵

(۲) الاشباہ مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

تفصیل پر روشنی مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے درج ذیل ارشاد سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ رقمطراز ہیں:

''حق ناصح یہ ہے کہ مصر وقریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوٰۃ وزکوٰۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جملہ فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع علیہ السلام سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت ومنقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انہیں معانی معروفۂ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط ومدار احکام ومقصود ومراد شرع نہیں ہو سکتی محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

"واعلم ان من الشارحين من يعبر هٰذا يتفسيره شرعاً ويجب ان يزاد عرف اهل الشرع وهو مع اصطلاح الذى عبرنا به لا ان الشارع صلى الله عليه وسلم نقله فانه لم يثبت وانما تكلم به الشارع على وفق اللغة"

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر ومصر ومدینہ اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے محلے متعدد دائمی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں عادتاً اس میں کوئی حکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ وموضع وگاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد ومدار احکام جمعہ وغیرہ میں ہے ولہٰذا ہمارے امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی''(۱)

میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت میں فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ایک کلمہ ''خاتم النبیین'' اور دوسرا ''کلمہ خلیفہ'' کو درج کرتا ہوں کلمہ ''خاتم النبیین'' کا معنی شرع مطہر نے متعین کر دیا اور حدیث واجماع امت سے اس کا یہ مطلب واضح ہو چکا کہ ''خاتم النبیین'' بمعنی ''آخر النبیین'' ہے اب اگر کوئی شخص اس متعین اور مصرح معنی میں کسی طرح کی تاویل وتخصیص کرے تو وہ اصلاً معتبر نہ ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

آیت کریمہ (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) وہ حدیث متواتر سے تمام امت مرحومہ سے سلفاو خلفا یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملی محال ہے۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ ج:۳، ص:۱۷

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب ''الاقتصاد'' میں فرماتے ہیں۔

"ان الامة فهمـن من هذا للفظ انه افهم عدم نبی بعده امداو عدم رسول بعده ابدا و انه لیس تاویل وتخصیص" اھ(۱)

اسی طرح لفظ خلیفہ اصطلاح اہل شرع میں ایک مخصوص مفہوم کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اگر وہ کسی اور معنی میں استعمال ہو کر اس کے اصل معنی کے احکام نافذ کیے جائیں تو قطعاً غیر معتبر ہوگا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

''خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔''(۲)

اسی میں آگے فرماتے ہیں۔

''جس کے نام کے آگے سلطان لگاتے ہیں اس کو خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے اسی کے لیے قرشیت وغیرہ سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے اور نہ اصطلاح شرع کا منافی الخ۔(۳)

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصطلحات شرعیہ اور نصوص فقہیہ کے جو معانی و مفاہیم من جانب شرع مشرح و متعین کر دیے گئے ہیں کسی کو ان میں ترمیم و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر بالفرض آج ان اصطلاحات و نصوص میں ترمیم و تنسیخ کا حق دے دیا جائے تو احکام شرعیہ کا کیا حشر ہوگا۔

اس کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(الف) ائمہ حنفیہ نے بیع کی تعریف "مبادلة المال بالمال بتراضی الطرفین" کی ہے اور مال کی تعریف میں فرمایا کہ "ما یمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره عند الحاجة" لفظ ادخار کے پیش نظر ظاہر الروایۃ کے مطابق مال کے لیے مادی ہونا شرط ہے اسی لیے حقوق اور غیر مادی اشیاء کی بیع کو فقہائے کرام نے ناجائز فرمایا ہے۔

اب اگر کوئی بیع کی تعریف "مبادلة المال بالمال" کی بجائے "مبادلة الشئی بالشئی" کرے اور کہے کہ حقوق بھی شئی ہیں لاشی نہیں تو ان کی بھی بیع جائز ہے یا کہے کہ مال کی تعریف میں "ویمکن ادخاره عند الحاجة" میں ادخارہ سے مطالبہ عند الحاجۃ مراد ہے اور حقوق کا بھی مطالبہ ہوتا ہے لہٰذا ان کی بیع درست ہے چونکہ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، م، ج:۱۴، ص:۱۸۶

(۲) الفتاوی الرضویہ، م، ج:۱۴، ص ۱۸۶

(۳) الفتاوی الرضویہ، م، ج۱۴، ص:۱۸۶

زمانہ قدیم میں صرف مادی چیزوں کو مال سمجھا جاتا تھا تو مادی کی قید لگائی اور اب غیر مادی اشیاء کی بھی بیع کا رواج ہو چکا ہے لہٰذا بیع اور مال کی تعریف عرف حادث اور جدید تقاضے کے پیش نظر ہوگی۔

(ب) عامل کی تعریف کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا "العامل ما نصبه الامام لتحصيل الصدقات" یعنی عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے تحصیل صدقات پر متعین فرمایا ہو۔ اب مدارس کے سفرا حضرات فرمانے لگیں کہ ماضی میں تحصیل صدقات پر امیر ہی کی جانب سے تقرر ہوتا تھا اس لیے "الامام" کی قید لگی مگر آج تحصیل صدقات کے لیے ناظم و منیجر حضرات بھی لوگوں کو مقرر کرتے ہیں لہٰذا اب عامل اسے کہا جائے گا جسے ناظم ادارہ نے بھی تحصیل صدقات پر مقرر کیا ہو اور پھر اسی لحاظ سے وہ عامل کے حکم میں ہو کر مال زکوٰۃ بے حیلہ شرعیہ اپنی ضرورت کے لیے خرچ کرنے لگے۔

اسی طرح دیگر نصوص و اصطلاحات کا حال بھی سمجھ لیں۔

اس لیے آج کسی بھی فقیہ و مفتی اور مجلس کو ان میں تغییر و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور جس کلمہ کا معنی شرع کی جانب سے معلوم ہو گیا اسی کا اعتبار کرنا لازم ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ حلیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

"الاصل ان يعتبر في الاسماء الشرعيه ما ينشئ عنه من المعاني" (۱)

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہیں۔ اور ٹیلی فون و موبائل سے استفاضہ کا تحقق ماننے والوں میں سے مفتی محمد نظام الدین صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں۔

"قرآن حکیم کی آیات اور دوسرے نصوص شرع کا معنی کیا ہے؟ اس کی تعیین آج کل کے لوگوں کے عرف سے نہیں ہوگی بلکہ عربی زبان میں ان کا جو لغوی معنی ہے وہ مراد ہوگا اگر آیات و احادیث و نصوص فقہاء کے معانی لغات عرب سے صرف نظر کر کے عرف ناس سے متعین کئے جائیں تو پھر دین کا خدا حافظ۔"

سد الفرار کی منقولہ عبارتوں میں عرف سے مراد عرف لفظی ہے کہ عرف ناس سے الفاظ کے معانی کا ادلنا بدلنا خاص کا عام ہونا یا عام کا خاص ہونا یا مطلق کا مقید ہونا ان کے اپنے محاورات و معاملات میں معتبر ہے کہ لفظ بھی ان کا اور عرف بھی ان کا۔

مگر قرآن و حدیث و فقہ میں وارد الفاظ و نصوص ان کے نہیں نہ وہ متکلم کے مقصود سے آگاہ تو وہاں ان کا عرف بھی معتبر نہ ہوگا یعنی ان کے عرف کی وجہ سے نصوص شریعت کے معانی و مفاہیم میں کوئی رد و بدل نہ ہوگا یہ بات عین قرین عقل و قیاس ہے۔" (۲)

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج:۳، ص:۵۷۲

(۲) سات معیاری اصول ص:۲۷۶، ۲۷۷

خلاصۂ کلام یہ کہ نصوص فقہا و مصطلحات شرعیہ کے جو معانی ائمہ دین نے بیان کردیے وہی معتبر ہیں ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کا حق آج کسی کو نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

فقہائے کرام نے دربارۂ ثبوت ہلال استفاضہ کو بھی طرق موجبہ میں ذکر فرمایا ہے اور استفاضہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن الرویة لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعها اه(۱)

اسی میں آگے تحریر فرماتے ہیں۔

قلت وهو کلام حسن ویغیر الیه قول الذخیرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بجزاء الشیوع۔(۲)

سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب الصوم میں متعدد مقامات پر استفاضہ کی تشریح فرمائی اور تحقق استفاضہ کی دو صورت ذکر کی اور دونوں صورتوں میں بصراحۃ بیان فرمایا کہ تحقق استفاضہ کے لیے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں۔

''استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ یا عید کی گئی'' الخ (۳)

آگے فرماتے ہیں:

''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے'' الخ (۴)

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے استفاضہ کے معنی جو علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور ایک زبان بیان کرنا چاہیے'' (۵)

اور فرماتے ہیں:

''بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں'' (الخ (۶)

---

(۱) ردالمحتار ج:۳، ص:۳۲۱ (۲) ردالمحتار ج:۳، ص ۳۲۱
(۳) الفتاوی الرضویہ ج:۴، ص:۲۵۲ (۴) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص:۵۵۲
(۵) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص: ۵۵ (۶) الفتاوی الرضویہ ج:۴: ص:۵۵۲

فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے یوں یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا"

یہ عبارتیں ان کے نظریے کے تاج محل کو منہدم کرتی نظر آ رہی ہیں جو لوگ فقہی اصطلاحات میں تبدیلی کر کے ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ میں داخل کرتے ہیں۔ اور ہم پہلے ثابت کر آئے کہ نصوص فقہاء کے جو معانی و مفاہیم متعین و مصرح ہو گئے ان میں آج کسی کو تبدیل کا یا تعمیم و تقیید کا کوئی حق نہیں ہے ورنہ دین کا خدا حافظ۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ماضی میں خبریں پہنچانے کے لیے علاوہ اس کے کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ آدمی جا کر خبر دے اس لیے فقہائے کرام نے مخبرین کے آنے کا ذکر کیا اور آج خبر رسانی کے لیے ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ بغیر آئے بھی خبر دی جا سکتی ہے تو آج بھی مخبرین کے آ کر خبر دینے کی قید لگانا بے معنی بات ہے۔

مگر میرے نزدیک ان کی اس بات کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے کیوں کہ جدید ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی فون سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دور میں ایجاد ہو چکا تھا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر رسانی بغیر مخبر کے گئے ہوئے اس وقت بھی ہوتی تھی اور پھر بعد کے ادوار میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے لے کر حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ تک ٹیلی فون اور موبائل گھر گھر پہنچ چکے تھے مگر ان حضرات میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ ان جدید ذرائع سے استفاضہ کو متحقق مانیں بلکہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ ہی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جا سکتا ہے نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جا سکتا ہے۔(۱)

اور حضرت مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر تعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آ کر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہو گی یہ ایک مجرد خبر ہے۔"(۲)

ان عبارات سے ادنیٰ تامل بلکہ بلا تامل یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبر آنا کافی نہیں بلکہ اس میں مخبرین کا آ کر گروہ در گروہ خبر دینے کا اعتبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی الامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۹۴

(۲) فتاوی بحر العلوم ج: ۲، ص: ۲۴۱

(۵) کتب فقہ وفتاوی میں استفاضہ کو جا بجا تواتر اور التواتر سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين اھ(۱)

اور تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة لغة بمنزلة الخبر المتواتر.(۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے''(۳)

اسی میں ہے شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔(۴)

ملک العلماء علامہ ظفر الدین قدس سرہ نے علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''یستفیض الخبر یعنی متواتر خبر آئے۔(۵)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے۔

''اور خبر استفاضہ متعدد جماعتوں کی وہ متواتر خبریں جن کے جھوٹ پر متفق ہو جانے کو عقل جائز نہ کہے''(۶)

اسی میں ہے:''یہ دونوں خبریں استفاضہ کہلاتی ہیں جو خبر متواتر کے حکم میں ہے''(۷)

ان عبارات سے واضح ہے کہ استفاضہ فقہیہ خبر متواتر کے ہم معنی ہے تو جو حیثیت خبر متواتر کی ہے وہی استفاضہ کی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ٹیلی فون سے ملنے والی خبر متصل ہے یا منقطع حضور سیدی تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے ایک خطبۂ صدارت میں اسے خبر منقطع قرار دیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اب تک کی گفتگو سے مانند آفتاب روشن ہو چکا کہ استفاضہ ایک خالص شرعی وفقہی اصطلاح ہے لہٰذا جب تک اس مفہوم مصطلح کا صحیح مصداق متحقق نہ ہوگا استفاضہ قطعاً صادق نہ آئے گا اور ظاہر ہے کہ ٹیلی فون وموبائل سے موصول خبر پر کسی طور سے وہ معنی صادق نہیں آرہا ہے لہٰذا ان ذرائع سے استفاضہ متحقق نہیں ہو سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مورخہ ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد یوپی میں مفتیان کرام اور محققین اسلام کا ایک عظیم فقہی سمینار منعقد ہوا جس میں جماعت اہل سنت کے علما ومشائخ اور محققین کرام نے یہ فیصلہ کیا:

---

(۱) منحة الخالق حاشیه البحر الرائق ۲/ ۲۷۰
(۲) تنبیه الغافل والوسنان ج:۱، ص:۲۵۲
(۳) الفتاوی الرضویه ج:۴، ص:۵۵۴
(۴) الفتاوی الرضویه ج:۴، ص:۵۵۳
(۵) فتاوی ملک العلماء ص:۱۶۵
(۶) الفتاوی الامجدیه
(۷) الفتاوی الامجدیه

فیصلہ شرعیہ متعلق بہ استفاضہ

(۱) جملہ مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دربارۂ ثبوت ہلال ٹیلیفون کے غیر معتبر ہونے کی علت پس پردہ آواز کا مسموع ہونا اور اشتباہ صوت ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ٹیلیفون کی خبر کے بارے میں فرمایا۔ ''ٹیلیفون کرنے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔''(۱)

(۲) جملہ مندوبین اس بات پر متفق ہیں کہ آج بھی وہ علت عدم اعتبار یعنی پس پردہ سے آواز کا سننا اور اشتباہ متحقق ہے بلکہ ماضی کی بہ نسبت آج جعل وتزویر اور اشتباہ صوت زیادہ ہے۔(۲)

(۳) مصطلحات ونصوص فقہاء اور استفاضہ کی مصرح تعریف میں تغییر وتبدیل یا تعمیم وتقیید کا حق آج کسی کو نہیں۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

''العرف الذی تحمل علیہ الالفاظ انما ھو العرف المقارن السابق دون المتاخر ولذا قالوا لا عبرۃ بالعرف الطاری''اھ

(۴) تمام مندوبین نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبروں کا آنا ہی کافی نہیں بلکہ مخبرین کا آنا درکار ہے۔ تعریف استفاضہ میں جملہ فقہائے ملت نے اس کی صراحت فرمائی جیسا کہ فتاوی رضویہ، فتاوی امجدیہ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔

(۵) استفاضہ فقہیہ بمنزلۂ خبر متواتر ہے۔

(٦) ٹیلیفون اور موبائل سے ملنے والی خبر کے متصل اور منقطع ہونے کے متعلق کافی بحث وتمحیص کے بعد باتفاق رائے طے ہوا کہ موبائل سے ملنے والی خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے۔

(۷) جملہ مندوبین اور شرکائے سیمینار نے باتفاق رائے طے کیا کہ ٹیلیفون اور موبائل سے خبر استفاضہ کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے ''ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جا سکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جا سکتا ہے۔

دور حاضر کے نامور عالم حضرت مفتی عبد المنان عزیزی مصباحی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں۔ شاید مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلیفون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یہ ایک مجرد خبر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۵۲۸ (۲) الاشباہ مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

فنائے مسجد مسجد کے حکم میں ہے

مسئلہ از: شارق رضا رضوی، نوری مسجد کوٹہ (راج) راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

معتکف اگر بغیر عذر شرعی حدود مسجد سے باہر آجائے۔ فنائے مسجد یا وہ جگہ جو ضروریات مسجد کے لئے ہو جیسے وضوخانہ، غسل خانہ، جوتے اتارنے کی جگہ، امام وخطیب کے حجرے یا مدرسہ جو متصل مسجد ہو صرف ایک دیوار حائل ہے جس سے مسجد اور مدرسہ کا امتیاز ہوتا ہے۔ مدرسہ میں بالغ اور نابالغ طلبہ وطالبات زیر درس ہیں۔ نیز مدرسہ میں عورتوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔ ان مقامات پر جانے سے اعتکاف ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ بکر کہتا ہے کہ اعتکاف نہیں ٹوٹتا اور حوالہ میں امیر اہل سنت مولانا ''الیاس'' قادری کی تحریر شدہ کتاب ''فیضان رمضان'' کا حوالہ دیتا ہے جب کہ زید کہتا ہے کہ: بغیر عذر شرعی کچھ دیر کے لیے نکلنے گا تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور حوالہ میں ''بہار شریعت'' اور دیگر کتب فقہ دیتا ہے۔ ساتھ ہی امیر اہل سنت کی قدیم تصنیف شدہ کتاب ''فیضان سنت'' کا حوالہ دیتا ہے جس پر مفتیان کرام کی تقریظ موجود ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ دونوں افراد میں سے کون حق پر ہے۔ برائے کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو مسجد سے ملحق ومتصل ضروریات ومصالح مسجد کے لیے ہو۔ مثلاً وضوخانہ، استنجا خانہ، جوتے چپل اتارنے کی جگہ وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے:

(قولہ کفناء المسجد) ھو المکان المتصل بہ لیس بینہ وبینہ طریق فھو مسجد کالمتخذ لصلاۃ جنازۃ او عید"(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام ''احمد رضا'' قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(۱) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۴۲

''فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو۔''(۱)

جو دکان متصل بہ مسجد ہو فقہائے کرام نے اسے بھی فنائے مسجد قرار دیا ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

''یصح الاقتداء لمن قام علی الدکا کین التی تکون علی باب المسجد متصلة به'' (۲)

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''دروازۂ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں۔''(۳)

ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ وضو خانہ، استنجاء خانہ، غسل خانہ اور جو مدرسہ متصل بہ مسجد ہو وہ سب فنائے مسجد ہے اور فنائے مسجد بعض مسائل میں حکم مسجد میں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

''وفناء المسجد له حکم المسجد حتی لو قام فی فناء المسجد واقتدی بالامام صح اقتداء ه وان لم تکن الصفوف متصلة و لا المسجد ملأنا إلیه اشار محمد رحمه الله فی باب صلوٰة الجمعة'' (۴)

اور فقہائے کرام نے معتکف کے حق میں بھی فنا مسجد کو مسجد کے حکم میں مانا ہے۔

حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی'' اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

''فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس ملحق ضروریات مسجد کے لیے ہے۔ مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اجازت شرعیہ اگر نکل کر باہر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فنائے مسجد اس معاملہ میں حکم مسجد میں ہے۔''(۵)

اور جب فنائے مسجد معتکف کے لیے مسجد کے حکم میں ہے تو وہاں جانا حدود مسجد سے باہر جانا نہ ہوگا بلکہ مسجد ہی میں آنا جانا ہوگا تو اگر معتکف بلا ضرورت بھی وہاں جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ ان تمام تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ بکر کا قول صحیح و درست اور فقہائے کرام کے ارشاد کے مطابق ہے اور زید پر اس مسئلہ کی مکمل وضاحت نہ ہو سکی۔ بریں بنا اس نے فنائے مسجد کو مسجد سے باہر مان کر بکر کی مخالفت کی جو صحیح نہیں۔ هذا ما عندی و العلم بالحق عند ربی وهو اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۳، ص: ۵۷۹

(۲) الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة، ج: ۱، ص: ۶۸

(۳) الفتاوی الرضویة، ج:۳، ص: ۵۷۹

(۴) الفتاوی الخانیة علی هامش الهند، ج: ۱، ص: ۶۸

(۵) الفتاوی الامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۹۹

ایک مسجد میں کثیر لوگوں کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں؟

سوال نمبر(۱) اعتکاف کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال نمبر(۲) ایک ہی بستی یا شہر میں بلکہ ایک ہی مسجد میں سوسو۔دو دوسو لوگوں کو اعتکاف میں بیٹھانا اور ان کے کھانے وغیرہ کا بوجھ بستی پر ڈالنا یا زکاۃ وفطرہ کی رقوم سے اس خرچ کو پورا کرنا اگر چہ حیلہ شرعی کے بعد ہی یہ رقوم استعمال میں لی جاتی ہوں۔شرعا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اعتکاف کا لغوی معنی رکنا ہے اور شرعی معنی مسجد میں اللہ تعالی کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا ہے چنانچہ نہایہ میں ہے:

"وتفسیرہ لغۃ الاحتباس لانہ من العکوف وھو الحبس واما شریعۃ فما ذکرہ انہ اللبث فی المسجدمع نیۃ الاعتکاف ملخصا"(۱)

اور بہار شریعت میں ہے

"مسجد میں اللہ عزوجل کیلئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے(۲)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت موکدہ، اور مستحب، چنانچہ فتح القدیر میں ہے

"الاعتکاف ینقسم الی واجب وھو المنذور تنجیز اوتعلیقا والی سنۃ موکدۃ وھو اعتکاف العشر الآواخر من رمضان والی مستحب وھو ماسواھما (۳)واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۲) ایک آبادی یا ایک مسجد میں کثیر مسلمانوں کا اعتکاف کرنا شرعا جائز ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد "(۴)

اور ارشاد حدیث ہے "عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

(۱) النہایہ مع فتح القدیر ج:۲، ص:۳۹۴

(۲) بہار شریعت ج:۱، ص:۱۰۲۰

(۳) فتح القدیر ج:۲، ص:۳۹۴

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت:۱۸۷

وسلم قال فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف فاعتکف الناس معه صلی الله علیه وسلم "(۱)

اور سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں "اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں (۲)

ان ارشادات کریمہ سے واضح ہے کہ ایک مسجد میں کثیر مسلمان اعتکاف کر سکتے ہیں البتہ یہ لازم ہے کہ احترام مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے کھانے پینے میں کوئی چیز شوربا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے شور وغل نہ مچایا جائے کہ مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ رہا اعتکاف کرنے والوں کے کھانے پینے کا بوجھ آبادی کے لوگوں پر ڈالنا تو اگر معتکفین حاجت مند ہوں یعنی خود وہ کھانے کے محتاج ہوں اور حال یہ ہو کہ لوگوں سے مانگے بغیر کوئی اور چارہ نہ ہو اور آبادی والے بطیب خاطر کھلائیں تو اس میں حرج نہیں اور اگر اعتکاف کرنے والے فقیر و محتاج نہیں تو بلا عذر شرعی مانگنا خواہ کھانا ہو یا اور کچھ جائز نہیں حدیث شریف میں ہے

"قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ما یزال الرجل یسئال الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعة لحم "(۳)

اور آبادی کے لوگوں کا کھلانا خواہ بہ طیب خاطر یا بادل نخواستہ ہرگز جائز نہیں کہ بلا عذر شرعی کھانا وغیرہ مانگنا اور اسے دینا جائز نہیں۔

"قال الله تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"(۴)

اور جبرا کھانا لینا تو بہر حال ناجائز و گناہ ہے حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں جبرا کھانا لینا حرام ہے (۵)

حاصل یہ کہ معتکف حضرات کے کھانے کا بوجھ آبادی کے لوگوں پر جبرا ڈالنا ناجائز ہے اور اگر خوشی خوشی وہ حضرات کھلائیں تو کوئی حرج نہیں اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے لیکن اگر بے سوال کوئی

---

(۱) تحفة المحتاج الی ادلة المنهاج ص: ۱۴۰

(۲) الفتاوی الرضویة ج:۳، ص: ۵۹۵

(۳) صحیح البخاری ج:۱، ص: ۱۹۹

(۴) سورة المائدة، آیت: ۲

(۵) فتاوی امجدیه ج:۴، ص: ۷۵

کچھ دے جیسے لوگ علماو مشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں، ملخصا (۱)

اور معتکف حضرات کیلئے زکوۃ وفطرہ کی رقم سے کھانے کا انتظام کرنا خواہ حیلہ شرعی کے بعد ہی ہو ہرگز نہ چاہئے کہ زکاۃ وفطرہ کی رقم کو ہر جگہ حیلہ شرعی کرکے لگانے کی اجازت نہیں ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۴۹۹

(۲) الفتاوی الرضویۃ ج:۴، ص:۳۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

قال اللہ تعالیٰ

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا .﴾

(آلِ عمران/۹۶)

یعنی

بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لئے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے، اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے جو شخص باعتبار راستہ اس کی طاقت رکھے۔

ازص: ________	تاص: ________

کُل فتاویٰ: ۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحج

حج کا بیان

عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز و گناہ ہے

مسئلہ از: محمد مسعود عالم، متعلم دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم، پھول، بازار مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے اور اس کا شوہر پہلے حج کر چکا ہے۔ اب اس کو اجازت دیتا ہے کہ تو بھی حج کر لے اور اس کا لڑکا سعودی میں رہتا ہے اور وہ لڑکا کہتا ہے کہ اگر میری والدہ صاحبہ حج کے لیے آئیں تو میں تین ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک ساتھ میں رہ کر حج کرادوں گا۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ وہ عورت حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا حج پورا ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لا یحل لا مـراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخـر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلة إلا مع ذی محرم علیها" (۱)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"لایحل لإمرأة مسلمة ان تحج إلا مع زوج او ذی محرم" (۲)

علامہ برہان الدین مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "ویعتبر فی المرأۃ ان یکون لها محرم تحج به او زوج، ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا کان بینهما وبین مکة ثلاثة ایام" (۳)

---

(۱) نصب الرایة، ج:۳، ص:۱۱

(۲) مصدر سابق

(۳) الهدایة، ج:۱، ص:۲۱۳

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں "ویشترط محرم او زوج لا مرأة فی سفر لما فی الصحیحین لا تسافر امرأة ثلاثاً ومعها محرم" (۱)

اور سیدی الکریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔''(۲)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز اور گناہ ہے اگر چلی جائے تو حج ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگی۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ غفرلہ

بغیر محرم عورت حج کرے تو قدم، قدم پر گناہ

مسئلہ از: کلیم اللہ، مقام اسلام پورہ، بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ حج کو جانا چاہتی ہے جب کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں وہ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانا حرام ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم ولیلة الا مع ذی محرم علیھا" (۳)

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"لا یحل لا مرأة مسلمة ان تحج إلا مع زوج او ذی محرم" (۴)

علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ویعتبر فی المرأة ان یکون لھا محرم تحج بہ او زوج ولا یجوز لھا ان تحج بغیرھا اذ

(۱) البحر الرائق، ج:۲، ص:۳۱۴

(۲) انور البشارة فی مسائل الحج والزیارة، ص:۳

(۳) نصب الرایة لتخریج احادیث الھدایة ج:۳، ص:۱۱

(۴) مصدر سابق

كان بينهما وبين مكة ثلثة ايام"(۱)

سیدنا امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔"(۲) ہندہ اپنے کسی ایسے محرم کے ساتھ جو عاقل و بالغ، قابل اطمینان ہو حج کو جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

خدمت کے لائق باپ کی اجازت کے بغیر حج کو جانا مکروہ ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی، جہانگیر گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ارشاد احمد پر حج فرض ہے۔ اس سال بیوی کو لے کر حج کو جانا چاہتا ہے کیا ارشاد احمد مذکورہ جائیداد (جس کے حصول میں اس نے اپنے باپ سے بطور مدد کچھ رقم لیا تھا) سے حج کے لیے جا سکتا ہے یا نہیں۔ نیز کیا ارشاد احمد کو والد صاحب سے اجازت بھی لینی پڑے گی اگر والد اجازت نہ دیں تو ارشاد احمد کے لیے کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ جائیداد ارشاد احمد کی ہے تو اس سے حج کے لیے جانا بھی جائز ہے اور اگر اس کے والد اس کی خدمت کے محتاج ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ اگر اس کی خدمت کے محتاج ہوں۔"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الهدایہ، ج: ۱، ص: ۲۱۳

(۲) انور البشارة فی مسائل الحج والزيارة، ص: ۳

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۷

زندہ کی طرف سے عمرہ وطواف اور نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: حاجی قمر عالم صاحب سدھولی سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) کیا زید زندہ اور مردہ مومن اور مومنات کی طرف سے عمرہ وطواف کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا وہ طواف وعمرہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے مسلمانوں اور پیغمبران کرام علیہم السلام کی طرف سے ایک ہی نیت سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ الگ الگ نیت کرنے کی ضرورت تو نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

(۳) زید حج یا عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ اور مدینہ منورہ میں مقیم کی حالت میں نماز پنج وقتہ اور نماز جمعہ کیسے ادا کرے کیوں کہ وہاں حنفی امام نہیں نیز نماز تراویح کا بھی مسئلہ تحریر فرمادیں کیونکہ وہ دوران عمرہ رمضان شریف میں اعتکاف بھی کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے؟ ان کے پیچھے ایک سنی صحیح العقیدہ کیسے اپنی نماز ادا کرے، ادا نہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی شریف سے باہر کر دیں لہٰذا اس سلسلہ میں مفصل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مذہب حق اہل سنت وجماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال کا ثواب کسی بھی زندہ یا مردہ مسلمان مرد یا عورت کو دے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: "الاصل ان کلّ من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابھا لغیرہ" (۱)

ردالمحتار میں ہے: "بعبادۃ ما ای سواء کانت صلاۃ او صوما او صدقۃ او قراءۃ او ذکرا او طوافا او حجا او عمرۃ الی قولہ عن المحیط الا فضل لمن یتصدق نفلا ان یتولی لجمیع المومنین والمومنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شئی" (۲)

اسی میں ہے: "لغیرہ ای من الاحیاء والاموات بحر عن البدائع" (۳)

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں "اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم وفضل عظیم سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیاء واموات کے لیے ہدیہ کرے" (۴)

---

(۱) الدر المختار، ج:۴، ص:۱۰۱۱

(۲) ردالمحتار، ج:۴، ص:۱۰۱۲

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۹۸

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ زید زندہ و مردہ کسی بھی مومن و مومنہ کی طرف سے طواف و عمرہ کر سکتا ہے۔
واللہ اعلم بالصواب

(۲) طواف و عمرہ نفلی عبادات ہیں جن میں شریعت مطہرہ کی جانب سے وسعت و گنجائش ہے جواب سابق میں گزرا کہ نفلی امور میں افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو ثواب پہنچانے کی نیت کی جائے لہٰذا طواف و عمرہ کا ثواب پہنچانے کے لیے ہر ایک کی الگ الگ نیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام پیغمبران کرام اور جمیع مسلمین کو ثواب پہنچانے کی بیک وقت نیت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نجدی وہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر المدرسین دار العلوم دیو بند نے لکھا ہے کہ "محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے"(۱)

اور جو کسی ایک مسلمان کو کافر مانے وہ خود کافر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے وہ بدرجۂ اولیٰ کافر ہے لہٰذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے زید وہاں اپنی نماز علیحدہ پڑھے، نماز جمعہ کی جگہ ظہر پڑھے اور نماز تراویح بھی علیحدہ ادا کرے بے شمار علمائے کرام اہل سنت و عوام اہل سنت رمضان المبارک میں عمرہ میں جاتے ہیں بعض تنہا تنہا بعض اپنی الگ جماعت کرتے ہیں فقیر نے خود الگ جماعت سے نماز ادا کی اور بہت لوگوں کو اپنی الگ جماعت کرتے ہوئے پایا۔ زید بھی اسی طرح کرے، حالت اعتکاف میں بھی ایسی تدبیر اپنائے کہ ان کی اقتدا سے بچا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۰ ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

کسی زندہ کی طرف سے عمرہ اور زیارت روضۂ انور کے آداب و احکام

مسئلہ از: محمد رضا بن علی قادری دار العلوم اہل سنت عزیز العلوم پھمن پور، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ:

(۱) عمرہ کیا ہے؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور عمرہ کرنے میں کرنے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

(۲) عمرہ کرنے کا طریقہ سلیس اردو زبان میں اور جو دعائیں جہاں پڑھی جاتی ہیں ان کو اردو ترجمہ کے

---

(۱) الشہاب الثاقب، ص: ۵۱

ساتھ تحریر فرمائیں، اس لئے کہ بندہ ۲۳ر دسمبر ۲۰۱۴ء کو عمرہ کی نیت کیا ہے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول عمرہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک الکریم صلی اللہ علیہ وسلم.

(۳) کیا عمرہ دوسرے عزیز واقارب کے لیے بھی ہو سکتا ہے؟

(۴) روضۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے آداب واحکام بھی تحریر فرمائیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) احرام میں ہو کر کعبہ معظمہ کا طواف کرنا اور صفا ومروہ کی سعی کر کے حلق یا قصر کرانا عمرہ کہلاتا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وهی فی الشرع زيارة البيت والسعی بين الصفا والمروة علی صفة مخصوصة وهی ان تكون مع الاحرام هكذا فی محيط السرخسی"(۱)

بہارِ شریعت میں ہے: "عمرہ صرف انہیں افعال طواف وسعی کا نام ہے" (۲)

اسی میں ہے: "طواف وسعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی سارا سر منڈادیں یا تقصیر یعنی بال کتروائیں اور احرام سے باہر آئیں" (۳)

عمرہ کرنے والا اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اس کو قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمرہ سنت ہے تو اللہ جل مجدہ جسے توفیق دے وہ اس عظیم سنت کو ادا کر کے اللہ ورسول کی رضا حاصل کرے اور خود کو گناہوں سے پاک وصاف کر لے، حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں:

"تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفی الكير خبث الحديد والذهب والفضة اه(۴)

یعنی حج وعمرہ دونوں ادا کرو کہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو دور کرنے والے ہیں۔ جیسے بھٹی لوہے، سونے اور

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۴) سنن ابن ماجه، باب فضل الحج والعمرة، ج: ۱، ص: ۲۰۷

چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں "الحجاج والعمار وفد الله ان سالوه اعطوا وان دعوا اجابهم وان انفقوا اخلف لهم" (۱)

یعنی حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں اگر اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو انہیں عطا کیا جاتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور کچھ خرچ کریں تو اسے توشۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث طیبہ عمرہ کے متعلق مروی ہیں جن میں عمرہ کی فضیلت اور اس پر اجر و ثواب کا تذکرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کے لیے فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کی کتاب "حج و زیارت" ساتھ رکھیں اس میں آسان اسلوب میں سب تحریر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اپنے دیگر عزیز و اقارب کی طرف سے بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے مذہب حق اہل سنت و جماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال و افعال کا ثواب اپنے کسی بھی مردہ یا زندہ مسلمان مرد و عورت کو دے سکتا ہے۔ در مختار میں ہے:

"الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره" (۲)

یعنی ضابطہ یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ جو عبادت کرے تو اس کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے۔

رد المحتار میں ہے: "بعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكرا او طوافا او حجا او عمرة" (۳)

یعنی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ عمرہ دوسروں کی طرف سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) زیارت سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کے آداب و احکام جاننے کے لیے کتاب "حج و زیارت" یا بہار شریعت حصہ ششم کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۶ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

---

(۱) شعب الایمان للبیهقی، ج:۳، ص:۴۷۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، ج:۴، ص:۱۱

(۳) رد المحتار، کتاب الحج، ج:۴، ص:۱۱

نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کو عمرہ کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: اکبر علی فاروقی، محسن ملت طبیہ کالج، رائے پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی نے حدود حرم میں شوال و ذی قعدہ کا چاند دیکھ لیا تو کیا اس پر حج فرض ہوگا؟

(۲) ایک شخص حج فرض اپنی والدہ کے ساتھ ادا کر چکا ہے مگر اب وہ والدہ کے ساتھ عمرہ کو جانا چاہتا ہے۔ والدہ اتنی کمزور ہے کہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر ہی تمام ارکان کو ادا کر سکتی ہے اور رمضان شریف میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے وہاں کے عملہ مطاف میں کرسی لے جانے کی اجازت نہیں دیتے تو کیا وہ شوال یا ذی قعدہ کے ماہ میں عمرہ کر سکتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص پر بھی حج فرض ہو جائے گا۔

(۳) ایک شخص کچھ کام سے جدہ گیا مگر نیت یہ تھی کہ عمرہ بھی کرلوں گا تو ایسا شخص احرام ہندوستان سے ہی باندھ کر جائے گا یا جدہ میں اپنے سارے کام سے فارغ ہو کر احرام باندھے؟ قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حدود میقات سے باہر کا رہنے والا گو کہ غریب ہو اگر وہ اشہر حج میں کسی طرح میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہو تو اگر اس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے۔ تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لیے سواری کی استطاعت رکھنے کی شرط نہیں صرف اپنے سفر خرچ کا اور اپنے عیال کے نفقہ کا مالک ہونا کافی ہے۔ بہار شریعت میں ہے۔

"میقات سے باہر کا رہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہے تو سواری اس کے لیے شرط نہیں۔ لہٰذا اگر فقیر ہو جب بھی اسے حج فرض کی نیت کرنی چاہیے۔ نفل کی نیت کرے گا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔" (۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"فی اللباب الفقیر الافاقی اذا وصل الی میقات فھو کالمکی قال شارحہ ای حیث لا یشترط فی حقہ الا الزاد والراحلۃ ان لم یکن عاجزاً عن المشی (الی قولہ) لیفید انہ یتعین علیہ ان لا ینوی نفلاً علی زعم انہ لا یجب علیہ لفقرہ لانہ ماکان واجباً وھوا فاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ" (۲)

---

(۱) بہار شریعت، ج:۶، ص:۵۰۵

(۲) رد المحتار، ج:۲، ص:۱۴۲

اور فتح القدیر میں ہے:

"الفقیر اذا وصل الی المواقیت صار حکم حکمه اهل مکة فیجب علیه وان لم یقدر علی الراحلة" (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فی البنا بیع یجب الحج علی اهل مکة ومن حولها ممن کان بینه وبین مکة اقل من ثلاثة ایام اذا کانوا قادرین علی المشی وان لم یقدر واعلی الراحلة ولکن لا بدان یکون لهم من الطعام مقدار ما یکفیهم وعیالهم بالمعروف الی عودهم کذا فی السراج الوهاج" (۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اشہر حج میں حدود میقات میں ہے۔ خواہ شوال، یا ذی قعدہ کا چاند دیکھے یا نہ دیکھے اور اس نے پہلے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا تو اب اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کے لیے عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان پانچ ایام کو چھوڑ کر کسی بھی وقت عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وقتها جمیع السنة الاخمسة ایام تکره فیها العمرة لغیر القارن کذا فی فتاویٰ قاضیخان وهی یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق" (۳)

اور درمختار میں ہے:

"وجازت فی کل السنة وندب فی رمضان وکرهت تحریماً یوم عرفة واربعة بعدها" (۴)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ویزاد علی الایام الخمسة ما فی اللباب وغیره من کراهة فعلها فی اشهر الحج لاهل مکة ومن بمعناهم ای المقیمین ومن فی داخل المیقات لان الغالب علیهم ان یحجوا فی سنتهم فیکونوا متمتعین وهم عن التمتع ممنوعون والا فلا منع للمکی عن العمرة المفردة فی اشهر الحج"(۵)

---

(۱) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۴۲۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۱۷

(۳) الفتاویٰ الهندیة، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

(۵) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور شوال یا ذی قعدہ میں عمرہ کرسکتا ہے اور اب اس پر حج فرض نہیں ہوگا کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے جسے وہ ادا کر چکا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

”ولا یجب فی العمر الا مرةً واحدةً لانه علیه السلام قیل له الحج کل عام ام مرةً واحدة فقال لا بل مرة واحدة فما زاد فهو تطوع ولان سببه البیت وانه لا یتعدد فلا یتکرر الوجوب“ (۱)

(۳) آفاقی یعنی میقات سے باہر کا رہنے والا اگر میقات کے اندر کسی ایسی جگہ جاتا ہے جو حرم سے خارج اور حل میں ہو مثلاً: خلیص، جدہ وغیرہ تو اسے احرام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اگر چہ بعد میں مکہ معظمہ جانے کی نیت بھی رکھتا ہو۔ ردالمحتار میں ہے ”اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام“(۲)

الدرالمختار میں ہے ”والمعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بیته کما سیاتی فی الجنایات ای قصداً اولیاً کما اذا قصده لبیع او شراء وانه إذا فرغ منه یدخل مکة ثانیاً اذ لو کان قصده الاولیٰ دخول مکة ومن ضرورته ان یمر فی الحل فلا یحل له“ (۳)

بہار شریعت میں ہے:

”مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً: جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں، پھر وہاں سے اگر مکہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کرسکتا ہے۔ بشرطے کہ واقعی اس کا ارادہ یہ پہلے مثلاً: جدہ جانے کا ہو۔“(۴)

اس تفصیل کی روشنی میں شخص مذکور کا حکم واضح ہوجاتا ہے کہ اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ میں پہلے جدہ اپنے کام سے جاؤں گا پھر اس کے بعد عمرہ کروں گا تو وہ احرام ہندوستان سے نہیں باندھے گا بلکہ جدہ میں اپنے کام سے فراغت کے بعد باندھ کر مکہ معظمہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

سعی بغیر طہارت جائز ہے

مسئلہ از: قاضی محمد اطیعوا الحق قادری رضوی، بلرامپوری، علاء الدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر، بلرامپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

حالت حیض میں طواف کعبہ معظمہ اور سعی صفا ومروہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱) الهدایة، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۵۴

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵۴

(۴) بهار شریعت، ج: ۶، ص: ۵۲۰

فرماتی ہیں کہ میں مکہ میں آئی اور حالت حیض میں تھی۔ میں نے خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کی، میں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حاجی کرتے ہیں تم بھی کرو۔ البتہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

متن حدیث شریف یہ ہے "قدمت مكة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة فشكوت ذلك إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليهٗ وسلم فقال افعلى ما يفعل الحاج غير ان لا تطوفي بالبيت حتى تطهري" (۱)

"ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة" کے تحت حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی ثم لکھنوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"لان الطهارة شرط في صحة الطواف ولان الطواف يكون بالمسجد الحرام وهي ممنوعة عن دخول كل مسجد وكذالا تسعى بين الصفاو المروة، لانه وان كان جائزا بغير طهارة لكنه متوقف على وجود طواف قبله وإذ ليس فليس" (۲)

فرماتے ہیں کہ چوں کہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور طواف مسجد حرام سے ملحق ہو کر ادا کیا جاتا ہے اور عدم طہارت ہر مسجد میں دخول سے مانع ہے۔ اسی طرح بغیر طہارت صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ سعی اگر چہ بغیر طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن سعی اپنے ماقبل طواف کے وجود پر موقوف ہے۔ اور جب ماقبل طواف میں طہارت شرط ہے تو مابعد میں بھی بالتبع شرط ہے۔ جب وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں۔

اور ایسا ہی ردالمحتار میں ہے: "لو حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف والسعي"، یعنی اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آیا تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور طواف و سعی کے علاوہ حج کے سارے ارکان ادا کرے۔

مذکورہ بالا توضیحات سے واضح ہوا کہ عورت حالت حیض و نفاس میں طواف کے ساتھ سعی بھی نہیں کرے گی۔ یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں طواف زیارت کر لیتی ہے تو ارتکاب گناہ کی وجہ سے حرم میں ایک بڑے جانور کی قربانی واجب ہے۔ تو سعی کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالت حیض میں عورت کو سعی کرنا بھی جائز نہیں ہے تو اگر عورت ایسی حالت میں سعی کر لیتی ہے تو اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ کیوں کہ سعی واجب ہے۔ حدیث

(۱) مؤطا امام محمد، مترجم ص: ۲۳۳

(۲) حاشية التعليق الممجد على مؤطا امام محمد، ص: ۲۳۳

(۳) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۱۹۰

شریف سے ثابت ہے اوراس کے ترک سے دم دینا واجب ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کے لیے حدث اصغر یا اکبر سے طہارت شرط نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اس لیے اگر کسی نے بغیر طہارت سعی کرلیا تو اس پر دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ ملک العلماء علامہ سعود کاسانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"واما الطهارة عن الجنابة والحيض فليست بشرط فيجوز سعي الجنب والحائض"(۱)

علامہ "عبدالرحمٰن" جزیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ومن السنة الطهارة عن الحدثين فيصح سعي الحائض والنفساء وبلا كراهة للعذر" (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وان سعى جنبا او حائضا او نفساء فسعيه صحيح" (۳)

سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "بے وضو بھی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں وضو مستحب ہے"۔

(۴) صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "سعی کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ حیض والی عورت اور جنب بھی سعی کر سکتا ہے"۔(۵)

ان تمام ارشادات سے ثابت ہوا کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز ہے اور جب سعی جائز ہے تو دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ امام اجل علامہ مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وليس عليه في السعي شئ" (۶) یعنی حالت حدث میں سعی کرنے پر کچھ واجب نہیں ہے"۔

اور آپ نے جو ارشادات وعبارات نقل کی ہیں ان میں کہیں یہ نہیں ہے کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جائز ہونے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ کی جو عبارت آپ نے نقل کی اسی میں ہے

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:۳، ص:۳۱۹

(۲) الفقه على المذاهب الاربعة ج:۱، ص:۶۵۹

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۴۷

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج:۴، ص:۷۰۵

(۵) بہار شریعت، ج:۶، ص:۷۳

(۶) الهدایه، ج:۱، ص:۲۵۵

"وكذا لا تسعى بين الصفاء والمروة لانه وان كان جائزاً بغير طهارة......الخ" یعنی اسی طرح صفا ومروہ کی سعی حائضہ نہ کرے کیوں کہ اگر چہ ئی کرنا بغیر طہارت جائز ہے۔ دیکھئے اس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز ہے۔

"التعلیق المجد" اور شامی کی عبارت کا صحیح مفہوم ومطلب یہ ہے کہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔ صحت سعی کے لیے شرط نہیں ہے۔ سعی بغیر طہارت بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ سعی چوں کہ طواف پر مرتب اور اس کے تابع ہے۔ اس لیے اگر عورت حیض ونفاس میں ہوگی تو طواف نہیں کرے گی اور جب اس کا طواف نہ ہوا تو سعی بھی نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کے تابع تھی، جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں، تو سعی صحیح نہ ہونے کی وجہ طہارت نہ ہونا ہرگز نہیں بلکہ وجہ وہی ہے کہ طواف متبوع اور یہ تابع جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر کسی نے بغیر طہارت سعی کیا جب کہ پہلے طہارت کے ساتھ اس کا طواف ہو چکا تھا مثلاً عورت نے طہارت کے ساتھ طواف کیا اور بعد طواف حیض آگیا اور اس نے اسی حالت میں سعی کر لی تو دونوں جائز وصحیح اور درست ہوں گے۔ اور عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر سعی تو طہارت کے ساتھ کیا مگر طواف بغیر طہارت کیا تو اگر چہ یہ طواف ہوگیا مگر اس پر ایک بڑے جانور کی قربانی اور گناہ سے توبہ لازم ہے لیکن بے طہارت سعی کرنے پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحت سعی کی شرط صحت طواف ہے۔ نہ کہ طہارت لہٰذا اگر طواف صحیح تو سعی صحیح "واذ ليس فليس" ان تمام تفصیلات کو ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ نے یوں قلمبند فرمایا ہے۔

"واما الطهارة عن الجنابة والحيض فليست بشرط فيجوز سعى الجنب والحائض بعد ان كان طوافه بالبيت على الطهارة عن الجنابة والحيض' لان هذا نسك غير متعلق بالبيت فلا تشترط له الطهارة عن الجنابة و الحيض كالوقوف، الا انه يشترط ان يكون الطواف على الطهارة عن الجنابة والحيض لان السعى مرتب عليه ومن توابعه والطواف مع الجنابة والحيض لا يفيدبه حتى تجب اعادته فكذا السعى الذى هو من توابعه ومرتب عليه فاذا كان طوافه على الطهارة عن الحدثين فقد وجد شرط جوازه فجاز وجاز سعى الجنب والحائض تبعاً له لوجود شرط جواز الاصل، اذا لتبع لا يفرد بالشرط بل يكفيه شرط الاصل فصار الحاصل ان حصول الطواف على الطهارة عن الجنب والحيض من شرائط جواز السعى فان كان طاهراً وقت الطواف جاز السعى سواء كان طاهراً او لم يكن" (۱)

اور علامہ شامی قدس سرہ نے اس لطیف امر کی طرف متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"قدمنا عن المحيط ان تقديم الطواف شرط صحة السعى فعن هذا قال القهستانى فلو

(۱) بدائع الصنائع، ج:۳، ص: ۳۱۹-۳۲۰

حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف والسعى، اى لان سعيها بدون طواف غير صحيح فافهم" (۱) والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع النور ۱۴۲۵ھ

متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کرسکتا ہے

مسئله از: محمد الجیلانی، جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیا بازار، جہانگیر گنج، فیض آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حج وعمرہ دونوں میں یا کسی میں طواف وسعی دونوں نہ کرے یا صرف طواف یا صرف سعی چھوڑ دے، اس کا جرمانہ کیا ہے؟

(۲) مردہ کی طرف سے بغیر وصیت اس کے بچوں نے نفلی حج کرایا اور تمتع کی بھی اجازت ہے تو قربانی حج کرنے والے کے نام سے ہوگی یا جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کی طرف یا دونوں کی طرف سے دو قربانی۔

(۳) متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر عمرہ کرلیا تو جرمانہ عائد ہوگا یا نہیں؟

(۴) ۱۳ رذی الحجہ کو عمرہ کرنے والے پر کیا جرمانہ عائد ہوگا؟

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس تک جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اس سلسلے میں کوئی تحقیق ہو تو احسان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

(۱) طواف حج کی متعدد صورتیں ہیں اور ان کے احکام الگ الگ، اگر طواف صدر چھوڑا ہے تو چھوڑنے والے پر ایک دم واجب ہے اور اگر طواف زیارت چھوڑا ہے اور طواف صدر کرلیا ہے تو یہی طواف زیارت ہوجائے گا اور طواف صدر کے ترک سے دم واجب ہوگا اور اگر دونوں طواف ترک کردیا ہے تو عورت اس پر حرام رہے گی جب تک کہ طواف نہ کرلے۔ لہٰذا اس پر لازم ہوگا کہ اگر گھر واپس آ گیا ہو تو مکہ مکرمہ واپس جائے اور طواف زیارت وصدر کرے۔

البتہ طواف زیارت میں تاخیر کی بنا پر اس پر دم واجب ہے۔ طواف صدر میں تاخیر سے کچھ نہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کا مستند مجموعہ فتاویٰ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو ترك طواف الصدر او اكثره تجب عليه شاة وان ترك كلا الطوافين فهو حرام

(۱) رد المحتار، ج:۳، ص:۱۹۰، كتاب الحج

علی النساء أبداً وعلیه ان یرجع ویطوف طواف الزیارۃ وطواف الصدر وعلیه دم لتاخیر طواف الزیارۃ فی قول ابی حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ ولا شئی علیه لتاخیر طواف الصدر لانه غیر موقت، واذا ترک طواف الزیارۃ خاصة وطاف طواف الصدر، فطواف الصدر یکون للزیارۃ وعلیه لترکه طواف الصدر دم" (۱)

اور اگر حج میں سعی ترک کیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "ومن ترک السعی بین الصفا والمروۃ علیه دم وحجه تام کذا فی القدوری"(۲)

اور اگر عمرہ میں طواف ترک کیا ہے تو اس کا اکثر ترک کرنے یا بالکل ترک کرنے کی صورت میں کوئی کفارہ نہیں بلکہ اسے ادا کرنا لازم ہے اور اگر دو ایک پھیرا ترک کیا تو دم ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کرے گا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے"(۳)

یوں ہی اگر عمرہ میں سعی ترک کیا ہے تو دم واجب ہے کہ سعی واجب ہے اور ترک واجب سے دم ہے، ہاں عذر کی بنا پر ترک کرنے میں کچھ نہیں ہے۔ ملک العلما علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"واذا کان واجباً فان ترکه لعذر فلا شئی علیه وان ترکه لغیر عذر لزمه دم لان هذا حکم ترک الواجب فی هذا الباب" (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

(۲) صرف حج بدل کرنے والے کی طرف سے ایک قربانی ہوگی۔

درمختار میں ہے "ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الآمر بالقران والتمتع"(۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

(۳) اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے اور راجح قول یہ ہے کہ کر سکتا ہے۔ خاتم المحققین علامہ "ابن عابدین"

(۱) الفتاوی العالمگیریة، باب الجنایات، ج: ۱، ص: ۲۴٦

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) بہار شریعت، ج: ٦، ص: ۱۳۴

(۴) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۱۸

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۴۷، باب الحج عن الغیر

شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: "وقد ذکر فی اللباب ان المتمتع لا یعتمر قبل الحج قال شارحه هذا بناء علی ان المکی ممنوع من العمرة المفردة ایضا وقد سبق انه غیر صحیح بل انه ممنوع من التمتع والقرآن وهذا المتمتع الآفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لانها عبادة مستقلة ایضا کالطواف" (۱)

یہی علامہ شامی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"افاد انه یفعل ما یفعله الحلال فیطوف بالبیت مابدا له ویعتمر قبل الحج" (۲)

اور جب قول راجح کی بنیاد پر حج سے قبل عمرہ کرنا جائز ہے تو کر لینے پر کوئی کفارہ نہیں ہے، البتہ نہ کرنا بہتر ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نویں ذی الحجہ کی شام سے ۱۳ تک عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے "وفی العتابیة لا بأس بالعمرة فی السنة کلها ما خلا خمسة ایام یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة الا ان الصحیح ان المراد من یوم عرفة عشیّه فاما غداة یوم عرفة فلا بأس بالعمرة فیها إلی نصف النهار" (۳)

اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "دسویں سے تیرہویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے۔ اگر باندھا تو توڑ دے اور اس کی قضا کرے اور دم دے اور کر لیا تو ہو گیا اور دم واجب ہے۔" (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم علمه اتمه واحکم۔

(۵) فقیر کو اس کی کوئی تحقیق نہیں ہاں اہل سیر نے یہ فرمایا کہ اب کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) منحة الخالق حاشیة البحر الرائق، ج:۲، ص:۳٦٦

(۲) رد المحتار، باب التمتع، ج:۲، ص:۱۹۵–۱۹٦

(۳) الفتاویٰ التاتارخانیة، ج:۲، ص:۲۲۵

(۴) بہار شریعت، ج:٦، ص:۲۲۸

جس پر حج فرض نہیں اسے حج بدل کے لیے بھیجنا جائز ہے احتراز بہتر ہے

مسئلہ از: انعام علی بمعرفت ڈاکٹر عبدالجبار علی انصاری، سدھولی، سیتاپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کی بیوی ہندہ نے حج کی ادائیگی کے لیے کچھ روپے جمع کیا تھا مگر قبل ادائیگی حج اس کا انتقال ہوگیا۔ اب زید اپنی بیوی کی عین قلبی خواہش کی تکمیل کے لیے اس روپے کو حج بدل کے لیے ہی استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا زید اپنے حقیقی برادر اکبر کو اس روپے سے حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے، جب کہ اس کے بھائی پر حج فرض نہیں ہے۔ مگر وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے فارم بھر کر جمع کر چکے ہیں۔ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ہندہ نے جو رقم ادائیگی حج کے لیے جمع کیا تھا اگر اس کے متعلق یہ وصیت نہ کی تھی کہ میرے بعد اس رقم سے میری جانب سے حج کرا دیا جائے تو ہندہ کے مرتے ہی وہ رقم وارثین کی ملک ہوگئی اب وارثین کی اجازت صحیحہ کے بغیر ایک پیسہ بھی اس میں سے خرچ کرنا جائز نہیں، البتہ وارثین سب بالغ ہوں اور وہ ہندہ کی طرف سے حج بدل کرانے کی اجازت دے دیں تو اس رقم کو حج بدل میں خرچ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قدس سرہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے (۱) میں تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۲) جس پر حج فرض نہ ہوا سے حج بدل کے واسطے مقرر کرنے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایسے کو مقرر کرنا اگرچہ جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے واسطے مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے لکھا کہ اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۲۶۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۶۶۵

حالت احرام میں معمولی خوشبو والے مشروبات بار بار پینے میں صدقہ ہے تھوڑی مقدار پینے میں کچھ بھی نہیں ہے

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عازمین حج عام طور پر حالت احرام میں مختلف قسم کے ایسے مشروبات پیتے رہتے ہیں جن میں خوشبو کی آمیزش رہتی ہے تو کیا ان پر اس وجہ سے دم واجب ہوگا یا نہیں؟ وجوب کی صورت میں عفو کی بھی کوئی راہ ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حالت احرام میں خوشبودار مشروبات کے پینے سے متعلق فقہاے کرام نے تفصیل فرمائی ہے کہ اگر مشروب میں خوشبو غالب ہو تو اس کے پینے سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو صدقہ ہے، البتہ اگر اسے متعدد بار پیا تو اس صورت میں دم واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو خلط بما یشرب فان کان غالباً فدم والا فصدقة الا ان یشرب مرارا فیجب الدم ھکذا فی النھر الفائق"(۱)

اور خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں "وان خلط بمشروب فالحکم فیه للطیب سواء غلب غیرہ ام لا غیرانه فی غلبة الطیب یجب الدم وفی غلبة الغیر تجب الصدقة وان یشرب مرارا فیجب الدم" (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ آج کل حجاج کرام جو مشروبات حالت احرام میں پیتے ہیں اگر ان میں خوشبو غالب ہو تو ان کے پینے سے دم واجب ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے اور اگر بار بار ایسے مشروبات کو استعمال کریں تو دم واجب ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ خوشبو غالب کب مانی جائے، مغلوب کب مانی جائے تو اس سلسلے میں علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن امیر حاج حلبی کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۴۱

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۳

اگر اس میں خوشبو پائی جا رہی ہے اور ذوق سلیم والا اسے کھانے پر خوشبو محسوس کر رہا ہے تو وہ غالب ہے ورنہ مغلوب ہے۔

اور بحرالرائق میں مناسک للحلبی کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ خوشبودار چیز خواہ ماکول ہو یا مشروب دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی اگر خوشبو غالب ہو اور اسے زیادہ مقدار میں کھایا پیا تو کفارہ واجب ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا پیا تو صدقہ ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو اور کثیر مقدار میں کھایا پیا تو صدقہ ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا پیا تو کچھ نہیں۔ بحر کی عبارت یہ ہے۔

"ان کان الطیب غالباً واکل منه اوشربه کثیراً فعلیه الکفارة والا فصدقة وان کان مغلوباً واکل منه او شربه کثیراً فصدقة والا فلا شئی علیه" (۱)

اور علامہ "ابن عابدین شامی" کا وہ کلام بھی کچھ اسی طرف مشیر ہے جو انہوں نے علامہ زیلعی کا نظریہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "وهو ظاهر مایاتی عن الحلبی ایضاً" (۲) اس لیے اگر مشروبات میں معمولی خوشبو رہتی ہے تو زیادہ مقدار پینے کی صورت میں صدقہ اور تھوڑی مقدار پینے کی صورت میں کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

سعودیہ کے قربانی بینک میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبید قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

سعودیہ حکومت حجاج کرام سے قربانی کے لئے پیسہ جمع کراتی ہے اس میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے اور وہ قربانی مانی جائے گی کہ نہیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سعودی حکومت وہابی ہے، اور وہابی اپنے عقائدہ باطلہ وفاسدہ کی بنا پر

---

(۱) البحر الرائق، ج:۳، ص:۶

(۲) البحر الرائق، ج:۳، ص:۵

بدمذہب وگمراہ اور بددین ہیں ان کے مذہب میں رمی جمار، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب نہیں خلاف ترتیب بھی کرنا درست ہے جب کہ احناف کے نزدیک مذکورہ افعال میں ترتیب واجب ہے اس کے علاوہ قربانی کے جانوروں کو مشین سے ذبح کیا جاتا ہے اور مشین کے ذریعے جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ شرعاً مردار اور حرام ہے ان تمام امور کے پیش نظر سعودی حکومت کے قربانی بینک میں رقم جمع کرنا اور ان کو قربانی کا اختیار دینا جائز نہیں، مسلمان یا تو اپنی قربانی خود کریں یا کسی معتبر شخص سے کرائیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اس موضوع پر سمینار کیا جس میں بالاتفاق طے ہوا کہ

"رقم جمع کرنے والے کو یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ اس کی قربانی متعین وقت پر ہوئی یا نہیں یا یہ کہ سرے سے قربانی ہی نہیں ہوئی اسی طرح یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ رمی قربانی سے پہلے کر لی ہے، نہ ہی معلوم ہو پاتا ہے کہ حلق یا قصر سے پہلے قربانی ہو چکی ہے خصوصاً سعودی قربانی بینکوں میں ہرگز قربانی کی رقم نہ دی جائے۔اھ(۱) **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

مسجد حرام میں نماز کا جو ثواب ہے وہ حدود حرم کے ساتھ خاص ہے یا پورے مکہ شریف کو شامل ہے

مسئلہ از: محمد پرویز لکی سائیکل اسٹور، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

حدیث شریف میں مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے پر ایک لاکھ ثواب بتایا گیا ہے تو یہ فضیلت صرف مسجد حرام کے لئے ہے یا حدود حرم یا پورے مکہ شریف کے لئے ہے۔

رہنمائی فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث پاک میں مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ قول مشہور کے مطابق مسجد حرام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورے حدودِ مکہ معظمہ حتی کہ پورے حدودِ حرم میں کہیں بھی پڑھنے سے حاصل ہو جائے گی۔

(۱) فیصلہ جات شرعی کونسل، ص:۲۹۶، ۲۹۷

ردالمحتار میں ہے:

"واختلف في المراد بالمسجد الحرام، قيل مسجد الجماعة وايده المحب الطبري وقيل الحرم كله، وقيل الكعبة خاصة وجاء ت احاديث تدل على تفضيل ثواب الصوم وغيره من القربات بمكة إلّا أنها في الثبوت ليست كأحاديث الصلاة فيها اه باختصار وذكر ابن حجر في التحفة انه صح في الأحاديث بتكرار الألف ثلاثا، كذا كتبه بعض المحشين، وذكر البيري في شرح الأشباه في أحكام المسجد أن المشهور عند اصحابنا ان التضعيف يعم جميع مكة بل جميع حرم مكة الذي يحرم صيده كما صححه النووي." (۱) والله تعالیٰ اعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

کتبہٗ: احمد شفیق قادری
المتخصص فی الفقه الحنفی
بدار العلوم العلیمیة جمداشاهی

الجواب صحیح: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۶/ جمادی الآخرہ، ۱۴۳۷ھ

کیا ملازمین و تاجر حضرات کو بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ جانا ہوگا؟

مسئلہ از: قاری محمد حسین برکاتی، قصبہ مگہر، سنت کبیر نگر، یو پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمد و رفت کی کثرت و سہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہوتا رہتا ہے یونہی حجاز مقدس کے دوسرے شہروں کے باشندے مختلف اغراض و مقاصد کے تحت بار بار مکہ مکرمہ آتے جاتے ہیں خاص کر کمپنیوں کے ملازمین ٹیکسی ڈرائیور حضرات کو حدود حرم بلکہ حدود میقات سے بھی باہر آنا جانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں کو بوجہ ضرورت بار بار حدود حرم یا حدود میقات سے باہر جانا ہوتا ہے کیا وہ لوگ بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ داخل ہوں گے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

حج و عمرہ کے علاوہ دیگر ضرورت و مجبوری کے تحت مکہ مکرمہ میں بار بار آنے جانے والے حضرات مثلاً ڈرائیور، کمپنی ملازمین وغیرہ اگر حدود میقات نہیں بلکہ صرف حدود حرم کے باہر سے آتے ہیں تو فقہائے کرام کے

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۵۴۷۔

ارشادات کے مطابق انہیں ہر بار احرام باندھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بلا احرام بھی مکہ مکرمہ میں آنے کی اجازت ہے۔
چنانچہ علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"من كان داخل الميقات له ان يدخل مكة بغير احرام لحاجته لانه يكثر دخول مكة وفي ايجاب الاحرام في كل مرة حرج بين." (۱)

علامۂ اجل بدر الدین عینی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

" وقال ابن عمر لا اعلم خلافا بين فقهاء الامصار في الحطابين ومن يدمن الاختلاف الى مكة ويكثره في اليوم والليلة انهم لايامرون بذلك لما عليهم فيه من المشقة." (۲)

فقہائے کرام کے یہ ارشادات ان حضرات کے لئے ہیں جو داخل میقات ہوں اور ضرورتوں کے تحت مکہ مکرمہ آنا جانا ہوتا ہو۔

مگر جو لوگ میقات سے باہر ہوں فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق ان کو بغیر احرام میقات کے اندر آنا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج وعمرہ کے لئے آئیں یا کسی اور غرض سے آئیں اگر انہیں مکہ مکرمہ آنا ہے تو احرام میں ہی آنا ہوگا
چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"ثم الافاقي اذا انتهى اليها على قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او العمرة اولم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لايجاوز احد الميقات الامحرما ولان وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما." (۳)

مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم ڈرائیور حضرات اور تاجرین وملازمین کے لئے حرج ومشقت کا باعث ہے تو جس طرح حدود حرم سے باہر مگر میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے بوجہ حرج ومشقت مکہ مکرمہ میں بغیر احرام جانے کی اجازت ہے یونہی میقات سے باہر رہنے والے ڈرائیور، ملازم اور تاجر کو اگر بار بار مکہ مکرمہ جانا پڑتا ہو تو دفع حرج و مشقت کے پیش نظر بغیر احرام جانے کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم درس وافتا دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) فتح القدير، ج:۳، ص:۴۲۵

(۲) عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج:۱۰، ص:۲۰۵

(۳) الهداية كتاب الحج، ج:۲، ص:۲۱۴

حج میں مانع حیض دوا کا استعمال کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد رفیع الدین خان رضوی، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ

کیا عورتیں حج کے دنوں میں ایسی دوا استعمال کرسکتی ہیں جن سے چند دنوں کے لئے حیض بند ہو جائے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ایک دو مرتبہ ایسی دوا استعمال کرنے سے صحت کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور کسی مرض کے پیدا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو تو استعمال کرسکتی ہیں ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم، ودرس، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

اگر طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے تو؟

مسئلہ از: مولانا محمد عمران علیمی بدول بازار، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر عورت کو طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے اور حیض ختم ہونے سے قبل ہی اس کی فلائٹ کی روانگی ہو تو کیا کرے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایسی صورت میں پہلے فلائٹ کی تاریخ کی تبدیلی کے لئے معلم وغیرہ سے کوشش کر کے تبدیل کرائے اور اگر اس کی کوشش ناکام ہو جائے تو اسے مسئلہ بتا دیا جائے کہ اگر تو طواف زیارت کرے گی تو فرض ذمہ سے اتر جائے گا لیکن گنہگار ہوگی اور جرمانہ میں ایک بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے:

"لو ھم الرکب علی القفول ولم تطھر فاستفتت ھل تطوف ام لاقالوا یقال لھا لایحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت وصح طوافک وعلیک ذبح بدنۃ." (۱) **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتا دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

---

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۵۱۹

سعودی حکومت کے ذریعہ منی ومزدلفہ کی توسیع وتحدید کا حکم

مسئلہ از: ازمحمد حسین ساگر کرناٹک مقیم دبئی۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ادھر چند سالوں سے منی میں قیام کرنے کے لئے حجاج کے خیمے منی کے ساتھ مزلفہ میں بھی لگائے جا رہے ہیں اور اسے جدید منی کا نام دے کر حجاج کا قیام کراتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ

(۱) منی کی موجودہ توسیع وتحدید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ شرعا معتبر ہے؟ اور مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو منی میں شامل کر دیا گیا ہے کیا اب مزدلفہ نہ رہا بلکہ منی ہو گیا؟ یا اب بھی وہ مزدلفہ ہی ہے منی نہیں کہ شارع علیہ السلام کے عہدے سے قائم تشریعی حد میں کسی کو تغیر وتوسیع کا حق نہیں کہ عہد شارع علیہ السلام میں جو اس کی خاص حد تھی اسی میں ارکان ومناسک وعبادات وغیرہ معتبر ہوں گے دوسرے مقامات ومواضع میں نہیں گو کہ وہ حدود حرم شریف ہی سے کیوں نہ ہوں؟

(۲) اگر مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جسے آج حدود منی سے قرار دیا گیا ہے اگر وہ ملکوں صوبوں کی تحدید وتوسیع کی طرح خاص حدود منی سے ہو تو دوران قیام منی اگر حاجی منی کی مسنون عبادات ونماز اس خاص حصہ میں ادا کرے تو کیا سنت سے عہدہ برآ ہو جائے گا، اور خاص منی کی مسنون عبادات ونماز قرار پائے گی یا نہیں؟

(۳) وقوف مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اگر کسی نے مزدلفہ کے اس خاص حصہ میں وقوف کر لیا جو عہد رسالت میں مزدلفہ تھا اور آج منی کی حد قرار دے دیا گیا ہے تو کیا اس واجب سے سبکدوشی کے لئے یہ وقوف کافی ہو گیا یا مزدلفہ کی موجودہ حد میں اس وقوف واجب کا اعادہ واجب ہو گا؟

(۴) مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو آج موجودہ منی کر دیا گیا ہے کیا اس میں قیام ودخول رمی واجب کا موجب ہو گا؟

مجھے آپ حضرات مفتیان کرام کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود امید قوی ہے کہ سوالات کے تمام گوشوں پر گہری نظر فرما کر فقہی جزئیات وشواہد کی روشنی میں جواب باصواب سے شادکام فرمائیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

شریعت مطہرہ نے ارکان اور مناسک حج کی ادائیگی کیلئے جو اوقات اور مکانات متعین کر دیا ہے اس میں اب کسی طرح کی کوئی تبدیلی کسی حکومت وسلطنت کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے نہ ہی اب کسی کی تبدیلی کا شرعا اعتبار ہے۔ منی ومزدلفہ بھی انھیں مقدس مقامات میں سے ہیں جن کی تعیین وتحدید من جانب الشرع ہو چکی ہے اور ان

مقامات کے جن حصوں میں حجاج کرام کیلئے دخول ووقوف کی اجازت یا ممانعت ہے ان کی بھی وضاحت موجود ہے چنانچہ علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقمطراز ہیں (لقولہ علیہ السلام "عرفة کلها موقف") روی من طرق عديدة من حديث جابر عن ابن ماجه قال عليه السلام "كل عرفة موقف وارتفعوا عن بطن عرنة "وكل المزدلفة موقف وارتفعوا عن بطن محسر ، وكل منى منحر الا ما وراء العقبة " (۱)

اور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

"(والمزدلفة الخ) وهي تمتد الى وادى محسر بكسر السين المشددة قبلها حاء مهملة مفتوحة:والمستحب ان يقف وراء الامام بقزح ،قيل هو المشعر الحرام .وفي الطحاوى ان للمزدلفة ثلاث اسماء : المزدلفة والمشعر الحرام ،وجمع والمازمان بوادى محسر ،واول محسر من القرن المشرف من الجبل الذى على يسار الذاهب الى منى ،سمى به لان فيل اصحاب الفيل اعيافيه،واهل مكة يسمون وادى النار قيل شخص اصطاد فيه فنزلت نار من السماء فاحرقته وآخره اول منى ،وهي منه الى العقبة التي يرمى بها الجمرة يوم النحر،وليس وادى محسر من منى ولا من المزدلفة،فالاستثناء في قوله ومزدلفة كلها موقف الاوادى محسر منقطع."(۲)

درمختار میں ہے: (و)عرفات(كلها موقف الابطن عرنة)بفتح الراء وضمها واد من الحرم غربى مسجد عرفة (۳)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"(قوله كلهاموقف)بكسر القاف اى موضع وقوف نهر (قوله الابطن عرنة)فلايصح الوقوف بها على المشهور كماسياتي (قوله بفتح الراء)اى مع ضم العين كهمزة قاموس" (۴)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"(المزدلفة)فيها مسجد قال الازرقي والماوردى في الاحكام السلطانية وغيره من اصحابنا المزدلفةما بين وادى محسر ومازمى عرفة وليس الحران منها تسمى جمعابفتح

(۱) فتح القدیر : ج:۲،ص : ۴۸۳

(۲) فتح القدیر : ج:۲،ص:۴۹۵

(۳) الدر المختارمع ردالمحتار: ج:۲،ص:۱۷۳

(۴) ردالمحتار :ج: ۲،ص:۱۷۳

الجيم واسكان الميم لاجتماع الناس بهاوسميت المزدلفة لازدلاف الناس اليها اى اقترابهم وقيل لاجتماع الناس بها وقيل لاجتماع آدم وحواء وقيل لمجىء الناس اليها فى زلف من الليل اى ساعات .قال الازرقى فى ذرع مسجدهاتسع وخمسون ذراعاوتنبر فى مثله"(تهذيب الاسماء واللغات۔(۱)

(منى) وهى من حرم مكة زادها الله تعالى شرفا وهى شعب ممدود بين جبلين احدهما ثبير والاخر الضا بع وحدها من جهة الغرب ومن جهة مكة جمرة العقبةو من الشرق وجهة مزدلفة وعرفات بطن المسيل اذا هبطت من وادى محسر وقال بعض المصنفين فى هذا ذرع منى. من جمرة العقبة الى وادى محسر سبعة آلاف ذراع ومائتاذراع ومن مكة الى منى ثلاثة اميال قال الازرقى و اصحابنا هى ما بين جمرة العقبة ووادى محسرقال الازرقى ذرع مابين جمرة العقبةووادى محسر سبعة آلاف ذراع ومائتا ذراع قال و عرض منى من موخر المسجد الذى يلى الجبل الى الجبل الذى بحذائه الف ذراع و ثلاثمائةذراع قال ومن جمرةالعقبة الى الجمرةالوسطى اربعمائةذراع وسبعة وثمانون ذراعا واثنتا عشر اصبعا ومن الجمرة الوسطى الى الجمرة التى تلى مسجد الخيف ثلاثمائةذراع وخمسةاذرع ومن الجمرةالتى تلى مسجد الخيف من الجمرة التى تلى مسجد الخيف ثلث مائةذراع وخمسة اذرع و من الجمرة التى تلى مسجد الخيف الى اوسط ابواب المسجد الف ذراع وثلاث مائة ذراع واحدى وعشرون ذراعاهذاكلام الازرقى ،،(۲)

ان ارشادات وعبارات سے یہ حقیقت مکمل طور سے منکشف ہو جاتی ہے کہ ''منیٰ'' و''مزدلفہ'' کی حدود من جانب الشرع متعین ہیں اب نہ تو منی کا کوئی حصہ مزدلفہ کے حکم میں ہوسکتا ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا کوئی جز منی قرار پاسکتا ہے اس لئے سعودی حکومت کا یہ اقدام شریعت مطہرہ میں مداخلت کتاب وسنت سے بغاوت اور احکام دینیہ میں تبدیلی کی ناروا جسارت اور بدعت سیئہ قبیحہ ہے جو کسی حالت میں جائز نہیں ہے نہ ہی حکومت کے اس عمل کی عند الشرع کوئی حیثیت ہے۔

(۲) جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ سعودی حکومت کا یہ اقدام غیر معتبر ہے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو مسنون عبادات ومجاہدات منی میں مطلوب ہیں وہ آج کے فرضی منی اور حقیقی مزدلفہ میں ادا کرنے سے خاص منی کی مسنون

(۱) تهذيب الاسماء واللغات : ج:۳،ص:۱۵۰

(۲) تهذيب الاسماء واللغات:ج:۳،ص:۱۵۷

عبادات وریاضات نہ قرار پائیں گی اور ایسا کرنے والا مخالف سنت اور خاطی ٹھہرے گا۔ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"ثامن الشهر خرج الى منى قرية من الحرم على فرسخ من مكة ومكث بها الى فجر عرفة"(۱)

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم فرماتے ہیں

("قوله ومكث بها الى فجر عرفة) افاد طلب المبيت بها فانه سنة كما فى المحيط وفى المبسوط يستحب ان يصلى الظهر يوم التروية بمنى يقيم بها الى صبيحة عرفة. اه ويصلى الفجر بها لوقتها المختار وهو زمان الاسفار وفى الخانية بغلس فكانه قاسه على فجر مزدلفة والاكثر على الاول فهو الافضل شرح اللباب وفى مناسك النووى و اما مايفعله الناس فى هذه الازمان من دخولهم ارض عرفات فى اليوم الثامن فخطاء مخالف للسنة ويفوتهم بسببه سنن كثيرة منها الصلوات بمنى والمبيت بها والتوجه منها الى نمرة والنزول بها والخطبة والصلوة قبل دخول عرفات وغير ذلك "اھ (۲) واللّٰہ تعالٰی اعلم.

(۳) ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ مقامات حج کی تعیین وتحدید قیاسی اور عقلی نہیں بلکہ سماعی اور نقلی ہے تو عہد رسالت سے ثابت حدود مزدلفہ میں ہی وقوف کرنا ہوگا اور پھر اس کے جس حصہ میں بھی وقوف کرے گا کافی ہوگا اگر چہ آج اس کے بعض حصے کو منی میں شامل کرکے منی کا نام دے دیا جائے اور جو عہد رسالت سے جائے وقوف نہیں تو آج کسی کے جائے وقوف مان لینے سے وہ موقف نہ ہوگا نہ ہی وہاں وقوف درست ہوگا۔ امام ابن ہمام قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

"اعلم ان ظاهر كلام القدورى والهداية وغيرهما فى قولهم مزدلفة كلها موقف، الا وادى محسر، وكذا عرفة كلها موقف الا بطن عرنة ان المكانين ليسا مكان وقوف، فلو وقف فيهما لا يجزيه كمالو وقف فى منى سواء قلنا ان عرنة ومحسرا من عرفة ومزدلفة اولا، وهكذا ظاهر الحديث الذى قدمنا تخرجه ،وكذا عبارة الاصل من كلام محمد. ووقع فى البدائع: واما مكانه: يعنى الوقوف بمزدلفة فجزء من اجزاء مزدلفة، الا انه لا ينبغى ان ينزل فى وادى محسر. وروى الحديث ثم قال :ولو وقف به اجزاه مع الكراهة، وذكر مثل هذا فى بطن

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۲،ص:۱۷۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج:۲،ص:۱۷۲

عرنة: اعنی قوله الاانه لاينبغي ان يقف في بطن عرنة لانه عليه الصلاة والسلام نهى عن ذلك واخبر انه وادى الشيطان اھ. ولم يصرح فيه بالاجزاء مع الكراهة كما صرح به في وادى محسر. ولايخفى ان الكلام فيها واحد. وماذكره غيرمشهور من كلام الاصحاب. بل الذى يقتضيه كلامهم عدم الاجزاء. واما الذى يقتضيه النظر ان لم يكن اجماع على عدم اجزاء الوقوف بالمكانين وهو ان عرنة ووادى مَحسر ان كان من مسمى عرفة والمشعر الحرام يجزئ الوقوف بهما. ويكون مكروها لان القاطع اطلق الوقوف بمسماهما مطلقا وخبرالواحدمنعه في بعضه فقيده، والزيادة عليه بخبرالواحد لاتجوز فيثبت الركن بالوقوف في مسماهما مطلقا، والوجوه في كونه غيرالمكانين المستثنيين وان لم يكونا من مسماهما لايجزى اصلا، وهو ظاهر والاستثناء منقطع.(۱) والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم ودرس وافتادارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی
۱۸ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا عورت اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، خلیل آباد

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر بہو اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جانا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر بہو اور خسر عمر کی اس منزل پر ہیں کہ فتنے کا اندیشہ نہیں ہے یونہی ساس اور داماد بھی ایسے ہیں کہ فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں ہے تو اجازت ہے ورنہ منع ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"نقل السيد ابوالسعود عن نفقات البزازية لا تسافر باخيها رضاعا في زماننا اھ لغلبة الفساد قلت ويؤيده كراهة الخلوة بها كالصهرة الشابة فينبغي استثناء الصهرة الشابة ايضا لان السفر كالخلوة"

(۱) فتح القدير: ج:۲، ص: ۳۹۵

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ساس یا بہو جوان ہے تو اسے داماد یا خسر کے ساتھ سفر پر جانے کی اجازت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو جاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

چوری چھپے حج کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریحان عرف گڈو، مقیم جدہ شریف

حضرت مفتی صاحب قبلہ آپ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ اگر کوئی غیر سعودی مسلمان یہاں سعودیہ میں بغرض ملازمت وتجارت مقیم ہے اور وہ حج کرنا چاہے تو اسے ایک خطیر رقم حکومت کو دینی پڑتی ہے بہت لوگ چوری چھپے بھی حج کو چلے جاتے ہیں پکڑے جانے پر ان کو گورنمنٹ سزا بھی دیتی ہے۔ اب اگر کوئی چھپے چوری حج کرتا ہے تو شرعاً کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو کام فی نفسہ درست ہو مگر قانونی طور پر جرم ہو اس سے بچنا لازم ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلت وبلا کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث" (۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کام فی نفسہ صحیح ہو مگر اس کے کرنے پر ذلت ورسوائی کا اندیشہ ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے لہٰذا سعودیہ عربیہ میں دیگر ممالک کے مقیم مسلمان بلا اجازت حکومت حج کرنے سے بچیں لیکن اگر کوئی اس طور پر حج کرتا ہے تو اس کا حج صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج:۹، ص: ۲۵۱

کسی کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا کیسا؟

مسئلہ از: مولانا مظفر حسین ظفر قادری، استاذ مدرسہ عربیہ اہلسنّت احیاء العلوم، دیوریا، بستی
۱۰؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا مسلمان ہے، جو کہ سرکاری نوکری سے ریٹائرڈ ہے اور پینشن پاتا ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساتھ ایک نواسی کی بھی کفالت کرتا ہے، اس نے حج کا ارادہ کیا، تو بعض افراد نے کہا کہ (حالانکہ فی الوقت وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے) ۴؍لاکھ روپئے الگ محفوظ رکھ دو، اس کے بعد حج کو جاؤ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نواسی، بیٹی یا جس لڑکی کا بھی وہ کفیل ہے اس کی شادی کے لیے حج کو مؤخر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمان عاقل بالغ آزاد تندرست صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور صاحب استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس مکہ معظمہ سواری پر جانے اور وہاں سے واپسی تک کا سفر خرچ اور کرایہ کے ساتھ اہل وعیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے حسب ضرورت مال ہو۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے "فرض مرة علی الفور حرية وبلوغ و عقل و صحة مال وقدرة زاد وراحلة فضلت عن مسكنه وعما لا بد منه و نفقة ذهابه وايابه و عياله "۔(۱) اور فتاوی عالمگیری میں ہے "وتفسير ملك الزاد و الراحلة ان يكون له مال فاضل عن حاجته و هو ما سوى مسكنه و لبسه و خدمه و اثاث بيته قد رما يبلغه الى مكة ذاهبا و جائيا راكبا "۔(۲) اور جو حج کے لیے جانے پر قادر ہو گیا، اس پر حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اسی سال اور بلا وجہ شرعی تاخیر گناہ ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "و هو فرض على الفور و هو الا صح فلا يباح له التاخير بعد الامكان الى العام الثا نی كذا فی خزانة المفتيين "۔(۳) اور درمختار میں ہے "وفرض على الفور فی العام الاول عند الثانی و اصح الروايتين عن الامام و مالك و احمد فيفسق و

---

(۱) تبیین الحقائق کتاب الحج، ج: ۲، ص: ۲۳۵

(۲) الفتاوی العالمگیریہ کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۲۱۷

(۳) الفتاوی العالمگیریہ، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۲۱۷

ترد شهادته بتاخيره اى سنينا اه "۔(۱)اور اگر کسی پر حج فرض ہوجائے اور وہ اپنی شادی کے لیے حج مؤخر کرے، تو یہ جائز نہیں۔چنانچہ فتح القدیر میں ہے"عن ابى حنيفة ما يدل عليه و هو انه سئل عمن ملك ما يبلغه الى بيت الله تعالى أيحج ام يتزوج فقال يحج فاطلاق الجواب بتقديم الحج مع ان التزوج قد يكون واجبا فى بعض الاحوال دليل على ان الحج لا يجوز تاخيره"۔(۲)اور جب اپنی شادی کے لیے حج فرض ہوجانے کے بعد تاخیر جائز نہیں، تو دوسرے کی شادی کے لیے تاخیر بدرجہ اولی جائز نہیں، لہذا بیٹی، نواسی وغیرہ کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا جائز نہیں۔و اللہ تعالی اعلم با لصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

اگر کوئی عورت مدینہ منورہ میں بیوہ ہوجائے تو کیا کرے؟

مسئلہ از: از سیف قادری للولی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کرنے کے لئے گھر سے نکلی اور ابھی مدینہ منورہ میں تھی کہ وہیں اس کا شوہر انتقال کر گیا اب وہ عورت کیا کرے گی حج کو مکہ مکرمہ جائے گی یا اپنے گھر واپس آئے یا کیا کرے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ایسی عورت کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جس مکان میں سکونت کے دوران بیوہ ہوئی اسی میں عدت وفات پوری کرے جمع المناسک میں ہے:

"ان كان بائنا اومات عنها فان كان الى منزلها اقل من مدة سفر والى مكة مدة سفر فانه يجب ان تعود الى منزلها وان كا ن الى مكة اقل مضت الى مكة وان كان من الجانبين اقل مدة السفر فهي بالخيار ان شاء ت مضت وان شاء ت رجعت الى منزلها سواء كانت فى المصر او غيرها وسواء كان معها محرم او لا الاان الرجوع اولى وان كان من الجانبين مدة سفر فان كانت

(۱)الدر المختار مع رد المحتار کتاب الحج ،ج:۳،ص:۴۰۲

(۲)فتح القدیر کتاب الحج ،ج:۲،ص:۴۱۷

فی سفر فلیس لها ان تخرج حتی ینقضی عدتها وان کان معها محرم عند ابی حنیفة" (۱)

اور بہار شریعت میں ہے

"سفر میں شوہر کا انتقال ہوا اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے محرم یا بغیر محرم نہ ادھر آسکتی ہے نہ ادھر جاسکتی ہے"(۲)

مگر آج کل سعودی حکومت کے نظام آمد ورفت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں رہ کر عدت پوری کرنا نہایت دشوار ہے اور اپنے وطن آنے میں بھی سخت مشقت ہے لہذا بوجہ دفع حرج ومشقت وہ عورت مکہ مکرمہ جا کر ارکان حج ادا کرے اور اگر بعد حج ممکن ہو تو وہیں پر ورنہ بصورت مجبوری اپنے وطن پہلے جس جگہ پہونچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اب بوجہ ضرورت شوہر کے گھر عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی مکہ سے منیٰ چلا جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از محمد عتیق خاں خلیل آباد

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس بارے میں کہ آج کل سعودی نظام کے مطابق حجاج کو آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی منیٰ پہونچا دیا جاتا ہے ایسا کرنا اور حجاج کا رات ہی میں منیٰ شریف چلا جانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

بہتر ومسنون طریقہ یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کو چلے فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے:

"ثم اذا جاء یوم الترویة وفی المنافع وهو الیوم الثامن من ذی الحجة خرج من مکة بعد ما طلعت الشمس الی منی و یبیت بها "(۳)

درمختار میں ہے:

---

(۱) جمع المناسک ص:۴۴

(۲) بہار شریعت ج:۸، ص:۲۴۷

(۳) الفتاوی التاتارخانیة ج:۲، ص:۱۶۰

"فاذا صلی بمکۃالفجر یوم التروبۃثامن الشھر خرج الی منی "(۱)

فتح القدیر میں ہے:

"قال المرغینانی بعد طلوع الشمس وھو الصحیح لما عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ علیہ الصلاۃ والسلام صلی الفجر یوم الترویۃبمکۃ فلما طلعت الشمس راح الی منی "(۲)

بہار شریعت میں ہے:

"جب آفتاب نکل آئے منی کو چلو اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر"(۳)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ آٹھویں کی رات میں ہی منی بھیج دینا یا چلا جانا اگرچہ جائز ہے مگر خلاف سنت ہے بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جائے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

دوران طواف وسعی ویڈیو بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از حامد رضا ممبئی

شریعت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ خانۂ کعبہ کا طواف اور سعی کرتے ہوئے خود اس کی ویڈیو بناتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شریعت مطہرہ میں بلا ضرورت شرعیہ تصویر بنانا بنوانا حرام وگناہ ہے تصویر کشی پر سخت وعید آئی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون "(۴)

یعنی قیامت کے دن سخت تر عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ہوگا

یہ حکم ہر جگہ کے لئے ہے اور حرم پاک میں تو اور سخت حکم ہے کہ وہاں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہوتا ہے۔ معاذاللہ رب العلمین۔

---

(۱)الدرالمختار مع رد المحتار ج:۳،ص:۴۵۹

(۲)فتح القدیر ج:۲،ص:۴۷۷

(۳)بہار شریعت ج:۶،ص:۱۱۱۹

(۴)الصحیح لمسلم ج:۲،ص:۲۰۱

یہ بہت بڑی جرأت کی بات ہے کہ خاص دربار الٰہی میں پہونچ کر اس کی نافرمانی کی جائے اور پھر اس کی نمائش بھی ہو۔

جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں سخت گناہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسے حرام کاموں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور اپنے حج کی برکتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

حج سبسیڈی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیضان رضوی، امرڈوبھا کبیر نگر

حضرت قاضیٔ شریعت ضلع سنت کبیر نگر صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ حکومت ہند حجاج کرام کے کرایہ میں اپنی طرف سے کچھ رعایت کرتی ہے جسے حج سبسیڈی کہا جاتا ہے شرعا اس کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

معاملات بیع وشرا اور اجارہ وغیرہ میں شریعت مطہرہ کی جانب سے عاقدین کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں ان میں ایک اختیار یہ بھی ہے کہ آدمی اپنا لاکھ کا سامان ہزار میں بیچ سکتا ہے یونہی اگر ہزار کا سامان لاکھ میں بیچے تو بھی شرعا درست ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

"لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ"(۱)

بلکہ بیچنے والے نے جس دام پر کوئی سامان بیچا اس دام میں بھی بعد بیع کمی کر سکتا ہے یونہی خریدار نے جتنی قیمت پر سامان خریدا اگر چاہے تو اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے ہدایہ میں ہے

یجوز للمشتری ان یزید للبائع فی الثمن و یجوز للبائع ان یزید للمشتری فی المبیع و یجوز ان یحط عن الثمن،،(۲)

اور فقہا جابجا صراحت فرماتے ہیں: "الاجارۃ مثل البیع" معاملہ کرایہ داری بیع کی طرح ہے لہٰذا اجارہ میں بھی دونوں فریق کو یہ اختیار ہوگا کہ جس قدر کرایہ پر چاہیں اجارہ کریں شرعا کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) فتح القدیر ج:۷،ص:۱۹۸

(۲) الھدایہ ج:۳،ص:۵۹

سامان کا دام ہو یا سفر کا کرایہ دونوں میں کمی بیشی کرنا کرانا فریقین کا ذاتی حق ہے اگر کسی جگہ سفر کا عام کرایہ مثلا ایک لاکھ روپیہ ہے اور حکومت یا کوئی شخص اپنی سواری سے اس جگہ تک سفر کرانے کے لئے پچاس ہزار میں ہی راضی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے حکومت ہند اگر حجاج کرام کے کرایہ میں کچھ کمی کر دے رہی ہے تو یہ درست ہے اور اس طور پر سفر حج پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر حکومت اپنی طرف سے کچھ رقم دے تب بھی حاجیوں کو اسے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ حکومت کے خزانے میں تمام رعایا کا حق ہوتا ہے تو مسلمان کا بھی حق ہوا لہٰذا حکومت حاجی کے کرائے میں سبسیڈی اور چھوٹ دے یا بطور عطیہ ونذر کچھ رقم پیش کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ **واللہ تعالی اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا حج سے پہلے دعوت کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ: از کفیل احمد جہانسی

کیا حکم شریعت ہے اس مسئلہ میں کہ جب کوئی حج پر جاتا ہے تو جانے سے پہلے عزیز و اقارب کی دعوت کرتا ہے جسے حج کا کھانا بھی کہا جاتا ہے کیا یہ دعوت ضروری ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

خوشی کے موقع پر احباب و اقارب کو کھانا کھلانا شریعت مطہرہ میں پسندیدہ ہے حدیث شریف میں مومن کی خوبیوں میں کھانا کھلانا بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: **"ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرء السلام علی من عرفت و من لم تعرف"(۱)**

اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے پروردگار کے دربار خاص اور محبوب کائنات علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گاہ پر حاضری کی سعادت پا رہا ہے۔

اس لئے اگر حاجی سفر حج پر روانہ ہونے سے قبل اعزہ و اقربا کی دعوت کرتا ہے تو یہ کار ثواب ہے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کرے گا تو انشاء اللہ تعالی ثواب پائے گا اور نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ **واللہ تعالی اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ٦

حاجیوں کو ہار پھول پہنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد بختیار علی، پچھی پور مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص حج وزیارت کے لئے جاتا ہے تو لوگ خوشی میں اس کے گلے میں ہار پھول ڈالتے ہیں بعض لوگ اسے غلط کہتے ہیں آپ بتائیں کہ حجاج کے گلے میں مالا ڈالنا کیسا ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کچھ لوگ شریعت کے بجائے طبیعت کو شریعت کا نام دینے کے عادی ہیں ایسے لوگوں کی بات سننا اور اس پر توجہ دینا بے سود ہے حاجی جس مبارک سفر پر جاتا ہے اس کی قدر ومنزلت سے کس مسلمان کو مجال انکار ہے۔ ایک مسلمان کے لئے زندگی کی معراج کا سفر ہوتا ہے حاجی اللہ عزوجل کا مہمان ہوتا ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا کے در پاک پر حاضری کی سعادت پانے کی بنا پر اہل ایمان کے نزدیک مزید قابل اعزاز وتکریم ہو جاتا ہے تو اس کے گلے میں ہار ڈالنا اس کی تعظیم وتکریم ہے اور اس مبارک سفر کی قدر ومنزلت کا اظہار ہے اور یہ امور شرع مطہرہ میں غلط نہیں بلکہ بہ نیت خیر مستحسن ہیں یہ ایسا عمل ہے جس کو علما وصلحا خواص وعوام عالم وعامی سب کرتے ہیں حتی کہ منکرین کے یہاں بھی یہ کام ہوتا ہے اور جسے عامہ مسلمین اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے حدیث شریف میں ہے: "ما راہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن" (۱)

لہٰذا حجاج کے الوداعی پروگرام یا ان کے استقبال میں ان کو ہار پھول پہنانا جائز ہے اسے ناجائز اور بدعت کہنا جہالت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حج بدل کرنے والا قربانی کس کے نام سے کرے؟

مسئلہ: از محمد اظہر بنجریا خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حج بدل کرنے گیا ہے تو حج کی قربانی اپنے نام سے کرے گا یا جس کی طرف سے حج بدل کرنے گیا ہے اس کی طرف سے کرے؟

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل ج: ۱، ص: ۳۷۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد، تمتع، اور قران ان میں حج افراد میں قربانی واجب ہی نہیں ہے تمتع اور قران میں واجب ہے اب حج بدل کرانے والے نے اگر حج تمتع یا قران کرنے کو کہا ہے یا عرفاً تمتع یا قران کی اجازت ثابت ہوئی ہے تو اس کی قربانی حج بدل کرنے والا اپنی طرف سے کرے گا۔ کنز الدقائق میں ہے:

ودم القران والجناية على المامور (۱)

اس کے تحت البحر الرائق میں فرمایا

"واراد بالقران دم الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا كما صرح به فى غاية البيان لكن بالاذن المتقدمة (۲)

درمختار میں ہے:

"و دم القران والتمتع والجنايةعلى الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فيصير مخالفا فيضمن "(۳)

لباب میں ہے

"لو امره بالقران او التمتع فالدم على المامور" (۴)

ان ارشادات سے بخوبی عیاں ہے کہ حج بدل کرنے والا حج کی قربانی اپنی طرف سے کرے گا۔ واللہ تعالی عالم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم الافتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) کنز الدقائق مع البحر ج :۳، ص :۱۱۷

(۲) البحر الرائق ج :۳ ،ص:۱۱۷

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار ج :۳، ص:۳۲

(۴) اللباب ،باب الحج عن الغير ،ص : ۳۰۵

جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مدت سفر کی مسافت طے کرنے کے بعد معتدہ ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ :از محمد سیف جھانسی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے وطن سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی جبکہ مکہ مکرمہ مسافت سفر پر ہے اب وہ عورت کیا کرے گی۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وہ عورت شرعاً محصرہ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے و اذا احرمت ولا زوج لها و معها محرم و مات محرمها او احرمت ولا محرم لها و لكن معها زوجها فمات زوجها فانها محصرة هكذا في البدائع (۱)

اسی میں ہے

"واذا مات محرم المرأة في الطريق و بينها و بين مكة مسيرة ثلثة ايام فصاعدا فهي بمنزلة المحصر "(۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت کا شوہر یا محرم راستہ میں فوت ہو گیا اور وہاں سے مکہ مکرمہ مسافت سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو محصرہ نہیں ورنہ محصرہ ہے

بہار شریعت میں ہے:

"عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو وہ محصرہ ہے اگر چہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو" (۳)

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ مذکورہ عورت محصرہ ہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ آگے سفر نہ کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو وہیں ٹھہر کر عدت پوری کرے یا وہاں سے جس قریب تر جگہ پر عدت گزارنا میسر ہو وہاں گزارے اور کسی معتبر شخص کے ذریعہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت حرم شریف بھیج دے اور دن تاریخ و وقت متعین کر دے جب وہ شخص وقت

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۳) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۱۹۶

متعینہ پر قربانی کر دے گا عورت احرام سے باہر ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے:

''محصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام کھل نہیں سکتا جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف و سعی و حلق نہ کرے''(۱)

اسی میں ہے

''یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا''(۲) واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۴ر رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل حج بیوہ ہوگئی تو وہ کیا کرے؟

مسئلہ از : احمد رضا قادری اترولہ بلرام پور

کیا فرماتے ہیں محققین فقہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کے ارادہ سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف میں پہنچ کر بیوہ ہو جائے تو کیا کرے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں حکم واضح فرمائیں کرم ہوگا۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کوئی عورت حج کے ارادے سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف پہونچ کر بیوہ ہو جائے تو وہ ارکان حج ادا کرے اور اگر ممکن ہو تو مکہ مکرمہ میں رہ کر عدت پوری کرے اور اگر وہاں رکنا دشوار ہو تو اپنے وطن پہونچ کر جس قریب کی آبادی میں عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے بصورت مجبوری شوہر کے گھر آ کر عدت پوری کرے سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ ایک مسئلہ کے تحت رقمطراز ہیں:

''اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدۃ سفر نہیں مثلا جدہ پہونچ گئی تو اب چلی

(۱) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۲) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے: وکانت کمن ابانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر ولیس بینها و بین مصر ها مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرها مدۃ وبین مقصدها اقل مضت پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے"(۱)

اس عبارت میں اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بے شوہر اور بلا محرم والی عورت کو اس عورت کے جیسی بتایا ہے جس کا شوہر مکہ معظمہ کے راستہ میں فوت ہو جائے اور اسے حج کی اجازت دی ہے اور پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں عدت وفات گزارنے کا حکم دیا ہے اس لئے سوال میں مذکورہ عورت ارکان حج ادا کرے

البتہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اس عورت کے لئے حکم ہے کہ مکہ معظمہ میں عدت پوری کرے مگر ادنی طالب فقہ پر بھی یہ بات روشن ہے کہ اس وقت اور آج کے ملکی قوانین اور حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے آج سعودی نظام حکومت کی وجہ سے پوری عدت کا زمانہ مکہ مکرمہ میں گزارنا سخت مشکل اور حرج و مشقت کا سبب ہے اس لئے ایسی عورت کو اجازت ہے کہ اپنے ملک میں جہاں پہلے پہونچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر اس میں مشقت ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہونچ کر عدت گزارے۔

چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

" و فی البدائع رجعت و بلغت ادنی المواضع التی تصلح للاقامة اقامت فيه واعتدت ان لم تجد محرما بلا خلاف و كذا ان وجدت عند ابی حنيفة ومثله فی المحيط و فيه؛البدوی طلق امراته فاراد نقلها الی مكان آخر فی الكلاء والماء فان لم تتضرر بتركها فی ذالک الموضع فی نفسها اوما لها ليس له ذالک وان تتضرت فله ذالک اذا الضرورات تبيح المحظورات." (۲)

کیا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

مسئلہ: از سراج الحق بنگلہ بستی کلکتہ

کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر جانا چاہے تو جاسکتی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر عورت کے مکان سے مکہ مکرمہ کی مسافت مدت سفر پر ہے یعنی اس کے مکان سے مکہ مکرمہ کی دوری

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۶۸۴

(۲) فتح القدیر، باب العدۃ، ج:۴،ص:۳۱۳

ساڑھے بانوے کلومیٹر ہے تو بغیر محرم حج کو جانا حرام ہے اور شوہر کے علاوہ محرم وہ شخص ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے

"والمحرم الزوج ومن لایجوز منا کحتھا علی التابید بقرابة او رضاع او مصاھرة کذافی الخلاصة "(۱)

فتاوی رضویہ میں ہے

"عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمنان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا"(۲)۔

ان ارشادات سے روشن ہے کہ عورت اسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے جس کا نکاح ہمیشہ کے لئے اس عورت سے حرام ہو اور خالو وہ محرم نہیں ہے جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو لہٰذا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر نہیں جا سکتی ہے۔واللہ تعالی اعلم

کیا حاجی کو بطور علامت کڑا پہننا درست ہے؟

مسئلہ از : عبدالکلام خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ حاجی صاحبان کو حکومت کی طرف سے اسٹیل یا کسی اور دھات کا ایک کڑا ملتا ہے جس پر حاجی کا نام و پتہ لکھا رہتا ہے حاجی اسے ہاتھ میں پہنے رہتا ہے اس کا پہننا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرد و عورت دونوں کے لئے سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کا استعمال جائز نہیں ردالمحتار میں ہے:

"فی الجوھرة والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء"(۳)

ہاں عورت کو سونا چاندی دونوں کا استعمال درست ہے اور مرد کو صرف چاندی وہ بھی نگینہ کے ساتھ انگوٹھی کی شکل میں ہی استعمال کی اجازت ہے درمختار میں ہے:

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج:۱،ص:۲۱۹

(۲) الفتاوی الرضویة ج:۴،ص:۶۹۱

(۳) رد المحتار ج:۹،ص:۴۳۸

"ولا یتختم الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم بغیرها کحجر وذهب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرها "(۱)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے

"فیحرم بغیرها ا ه)لما روی الطحاوی باسناده الی عمران بن حصین وابی هریرة قال نهی رسول الله ﷺ عن خاتم الذهب "(۲)

فتاوی عالمگیری میں ہے

"ویکره للرجال التختم بماسوی الفضة کذافی الینابیع والتختم بالذهب حرام فی الصحیح کذافی الجیز للکردری وفی الخجندی التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء جمیعا"(۳)

بہار شریعت میں ہے:

''انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جا سکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے مثلا لوہا، پیتل ،تانبا، جست وغیرہا ان دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں''(۴)

فرق اتنا ہے کہ عورت سونا بھی پہن سکتی ہے اور مرد نہیں پہن سکتا ان ارشادات سے واضح ہے کہ مرد وعورت دونوں کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا استعمال خواہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو جائز نہیں لہٰذا حکومت کی جانب سے اسٹیل وغیرہ دھات پر پتہ وغیرہ لکھ کر حجاج کو جو کڑا دیا جاتا ہے اس کا پہننا درست نہیں ہے اسے بیگ یا پاکٹ میں رکھیں اور اگر بالفرض کسی نے پہن رکھا ہے تو اسے پہن کر نماز ہرگز نہ پڑھے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا حاجی پر عید اضحیٰ کی قربانی واجب ہے

مسئلہ از :عبدالصمد بستی .

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جو حضرات حج کے لئے جاتے ہیں ان کو حج کی قربانی کرنی

---

(۱)الدر المختار مع رد المحتار ج: ۹،ص:۴۳۷

(۲)ردالمحتار ج:۹،ص:۴۳۷

(۳)الفتاوی العالمگیریة ج:۵،ص:۳۳۲

(۴)بهار شریعت ج:۱۶،ص:۴۲۶

ہوتی ہے تو کیا ان کو عید الضحیٰ کی قربانی بھی کرنی پڑے گی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر حاجی ایام قربانی یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ذی الحجہ کی تاریخوں میں مالک نصاب اور شرعاً مقیم ہو تو اس پر بقرہ عید کی قربانی بھی واجب ہے اور اگر مالک نصاب ہو مگر ان ایام میں مسافر ہو تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں ہے رد المحتار میں ہے۔

"الذبح لہ ای المفر دا فضل ویجب للقارن والمتمتع واما الا ضحیۃ فان کان مسافر افلایجب علیہ والا کالمکی فتجب کما فی البحر "(۱)

اور بہار شریعت میں ہے

یہ قربانی وہ نہیں ہے جو بقر عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو،،(۲) **واللہ تعالی اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

کیا ایک عمرہ یا طواف بہت سارے مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا ہے؟

مسئلہ از: عبد الحکیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

کیا ایک شخص بیک وقت کئی مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کر سکتا ہے اور سب کو برابر ثواب ملے گا؟ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک شخص ایک عمرہ یا طواف بلکہ حج نفل میں بھی متعدد لوگوں کی نیت کر سکتا ہے اور اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جتنے مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کرے گا سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، رد المحتار میں ہے:

"فی التا تار خانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المو منین و المومنات لانھا تصل الیھم و لا ینقص من اجرہ شئی "(۳)

---

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۵۳۴

(۲) بہار شریعت ج:۶، ص:۱۰۴

(۱) رد المحتار ج: ۱، ص: ۶۰۵، دار احیاء التراث العربی بیروت

بلکہ یہ حکم حدیث پاک سے ثابت ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ما علی احد کم اذا اراد ان یتصدق للّٰہ صدقة تطوعا ان یجعلها عن والدیه اذا کانا مسلمین فیکون لوالدیه اجرها وله مثل اجورها بعد ان لا ینقص من اجورهما شئی"(۱)

لہٰذا ایک عمرہ یا طواف کرنے میں بہت سے مسلمانوں کو ثواب پہچانے کی نیت سے شامل کرسکتا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ سب کو ثواب برابر ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ ابن عساکر ج:۵،ص:۴۵۶،دارالمعرفة بیروت

مراجع ومصادر

کتب تفسیر

(۱) تفسیر خازن — علامہ علی بن محمد خازن شافعی — متوفی ۷۲۵ھ
(۲) تفسیر بغوی — محمد بن حسین مسعود فرا البغوی — متوفی ۵۱۶ھ
(۳) تفسیر نسفی — عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی — متوفی ۷۰۱ھ
(۴) تفسیر بیضاوی — قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی — متوفی ۶۸۵ھ
(۵) درمنثور — علامہ جلال الدین سیوطی — متوفی ۹۱۱ھ
(۶) احکام القرآن للجصاص — حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی جصاص — متوفی ۳۷۰ھ
(۷) احکام القرآن لابن عربی — علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی — متوفی ۵۴۳ھ
(۹) تفسیر جمل — سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل — متوفی ۱۲۰۴ھ
(۱۰) خزائن العرفان — سید محمد نعیم الدین مرادآبادی — متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب احادیث وسیر

صحیح البخاری — امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری — متوفی ۲۵۶ھ
مسلم شریف — امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری — متوفی ۲۶۱ھ
جامع الترمذی — امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی — متوفی ۲۷۹ھ
سنن ابوداؤد — امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث — متوفی ۲۷۵ھ
سنن نسائی — امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی — متوفی ۳۰۳ھ
سنن ابن ماجہ — امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ — متوفی ۲۷۳ھ
مصنف ابن ابی شیبہ — امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ — متوفی ۲۳۵ھ
مصنف عبدالرزاق — امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی — متوفی ۲۱۱ھ
شرح معانی الآثار — امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی — متوفی ۳۲۱ھ

مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد ابن حنبل	متوفی ۲۴۱ھ
موطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین تبریزی	متوفی ۷۴۲ھ
المستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	متوفی ۴۰۵ھ
جامع صغیر للسیوطی	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
شرح السنۃ للبغوی	امام حسین بن مسعود بغوی	متوفی ۵۱۶ھ
سنن البیہقی	احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسر وجردی البیہقی	متوفی ۴۵۸ھ
سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی	متوفی ۳۸۵ھ
نوادر الاصول	امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی	متوفی ۳۲۰ھ
جامع الاحادیث	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
المعجم الاوسط	امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی	متوفی ۳۶۰ھ
نصب الرایۃ	حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی	متوفی ۷۶۲ھ
المقاصد الحسنۃ	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی	متوفی ۹۰۲ھ
الجوہر النقی		
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری	متوفی ۹۷۵ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	متوفی ۸۰۷ھ
مرقات المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
نزہۃ القاری	مفتی محمد شریف الحق امجدی	متوفی ۱۴۲۱ھ
انوار الحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی	متوفی ۵۴۴ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	متوفی ۸۵۲ھ

کتب فقہ واصول فقہ

المبسوط للامام محمد بن حسن الشیبانی	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
المبسوط للسرخسی	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	متوفی ۴۸۳ھ

السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	متوفی ۱۸۹ھ
شرح وقایہ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمد بن محمد	متوفی ۷۴۷ھ
ھدایہ	علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	متوفی ۵۹۳ھ
بحر الرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	متوفی ۹۷۰ھ
النھر الفائق	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم حنفی	متوفی ۱۰۰۵ھ
مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر	علامہ محمد سلیمان داماد آفندی	متوفی ۱۰۷۸ھ
عمدۃ الرعایۃ	علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی	متوفی ۱۳۰۴ھ
فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن ھمام	متوفی ۸۶۱ھ
تبیین الحقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی	متوفی ۷۴۳ھ
رد المحتار	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
جد الممتار	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
الفتاوی التاتارخانیۃ	علامہ عالم ابن العلاء انصاری دہلوی	متوفی ۷۸۶ھ
غنیۃ المستملی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	متوفی ۹۵۶ھ
مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
الجوھرۃ النیرۃ	علامہ ابو بکر بن علی حداد	متوفی ۸۰۰ھ
المغنی لابن قدامہ الحنبلی	علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ	متوفی ۶۲۰ھ
روضۃ الطالبین	علامہ یحیٰی بن شرف نووی	متوفی ۶۷۶ھ
مختصر احمد خرقی مع المغنی	ابو القاسم عبد اللہ بن احمد	متوفی ۳۳۴ھ
غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر	سید احمد بن محمد حنفی حموی	متوفی ۱۰۹۸ھ
حاشیۃ الطحطاوی	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	متوفی ۱۲۳۱ھ
تحفۃ المحتاج	علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی	متوفی ۹۷۳ھ
تنبیہ الغافل والوسنان	علامہ سید امین ابن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
الفتاوی العالمگیریۃ	ملا نظام الدین	متوفی ۱۱۶۱ھ
العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ

کتاب	مصنف	وفات
الفقہ علی المذاہب الاربع	علامہ عبدالرحمٰن الجزیری	
منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
فتاویٰ مصطفویہ	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاویٰ امجدیہ	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۶۷ھ
فتاویٰ ملک العلماء	علامہ ظفر الدین بہاری	متوفی ۱۳۸۲ھ
فتاویٰ بحرالعلوم	مفتی عبدالمنان اعظمی	متوفی ۱۴۳۴ھ
حبیب الفتاویٰ	مولانا حبیب اللہ بھاگلپوری	متوفی ۱۳۹۵ھ
انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
فواتح الرحموت	بحرالعلوم عبدالعلی بن نظام الدین	متوفی ۱۲۲۵ھ
نورالانوار	ملا محمد جونپوری	متوفی ۱۱۳۰ھ
کشف الاسرار شرح المنار		

کتب لغت

کتاب	مصنف	وفات
لسان العرب	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی	متوفی ۷۱۱ھ
تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی حنفی	متوفی ۱۲۰۵ھ
مجمع بحارالانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	متوفی ۹۸۶ھ
المنجد		
مصباح اللغات	عبدالحفیظ بلیاوی	
غیاث اللغات	محمد غیاث الدین بن جلال الدین رام پوری	متوفی ۱۲۴۲ھ
فیروز اللغات	الحاج فیروز الدین	
المعجم الوسیط		

کتب فرقہ باطلہ

کتاب	مصنف	وفات
تقویت الایمان	محمد اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ

صراط مستقیم	اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
رسالہ یکروزی	اسمٰعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
تحذیر الناس	محمد قاسم نانوتوی	متوفی ۱۲۹۷ھ
براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی	متوفی ۱۳۴۶ھ
حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی	متوفی ۱۳۶۲ھ
الشہاب الثاقب	حسین احمد ٹانڈوی	
جواہر الفرائد	مولوی محمد یوسف تاولوی دیوبندی	

دیگر کتب

کشاف اصطلاح الفنون	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد الحنفی التھانوی	متوفی ۱۱۵۸ھ
الملفوظ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
معارف شارح بخاری		
ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور		
امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں		
روح کلیت		

کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک فتاوی کا مجموعہ
فتاوی علیمیہ
2
محقق عصر تاج الفقہاء مفتی
محمد اختر حسین قادری
شبیر برادرز

کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک فتاوی کا مجموعہ

العطایا الالٰهیه
فی
الفتاوی العلیمیة

2

معروف به

فتاوی علیمیه

مصنف

محقق عصر تاج الفقہاء مفتی محمد اختر حسین قادری

استاذ فقہ و معقولات و صدر شعبہ افتاء دار العلوم علیمیہ

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

فتاوی علیمیہ

مصنف ——— محمد اختر حسین قادری

باہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— فروری

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

۷۸۶
۹۲

نذرِ عقیدت

برکۃ المصطفیٰ فی الہند محقق جلیل الشان

عاشق رسول انام ناشر احادیث نبویہ علامہ اجل

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ

کی بارگاہ ناز میں نذر حقیر حاضر ہے

گر قبول افتد زہے عزو شرف

نیاز کیش

محمد اختر حسین قادری

۷۸۶
۹۲

خراج عقیدت

عطائے امام اعظم مجتہد وقت موید فقہ حنفی محقق علی الاطلاق علامہ زمان

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۶۱ھ

اور

خاتم المحققین شیخ الاسلام والمسلمین علامہ

سید محمد امین بن عابدین شامی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۱۱۹۸ھ وفات ۱۲۵۲ھ

کے دربار ذی وقار میں پیش ہے

طالب فیضان
محمد اختر حسین قادری

رضویات کے خزانہ میں نادر زمن اضافہ

صاحب تصانیف کثیرہ ماہر رضویات مناظر اہلسنت عزت مآب حضرت علامہ مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سربراہ اعلیٰ دار العلوم غوث اعظم پور بندر گجرات

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

بسم الله الرحمن الرحيم

اعلیحضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا محقق البریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تلمیذ ومرید اور مجاز وخلیفہ مبلغ اسلام، قاطع شرک وکفر، حامئ سنت، ماحئ بدعت وضلالت حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳/ اپریل ۱۹۰۲ء کو صوبہ یوپی کے تاریخی شہر میرٹھ میں ہوئی۔

آپ نے صرف سولہ سال کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درس نظامی کی تکمیل کر کے عالم وفاضل کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی بعدہ آپ بریلی شریف گئے اور امام اہلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا محقق بریلوی سے قادری سلسلہ میں بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ نے دین واسلام کی نشر واشاعت اور خدمات کے لیے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ انگریزی زبان میں آپ بہت روانی اور سرعت سے عام فہم اور دلکش انداز میں تقریر کرنے کی صلاحیت تامہ کے حامل تھے۔ چالیس سال تک افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، ملایا، سنگاپور اور دیگر ممالک میں اپنے محدود وسائل کے باوجود اسلام کا عالمگیر پیغام پہنچایا۔ آپ کے دست برحق پر پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ مفکر اسلام کی حیثیت سے عالمی پیمانے پر آپ کے نام کا ڈنکا بجتا رہا۔ متعدد کانفرنسیں منعقد کیں۔ تبلیغی واشاعتی سوسائیٹیاں، لائبریریاں، کالج، مدارس اور مساجد قائم کیں۔ ۱۹۵۱ء میں پوری دنیا کا طویل دورہ کیا اور دلائل وبراہین کی روشنی میں اسلام کا پیغام دیا۔ نتیجہ مختلف ممالک کے باا‌ثر اور نامور اشخاص نے حق وصداقت کا اثر قبول کیا۔ آپ نے متعدد معتبر ومستند ومعتمد تصانیف ارقام فرمائی ہیں۔ جن میں (۱) ذکر حبیب (۲) کتاب تصوف (۳) بہار شباب اور دیگر تصانیف شامل ہیں۔ آپ نے ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور مدینہ شریف کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ نے باقیات الصالحات کی حیثیت سے سینکڑوں مدارس، ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں کی تعداد میں

مریدین ومتوسلین کا حلقہ اپنی علمی وروحانی وراثت کے طور پر ملت اسلامیہ کے لیے ترکہ میں عطا فرمایا۔ان میں سے ایک یادگار صوبہ یوپی کے جمدا شاہی میں واقع عظیم ادارہ دارالعلوم علیمیہ ہے۔اس ادارہ سے بے شمار تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھا کر اب خود سبیل رواں کی حیثیت سے قوم وملت کی آبیاری کررہے ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا شمار ملک کے عظیم سنی اداروں میں ہوتا ہے ذی استعداد اور خلوص وبے لوثی کے پیکر جمیل اساتذہ کرام تلامذہ کو اپنا خون جگر پلا کر علوم وعرفان کا حسین نمونہ بناتے ہیں۔انہیں لائق صد احترام اور واجب التعظیم، اساتذہ کے، ''جیش رضا'' میں ایک ذات گرامی ایسی ہے جو اہلسنت کی آبرو، مشائخ عظام کا محبوب نظر، اکابر علما کا مطمح نظر، اصاغر علما کا ہادی ورہبر، مسند تدریس کی شان، فتوی نویسی کی آن بان، دلائل وبراہین کا کوہ ہمالیہ، علوم وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، فاضل جلیل، عالم نبیل، ذی مرتبت مفتی، مصنف جلیل، مناظر عظیم، مقرر رطب اللسان، واعظ شعلہ بیان، منافقوں کے لیے سیف حیدری، مومنوں کے سپر ومحافظ، علوم ومعارف وفنون میں ہر فن مولی، مسلک اعلیحضرت کا باوقار علمبردار، رضویات کے جذبہ حق کا سپہ سالار، خلوص وتقوی کا پیکر جمیل، دلیری وجوانمردی کا بطل نامور، میرے مخلص کرم فرماں، میرے پیارے چچا حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ دارالعلوم جمدا شاہی کے صدر مفتی کی حیثیت سے فتوی نویسی کی خدمت میں آپ کا قلم شب وروز رواں دواں رہتا ہے اور کلک رضا کا جوہر دکھلاتا رہتا ہے۔حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری کے فتاوی کے بنام ''فتاوی علیمیہ'' جلد اول اور جلد دوم زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنے کی سعادت پارہے ہیں اور سرور وطرب کے ساز وسامان کے ساتھ ان کی آمد آمد ہو رہی ہے جس کا سہرہ کتب خانہ امجدیہ دہلی اور مکتبہ علیمیہ خلیل آباد کے سر پر مشترکہ طور پر باندھا جائے گا۔

فقیر اس نیک وسعید موقع پر قلب کی گہرائی سے صد مبارک باد کی صدا اور ترنم ریزی کا فریضہ بطور شکر ادا کرنے کی سعی کرتا ہے۔دعا ہے کہ مولی تعالی اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل ''فتاوی علیمیہ'' کی بیش بہا اشاعت کو عوام وخواص میں مقبول فرمائے اور ملت اسلامیہ کو اس اشاعت سے مستفیض ومستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

فقط خیر اندیش دعا گو

عبدالستار ہمدانی مصروف نوری برکاتی

بمقام پوربندر، گجرات

مورخہ ۲۷/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز چہارشنبہ

فہرست مسائل فتاویٰ علیمیہ دوم

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

محرمات کا بیان

ولی و کفو کا بیان

مہر کا بیان

جہیز کا بیان

کافر و مرتد کے نکاح کا بیان

رضاعت کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

نسب ثابت ہونے کا بیان

نفقہ اور عدت کا بیان

کتاب الحلف والایمان

قسم اور منت کا بیان

کتاب الحدود والتعزیر

حدود و تعزیر کا بیان

کتاب السیر

سیر کا بیان

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باب المسجد

مسجد کا بیان

باب المقبرہ

قبرستان کا بیان

فہرست جدید مسائل

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

کتاب الحدود

حدود کا بیان

کتاب السیر

سیر کا بیان

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

کتاب الوقف

وقف کا بیان

کتاب النکاح

قال الله تعالیٰ

﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً﴾

(النساء/۳)

یعنی

نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک سے۔

از ص: ۲۵	تا	ص: ۱۳۸

کل فتاویٰ: ۱۲۳

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

کہا میں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق اب نکاح کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: عبدالواحد علی انصاری، مقام منگرا سرولی، ضلع سیتا مڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے قسم کھایا کہ:

میں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، آیا اب زید کسی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ بنایا ہو بغیر زید کے کہے کسی عورت سے زید کا نکاح کر دے اور جب زید کو اس کا علم ہو کہ فلاں نے میرے کہے بغیر میرا نکاح کر دیا ہے تو زبان سے نکاح نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کر دے جس سے اجازت ہو جائے۔ مثلاً اس عورت کو کچھ مہر دے دے یا اس کو بوسہ لے لے یا اسی کے مثل اور کوئی ایسا کام کر دے جو زوجین کے مابین ہوتے ہیں تو اس طرح سے نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہیں پڑے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت، ح:۸، ص:۱۶ اور فقہی پہیلیاں میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

وکیل کے ساتھ مؤکلہ لڑکی کا نکاح جائز ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت لڑکی کا وکیل نکاحی باپ بنایا جاتا ہے۔ لڑکی نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی اور لڑکی اس نکاحی باپ یعنی وکیل سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا شریعت نکاح کی اجازت دیتی ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

محض وکیل بن جانے سے کوئی حرمت نہیں آتی ہے۔لڑکی اگر وکیل کے محرمات میں سے نہیں ہے تو بلاشبہ یہ نکاح جائز ودرست ہے۔بشرطے اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ پائی جاتی ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

گونگے کا نکاح

مسئلہ از: عبدالقادر بن محمد علی، مقام و پوسٹ اموڑھا بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کا ایک لڑکا ہے اور وہ لڑکا کان سے کم سنتا ہے اور زبان سے صحیح طریقے سے بول نہیں پاتا اور اس کی شادی ہونے والی ہے۔تو وہ ایجاب وقبول کیسے کرے گا۔دلائل شرعیہ سے مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں اس کا نکاح اشارہ سے ہوگا مگر یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ گونگا لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اگر لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو بذریعہ تحریر عقد ہوگا کہ گونگے کے نکاح سے متعلق فقہاے کرام نے یہی تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" صاحب قدس سرہ رقمطراز ہیں:

عاقدین گونگے ہوں تو نکاح اشارہ سے ہوگا۔(۱)

اور خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

"ثم قال فی النهر ینبغی ان لا یختلف فی انعقاده بالأصمّین اذا کان کل من الزوج والزوجة اخرس لان نکاحه کما قالوا ینعقد بالاشارة حیث کانت معلومة" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللّٰہ رضوی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۶/۱۱/۱۴۲۱ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۷،ص:۱۲

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح، ج:۲،ص:۲۷۲

صلح کلی قاضی سے نکاح پڑھوانا اور قبروں پر بنے نئے راستہ پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا عبدالحئی خاں یارعلوی، جامعہ صدیقیہ فیضان العلوم سانگولہ ضلع شیولا پور، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید قاضی شہر ہے اور وہی سب کا نکاح پڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہابی دیوبندی رافضی، بدمذہبوں کی نکاح خوانی کرتا ہے ایسی صورت میں سنی صحیح العقیدہ حضرات ایسے قاضی شہر سے نکاح خوانی کروائیں یا نہیں اور ایسے قاضی شہر کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۲) مسلم قبرستان ہے اس قبرستان کی کچھ پرانی قبروں کو توڑ کر راستہ بنادیا گیا ہے اب اس راستہ پر نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع مفصل تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وہابی، دیوبندی، رافضی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر ومرتد ہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی، قادیانی،،(۱)

اسی میں ہے: "مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔"(۲)

اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ کذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط." (۳)

لہٰذا زید جو وہابی دیوبندی وغیرہ کا نکاح پڑھا کرتا ہے وہ صلح کلی وگمراہ اور بدمذہب ہے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اگر وہ صدق دل سے توبہ کرکے آئندہ وہابیوں اور دیگر بدمذہبوں کا نکاح پڑھانے سے باز آجائے تو اس سے سنی حضرات نکاح پڑھواسکتے ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۵

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۵۵

(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

(۲) قبروں پر راستہ بنانا ناجائز و حرام ہے اس پر چلنا پھرنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لان اطئی علی جمرة حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطأعلی قبر مسلم" (۱)

یعنی مجھے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے زیادہ پسند چنگاری پر پاؤں رکھنا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "المرور فی سکة حادثة فی المقابر حرام" (۲)

فتاوی رضویہ میں ہے: "قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، اُن پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے" (۳)

لہٰذا اگر مسلمانوں کی قبروں پر راستہ بنایا گیا تو اس پر چلنا پھرنا اور کوئی بھی نماز پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۶ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

اگر سسر نے بہو کو شہوت سے دانت کاٹا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تسنیم ثریا بنت خلیل احمد وارڈ نمبر تین عیدگاہ روڈ تلسی نگر، ضلع کشی نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میری (ہندہ) شادی زید سے تقریباً دو برس قبل ہوئی اور میں (ہندہ) رخصت ہو کر پہلی بار اپنی سسرال گئی اور ایک ہفتہ تک اپنی سسرال میں رہی اس دوران میں ہندہ شوہر کی ناموجودگی میں اپنے سسر کی غلط و گندی حرکتوں سے عاجز رہی مثلاً سسر بغیر بتائے میرے کمرے میں داخل ہو کر نازیبا مذاق اور فحش گانا سننے پر مجبور کرتا مجھے اپنے ہاتھوں سے جبریہ مٹھائی کھلانے کے لیے کہتا مجبور ہو کر ایک دن جب مٹھائی کھلائی تو سسر نے دانتوں سے میری انگلیوں کو کاٹ لیا لیکن حد اس وقت ہو گئی جب سسر مٹھائی کھلانے کے بہانے مجھے اپنے باہوں میں ایک دن دبوچ لیا اس نازیبا و گندی حرکتوں کی شکایت جب میں نے اپنے شوہر سے کی تو ناراض ہو گیا اور واضح کیا کہ جب تک تمہارے والدین پانچ لاکھ روپیہ یا چار پہیا گاڑی

---

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج:۱، ص:۲۲۹

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۴، ص:۱۰۸

نہیں دیں گے تب تک تمہارے ساتھ یہ ساری حرکتیں ہوتی رہیں گی اتنا کہہ کر میرے شوہر نے گھر والوں کی رضا مندی سے میرے سارے سامان اور زیوارات مجھ سے چھین لیا اور پڑرونہ بس اڈے پر چھوڑ کر فرار ہو گیا اس کے بعد میں کسی طرح اپنے میکے پہنچی واضح ہو کہ میرا شوہر دبئی رہتا ہے مجھے خوف ہے کہ جب شوہر کی موجودگی میں سسر کی یہ نازیبا وگندی حرکت ہے تو اس کے دبئی جانے کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا، مذکورہ حالات کے پیش نظر میں (ہندہ) اپنی سسرال جانے پر ہرگز راضی نہیں ایسی صورت میں مجھے کیسے چھٹکارا حاصل ہوگا اور اگر شوہر طلاق نہ دے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں:

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شہوت کے ساتھ بہو کو دانت کاٹنے یوں ہی شہوت کے ساتھ باہوں میں لینے سے وہ عورت اس کے لڑکے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے درمختار میں ہے:

"والمعانقة كالتقبيل وكذا القرص والعض بشهوة" (۱)

بہار شریعت میں ہے: "حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے۔ یونہی بشہوت چھونے سے اور بوسہ لینے سے اور فرج داخل کی طرف نظر کرنے سے اور گلے لگانے اور دانت کاٹنے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے" (۲)

مگر صرف عورت کا بیان حرمت کے لیے کوئی چیز نہیں جب تک کہ شوہر اس کی تصدیق نہ کرے یا دو گواہوں سے اس کام کا ثبوت نہ ہو جائے، فتاوی رضویہ میں ہے:

"عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے: "لان الحرمة ليست اليها قالوا وبه يفتى في جميع الوجوه بزازية" اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لانه يريد ازالة ملك ثابت بشهادة واحدة لا سيما وهي على فعل نفسه وشهادة المرء على فعل نفسه لا تقبل كما نصوا عليه قاطبة ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کر دے، بزازیہ وہندیہ میں ہے "فان وقع عنده صدقه وجب قبوله، یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو" (۳)

اور حرمت ثابت ہو جانے کی صورت میں عورت اپنے شوہر پر اگر چہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے مگر نکاح ختم نہیں ہوتا ہے جب تک کہ شوہر اسے نہ چھوڑ دے درمختار میں ہے:

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۴، ص:۱۰۹، فصل في المحرمات

(۲) بہار شریعت، ج:۷، ص:۳۳

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۳۰۵

"بحرمة المصاهرة لا ترتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة، (۱)

صورت مسئولہ میں آپ نے اپنے سسر کی جن گندی حرکتوں کا ذکر کیا ہے بشرط ثبوت آپ اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں، آپ کے شوہر پر لازم ہے کہ آپ کو چھوڑ دے اگر وہ نہ چھوڑے تو آپ اپنا معاملہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں پیش کریں وہ فیصلہ سنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

کسی کی منکوحہ کا بغیر طلاق نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئله از: محمد بشیر راعین کنز رٹولہ گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:
محمد بشیر راعین بن مرحوم خلیل احمد راعین عمر ۳۵ سال مقام کنز رٹولہ گاندھی نگر بستی نے اپنی ہی برادری کی ایک لڑکی افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم راعین عمر ۲۵ سال مقام اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر سے پانچ مہینہ پہلے آپسی رضا مندی سے اپنے والدین کو بغیر اطلاع کئے ہوئے شادی کرلی اب لڑکی کے گھر والے اس کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ محمد بشیر نے ابھی بھی طلاق نہیں دیا ہے اور لڑکی کے گھر والوں کو نکاح نامہ دکھاتے ہوئے سارے پریوار کو خبر کردی، اب افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم کا عقد دوسرے کے ساتھ ہوگا یا نہیں؟ نیز صورت مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح پڑھنے اور پڑھوانے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں آپ کا کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جب افسرہ خاتون کا نکاح محمد بشیر سے ہوگیا تو جب تک محمد بشیر اسے طلاق نہ دیدے یا اس کی موت نہ ہو جائے اس کا کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذالك المعتدة كذا في السراج الوهاج" (۲)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۱۱۹، فصل فی المحرمات
(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج:۱، ص:۲۸۰، کتاب النکاح

بہار شریعت میں ہے: "دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا۔" (۱)
اگر نکاح کیا گیا تو وہ نکاح ہوگا ہی نہیں بلکہ زنا کاری و بدکاری پر پیش کرنا ہوگا جو اس میں کسی بھی طور پر شریک ہوں گے وہ شرعاً سخت مجرم و گنہ گار اور مستحق غضب جبار اور لائق عذاب نار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی
۱۴ر ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

زنا سے پیدا شدہ بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طیب خیر آباد، سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک عورت سے زنا کیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اب اس لڑکے کا مزنیہ کے شکم سے ہونے والی اس لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس طرح حقیقی، اخیافی اور علاتی بہن سے نکاح حرام ہے یونہی زنا سے پیدا شدہ بہن سے بھی حرام ہے درمختار میں ہے: "حرم علی المتزوج اصله و فرعه وبنت اخيه و اخته و بنتها ولومن زنی" (۲)
ردالمحتار میں ہے: "قوله ولومن زنی تعميم بالنظر الی کل ماقبله ای لا فرق فی اصله او فرعه او اخته ان یکون من الزنی اولا اھ" (۳)
اور بہار شریعت میں ہے: "زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھانجی، بھتیجی بھی محرمات میں ہیں۔" (۴)
لہٰذا زید کی منکوحہ کے لڑکے اور مزنیہ کی لڑکی کے درمیان نکاح ناجائز و حرام ہے ان دونوں کا آپس میں نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی
۱۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

---

(۱) بہار شریعت، کتاب النکاح، ج:۷، ص:۱۸ (۲) الدر المختار، کتاب النکاح، ج:۴، ص:۸۲
(۳) ردالمحتار، ج:۴، ص:۸۲، کتاب النکاح (۴) بہار شریعت، کتاب النکاح، ج:۷، ص:۲۲

صرف دو گواہ ہوں تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ از: شفیق احمد ریلوے روڈ، لوہیا نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ۲۱؍۶؍۱۳ء کو ہندہ کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوایا اور اس نکاح کے بارے میں لڑکی اور لڑکے کے والدین کو کوئی اطلاع نہ رہی، دونوں آپس میں راضی ہوکر خوشی بخوشی ایک دوسرے کو قبول کرلیا جب کہ لڑکی کی عمر تقریباً ۱۸؍سال تھی اور لڑکے کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ جواب طلب یہ ہے کہ دونوں کا نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ جب کہ لڑکی کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح فرضی ہے، شہر کے ایک عالم صاحب نے لکھ کر دیا ہے کہ "یہ تو فرضی نکاح ہے" جو امامت بھی کرتے ہیں طرفین کے درمیان اختلاف ہونے کی بنیاد پر لڑکی والے ماننے کو تیار نہیں ہیں اور لڑکی کی شادی کسی دوسرے کے ساتھ کرنے پر مصر ہیں، نکاح کے گواہان گواہی دینے کو بھی تیار ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی نیز ان عالم صاحب کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح منعقد ہونے کے لیے شرط ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت مسلم عاقل، بالغ، آزاد کے سامنے نکاح ہو اور یہ سب ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنیں، درمختار میں ہے:

"وشرط حضور شاهد ين حرين او حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معًا" (۱)

صورت مسئولہ میں اگر دونوں گواہ شرعاً گواہ بننے کے قابل تھے اور زید ہندہ کا کفو تھا تو نکاح منعقد ہوگیا اسے فرضی نکاح کہنا غلط ہے جس نے اسے فرضی کہا توبہ کرے اور ہندہ زید کی بیوی ہے تو جب تک زید طلاق نہ دے یا اس کی موت نہ ہوجائے ہندہ کا کسی سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، ج:۴، ص:۷۳، ۷۴

جان بوجھ کر یا انجانے میں بدمذہب سے نکاح پڑھا دیا تو

مسئلہ از: عبدالرزاق ملک بتھریا کلاں، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید ایک عالم دین ہیں جن سے ایک شخص عمر نے کہا کہ فلاں جگہ ایک نکاح کرنا ہے جو کہ طرفین اہل سنت ہیں۔ حضرت کے وہاں جانے پر محسوس ہوا کہ لوگ بدمذہب ہیں تو انہوں نے خطبہ نکاح اور ایجاب وقبول سے منع کر دیا لیکن مولانا موصوف اس محفل نکاح میں شریک رہے اور بعد نکاح رجسٹر نکاح فارم پر کیا اور نکاح پڑھانے کا نذرانہ آدھا قبول کیا اور آدھا قاضی نکاح بدمذہب نے لیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) ایسے عالم دین پر کوئی حد نافذ ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کوئی حد نافذ ہوتی ہے تو وہ کون کون سی ہیں؟ (۳) کیا ایسے عالم کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ (۴) اگر نماز نہیں ہوتی ہے تو کیا نماز واپس کرنی ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک عالم دین سے کسی شخص نے کہا کہ فلاں جگہ نکاح کرنا ہے جو اہل سنت ہیں مولانا محترم وہاں گئے اور نکاح پڑھایا لیکن دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ لوگ بدمذہب تھے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کوئی حد نافذ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کون کون سی، تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جس مولوی نے بدمذہب کے نکاح میں شرکت کی اور نکاح کا رجسٹر پر کیا اور نکاح کا نذرانہ لیا وہ سخت مجرم وگنہ گار اور فاسق وفاجر ہے اس کی اقتدا کرنا ناجائز ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا دہرانا واجب ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "الفاسق کالمبتدع تکرہ امامته بکل حال مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم." (۱)

اور درمختار میں ہے: "کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها." (۲)

اس پر لازم ہے کہ اس نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے نذرانہ واپس کرے اور توبہ واستغفار کرے اگر وہ یہ سب کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۵۶۰

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۴۵۷ (۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) جس نے مولانا صاحب کو دھوکا دیا وہ توبہ واستغفار کرے اور مولانا صاحب سے دھوکا دہی کی بنا پر معافی مانگے، مولانا صاحب پر کوئی الزام نہیں البتہ اس وقت وہابیت عام ہوگئی ہے اور لوگ شریعت کی کوئی پرواہ نہیں کررہے ہیں۔ وہابیوں سے رشتہ کرنے میں جری ہوگئے ہیں اس لیے ان کو تحقیق کرکے نکاح پڑھانا چاہئے تھا پھر بھی معلوم ہونے کے بعد اس نکاح کے نہ ہونے کا اعلان کریں اور احتیاطاً توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

۲۶ر جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ

چچازاد بھائی بہن کا نکاح کرنا کیسا ہے

مسئلہ از: محمد سعید قادری مقام کنکا پوسٹ سونہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے دو بھائی تھے ابراہیم اور شعیب، ابراہیم کے دولڑکے ہوئے محمد کریم اور احمد کریم، محمد کریم کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام جمعیت حسین، جمعیت حسین کے دولڑکے ہوئے عدالت حسین اور محمد حسین، محمد حسین کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام عبداللہ ہے، عبداللہ کے چار لڑکے اور چار لڑکی ہیں ان میں ایک لڑکی کا نام فاطمہ ہے۔

احمد کریم کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام سلمان، سلمان کے لڑکے کا نام نعمان، نعمان کے لڑکے کا نام عطا محمد، عطا محمد کے لڑکے کا نام مومن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی برادری کے ان دونوں یعنی فاطمہ اور مومن کا نکاح جائز ہے کہ نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں مومن اور فاطمہ کا نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ رضاعت وغیرہ اور کوئی وجہ حرمت نہ پائی جاتی ہو۔

قرآن پاک میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

کیا زبردستی نکاح منعقد ہوجاتا ہے

مسئلہ از: مطیب اللہ، مقام جبیاواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

زیداور ہندہ ایک ہی گاؤں کے باشندہ ہیں۔ مذکورہ زیداور ہندہ کے گھر والوں کے مابین اچھے مراسم تھے۔ زید کا ہندہ کے گھر آنا جانا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن ہندہ کے گھر جا کر سوگیا۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات ہیں جب کہ دونوں قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کو تیار ہیں کہ ہم لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے بلکہ تم دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں۔

کچھ دنوں بعد ہندہ کے گھر والوں نے زید کے گھر والوں سے کہا کہ زید کا نکاح ہندہ سے کردو لیکن زید اور اس کے گھر والے تیار نہ ہوئے۔ ایک دن اتفاقاً زید کو اکیلا پا کر ہندہ کے گھر والوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم ہندہ سے نکاح کرو ورنہ ہم لوگ ماریں گے۔ لیکن زید پھر بھی تیار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کو مارنا شروع کر دیا اور گاؤں کے ایک ناکح کو بلا کر نکاح بھی پڑھوانا شروع کر دیا۔ لیکن زید نے ہندہ کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس کو مارا گیا اور کہا گیا کہ قبول کرو۔ زید نے مار کھانے کے ڈر سے قبلت کہہ دیا۔

اب جواب طلب مسائل یہ ہیں کہ (۱) آیا ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا کہ نہیں جب کہ زید اس کو اپنے عقد میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(۲) ناکح کا عندالشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) زبردستی نکاح کرنے کی صورت میں اگر زبان سے قبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا۔ چنانچہ "درمختار" میں ہے۔

"وصح نكاحه وطلاقه وعتقه لو بالقول لا بالفعل"(۱)

اور علامہ "ابن عابدین" شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حقيقة الرضاء غير مشروطة في النكاح لصحته مع الاكراه والهزل" (۲)

اور نورالانوار میں ہے: "فان كان القول مما لا ينفسخ ولا يتوقف على الرضاء ولم يبطل

---

(۱) الدرالمختار، کتاب الاکراہ، ج:۵، ص:۸۶

(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۷۱

بالکرہ کالطلاق ونحوہ من العتاق والنکاح"(۱)

اور حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "نکاح وطلاق وعتاق پر اکراہ ہو یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرایا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے"۔(۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) کسی پر بلا وجہ جبر و اکراہ گناہ ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) اس لیے نکاح خواں پر توبہ واستغفار ضروری ہے کہ اس نے گناہ پر مدد کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

سگے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہو جاتا ہے

مسئلہ از: عبدالوہاب رضوی، محلہ بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں زید اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کر سکتا ہے جب کہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۴) یعنی تمہارے لیے ان کے علاوہ حلال کر دی گئی ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۴۱۹/۱۲/۱۶ھ

---

(۱) نور الانوار، ص: ۳۱۶
(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹
(۳) سورۃ المائدہ: آیت: ۲
(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا

مسئلہ از: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، علاء الدین پور، ضلع گونڈا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید اپنی لڑکی کی شادی وہابی مولوی جو دیوبند سے فارغ ہے اس سے کر دیا۔ شریعت کا اس پر کیا حکم ہے؟

(۲) شادی کرنے سے قبل گاؤں والوں نے اور دار العلوم کے اساتذہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی پھر بھی نہیں مانا، شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) کچھ لوگ اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اس کی حمایت کر کے بولتے رہے اور کچھ لوگوں نے کھانے، پینے میں شرکت بھی کی۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) گاؤں کے کچھ لوگ اس کی شادی میں شریک نہیں تھے، وہ لوگ اپنے پرانے رشتہ دار جو وہابی ہیں ان کو پہلے نہیں بلاتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے بلانے لگے ہیں۔ اس نے یہ مدعیٰ پیش کیا کہ پہلے ان کو منع کرو وہ لوگ کیوں بلاتے ہیں تو ان لوگوں نے کہا رشتہ کرنا اور ہے اور وہابیوں کو بلانا اور ہے۔

(۵) زید اپنے اس کارنامے سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(٦) شادی اور بیاہ میں ناچ اور گانا کروانے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱-۲-۳) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں فرمایا:

"وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے۔ جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا"۔(۱)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ کذلک لا یجوز النکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۲)

لہٰذا زید نے اپنی لڑکی کا جو نکاح فارغ دیوبند وہابی مولوی سے کیا وہ سرے سے باطل اور اپنی لڑکی کو زنا کے لیے دینے کے مترادف ہے۔ گاؤں والوں بلکہ علمائے کرام کے سمجھانے کے باوجود نہ مانا اور اپنی لڑکی کا نکاح وہابی

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۱۹۴

(۲) الفتاوی الھندیۃ، ج:۱، ص:۱۸۲

مولوی سے کردینا سراسر حرام اور کفر انجام ہے۔ لہٰذا زید اور جتنے لوگ بھی اس نکاح میں شریک اور ساعی ہوئے سب پر علانیہ توبہ فرض ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ زید فوراً اپنی لڑکی کو وہابی مولوی سے جدا کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ اگر زید اور دوسرے وہ لوگ جو جان بوجھ کر اس نکاح میں شریک وساعی ہوئے علانیہ توبہ اور اس نکاح سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے سبھی لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہوجائیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾(۱)

(۴) وہابیوں، دیوبندیوں سے جس طرح مناکحت ناجائز وحرام ہے۔ اسی طرح ان سے میل جول رکھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سلام وکلام کرنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ اگر کوئی ان سے ربط وتعلق رکھتا ہے تو بجائے خود وہ مجرم اور حرام کار ہے۔ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ اپنے لیے دلیل نہیں بناسکتے اور نہ ہی ان کے لیے کسی طرح جائز وحلال ہوسکتا ہے۔

(۵) زید کے لئے توبہ کی صورت یہی ہے کہ اگر اس نے نکاح مذکور جائز وحلال سمجھ کر کیا تھا تو توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کے ساتھ ہی فوراً اپنی لڑکی کو مذکور وہابی مولوی سے الگ کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ناچ گانا کروانا یوں ہی ناجائز وحرام ہے۔ لیکن نکاح کی بزم میں جو سنت نبوی پر عمل کی ایک بزم ہے۔ اس میں تو ناچ گانے کی قباحت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶/ربیع النور ۱۴۲۰ھ

اگر لڑکی وہابی شوہر سے قطع تعلق نہ کرے تو

مسئلہ از: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، غلام عبدالقادر جیلانی، علاء الدین پور، گلرہوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی مولوی کے ساتھ کردی وہ لڑکی قطع تعلق کرنے کے لیے اپنے شوہر سے راضی نہیں تو ایسی صورت میں شرعی احکام زید کے بارے میں کیا ہیں؟

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ سوال چوں کہ سابق ہی سے متعلق ہے۔ اس لیے اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ زید ہر ممکن طریقہ پر لڑکی کو دیوبندی مولوی سے جدا کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر کسی طرح لڑکی اس سے جدا ہونے پر رضا مند نہ ہو تو لڑکی ہی سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرے اور رب کریم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶ / ربیع النور ۱۴۲۰ھ

فرار ہونے والے لڑکے اور لڑکی پر توبہ فرض ہے اور ان کا نکاح درست ہے

مسئلہ از: حسرت علی، مقام نوروں، پوسٹ بکھرا بازار، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید ایک غیر شادی شدہ لڑکی۔ جو بالغ تھی۔ کو لے کر فرار ہو گیا اور ممبئی میں جا کر دونوں نے نکاح کر لیا۔

(۱) یہ نکاح صحیح ہے کہ نہیں؟

(۲) زید توبہ کر کے برادری میں باعزت زندگی گزارنا چاہتا ہے، کیا کرے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر کوئی دوسری وجہ مانع جواز نکاح (مثلاً حرمت مصاہرت، حرمت رضاعت وغیرہ) نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید نے علانیہ گناہ کیا کہ ایک غیر محرم عورت کو لے کر فرار ہوا۔ اس کے ساتھ غلط تعلقات قائم کیے، پھر بعد کو اگر چہ اس نے نکاح کر لیا اس سے پہلا والا گناہ ختم نہیں ہوا۔ اس لیے اس پر فرض ہے کہ وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور کچھ صدقہ و خیرات کرے، دینی مدرسہ میں کچھ بطور امداد دے یا کچھ غریب و نادار مسلمانوں کو کھانا کھلائے، کیوں کہ حسب ارشاد حدیث صدقہ کو قبولیت توبہ میں بڑی تاثیر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

﴿ان الصدقة لتطفیٔ غضب الرب﴾ اور اس لڑکی پر بھی توبہ فرض ہے جو زید کے ساتھ فرار ہوئی تھی۔

و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۷ / ربیع النور ۱۴۲۰ھ

نسبندی سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا

مسئلہ از: محمد حسن، مقام لوکی لالہ، پوسٹ دودھارا، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کہیں باہر رہ رہا تھا وہاں سے ایک ایسی عورت لے کر چلا آیا جو دوسرے کی منکوحہ تھی۔ تقریباً پندرہ دنوں تک دونوں شوہر اور بیوی کی طرح رہے۔ پھر زید کے باپ بکر نے اس عورت کے شوہر سے طلاق لے لیا۔ عورت مطلقہ ہونے کے بعد بھی بدستور سابق زید ہی کے ساتھ رہی اور اسی حالت میں تین مہینے سے زائد دن گزارے۔ اب زید اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے جب کہ اس عورت کے بارے میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس عورت نے نسبندی بھی کرالی ہے جس سے بچہ ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مع حوالہ قرآن وحدیث بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید اور وہ عورت جسے زید بھگا کر لے آیا اور اپنے ساتھ اسے بیوی کی طرح رکھا۔ دونوں ہی سخت گنہ گار اور قہر مولاے جبار وقہار کے سزاوار ہیں۔ دونوں پر علانیہ توبہ فرض ہے۔ پھر اگر اس عورت کے شوہر نے واقعتاً اسے طلاق دے دیا ہے تو اب اس کی عدت گزر جانے کے بعد یعنی طلاق کے بعد سے تین ماہواری آ کر ختم ہو جانے کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس دوران زید اس عورت سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ اگر اس نے مذکورہ عورت سے میاں بیوی کے تعلقات دوران عدت قائم کیے تو زید اور اس عورت پر علانیہ توبہ لازم ہوگی اور اگر مذکورہ عورت نے واقعتاً نسبندی کروا بھی لی ہو تو اس سے نکاح میں فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ نسبندی کرانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اگر عورت نے واقعی نسبندی کرالی ہے تو سخت گنہگار ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ **کما ھو ظاھر جدا، ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۲۸؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی عورت کے متعلق سوال

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علیمی، جامع مسجد، تسکار اوسکا گاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایسی عورت (جو کسی عیسائی سے شادی کر لے) کے گھر پر مسلمانوں کا جانا اور ان سے اپنا دوستی بنانا کیا ہے اور ان کے گھر پر کھانا کھانا وغیرہ کیسا ہے؟ اور اس کو مسلمان اپنے سماج میں شامل کریں یا بائیکاٹ؟ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ عورت اس عیسائی سے جدا نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اگر وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے تعلقات رکھیں نشست و برخاست کریں تو وہ مجرم و گنہ گار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

عورت شوہر کے طلاق دیے بغیر دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے

مسئلہ از: محمد نعیم الدین قادری، شاہ گنج، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی ایک سال قبل زید کے ساتھ ہوئی لیکن کچھ ہی دن کے بعد زید کی بے رخی کی وجہ سے ہندہ اپنے ماں کے گھر آگئی اور تقریباً ایک سال سے زائد ہوگئے ہیں کہ ہندہ اور زید میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندہ طلاق چاہتی ہے لیکن زید طلاق دینے پر رضامند نہیں ہے۔ اب اگر ہندہ قانونی طور پر طلاق لینا چاہتی ہے تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہے۔ اس ہندہ کی زندگی برباد ہوسکتی ہے اس لیے کہ سرکاری مقدمے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیے دوسرا نکاح کرلے تاکہ اس کی زندگی آرام سے گزرے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیئے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۲) البتہ اگر ہر چہار جانب سے اس کی زندگی بسر ہونے کے دروازے مکمل بند ہوگئے ہیں تو اپنے ضلع کے قاضی شرع اور اس کے نہ رہنے پر ضلع کے سب سے بڑے سنی، صحیح العقیدہ عالم دین کی بارگاہ سے رجوع کرے پھر ان کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ ھذا ماعندی وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸
(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

تبلیغی عالم وقاضی سے نکاح پڑھوانا ناجائز وحرام ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تبلیغی علما یا قاضی سے نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟ سنی لوگوں کے لیے اس بات کا خلاصہ تحریر کریں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تبلیغی علما اور قاضیوں سے نکاح پڑھوانا ناجائز وحرام ہے کہ وہ وہابی ہیں اور ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم ہے اور کافر ومرتد اور گمراہ وبددین کی تعظیم ناجائز وحرام ہے۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الإسلام" (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: محمد امیر الحق قادری، بستی

کیا فرماتے ہیں علماے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ ہے اور ہندہ مریض ہے۔ ایسی مریض کہ بغیر آپریشن کے کوئی چارہ نہیں اور آپریشن کے بعد بچے پیدا بھی نہیں ہوں گے۔ ویسے مریض بیوی ہندہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ہندہ نے اپنے شوہر زید سے قرآن پاک اٹھوایا کہ قرآن پاک لے کر قسم کھاؤ کہ میری موجودگی میں تم کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کرسکتے، نہ کسی بچے کو گود لے سکتے۔ اب زید دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا زید ہندہ کی موجودگی میں دوسری شادی کرسکتا ہے؟ کیا اس کو طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اس پر قرآن پاک اٹھانے اور قسم کھانے پر کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا صورت ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے ہندہ کو طلاق نہ دینے یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرنے کی قسم ایسے لفظوں کے ساتھ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱

کھائی جو عند الشرع قسم ہے تو وہ قسم ہوگئی۔ اب اگر ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرسکتا ہے:

البتہ قسم توڑنے کا کفارہ اس پر لازم ہوگا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح وشام دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے درپے تین روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے پر لوگوں کا اعتراض کرنا

مسئلہ از: عبد اللطیف، مقام جے بجے پوسٹ پٹری، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری شادی ہوئی اور کچھ دنوں بعد بیوی کو حمل رہا۔ اسی حال میں مجھ سے طلاق لے لی گئی۔ میکے میں مطلقہ کو لڑکی پیدا ہوئی، پھر کچھ دنوں بعد اس کی شادی دوسری جگہ اس کے ماں باپ نے کردی۔ وہ شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ رہی بعد میں اس سے بھی طلاق لے لی گئی پھر میرے ساتھ بھیج دی گئی اور میں نے نکاح کرکے گھر میں رکھ لیا۔ اب بھی میرے ساتھ ہی ہے۔ دوسرے شوہر سے طلاق لینے گئے گواہ اب بھی موجود ہیں اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح کے گواہ مرچکے ہیں۔ البتہ نکاح پڑھانے والا موجود ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو ان لوگوں سے گواہی دلوائی جاسکتی ہے۔ میں اپنے گاؤں میں امامت کرتا ہوں ادھر چند مہینوں سے کچھ لوگوں نے میرے ذہن میں یہ ڈال دیا ہے کہ اس عورت کا آخری طلاق اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ شریعت کے حکم سے اوپر لکھی ہوئی صورت میں میری امامت کیسی ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حکم شریعت سے مفصل آگاہ کرکے میری رہنمائی کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی تھی اور بعد وضع حمل جس مرد سے اس عورت کا نکاح ہوا تھا اس نے

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۸۹

ولی کے بعد طلاق دی۔ پھر عدت کے بعد آپ نے اس عورت سے نکاح کیا اور شرائط نکاح سب پائے گئے تو آپ کا نکاح صحیح ہے اور اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ آپ کی امامت بھی درست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو جن لوگوں نے آخری طلاق اور پھر نکاح کو غلط کہا۔ اگر اس کا صحیح سبب نہ بتائیں تو ان پر کذب بیانی اور افترا کے سبب توبہ لازم اور آپ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲؍جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ

جس کا چچا وہابی ہو اس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اجمل، مقام پرساد پور، پوسٹ دیواپار، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے چار بھائی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بکر ہے اور وہ وہابی ہے اور زید کے لڑکے کی شادی ہندہ کے ساتھ منظور ہے۔ اب ہندہ کا باپ زید کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ہندہ کے چچا وغیرہ نے کہا کہ ہم شادی زید کے گھر نہیں ہونے دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا کہ زید کا بھائی بکر وہابی ہے اور زید نے کہا کہ ہم اپنے بھائی کو شادی بیاہ غمی وخوشی میں کبھی بھی شامل نہیں کریں گے تو اس صورت میں ہندہ کی شادی زید کے گھر کرنا جائز ہے یا نہیں اور زید کے قول کے مطابق ہندہ کے چچا وغیرہ پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اگر زید اور اس کا لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے اور زید اپنے وہابی بھائی سے لاتعلق رہتا ہے تو ہندہ کی شادی زید کے سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے کرنا جائز ہے اور ہندہ کے چچا وغیرہ کا بلا وجہ غلط بات پر اصرار بیجا ہے۔ ھکذا قال العلماء الکرام لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ. وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸؍ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

سنی کا نکاح اگر دیوبندی پڑھا دے تو ہو جائے گا مگر اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے

مسئلہ از: حافظ محمد ضمیر الحسن قادری بڈھیانی، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کہتا ہے کہ کسی سنی کا نکاح کوئی وہابی دیوبندی پڑھا دے تو نکاح نہیں ہوگا اور بکر کہتا ہے کہ نکاح ہوگا۔ اگر کوئی برہمن ہی پڑھائے تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ احکام شرع سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں بکر کا قول صحیح ہے کیوں کہ نکاح پڑھانے والا وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لیے مسلم ہونا شرط نہیں کافر و مرتد بھی وکیل کر سکتا ہے۔ ملک العلما علامہ "مسعود" کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ردة الوكيل لا تمنع صحة الوكالة فتجوز وكالة المرتد بان وكل مسلم مرتداً" (۱)

البتہ وہابی سے نکاح پڑھوانا ناجائز و حرام ہے کہ اس میں اس کی تعظیم و توقیر ہے جب کہ کافر و مرتد کی تعظیم حرام ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

"من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام" (۲) هكذا قال العلماء الكرام لاهل السنة والجماعة شكر الله مساعيهم الجميلة.. والله تعالىٰ اعلم و علمه اتم و احكم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ / ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

ایسی عورت سے نکاح جس کو اس نے اپنی بہن بنایا

مسئلہ از: سلمان ہاشم، مقام کٹیا متصل پوسٹ شاہ پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید نے ہندہ کو اپنی بہن بنالیا اور اس کے ساتھ حقیقی بہن جیسا سلوک کیا۔ حالاں کہ وہ اس کی حقیقی یا رضاعی بہن نہ تھی تو اب کیا وہ یا اس کا چھوٹا بھائی اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ برائے کرم اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی

(۱) بدائع الصنائع، ج:۵، ص:۱۶

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

روشنی میں واضح فرمائیں۔عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید یا اس کے بھائی کا ہندہ سے نکاح درست ہے۔"لقولہ تعالیٰ ﴿ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ ﴾ (۲)

جب کہ اور کوئی وجہ حرمت نہ ہو،

البتہ زید کا ہندہ کو بہن بنا کر اس طور پر رکھنا کہ اس سے بے پردہ ملتا جلتا رہا اور خلوت وجلوت میں بے حجاب آتا جاتا رہا سخت ناجائز وحرام ہے۔زید پر لازم ہے کہ اس سے اجنبیہ کی طرح ملے اور اپنی ناجائز حرکت پر توبہ کرے اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہو۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا نکاح خواں شرعاً قاضی ہوتا ہے؟ قاضی کے شرائط

مسئلہ از: خطیب وپیش امام خانپورہ، مندسور

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید ایک زمانے سے قاضی کے عہدے پر فائز ہے اور اس کے کارنامے یہ ہیں:

زید حافظ، عالم، فاضل، مفتی نہیں ہے، اور نہ اس کے گھر میں کوئی حافظ، عالم، مفتی، فاضل ہے۔زید ہر عید کے موقع پر ممبر پر بیٹھ کر نذرانہ وصول کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ قاضی صاحب کو نذرانہ پیش کریں تا کہ نماز عید وقت پر ہوجائے۔زید نے کئی نکاح غیر مطلقہ عورت کا پڑھا دیا ہے۔زید عدت پوری ہوئے بغیر نکاح پڑھا دیتا ہے۔

زید نے رشوت کی لالچ میں آدھا کلو چاندی کو ایک کلو کردیا۔زید نے اپنے بچے کی شادی کے موقع پر چندہ کرنے کے لیے مسجد میں اعلان کیا کہ میری بچی کی شادی ہے۔اس میں مدد کیجیے۔بچہ کی جگہ بچی بتا کر چندہ کیا جو ایک طرح سے دھوکہ دھڑی ہے۔

زید نکاح پڑھانے کے لیے ہر سنی وہابی کے وہاں جاتا ہے۔نیز وہابی امام کو اپنا نائب بنا کر نکاح پڑھانے کے لیے بھیج دیتا ہے۔زید نے نذرانہ زیادہ حاصل کرنے کے لیے کئی جگہ نماز عید قائم کرادی۔

زید داڑھی بھی حد شرع میں نہیں رکھتا۔زید کا دعویٰ ہے کہ میری اجازت کے بغیر جو نکاح پڑھایا گیا وہ فرضی ہے اور پڑھانے والا شرعی مجرم ہے۔مذکورہ بالا شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اس قاضی کے علاوہ دوسرا شخص نکاح پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟ قاضی بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟ از راہ کرم جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔فقط والسلام۔

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت میں قاضی وہ ہے جو بادشاہ اسلام کی طرف سے لوگوں کے جھگڑوں اور منازعات کے فیصلے کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جس میں شہادت کے شرائط پائے جاتے ہوں اور وہ یہ ہیں کہ مسلمان عاقل بالغ ہو، اندھا نہ ہو، گونگا نہ ہو، بالکل بہرہ نہ ہو کہ کچھ کا کچھ سنے۔ محدود فی القذف نہ ہو، علم وفہم میں معتمد ہو وغیرہ ذالک۔ تفصیل بہار شریعت، حصہ:۱۲، صفحہ:۵۵ پر اور فتاویٰ عالمگیری، جلد:۳، صفحہ:۳۰۷ پر اور درمختار ردالمختار وغیرہ میں درج ہے۔

آج کل لوگ نکاح خواں کو جو قاضی کہتے ہیں وہ شرعاً قاضی نہیں۔ قاضی مقرر کرنا بادشاہ اسلام کا کام ہے بلکہ یہ لوگوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ورنہ آج عموماً جنہیں قاضی کہا جاتا ہے انہیں قاضی کہنا عہدۂ قضا کو ذلیل کرنا ہے۔ ایسے قاضی کے لیے صرف اتنی ضرورت ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے۔ نکاح پڑھانے کے لیے نہ عالم ہونے کی ضرورت، نہ نکاح اور طلاق کے مسائل جاننے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو قاضی ہو وہی نکاح پڑھائے۔ نکاح کرنے والوں کو اختیار ہے جس سے چاہیں پڑھوائیں۔(۱)

سوال میں مذکور قاضی شرعاً سخت فاسق وفاجر، بدکار، ظالم وجفاکار، مستحق نار وغضب جبار ہے اور مفتری وکذاب ہے بلکہ اگر وہابیوں کے عقائد کفریہ کو جاننے کے باوجود انہیں مسلمان سمجھ کر نکاح پڑھائے تو کافر وبے دین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید نکاح کرے۔ جتنے وہابیوں کا نکاح پڑھایا ہے اس کا غلط ہونا بتائے اور جو پیسہ نکاح خوانی کے عوض لیا ہے اسے واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام، نشست وبرخاست سب بند کردیں، ورنہ وہ لوگ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ﴾(۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا

مسئلہ از: مولوی حسن رضا قادری، مقام ناتھ نگر، پوسٹ گھمریاں کلاں، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) الفتاویٰ الامجدیۃ، ج:۳، ص:۲۷۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

زید نے نکاح پڑھاتے وقت اس طرح سے ایجاب وقبول کرایا کہ میں بحیثیت قاضی ایک وکیل دو گواہان اور تمام حاضرین مجلس کے سامنے ہندہ بنت خالد کا نکاح بعوض مہر دین سات سو چھیاسی روپے سکہ رائج الوقت مع نان ونفقہ آپ کے عقد میں دیا آپ نے قبول کیا؟

مذکورہ بالا مضمون کو زید نے تین بار اسی طرح سے کہہ کر نوشہ سے قبول کرایا۔ طلب امر یہ ہے کہ اس طرح ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو ہم کس طرح ایجاب وقبول کرائیں اور بکر جو ایک مولانا ہونے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اس لیے کہ زید کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہندہ بنت خالد کو آپ کے عقد میں دیا تب نکاح ہوگا ورنہ نہیں اور قانون شریعت کا حوالہ دیتا ہے اور مجلس نکاح ہی میں بکر نے شور مچانا شروع کر دیا کہ نکاح نہیں ہوا جس سے لوگوں میں فساد ہونے کا خطرہ محسوس ہوا۔ تو یہ استفتا آپ کے پاس بھیجا گیا تا کہ جو حکم شرع ہو وہ معلوم ہو جائے اور اس میں کون خطاوار ہے، یہ بھی معلوم ہو جائے۔ لہٰذا جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نکاح تو ہو گیا مگر غلطی یہ ہوئی کہ وکیل بالنکاح نے نکاح نہیں پڑھایا بلکہ بزبان خود قاضی نے پڑھایا جب کہ مذہب صحیح وظاہر الروایہ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ہونا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لی جائے۔ کما فی الفتاویٰ الرضویہ۔ رہا قاضی کا یہ کہنا کہ میں بحیثیت قاضی ہندہ بنت خالد کا نکاح آپ کے عقد میں دیا اس جملہ میں لفظ نکاح اور عقد دونوں کی کوئی حاجت نہیں، یا کہتا کہ کہ ہندہ بنت خالد کا عقد آپ سے کیا یا نکاح آپ سے کیا۔ قاضی سے لفظی غلطی ہوئی مگر نکاح ہو گیا۔ بکر کا نکاح نہ ہونا بتانا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

انٹرنیٹ اور ٹیلی فون سے نکاح جائز نہیں

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل یہ رواج عام ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکے اور لڑکی دو مختلف شہروں میں رہتے ہوئے ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر نکاح کر لیتے ہیں۔ یہ نکاح جائز ونافذ ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ نکاح کسی طور پر جائز ہو سکتا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب

فقہ کی تمام کتابوں میں مرقوم ہے کہ شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ ساتھ الفاظ ایجاب وقبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ مسعود کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"منها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمع كلام احدهما دون الآخر او سمع احدهما كلام احدهما والآخر كلام آخر لا يجوز النكاح" (۱)

اور آج کل اگر چہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آواز سن سکتے ہیں مگر اختلاف مجلس کے ساتھ یہ خرابی بھی ہے کہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہر حال گواہ غائب ہوتے ہیں اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ کوئی پردہ کے پیچھے سے سنی ہوئی آواز پر گواہ ہو تو یہ جائز نہیں۔ جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔

"لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة" (۲)

جماعت اہل سنت کے عظیم فقیہ و مفتی حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

"ٹیلی فون پر بولنے والے کی تعیین میں عموماً اشتباہ رہتا ہے تو اس کے ذریعے سننے والا گواہ نہیں بن سکتا ہے اس لئے ٹیلی فون کے ذریعے نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں۔" (۳)

اور جب ٹیلی فون پر نکاح جائز نہیں تو پھر انٹرنیٹ پر بھی جائز نہیں کہ دونوں جگہ وجہ عدم جواز ایک ہے۔ البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی کو وکیل بالنکاح بنادے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے تو یہ نکاح نافذ و درست ہوگا کہ انٹرنیٹ یا ٹیلی فون کے ذریعہ اب صرف وکیل بنایا گیا ہے اور بذریعہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ وکیل بننا بھی درست ہے۔ جس طرح کہ فقہائے کرام نے بذریعہ قاصد یا خط وکیل بنانے کو درست فرمایا ہے۔ چنانچہ فاضل اجل، محقق بے بدل، شمس الفقہاء علامہ شمس الدین سرخسی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لو ان الغائب وكل هذا الحاضر بكتاب كتبه اليه حتى زوجها منه كان صحيحا" (۴)

یوں ہی وکالت بالنکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "یصح

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۷۲،
(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج:۳، ص:۴۵۲
(۳) فتاوىٰ فيض الرسول، ج:۱، ص:۵۶۰
(۴) المبسوط للسرخسي، ج:۳، ص:۱۵

التوکیل بالنکاح وان لم یحضر الشھود کذا فی التاتار خانیة" (۱)
ان ارشادات سے واضح ہے کہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ وکیل بنانا درست ہے تو اگر یہ طریقہ اپنا کر نکاح کیا جائے تو نکاح جائز اور نافذ ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

اسلام میں کورٹ میرج معتبر نہیں ہے

مسئلہ از: بندۂ خدا، نادر کوئلہ والے، کولسہ بندر گلی نمبر ۲، سیوڑی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایک مسلمان لڑکا مسلمان لڑکی سے کورٹ میرج کرالیا ہے۔ لڑکا کورٹ میرج کا کاغذ بھی دکھا رہا ہے۔ اور یہ لڑکا دعویٰ بھی کرتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس شکل میں اس کی بیوی ہوئی یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) لڑکا اور لڑکی کا کورٹ میرج کیے تقریباً چھ سات سال ہو گیا ہے۔ لڑکا اور لڑکی کے درمیان اجتماعیت کبھی بھی نہیں ہوئی ہے اور ان دونوں کے ساتھ ہم بستری بھی نہیں ہوئی ہے۔ تو کیا اس صورت میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) کورٹ میرج جو ہوا ہے اس میں صرف ایک مسلمان مرد اور ایک غیر مسلم مرد اور ایک غیر مسلم لڑکی بطور گواہ ہے تو کیا شریعت میں ان لوگوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

(۴) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے اور نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ مجھے معلوم ہے کہ اس نے کب کورٹ میرج کرایا ہے تو اس صورت میں بات کس کی مانی جائے گی؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) مذکورہ بالا صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ بغیر طلاق لیے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۷) تقریباً 6 سات سال کی جدائی میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے یا نہیں؟

(۸) چھ سات سال کی جدائی میں طلاق خود بخود پڑ سکتی ہے یا نہیں؟

(۹) کورٹ میرج کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۹۴

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کورٹ میرج کے ذریعہ شرعی طریقے سے نکاح نہیں ہوتا ہے اس میں نہ ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے اور نہ گواہوں کے متعلق یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ کم از کم دو مسلمان عاقل وبالغ ہوں جب کہ بغیر ایجاب وقبول اور گواہوں کے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ درمختار میں ہے "ینعقد بایجاب وقبول" (۱)

اسی کے تحت علامہ شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں

"ان الشرع یعتبر الایجاب والقبول ارکان عقد النکاح .ملخصاً"(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع الی قوله ولا بحضرة الکفار فی نکاح المسلمین هکذا فی البحر الرائق"(۳)

بلکہ کورٹ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کورٹ کو اپنے بالغ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حاکم سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری درخواست منظور کی جائے۔ کورٹ کا حاکم قانونی کاروائی اور جانچ کے بعد ان کو میاں بیوی تسلیم کرتے ہوئے میرج سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی اجازت اور لڑکا لڑکی کے صرف اس قول کی بنیاد پر نکاح ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

"رجل وامرأة اقرا بالنکاح بین یدی الشهود وقالا بالفارسیة مازن وشویئم لا ینعقد النکاح بینهما هو المختار کذا فی الخلاصة" (۳)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کورٹ میرج کی بنیاد پر لڑکا اور لڑکی میاں بیوی ہرگز نہیں ہوئے اور جب نکاح ہی نہ ہوا تو طلاق کی بھی حاجت نہیں۔ لڑکی جس سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر کسی مرد نے شرعی طریقے سے نکاح کیا تو پھر بغیر اس کے طلاق دیئے ہوئے خود بخود نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۴) عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر دس یا بیس سال میاں بیوی اکٹھا نہ ہوئے تو نکاح خود بخود ختم

(۱) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۸۵

(۲) ردالمحتار، ج ۲، ص:۲۵۸

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۶۷

(۴) سورة البقرة، آیت: ۲۳۷

ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ / ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

کیا بیوی کو معلق رکھ کر دوسری شادی کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس منگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ دو طلاق دینے کے بعد معلق رکھ کر دوسری شادی کرنے والے کے بارے میں کیا حکم شرع ہے؟ بینوا وتوجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرد بشرط استطاعت اور بشرط عدل وانصاف بیک وقت چار عورتیں رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (۱) اور جب بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے تو ایک عورت کو دو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ بشرطیکہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قدرت اور مصالح نکاح کی نگہداشت رکھتا ہو اور جب اس نے بیوی کو دو طلاق دے دی تو یہ معلق رکھنا نہ ہوا کہ ایسی صورت میں اگر شوہر نے عدت کے اندر رجعت نہ کی تو عدت گزرنے کے بعد عورت جس مسلمان سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان ۱۴۳۱ھ

گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، نصیب گنج، بازار لکھائی، پوسٹ مرزا پور، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین وشرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے پہلی شادی کی پھر دوسری شادی کی پھر تیسری شادی کی، پھر چوتھی شادی کی۔ پہلی والی عورت سے دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ دوسری عورت آئی تھی کچھ دن تھی اس کے بعد چلی گئی۔ تیسری عورت جب لایا تو نکاح کرنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا اس کو حمل ہو گیا اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا پھر نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد اس سے

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۳

لگ بھگ پانچ بچے پیدا ہوئے، پھر اس کو کوئی بیماری ہوگئی تو اس کی خدمت کرنے کے لیے ایک خادمہ لایا جس سے مراد چوتھی عورت ہے تو جب بیمار بیوی انتقال کرگئی تو زید نے اس کے ساتھ زنا کردیا جس کی بنیاد پر خادمہ کو حمل ہوگیا۔ پھر کچھ دن بعد لڑکا پیدا ہوا تو زید کو نکاح کی تمنا ہوئی تو بکر سے کہا کہ میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کردو تو بکر نے کہا نکاح تو ہوگا مگر شریعت کا مسئلہ کیا ہے۔ بکر نے کہا قرآن خوانی کرنا، فقیروں کو کھانا کھلانا، میلاد مصطفیٰ سننا، مسجد میں چٹائی یا لوٹا رکھنا، توبہ واستغفار کرنا۔ تو زید نے کہا تین چار کام کرلوں گا۔ مسجد میں چٹائی یا لوٹا نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے کہ میرے پاس بہت مجبوری ہے تو بکر نے کہا کہ جب تمہاری عادت شروع ہی سے خراب ہے تو تمہاری بات پر کون بھروسہ کرے۔ تو زید کو اس بات پر ناراضگی گزری تو زید نے جو شریعت کا مسئلہ تھا چھوڑ دیا۔ پھر آکر عمر سے کہا تم میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کردو۔ عمرو نے آکر زید کی شادی ہندہ کے ساتھ کردیا بغیر گواہ کے اور جب کہ ہندہ کے ماں باپ زندہ ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نہیں بلایا اور نکاح کردیا۔ اب زید کو گاؤں سے بائیکاٹ کردیا گیا تو اس کو کچھ تکلیف ہوئی تو گاؤں والوں نے مل کر میٹنگ کیا کہ گاؤں میں شادی بیاہ میں زید کو شریک کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ تو گاؤں والوں نے مل کر کہا کہ اس نے اگر نکاح کیا ہے تو کیا ثبوت ہے۔ ہم اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو ان ساری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے ذریعہ ہمیں جواب عطا کریں۔ کیا ایسی حالت میں نکاح ہوا کہ نہیں۔ ہمیں جواب روانہ کریں۔ ایسا نکاح پڑھانے والے پر شریعت کیا کہہ رہی ہے اور جو شریعت کا مسئلہ ہے زید نے ایک بھی نہیں کیا اور نکاح ہوگیا۔ اس بنیاد پر گاؤں والوں کا بھروسہ نہیں ہے اور اگر شریعت کا کوئی راستہ ہو تو بتائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اپنی ذلیل وقبیح حرکتوں کی بنا پر سخت حرامکار، بدکار، مجرم وگنہ گار اور فاسق وفاجر ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو بہت سخت سزا دی جاتی۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں تو دونوں کے لیے حکم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے رب کی بارگاہ میں رجوع کریں۔ عورت عورتوں کے بیچ اور زید مردوں کے بیچ اپنے گناہ سے تائب ہو اور جو بھی غربا ومساکین پر خرچ کرسکتا ہے کرے۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں رکھ دے کہ یہ سب کام قبولیت توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَاباً﴾ (۱) اور عمرو نے زید کا ہندہ سے جو نکاح بغیر گواہوں کے کیا وہ منعقد ہی نہیں ہوا۔

درمختار میں ہے:

"وشرط حضور شاھدین حرین او حرتین مکلفین سامعین قولھما معاً" (۲)

---

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۷۲

جانتے ہوئے اس طرح کرنے سے عمرو پر توبہ واستغفار لازم ہے اور زید اگر ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو علانیہ توبہ واستغفار کرکے شرع کے مطابق نکاح کرے، پھر مسلمانوں کے ساتھ کھائے پئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ انعقاد نکاح کی ایک صورت

مسئلہ از: عبد المتین، مقام جنک پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ہندہ اور بکر عاقل وبالغ ہیں اور دونوں آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں مگر فون پر ہی ایک دوسرے سے اقرار کرنا چاہتے ہیں۔ ہندہ نہ تو قاضی کے سامنے اقرار کرنا چاہتی ہے اور نہ مجلس نکاح میں سامنے آکر اقرار کرنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا ہندہ کے بذریعہ فون اقرار کرنے سے بکر کسی جگہ مجلس نکاح قائم کرکے ہندہ سے نکاح پڑھوا سکتا ہے اور اس مجلس میں قاضی ہندہ اور بکر کا نکاح پڑھ سکتا ہے؟ اور کیا وہ نکاح درست ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح کی مذکورہ صورت خطاب کی ہے اور بذریعہ خطاب نکاح منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ اور عاقدین میں سے کوئی دوسرے کی نگاہ سے غائب نہ ہو اور اگر کوئی نگاہ سے غائب ہو مثلاً گھر میں ہو یا پس دیوار تو ضروری ہے کہ یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ فلاں نے یہ ایجاب یا قبول کیا ہے۔ اس میں کسی بھی جہت سے اس کے بارے میں شک اور اشتباہ نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"اذا کان احدھما غائباً لم ینعقد حتی لو قالت امرأۃ بحضرۃ شاھدین زوجت نفسی من فلان وھو غائب فبلغہ الخبر فقال قبلت او قال رجل بحضرۃ شاھدین تزوجت فلانۃ وھی غائبۃ فبلغھا الخبر فقالت زوجت نفسی منہ لم یجز و ان کان القبول بحضرۃ ذینک الشاھدین" (۱)

اسی میں ہے:

"وفی فتاویٰ ابی اللیث رجل قال لقوم اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۴، ص:۲۶۹

البيت فقالت المرأة قبلت فسمع الشهود مقالتها ولم يروا شخصا فان كانت في البيت وحدها جاز النكاح وان كانت في البيت معها اخرى لا يجوز" (۱)

اور ٹیلی فون سے نکاح کی صورت میں عاقدین الگ الگ مقام پر رہ کر ایک دوسرے سے غائب ہوتے ہیں اور صرف ایک دوسرے کی آواز سنتے ہیں اور اگر کہیں فون پر عاقدین کی شکل بھی نظر آ رہی ہو تو اسے عکس اور شبیہ تو کہا جائے گا مگر عین لڑکا یا لڑکی ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح کسی لڑکے یا لڑکی کی شبیہ سے نہیں ہوتا بلکہ ان کی مجسم ذات پیکر حیات سے ہوتا ہے اور وہ ذات ضرور ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہے۔

ایسی صورت میں وہ یقین شرعی ہرگز نہیں حاصل ہے جس کی بنا پر یہ حکم لگایا جا سکے کہ فلاں لڑکے اور لڑکی نے ایجاب وقبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ، ساتھ ایجاب وقبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ "مسعود" کاسانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

"منها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمعا كلام احدهما والاخر كلام الاخر لا يجوز النكاح" (۲)

اور آج کل اگرچہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آواز سن سکتے ہیں مگر گواہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہرحال غائب رہتے ہیں۔ اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں۔ اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے سنی گئی آواز پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے

"لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة" (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹیلی فون پر ایجاب وقبول سے نکاح صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر عاقدین بذریعہ ٹیلی فون ہی نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک کسی کو اپنا وکیل نکاح بنا دے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں دوسرے سے ایجاب وقبول کرا دے۔ اس طرح یہ نکاح نافذ ودرست ہوگا کہ اب بذریعہ ٹیلی فون صرف وکیل بنایا گیا ہے اور توکیل میں نہ موکل کی حاضری ضروری، نہ شہادت شرط۔ چنانچہ شمس الائمہ "شمس الدین" سرخسی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لو ان الغائب وكل هذا الحاضر بكتاب كتبه اليه حتى زوجه منها كان صحيحاً" (۱)

---

(۱) الفتاوى العالمگيريه، ج:۱، ص:۲۶۸

(۲) بدائع الصنائع: ج۲، ص:۵۲۷

(۳) الفتاوى العالمگيريه، ج:۳، ص:۳۵۲

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"یصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضر الشھود کذا فی التاتار خانیۃ" (۲)ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

نکاح ماضی، حال، امر کے صیغوں سے منعقد ہوتا ہے

مسئلہ از: نظام الدین قادری، دارالعلوم اہل سنت، بزم رسول سورہا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے ایجاب وقبول کرانے میں کہا کہ "میں نے ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے" اور کہا کیا آپ نے قبول کیا؟ زید نے کہا میں نے قبول کیا۔ اس لفظ کو تین مرتبہ کہا۔ عبدالرحمٰن آیا اور کہا دوبارہ ایجاب وقبول کراؤ۔ عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ آپ نے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن نے بھری مجلس میں پھر سے ایجاب وقبول کرایا۔ قرآن وحدیث اور فقہاء کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز حوالہ کے ساتھ۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے اور ایجاب وقبول کے الفاظ خواہ دونوں ماضی ہوں مثلاً ایک نے کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا یا ان میں سے ایک ماضی اور دوسرا حال یا امر ہو جیسے کسی نے کہا تو مجھ سے اپنا نکاح کر اس نے کہا میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا یا مثلاً یوں کہے میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"ینعقد بایجاب وقبول وضعاً للمضی کزوجت تزوجت وبما ای بلفظین وضع احدھما للمضی والآخر للاستقبال او للحال" (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی او وضع احدھما للماضی، والاخر لغیرہ

---

(۱) المبسوط للسرخسی، ج:۳، ص:۱۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج:۱، ص:۲۹۴

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۶۳

مستقبلاً کان کالامر، او حالاً کالمضارع، کذا فی النہر الفائق اذا قال لھا أتزوجک بکذا فقالت قد قبلت یتم النکاح وان لم یقل الزوج قبلت، کذا فی الذخیرۃ"(۱)

فقیہ النفس امام "قاضی خاں" قدس سرہ فرماتے ہیں

"النکاح ینعقد بلفظ النکاح والتزویج کان علی وجہ الخبر عن الماضی نحو ان تقول المرأۃ زوجت نفسی منک بکذا بمحضر من الشھود علی کذا فتقول المرأۃ قبلت" (۲)

تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ ایجاب وقبول کے دونوں صیغوں میں ایک حال کا اور دوسرا ماضی کا ہو تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ سوال میں بیان کردہ ایجاب کا صیغہ "ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے" حال ہے اور قبول کا صیغہ ماضی ہے۔ لہٰذا نکاح منعقد ہو گیا۔ عبدالرحمٰن کا اعتراض بیجا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

فلموں میں ہونے والے نکاح شرعاً معتبر ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: قاری احمد شکیل، درانی علیمی خلیل آبادی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ذیل کے مسئلہ میں کہ

شرعی نکاح کے لیے لڑکا اور لڑکی کے ایجاب وقبول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو فلموں، ٹیلی ویژن اور ڈراموں میں بطور مذاق ہیرو ہیروئن خاوند بیوی ہونے کا اقرار کرتے ہیں جس کے چشم دید گواہ بھی ہوتے ہیں اور سننے دیکھنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایجاب وقبول کی صورت میں انہیں ڈرامہ دکھانے کے بعد یا فلمی کردار ادا کرنے کے بعد شوہر بیوی کی حیثیت کیوں نہیں دی جاتی؟ جب کہ مہر بھی باندھا جاتا ہے، یہ ایجاب وقبول شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ یہ دونوں میاں بیوی بغیر طلاق دیئے جو نکاح کرتے ہیں شرع کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرد وعورت کا گواہوں کی موجودگی میں زن وشوہر ہونے کا محض اقرار کر لینا نکاح نہیں ہے۔ چنانچہ حضور صدر

(۱) الفتاویٰ الھندیہ، ج: ۱، ص: ۲۷۰

(۲) الفتاویٰ الخانیۃ مع الفتاویٰ الھندیہ، ج: ۱، ص: ۲۳۱

الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"یہ اقرار کہ یہ میری عورت ہے نکاح نہیں یعنی اگر پیشتر سے نکاح نہ ہوا تھا تو فقط یہ اقرار نکاح نہ قرار پائے گا"(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے"رجل وامرأة اقرا بالنكاح بين يدى الشهود وقالا بالفارسية "مازن وشويئم" لا ينعقد النكاح بينهما هو المختار كذا في الخلاصة" (۲)

اور اگر نکاح کے لیے ایجاب وقبول کرتے ہیں مثلاً: یوں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں سے نکاح کیا اور دوسرا قبول کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے قبول کیا تو اگر عورت (ہیروئن) کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ناجائز ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره"ملخصاً(۳) یعنی مرد کو دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

اور بہار شریعت میں ہے"دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا"(۴)۔

اور اگر کسی دوسرے مرد کے نکاح میں یا عدت میں نہیں ہے اور نکاح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو اگرچہ ایجاب وقبول، ہنسی و مذاق کے طور پر ہو نکاح منعقد ہوجائے گا اور وہ عورت و مرد شرعاً میاں بیوی ہوجائیں گے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ"ابن عابدین"شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

"حقيقة الرضاء غير مشروطة في النكاح لصحته مع الاكراه والهزل"(۵)

اور اعلیٰ حضرت امام"احمد رضا"علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں:"ان النكاح مما يستوى فيه الهزل والجد فلايحتاج الى نية وقصد حتى لو تكلما بالايجاب والقبول هازلين او مكرهين ينعقد" (۶) اور اب اس عورت (ہیروئن) کا کسی دوسرے سے ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کا شوہر ہیرو اس کو طلاق نہ دے دے یا اس کی موت نہ ہوجائے اور کسی کا اس سے جانتے ہوئے نکاح کرنا بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

---

(۱) بهار شریعت، ج:۸، ص:۸

(۲) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۲۷۲

(۳) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۲۸۰

(۴) بهار شریعت، ج:۷، ص:۲۹

(۵) رد المحتار، ج:۲، ص:۲۷۱

(۶) الفتاوىٰ الرضويه، ج:۵، ص:۹۷

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: شاکر علی نظامی، مقام مسرولیا، پوسٹ ساؤں گھاٹ ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب بکر سے اس کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ بکر کو اس کی ساری تفصیل معلوم ہے۔ پھر بھی زید کی لڑکی سے شادی کرنا اس کو پسند ہے۔ لیکن بخوف شرع شادی سے رک رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں ابھی نکاح مذکور پر قائم ہیں اور اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اب تک نہ جدا ہوئے اور نہ ہی توبہ کی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے والدین کی لڑکی سے شادی کرنا عند الشرع کیسا ہے؟ جب کہ لڑکی نکاح مذکور کے بعد اسی بیوی سے پیدا ہوئی۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے کہ قصور حرامی اولاد کا نہیں۔ جس نے حرام کام کیا گنہگار وہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی﴾ (۱)

البتہ زید بہو کو اپنی بیوی بنا کر رکھنے کے سبب سخت مجرم و حرام کار، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ انتہائی ظالم و جفا کار، فاسق فاجر اور بدکار ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید اور اس کی بہو کو سخت سزا ملتی چونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں اس لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی بہو سے جدا ہو جائے اور دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں سچے دل سے تائب ہو کر نماز کی پابندی کریں۔ صدقات و خیرات کریں اور غربا و مساکین کو کھانا کھلائیں۔ اگر زید اور اس کی بہو ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور ان سے تمام تعلقات ختم کرلیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

ایسی صورت میں بکر وہاں شادی کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

---

(۱) سورۃ الفاطر، آیت: ۱۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

کیا نکاح دولہا یا دلہن کی آبادی میں ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ
زید نے تقریباً چھبیس سال پہلے ہندہ سے نکاح کیا اور پھر تقریباً آٹھ سال پہلے یعنی شادی کے اٹھارہ سال بعد زید نے ہندہ کو مسجد کے کچھ اراکین کو گواہ بنا کر تین طلاق دیا اب وہ دوسری شادی سمرن سے طے کر کے قریبی ایک مسجد میں صبح دس بجے نکاح کا وقت مقرر کیا ہوا۔ نکاح کے مقررہ وقت کے پانچ منٹ پہلے ہندہ کا بھائی غصہ کے عالم میں مسجد کے اندر گھس کر باآواز بلند یہ کہنے لگا کہ زید اٹھ جاؤ تم چور جیسے بیٹھے ہو اور اس کے علاوہ ہندہ کے کچھ رشتہ داروں نے یہ کہہ کر نکاح روکنے کی کوشش کی کہ ہندہ کی اجازت کے بغیر یہ نکاح نہیں ہوسکتا جبکہ ہندہ اور زید کے درمیان طلاق ہونے کا واقعہ جو اٹھارہ سال پہلے پیش آیا تھا اس وقت جو لوگ موجود تھے وہی لوگ زید اور سمرن کے جس وقت نکاح ہونے جارہا تھا موجود تھے اور ان لوگوں نے اہل جماعت کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ ہندہ اور زید کے درمیان آٹھ سال پہلے طلاق ہو چکی ہے اور زید کو دوسری یا تیسری شادی کرنے کے لئے ہندہ سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ طلاق واقع ہوجانے کے بعد زید اور ہندہ اجنبی ہو گئے لیکن زید کی دوسری شادی ہندہ کے میکے والوں کے دباؤ میں آکر سمرن سے نہیں ہو پائی۔

مسجد کے ذمہ داروں نے مقررہ وقت میں زید اور سمرن کا نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ زید شرم کے مارے بھری محفل کے روبرو گھر لوٹ گیا اور اسی دن عشاء کے وقت زید کے گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر زید اور سمرن کا نکاح مسجد میں وہاں کے ذمہ داروں کے روبرو مع وکیل اور گواہوں کے نکاح پڑھ دیا گیا۔

(۱) نکاح جو کہ ایک اہم سنت رسول ہے جبکہ زید نکاح کے لئے تیار ہو کر مسجد میں آکر بیٹھ گیا زید کو بے عزت کر کے اس کا نکاح پڑھنے سے انکار کر کے وہاں سے واپس لوٹانا کیسا فعل ہے؟ جبکہ اس وقت مسجد کے ذمہ داران اور اہل جماعت موجود تھے۔

(۲) زید اور سمرن کے درمیان جو نکاح ہوا اس کے مقامی گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوا تو کیا وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو نکاح زید اور سمرن کے درمیان ہوا اس نکاح کے بارے میں مقامی مسجد کے کچھ اراکین یہ کہتے ہوئے پھر رہے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں تو کیا مسجد کے اراکین کا ایسا کہنا جائز ہے؟ مسلمانوں سے اہل جماعت کا کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے؟

(۴) زید اور سمرن کے نکاح کے وقت مسجد کے اراکین واہل جماعت کی خاموشی کیسا فعل ہے؟ جبکہ زید اور ہندہ کے درمیان جو طلاق ہو چکی تھی اس کا علم بھی ان لوگوں کو تھا۔

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمائیں۔عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر حاضرین محفل نے زید کو بلاوجہ ذلیل ورسوا کرنے اور اسے ایذا پہنچانے کے لئے ایسا کیا تو وہ گنہگار ہیں کہ ایذاے مومن حرام وگناہ ہے۔حدیث پاک میں ہے:

"من اذی مسلما فقداذانی ."(۱)

اور اگر اچانک ایسے حالات پیش آگئے کہ وہ اٹھ کر چلے گئے تو کوئی الزام نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نکاح صحیح ہونے کے لئے عاقدین کا اپنے گھر یا اپنی آبادی میں ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر زید اور سمرن سنی صحیح العقیدہ ہیں اور گواہان بھی قابل شہادت ہیں اور ایجاب وقبول گواہوں کے روبرو پایا گیا تو نکاح درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب ایجاب وقبول مع شرائط پالئے گئے تو اراکین مسجد کا بلاوجہ اس نکاح کو ناجائز کہنا غلط ہے اور ان پر توبہ لازم ہے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان سے دور رہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر کسی صحیح حکمت ومصلحت کے تحت خاموش رہے تو حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد واحد علی، مقام سعد اللہ پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کے گاؤں میں ایک شادی کی تقریب ہوئی جس میں عاقدین میں سے ایک دیوبندی ہو یا دونوں دیوبندی ہوں اور ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ان کا نکاح پڑھادے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) کنزالعمال، ج:۱۶، ص:۱۰

حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بہ مطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" کافر ومرتد ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیرہ غیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔" ملخصا(۱) اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لایجوز للمرتد ان یعزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط."(۲)

لہٰذا لڑکا لڑکی دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی اگر واقعی دیوبندی ہے تو نکاح نہیں ہوگا اور نکاح پڑھانے والے نے اگر جانتے ہوئے ایسا نکاح پڑھایا تو فاسق وفاجر اور مجرم وگنہگار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم اور اس نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

دیوبندی سے نکاح اور دیگر تعلقات؟

مسئلہ از: محمد قمرالدین قادری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی لڑکے کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکے کا نکاح کسی وہابی دیوبندی کی لڑکی کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟

(۲) خود کو سنی مسلمان کہتے ہوئے دیدہ ودانستہ اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مرتد وہابی دیوبندی کے ساتھ کردیا اس کے نتیجے میں جو اولاد ہوئی وہ حلال ہوئی یا کچھ اور؟۔

(۳) جس گاؤں جس آبادی کے بارے میں مشہور ہو کہ یہ وہابیوں کا گاؤں دیوبندیوں کی آبادی ہے یا جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ وہابی دیوبندی ہے یہ لوگ نیاز وفاتحہ سلام وقیام غوث اعظم کے مرغ حسین اعظم

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ٦، ص: ۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

کے شربت وملیدے شب برأت کے حلوے سے چڑھتے اور مزارات مقدسہ پر حاضری سے اجتناب کرتے ہیں اور وہابی دیوبندی مولویوں کی پیروی کرتے ہیں ایسے وہابیوں دیوبندیوں کو کافر ومرتدین کہنے کے لئے ان سے ترک موالات کرنے کے لئے کیا اس گاؤں آبادی کے ہر ہر گھر کے ہر ہر فرد کے پاس جاکر ان کے سامنے وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا اور مقتدا مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھی، مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ مرتدین کے کفریات بیان کرکے ان سے ان کی کفریات کی تائید کروانا ضروری ہے۔

اگر ان عناصر اربعہ دیابنہ کو کافر ومرتدین کہنے سے انکار کریں تب ان کو کافر مرتدین کہا جائے ان سے ترک موالات کیا جائے؟ یا جو جس امام وپیشوا کی تقلید وپیروی کررہا ہے اس پر وہی حکم شرعی نافذ ہوگا جو اس کے امام وپیشوا پر حکم شرع نافذ ہے۔

(۴) خود کو سنی مسلمان کہلانے والے کسی شخص کی رشتہ داری وہابیوں میں ہو اور وہ سنی مسلمان کہلانے والا اس مرتد وہابی کو بخوشی اپنے گھر بلاتا بھی ہو خود اس کے گھر جاتا ہو سارے اسلامی معاملات اس سے قائم رکھتا ہو اس کے گھر کے افراد اس پر راضی ہوں ایسے گھر کے کسی فرد کو جو حافظ مولوی ہو نماز پنجگانہ ونماز جنازہ وعیدین کی نماز کے لئے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ اگر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو نماز ہوجائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی قادیانی"۔(۱)

اور آگے اسی میں فرماتے ہیں "مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں"۔(۲)

اور مرتد لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لایجوز للمرتد ان

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۵

(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص:۵۵

یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط۔(۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔"(۲)

لہٰذا کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی سے منعقد نہیں ہوگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) وہابی دیوبندی مرتد کا دانستہ خواہ غیر دانستہ نکاح کسی سے ہوگا ہی نہیں تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی نہیں حرامی ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے۔ "اذلا نکاح مرتد ولا مرتدۃ اصلاحتی مع مثلہ فی الارتداد کمانص علیہ الائمۃ الامجاد۔" واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب." (۳)

(۳) وہابی دیوبندی کے بے شمار عقائد باطلہ میں سے یہ عقیدہ ہر خاص وعام جاہل وعالم کہے جانے والے وہابی دیوبندی میں پایا جاتا ہے کہ جو ان کے ہم عقیدہ نہیں وہ مشرک ہیں۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون."

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے "محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال وجائز بلکہ واجب ہے۔(۴)

اور جو شخص کسی ایک بھی مسلمان کو کافر کہے وہ خود بحکم حدیث وفقہ کافر ہے۔ چنانچہ ارشاد حدیث ہے: "ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما."(۵)

جامع الفصولین میں ہے "والمختار للفتوی من جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر ولو اعتقد کافرا کفر۔"(۶)

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲
(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۵۵
(۳) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۲۲۸
(۴) الشہاب الثاقب، ص:۵۱
(۵) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۵۷
(۶) جامع الفصولین

تو جو شخص پوری دنیا کے مسلمانوں پر شرک وکفر کا حکم لگائے اس کا کیا حال ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی پر ایک صورت میں جمیع ائمہ دین حضرات متکلمین وفقہائے شرع مبین کے نزدیک حکم کفروارتداد ہے۔ اور ایک صورت پر جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک حکم کفروارتداد ہے۔ تو وہابی دیوبندی پر حکم کفروارتداد ہے اور جو لوگ وہابیت ودیوبندیت سے مشہور ہوں اور سوال میں مذکورامور ان میں موجود ہوں ان پر حکم کفر ہے۔ ان سے ترک موالات لازم ہے۔ ان سے ترک موالات کے لئے یونہی ان کو کافر وبے دین کہنے کے لئے ان کا وہابی ہونا ہی کافی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) اگر وہ حافظ ومولوی بھی سوال میں ذکر کردہ معاملات سے راضی ہوتو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ میں ہے "لو قدموا فاسقا یأثمون"(۱)

درمختار میں ہے "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا"(۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

نکاح میں گانا بجانا اور نکاحانہ لینا

مسئلہ از: مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل شادی وغیرہ کے موقع پر نکاح پر ناچ گانا تماشہ وغیرہ ہوتا ہے اور علمائے کرام جب منع کرتے ہیں تو لوگ یہی جواب دیتے ہیں کہ مولانا لوگ جب نکاح پڑھاتے ہیں تو نکاح خوانی کے ۵۰۰ روپے یا ۷۵۰ روپے لیتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ نکاح پڑھانے کا معاوضہ لیا جائے۔ جواب عطا فرمائیں

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ناچ گانا بجانا شریعت مطہرہ میں ناجائز ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان امور

(۱) غنیۃ المستملی، ص ۴۷۵

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۱۳۰

کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاخرة منها عند نعمة لانه عند المصيبه."(۱)

ایک حدیث شریف میں ہے "من قعد وسط الحلقة فهو ملعون."(۲)

ایک مقام پر ہے "ليكونن من اقوام امتی يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف"(۳)

اور لہو ولعب کے بارے میں ارشاد حدیث ہے "كل لهو المسلم حرام الا الثلاثة."(۴)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ ناچ گانا بجانا تماشہ کرنا ناجائز وگناہ اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت جرم ہے۔ مگر نکاح پڑھانے پر کچھ رقم لینے کی ممانعت کسی آیت یا حدیث میں نہیں ہے نہ اس کا لینا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ وہ بطور انعام واکرام دیا لیا جاتا ہے اور اگر بالخصوص اجرت ومعاوضہ کے طور پر لیا جاتا ہے پھر بھی شرعاً جائز ہے کہ آدمی اپنے وقت کی اجرت لے رہا ہے جو بلاشبہ جائز ہے لہٰذا ناچ گانے سے روکنے کے سبب نکاح کے معاوضہ پر اعتراض کرنا جہالت ونادانی اور شریعت پر جرأت ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ شریعت پر عمل کریں اور نادانی سے باز آئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

نکاح میں باپ کی جگہ پرورش کرنے والے کا نام لیا تو؟

مسئلہ از: قاری نصیب اللہ عزیزی، خطیب وامام جماعت لطیفیہ مسجد ملن نگر، پونہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر کی بچی کی پرورش کی اور اس کا نکاح عمرو سے کر دیا اور بوقت نکاح حقیقی باپ بکر کے بجائے زید کا نام لیا گیا جس نے اس کی پرورش کی ہے یعنی ہندہ بنت زید کا نکاح عمرو سے کیا گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں جبکہ اس کے حقیقی باپ کی جگہ اس کی پرورش کرنے والے کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

---

(۱) کنز العمال، ج:۱۵، ص:۲۹۹

(۲) مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۵، ص:۲۵۴

(۳) صحیح البخاری، ج:۲، ص:۸۳۸

(۴) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۶۷۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر ہندہ اس مجلس نکاح میں خود موجود نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کر کے اس طرح نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت زید کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی عدم موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا ہاں اگر ہندہ کی پرورش کی وجہ سے لوگوں میں ہندہ بنت زید کہی جاتی ہے اور اس طرح بولنے سے اسی ہندہ کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔ درمختار میں ہے

"غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح"(۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "قال امراتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامراتہ عمرۃ بنت حفص ولانیۃ لہ لاتطلق امراتہ. فان کان صبیح زوج ام امراتہ وکانت تنسب الیہ وھی فی حجرہ فقال ذلک وھو یعلم نسب امراتہ اولایعلم طلقت امراتہ۔"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنیٰ کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

بغیر طلاق دوسرا نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ از: رمضان علی ابن عباس علی مقام سرھنا پوسٹ شکار گڑھ مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی ہندہ اپنے سسرال بھی ایک ہفتہ کے لئے گئی تھی اس کے بعد اپنے والدین کے گھر واپس آئی۔ ہندہ کی شادی کے تقریباً چار ماہ بعد اس کے شوہر کا دماغی توازن بگڑ گیا اور اس کی دوا وغیرہ بھی ہوئی لیکن فرق نہیں ہوا تین سال سے ہندہ اپنے والدین کے پاس ہے اور ہندہ کا شوہر پاگل ہو گیا ہے۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۹۶

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص:۳۵۸

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۱۶۶

ہندہ ایسی صورت میں طلاق چاہتی ہے لیکن ہندہ کے خسر طلاق نہیں دینے دے رہے ہیں۔ ہندہ مجبور ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شوہر کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ دوسرے سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں کر سکتی ہے اگر کرے گی تو حرام ہوگا۔ اور صحبت زنا ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقت شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کر لے اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔" (۲) اگر واقعی ہندہ کے شوہر کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے اور افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے اور ہندہ چھٹکارا چاہتی ہے تو اپنا معاملہ قاضی شریعت کے پاس لے جائے وہ جو فیصلہ کریں اس پر عمل کرے۔) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی دارالعلوم شاہ اعلیٰ قدر تیہ جاج مئو، کانپور، یوپی

(۱) انٹرنیٹ کے ذریعہ پڑھایا گیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) آج کل انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح پڑھایا جاتا ہے جس میں لڑکا سے دو گواہ اور وکیل کی موجودگی میں قاضی ایجاب وقبول کرواتا ہے ایسا نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں دلیل تفصیلی کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہی سمینار بورڈ دہلی کی جانب سے ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو منعقد سمینار میں علمائے اہل سنت کا جو فیصلہ ہوا بعینہٖ حاضر ہے، اس مجلس میں خود راقم الحروف بھی

---

(۱) سورۃ النساء، آیت ۲۴

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۹۱

شریک تھا، بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ "لڑکا اورلڑکی دومختلف شہروں میں رہ کر یاایک ہی شہر کے اندر رہ کر غائبانہ طور پر ٹیلی فون یاانٹرنیٹ پر گفتگو کے ذریعہ ایجاب وقبول کرتے ہوئے نکاح کریں تو یہ نکاح صحیح نہیں، اگر چہ دو گواہ لڑکی کے پاس اور دو گواہ لڑکے کے پاس موجود ہوں، اور دونوں کی تصویر بھی نظر آتی ہو۔

کیونکہ صحت نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی مجلس (ہیئت) ایک ہونا اور محفل نکاح میں گواہان کا حاضر ہونا اوران کے ایجاب وقبول کوایک ساتھ سننا شرط ہے۔اسی طرح گواہان کے نزدیک ایجاب وقبول کرنے والوں کا معلوم ومعین ہونا بھی شرط ہے، جبکہ محفل ایجاب کے گواہ محفل قبول میں حاضر نہیں، یوں ہی محفل قبول کے گواہ محفل ایجاب میں حاضر نہیں اور تنہا ایجاب یا قبول کی محفل میں حاضر ہونا معتبر نہیں کہ نکاح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔فتاویٰ عالمگیر جلد اول ص ۲۶۱ پر ہے

"ومنها سماع الشاهدين كلاهمامعاهكذا فى فتح القدير، ولوسمعاكلام احد هما دون الاخراوسمع احدهماكلام احدهما والاخر كلام الآخر لايجوز النكاح هكذا فى البدائع، رجل زوج ابنته من رجل فى بيت و قوم فى بيت اخريسمعون ولم يشهدهم ان كان من هذا البيت الى ذلك البيت كوة راؤا الاب منها تقبل شهادتهم وان لم يرأوا الاب لاتقبل كذافى الذخيرة" واللّٰه تعالىٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۰/شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ

باب المحرمات

محرمات کا بیان

بہو اپنے خسر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے

مسئله از: محمد اقرار خاں، کانپور

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

آج سے تقریباً ۷ سال قبل زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ دونوں کے درمیان خلوت صحیحہ واقع ہوئی، پھر زید نے ہندہ کو دو سال پہلے طلاق مغلظہ دے دی۔ ہندہ زید کے گھر پر اب بھی رہتی ہے۔ اب بکر یعنی خسر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے زید یعنی بیٹے سے پہلے ہندہ یعنی بہو سے نکاح پڑھالیا تھا۔ بکر لوگوں کو اپنا نکاح نامہ بھی دکھاتا ہے جس میں بنفسہ عشرہ سے پہلے کی تاریخ پڑی ہوئی ہے تو ایسی صوت میں ہندہ بکر کے لیے حرام ہے یا حلال؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بکر کا زید کی مطلقہ ہندہ سے نکاح کا دعویٰ قطعاً باطل، غیر معتبر اور نا قابل سماعت ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے "قلت وقد نصوا ان من رایٰ احداً یتصرف فی شئی زماناً ثم ادعی انه له ولم یکن ثم مانع من دعواہ لم تسمع قطعاً للحیل وقد بیناہ فی الدعاوی من فتاونا" (۱) یعنی: کوئی شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتا دیکھتا رہا، پھر عرصہ بعد مدعی ہوا باوجود کہ پہلے بھی دعویٰ سے کوئی شئی مانع نہ تھی تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔

اور زید نے اگر چہ ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی ہے۔ اس کے باوجود اب ہندہ کسی حال میں زید کے باپ بکر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ (۲) یعنی: تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "تحرم زوجة الاصل والفرع بمجرد

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۵، ص:۵۵۰،

(۲) سورۃ النساء، آیت:۲۳،

العقد دخل بھا اولا“ (۱) یعنی اصل وفرع کی بیوی حرام ہے۔ محض عقد سے اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے عورت کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علیمی، بستوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت ہے۔ اپنے میکے میں چار سال سے رہتی ہے جب کہ اس کا شوہر بار بار لینے آتا ہے مگر وہ عورت اپنے شوہر کے گھر جانے کو تیار نہیں۔ بار بار انکار کی وجہ سے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور جب عورت کو معلوم ہوا تو اس عورت نے دوسری شادی کر لی اور ایک آدمی نے اس عورت کا سرپرست بن کر شادی کروادی اور سب کو بخوبی معلوم ہے کہ اس عورت کی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شادی شدہ عورت جس کا دوسرا نکاح کیا گیا بغیر طلاق کے تو یہ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور جس نے نکاح پڑھایا اس کا خود نکاح باقی رہے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اس کے لیے شریعت مطہرہ کے کیا احکام ہیں اور جو دونوں گواہ ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا ان کو تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی اور جو آدمی سرپرست بنا اگر چاہتا تو شادی نہیں ہوتی مگر اس نے شادی کروادی جب کہ اس سے صاف، صاف کہا گیا کہ طلاق لے کر آؤ تو جماعت کی طرف سے نکاح کیا جائے گا مگر اس نے نہ سنی اور ایک نیم ملا سے نکاح پڑھوا دیا تو اس سرپرست کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جس نے شادی کیا جب کہ اس کو بھی بتایا گیا کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح نہیں ہوتا مگر وہ بھی نہیں مانا اور شادی کر لی اس کے لیے کیا احکام ہیں؟ براہ کرم ان سوالوں کے جواب مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو عورت کسی کے نکاح یا عدت میں ہو بغیر طلاق اور بغیر عدت گزرے اس کا کسی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

---

(۱) رد المحتار، ج:۲، ص:۲۷۹

(۲) سورۃ النساء، آیت:۲۴

اور ملک العلما امام ”سعود“ کاسانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ومنها ان لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ والمحصنٰت من النساء معطوفاً على قوله عزوجل حرمت عليكم امهاتكم الى قوله والمحصنٰت من النساء وهن ذوات الازواج“(۱) اور خاتم المحققین علامہ ”ابن عابدین شامی“ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”اما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل بجوازه احد فلم ينعقد اصلاً ولهٰذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنى كما فى القنية وغيرها“ (۲)

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق لیے جو نکاح کیا گیا وہ ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا۔ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے اور جس نے جانتے ہوئے وہ نکاح پڑھایا اور گواہان جو نکاح کے گواہ بنے اور جس کے ساتھ وہ نکاح ہوا اور جو سرپرست بناسب کے سب مجرم وگنہ گار اور زنا کا دروازہ کھولنے والے ظالم وجفا کار، مستحق نار وغضب جبار ہوئے۔ نکاح پڑھانے والے پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو پیسہ واپس کرے۔ یوں ہی جس کے ساتھ نکاح ہوا وہ فوراً اس عورت سے جدا ہو جائے اور جس کی بیوی ہے اس کے حوالہ کر دے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اسی طرح گواہان اور سرپرست اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ

نابالغی میں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ودرست ہے

مسئلہ از: عبدالباری، بھولا پور، پوسٹ شنکر پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ کی شادی (نکاح) سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل ہو چکا تھا۔ دیہاتی رسم ورواج کے مطابق بالغ ہونے کے بعد (گونا) رخصت کرنا تھا کہ سن بلوغ کو پہنچنے پر

(۱) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۴۸

(۲) رد المحتار، ج:۳، ص:۱۳۴

(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

ہندہ بکر کے ساتھ چلی گئی۔ اب جب کہ ہندہ دوسرے آدمی کے ہمراہ ہے آیا بکر کا نکاح ہندہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نیز زید جو کہ پہلا شوہر ہے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ قائم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے باپ نے کیا تھا۔ للہٰذا یہ عقد لازم اور صحیح ودرست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "فان زوجهما الاب والجد فلا خیارلهما بعد بلوغهما كذا في الهداية" (۱) اور اب زید سے طلاق لیے بغیر ہندہ کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہندہ اور بکر سخت فاسق وفاجر، بدکار ومستحق نار وغضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں، ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ

پہلے شوہر کی طلاق کے بغیر بیوی کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: محمد مقدس حسین، مقام وپوسٹ بھاوک پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ:

ہندہ زید کی بیوی ہے۔ زید کئی سالوں سے شہر ممبئی میں رہتا تھا، پھر ہندہ یعنی زید کی بیوی اپنے ننہال چلی آئی۔ اس کے بعد ہندہ اور بکر سے تعلقات ہو گئے یعنی ہندہ اور بکر سے بدفعلی کرنے کی محبت پیدا ہو گئی۔ پھر زید یعنی ہندہ کا شوہر شہر ممبئی سے گاؤں میں چلا آیا۔ گاؤں میں آنے کے بعد زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس آیا تو زید کو بکر اور ہندہ سے جو تعلقات تھے پتہ چل گیا تو زید نے ہندہ سے قرآن شریف پر ہاتھ رکھوا کر کہا تم قسم کھاؤ کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی تو ہندہ نے قسم کھا لیا کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر زید شہر ممبئی چلا گیا۔ چار پانچ سال ہو گئے ابھی تک زید گھر کو نہیں آیا اور نہ اپنے بال بچوں کی خبر ہی لے رہا ہے تو اب ہندہ کے والدین زید کے پاس بھیجنا بھی نہیں چاہتے ہیں اور ہندہ کی دوسری شادی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کے والدین دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں اور جو زید نے قسم کھلوایا ہے وہ قسم کیسے اترے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۵

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی طلاق کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث شریف ہے "انما الطلاق لمن اخذ بالساق" (۲) یعنی طلاق شوہر کے لئے ہے اس سے ثابت ہوا کہ جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے یا اس کی وفات نہ ثابت ہو جائے ہندہ کے والدین اس کا نکاح ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگر کردیں گے تو نکاح ہی نہ ہوگا کہ ایک کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرے سے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ الآية﴾ (۳) اور اگر ہندہ نے بعد قسم بکر کو چہرہ دکھایا تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن پے درپے روزے رکھے کما فی عامۃ الکتب الفقھیۃ۔ مگر یہ واضح رہے کہ اگر بکر اجنبی ہے تو ہندہ پر لازم ہے کہ اس سے پردہ کرے اور اس کو چہرہ نہ دکھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سگی بہن سے نکاح کرنا حرام و باطل ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم رضوی، ساکن بلاری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس سے تین بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں، پھر زید نے ہندہ کو طلاق دیئے بغیر ہندہ کی سگی بہن سے نکاح کیا۔ کیا یہ نکاح شریعت کی رو سے درست ہوا یا نہیں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی بیوی ہندہ کے ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن سے نکاح حرام قطعی ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الی) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (۴)

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷

(۲) ابن ماجۃ باب الطلاق العبد رقم الحدیث، ۲۱۵۹

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۳

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"وان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسد"(۱) زید کا اپنی سالی کو بیوی بنا کر رکھنا اور اس سے صحبت کرنا سخت حرام ہے۔ بلکہ اگر اس سے صحبت کر لی تو اب ہندہ کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا۔ جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً سالی کو چھوڑ دے اور صدق دل سے اللہ کی بارگاہ میں نادم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

عدت کے اندر نکاح حرام ہے

مسئلہ از: محمد نصیر الدین، مقام و پوسٹ للولی، ضلع فتح پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ زید کے دادا کے بھائی کی بیٹی ہے۔ یعنی رشتے میں زید کی پھوپھی ہے۔ زید اور ہندہ میں آپسی تعلقات تھے لیکن ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی۔ شادی کے بیس پچیس دن کے بعد ہندہ نے زید پر الزام لگایا کہ زید نے مجھے ڈرایا اور غلط سلط کہا ہے جب کہ زید کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ یہ بات جب ہندہ کے شوہر بکر کو معلوم ہوئی تو بکر نے ہندہ کو طلاق دے دی اور گاؤں والوں نے اسی وقت یعنی طلاق کے فوراً بعد زید کو ڈرا کر مار ڈالنے کی دھمکی دے کر ہندہ سے اس کا نکاح کرا دیا اور زبردستی مہر ایک لاکھ پچاس ہزار بندھوایا تو کیا زید سے ہندہ کا نکاح ہو گیا اور اگر نہیں ہوا تو جن لوگوں نے زبردستی کی اور زبردستی مہر بندھوایا ان کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ مفصل جواب عطا فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر ہندہ سے بکر کی خلوت ہو چکی تھی تو زید سے اس کا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام ہوا کہ عدت کے اندر نکاح حرام قطعی اور ناجائز و باطل ہے اور اس میں قربت خالص زنا زید پر فرض ہے کہ وہ فوراً ہندہ سے جدا ہو جائے اور اگر اس سے قربت ہو گئی ہو تو اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا یا اس میں دانستہ شریک ہوئے وہ سب سخت مجرم و گنہ گار ہیں۔ ان سب پر توبہ فرض ہے۔ اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۷۷

﴿الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

لاعلمی میں عدت کے اندر نکاح فاسد ہے جس میں طلاق نہیں متارکہ ہے

مسئلہ از: ارشد جاوید، پرانی بستی، ضلع بستی

ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے اس نے ایک دوسری لڑکی جو کہ طلاق شدہ تھی ابھی عدت نہیں پوری ہوئی تھی۔ لاعلمی میں اس نے اس سے نکاح کیا۔ بعد میں لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اس لڑکی کو طلاق دیا گیا۔ کچھ دن بعد پتہ چلا کہ عدت میں نکاح جائز نہیں ہے اور اس طرح سے طلاق بھی درست نہیں ہوا۔ پھر اس شخص نے اس لڑکی سے اس کی عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا۔ اب وہ حاملہ ہے۔

سوال: اس مسئلہ میں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور کیا اس مسئلہ میں حلالہ کی ضرورت ہے؟

نوٹ: جس لڑکی کے بارے میں یہ مسئلہ پوچھا گیا ہے اس کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس لڑکی کی کس طرح مدد کی جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو عورت عدت میں ہو اور کوئی شخص لاعلمی میں عدت کے اندر اس سے نکاح کرے تو یہ نکاح فاسد ہے۔ جس میں طلاق نہیں بلکہ متارکہ یا تفریق ہوگی اور اگر لفظ طلاق کے ذریعہ متارکہ ہوا تو بھی اسے طلاق نہیں بلکہ متارکہ مانا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر تین طلاق سے کم دے اور اس سے نکاح صحیح کرے تو تین طلاق کا مالک رہے گا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وفی مجموع النوازل الطلاق فی النکاح الفاسد یکون متارکۃ ولا ینتقص من عدد الطلاق کذا فی الخلاصۃ" (۲) اور جب نکاح فاسد میں طلاق نہیں تو بعد متارکہ نکاح صحیح کے لیے حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو تزوج امرأۃ نکاحاً فاسداً وطلقھا ثلاثاً جاز لہ ان یتزوجھا ولولم تنکح زوجاً غیرہ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۳، ص: ۳۳۰

كذا في السراج الوهاج"(۱) لہٰذا صورت مذکورہ میں لڑکی کی عدت ختم ہونے کے بعد جو نکاح بلا حلالہ ہوا وہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

بغیر طلاق دوسرے مرد سے نکاح ناجائز و فاسد ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم، گرام و پوسٹ گائے گھاٹ بازار، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک لڑکا شادی ہونے کے بعد نو سال گھر سے غائب رہا۔ اس کی ایک بچی بھی ہے، جب اس کی کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے آئے گا یا نہیں۔ اس کا انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ سارا واقعہ سننے کے بعد اس کے والدین نے اس کی دوسری شادی کر دی۔ دوسرے شوہر سے بھی دو لڑکے ہوئے پھر اس کا پہلا شوہر واپس آ گیا۔ گھر پر بیوی کو نہ پا کر اس کے میکے گیا اور بیوی کو طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی شادی کر دی گئی اور اس کے دو بچے بھی ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دیا تھا۔ آپ نے کس کی اجازت سے اس کی شادی کر دی۔

اب وہ لڑکے کس کے ہوئے۔ اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اور دوسرے والے شوہر سے جو بچے ہیں وہ جائز ہیں، یا ناجائز؟ اور اس عورت کو کس کے حق میں دینا چاہیے؟ اس پر کس کا حق ہے؟ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

"معاذ اللہ رب العالمین" شادی شدہ لڑکی کو طلاق حاصل کیے بغیر دوسرے کے عقد میں دینا لڑکی کو حرام کاری کے لیے پیش کرنا ہے، جو حرام سخت حرام ہے۔ والدین پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی کو فوراً واپس بلائیں اور شوہر اول کے حوالے اور اپنی قبیح حرکت پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ و استغفار کریں اور اگر والدین یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی دوسرے کے ہی ساتھ رہے تو لڑکی کے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت گزارنے کے بعد اس کی دوسری شادی کر دیں۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے یا مر نہ جائے اس وقت تک کسی دوسرے کے لیے وہ عورت حلال نہیں ہو سکتی ہے۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۴، ص: ۴۷۴

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱)

اس طرح کی صورت حال میں اگر نکاح صحیح ہوا ہوتا تب بھی شوہر اوّل کی طرف بیوی لوٹائی جاتی یہاں تو فاسد ونا جائز ہے عورت بہر حال شوہر اوّل کی ہے۔

علامہ "ابن عابدین" شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "المرأة ترد إلى الاوّل اجماعاً" یعنی: عورت شوہراول کی طرف واپس کردی جائے گی۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

اور دوسرے مرد سے پیدا ہونے والے بچے اگر نکاح ثانی اور وطی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تو شوہر ثانی کے مانے جائیں گے، ورنہ شوہر اول کے ہوں گے کہ نکاح فاسد سے پیدا شدہ بچہ بھی ثابت النسب اور اسی شوہر کا مانا جائے گا جس سے پیدا ہوا ہے۔ علامہ "علاء الدین" حصکفی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے "غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولاداً ثم جاء الزوج الاوّل فالاولاد للثاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ" (۳)

اسی طرح امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ پر تحریر فرمایا ہے۔ (۴)

واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

خسر نے بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا یا زنا کیا تو بہو اس کے بیٹے پر حرام ہو گئی

مسئلہ از: محبت علی علیمی، دار العلوم اہل سنت انوار العلوم، جیکو ڑیا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا، یا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا، یا اس کے ساتھ زنا کیا اب ان تمام صورتوں میں اس کی بہو اس کے بیٹے بکر کے لیے حلال ہے یا نہیں یا وہ اب اس کو اپنی زوجیت میں رکھے یا طلاق دے اور کیا بکر اب اپنی اس بیوی سے وطی کر سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا بالدلائل الشرعیہ.

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۳۱

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۳۱

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۸۶۳

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑ لیا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا یا معاذ اللہ رب العالمین زید نے اس کے ساتھ زنا کیا تو ان تمام صورتوں میں زید کی بہو زید کے بیٹے بکر پر حرام ہوگئی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "تحرم المزنی علی اٰباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا کذا فی فتح القدیر"(۱)

اور اسی میں ہے "کما تثبت ھذه الحرمة بالوطی تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشھوة کذا فی الذخیرہ"(۲)

اور جب بکر پر وہ حرام ہوگئی تو اس پر فرض کہ فوراً اپنی بیوی سے متارکہ کرے، اور اسے الگ کردے۔ کسی بھی صورت میں بکر کا اس سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ "ھکذا فی در المختار والفتاوی الرضویہ وغیرھا. واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب."

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: مقصود احمد قادری، مہراج گنجوی، مقام سرہوا، پوسٹ کھوابابو، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے پہلے ہندہ سے شادی کی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر ہندہ انتقال کرگئی۔ اس کے بعد پھر زید نے زینب سے شادی کی اور زینب کی ایک حقیقی بہن کلثوم ہے اس سے زید کے بیٹے بکر نے شادی کرلی تو اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ شادی جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جائز ہے، کیوں کہ کلثوم بکر کی سوتیلی ماں کی بہن ہے اور اس سے نکاح جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "علما تصریح فرماتے ہیں کہ: سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۷۴

(۲) حوالہ سابق

(۳) سورۃ النساء، آیت:۲۴

بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں''۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم .

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

زنا سے پیدا ہونے والے بچے کی کفالت کی ایک صورت

مسئلہ از: سرور احمد خاں گڑھی دلا ور ضلع رائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں:

خالد اور سلمہ کے ناجائز تعلقات تھے۔ سلمہ کو حمل ہو گیا۔ حمل جب پورے دن کے قریب ہوا تو لوگوں کو معلوم ہوا۔ سلمہ سے پوچھنے پر یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کام خالد کا ہے لیکن خالد نے انکار کر دیا تو خالد کے باپ نے کہا کہ اگر سلمہ قرآن کی قسم کھالے تو ہم اپنے لڑکے خالد کے ساتھ نکاح کروادیں گے۔ سلمہ نے قرآن شریف کی قسم کھالی اور خالد کے گھر بغیر نکاح رہنے لگی۔ جب سلمہ کو لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد خالد اور اس کے گھر والوں نے لڑائی جھگڑا کر کے سلمہ کو گھر سے نکال دیا۔ اب ایسی صورت میں سلمہ کہاں جائے۔ جب قوم نے اس کا کوئی راستہ نہیں بنایا تو سلمہ اس وقت اپنے باپ کے گھر میں ہے۔ فریقین کے لیے شرعی حکم کیا ہے اور پیدا ہونے والا بچہ اور اس کی ماں کہاں جائے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی خالد اور سلمہ کے درمیان ناجائز تعلقات تھے اور ان سے زنا سرزد ہوا تو وہ دونوں سخت مجرم و حرام کار اور مستحق نار و لائق قہر قہار ہیں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو انہیں سنگسار کر دیا جاتا مگر یہاں ہندوستان میں ان کے لیے یہ حکم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور صدق دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب و نادم ہوں۔ اور خالد اور سلمہ کے گھر والے اگر دونوں کے ناجائز تعلقات پر مطلع تھے تو وہ سخت مجرم و خطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ و استغفار لازم ہے اگر یہ لوگ توبہ و استغفار نہ کریں تو تمام مسلمان مل کر ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ سب گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اور سلمہ کو جن لوگوں نے بغیر نکاح خالد کے گھر رہنے کے لیے بھیجا انہوں نے سخت جرم کیا اور معاذ اللہ رب العالمین یک گونہ گناہ پر مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ایسوں پر بھی توبہ لازم ہے۔ رہ گیا سلمٰی کا خالد سے نکاح کا معاملہ تو اگر خالد سلمٰی کا کفو ہے تو سلمہ اپنی مرضی سے اور اگر کفو نہیں ہے تو ولی کی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے اور سلمہ کے گھر والوں کو

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۵، ص:۲۱۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

یوں ہی خالد کے گھر والوں کو چاہیے کہ دونوں کا آپس میں نکاح کر دیں تا کہ فتنہ و فساد کا سد باب ہو جائے اور پیدا شدہ بچہ کی پرورش اس کی ماں کرے۔ ھکذا فی الکتب الفقھیۃ والاسفار الدینیۃ. "واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب."

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

حالت حمل میں نکاح

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

حالت حمل میں نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر حمل ثابت النسب ہے تو حالت حمل میں نکاح ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وحبلی ثابت النسب لا یجوز نکاحھا اجماعاً" (۱) اور اگر حمل زنا کا ہے تو نکاح حالت حمل میں درست ہے۔ پھر اگر حمل اسی شوہر کا ہے تو اس کے لیے عورت سے وطی بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأۃ قد زنی بھا ھو وظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل ولہ ان یطاھا" (۱) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

ناجائز حمل میں نکاح درست ہے

مسئلہ از: افتخار احمد نظامی، مقام تنواں پوسٹ گور بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلوں میں: (۱) زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلق تھے جس سے استقرار حمل ہو گیا اور وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) سے پہلے زید نے اس سے نکاح کر لیا۔ دریافت

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۰

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۰

طلب امر یہ ہے کہ آیا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور زید بعد نکاح بچہ ہونے سے پہلے ہم بستری کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید اور ہندہ پر شرعاً کیا حکم لازم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہے اور چوں کہ ناجائز حمل معاذ اللہ رب العالمین خود زید کا ہی ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔

چنانچہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہوئے وطی جائز نہیں"۔(۱)

اور زید و ہندہ سخت مجرم و جفا کار مستحق غضب جبار ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو سو کوڑے لگائے جاتے مگر چوں کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لیے ایسی صورت میں زید و ہندہ دونوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور کچھ خیرات و صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے معافی کے طلب گار ہوں۔ اگر دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کر کے سماج سے نکال دیں، ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

لڑکی سے بشہوت بوس و کنار کرنے کے سبب لڑکی کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی

مسئلہ از: محمد انعام احمد، نخاس روڈ، لکھنؤ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سے زبانی معلوم ہوا کہ بکر نے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوس و کنار بھی ہوا لیکن زنا سرزد نہ ہوا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۹

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر واقعی بکر نے اپنی لڑکی سے مذکورہ حرکتیں کی ہے تو بکر ظالم و جفا کار اور سیہ کار و بدکار مستحق غضب جبار وعذاب نار اور سخت حرام کار ہے۔ بکر کی لڑکی کی ماں اب ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہوگئی۔ بکر پر لازم ہے کہ فوراً اس سے مقاطعہ کرلے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ "مفتی امجد" علی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ افعال (شہوت کے ساتھ چھونا بوسہ لینا وغیرہ) قصداً ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہرحال حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔ مثلاً: اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا۔ اس کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی۔" (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی اپنی مشتہاۃ لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑ لے یا بوس و کنار کرلے تو اس لڑکی کی ماں اس آدمی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔ بکر پر لازم ہے کہ وہ فوراً اپنی لڑکی کی ماں یعنی اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کردے اور ساتھ ہی علانیہ توبہ واستغفار بھی کرے اور سچے دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہو۔ حدیث شریف ہے:

"توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية" (۲) اور اگر بکر ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور اس سے سلام وکلام سب ختم کردیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۲/۵/۱۷ھ

باپ کا بہو سے زنا کرنے کی وجہ سے "بہو" باپ بیٹے دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی

مسئلہ از: عزیز الرحمٰن حشمتی، پپری بزرگ، پوسٹ بھدوکھر، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی ہے اور کہتا ہے کہ بہو کو اگر سسر نے شہوت سے اس کے ننگے بدن کو چھولیا تو لڑکے کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو مولوی زید کا یہ کہنا آیا شریعت مطہرہ کے مخالف ہے یا موافق؟

---

(۱) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۳

(۲) کنز العمال، ج:۴، ص:۲۰۹

(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی بدکار ظالم وجفاکار نے اپنی بہو کے ساتھ مذکورہ ذلیل حرکت کی تو وہ سسر اور شوہر دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ مگر نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ شوہر اس سے متارکہ کرے گا۔ مثلاً یوں کہہ کر جدا کردے گا کہ میں نے تم سے متارکہ کیا یا تم کو چھوڑا، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة"(۱) والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحكم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷/ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی بہن کا عقد آپس میں جائز ہے

مسئلہ از: احقر عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

بخدمت شریف حضرت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اور ہندہ دونوں ایک باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ دونوں کی ماں ایک ہے اور دونوں سگے بھائی بہن ہیں۔ زید کو شمیم نام کا لڑکا ہے اور ہندہ کو اسماء نام کی لڑکی ہے۔ یعنی بہن کی لڑکی ہے اور بھائی کا لڑکا ہے۔ کیا ان دونوں کی شادی ہوسکتی ہے۔ شریعت ان دونوں کی شادی کا کیا حکم دیتی ہے۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شمیم کی شادی اسماء کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ اس لیے کہ شمیم اسماء کا ماموں زاد بھائی ہے اور اسماء شمیم کی پھوپھی زاد بہن ہے اور ماموں زاد و پھوپھی زاد بھائی بہن کا آپس میں عقد جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۴، ص: ۱۱۴

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

باب الولی والکفو

ولی اور کفو کا بیان

غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں

مسئلہ از: مولانا محمد قمر مصباحی برکاتی پرسا بھتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید (گوجر) ہندہ (پٹھان) دونوں سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ نکاح از روئے شرع درست ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

یہاں کے معاشرہ میں گوجر برادری پٹھان برادری کی کفو نہیں ہے اور غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں۔ "درمختار" میں ہے:

"یفتیٰ فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان" (۱)

"ردالمحتار" میں ہے:

"ھذا ای عدم جواز النکاح اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد" (۲)

لہٰذا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ولی کی اجازت سے ہوسکتا ہے۔ بغیر اجازت ہرگز صحیح نہیں ہوگا۔ "فتاویٰ امجدیہ" میں ہے۔

"اگر ولی ہے اور وہ غیر کفو سے نکاح پر راضی ہے جب بھی صحیح ہے۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

---

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۲) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۳) الفتاوی الامجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۳۲

کفاءت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے اگر چہ عورت کم درجہ کی ہو

مسئلہ از: برکت علی، ناظم اعلیٰ دار العلوم اہل سنت سراج العلوم، مقام و پوسٹ، پوریتا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عربی، اردو، انگریزی، ہندی ہر زبان پر یکساں عبور رکھتا ہے۔ علوم دینیہ و دنیویہ دونوں کا حامل ہے اور خان برادری کا ہے۔ زید پڑھی لکھی دیندار اور گریجوٹ لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے۔ زید کا جس لڑکی سے رشتہ لگ رہا ہے ان کے آباء اجداد میں مہتر گھرانا تھا مگر اب اس کے گھر والے جو شادی کرتے ہیں سب خان برادری میں کرتے ہیں۔ تقریباً تیس سال کا عرصہ ہو گیا اور زید کے والد اس بات کو جانتے ہیں کہ لڑکی کے گھر والے اور لڑکی سب دیندار اور عادت و کردار اور شریعت محمدیہ اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ کفائت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورت اگر چہ کم درجے کی ہو اس کا اعتبار نہیں ہے: درمختار میں ہے۔

"الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ من جانبہ ای الرجل ولا تعتبر من جانبھا لان الزوج مفترش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح" (۱) علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: "اذ تزوج بنفسہ مکافئۃ لہ اولا فانہ صحیح لازم" (۲) زید خان برادری کا ہے اور لڑکی اس سے کم درجے کی برادری سے تعلق رکھتی ہے تو یہ لڑکی یا اس کے ولی کے لیے عار و ننگ نہیں ہے۔ لہٰذا زید کا اس سے نکاح جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

الجواب صحیح: محمد تطہیر قادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۳۱۷

(۲) رد المحتار، ج:۲، ص:۳۱۷

اگر بالغ لڑکا لڑکی ولی کی اطلاع کے بغیر نکاح کرلیں تو

مسئلہ از: پنجتن علی ناتھ نگر، پرانی بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید اور ہندہ دونوں میں بڑے دنوں سے محبت تھی۔ (تقریباً سال دو سال تک) اچانک لڑکے کو یہ خبر ملی کہ عنقریب ہندہ کی شادی ہونے والی ہے تو لڑکے نے لڑکی پر دباؤ ڈالا کہ تم مجھ سے شادی کرلو ورنہ تمہارا باپ تمہاری شادی کردے گا۔ چنانچہ دونوں نے ۳ رمئی بروز سنیچر وقت شام آٹھ بجے کی رات میں والدین اور گاؤں والوں سے چھپ کر گواہوں کی موجودگی میں (جبکہ ایک گواہ کمرے سے باہر تھا) نکاح کرلیا اور لڑکی سے کہا گیا کہ نکاح نامہ تمہیں کل مل جائے گا تم گھر جاؤ لیکن لڑکی کو نکاح نامہ نہیں ملا۔ اب آیا کہ شریعت کی رو سے نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اور جب ۵ مئی شام میں لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو لوگ جمع ہوئے اور لڑکے سے پوچھا کہ تمہاری شادی ہندہ سے ہوئی ہے تو اس نے کہا ہاں! اس کے بعد لڑکی والوں کو اطلاع ملی تو لڑکی سے بھی پوچھا گیا کہ تمہارا نکاح زید سے ہوا ہے تو اس نے جواب دیا ہاں۔ اس کے بعد مجمع میں یہ بات طے پائی کہ زید ہندہ کو بارہ مئی کو اپنے گھر لے جائے اور اس میں دونوں کے والدین بھی راضی تھے۔ اب نکاح نامہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکے کے ماموں لڑکے اور لڑکے کے والدین اور نکاح پڑھانے والے اور گواہوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ لوگ نکاح کا انکار کریں اور اسے جھوٹا ثابت کریں۔

چنانچہ سب لوگوں نے اس بات کی تکذیب کی کہ نکاح نافذ نہیں ہوا۔ شریعۃً ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جن میں ناکح اور گواہان بھی شریک ہیں، جب کہ یہ کام لوگوں سے چھپ کر ہوا۔ (یعنی نکاح پڑھانے کا کام) اگر نکاح ہوگیا ہے، تو لڑکی کا نان ونفقہ، اور گھر نہ لے جانے کی صورت میں شوہر کے لیے کیا حکم ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس سلسلے میں مقدمہ وغیرہ بھی چل رہا ہے۔ **بینوا توجروا۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اگر ہندہ کا کفو ہے، یعنی مذہب قوم پیشہ وغیرہ میں ہندہ کی بہ نسبت ایسا کم نہیں ہے، کہ ہندہ کے ولی کے لیے باعث عار ہو، اور جو گواہ کمرے کے باہر تھا وہ ہندہ کو مکمل طور سے جانتا تھا کہ زید کا اسی ہندہ سے عقد ہورہا ہے، اور الفاظ ایجاب وقبول دونوں لوگوں نے سنا، تو نکاح صحیح ودرست ہے۔ ایک گواہ کا کمرے سے باہر رہنا صحت نکاح میں مخل نہیں۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے

"فی "فتاویٰ ابی اللیث" رجل قال: لقوم! اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت، فقالت المرأۃ: قبلت، فسمع الشھود مقالتھا، ولم یروا شخصھا، فان کانت فی

البیت وحدھا جاز النکاح" (۱)

اور جو لوگ اب نکاح کا انکار کر رہے ہیں وہ جھوٹے اور لعنتی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ﴾ (۲) اور صحت نکاح کے بعد نان ونفقہ اور سکنیٰ شوہر پر واجب ہے۔ اگر نہ دے تو مجرم وگنہ گار اور حق العباد میں گرفتار ہوگا۔ جب یہ نکاح صحیح ہے تو جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے، یا اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ ہندہ کا کسی سے نکاح ناجائز وحرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا اپنے کفو میں نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ از: عبد الکریم صدیقی، سکرا یوسف پور، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

ہندہ۔ جو سنی صحیح العقیدہ عاقلہ بالغہ ہے۔ نے بذات خود اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر بکر سے بذریعہ کورٹ میرج کیا پھر شرعاً نکاح کیا۔ تقریباً ۱۶ سال گزر گئے۔ اس دوران ہندہ کو چار اولادیں بھی ہوئیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ہندہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت شرعاً منعقد ہوا یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والدین ملاقات کی غرض سے اس کے یہاں جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ہندہ کے میکے آنے پر اس کے والدین جبر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ہندہ کے اس کے کرتوت کی وجہ سے شرعاً اس پر کوئی سزا عائد ہے یا نہیں؟

(۵) ہندہ کے شوہر کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر بکر ہندہ کا کفو ہے یعنی بکر کی قوم یا، پیشہ، یا مذہب وغیرہ میں کوئی ایسا عیب اور کمی نہیں جو ہندہ کے ولی

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۲) سورۃ آل عمران، آیت: ۶۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

کے لیے باعث شرم وعار ہو تو ہندہ کا نکاح ہو گیا۔

در مختار میں ہے:

"نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً" (۱)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کا بکر سے تعلق نکاح سے قبل ہی تھا، اور دونوں کا ملنا جلنا بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا یہ فعل سخت ناجائز وحرام اور گناہ ہے۔ اور دونوں شرعاً ظالم وجفا کار اور مجرم وگنہگار ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور جب ان کے بائیکاٹ کا حکم ہے تو ان سے ملاقات کے لیے جانے یا میکہ آنے پر جبر کرنے کا کیا معنیٰ ہے۔ ہندہ وبکر پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر دونوں ایسا کر لیں تو ان کے پاس جانے یا ان کو اپنے گھر لانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دور کے رشتے دار کا کیا ہوا نکاح لازم ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: ذاکر قریشی، ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: "روزینہ بانو" جب ایک سال کی تھی تو "محمد عمر" چودھری جو دور کے رشتہ دار لگتے ہیں ان کی وکالت سے اس کا نکاح ہوا تھا لیکن جب "روزینہ بانو" سن شعور کو پہنچی تو اس کے گھر والوں نے اس کے سامنے اس بات کو ظاہر کیا کہ تمہارا نکاح "محمد اکرام" سے ہو چکا ہے۔ اسی وقت چند لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے دو دستخط نیچے ہیں۔ روزینہ بانو نے اس نکاح سے انکار کیا اور اظہار کیا نہ تو میں اکرام کو جانتی ہوں اور نہ مجھے قبول ہے۔ تو جو وکیل دور کے رشتہ دار لگتے ہیں کیا ان کی وکالت کو معتبر مانا جائے یا نہیں؟ ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ روزینہ بانو بالغ ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب دیں۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں روزینہ بانو کا عقد ایک سال کی عمر میں اگر "محمد عمر" چودھری نے "روزینہ بانو" کے باپ یادادا کی اجازت سے کیا تھا یا بغیر اجازت کردیا تھا مگر بعد میں روزینہ بانو کے باپ، یادادا نے اسے جائز کردیا تھا تو ان تمام صورتوں میں نکاح لازم ہوگیا۔ روزینہ بانو کا انکار فضول ہے۔ "محمد اکرام" اس کا شوہر ہے۔ اس سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ ہدایہ میں ہے:

"فان زوجهما الاب او الجد يعنى الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما" (۱)

یعنی اگر باپ یادادا نے صغیر اور صغیرہ کا نکاح کیا ہے تو بعد بلوغ انہیں اختیار نہیں۔ اور اگر محمد عمر نے روزینہ بانو کا نکاح حالت نابالغی میں غیر کفو یا مہر مثل میں بہت زیادہ کمی کے ساتھ کیا تو نکاح جائز نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

"ان كان المزوج غيرهما اى غير الاب وابيه لا يصح النكاح من غير كفو اصلاً" (۲)

یعنی اگر باپ، دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

اور اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تو نکاح جائز ہوگیا مگر اس صورت میں بالغ ہوتے ہی یا بعد بلوغ علم ہوتے فوراً روزینہ بانو فسخ نکاح کرسکتی تھی اور اگر کچھ بھی وقفہ ہوا اختیار فسخ جاتا رہا یہاں تک کہ آخر مجلس تک اختیار نہیں اور اس مسئلہ کو نہ جاننے کا عذر عندالشرع مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

"ان بلغت وهى عالمة بالنكاح او علمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فى حال البلوغ او العلم فلو سكتت ولو قليلاً بطل خيارها ولو قبل تبدل المجلس" (۳) یعنی اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کا علم ہوا یا بالغ ہونے کے بعد ہوا تو بلوغ یا علم کے وقت ہی نکاح فسخ کرنا ضروری ہے اور اگر وہ تھوڑی دیر بھی خاموش رہی اگرچہ مجلس بدلنے سے پہلے تو اس کا اختیار باطل ہوگیا۔

مذکورہ صورتوں میں سے جس صورت میں "روزینہ بانو" کے لیے حق فسخ حاصل ہے اگر اس نے گھر والوں کے ظاہر کرنے پر فوراً انکار کردیا تو یہ نکاح فسخ ہوگیا اور روزینہ بانو دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد عمر چودھری نے روزینہ بانو کا نکاح اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تھا لیکن روزینہ بانو کے

(۱) الهداية، ج:۲، ص:۳۱۷

(۲) الدرالمختار، ج:۲، ص:۱۰۰

باپ، دادا یا موجود ولی اقرب نے اسے جائز نہیں کیا تھا تو یہ نکاح فضولی تھا۔ اگر روزینہ بانو کو بالغ ہونے سے پہلے اس نکاح کا علم ہو گیا تھا تو بالغ ہوتے ہی اس کو فسخ نکاح کا اختیار تھا وہ بالغ ہوتے ہی فسخ کر دیتی تو فسخ ہو جاتا۔ لیکن اگر کچھ بھی وقفہ گزرا تو حق فسخ جاتا رہا اور اگر بالغ ہونے سے پیشتر روزینہ بانو کو اس نکاح کا علم نہیں تھا تو جب اسے اس نکاح کا علم ہوا فوراً فسخ کرنے کا اختیار ہے، تاخیر سے حق فسخ جاتا رہے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم"۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴/۱۱/۱۴۱۹ھ

عالم ہر ایک کا کفو ہے یہ مطلقاً نہیں بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو متقی اور دیندار ہو

مسئلہ از: شہاب الدین احمد برکاتی، حسن گڑھ، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم ہے اس کے ساتھ ہندہ فرار ہو کر زید کے گھر چلی آئی۔ زید نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا جو غیر کفو ہے۔ ہندہ کے والدین راضی ہیں، یہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شرعاً غیر کفو کا معنی یہ ہے کہ لڑکا مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح اس کے اولیا کے لیے واقعتاً باعث ننگ و عار ہو۔ زید اگر اس اعتبار سے غیر کفو ہے اور ہندہ کے باپ نے قبل نکاح یہ جانتے ہوئے کہ زید اس کا کفو نہیں ہے صراحتاً اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح جائز و درست ہے اور اگر وقت نکاح خاموش رہا یا بعد نکاح اپنی رضامندی ظاہر کی تو ان صورتوں میں نکاح نہ ہوا۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ، جلد:۵، صفحہ:۴۶۰ میں اور فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۶۹۱، پر تحریر ہے۔

اور در مختار مع الشامی میں ہے: "ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان"۔ (۱)

اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے۔

"ھذہ روایة الحسن عن ابی حنیفة وھذا اذا کان لھا ولی ولم یرض به قبل العقد فلا

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۹۷

یفید الرضاء بعدہ" (۱)

اور دو سطر آگے اسی میں ہے "فلا بد حینئذ لصحة العقد من رضاه صریحاً علیه فلو سکت قبله ثم رضی بعده لا یفیده" (۲)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مفتی بہ قول کی بنیاد پر غیر کفو میں قبل نکاح ولی کی صراحتاً رضامندی کے بغیر نکاح ناجائز ہے اور اگر قبل نکاح رضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ نکاح جائز و درست ہے۔ رہا یہ شبہ کہ عالم ہر ایک کا کفو ہے تو یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو دیندار اور متقی ہو اور ایسے پیشہ سے تعلق نہ رکھتا ہو کہ جس کو لوگ ذلیل سمجھتے ہوں اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو ایسا عالم شریف خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ کما ھو مسطور فی الفتاوی الرضویة واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۸ر جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہرگز نہیں ہوسکتی

مسئلہ از: غلام محی الدین، وارڈ نمبر ۷، محلہ فاروقی نزدیک، ٹیکسینج، پونچھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) سائل نے اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے شادی کی ہے اور نکاح کے بعد دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اس کے بعد اختلافات شروع ہو گئے۔

(۲) سائل کی بیوی سخت بیہودہ و نافرمان ہے۔ اور غیر محرم سے تعلقات قائم کرتی ہے جس کا علم عام لوگوں کو ہے۔

(۳) سائل کی بیوی نے سائل کی لڑکی کو اپنی مرضی سے غیر کفو میں سائل کی مرضی کے خلاف دھوکہ دے کر اغوا کروا کر نکاح کروائی ہے۔ کیا یہ نکاح سائل (لڑکی کا والد) فسخ کر سکتا ہے؟

(۴) سائل کی بیوی سمجھانے کے باوجود اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اپنے شوہر کی نافرمانی کر کے اپنے باپ کے گھر غیر محرم کو لاتی ہے جب کہ اس گھر میں کوئی محرم موجود نہیں ہے۔ (اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے) کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۵) سائل کی بیوی نے کئی بار سائل پر یعنی: اپنے شوہر پر جان لیوا حملے بھی کروائے اور مسلسل بے راہ روی

(۱) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۹۷

(۲) حوالہ سابق

اور شر پسندی کرواتی ہے اور شوہر کی مکمل نافرمانی کرتی ہے۔ اس پر برادری کے چند افراد اس کے ساتھ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ کیا شرعاً اس کے گھر میں شوہر کی مرضی کے خلاف کنبہ، خاندان اور دیگر لوگ تعلقات قائم کر سکتے ہیں جب کہ سب لوگوں کو یہ علم ہے کہ سائل کی بیوی مذکورہ بالا افعال خبیثہ کی مرتکب ہے۔

(۶) جو لوگ سائل کی بیوی کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۷) سائل کی لڑکی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والی تھی جب کہ سائل کی بیوی نے دھوکہ دہی سے پھسلا کر ایسے شخص کے ساتھ اغوا کرایا جو غیر کفو بدکردار اور شرابی ہے۔ دین سے کوسوں دور ہے اور عقیدہ کا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیا لڑکی کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ اور کیا ماں نکاح کے معاملے میں ولی بن سکتی ہے یا باپ؟

(۸) سائل کی بیوی حقیقی طور پر اپنے شوہر سائل سے عرصہ چھ سال سے الگ ہے اور زوجین کے تعلقات قائم نہیں ہیں۔ اس عرصہ میں سائل کی بیوی جو اپنے باپ کے گھر پر ہے۔ غیر محرم سے مکمل رابطہ کیے ہوئے ہے اور ایک سال سے ایک شخص رات کو بھی قیام کرتا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعہ یہی ہے تو سائل کی بیوی حد درجہ ستم گر وجفاکار، روسیاہ وبدکار، بے حیا وحرام کار، مجرم وگنہ گار اور فاسقہ وفاجرہ ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اپنی تمام حرام کاریوں پر صدق دل سے نادم ہو۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہو اور آئندہ ان افعال خبیثہ سے بچنے کا پختہ عہد کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔

اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔ خصوصاً کنبہ وخاندان کے لوگ اس سے دور ہو جائیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) اور جو لوگ اس کی غلط حرکتوں سے واقفیت کے باوجود اس سے دور نہیں رہتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ ایسی عورت سے بیزار رہیں۔ باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہرگز نہیں ہو سکتی، نہ ہی باپ کے ہوتے ہوئے اسے کفو یا غیر کفو میں اولاد کے نکاح کا کوئی اختیار ہے۔ صورت مذکورہ میں ماں نے اپنی لڑکی کا جو نکاح غیر کفو میں کیا وہ محض باطل ہے۔ باپ کو فسخ کی حاجت نہیں وہ جب چاہے اس لڑکی کا عقد کر سکتا ہے۔

علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او

(۱) سورۃ الانعام، آیت:۶۸۔

بغبن فاحش اصلاً۔" (۱) اور سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری برکاتی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "نابالغہ کی شادی اس کی ماں نے خصوصاً ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے اور والد کا اذن نہ اجازت تو اس صورت میں بدرجہ اولی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۵ رذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

عاقلہ بالغہ کا بغیر ولی کی اجازت کے کفو میں اپنا نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد اعظم خاں، حال مقیم واشی، نیو ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عالم دین، پابند صوم وصلوٰۃ، دار العلوم کا استاذ، جامع مسجد کا خطیب وامام اور ذات کا پٹھان ہے۔ بکر جو ذات کا کسگر ہے کے گھر عرصہ پندرہ سال سے آتا جاتا رہا اس مدت میں زید نے بکر کے گھر والوں پر بے اندازہ پیسہ خرچ کیا اور کوئی بھی موقع مدد کا خالی نہ جانے دیا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ بکر جب سخت مالی بحران کا شکار ہوا اور قرضہ پر قرضہ ہو گیا تو بھی زید نے خطیر رقم دے کر بکر کی جان چھڑائی۔

آج ۹؍سال کے قریب ہو رہے ہیں مگر بکر نے زید کو قرضے کی رقم واپس نہیں کی ہے۔ زید کی انہیں تمام ہمدردیوں کو دیکھ کر بکر کے گھر والے اسے جان ودل سے چاہنے لگے۔ بکر کی دو لڑکیاں ہیں "تعلمون" اور "سونی"۔ تعلمون کی شادی عرصہ دراز پہلے ہو چکی تھی اور اب طلاق ہو گیا ہے اور کئی سالوں سے بیٹھی ہے اور جوان در جوان ہو کر طرح طرح کے مرض ومصیبت میں مبتلا ہو کر تلخ زندگی گزار رہی ہے۔ بکر برادری کا معقول ومناسب رشتہ نہیں آرہا ہے۔ سونی جو بالغہ ہے زید کے اخلاق ودینداری سے متاثر ہو کر زید کو نکاح کی پیشکش کر دیا۔ بایں الفاظ کہ آپ ذات کے پٹھان ہیں اور میں کسگر یہ رشتہ گھر اور خاندان کے لوگ کبھی منظور نہیں کریں گے پھر تو ہماری زندگی بڑی بہن کی زندگی کی طرح خراب ہو جائے گی اور غربت کی بنا پر برادری کا مرضی کے موافق پیغام نہ آئے گا۔

لہٰذا آپ مجھے اپنا بنالیں اور مجھ سے شادی کرلیں۔ تب زید نے صحیح صورت حال کو دیکھتے ہوئے ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کو گاؤں کی ایک مسجد میں دو گواہوں کے سامنے قاضی کے ذریعہ سونی سے نکاح کرلیا، پھر ایک سال بعد کورٹ میرج بھی کروالیا۔ کچھ دنوں کے بعد سونی نے زید سے کہا مجھے ڈر ہے کہ یہ راز فاش ہوگا تو گھر والے ماریں پیٹیں

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۲۰۵،

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵ ص: ۳۶۴،

گے۔اس لیے مجھے کہیں لے چلو۔زید نے کہا ہم عالم دین ہیں۔سبھی عام وخاص مجھے جانتے ہیں۔اس طرح کوئی بھی قدم اٹھانا بدنامی کا باعث ہوگا۔ہم کسی طرح تمہارے ماں باپ کو راضی کرلیں گے کہ وہ تم کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ اس پر سونی نے کہا اگر آپ مجھے نہیں لے کر چلتے اور بعد میں حالات بگڑے اور مجھ پر دباؤ ڈالا گیا تو ہم نکاح کا انکار کردیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جب زید نے اس خفیہ نکاح کا اظہار کیا تو سونی کے ماں باپ اور خاندان والے بھی آگ بگولہ ہوگئے اور زید کے سارے احسانات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جہالت تنگی پر آمادہ ہوگئے۔زید کو گالیاں بھی دیں۔قسم قسم کے بے بنیاد الزام بھی لگائے۔اسے ہر طرح قصوروار ٹھہرایا۔قانونی چارہ جوئی کی بھی دھمکی دی۔نیز سونی کو بھی جان سے مارنے اور سنگین نتائج کا سامنا کرنے کی بات کہی۔جس سے مرعوب ہوکر سونی بدل گئی اور نکاح کا صاف انکار کردیا۔زید بضد ہے کہ میں سونی کو لے جاؤں گا اس لیے کہ اس سے میرا عقد ہو چکا ہے۔گواہ اور ثبوت بھی پیش کرتا ہے لیکن سونی کے والدین جو جاہل اور خود غرض ہیں کسی بھی حال میں ماننے کو تیار نہیں۔کہتے ہیں ہماری بچی قسم کھا رہی ہے لہٰذا ہم اسی کی بات مانیں گے۔برادری اور محلہ کے بااثر لوگوں کی تفہیم پر بھی کان نہیں دھرتے اور الٹا جاہلانہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری بچی مانگ کر کھالے گی، زندگی بھر بیٹھی رہے گی مگر غیر برادری میں نہیں جائے گی اور حد یہ ہے کہ بکر اور اس کی بڑی لڑکی شریعت اور فتویٰ کے حکم کو برادری کی ریت ورواج کے مقابل کمتر اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔نیز ابھی تازہ رپورٹ ہے کہ بکر سونی کی شادی کہیں دوسری جگہ کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اس کام میں بکر کو زید کے مخالفین کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ایسی صورت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن وحدیث سے مطلوب ہے۔

(۱) کیا زید کا نکاح سونی کے ساتھ مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ہو گیا اور سونی اب دباؤ میں آکر نکاح کا انکار کرتی ہے اور قسم کھاتی ہے تو اس کا انکار وقسم قبول ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے نکاح کے گواہان ووکیل وغیرہ کو جو کہ سب عالم دین ہیں۔کورٹ کچہری اور تھانہ کوتوالی میں کھڑے ہوکر کے ذلیل ورسوا کرنا ان کے علم کی توہین کرنا اور غیر مسلم حکام سے ڈانٹ کھلوانا کیا جائز ہے اور اس کام میں جو لوگ بکر کا ساتھ دیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) بکر کا یہ کہنا کہ ہماری لڑکی زندگی بھر غیر شادی شدہ رہے گی۔بھیک مانگ کر کھالے گی وغیرہ۔مگر زید کے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔یہ بات کہاں تک درست ہے؟ جب کہ بکر کو اپنی بڑی لڑکی کو بیٹھانے کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

(۴) بکر اور اس کے بھائیوں کی کوشش ہے کہ سونی کا رشتہ جلد از جلد دوسری جگہ کردیں تا کہ زید سے جان چھوٹ جائے تو کیا سونی کا رشتہ زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے کہیں اور جگہ درست ہے اور اس کام میں جو بکر کی مدد کریں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۵) کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ زید سر پر قرآن رکھ کر قسم کھائے اور بہرائچ میں ایک درگاہ ہے۔ جہاں لوگ قسم کھانے جاتے ہیں۔ وہاں چل کر حلف اٹھائے تب ہم نکاح کو سچ مانیں گے۔ کیا زید پر گواہ وثبوت کے ہوتے ہوئے بھی قسم ہے؟

(۶) زید جب کہ حسب ونسب مال ودولت حسن وجمال اور تقویٰ ودینداری ہر اعتبار سے ہندہ یعنی سونی سے اعلیٰ ہے تو کیا بکر پر لازم نہیں کہ وقت وحالات پر نظر کرتے ہوئے ساتھ عزت کے اپنی بچی زید کے حوالہ کردے اور مزید بگاڑ کی صورت نہ پیدا ہونے دے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مسئولہ میں جب زید شرعاً سونی کا کفو ہے اور سونی عاقلہ بالغہ ہے تو نکاح ہو گیا۔

درمختار میں ہے "نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً" (۱) اب رہا ثبوت نکاح کا معاملہ تو اگر زید کے پاس شہادت عادلہ کافیہ ہو تو نکاح ثابت ونافذ قرار پائے گا اور عورت کے انکار وقسم کا کوئی اعتبار نہ ہوگا کہ نکاح میں منکر پر قسم نہیں۔

درمختار میں ہے:

"ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ھوا وھی" (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "بعض دعوے ایسے ہیں کہ ان میں منکر پر قسم نہیں نکاح میں مدعی مرد ہو یا عورت۔" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بلا وجہ شرعی کسی مومن کی تحقیر وتذلیل ناجائز وحرام ہے کہ یہ ایذائے مسلم ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (۴)

اور ارشاد نبوی ہے:

"من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ" (۵) یہ حکم عام مسلمانوں کا ہے اور علمائے دین چوں کہ مذہبی پیشوا اور مقتدا ہیں تو ان کو ذلیل ورسوا کرنا اور زیادہ اشد ہوگا۔ اس لیے جو لوگ وکیل وگواہ کو ذلیل

(۱) الدر المختار، ج:۲، ص:۲۰۶

(۲) الدر المختار، ج:۴، ص:۴۲۵

(۳) بہار شریعت: ج:۱۳، ص:۱۵

(۴) سورۃ الاحزاب، آیت:۵۸

(۵) المعجم الاوسط، ج:۴، ص:۳۷۱

ورسوا کررہے ہیں وہ سب مجرم وگنہ گار اور حق العبد میں گرفتار ہیں اور جو لوگ ایسے لوگوں کا ساتھ دے رہے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جن کو بلا وجہ شرعی ذلیل ورسوا کیا ان سے معافی مانگیں اور توبہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یا علی! ثلاثة لا تؤخرها الصلوٰة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت کفواً"
یعنی: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز کا جب وقت ہو جائے، جنازہ جب موجود ہو جائے، بے شوہر والی کا جب کفول جائے۔ (۱)

لہٰذا بکر ارشاد نبوی کی مخالفت کرنے والا اور جاہلانہ بکواس کرنے والا ہے۔ ایسی باتوں اور خیالات سے احتراز لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) سونی چوں کہ زید کی منکوحہ ہے اور کسی کی منکوحہ سے نکاح حرام قطعی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذالک المعتدة کذا فی السراج الوهاج" (۳) اس لیے سونی جب تک زید کے نکاح میں ہے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ بکر اور جو لوگ بھی زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے سونی کے دوسرے رشتہ کی کوشش کررہے ہیں وہ سب حرام کام کی کوشش کررہے ہیں اور سخت گنہ گار ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۵) زید مدعی ہے اور مدعی کے ذمہ گواہ و بینہ پیش کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" (۵) لہٰذا کچھ لوگوں کا یہ مطالبہ کہ زید قسم کھائے جب کہ زید کے پاس گواہ موجود ہیں ان کی جہالت اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت کی علامت ہے انہیں ایسے مطالبہ سے احتراز ضروری ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

---

(۱) جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۷
(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴
(۳) الفتاویٰ العالمگیریة، ج: ۱ ص: ۲۸۰
(۴) سورۃ المائدہ، آیت: ۲
(۵) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۶

(۶) جب زید شرعاً کفو ہے اور سونی سے اس کا نکاح صحیح ہو چکا ہے اور اس نکاح کا ثبوت بھی ہے تو اب بکر پر لازم ہے کہ سونی کو اس کے شوہر زید کے ساتھ رخصت کردے اور خود کو عند اللہ مجرم ہونے سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

شافعیہ لڑکی حنفی لڑکے سے بلا اجازت ولی نکاح کرے تو

مسئله از: مولانا واجد علی مصباحی، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین وعلمائے کاملین دیں۔ مسئلہ کہ ہندہ سنی شافعیہ بالغہ بلا اجازت اپنے ولی کے سنی زید حنفی کے نکاح میں آگئی۔ کیا یہ نکاح منعقد ہو گیا جب کہ اس موصوفہ کے اولیائے شافعیہ کو خبر نہ دی گئی۔ ہمارے مذہب صحیح سنی العقیدہ زید پر ہندہ مذکورہ حلال ہے یا نہ. جواز نکاح ہذا کی دلیل مع کتب معتبرہ عطا ہو۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نکاح مذکور صحیح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزه عن امرأة شافعية بكر بالغة زوجت نفسها من حنفي بغير اذن ابيها والاب لا يرضى ورده هل يصح هذا النكاح قال نعم" (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "شافعیہ عورت بالغہ کنواری نے حنفی سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تو نکاح صحیح ہو گیا۔ یوں ہی اس کا عکس۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۲) بهار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۹

باب المهر

مہر کا بیان

مہر فاطمی کی مقدار اور آج اس کی قیمت سے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، مقام دیوریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد شریف کتنی عمر میں کیا؟ اور مہر شریف کتنی باندھی گئی اور اس وقت اس مہر شریف کی کتنی قیمت ہوگی؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدۂ عالم طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پاک عقد کریم کے وقت ۱۸ سال تھی۔

"الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں علامہ ابن حجر قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"ومن طريق عمر بن علي قال تزوج علي فاطمة في رجب سنة مقدمهم المدينة وبنى بها بعد مرجعه من بدر ولها يومئذ ثمان عشرة سنة" (۱)

یعنی عمر بن علی کے ذریعے روایت آئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سے نکاح ماہ رجب میں کیا اور رخصتی غزوہ بدر سے واپسی کے بعد ہوئی جب کہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ اور مہر شریف کے متعلق قول محقق یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی تھی جس کا وزن ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں "چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں کے سکے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی۔ (۲)

نئے وزن سے ایک کلو آٹھ سو چھیاسٹھ گرام اور دو سو چالیس ملی گرام چاندی ہے اس مقدار چاندی کی جو قیمت ہو وہ دی جائے۔ چونکہ چاندی کی قیمت میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے اس لئے قیمت مہر میں بھی کمی زیادتی ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ / ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

---

(۱) الاصابة في تمييز الصحابة، ج:۴، ص:۳۷۸ (۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۵، ص:۵۰۸

مہر کی اقل مقدار اور جدید وزن سے اس کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: نور محمد قادری، موڈ بدری کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مہر کی کم از کم کتنی مقدار ہے اور جدید پیانہ سے اس کی کیا مقدار بنتی ہے بعض لوگ سات سو چھیاسی روپیئے مہر رکھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح میں کم از کم دس درہم مہر یا اس کی قیمت کے برابر کوئی اور چیز ضروری ہے دار قطنی میں ہے :" **روی عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال لا مہر دون عشرۃ دراھم** " (۱)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

واما بیان ادنی المقدار الذی یصلح مہرا فادناہ عشرۃ دراھم اوما قیمتہ عشرۃ دراھم وھذا عندنا"(۲)

اور دس درہم کی مقدار تولہ ماشہ کے اعتبار سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے

فتاوی رضویہ میں ہے

"کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی"(۳)

اور دو تولہ سوڑھے سات ماشہ جدید وزن یعنی اعشاریہ کے حساب سے ۳۰ رگرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتا ہے

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ سات سو چھیاسی روپۓ یعنی لوٹ مہر رکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اگر چہ نکاح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا۔ ہدایہ میں ہے

" **یصح النکاح وان لم یسم فیہ مہرا لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغۃ فیتم با لزوجین اھ**"(۴) واللہ تعالی اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سنن الدارقطنی کتاب النکاح باب المہر ج:۳، ص:۲۴۵

(۲) بدائع الصنائع، ج:۲، ص:۵۶۱

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۰۰

(۴) الھدایۃ، ج:۲، ص:۳۲۴

کیا باکرہ اور ثیبہ کے مہر میں شرعاً کچھ فرق ہے؟

مسئلہ از: عدیل اختر رضوی، بلرامپور

مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر میں شرعاً کچھ کمی بیشی رکھی گئی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ میں ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر کی اقل مقدار کی تعیین میں کوئی تفریق نہیں ہے دونوں کے لئے مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے کتب حدیث وفقہ میں مطلقاً کم از کم دس درہم مہر بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے

"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا مہر دون عشرۃ دراھم (۱)

فتح القدیر میں ہے

واقل المھر عشرۃ دراھم فضۃ وان لم تکن مسکوکۃ بل تبرا (۲)

ان ارشادات میں باکرہ یا ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں ہے لہٰذا عورت باکرہ ہو یا ثیبہ اس کا کم از کم مہر دس درہم ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) سنن الدار قطنی باب المھر ج:۳، ص:۲۴۵

(۲) فتح القدیر باب المھر ج:۳، ص:۳۰۵

باب الجهاز

جہیز کا بیان

دلہن کو ملے تحفے کے سامان میں ملکیت کس کی ہوگی

مسئله از: محمد رئیس، بنگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے تو رشتہ دار اعزہ و اقارب مثلاً دولہا دولہن کے دوست واحباب، پھوپھا پھوپھیاں، بھابھیاں، ماموں مامیاں وغیرہ اور ساس سسر وغیرہ دولہن کو اپنی خوشی سے بغیر کچھ کہے ہوئے سامان زیورات وغیرہ دیتے ہیں۔ حسب استطاعت دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوجانے کی صورت میں دولہن کو جو سامان ملے ان پر کس کی ملکیت ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ساس سسر کی ملکیت ہوگی یہی رواج ہے۔ جب کہ لڑکی والوں کا دعویٰ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ اپنی خوشی سے دیا ہوا سامان یہ لڑکی کی ملکیت ہوگا کیوں کہ کوئی بھی دولہن کو سامان واپس لینے کے لیے یا استعمال کرنے کے لیے نہیں دیتا ہے۔ بلکہ بطور تحفہ دیتا ہے اور تحفہ ملکیت ہوجاتی ہے۔ اگر واپس لینے کے لیے یا استعمال کے لیے دیتا ہے تو اس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شرع مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عورت کو جو سامان زیور وغیرہ میکہ سے ملے وہ سب عورت کی ملکیت ہے۔ دوسرے کا اس سامان میں کوئی حق نہیں ہے ردالمحتار میں ہے "فان کل احد یعلم ان الجهاز ملک المرأة وانه اذا طلقها تاخذه کله واذا ماتت یورث عنها ولایختص بشئی منه." (۱)

اور شادی کے موقع پر جو تحفے دلہن کو دیئے جاتے ہیں وہ ساس سسر کو نہیں بلکہ دلہن کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے سائل کے علاقے کا عرف ورواج معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دلہن کو تحفے میں دیئے گئے سامان ساس وسسر

---

(۱) ردالمحتار، ج:۴، ص:۵۸۵

کو نہیں بلکہ دلہن کو ہی دیے جاتے ہیں اس لیے شرعاً ان سامانوں کی مالک لڑکی ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

لڑکی والے سامان جہیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اس کی قیمت کا نہیں

مسئلہ از: اشتیاق احمد بن نصیب دار، مقام مہدیوانا نکار، پوسٹ بور بیاس، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل صورت حال میں:

اشتیاق احمد بن نصیب دار نے اپنی بیوی آمنہ خاتون بنت عبد المصطفیٰ کو ان تحریری الفاظ میں طلاق دی۔ (میں اشتیاق احمد اپنی بیوی آمنہ خاتون بنت عبد المصطفیٰ کو ہوش وحواس کے ساتھ بغیر کسی دباؤ کے تین طلاق دے رہا ہوں)

پھر علاقے (شکری) میں "قمر الدین" ضلع پریشد کے توسط سے لڑکے اور لڑکی دونوں طرف کے ذمہ داران کو "موضع شکری" دھرم سنگھوا بازار بلایا گیا، تا کہ سامان وغیرہ کے واپسی کے تعلق سے فیصلہ کیا جا سکے جس میں لڑکی کے ذمہ داران نے درج مطالبات کیے۔

(۱) جہیز میں دیے گئے سامانوں کی قیمت (جہیز میں دیئے گے سامانوں کی جو لسٹ لڑکی والوں نے دی ہے وہ اس کے اعتبار سے سامان واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کی قیمت مانگ رہے ہیں)۔

(۲) بارات وغیرہ میں لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔

(۳) مطلقہ کی گود میں تین چار ماہ کی ایک لڑکی کا دو سال دودھ پلانے کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔ ہر سال کا خرچ گیارہ گیارہ ہزار روپے مطلوب ہے، پھر دونوں طرف کے لوگوں نے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے آنے والے علمائے مجلس پر فیصلہ چھوڑ دیا کہ یہ حضرات جو فیصلہ کر دیں وہ ہر دو فریق کے لیے قابل تسلیم ہے۔ اس کے بعد لڑکی کی طرف سے آئے ہوئے عالم مولانا غوث محمد نے کہا کہ "شریعت کے اعتبار سے جہیز کے سامان کو موجودہ صورت میں واپس ہونا چاہیے اس کی قیمت کے مطالبہ کا حق نہیں اور باراتیوں وغیرہ کو جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کے معاوضے کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

اس پر لڑکی کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں نے اس پر بولنا شروع کر دیا اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں کوئی فیصلہ نہ ہو پایا۔ پھر لڑکی والوں نے شادی کا خرچ جس کی مقدار لڑکوں کی طرف سے دیئے گئے زیورات وغیرہ کی قیمت گھٹانے کے بعد ۵۴ ہزار روپے ہے مورخہ بائیس راگست ۲۰۱۰ء کو دینے کا مطالبہ کیا اور لڑکے والوں کی طرف سے

آنے والوں سے دستخط کرا لیے چوں کہ لڑکی کی طرف سے آنے والوں کی تعداد تین چار گنا تھی۔ لہٰذا لڑکے والوں نے ڈر کی وجہ سے اس کاغذ پر دستخط کر دیا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

(۱) مذکورہ بالا صورت میں آمنہ خاتون پر طلاق پڑی یا نہیں اور کون سی؟

(۲) جہیز وغیرہ کے سامان مستعمل حالات میں واپس ہونا چاہیے یا لڑکی والوں کو ان کی قیمت کے مطالبے کا حق ہے؟

(۳) باراتیوں وغیرہ کو کھلانے پلانے کا خرچ واپس مانگنے کا حق شریعت کے اعتبار سے حاصل ہے یا نہیں؟

(۴) دودھ پیتی بچی کے خرچ کی مقدار شرعی اعتبار سے کیا ہے؟

مذکورہ سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمائیں تاکہ دونوں فریق باہمی صلح کر لیں اور جو ان جوابات کو تسلیم نہ کرے اس کا حکم بھی تحریر فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں آمنہ خاتون پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ اشتیاق احمد کے لیے وہ حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱) واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جہیز کا سامان خاص ملک ہے آمنہ خاتون کا، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"کل احد یعلم ان الجهاز ملک المرأة انه إذا طلقها تاخذه كله......الخ" (۲)

اور سرکار اعلیٰ حضرت سیدی امام "احمد رضا" فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے۔ جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں۔ طلاق ہوئی تو کل لے لے گی۔ (۳)

شوہر یا اس کے گھر والے اگر سامان جہیز کو استعمال کرتے ہیں تو یہ عاریۃ ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ہاں مرد بلکہ بحالت ہم خانگی ان کے والدین بھی بعض اشیا جہیز مثلاً: ظروف وفروش وغیرہ اپنے استعمال

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰

(۲) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۵۸۵

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج۵، ص: ۵۳۰

میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی۔ اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن وشو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا۔ جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں۔ اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوگئے۔"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہیز کا سامان اگر چہ شوہر استعمال کرتا ہے مگر وہ عورت کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے استعمال کرنے میں نقصان آجائے تو عورت اس کا تاوان بھی نہیں لے سکتی۔ مگر شرط ہے کہ شوہر نے استعمال کرنے میں قصداً خرابی پیدا نہ کی ہو۔

چنانچہ فصول عمادی کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"إذا انتقص عين المستعار في حالة الاستعمال لا يجب الضمان بسبب النقصان" (۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لڑکی والوں نے جو سامان جہیز دیا تھا اسی کو واپس لینے کا حق رکھتے ہیں۔ اس کی قیمت کا مطالبہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر شوہر یا اس کے گھر والوں نے قصداً کسی سامان جہیز میں خرابی پیدا کردی ہے تو اس کا تاوان لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے جو کچھ براتیوں کو کھلانے پلانے پر خرچ کیا وہ ایک طرح کا تبرع واحسان ہے۔ اس خرچ کا مطالبہ کسی سے کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وہ یہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بحکم عرف شائع وعام تبرع واحسان قرار پائے گا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کرسکتا۔" (۳) لہٰذا صورت مسئولہ میں براتیوں کے کھلانے پلانے کا خرچ مانگنا شرعاً غلط اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) بچی کی پرورش میں آنے والے خرچ کی شرعاً کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔ بلکہ باہمی رضامندی سے جو متعین ہوجائے وہی مانی جائے گی۔ البتہ ضروری ہے کہ وہ مقدار بچی کے باپ کی حیثیت سے زائد نہ ہو اور نہ ہی اس سے کم ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ويعتبر في هذه النفقة مايكفيها وهو الوسط من الكفاية وهي غير مقدرة لان هذه النفقة نظير نفقة النكاح يعتبر فيها مايعتبر في نفقة النكاح." (۴)

---

(۱) الفتاوىٰ الرضوية، ج:۵، ص:۵۳۰

(۲) الفتاوىٰ الرضوية، ج:۵، ص:۵۵۲

(۳) الفتاوىٰ الرضوية، ج۵، ص:۵۳۴

(۴) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۵۴۷

چنانچہ صدرالشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی'' اعظمی شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ''بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کردے اور اگر کوئی مقدار معین کرلی گئی ہوتو اس میں بھی حرج نہیں اور جو مقدار معین ہوئی اگر وہ اتنی زیادہ ہے کہ اندازہ سے باہر ہے تو کم کردی جائے گی اور اگر اندازہ سے باہر نہیں تو معاف ہے اور کم ہے تو کمی پوری کی جائے گی''(۱)

صورت مسئولہ میں گیارہ ہزار روپیہ سالانہ بچی کے دودھ کے لیے اگر باپ کی مالی حیثیت سے باہر ہے تو فریقین کو سنجیدگی سے غور کرکے اس میں کمی کرنی چاہیے نہ کہ جذبات اور عداوت وعناد کا مظاہرہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۵) جو حضرات احکام شرعیہ کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی نہ تسلیم کریں تو ایسے لوگ سخت مجرم و جفا کار اور گنہ گار ہیں۔ انہیں طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر وہ محض ضد اور نفسانیت کی بنیاد پر احکام شرع نہیں تسلیم کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کردیں اور ان سے سلام وکلام ختم کردیں۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

وهو اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج:۸، ص:۱۶۳.

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸.

باب نکاح الکافر والمرتد

کافر و مرتد کے نکاح کا بیان

کلمہ پڑھانے کے بعد فوراً دیو بندی کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئله از: شفیق اللہ نوری علیمی، مدرسہ سراج العلوم، پورینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو کہ سنی ہے اس کا نکاح ہندہ جو کہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ہوا اور بکر جو کہ سنی عالم ہے اس نے کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھایا تو کیا نکاح ہو جائے گا یا نہیں اور بکر جس نے نکاح پڑھایا اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ جواب جلد عنایت فرمائیں، عین نوازش و کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ مندرجہ "حفظ الایمان"، صفحہ:۸، "تحذیر الناس"، صفحہ:۳، صفحہ:۱۴، صفحہ:۲۸ اور "براہین قاطعہ" صفحہ:۵۱ کی بنا پر بمطابق "فتاویٰ حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" کافر و مرتد ہیں اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"**لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدةً ولا مسلمةً ولا کافرةً اصلیةً وکذالک لا یجوز نکاح المرتدة مع احدٍ کذا فی المبسوط**"(۱) لہٰذا زید کا نکاح ہندہ دیوبندیہ سے ہرگز نہیں ہوا اگرچہ کلمہ پڑھانے کے بعد نکاح پڑھایا گیا کہ دیوبندی مرتدین تو کلمہ پڑھتے ہی رہتے ہیں ان کے اس طرح کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ تمام عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں اور بکر جس نے کلمہ پڑھا کر فوراً نکاح کر دیا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اس طرح نکاح پڑھانے کے سبب سخت گنہ گار اور فاسق ہے اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو واپس کرے۔ اگر بکر ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ "**هکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة**

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۲

والجماعة فی کتب الفقه والفتاوی مرة غیر مرة" واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

عیسائی مرد سے شادی کرنے والی مسلمان عورت کا حکم اور کیا اس کا نکاح کسی کافر سے نہیں ہوسکتا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علیمی، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

عورت مسلم اور مرد عیسائی دونوں نے حکومت کے قانون کے مطابق شادی کر لی۔ اب اس صورت میں عورت کو مسلم مانا جائے یا عیسائی جب کہ دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے: "لا یجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوهاج"(۱)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہوسکتا ہے۔"(۲)

تو جس مسلمان عورت نے کسی عیسائی مرد سے بمطابق قانون حکومت نکاح کیا وہ نکاح ہوا ہی نہیں اور صحبت خالص زناکاری ہوگی جو حرام، حرام سخت حرام ہے۔ جس کا مرتکب مستحق نار وغضب جبار ہے۔ (والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ) مگر جب عورت اپنے مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس گناہ کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر نہ ہوگی کیوں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں۔

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲.

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۸.

شرح عقائد میں ہے "الکبیرة التی ھی غیر الکفر لا تخرج العبد المومن من الایمان لبقاء التصدیق الذی ھو حقیقة الایمان" (۱)۔
لہٰذا جب تک اس عورت سے کوئی کفر سرزد نہ ہو محض عیسائی سے نکاح کی بنا پر کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ البتہ وہ فاسقہ، فاجرہ، بدکار اور لائق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس عیسائی مرد سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

کافر و مسلم سے پیدا ہونے والا بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا

مسئلہ از: محمد حبیب خان، مقام اگیا، پوسٹ چھاتا، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
غیر شادی شدہ ہندہ نے حج وزیارت سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہندو سے سابقہ محبت کی بنیاد پر ہندوانہ رواج کے مطابق نکاح کر بیٹھی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ بچے کی ولادت کے بعد دونوں مسلمان ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں مسلمان عورت اور کافر مرد کا نکاح ہوا یا نہیں اور بچہ ثابت النسب ہے یا نہیں اور اس بچہ کو مسلم کہا جائے یا کافر۔ مدلل طریقے پر جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوھاج" (۲)
حضور صدر الشریعہ مفتی "امجد علی" اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:
"مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہو سکتا۔" (۳)
صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح ہندو مرد سے ہوا ہی نہیں۔ صحبت خالص زنا کاری ہوئی۔ بچہ غیر ثابت النسب اور ولد حرام ہوا اور ہندہ اپنے اس فعل حرام کی بنا پر سخت مجرم وگنہ گار مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر علانیہ توبہ

(۱) شرح العقائد، ص:۱۰۷۔
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۲۸۲۔
(۳) بہار شریعت، ج:۷، ص:۲۸۔

واستغفار لازم ہے۔ پھر اگر اس نے وقت نکاح یا کبھی کسی کفر کا ارتکاب کیا تو اس پر تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور اگر کوئی کفر نہ کیا اور بعد نکاح وہ اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی تو بچہ مسلمان مانا جائے گا۔ علامہ اجل امام "برہان الدین" مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"او یسلم احد ابویہ فانہ یتبع خیر الابوین دیناً" (۱)

فکیف ابن لیس لہ الا الام فان ولد الزنا لا اب لہ. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ر ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانے والا علانیہ توبہ کرے اور بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے

مسئلہ از: محمد علی حسین نظامی، مقام و پوسٹ پیڑا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک سنی عالم نے جان بوجھ کر دیوبندی دولہے کا نکاح پڑھایا اب اس سنی عالم کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک نکاح المرتدہ مع احد" (۲) جس سنی عالم نے جان بوجھ کر دیوبندی کا نکاح پڑھایا اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے۔ مرید تھا تو تجدید بیعت کرے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام نشست وبرخاست سب ختم کردیں۔ اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں، نہ اس سے کوئی تعلق رکھیں۔ ورنہ وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

---

(۱) الھدایۃ، ج:۱، ص:۱۶۱

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۲۸

بدمذہب جماعتوں سے نکاح کے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: مولانا محمد قابیل رضوی، جامع مسجد ہانگرہ ضلع داونگرہ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ:

ہندہ سنی صحیح العقیدہ شخص کی لڑکی ہے۔ اس کے والد نے اپنی لڑکی کا نکاح عصر حاضر کی بدمذہب جماعتیں یعنی: تبلیغی جماعت، اہل حدیث، جماعت اسلامی وغیرہ کہلانے والے عامی تبلیغی جماعت وغیرہ سے مقرر کیا ہے۔ وقت نکاح مسجد کمیٹی اہل سنت وجماعت کو مدعو کرتے ہیں کہ مسجد کے خطیب وامام سے نکاح پڑھوا دیجیے آیا ایسی صورت میں کہ اس ہندہ لڑکی کا نکاح عامی بدمذہب لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہندہ کا والد ایسا رشتہ طے کرسکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کمیٹی اہل سنت وجماعت کی شرکت کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہ اپنی نگرانی میں مسجد کے خطیب وامام سے نکاح پڑھوا سکتی ہے یا نہیں؟ مسجد کا خطیب وامام یہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور تمام افراد اہل سنت وجماعت شرکت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں صورت حال میں شرکائے نکاح پر علی حسب نوعیت کیا شرعی احکامات نافذ ہوں گے؟

قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے مبسوط دلائل کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں، غایت درجہ کرم ہوگا اور عنداللہ ماجور ہوں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مذکورہ جماعتوں کے کفری عقائد پر یقینی اطلاع رکھنے کے باوجود ان کو مسلمان ماننے والا اور ان کے مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان سمجھنے والا کافر ہے اور اگر ان کے عقائد کفریہ پر اطلاع نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل سنت وجماعت کو کافر ومشرک سمجھتا ہے اور نہ تو ضروریات دین سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے طور طریقے پر چلتا ہے، اور خود کو وہابی کہتا ہے، تو ایسا شخص کافر ومرتد نہ صحیح مگر گمراہ اور بدمذہب اور بدعقیدہ ضرور ہے۔

اور بدمذہبوں کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اھل البدع کلاب اھل النار" (۱)

دوسری حدیث ہے:

"اھل البدع شرُّ الخلق والخلیقة" (۲) یعنی بدمذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔

---

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

اوران سے نکاح اور تعلقات کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلّموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلّوا عليهم ولا تصلوا معهم"

یعنی: بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہوتو سلام نہ کرو، اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، اوران کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اورابن حبان کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ بدمذہب خواہ کافر ہو یا کافر نہ ہو بلکہ بدعقیدہ اور گمراہ ہوتو بھی اس سے رشتہ کرنا ناجائز ہے۔ مسجد کمیٹی کے افراد کا شرکت کرنا، امام کا ایسا نکاح پڑھنا یوں ہی کسی بھی سنی کا ایسے نکاح میں شرکت کرنا سب ناجائز ہے۔ جولوگ جان بوجھ کر شریک ہوں گے وہ شرعاً مجرم وگنہ گار ٹھہریں گے اور شرکت کر لینے کی صورت میں ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

وہابی کافر ومرتد ہیں ان کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں

مسئلہ از: محمد بابر علی قادری، مقام دمرگی رائے ڈیہہ، پوسٹ رام چندر پور، ضلع دیوگھر، جھارکھنڈ

کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہوتے ہوئے بھی سنی لڑکی کا نکاح غیر مقلد وہابی (بکر) کے ساتھ پڑھایا بغیر کسی کے دباؤ میں نیز ان پڑھ وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا۔ اب جاہل عوام کہتی ہے کہ سنی مولانا کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ایک روکتے ہیں، ایک کھاتے ہیں اس سے جاہل عوام پر اثر پڑتا ہے آیا وہابی سمجھتے ہوئے زید مولانا نے نکاح پڑھایا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور پڑھانے والے کا نکاح شریعت کے نزدیک رہا یا نہیں؟ گواہ اور مجلس نکاح میں جتنے شریک ہوئے ان سب کا نکاح رہا یا نہیں؟ اوراس مولانا کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہابی کے یہاں بیٹی دینا کیسا ہے؟ اوراس کی بیٹی لا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع صفحہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں عربی عبارت کے اعراب بالتفصیل مدلل مع دستخط ومہر کے جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

امارۂ شرعیہ سے فتویٰ دیا کہ مولوی کا نکاح شریعت کے نزدیک باقی رہا اور بکر وہابی کا نکاح سنی کے ساتھ ہوگیا، نیز وہ سب دیوبندی مسلک کے ہیں، کیا دیوبندی مسلک یا وہابی وغیرہ کا فتویٰ مانا جائے گا یا نہیں۔ قرآن

وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابیوں کے پیشوا مولوی "اسماعیل دہلوی" نے لکھا ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔(۱) وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ساری مخلوق حتی کہ انبیاے کرام چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ جیسا کہ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

"اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے"(۲)

وہابیوں کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا بیل اور گدھے کا خیال لانے سے بدتر ہے۔

چنانچہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"زنا کے وسوسے اور اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔"(۳)

اسی طرح کے بے شمار کفری عقائد ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن کے سبب فقہاے کرام نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشواے اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان الکوکبۃ الشہابیۃ ورسالہ سل السیوف ورسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکرین ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی وہمراہ تو یقیناً اجماعاً ان کے کفر وارتداد میں شک نہیں۔(۴)

اور کافروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾(۵) یعنی اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ

(۱) رسالہ یکروزہ، ص: ۱۴۵

(۲) تقویۃ الایمان، ص: ۱۶

(۳) صراط مستقیم، ص: ۱۳۶

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۵۵

(۵) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۴

وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (۱) یعنی اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائی کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہے۔

ان ارشادات کریمہ سے واضح ہوا کہ کافروں کو اپنا بنانا ناجائز و حرام ہے اور ان سے نکاح و بیاہ کرنا بلاشبہ ان کو اپنا بنانا ہے۔

لہٰذا یہ بھی نص قرآن سے ناجائز و حرام ہے۔ بدمذہبوں اور گمراہوں کے متعلق حدیث پاک ہے:

"سیاتی قوم یسبونهم وینقصونهم فلا تجالسوهم، ولا تشاربوهم، ولا تواکلوهم، ولا تناکحوهم، ولا تصلوا علیهم، ولا تصلوا معهم" (۲) یعنی عنقریب ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب واصہار کو برا کہے گی، اوران کی شان گھٹائے گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ یہ حکم بدمذہبوں کا ہے تو کافروں اور مرتدوں کا کیا حال ہوگا۔ بلاشبہ ان کا حکم بدمذہبوں سے سخت تر ہے۔

چنانچہ مرتد کے نکاح کے متعلق "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدةً، ولا مسلمةً ولا کافرةً اصلیةً، وکذالک لا یجوز نکاح المرتدة مع احدٍ کذا فی المبسوط" (۳) یعنی مرتد کا نکاح نہ کسی مرتد عورت سے ہوسکتا ہے نہ مسلمہ سے، نہ کافرہ اصلیہ سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

حاصل یہ کہ کافر و مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے اور وہابی کافر و مرتد ہوتا ہے لہٰذا اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ جس عالم نے جان بوجھ کر نکاح پڑھایا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ سنی صحیح العقیدہ نہیں گمراہ اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ وہابی کا نکاح اگر اس نے جان بوجھ کر وہابی کو مسلمان سمجھتے ہوئے پڑھایا تو خود اس کا نکاح ختم ہوگیا۔ اس پر لازم ہے کہ تجدید ایمان و نکاح کرے۔ جب تک وہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا ناجائز اور اس سے سلام و کلام کرنا ناجائز اور اس کے پاس نشست و برخاست ناجائز ہے اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"برادریوں نے اگر زید کو وہابی جانتے ہوئے نکاح مذکور میں شرکت کی ہے تو سب علانیہ توبہ کریں۔" (۴)

---

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۲۳

(۲) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۴) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص ۶۱۳

وہابی کو لڑکی دینا، یا اس کی لڑکی لانا دونوں حرام حرام اشد حرام ہے کہ مرتد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالہ سے گزرا۔

ان پڑھ وہابی اگر وہابیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ ہو کر انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا جانتا ہے تو وہ بھی مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے "لا تو کل ذبیحة المجوسی والمرتد لانه لاملة له" (۱) جس نے ایسے وہابی کا ذبیحہ کھایا اس نے مردار کھایا، اس پر توبہ ضروری ہے۔

امارت شرعیہ کا فتویٰ سراسر غلط اور باطل ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ وہابیوں سے شرعی مسئلہ پوچھنا حرام وناجائز ہے۔ سیدی حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

"وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے۔" (۲)

فقیہ ملت حضرت مفتی "جلال الدین احمد" امجدی تحریر فرماتے ہیں:

"وہابی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں۔ کفار سے شرعی فتویٰ حاصل کرنا حرام وگناہ کبیرہ ہے۔" (۳)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

وہابی کی سنی لڑکی سے نکاح جائز ہے مگر اس کے گھر بارات لے کر جانا جائز نہیں

مسئلہ از: محمد تنویر رضا، متعلم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے اور علمائے اہل سنت کی قدر بھی کرتا ہے، مگر اپنے ایک لڑکے کی شادی ایک وہابی کے لڑکی سے کرنا چاہتا ہے جب کہ وہابی کی لڑکی عقیدۃً سنی ہے اور سنی بن کر زید کے لڑکے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔ تو ایسی حالت میں زید کے لڑکے کا نکاح پڑھنا شرعاً درست ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا.

(۱) الھدایة، ج: ۴، ص: ۴۳۴

(۲) الفتاوی المصطفویة، ص: ۴۲۰

(۳) فتاوی فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۲۳۶

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر لڑکی واقعی سنی صحیح العقیدہ ہے یعنی دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کبرائے وہابیہ کو کافر ومرتد مانتی ہے تو زید اپنے لڑکے کا نکاح اس سے کر سکتا ہے اور یہ نکاح پڑھانا درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس لڑکی کے وہابی باپ اور اس کے گھر والوں سے زید اور اس کا لڑکا کوئی تعلق نہ رکھے، نہ اس کے یہاں بارات لے کر جائے، نہ اس سے کسی طرح کی راہ ورسم رکھے بلکہ نکاح کر کے گھر لائے اور پھر اس لڑکی کے گھر والوں سے مکمل بے تعلق ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کا نکاح پڑھانے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں

مسئلہ از: سید ابرار حسین، موضع بدر گنج بلکلوا، صابر پور، گونڈا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

زید جو سنی صحیح العقیدہ کہلاتا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے عمر کی شادی بدعقیدہ وہابی، دیوبندی کی بچی کے ساتھ کی جسے بہو بنا کر زید اپنے گھر رکھتا ہے اور ہندہ اور اس کے دیگر متعلقین (باپ بھائی وغیرہما) کا زید کے گھر آنا جانا برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ نیز زید کی بہن زینب جو قبل از شادی صحیح العقیدہ سنیہ تھی مگر ایسے گاؤں میں بیاہ کر گئی جس میں رافضیوں کی کثرت ہے، تو رفتہ رفتہ زینب اور اس کے گھر کے لوگ رافضیت کے رنگ میں رنگ کر اپنی نفیسہ کی شادی بھی رافضی کے یہاں کر دی ہے۔ لہٰذا زید کے متعلق حکم شرع واضح بالدلائل فرمائیں؟

(۱) اہل سنت و جماعت زید کے ساتھ تعلق رکھیں یا نہیں اور رکھیں تو کیسا ہے؟

(۲) نہیں رکھتے تو دیگر حضرات جو زید کی ہمنوائی میں اس کے ساتھی بنیں۔ ان کے متعلق شرع اسلام کا کیا ارشاد ہے؟ شادی، بیاہ یا دیگر تقریبات میں روابط کیسے ہوں؟

(۳) رافضیوں کے یہاں رشتہ قائم کرنا کیسا ہے؟ اور رافضیوں سے رشتہ برقرار رکھنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ سنیوں کا ہونا چاہیے یا دیگر بدمذہبوں کے متعلق حکم شرع پاک کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ علماے حرمین طیبین وعلماے عرب وعجم کافر ومرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۱)

اسی طرح آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں۔ ان کا نکاح بھی دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

زید نے اپنے بیٹے عمر کی شادی جس لڑکی سے کی ہے اگر وہ اپنے باپ کے مذہب پر ہے تو یہ نکاح قطعاً ہوا ہی نہیں۔ قربت خالص زنا اور اولاد زنا کی اولاد ہوگی۔ یوں ہی اس کی بہن زینب نے اپنی لڑکی کی شادی جو رافضی سے کیا ہے وہ نکاح بھی نہ ہوا۔

ایسی صورت میں زید دیوث، فاسق، فاجر، مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ یا تو اس لڑکی کو فوراً جدا کر دے یا دیوبندیت سے توبہ کرا کر بعد اطمینان پھر عمر سے نکاح کرے۔ اگر عمر اور زید ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) اسی طرح اگر زید زینب سے رشتہ ناطہ رکھتا ہے ہو تو فوراً اسے ختم کرے، توبہ واستغفار کرے اور زینب سے اپنا تعلق یکسر منقطع کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو لوگ زید کی ہموائی کرتے ہیں وہ حرام کاری پر مدد کر رہے ہیں جو سخت ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) ان پر لازم ہے کہ زید کی ہموائی سے باز آئیں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں، ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جواب نمبر ۱ سے اس کا جواب واضح ہے۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

جو دیوبندی اپنے مولویوں کے کفری عقائد پر مطلع نہیں وہ گمراہ و بدمذہب ہے

مسئلہ از: محمد خالد رضا ثنائی، انجمن ثنائیہ دارالیتامی، میرا روڈ، تھانہ، مہاراشٹر
مندرجہ ذیل مسائل کے مدلل جواب قرآن و حدیث سے تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

(۱) ہمارے استاذ گرامی حضرت مفتی "محمد علاء الدین" رضوی قادری برکاتی کا ممبئی سے اپنے وطن مالوف آنا ہوا۔ اتفاق سے مولانا "اکبر رضا" ثنائی کے چھوٹے بھائی جناب "محمد اختر رضا" کی شادی میں بطور برات ضلع سیتا مڑھی کے ایک گاؤں زین پور جانا پڑا۔ بوقت نکاح شکل وصورت سے کچھ لوگ دیوبندی نظر آئے تو ہمارے مفتی صاحب قبلہ نے کہا کہ بھائی نکاح آپ نہیں بلکہ میں خود پڑھاؤں گا، وہ لوگ راضی ہوگئے اور مفتی صاحب قبلہ نے اس لڑکی سے توبہ واستغفار (دستور اہل سنت کے مطابق) کے بعد گیارہ ہزار سات سو چھیاسی روپے اور دو سنی گواہان کی موجودگی میں اجازت لے کر جناب "اختر رضا" کا نکاح کردیا۔ بعدہ مجلس کا اختتام فاتحہ اور درود وسلام پر عمل میں آیا۔ اب جب کہ لڑکی اپنے سسرال آگئی تو مولانا "ابوالکلام" اشرفی جو ہمارے گاؤں "پیردادن" کے ہی رہنے والے ہیں اور ہمارے استاذ حضرت مفتی صاحب سے بغض رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف لوگوں کو یہ کہنے لگے کہ مفتی صاحب نے چوں کہ دیوبندی لڑکی سے ایک سنی لڑکے کا نکاح کردیا ہے اس لیے مفتی صاحب اور گواہان اور جملہ حاضرین مجلس کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ سب لوگ کافر ومشرک ہوگئے۔

لہٰذا سب کو پھر سے ایمان لانا ہوگا اور تجدید نکاح کرنی ہوگی۔ مولانا موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ سب مرتد ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے تو کیا عام غیر پڑھا لکھا دیوبندی جس کو صحیح سے دوم سے سوم کلمہ بھی یاد نہیں ہے ایسے مرد وعورت کافر ومشرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ مولانا موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ عام دیوبندی خواہ پڑھا لکھا ہو یا نہیں عقائد کفریہ سے آگاہ ہو یا نہیں، محض دیوبندی ہونے کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کے نزدیک کافر ومشرک ہیں اور جو لوگ بھی اس نکاح کی مجلس میں تھے مفتی صاحب کے ساتھ سب لوگوں کا ایمان ونکاح ختم ہوگیا ہے۔ وہ سب کے سب تجدید ایمان ونکاح کریں۔ جب کہ نوے فیصد ہم سنی شریک نکاح تھے۔ اور حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں چوں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ غیر پڑھے ہیں علم دین اور دنیا دونوں سے بے بہرہ ہیں۔ اس لیے اگر ایسی لڑکی کا نکاح کسی سنی لڑکا سے ہو تو اس لڑکی کو عقائد کفریہ سے آگاہ کرکے توبہ واستغفار کے بعد نکاح کردینا جائز ہے۔ ہاں اگر وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ تعلیم یافتہ ہیں۔ دیوبندی وہابی مولوی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہیں تو یقیناً اس لڑکی سے شادی بیاہ ناجائز وحرام ہے او رقصداً کفر ہے۔ آں حضرت قرآن وحدیث سے جواب مرحمت فرمادیں۔ جو بھی حکم شرع ہوگا کسی انا کے بغیر ہم سب عمل کے لیے تیار ہیں۔

(۲) کیا علماے اہل سنت کے نزدیک غیر پڑھا لکھا شخص علماے دیوبند کے عقائد کفریہ پر مطلع نہ ہونے کے باوجود محض دیوبندی ہونے یا کہنے کی وجہ سے کافر مشرک ہیں، یا نہیں؟ جو حکم شرع ہو تحریر فرمادیں۔

(۳) ہمارے ہی علاقے کے ایک مولانا صاحب "مڑیا" کی جامع مسجد میں اپنی تقریر کے دوران ایک بات کہی کہ تم لوگ دیوبندی کو اپنی بیٹی دیتے ہو اور وہ اس کے ساتھ زنا کرتا ہے، اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک ہندو زنا کرے۔ کیا اس طرح کی گفتگو ایک عالم کے شایان شان ہے؟ حکم شرع بیان فرمادیں، چوں کہ گاؤں کا ماحول پوری طرح بگڑ چکا ہے اور لوگ اس طرح اپنی ناواقفیت کی بنیاد پر اچھے علماسے بھی نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) جو لوگ علماے دیوبند کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں بلکہ ان کے ظاہری طور و طریقے کو دیکھ کر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دیوبندی کہتے ہیں ان پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی یہ جہالت ولاعلمی مستقل عذر نہیں۔ ایسے لوگوں کو جب دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ دیوبندی مولویوں کی شان رسالت میں گستاخیوں کی بنا پر علماے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے تو ان پر لازم ہے کہ وہ غلط مذہب سے بیزاری کا اظہار کر کے توبہ کریں اور تجدید ایمان و نکاح کر کے سنی بن جائیں۔

اگر ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان لوگوں پر بھی حکم کفر ہوگا، پھر جب دیوبندی کہلانے والا اپنے مذہب سے توبہ کرلے تو فوراً اس کا نکاح کسی سنی سے پڑھا دینا قطعاً درست نہیں بلکہ اتنی مدت تک اسے جانچا جائے کہ اس کی سنیت پر اطمینان ہو جائے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ دیوبندی بمعنی مرتد ہو یا دیوبندی بمعنی: "گمراہ"، یعنی وہ شخص جو دیوبندی عقائد سے ناواقف ہو اور خود کو دیوبندی کہتا ہے ان دونوں میں سے کسی سے بھی بعد توبہ فوراً کسی سنی سے نکاح کرنا درست نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد" امجدی علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ "بدمذہبوں سے رشتے" مطالعہ کریں۔

ہماری اس گفتگو سے واضح ہوا کہ نکاح مذکور پڑھانے والے مولانا صاحب اور ان پر اعتراض کرنے والے مولانا صاحب دونوں غلطی پر ہیں۔ نکاح پڑھانے والے اس طرح کہ ایک دیوبندی لڑکی کا نکاح بعد توبہ فوراً پڑھا دیا جب کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ یوں ہی اعتراض کرنے والے مولانا صاحب اس طرح کہ انہوں نے دیوبندیوں پر کافر کے ساتھ مشرک کا بھی فتویٰ لگا دیا اور اسے علماے اہل سنت کی طرف منسوب کیا جب کہ علماے اہل سنت نے دیوبندیوں کے اوپر کافر ہونے کا فتویٰ دیا مگر مشرک نہیں فرمایا ہے۔ یوں ہی یہ حکم بھی علی العموم نہیں بلکہ صرف ان

لوگوں پر ہے جو علماے دیوبند کے عقائد کفریہ پر یقینی طور پر اطلاع کے باوجود ان کو مسلمان مانتے ہیں۔ رہے وہ دیوبندی جو دیوبندی مولویوں کے گندے گھناؤنے عقیدے سے ناواقف ہیں تو ان پر بلا تحقیق اگر چہ کفر کا حکم نہیں ہوگا۔ لیکن وہ لوگ بدمذہب وگمراہ بلکہ بحکم فقہا کافر ہیں۔ لہٰذا دونوں صاحبان اور شرکائے نکاح سب اپنی غلطی پر توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہوں اور آئندہ بے تحقیق شرعی مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں اور احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح بھی کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ دیوبندی خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل، اگر علماے دیوبند کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو اپنا پیشوا اور مذہبی رہنما جانتا ہے تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہے اور اگر ان مولویوں کے عقائدِ کفریہ سے آگاہ نہیں ہے تو وہ بدمذہب اور گمراہ ہے لیکن مشرک کا اطلاق دونوں قسموں سے کسی کے لیے نہیں ہوتا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) جو دیوبندی علماے دیوبند کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہونے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے وہ کافر ومرتد ہے اور مرتد کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃً ولا کافرۃً" (۱)

لہٰذا جو لوگ ایسے دیوبندیوں سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں وہ بلاشبہ اپنی لڑکیوں کو زنا میں مبتلا کرتے ہیں کہ جب نکاح ہی نہیں تو قربت خالص زنا ہوگی، یہ حکم شرع ہے۔ مگر مولانا صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے بہتر ہے کہ ہندو زنا کرے بالکل غلط ہے کہ اس میں زنا کو بہتر کہا جا رہا ہے۔ (معاذ اللہ رب العالمین) مولانا صاحب فوراً اپنی غلطی پر نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں اور کوئی بھی مسئلہ بتائیں تو مہذب انداز اختیار کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

مسلم لڑکی کا ہندو کافر لڑکے سے نکاح کیسا ہے؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقش بندی، بھاول پور، الٰہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید جو کہ ہندو کافر ہے۔ وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر کورٹ میرج بھی کر لیا لیکن زید

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کاربند نہ رہا، اور نہ ہی اس کا کوئی فعل وعمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروادی۔ یہ شادی ہندو رسم ورواج کے مطابق انجام پائی، پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تفتیش کی اور زید (کافر) سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کی وجہ سے مسلمان ہوگیا ہوں لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

(۱) ہندہ (مسلم لڑکی) کا نکاح اس زید کے ساتھ عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والدین کا اس کے ساتھ نکاح کروانا صحیح ہے یا نہیں اور اگر شادی کروادیں تو کیا حکم ہے؟

(۳) ہندہ کا اس لڑکے کے ساتھ بات چیت کرنا اور ملنا جلنا کیسا ہے؟

(۴) ایسے لڑکے یا لڑکی کا نکاح پڑھانے والے پر کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر سے نہیں ہوسکتا۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "لا یجوز تزوج المسلمۃ من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوھاج" (۱) یعنی: مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک یا کتابی سے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہندہ کا نکاح زید (ہندو) سے ناجائز وحرام ہے۔ یہ نکاح محض باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر ہندہ کے والدین ہندہ کا نکاح اس شخص سے کردیں تو یہ نکاح باطل محض اور شرعاً غیر معتبر ہوگا اور والدین ناجائز وحرام کام کے مرتکب، زنا کے دلال اور سخت مجرم وگنہ گار، مستحق نار وغضب جبار، فاسق وفاجر ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً ہی لڑکی کو اس سے جدا کرلیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) حرام حرام سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) حرام ہے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے، اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہوتو اسے واپس کرے اور نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برادری نہیں

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے۔ اپنی دو بیٹیوں کی شادی دیوبندی گھرانے میں کردی ہے جب کہ زید کی دونوں بیٹیاں بھی سنی خوش عقیدہ ہیں۔ زید کی مذکورہ دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ہندہ کبھی اپنے پڑوسی دیوبندی سے بھی فاتحہ کرالیتی ہے۔ نیز کسی سنی مولوی کے موقع پر نہ ملنے سے کسی دیوبندی بدعقیدہ سے قربانی کی نیت بھی پہنچوالیتی ہے۔ زید کی بیٹی ہندہ مزاجا سنی ہے۔ اس کے اکثر فعل سنی عقیدہ کے مطابق ہیں۔ مگر کبھی شوہر کی ناراضگی کے سبب دیوبندی مدرسہ کے بچوں سے قرآن خوانی بھی کرالیتی ہے اور اپنے شوہر سے مجبور ہوکر اپنے بچوں کو دیوبندی مدرسہ میں پرائمری کی تعلیم دلواتی ہے، نیز دیوبندی حافظ کو گھر بلا کر ٹیوشن بھی کراتی ہے۔

دوسرے یہ کہ زید کی مذکورہ بیٹی ہندہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی اپنے دیوبندی بہنوئی کے بیٹے سے طے کرلیا ہے۔ منع کرنے پر کہتی ہے کہ ابا (خسر) نے زبان دے دیا تھا اس لیے ہم وہاں شادی کرنے پر مجبور ہیں، شادی وہیں کریں گے۔ تو کیا دیوبندی بہنوئی کے وہاں رشتہ کرلینا جائز ہے؟ ایسی صورت میں زید اور اس کی بیٹی ہندہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

ہندہ کے شوہر سے یہ کہنے پر کہ چلو سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھو تو کہتا ہے کہ مجھے ادھر جانے میں شرم آتی ہے۔ جب کہ اس کا بارہ سالہ بیٹا باپ کے منع کرنے باوجود سنی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اور افطار کرنے میں بھی سنی مسجد کی اذان کا انتظار کرتا ہے۔ ہندہ کا شوہر کسی وقت کوئی نیاز وفاتحہ دلانے سے بولتا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندہ کے شوہر کا کوئی خاص عقیدہ نہیں ہے مگر ساری نمازیں وہ دیوبندی امام کی اقتدا میں ہی ادا کرتا ہے۔ ہندہ کے شوہر کو اگر علماے دیوبند کی کفری عبارتیں پڑھ کر سنانے اور بتانے کے بعد بھی توبہ نہیں کرتا اور اپنا ہر فعل سنیوں جیسا نہیں کرتا اور سنیوں کی مسجد میں نماز نہیں ادا کرتا ہے تو کیا زید پر واجب ہے کہ اپنی بیٹی کا طلاق لے لے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی فرقے کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضور کو حاصل ہے۔ ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی ہے جیسا کہ دیوبندی پیشوا مولوی "اشرف علی" تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۱) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ آپ کے بعد دوسرا نبی ہوسکتا ہے جیسا کہ "مولوی قاسم" نانوتوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۲) اسی طرح ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطان و ملک الموت سے بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے جیسا کہ "خلیل احمد" انبیٹھوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔(۳) ان کفری عقائد کے علاوہ اور بھی بہت سے کفری اور گندے عقیدے اس گروہ کے ہیں۔ انہیں عقائد کفریہ اور اقوال ملعونہ کی بنا پر حرمین طیبین اور عالم اسلام کے سیکڑوں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندی عقیدہ والوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔ تفصیل "حسام الحرمین" میں موجود ہے اور جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے تو اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۴)

اس لیے زید نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اگر دیوبندی عقیدہ رکھنے والوں سے کیا ہے جو خود مذکورہ بالا کفری عقیدہ رکھتے ہیں یا اشرف علی خلیل احمد وغیرہ دیوبندی مولویوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو دینی پیشوا اور مسلمان مانتے ہیں یا ان کے کفر میں شک کرتے ہیں تو یہ نکاح ہوا ہی نہیں یا پہلے ایسے نہ تھے بعد میں ہوئے تو اب یہ نکاح نہ رہا۔ دونوں صورت میں طلاق کی حاجت نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں تنویر الابصار کے حوالہ سے ہے "وارتداد احدھما فسخ فی الحال" (۵)

اور زید کی بیٹی کا یہ کہنا کہ ابا نے زبان دے دی ہے اس لیے ہم وہیں شادی کریں گے، یہ سخت گناہ اور اپنی بیٹی

---

(۱) حفظ الایمان، ص:۸

(۲) تحذیر الناس، ص:۳، ۱۴، ۳۱

(۳) البراھین القاطعہ، ص:۵۱

(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۲۸۲

(۵) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۶۴

کوزنا کے لیے پیش کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔
جب یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی سے نکاح ہی نہیں ہوسکتا تو پھر اس میں والدین یا کسی کی اطاعت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
"لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" (۱) اس لیے زید اور اس کی بیٹی ہندہ ان حرام کاموں سے توبہ کریں اور ہرگز ہرگز کسی دیوبندی اور وہابی سے رشتہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۱؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے

مسئلہ از: نذیر احمد کشمیری، مقام و پوسٹ بھوراباری، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:
زید نے دیدہ و دانستہ اپنی لڑکی حبیب النساء کا عقد ایک دیوبندی کے ساتھ کیا۔ دیوبندی عالم نے نکاح پڑھایا۔ آبادی کے لوگ اور علماے اہل سنت عقائد دیوبندیت سے باخبر ہونے پر سخت نالاں ہوئے اور رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہے۔ زید ایک اہل سنت والجماعت کے مدرسہ کا ناظم بھی ہے، اس کے باوجود سنی علما کے کہنے پر بھی نہ عمل کرتے ہوئے زید بدطینت نے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ دیوبندی کے ساتھ عقد کر ہی دیا اور رخصت بھی لڑکی کو کر دیا۔ لڑکے کا باپ اور اس کے تینوں بھائی کی رضامندی سے یہ سب کام ہوا۔ زید کا بڑا لڑکا وہی مدرسہ کا ناظم ہے جس کے کہنے پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔ جب سنی علما نے ان کو ان سب باتوں پر فتویٰ دیا کہ تم مرتد اور کافر ہو گئے۔ الٹا ہی ادھر سے سنی علماے دین کی توہین اور گندی گندی گالیاں دینے لگا اور کہا کہ میں کسی سنی بریلوی کا فتویٰ نہیں مانتا ہوں، اس کو میں نے سنی جماعت کی کتابیں اور فتویٰ پڑھ کر سنائیں اور کتاب "فتاویٰ فیض الرسول" ج:۱، ص:۴۰۹ سے لے کر ۴۱۵ تک اسے پڑھ کر سنایا اور اس نے خود بھی پڑھا مگر اس کے باوجود وہ علما اہل سنت کو اور اولیاء کرام کو گالی گلوج دینے لگا اور اس نے گالی گلوج دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ بریلوی علما جو ہیں وہ ایک کہاوت یاد کر رکھے ہیں کہ شیطان نے ہزاروں برس نماز پڑھی مگر پھر بھی وہ مردود ہوا۔ یہ سب اپنی کہاوت ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس شخص نے یہ باتیں کہی اور جو دیوبندی کے ساتھ عقد ہوا شرعاً ہوا کہ نہیں؟ کیا زید اور اس کے بیٹوں کے ساتھ آبادی کے لوگ جو سنی ہیں نشست و برخاست، سلام و کلام میل و جول قائم رکھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ زید جو کہ ایک جاہل آدمی ہے مگر

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۱

اس کے لڑکے اور لوگ علم والے ہیں جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ زید ہی کا بڑا لڑکا مدرسہ کا ناظم ہے۔ اس کی وجہ سے یہ سب ہوا اور وہی یہ سب بکتا اور کہتا ہے۔ کیا ایسا آدمی کسی سنی مدرسہ کا ناظم ہو سکتا ہے کہ نہیں اور ایسے آدمی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب وضاحت کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔ دیوبندی اور وہابی پر حکم شرع کیا ہے۔ بالتفصیل تحریر کریں اور اجر جزیل کے مستحق بنیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی علما اپنے عقائد کفریہ مندرجہ "تحذیر الناس"، ص:۳، ۱۴، "حفظ الایمان" ص:۸، براہین قاطعہ، صفحہ:۵۱ کے سبب کافر و مرتد ہیں دیکھیے حسام الحرمین۔ اور جو کوئی جانتے ہوئے ان دیوبندی علما کو مسلمان مانے اور اپنا پیشوا جانے وہ بھی بحکم شرع کافر و مرتد ہے۔ اور جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط" (۱)

لہٰذا حبیب النساء کا دیوبندی عقیدہ کے حامل لڑکے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔ زید نے حکم شرعی کا انکار کیا اور علمائے اہل سنت و اولیائے کرام کو معاذ اللہ رب العالمین گالی دی۔ جانتے ہوئے دیوبندی لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا، ان حرکات شنیعہ وقبیحہ ورذیلہ کی بنا پر توبہ و استغفار، تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ اسی طرح گھر کے جن لوگوں نے جانتے ہوئے اس نکاح میں شرکت کی سب پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے۔ جب تک زید اور اس کے گھر والے توبہ و استغفار، تجدید ایمان ونکاح نہ کرلیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے سلام وکلام، نشست وبرخاست، لین دین یکلخت ختم کردیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) ایسا نہ کریں تو وہ بھی مجرم و گنہگار رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

وہابیوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے والے سنی گنہ گار ہیں

مسئلہ از: محمد حامد رضا، کرلا ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) سنی لڑکی کی شادی وہابی کے لڑکے کے ساتھ اور وہابی لڑکی کی شادی سنی لڑکے کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) جان بوجھ کر اس طرح نکاح پڑھانے والے مولوی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) ایسی تقریب میں سنیوں کو جانا چاہیے کہ نہیں، جائے تو کیا حکم ہے، نہ جائے تو کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وہابیوں کے "پیشوا رشید احمد" گنگوہی، "قاسم" نانوتوی، "اشرف علی" تھانوی اور "خلیل احمد" انبیٹھوی اپنے کفریات کی بنا پر بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر مرتد ہیں اور جتنے وہابی ہیں سب ان کو مسلمان اور اپنا مقتدی مانتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اس لیے وہ بھی کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور مرتد خواہ مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد" (۱)

یعنی: مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلم عورت یا کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی سنی لڑکے یا لڑکی کا نکاح کسی بھی وہابی دیوبندی سے ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۲) جو شخص وہابیوں کا نکاح جان بوجھ کر پڑھائے اس پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نہیں جانا چاہیے جو جائیں گے مجرم و گنہ گار ہوں گے۔ فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد" امجدی قدس

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

سرہ فرماتے ہیں:

"ایسی دعوت میں سنیوں کو شرکت نہیں کرنا چاہیے جن سنیوں نے وہابیوں کے ساتھ کھایا وہ گنہ گار ہوئے"۔(۱)

لہٰذا ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ کچھ مدت تک دیکھا جائے گا

مسئلہ از: مولانا محمد نصیر، مقام چھتر گاؤں، پوسٹ پر یلا زہریا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کہ زید سنی صحیح العقیدہ عالم ہے اور جس گاؤں میں وہ درس وتدریس کا کام انجام دیتا ہے اس میں سنی دیوبندی دونوں فرقہ کے لوگ رہتے ہیں اور فتنہ نہ پھیلنے کی وجہ سے پورے قریہ والے زید کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ سنیوں کی طرح دیوبندیوں کا بھی نکاح پڑھائے اور نہ پڑھانے کی صورت میں وہ لوگ عالم صاحب کو سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ نیز نوکری سے برخاست کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ غور طلب ومطلوب امر ایں کہ اس کشمکش کے عالم میں عالم مذکور کیا کرے؟

(۲) کیا دیوبندی کا نکاح توبہ واستغفار کر لینے کے بعد پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ اور دولہے کو توبہ کس طریقہ سے کرایا جائے۔ مدلل ومفصل جواب فی ضوء السنۃ والکتاب عنایت فرمائیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا "رشید احمد گنگوہی"، "خلیل احمد" انبیٹھوی، "قاسم نانوتوی" اور "اشرف علی" تھانوی وغیرہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ کلمات لکھے ہیں جیسا کہ براہین قاطعہ (۲) تحذیر الناس (۳) اور (۴) حفظ الایمان میں ان کے گندے اور گھناؤنے عقائد موجود ہیں۔ ان گستاخوں کی ان کفری عبارتوں کے سبب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وفضلاً کے علمائے ذوی الاحترام اور دیگر

---

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۵۹

(۲) البراھین القاطعۃ، ص:۵۱

(۳) تحذیر الناس، ص:۳، ۱۴، ۲۸

(۴) حفظ الایمان، ص:۸

ممالک کے علمائے حق نے انہیں ایسا کافر و مرتد فرمایا کہ جو ان کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے بعد انہیں کافر و معذب نہ مانے وہ خود کافر ہے۔ تفصیل فتاویٰ "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" میں مرقوم ہے۔

اور کافر و مرتد و بدمذہب کا حکم حدیث شریف میں یہ ہے:

"ان مرضوا فلا تعودوھم، وان ماتو فلا تشھدوھم، وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم، ولا تجالسوھم، ولا تشاربوھم، ولا تواکلوھم، ولا تناکحوھم، ولا تصلوا علیھم، ولا تصلوا معھم" (۱) یعنی: بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ بالخصوص یہ حکم بدمذہبوں کا ہے۔ مرتدوں کا تو اس سے بھی زیادہ سخت حکم ہے۔

مرتد سے نکاح کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃً اصلیۃ و کذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد" (۲)

اس عبارت کا واضح مطلب یہ ہے کہ مرتد کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے اور دیوبندی چوں کہ کافر و مرتد ہے اس لیے اس کا نکاح بھی دنیا میں کسی سے جائز نہیں۔ اگر کوئی جان بوجھ کر اس کا نکاح پڑھے یا پڑھنے کو کہے تو زنا کا دلال اور حرام کاری کا دروازہ کھولنے والا ہے اور در حقیقت وہی فتنہ انگیز، مجرم و گنہ گار، مستحق غضب جبار ہے۔ زید گاؤں والوں کو دیوبندیوں کے کفری عقائد بتائے اگر وہ اپنی جہالت سے توبہ کر لیں تو ٹھیک اور زید وہاں صرف سنیوں کا نکاح پڑھائے اگر گاؤں کے لوگ اپنی جہالت و گمراہی پر مصر ہیں اور زید کو اس فعل حرام پر مجبور کریں تو زید وہاں فعل حرام سے بچ کر رہ سکتا ہو تو رہے ورنہ چھوڑ دے۔ رزاق حقیقی اللہ جل مجدہ ہے۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں ہو سکتا ہے بلکہ چند سال تک دیکھا جائے گا جب اس کی بات چیت اور طور طریقہ سے خوب اطمینان ہو جائے کہ وہ اہل سنت و جماعت میں مکمل طور سے داخل ہو گیا ہے اور اپنی بدعقیدگی سے نکل کر عقائد اہل سنت پر مضبوطی سے قائم ہو گیا ہے تب اس کے ساتھ نکاح کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ "ھکذا قال فقیہ الملۃ والدین المفتی جلال الدین احمد الامجدی ناقلاً عن الفتاویٰ الرضویہ وغیرھا"

---

(۱) مجموعہ احادیث مختلفہ

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۳) سورۃ الطلاق، آیت: ۲، ۳

اور دولہا سے توبہ کرانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس سے بدعقیدگی وغیرہ سے توبہ کرائی جائے، پھر درود پاک اور کلمہ طیبہ اور کلمہ استغفار پڑھایا جائے اور توبہ پر قائم رہنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ تعالیٰ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ رجمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

غیر مقلدیت ووہابیت ارتداد ہے مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا

مسئلہ از: شہاب الدین، حسن گڑھی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح اہل حدیث کے ساتھ ہو گیا، یہ نکاح عند الشرع جائز ہے کہ نہیں اور زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

غیر مقلدین سے کسی سنی لڑکی کا نکاح ہرگز جائز نہیں کہ غیر مقلدیت ووہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد"۔ (۱)

لہٰذا ہندہ سنیہ کا جو نکاح اہل حدیث لڑکا سے کیا گیا ہے وہ ناجائز ہے اور زید نے اگر جانتے ہوئے یہ نکاح کیا ہے تو وہ سخت فاسق وفاجر مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی ہندہ کو اس غیر مقلد کے یہاں سے واپس لائے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے، غربا ومساکین پر صدقات وخیرات کرے اور مسجد میں ضرورت کی چیزیں رکھے۔ اگر زید ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۳۶۳

(۲) سورۃ الانعام: آیت: ۶۸

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

دیو بندی، وہابی کے نکاح میں شریک ہونے والے گواہ و وکیل بننے والے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کر دیں

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری، انصار مارکیٹ، انکلیشور، گجرات۔

قابل صد احترام مفتی صاحب قبلہ!

سلام مسنون

بعدہ عرض خدمت اینکہ ان مسائل میں علما کرام و مفتیان عظام کی کیا رائے ہے؟

(۱) سنی صحیح العقیدہ بالغہ لڑکی ہندہ کا عقد دیو بندی لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) سنی عالم دین موصوفہ کا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی سنی عالم دین نے مصوفہ کا نکاح پڑھا ہی دیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) اور جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ایسے نکاح میں وکیل و گواہ بنا ہو و دیگر سامعین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیو بندی لڑکا اگر پیشوایان وہابیہ دیابنہ مولوی "رشید احمد" گنگوہی، مولوی "قاسم" نانوتوی، مولوی "اشرف علی" تھانوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ "براہین قاطعہ"،(۱) تحذیر الناس (۲) حفظ الایمان (۳) پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو وہ خود بھی شرعاً کافر و مرتد ہے۔ تفصیل فتاویٰ "حسام الحرمین" میں ہے: اور مرتد کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد" (۴) یعنی: مرتد مرد کا نکاحِ مرتدہ عورت یا مسلمہ عورت یا کافرہ اصلیہ عورت (کسی سے) جائز

---

(۱) البراهين القاطعة، ص: ۵۱

(۲) تحذیر الناس، ص: ۳، ۱۴، ۲۸

(۳) حفظ الایمان، ص: ۸

(۴) الفتاوىٰ العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۲۸۲

نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔اس لیے کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح خواہ ہندہ ہو، یا کوئی اور، ہرگز ہرگز کسی دیوبندی و وہابی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جب ماسبق جواب میں یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا تو کسی بھی سنی عالم دین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دیوبندی لڑکے کا عقد کسی سنی لڑکی سے کرے۔ لہٰذا کوئی سنی عالم دین ہندہ کا عقد ہرگز ہرگز کسی دیوبندی سے نہیں کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع تھا اور اسے مسلمان جان کر ہندہ کا نکاح اس سے کیا تو اس پر تجدید ایمان، تجدید نکاح، تجدید بیعت اور توبہ و استغفار لازم و ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاح کرنے کا پیسہ لیا تھا تو اس کو بھی واپس کرے۔ ھکذا فی فتاویٰ الشیخ فقیہ الملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) اگر انہوں نے دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے نکاح میں وکیل و گواہ کی حیثیت سے یا سامع اور حاضر مجلس ہو کر ہی شرکت کی تو ان سب پر توبہ و استغفار، تجدید ایمان و تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہے اور اگر وہابی ہی سمجھ کر شریک ہوئے تو بھی توبہ و استغفار بہر حال لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۵؍ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

دودھ پلانے والی کے اضطرابی بیان کی صورت میں بھی رضاعی بھائی بہن کا نکاح حرام ہے

مسئلہ از: امتیاز احمد، سیتامڑھی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور اس سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کی عمر تقریباً چار ماہ کی تھی پھر ہندہ زید کو چھوڑ کر چلی گئی اور اس بچی کی پھوپھی نے اس بچی کو گود لے لیا۔ پھر زید نے اپنی اس بچی کی شادی اس کے پھوپھی کے لڑکے سے کرنا چاہا تو اس کی پھوپھی نے اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے کرنے سے انکار کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اس بچی کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ اور بولی میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہو جائے۔ جب کہ مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی ہوں۔ اب زید کی بہن جو اس بچی کی پھوپھی ہے اپنے لڑکے کی شادی اس بچی سے کرنا چاہتی ہے؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لڑکی کی پھوپھی کا بیان مضطرب ہے۔ اولاً اس نے کہا کہ:

میں نے اس کو دودھ پلا دیا ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ نہیں پلایا ہے اور پھر کہتی ہے مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی۔ اس لیے ظاہر یہی ہے کہ اس نے دودھ پلایا ہے اور وہ اس لڑکی کی رضاعی ماں ہے۔ لہٰذا اس لڑکی کا نکاح اس کی پھوپھی کے لڑکے سے حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "فی القضاء لا تثبت

الحرمة بالشک وفی الاحتیاط تثبت"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح سخت حرام

مسئلہ از: عبدالمنان رضوی، موضع پیری کولھوی، پوسٹ داری چورہ، بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی اور بکر ہندہ کی ماں سے دودھ پی لیا تھا۔ شادی کیے ہوئے کئی سال گزر گئے جب کہ اس کے بچے ہو گئے تب اس کو معلوم ہوا کہ میں ہندہ کی ماں سے دودھ پیا ہوں تو اب بکر ہندہ کو رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ فقط۔

دلائل شرعیہ سے مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اگر بکر نے ہندہ کی ماں کا دودھ مدت رضاعت متعلق بحرمت یعنی ڈھائی سال کی مدت میں پیا تھا تو ہندہ اس کی رضاعی بہن ہوگئی اور رضاعی بہن سے نکاح حرام اشد حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَخَوٰتُکُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾(۲)

اور حدیث شریف میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب":(۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ "امجد علی" قدس سرہ رقمطراز ہیں: "جو نسب میں حرام ہے۔ وہ رضاع میں بھی حرام ہے۔"(۴)

لہٰذا بکر اور ہندہ دونوں پر فرض ہے کہ فوراً دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور میاں بیوی کے تعلقات منقطع کر دیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔ "ھکذا فی الجزء الاول من فتاویٰ فیض الرسول لفقیہ الملة والدین"(۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۹ رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۴۴

(۲) سورة النساء، آیت: ۲۳

(۳) الصحیح المسلم، ج: ۱، ص: ۴۶۷

(۴) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۲

(۵) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۷۲۲

دودھ بینک میں جمع ہونے والے دودھ کو پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد حسین جعفرآباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ بہت سے شہروں میں اسپتالوں کے اندر دودھ بینک قائم ہے وقت ضرورت پر بچوں کو وہ دودھ پلایا جاتا ہے، دودھ عورتوں کی پستان سے نکال کر ڈبوں میں رکھ دیا جاتا ہے اور ان عورتوں کو اس کا معاوضہ بھی دیا جاتا ہے، اب سوال یہ کہ:

(۱) عورتوں کا معاوضہ لے کر دودھ دینا کیسا ہے؟

(۲) ان دودھوں کے پینے سے رضاعت ثابت ہوگی ہے یا نہیں؟

(۳) اور اگر رضاعت ثابت ہو تو بچہ کس کا رضائی بیٹا ہوگا؟ اس لیے کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ دودھ کس عورت کا تھا؟

امید ہے کہ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں گے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) آزاد آدمی کے کل یا کسی جزء کو خواہ زندہ ہو یا مردہ، خریدنا بیچنا ناجائز و حرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

" ولا بيع لبن امرأة في قدح (الى ان قال) ولا يجوز بيع شعور الانسان ولا انتفاع به لان الآدمي مكرم "۔ ملخصاً(۱)

درمختار میں ہے:

"وشعر الانسان لكرامة الآدمي ولو كافرا ذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير ".(۲)

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"قوله ذكره المصنف حيث قال: والآدمي مكرم شرعا وان كان كافرا فايراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال له اه اى وهو غير جائز وبعضه في حكمه"۔(۳)

---

(۱) الهداية، ج:۲، ص:۳۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۷، ص:۱۷۹

(۳) ردالمحتار، ج:۷، ص:۱۷۹

لہٰذا عورتوں کا اس طرح دودھ کا معاوضہ لینا اور دودھ بیچنا ناجائز و حرام ہے، عورتوں پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) عورت کا دودھ پستان سے اتنی مقدار میں پیا جائے کہ جوف تک پہنچ جائے تو تھوڑا ہو یا زیادہ مدت رضاعت کے اندر جو بچہ پئے گا رضاعت ثابت ہوجائے گی۔ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"فی الخانیۃ قلیل الارضاع وکثیرہ فی اثبات الحرمۃ سواء عندنا"۔(۱)

اسی میں ہے:

"فی الینابیع القلیل مفسر بما یعلم انہ وصل الی الجوف"۔(۲) فتاوی خانیہ میں ہے:

"وکما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور"۔(۳)

اور اگر دودھ کسی برتن میں نکال کر رکھ دیا جائے تو اس کی متعدد صورتیں ہیں (۱) دودھ میں کوئی رقیق وسیال اور بہنے والی دوا وغیرہ ملا دی جائے تو اگر دودھ غالب اور ملائی ہوئی چیز مغلوب ہے یا دونوں برابر ہیں تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت ہوجائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ولو خلط لبن المرأۃ بالماء او بالدواء او بلبن البھیمۃ فالعبرۃ للغالب کذا فی الظھیریۃ"۔(۴)

اسی میں ہے:

"ولو استویا وجب ثبوت الحرمۃ لانہ مغلوب کذا فی البحر الرائق"۔(۵)

(۳) دو چند عورتوں کا دودھ ملا دیا جائے تو خواہ کسی کا کم ہو یا زیادہ، جس جس عورت کا دودھ ملا ہوا ہے سب سے رضاعت کا ثبوت ہوجائے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"اذا اختلط لبن امرأتین تعلق التحریم باغلبھا عندھما وقال محمد تعلق بھا کیفما کان وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وھو اظھر واحوط. ھکذا فی التبیین قیل: الاصح قول محمد رحمہ اللہ تعالی کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک"۔(۶)

---

(۱) الفتاوی التتارخانیہ، ج:۲، ص:۴۲۲

(۲) الفتاوی التتارخانیہ، ج:۲، ص:۴۲۲

(۳) الفتاوی الخانیہ مع الھندیہ، ج:۱، ص:۴۱۷

(۴) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۵) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۶) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۱، ص:۳۴۴

(۴) دودھ کو کسی خشک چیز مثلاً چاول وغیرہ میں ملا کر پکا دیا گیا تو دودھ کم ہو یا زیادہ رضاعت کا ثبوت نہیں ہوگا اور اگر پکایا نہیں گیا، یونہی ملا دیا مثلاً روٹی میں ڈال دیا گیا تو اگر روٹی غالب ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور اگر دودھ غالب ہے تو اس میں اختلاف ہے مگر ترجیح تر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ثبوت رضاعت نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وا ذا اختلط اللبن با لطعام فا ن كانت النار قد مست اللبن و انضجت الطعام حتى تغير فلا يحرم سواء كان اللبن غالبا او مغلوبا وان كانت النار لم تمسه فان كان الطعام غالبا تثبت الحرمة به ايضا وان كان اللبن غالبا فكذاك عندابى حنيفة رحمه الله تعالى عليه لانه اذا خلط المائع بالجامد صارالمائع تبعا فخرج من ان يكون مشروباحتى قالوا لو كان الطعام قليلا وبقى اللبن مشروبا تثبت به حرمة الرضاع وقيل هذا اذا كان لا يقطر اللبن من الطعام عند حمل اللقمة واما اذا كان يتقاطر منه اللبن تثبت به الحرمة عنده لان القطرة من اللبن اذا دخلت حلق الصبى تكفى بثبوت الحرمة والاصح انه لا تثبت بكل حال عنده كذا فى الكافى وهو الصحيح لان التغزى بالطعام هكذا فى الهداية"۔(۱)

اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ اگر دودھ بینک میں صرف عورتوں کا دودھ جمع ہو اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو تو مدت رضاعت یعنی ڈھائی سال کی عمر کے اندر کا جو بھی بچہ اسے پیئے گا اسی کے حق میں رضاعت ثابت ہو جائے گی اور دوسری صورتیں ہوں تو اوپر مذکور تفصیل کے مطابق حکم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کسی بچے نے چند عورتوں کا دودھ پیا اور اسے معلوم نہیں کہ کس کس عورت کا دودھ پیا ہے نہ عورت کو علم ہے کہ اس نے کسے دودھ پلایا ہے نہ اور کسی معتبر طریقہ سے معلوم ہو رہا ہے تو کسی بھی عورت سے حکم رضاعت متعلق نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فى ملتقط الملخص ارضعتها بعض اهل القرية لا يدرى من ارضعتها منهن فعزوجها رجل من اهل تلك القرية فهو فى سعة من المقام معها فى الحكم كذا فى المضمرات وان تنزهوا عن ذالك فهو افضل كذا فى الذخيرة فى كتاب الاستحسان"۔(۲)

درمختار میں ہے:

---

(۱) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۴

(۲) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۵

"لو ارضعها اكثر اهل القرية ثم لم يدر من ارضعها فاراد واحدهم تزوجها ان لم تظهر علامة ولم يشهد بذالك جاز خالية"۔(۱)

لہٰذا اگر کسی بچے نے دودھ بینک سے دودھ پیا ہے تو اگر معلوم ہے کہ فلاں فلاں عورت کا دودھ تھا تو ان سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور ان عورتوں کے بچے سے اس کا نکاح حرام ہوتا ورنہ نہیں۔

یہ تو سوالات کے جوابات ہوئے مگر اس طرح دودھ بینک قائم کرنے اور اس میں معاوضہ یا بلا معاوضہ دودھ دینے کی شرعاً اجازت نہیں ہے لہٰذا مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

(۱) الدر المختار، ج:۴، ص:۲۹۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

قال اللہ تعالیٰ

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾

(البقرہ/۲۲۹)

یعنی

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے

پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

تاص:۲۱۶	ازص:۱۳۹

کل فتاوی:۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

بغیر حلالہ دوبارہ بیوی کو نکاح میں رکھنا کیسا؟

مسئلہ از: مظہر علی، مقام ہری جوت، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

علمائے کرام و مفتیان عظام کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں پھر سال بھر کا عرصہ گزرنے کے بعد زید نے ہندہ کو بلا حلالہ کرائے رکھ لیا، دریافت طلب امر ہے کہ ازروئے شرع زید اور ہندہ پر کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں ہندہ زید پر اس طرح حرام ہوگئی ہے کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز و حلال نہیں ہوسکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

یعنی تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر پر بغیر حلالہ کسی طرح جائز و حلال نہیں ہوسکتی۔

سال بھر یا چند سال کا عرصہ گزر جانے سے حرام حلال نہیں ہوجائے گا۔ زید و ہندہ پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علاحدہ ہوکر علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا سخت و شدید مقاطعہ اور بائیکاٹ کریں تاکہ یہ دونوں مجبور ہوکر علاحدگی اختیار کریں اور علانیہ توبہ کرنے پر مجبور ہوجائیں، اگر مسلمان ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ خود گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲؍ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

محل شرط کے فوت ہوجانے سے تعلیق باطل ہوجاتی ہے

مسئلہ از: محمد فہیم احمد نوری کانپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی پھر کچھ مدت

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۰

بعد کچھ تنازع ہوجانے کی وجہ سے زید نے اپنی سسرال میں قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر کی دہلیز کو پار کر جاؤں تو ہندہ کو طلاق غور طلب امر یہ ہے کہ قسم کے وقت مکان کچا تھا پھر مکان پکا بن جانے کے بعد زید دہلیز پار کر کے گھر میں داخل ہوگیا تو لوگوں کے پوچھنے پر زید کا کہنا ہے کہ اگر چہ مکان اس طرز پر بنا ہے لیکن دہلیز کے پکی ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا گیا اور شرط کا محل نہ رہ جائے تو یہ تعلیق باطل ہوجائے گی مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق اب وہ شخص مرگیا تو تعلیق ختم ہوگئی اور بالفرض وہ شخص کسی ولی کی کرامت سے زندہ ہوجائے اور اب وہ عورت اس سے بات کرے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان گر کر ختم ہوگیا پھر دوبارہ اسی جگہ مکان تعمیر کیا گیا اب اگر عورت اس گھر میں جائے گی تو طلاق نہیں پڑے گی چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"قوله" نقله في البحر عن الثاني لكن بلفظ ومما يبطله فوت محل الشرط كفوت محل الجزاء كما اذا قالٓ ان كلمت فلانًا الخ" والتمثيل المذكور لفوات محل الشرط فان الشرط هو كلمت ودخلت اى مضمونهما وهو الكلام والدخول ومحلهما هو فلان والدار المشار اليها" (۱)

اسی میں ہے: **"ولا يقال يمكن حياة زيد بعد موته واعادة البستان دارًا لا ن يمينه انعقد على حيلة كانت فيه كما قالوا في ليقتلن فلا نا وما اعيد بعد البناء دار اخرى غير المشاراليها كما صرحوا به ايضا في لا يدخل هذه الدار تأمّل"(۲)**

لہٰذا زید نے جس مکان میں جانے پر طلاق کو معلق کیا تھا جب وہ مکان منہدم ہوگیا اور اس جگہ دوسرا مکان بن گیا تو اب اس مکان میں جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۶ رذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

(۱) ردالمحتار کتاب الطلاق، ج:۴، ص:۶۰۰

(۲) حوالہ سابق

آسیبی خلل کی حالت میں طلاق دی تو

مسئلہ از: حافظ منیر عالم نظامی مقام و پوسٹ صالح پور ضلع کبیر نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید آسیبی خلل کا شکار تھا اس حالت میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس کا کہنا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے؟ تو زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کسی کی عقل اس طرح زائل ہو جائے کہ اسے ہوش و حواس نہ رہ جائے اور یہ تک خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی حدیث پاک میں ہے: "رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل اھ" (۱)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے " لایقع طلاق الصبی والمجنون والمدھوش ھکذا فی فتح القدیر و کذالک المعتوہ لا یقع طلاقه ایضاوھذا اذا کان فی حالة العتہ "(۲)

اب عقل کا زوال کسی بیماری کی وجہ سے ہو یا شیطانی خلل کی بنا پر ہو دونوں کا حکم یکساں ہے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لا یقع طلاق المجنون قال فی التلویح الجنون اختلال القوة الممیزة بین الأمور الحسنة والقبیحة المدرکة للعواقب بان لا تظهر آثارها وتتعطل افعالها اما لنقصان جبل علیه دماغه فی اصل الخلقة واما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط او آفة واما لا ستیلاء الشیطان علیه والقاء الخیالات الفاسدة الیه بحیث یفرح و یفزع من غیر ما یصلح سببااھ"(۳)

اور ہوش و حواس درست نہ ہونے کی حالت میں طلاق دینے کا ثبوت یا تو دو عادل گواہوں سے ہوگا یا آدمی خود بالقسم اقرار کرے کہ مجھے کچھ خبر نہیں اور اس کی اس حالت کا لوگوں کو علم بھی ہو کہ اس پر ایسا حال طاری ہوتا رہتا

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۸۴

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۵۳

(۳) رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۳۲

ہے چنانچہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب کہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم ومشہور ہو کہ اسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات مجنونہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کر لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے"(۱)

زید نے دارالافتا جمدا شاہی میں آکر بحلف بیان دیا کہ میں چونکہ آسیبی خلل کی وجہ سے بے ہوش وحواس تھا مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے اس حالت میں اپنی بیوی کو کیا کہا ہے لہٰذا از روئے شرع زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

یکم ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

نوٹ: زید کا حلفیہ بیان اور موجود حضرات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

میں علی حسین ولد خیر اللہ ساکن بلوہی پوسٹ اڑواڑہ ضلع بستی خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ "میں نے اپنی بیوی بدر النساء بنت...... ساکن کوہڑوہ ضلع بستی کو ہوش وحواس میں ایک بھی طلاق نہیں دی ہے۔ ماہ مئی ۲۰۱۴ء کی کسی تاریخ میں آسیبی خلل کی حالت میں میری زبان سے کیا نکلا مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ وہاں موجود لوگوں میں سے جناب حافظ منیر عالم صاحب، محمد وسیم، محمد عارف بتاتے ہیں کہ اس حالت میں میں نے اپنی بیوی بدر النساء کو طلاق دی ہے مگر واللہ العظیم مجھے اس کا کچھ ہوش وحواس نہیں تھا نہ مجھے کچھ معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا ہے"۔ واللّٰہ علی ما اقول وکیل

علی حسین

۲۰۱۵/۱/۲۱

ہماری موجودگی میں علی حسین نے قسم کھائی۔

محمد نصیر عزیزی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حافظ منیر عالم نظامی، محمد وسیم سلمانی، محمد عارف

طلاق معلق کا حکم اور تعلیق ختم کرنے کا طریقہ

مسئلہ از: مولانا عبد الحکیم علیمی، صاحب گنج، جھارکھنڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۶۳

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے یا اپنے لڑکے کو پڑھائے تو تجھے سات طلاق، لڑکی شادی شدہ تھی گھر چلی گئی اور لڑکے کو پڑھانے کی ذمہ داری کسی اور نے لے لی، کیا اب زید کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ لڑکی گھر میں رہے اور لڑکے کو پڑھائے بھی اور مطلقہ نہ ہو؟ جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنے کی صورت میں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شرط پائی جائے، ہدایہ میں ہے:

"واذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط مثل ان يقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق" (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً" (۲)

لہٰذا اگر زید کی بیوی نے اپنی لڑکی کو گھر میں نہیں رکھا یا اپنے لڑکے کو نہیں پڑھایا تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر تعلیق ختم کرنی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیدے اور جب عدت ختم ہو جائے تو بیوی اپنی لڑکی کو اپنے گھر میں رکھ لے اور اپنے لڑکے کو اپنی ذمہ داری پر پڑھائے پھر زید اس سے نکاح کرے اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اس کے بعد اب اگر اس کی بیوی اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے گی یا اپنے لڑکے کو پڑھائے گی تو اس پر طلاق نہیں پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

"تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد فى الملك طلقت والا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها اھ" (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "لانه لما ابانها وانقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعده نزل الجزاء المعلق ولم يصادف محلا فمضى هملاً وقد انتهى اليمين اھ" (۴)

بہار شریعت میں ہے: "اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر تین طلاق اور چاہتا ہو کہ اس

(۱) الهداية كتاب الطلاق، ج:۲، ص:۳۸۵

(۲) الفتاوى العالمگيرية، كتاب الطلاق، ج:۱، ص:۴۲۰

(۳) الدر المختار، ج:۴، ص:۶۰۹

(۴) الفتاوى الرضوية، كتاب الطلاق، ج:۵، ص:۸۷

کے گھر آمد ورفت شروع ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیدے پھر عدت کے بعد عورت اس کے گھر جائے پھر نکاح کرلے اب جایا آیا کرے طلاق واقع نہ ہوگی"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

فون پر طلاق دینے کا حکم

مسئلہ از: حافظ شفیق اللہ جمداوی علیمی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

زید ممبئی سے موبائل فون پر بیوی سے تکرار پر تین بار طلاق کہہ دے بعد میں قسم کھاتے ہوئے کہے کہ میں شراب کے نشے میں تھا مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا اور کتنی بار کہا تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

فون پر نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وطلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبذ و ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔"(۲)

لہٰذا زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ پڑگئی اور وہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

نباہ کی صورت نہ ہو تو طلاق لی جا سکتی ہے

مسئلہ از: مولانا ظفر امام مصباحی ناسک مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

۳۰/۳۵ سال قبل زید اور ہندہ کی شادی ہوئی چار بچے اور بچیاں ہیں جن کی شادی ہو چکی ہے اب زید

---

(۱) بہار شریعت، ج:۸، ص:۱۵۱

(۲) فتاویٰ عالمگیری ۱/۳۵۳

دوسری عورت سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور اپنی پہلی بیوی ہندہ کو زدوکوب کرتا ہے اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا حالانکہ وہ طلاق لینا چاہتی ہے، طلاق نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہندہ نے زید کو ۳۰ رلاکھ ۲۰ رہزار روپیہ اور ۳۰ ربھر سونا گھر کی تعمیر کے لیے دیا تھا۔

(۱) اس حالت میں زید کا دوسری عورت سے تعلق رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) زید سے ہندہ اگر مذکورہ رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا صورت ہوگی؟

(۳) اس حالت میں زید سے طلاق لینے کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) زید کا کسی بھی حالت میں کسی عورت سے ناجائز تعلقات رکھنا ناجائز وحرام ہے حتی کہ اجنبیہ سے تنہائی اختیار کرنا بھی حرام وگناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے، تحرم الخلوۃ بالأجنبیۃ ویکرہ الکلام معھا"(۱)

زید پر واجب ہے کہ فوراً اجنبیہ سے اپنے تعلقات ختم کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنے کا وعدہ کرے اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر ہندہ نے وہ رقم بطور قرض دی تھی تو اس کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو جائز ومناسب صورت ہو اپنا سکتی ہے مثلاً آبادی کے بااثر حضرات سے دباؤ ڈلوائے، قانونی چارہ جوئی کرے یا کسی موثر عالم دین کے ذریعہ سمجھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر نباہ کی کوئی صورت بن جائے تو بہتر ہے ورنہ زید سے طلاق لی جاسکتی ہے اور اگر وہ بآسانی طلاق نہ دے تو بااثر لوگوں یا پولیس وغیرہ کے ذریعہ جبراً بھی طلاق لی جاسکتی ہے کہ احناف کے نزدیک زبردستی میں بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

"یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا"(۳)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حنفیہ کے نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اھ"(۴) اور اگر اس طور پر بھی طلاق نہ دے تو اب ہندہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرے

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۲

(۴) فتاوی امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۷۹

وہ حالات کی تحقیق کے بعد اگر فسخ نکاح کی صورت پائے گا تو نکاح فسخ کر سکتا ہے کہ بعض حالات میں قاضی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ ،جمدا شاہی بستی
۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ

کیا طلاق ایس، ایم ایس کرنے سے واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد حسین ہرسولیہ، ہمت نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری بیوی کے اپنے میکے جانے کے بعد ہمارے بیچ میں جھگڑا ہو گیا اور اس نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو جاؤ تب میں آپ کے ساتھ رہوں گی لیکن میں آپ کے والد اور والدہ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا اور میں نے اسے ڈرانے کے لئے اپنے موبائل سے طلاق، طلاق، طلاق لکھ کر ایس ایم ایس بھیج دیا تا کہ وہ ڈر سے واپس آجائے۔ میرا اسے طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

مجھے یہ جاننا ہے کہ کیا ایس ایم ایس سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور دوسرے یہ کہ کیا طلاق لکھ دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ یا پوری طرح سے میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا میں طلاق دے رہا ہوں" لکھنے کے بعد ہی طلاق ہوتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فقہ کی تمام کتب میں مذکور ہے کہ تحریر گفتگو اور خطاب ہی کے حکم میں ہے۔ چنانچہ علامہ مرغینانی قدس سرہٗ نے فرمایا:

"الکتاب کالخطاب"(۱)

اور ایس ایم ایس بھی تحریر ہے لہٰذا اس سے طلاق ہو جائے گی۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ مرسوم یا نیت طلاق ہو۔"(۲)

اور طلاق واقع ہونے کے لئے اپنی بیوی کی طرف نسبت ضروری ہے۔ نسبت خواہ لفظ میں ہو۔ مثلاً تجھ کو یا

---

(۱) الھدایہ، ج:۳، ص:۲

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۷۲

تجھے طلاق ہے یا بیوی کا نام لے کر کہا کہ اسے طلاق ہے یا نسبت لفظوں میں نہ ہو مگر شوہر کی نیت اور مراد میں ہو بغیر اضافت اور نسبت طلاق واقع نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے:

"ولم یقع لترکه الاضافة الیها."(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

"ولا یلزم کون الاضافة صریحه فی کلامه لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امراتی طلقت امراته"(۲)

لہٰذا اگر کسی نے صرف لفظ طلاق کہا اور اس کہنے سے اس کی مراد اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

بچہ دانی نہ ہونے پر طلاق دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد افسر بلوا مصر پوسٹ سانتھا ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا ہندہ رخصت ہو کر زید کے گھر آئی۔ زید نے ہندہ کے ناف کے نیچے آپریشن کا نشان دیکھا پھر زید نے پوچھا کہ تیرے پیڑو پر کیسا نشان ہے بار بار دریافت کرنے پر ہندہ نے کوئی جواب نہ دیا تو زید کو فکر ہوئی ہندہ کو ڈاکٹروں کے پاس لے جا کر دکھایا ڈاکٹروں نے الٹرا ساؤنڈ کرانے کو کہا الٹرا ساؤنڈ کرانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ آپریشن کے ذریعہ ہندہ کی بچہ دانی پہلے ہی نکالی جا چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہندہ تا زندگی ماں بننے سے قاصر ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں اگر زید ہندہ کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لے تو کیا کوئی شرعی گرفت زید پر ہوگی یا نہیں؟ از روئے شرع مدلل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر میاں بیوی میں نباہ کی صورت نہ ہو تو شریعت طلاق دینے کی اجازت دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۴۳۸

(۲) ردالمحتار، ج:۴، ص:۴۳۸

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ (۱)

لہٰذا اگر زید اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے تو شرعاً اجازت ہے البتہ اگر زید صبر کرے اور ہندہ کے ساتھ نباہ کر لے تو مستحق ثواب ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر عدل وانصاف کے ساتھ دوسری بیوی رکھنے کی استطاعت ہو تو دوسرا نکاح بھی کر سکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (۲)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

طلاق میں شک ہو تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: سردار علی، گرام بھپورہ، پوسٹ سکری، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی اور زید کو دماغی پریشانی بھی تھی بعد میں پتہ چلا کہ چار سال کے بعد اس نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور جب اس کے بارے میں غور وخوض ہوا تو اس نے سر پکڑ کر کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے دو بار طلاق دیا ہے یا تین بار۔ بعدہ ہندہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ مجھے دو بار زید نے طلاق دیا ہے اور گواہ دونوں طرف سے نہیں ہیں لہٰذا حضور والا کی بارگاہ میں عرض ہے کہ تسلی بخش جواب دے کر عنداللہ مشکور ہوں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر طلاق دینے والے کو شک ہو کہ میں نے دو طلاق دی ہے یا تین دی ہے اور شرعی گواہ بھی نہ ہوں تو دو طلاق مانی جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائیں گی۔ جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو۔ "فی الاشباہ والدر المختار والعقود الدریۃ وغیرھا شک طلاق واحدا واکثر مبنی علی

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۳

الاقل."(۱)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

طلاق دے کر انکار کرے تو؟

مسئله از: ریاض احمد مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان اسلام صورت ذیل کے بارے میں کہ

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور ہندہ زید کے گھر گئی اور تین چار مہینے تک اس کے گھر بھی رہی پھر ایک دن زید نے فون کیا۔دوران گفتگو زید نے غصے میں آکر ہندہ کو طلاق دے دی پھر چند دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو اپنے گھر آنے کے لئے کہا تو ہندہ نے کہا کہ انہوں نے مجھے طلاق دے دی ہے اور زید انکار کر رہا ہے کہ اس کو طلاق نہیں دی ہے جبکہ زید نے ہندہ کی پھوپھی سے فون پر بتایا تھا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے اور اس بات کو ہندہ کی ماں بھی سنی تھی۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور ہندہ کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت قابل شہادت بطور گواہ نہیں ہیں تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں تو طلاق ہرگز ثابت نہیں ہوگی"(۲)

البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ واقعی اس کے شوہر زید نے اسے طلاق دی ہے تو اگر طلاقِ رجعی تھی تو کوئی حرج نہیں بدستور وہ زید کی بیوی ہے اور اگر طلاق بائن تھی تو ہندہ کو اس سے سمجھا بجھا کر تجدید نکاح کر لینے کا حکم ہے اور اگر ہندہ یہ جانتی ہے کہ زید اسے تین طلاق دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارہ لے اور

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۶۷۲

(۲)الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۶۶۴

اگر چھٹکارہ نہ مل سکے تو برضا و رغبت زید کو اپنے اوپر قابو ہرگز نہ دے سارا عذاب وبال زید پر ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

دو طلاق کے بعد بیوی کو لوٹانے کا حکم

مسئلہ از: مختار احمد، دیوریا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیا اور ساڑھے تین مہینے گزر جانے کے بعد وہ بیوی کو پھر سے اپنانا چاہتا ہے تو شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید کی بیوی کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی ہے یعنی تین حیض کامل نہیں آگئے ہیں تو بغیر نکاح واپس لے سکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے جدید مہر کے ساتھ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "صورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت اگر چاہے اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے۔(۲)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۶۲۲

کیا صلح کلی سے اس کی بیوی خلع کر سکتی ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید ایک آدمی ہے جس کا وہابیوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ ہے کہ:

☆ اکثر وہابیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ لوگ بدعقیدہ ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے، پھر بھی خوش دلی کے ساتھ ان سے دوستی رکھتا ہے اور خود کو سنی کہتا ہے۔

☆ سنی علمائے کرام اور سنی لوگوں سے دل میں بغض رکھتا ہے اور سنیوں کو پیٹھ پیچھے گالیاں بکتا ہے۔

☆ نماز جمعہ کے بعد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔

☆ بدعقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتا ہے۔

☆ نہ کبھی کسی فاتحہ کا خوش دلی سے اہتمام کیا ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت سے اس کا دل خالی ہے۔

ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے یا خارج از نکاح ہے؟ اور اس کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاوی حسام الحرمین کافر ومرتد ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "وہابیہ نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلهم الله تعالىٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار ومرتدین ہیں" (۱)

ان سے میل ملاپ رکھنا، سلام وکلام اور نشست وبرخاست کرنا ناجائز وگناہ ہے حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں "لا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" (۲)

فتاوی امجدیہ میں ہے:

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۹۰

(۲) المستدرک للحاکم، ج:۳، ص:۶۳۲

"ان سے میل ملاپ، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہونا حرام" (۱)

سنی علمائے کرام اور سنیوں سے بغض حرام اور ان کو گالی دینا اشد حرام ہے۔ فتاوی امجدیہ میں ہے: "کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی برا کہنا اس پر طعنہ کرنا حرام ہے" (۲)

اور بعد نماز جمعہ اگر کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو غلط سمجھتا ہے تو یہ علامت وہابیت ہے اور وہابیت کفر ہے، اور وہابیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کے پیچھے نماز جائز کہنے والا کافر ہے فتاوی امجدیہ میں ہے:

"جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے اور باوجود اسکے اس کو مسلمان جانتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز جانتا ہے وہ کافر ہے۔" (۳) کسی ولی کی بارگاہ میں حاضری نہ دینا اور فاتحہ کی مجلس میں شرکت نہ کرنا اگر بربنائے وہابیت ہے۔ تو یہ خود کفر ہے، عظمت نبی سے دل خالی ہونا محرومی و بدقسمتی بلکہ کفر انجام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ (۴)

صورت مذکورہ میں زید اپنی حرکات وسکنات اور افعال واقوال کی بناپر وہابی معلوم ہوتا ہے اس کے سامنے کبرائے وہابیہ رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے متعلق ان کے اقوال پیش کر کے پوچھا جائے اگر زید کو ان قائلین کے کفر میں شک وتردد ہو تو زید بھی قطعاً وہابی اور کافر ہے ایسی صورت میں اس کی بیوی خود ہی نکاح سے باہر ہے کہ کفر وارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

" اذا ارتداحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال" (۵)

درمختار میں ہے: " وارتداد احد الزوجين فسخ عاجل" (٦)

اور اگر وہ اکابرین وہابیہ ودیابنہ کی تکفیر کا قائل ہو مگر سوال میں مذکورہ افعال سے باز نہ آئے تو اسکی بیوی اس سے خلع کر سکتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (۷) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۱۶ر ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۶ (۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۴

(۳) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۵۲۰ (۴) سورۃ الفتح، آیت: ۹

(۵) الفتاوی التاتارخانیہ، ج: ۲، ص: ۳۸۹ (٦) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۲۷۲ (۷) سورۃ البقرہ آیت / ۲۲۹

مرگی کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئله از: محمد ارشد برکاتی علیمی امرڈوبھا، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
ایک شخص نے مرگی کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیا تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ڈاکٹر حضرات کی تحقیق اور مشاہدے سے معلوم ہے کہ مرگی آنے کی حالت میں آدمی کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور اسے کچھ بولنے کہنے کی بھی طاقت نہیں رہ جاتی ہے، آدمی ایسی حالت میں اگر کچھ بولے اور کوئی بات کہے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل (۱)
لہٰذا مرگی کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے:
"ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والمدهوش هکذا فی فتح القدیر وکذا لک المعتوہ لا یقع طلاقه ایضا و هذا اذا کان فی حالة العته اھ"(۲)
اور فتاوی رضویہ میں ہے: "عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں کیا زبان سے نکلتا ہے تو بے شک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۱۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۸۴
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، ج: ۱، ص: ۳۵۳
(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰

جو بغیر حلالہ عورت کو اپنے پاس رکھے اس سے دینی اور دنیوی تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ : از عبدالکریم، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دی۔ زید کو چاہئے تھا کہ حلالہ کرائے لیکن اس نے بلا حلالہ ہندہ کو رکھ لیا ہے اور اس سے اپنی بیوی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور اس کے گھر والوں کے ساتھ دینی اور دنیوی تعلقات نیز زید کے یہاں کھانا پینا از روئے شرع کیسا ہے اور زید کے گھر میلاد خوانی کے لئے جانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید سخت گنہ گار، ظالم، جفا کار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ اس عورت سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس کے یہاں کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا جملہ تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ زید کے گھر والے جو اس کے ساتھ رہتے، سہتے، کھاتے پیتے ہیں ان پر بھی علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے ورنہ ان سے بھی تمام تعلقات ختم کر دیئے جائیں اور ان سب کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

زید کے گھر میلاد خوانی کے لئے بھی ہرگز نہ جائیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: ﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/۲/۱۴۲۰ھ

لفظ 'طلاق' ایک مرتبہ اور 'دیتا ہوں' چھ مرتبہ کہنے سے کون سی طلاق واقع ہوگی

مسئلہ از: منور حسین، مقام بھنگر ا ایرانی، پوسٹ لوکی، بڑا دودھارا ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید۔ نے اپنی بیوی کو کہا کہ "جا میں تجھے طلاق دیتا ہوں" لفظ طلاق ایک مرتبہ زبان سے ادا کیا اور دیتا ہوں کا جملہ چھ مرتبہ کہا تو کیا ایسی صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی کہ نہیں؟ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بیان فرمائیں۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی وہ عورت اب زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی ہے، ایک مرتبہ لفظ طلاق دیتا ہوں کہہ کر چھ مرتبہ "دیتا ہوں" کا لفظ ادا کرنے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "اگر واقع میں "تین باردی" کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱رشعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد بیوی کے ساتھ مثل سابق زندگی گزارنا چاہے تو کیا کرے؟

مسئلہ: از حمید اللہ، مقام انئی، پوسٹ بکھولی، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیوی سے کہا جہان کی بیٹی کو میں نے طلاق دیا، یہ جملہ دو بار کہا۔ اب زید مثل سابق زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ کیا کرے؟ واضح ہو کہ زید کے خسر کا نام جہان ہے اور واقعۂ مذکورہ کو ابھی ۲۲ یوم ہوئے ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اگر زید چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے۔ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کر لے۔ اور اگر زید اپنی مطلقہ رجعیہ سے عدت گزرنے سے پہلے ہمبستری کر لے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے تو بھی رجعت ثابت ہو جائے گی۔

اور اگر عدت کے اندر رجعت نہ کیا تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۵۹

نہیں۔ھکذا فی فتاوی فیض الرسول. (۱)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمس الدین قادری چشتی عفی عنہ، محلہ بارہ گدی، قصبہ مہنداول، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اتنا کافی شراب پی رکھی تھی کہ شراب کے نشہ میں بدمست تھا اور اسی بدمستی میں اپنی بیوی ہندہ سے سوالیہ جملہ میں کہا ''کیا میں تم کو طلاق دے دوں'' دو مرتبہ کہا، بیوی خاموش روتی رہی کچھ نہیں بولی، یہ مکان کے اندر کی بات ہے جس کے گواہ گھر کے سبھی افراد ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ دیر کے بعد گرتے پڑتے نشہ کی حالت میں باہر اپنے دروازہ پر آیا اور کہا کہ اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو طلاق، طلاق، طلاق، متعدد بار کہا۔ پڑوس کے لوگوں نے سنا جن کا بیان الگ الگ حسب ذیل ہے۔

(۱) محمد رضا عرف زنگی نے کہا کہ صرف طلاق طلاق چلاتے رہے کئی بار۔

(۲) صغیر النساء زوجہ محمد ایوب نے کہا کہ باہر آنے کے بعد ایک مرتبہ کہا کہ طلاق دے رہا ہوں اور لفظ طلاق کئی بار کہتے رہے، یہ بھی کہا کہ زید بے تحاشہ شراب پئے ہوا تھا اور نشہ کی گہری کیفیت میں طلاق، طلاق کا نام لے رہا تھا۔

زید کا بیان صبح نشہ اترنے کے بعد یہ ہے کہ میں کیوں طلاق دوں گا میری قطعی نیت طلاق کی نہیں ہے، رہا نشہ میں تو مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا، مجھے مطلق ہوش وحواس نہیں تھا، جواب طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق، رجعی یا بائن یا مغلظہ، بینوا توجروا۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں زید نے نشے کی حالت میں جب گھر سے باہر نکل کر یہ کہا کہ ''اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو طلاق، طلاق طلاق''، اس جملہ سے اس کی بیوی ہندہ پر تین طلاق پڑ گئیں اور وہ مغلظہ ہو کر زید کے نکاح سے اس طرح نکل گئی کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز وحلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص: ۱۶۰

بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۱)

رہ گئی یہ بات کہ نشہ کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس بجانہیں تھے تو ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

فقہائے کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اس سلسلے میں تصریح فرمائی ہے کہ خود سے تاڑی یا شراب پینے سے نشہ ہوا تو ایسے شخص کی طلاق واقع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:"حالت نشہ کی طلاق واقع ہے"(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"وطلاق السكران واقع اذا سكر من الخمر والنبيذ و هو مذهب اصحابنا كذا في المحيط"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ

خط کے ذریعہ طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: معین الدین، موضع پرسابزرگ، پوسٹ پکھربھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید نے خط کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دیا، اس کا مضمون اس طرح ہے:

خط زید کی طرف سے جارہا ہے پورے گھر والوں کو میرا اسلام عرض ہو، آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے پاس خط بھیجا تھا، آپ اس کا کوئی نتیجہ نکالیں، جو میں چاہتا ہوں آپ کو معلوم ہے۔ میں سوچ سمجھ کر جو کرنا تھا کر دیا، میں یہ آخری خط دے رہا ہوں، آپ نہیں آئیں گے تو میں مجبور ہو کر (خلیقن) کو بائن دے رہا ہوں میں طلاق طلاق طلاق آپ اپنا دیکھیں میں اپنا دیکھ رہا ہوں۔

نوٹ: اس خط میں جو خلیقن لکھا گیا ہے تو زید نے خلیقن اپنی بیوی کا نام سمجھ کر لکھا ہے جب کہ زید کی عورت کا نام سلیقن ہے اور جب یہ خط لکھا گیا تو عورت حمل سے تھی اور یہ بات دو سال پہلے کی ہے تب سے وہ عورت اپنے میکے میں ہے۔

اب زید اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی آنا چاہتی ہے، علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ زید کا طلاق ہوا کہ نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۵۴

(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ زید نے اگر چہ نام غلط لکھا مگر مراد اپنی بیوی کو ہی لیا ہے اس لئے حکم طلاق نافذ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "اذا سمی بغیر اسمھا و لانیۃ لہ فی طلاق امرأتہ فان نوی طلاق امرأتہ فی ھذہ الوجوہ طلقت امرأتہ کذا فی الذخیرۃ" (۱) اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۰۵ پر امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور حالت حمل میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ کما فی عامۃ الکتب الفقھیۃ.

اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو وہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اب وہ شوہر بعد وطی طلاق دے پھر عورت عدت کے دن گزارنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ — ۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

شادی کے بعد جو بیوی کو نہ لائے اور نہ ہی طلاق دے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از عبدالواحد انصاری مقام و پوسٹ رنگر اضلع سیتا مڑھی بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے شادی کیا اور اس کے چار روز بعد لڑکی اپنے میکے چلی گئی تو زید کے دل میں کچھ فطور پیدا ہوا اور وہ کہنے لگا کہ میں اس لڑکی کو نہ ہی بلا کر اپنے گھر لاؤں گا اور نہ ہی اس کو طلاق دوں گا یوں ہی اس لڑکی کی زندگی گزار دوں گا تا کہ وہ کسی قابل نہ رہے۔ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر واقعی اس طرح کی حرکت کر رہا ہے تو وہ ظالم و جفا کار اور گناہ گار ہے بیوی کو صحیح ڈھنگ سے نہ رکھنا اور اسے طلاق بھی نہ دینا حرام و گناہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (۲) زید پر لازم ہے کہ وہ یا تو اس لڑکی کو لے آئے یا طلاق دے دے اور اگر نہ اسے لے آتا ہے نہ طلاق دیتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے طلاق

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۳۵۸

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۲۹

دینے یا نے جانے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے اور کوئی وجہ معقول بھی نہ بیان کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں کہ وہ ظالم وستم گر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) اور لڑکی تو بہر صورت طلاق حاصل کئے بغیر یا قاضی شریعت کے ذریعہ فسخ نکاح کے بغیر دوسرا نکاح ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی ہے۔
هکذا فی فتاوی فیض الرسول۔(۲) للفقیه الملة المفتی جلال الدین احمد الامجدی علیه الرحمة.
واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

صح الجواب: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ
صح الجواب: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے سنت کے طریقہ پر تین طلاق پھر پہلے طہر میں رجعت کرلے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا مقام رام نگر ضلع سیتا مڑھی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا تجھے تین طلاق سنت کے طریقہ پر پھر زید نے پہلے ہی طہر میں رجعت کرلیا تو اب اس کے بعد والے دو طلاق واقع ہوں گے یا نہیں جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی پر رجعت کے بعد بھی دونوں طلاق واقع ہوجائیں گی چنانچہ درمختار میں ہے:
"قال لموطوءة وهي حال كونها ممن تحيض انت طالق ثلاثا او اثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة و تقع اولاها في طهر و طئ فيه(۲) یعنی کسی نے موطوءہ بیوی کو سنت کے مطابق دو یا تین طلاق دیں تو اگر عورت کو حیض آتا ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی جس میں پہلی طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی جس میں مرد نے بیوی سے وطی نہ کی ہو۔
اور حضرت فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: موطوءہ سے کہا تجھے سنت کے موافق دو یا تین طلاقیں اگر اسے حیض آتا ہے تو ہر طہر میں ایک واقع ہوگی۔" (۳)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸
(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۳۴،
(۳) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۴۳۷،
(۴) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۶،

اور حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اس طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''اگر بالفرض رجعت بھی ہو جاتی تو وہ تین طلاقیں تین طہر میں بہر حال واقع ہوں گی'' (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/۶/۱۴۲۱ھ

کیا حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شمشاد برکاتی جماعت ثانیہ، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے جوان پڑھ گنوار ہے۔ شراب پی کر نشے کی حالت میں اپنی بیوی ہندہ کو جو گھر پر موجود نہیں تھی اس کا نام لے کر کئی مرتبہ طلاق کا لفظ دہرایا جب ہندہ کے گھر والوں کو لوگوں کے ذریعہ یہ اطلاع ملی تو ہندہ کے بھائی عمر نے اپنی بہن ہندہ سے جو ابھی زید کے پاس رہ رہی ہے فون کے ذریعہ پوچھا کہ کیا زید نے آپ کو طلاق طلاق کئی مرتبہ کہا ہے؟ تو ہندہ نے جواب میں کہا ہاں انہوں نے مجھے کئی مرتبہ طلاق طلاق کہا ہے اور جب خود زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے نہیں معلوم میں نے کہا ہے یا نہیں کہا ہے۔ حالاں کہ محلے کی ایک عورت نے کہا کہ خود سنا ہے زید نے ہندہ کا نام لے کر طلاق کا لفظ دہرایا ہے نشے کی حالت میں تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کون سی طلاق ہوگی۔ تفصیل سے تحریر فرمائیں اور نیز یہ بھی حکم تحریر فرمائیں کہ اب وہ رشتہ قائم رکھنے کے لئے کیا کرے۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

نشہ کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''و طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر والنبیذ هو مذهب اصحابنا رحمهم الله تعالى كذا في المحيط'' (۲)

لہٰذا زید نے اگر واقعی تین مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو تین طلاق مغلظہ ہو گئی اور بیوی زید کے لئے حرام ہو گئی۔ اگر اسے رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گزارنے کے بعد کسی مرد سے نکاح صحیح کرے اور یہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری بھی کرے پھر اس شوہر کی موت یا طلاق کے بعد عدت

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۲۳۳

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۳۵۳

گزار کر زید سے نکاح کرے۔ ھکذا فی کتب الفقہ والفتاوی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

غصہ میں، حالت حیض میں، ایک مجلس میں یونہی فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال، ایم، پی

بخدمت شریف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیگر احوال یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگا۔

سوال (۱) مرد نے غصہ کی حالت میں دو گواہوں کے سامنے عورت کو تین طلاق دے دی تو کیا عورت کو طلاق ہوگئی؟

سوال (۲) عورت حاملہ ہے مرد نے طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۳) عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہے مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۴) مرد شرابی ہے شراب کے نشے میں مرد نے اپنی عورت سے کہا جا میں نے تجھے طلاق دی طلاق دی طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۵) مرد نے ایک ہی نشست میں اپنی عورت کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا تو اس سے ایک طلاق ہوئی یا تین طلاقیں ہوئیں۔

سوال (۶) مرد نے اپنی بیوی کو زبان سے تین طلاقیں دیں لیکن خط میں اس کو لکھ کر نہیں دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۷) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن کوئی مرد یا عورت گواہ نہیں ہے تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۸) مرد نے اپنی بیوی کو ٹیلی فون پر تین بار کہا کہ جا میں نے تجھے طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۹) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن بیوی نے نہیں سنا اور نہ کوئی گواہ ہے تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۰) طلاق دیتے وقت عورت مرد کے علاوہ کوئی گواہ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۱۱) مرد نے نابالغ بچے کے سامنے عورت کو طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۲) ایک عورت ۱۵ سال سے اپنے میکے میں بیٹھی ہے مرد نے طلاق نہیں دی ہے نہ اس کا طلاق دینے کا ارادہ ہے ایسی حالت میں عورت کیا دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے اسی طرح کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "صورت مذکورہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں۔ عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے درمختار میں ہے: "وحل طلاقھن ای الاٰئسة والصغیرة والحامل"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر دے گا تو واقع ہوجائے گی یوں ہی نفاس میں بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "طلاق الکسران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ و ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایک مجلس میں تین طلاق دینا ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے دیا تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔ کما فی عامة الکتب الفقھیہ. واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) لکھنا کوئی ضروری نہیں ہے زبان سے طلاق دی تو ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) وقوع طلاق کے لئے گواہ شرط نہیں لہٰذا بغیر گواہ کے بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) بذریعہ ٹیلی فون طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی جب کہ شوہر اس کا اقرار کرے ورنہ نہیں کہ النغمة تشبه النغمة الصوت يشبه الصوت. واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) بیوی نہ بھی سنے اگر شوہر نے طلاق دی ہے تو واقع ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) جواب نمبر ۷ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) واقع ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) جب تک شوہر طلاق نہ دے اس وقت اس عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے۔ قال اللہ

---

(۱) الفتاوىٰ الرضويه، ج ۵، ص: ۵۲۶

(۲) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۱۹

(۳) الفتاوى العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۳۳۱

تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: شاہدہ بی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ عرض گزارش یہ ہے کہ میں شاہدہ بی منور خاں آپ حضرات سے درخواست کرتی ہوں کہ گھر میں میرے اور میرے شوہر کے بیچ نا اتفاقیاں آتی ہیں وہ ناانصافیاں ایسی ہیں کہ شریعت میرے خیال سے بہت جگہ رکھتی ہے اس لئے مجھ ناچیز کو آپ حضرات عالموں کی رائے لے کر بتائیں کہ ہم کس جگہ (میاں اور بیوی) رہیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی جو ہمیں اس سوال کا صحیح جواب دے کر ہمیں گمراہ ہونے سے بچائیں۔

بات یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے اس مثنیٰ کو دو سال ہوئے طلاق دیئے ہوئے اب وہ پھر بھی ہمیشہ آکر مجھے تکلیف دیتا ہے بار بار گھر پہ آکر میری کوئی گھریلو چیز توڑ پھوڑ کر جاتا ہے اور کبھی کبھار مجھے مار بھی لیا ہے طلاق دینے کی وجہ سے گھریلو جھگڑے میرے اور میرے دو لڑکے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک جھگڑتے جھگڑتے اپنے جوش میں میرے دونوں لڑکوں کے ایک حافظ بھی میرے گھر میں رہتے تھے ان کے سامنے کئی بار طلاق کی بولی نکالی ہے اس کے باوجود میرے مابین رہا اور ایک ہی گھر میں رہنے بسنے لگے۔ اس کے باوجود پھر بھی ہر روز جھگڑتے رہتا تھا طلاق کی بولی بار بار نکالتا تھا کئی بار میرے بچوں نے بھی سنی اور جو ہمارے گھر پر میرے لڑکوں کے دوست حافظ جی رہتے تھے وہ بھی سنے ہیں اس کے باوجود میری بھاوج بھی اس بات کو آمنے سامنے سنی ہیں۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد کیا میں اس کے ساتھ رہ سکتی ہوں خدا کے لئے اس کا جلد سے جلد جواب دیں۔ آپ حضرات کی عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر یہ بیان سچ اور صحیح ہے تو آپ پر طلاق پڑ گئی۔ اب اگر آپ کے شوہر نے دو مرتبہ تک دی تھی اور پھر اپنے قول یا فعل سے رجعت نہیں کی حتی کہ عدت بھی ختم ہوگئی تو آپ اس کے نکاح سے بالکل نکل گئیں اور بغیر نکاح جدید کے اس کے ساتھ رہنا حرام ہے اور اگر اس نے تین طلاق دی تھی تو آپ پر طلاق مغلظہ واقع

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

ہوگئی اب بغیر حلالہ شوہر اول کے ساتھ آپ کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا ہے نہ آپ اس کے ساتھ رہ سکتی ہیں جب تک کہ نکاح جدید نہ ہو جائے۔لقولہ تعالیٰ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کو طلاق کے الفاظ سننا ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبید اللہ بن عبد اللہ نقشبندی، موڑالہ ضلع سابر کانٹھا گجرات

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ کو فون پر طلاق دی اور تین مرتبہ لفظ طلاق کہا اور اس کے بعد بھی رشتہ داروں کے سامنے اپنی ماں کے سر پر ہاتھ رکھ کر زید نے کہا میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور بازار و چوراہوں پر بھی کئی لوگوں سے زید نے کہا کہ لوگ تین طلاق دیتے ہیں میں نے چھ طلاق دی اور لڑکی یعنی ہندہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے فون پر نہیں سنا تو اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع کیا ہوگا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں انتہائی کرم ونوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زوجہ یا کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں ہے بس شوہر کا اپنی زبان سے الفاظ طلاق کا اتنی آواز سے کہنا ضروری ہے جو شوہر کے کان تک پہنچنے کے قابل ہو ایسا ہی درمختار کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۶۱۹، پر مرقوم ہے۔لہٰذا صورت مذکورہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اب وہ زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی ہے۔قال اللہ تعالیٰ ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے تحریر ضروری ہے؟

مسئلہ از: محمد زین العابدین نظامی، مقام بکھریا، ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے دو سال قبل قطع تعلق کر لیا ہندہ جب میکے آئی تو اس کے میکے والے جب زید کے گھر پہنچے اس سے پوچھ تاچھ کی تو زید نے برجستہ کہا کہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ اس کو میں نہیں رکھوں گا لیکن زید نے کوئی تحریر نہیں دی ہے اور زید نے دو سال سے اب تک خیریت حالات نہیں لی اب ہندہ کے میکے والے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روسے واضح طور پر جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے تحریر ضروری نہیں ہے لہٰذا اگر واقعی زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی ہے تو ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی عدت گزر جانے کے بعد کسی بھی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا ڈرانے کے لیے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: عبید الرحمٰن، بستی، یوپی

زید کی بیوی نے مسلسل تین دن جھگڑا کیا۔ زید کے گھر والوں نے فون کر کے زید سے کہا کہ تمہاری بیوی لڑائی کر رہی ہے زید کو غصہ آ گیا وہ اپنی بیوی کو ڈرانے کے لئے ہندہ کے گھر والوں سے کہا کہ تمہاری بیٹی ہندہ مسلسل تین دن سے جھگڑا کر رہی ہے میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ ہندہ کے گھر والے آئے اور ہندہ کو لے کر چلے گئے اور کہہ رہے ہیں کہ ہندہ کو طلاق ہوگئی جبکہ زید نے ایسا کیا تو صرف ڈرانے کے لئے نہ کہ چھوڑنے کے لئے مجھے بتائیے کیا ہندہ کی طلاق ہوگئی۔ شریعت قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی ڈرانے دھمکانے کی نیت سے دیا ہو یا کسی اور نیت سے کہا ہو کیونکہ صریح

طلاق کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ درمختار میں ہے: "صریحه كالت طالق يقع بهاوان نوى خلافها اولم ينو شيئا" (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "طلاق جب بھی دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے۔ ان سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے۔ (۲)

پھر اگر صرف ایک مرتبہ طلاق دیا ہے جیسا کہ سوال نامہ میں تحریر ہے تو طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر بغیر نکاح اور بعد عدت نکاح جدید کر کے رکھ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا ڈرا دھمکا کر طلاق لینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: شاہ محمد، مقام زہریا، پوسٹ: حسین نگر گھر گورپور، ضلع گونڈا (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی تھی اور ہندہ سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے پھر بعد میں زید نے زینب سے نکاح کیا اور اس کے بعد ہندہ اور اس کے بچوں کا خرچ نہیں دیتا اور نہ ہی حق زوجیت ادا کرتا ہے۔ ہندہ کا خرچ اس کا باپ چلاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نہ ہندہ کو طلاق دے رہا ہے اور نہ ہی اس کو اپنی زوجیت میں رکھ رہا ہے تو کیا کورٹ کے ذریعہ جبراً اس کو کورٹ میں لے جا کر طلاق دلوائی جائے تو کیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ نیز زید نے ہندہ کے نام کئی لاکھ کی زمین بیعنامہ کر دی تھی تو بعد طلاق کیا ہندہ پر زمین کا لوٹانا ہے کہ نہیں۔ اگر نہ لوٹائے تو شرعاً مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ نیز عورت کا کہنا ہے کہ زید ایک دن گھر آیا اور اس نے اس وقت دو طلاق دیے جب کہ گھر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا مگر زید انکار کر رہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور عورت قسم کھاتی ہے کہ دو طلاق دیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو کیا شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

---

(۱) الدر المختار، کتاب الطلاق، ج:۴، ص: ۴۳۹

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کو کورٹ میں لے جا کر ڈرا دھمکا کر طلاق دلوانے سے بھی طلاق ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: "طلاق المکرہ واقع" (۱) درمختار میں ہے: " ویقع طلاق کل زوج ولو مکرھا" (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "طلاق اگر زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو جائے گی" (۳)

اور زید نے جوزمین ہندہ کے نام بیعنامہ کی وہ ہندہ کے لئے ہبہ ہے۔ اگر ہندہ کا اس پر قبضہ حاصل ہو گیا تو وہ زمین ہندہ کی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "بیعنامہ زوجہ کے نام لکھانا زوجہ کے لئے ہبہ ہے کہ بے قبضہ تمام نہیں ہوسکتا" (۴)

اور جب وہ زمین ہندہ کی ہوئی تو طلاق کے بعد زید کو نہ لوٹانے میں شرعا کوئی مواخذہ نہیں اور اگر زید نے واقعی طلاق دی ہے اور ہندہ کو یقین ہے کہ زید نے اسے طلاق دی ہے مگر گواہ نہیں اور زید انکار کرتا ہے تو عورت کی قسم فضول ہے مگر پھر بھی اس پر لازم ہے کہ جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارا حاصل کرے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

حرام کار عورت کو طلاق دے یا کیا کرے؟

مسئلہ از: محمد اورنگ زیب، سسواری ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ اپنے سسرال میں ہے اور اس کا شوہر پردیس میں وہاں سے اس کا شوہر ہندہ سے کہا آپ جو شریعت کے خلاف قدم اٹھا رہی ہیں اور یہ زنا کے قریب ہے۔ لہٰذا آپ غلط حرکت سے باز آجاؤ تو ہندہ نے اس بات سے صاف انکار کر دیا اور کہتی ہے ایسا کچھ بھی نہیں جو آپ سوچ رہے ہیں تو شوہر اتنا سن کر پردیس سے واپس آ گیا اور اپنی بیوی سے کہا آپ صحیح بتائیے کہ آپ نے جس سے زنا کیا ہے وہ اس حرکت کو قبول کر لیا ہے اور کہا میں نے ایسا کیا ہے اتنا سن کر ہندہ شرمندہ ہو کر اس نازیبا

(۱) الھدایۃ، ج:۲، ص:۳۵۸

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۲، ص:۴۲۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ: ج:۵، ص:۶۳۲

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۸، ص:۱۰۰

حرکت کو قبول کرلی اور کہا میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ اس صورت میں شوہر کیا کرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حرام کار عورت کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ طلاق دینا مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: "بـــل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلاۃ غایۃ(۱)

ردالمحتار میں ہے: "الظاھر ان ترک الفرائض غیر الصلوۃ کالصلوۃ۔"(۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "چوں فسق وارتکاب چیزے ازمحرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد"(۳)

البتہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں ہے تو شوہر کو اختیار ہے وہ رکھے یا طلاق دے دے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اما واجب نیست اگر شوئے وادن نخواہد ہد فی الدر المختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ"(۴) لہٰذا ہندہ کا شوہر اگر چاہے تو اسے رکھے یا طلاق دے دے دونوں کا اختیار ہے ہاں طلاق دے دینا بہتر ہے واللــه تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ر جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ

طلاق دینے میں شک ہو تو

مسئلہ از: قریش احمد صدیقی۔

حضور کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ پر کہ زید نے اپنی بیوی 'کنیز' کو غصہ میں ایک سادے کاغذ پر طلاق لکھ کر دے دیا اور کہا کہ جاؤ تمہارے گھر والے اچھی جگہ تمہاری شادی کردیں گے۔ کنیز جاہل تھی اس لئے وہ کاغذ لے کر ایک نابالغ بچی کے پاس گئی اور اس سے پڑھوایا کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو اس نے طلاق ہی بتایا۔ تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا دونوں لوگ شوہر اور بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید پوچھنے پر کہتا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے لیکن اس کی بات سے لگتا ہے کہ اس نے طلاق لکھ دیا ہے کنیز نے اسی دن وہ کاغذ کا ٹکڑا پھینک دیا۔ آج اس کو شوہر کے ساتھ رہنے

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۱۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۹۹

(۴) حوالہ سابق

کی غلطی کرنے کا احساس ہورہا ہے اس کے بعد اگر بچہ پیدا ہوا ہو یا دونوں کا ساتھ میں رہنا کیسا ہے۔ دونوں کو یہ بھی یاد نہیں کہ طلاق کتنی بار لکھا گیا تھا برائے کرم تحریر فرما کر مہربانی کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید اس طلاق نامہ سے مطلقاً انکار نہیں کرتا ہے اور کنیز کو اعتماد وثوق ہے کہ زید نے اسے طلاق لکھ کر دیا ہے تو وہ اس تحریر پر عمل کرسکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وہ انکار نہ کرے اس پر کاربند ہو سکتی ہے۔"(۱)

رہی یہ بات کہ کتنی بار طلاق واقع ہوگی اس میں تفصیل ہے اگر اس میں شک ہے کہ ایک دی ہے یا زیادہ تو قضاءً ایک طلاق کا حکم ہوگا اور اگر کسی طرف گمان غالب ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا چنانچہ امام اجل علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل" (۲) اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "ای کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکبر ظنہ."(۳)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں اگر اس میں شک ہے کہ ایک ہے یا زیادہ تو قضاء ایک ہے دیانۃً زیادہ اور اگر کسی طرف غالب گمان ہے تو اس کا اعتبار ہے۔"(۴)

صورت مذکورہ میں اگر کنیز یا زید کو شک ہے کہ ایک مرتبہ طلاق لکھا تھا یا زیادہ تو ایک طلاق مانی جائے گی اور جب عدت کے اندر زید و کنیز میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو رجعت ثابت ہوگئی اور دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے۔

اور اگر ظن غالب یہ ہے کہ ایک طلاق سے زیادہ لکھا تھا تو اگر دو طلاق کا غالب گمان ہے تو دو طلاق ہوگی اور ایسی صورت میں اگر عدت کے اندر دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو بھی رجعت ہوگئی اور اگر عدت کے اندر پہلی اور دوسری صورت میں رجعت نہیں ہوئی تھی تو کنیز زید کے نکاح سے نکل گئی اور پھر جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب ناجائز و حرام ہوئے اگر اولاد ہوئی تو حرام کی ہوئی۔ دونوں پر لازم ہوگا کہ فوراً جدا ہو جائیں اور صدق دل سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ کریں پھر اگر ساتھ رہنا چاہیں تو جدید مہر پر نکاح کر کے رہ سکتے ہیں اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ تین طلاق لکھا تھا تو اب طلاق مغلظہ ہوگئی اور اس درمیان جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب حرام و گناہ ہوئے اگر بچے

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۱۵۶

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۴

(۳) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۵۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۸

ہوئے تو ولد الحرام ہوئے۔ زید و کنیز پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور توبہ و استغفار کریں پھر اگر دونوں ساتھ رہنا چاہیں تو حلالہ کرنے کے بعد جدید نکاح کر کے رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ر جمادی الاخرہ ۱۴۳۱ھ

کیا وکیل کے طلاق لکھ دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: امام سعید تیواری پور، پوسٹ بمیلا ہنڈیا ضلع الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی بیوی ہندہ نے بغیر زید کی اجازت کے زید کے روپئے کو اپنے بھائیوں کو دے دیا اور ہندہ کے بھائیوں نے جو روپیہ اپنی بہن سے لیا ان روپیوں کو واپس نہیں دیا جس کی وجہ سے زید اور ہندہ میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا۔ بات اتنی بڑھ گئی کہ بات طلاق تک آ پہنچی لوگ اس معاملہ کو لے کر تحصیل کے ایک وکیل کے پاس گئے اور وکیل نے طلاق نامہ ایک اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا لیکن زید نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا اور نہ ہی وکیل کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کئے۔

اب لوگوں کا یہ کہنا کہ وکیل نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے اس لئے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بغیر طلاق کا لفظ زبان سے نکالے ہوئے اور بغیر طلاق نامہ پر دستخط کئے ہوئے کیا طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے صراحتاً یا دلالۃً کسی طرح سے بھی طلاق نامہ پر اپنی اجازت ظاہر نہ کی تو محض وکیل کے لکھنے سے زید کی بیوی پر طلاق ہرگز نہیں پڑے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے اور فرمان رسول پاک ہے:" الطلاق لمن اخذ بالساق" (۲) طلاق کا حق شوہر کو ہے۔ واللہ اعلم

الجواب حق وصواب: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ر ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

(۲) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۲

بیوی طلاق کا دعویٰ کرے اور شوہر انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے پنچایت میں دعویٰ کیا کہ میرے شوہر بکر نے مجھے دو سال قبل طلاق دے دی ہے جب کہ اس کے شوہر سے پوچھا گیا تو وہ جواب دیا ایسی کوئی بات میں نے نہیں کہی میں قسم کھانے کو تیار ہوں اور ہندہ کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے مہربانی مفصل جواب عطا فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگا۔ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب تک دو عادل گواہوں کے ذریعہ ہندہ کو اس کے شوہر بکر کا طلاق دینا متحقق اور ثابت نہ ہو جائے صرف ہندہ کے بیان سے عندالشرع طلاق ثابت نہ ہوگی ہاں اگر بکر نے واقع میں طلاق دی ہے اور اب جھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب وگناہ اس پر ہے البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے تو وہ ہر ممکن کوشش سے چھٹکارہ حاصل کرے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ(۱) میں رقم فرمایا ہے۔: **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

شوہر کو اگر مرگی آتی ہو تو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ آس محمد مدرسہ اہل سنت انوار العلوم پوسٹ: کونہرا تیگوڑیا ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ خالد جس کی شادی تقریباً تین سال پہلے ہوئی جس کو مرگی کی بیماری ہے جو سال میں کبھی کبھار ہوتی ہے۔ اب لڑکی والے خاص کر اس کا بڑا بھائی طلاق لینے پر بڑا زور دے رہا ہے لڑکی بھی آنے کے لئے راضی تھی لیکن ادھر تقریباً تین مہینے سے آنے سے انکار کر رہی ہے اس لئے کہ اس کا بڑا بھائی کہتا ہے کہ اگر کچھ ہو جائے تو ہم لوگ ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں لڑکے پر طلاق دینا ضروری یا لڑکی والوں کا طلاق کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۶۶۴

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر خالد اپنی بیوی سے صحبت کرسکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قدرت رکھتا ہے تو اس پر طلاق دینا ضروری نہیں اور عورت اس سے جدائی اختیار نہیں کرسکتی ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "لا یخیر احدالزوجین بعیب الآخر و لوفا حشا کجنون و جذام و برص اھ"(۱)

یعنی زن وشوہر میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی بنا پر مثلاً کوڑھ برص دیوانگی وغیرہ فسخ کا اختیار نہیں ہے، اور لڑکی کے گھر والوں کا مطالبہ طلاق درست نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا" (۲) یعنی ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب حق وصواب: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رر جب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا شوہر جس وقت طلاق کا اقرار کرے اس وقت سے طلاق کا حکم ہوگا؟

مسئلہ از: محمد بشیر گندھریا فیض بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ شاکرہ یوپی کی رہنے والی کی شادی ممبئی مہاراشٹر میں ہوئی۔ شاکرہ اپنی سسرال میں سخت بیمار پڑی اس کے گھر والوں کی توجہ نہ کرنے کی وجہ سے شاکرہ نے اپنے دادا کو بلوایا جنھوں نے ممبئی پہنچ کر حسب استطاعت بھرپور علاج کروایا بعدہ شاکرہ کے گھر والوں اور میکے والوں کے درمیان شاکرہ کے دوا علاج کے سلسلے میں سخت تکرار ہوئی اور شاکرہ اپنے میکے والوں کے ساتھ میکے آگئی۔ بعدہ میکے والوں نے شاکرہ کی سسرال والوں پر خرچ کا دعویٰ کردیا۔ تقریباً تین سال ہوئے اور اب تک مقدمہ چل رہا ہے۔ خرچ دینے سے بچت کے لئے شاکرہ کے مقدمے میں جواب لگایا ہے کہ "مخالف پارٹی" کے ذریعہ فروری ۲۰۰۶ء میں ہی تین طلاق دے دیا ہے اور تب سے وہ طلاق شدہ ہے۔

صورت مذکورہ بالا میں طلاق پڑی کہ نہیں اور اگر طلاق پڑ گئی تو ۲۰۰۶ء سے طلاق پڑی یا جواب لگانے کی تاریخ میں طلاق پڑی، ساتھ میں اس کے جواب کا فوٹو کاپی اور خاص جملوں کی تفصیل بھی حاضر ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۵۹۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۲۹۶

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شاکرہ کے شوہر نے جس وقت طلاق کا اقرار کیا اس وقت سے طلاق واقع ہوگی اس کی ذکر کردہ گزشتہ ماہ فروری ۲۰۰۶ء کی مدت کا اعتبار نہیں امام اجل علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوی انها من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتهمة المواضعة" (۱) یعنی اگر گزرے زمانہ میں کسی وقت کی طلاق کا اقرار کیا تو وقت اقرار سے طلاق کا فتویٰ ہے تاکہ زوجین کو ناجائز سمجھوتے کی تہمت نہ لگ سکے۔ شاکرہ کو اقرار طلاق کے وقت تک کا نفقہ دلایا جائے گا اور اس وقت اقرار سے مطلقہ مانی جائے گی اور پھر وقوع طلاق کے وقت سے عدت مکمل ہونے تک کا نفقہ پائے گی۔ البتہ اگر شاکرہ یہ تسلیم کرلے کہ اتنے پہلے طلاق واقع ہوگئی اور عدت گزر چکی ہے تو اب نفقہ واجب نہ ہوگا۔ مگر طلاق بہرحال اقرار طلاق کے وقت سے واقع ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" لو ان رجلا قدمته امرأته الی القاضی فطالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضی کنت طلقتها منذ سنة وانقضت عدتها وجحدت الطلاق لایقبل قوله فان شهدشاهدان بذالک والقاضی لایعرفهما فانه یامره بالنفقة علیها فان عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلث حیض فی هذه السنة فلانفقة لها علیها."(۲)

درمختار میں ہے:"لکن ان کذبته فی الاسناد اوقالت لا ادری وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسکنی وان صدقت فکذالک غیرانه لانفقة ولاسکنی لقبول قولها علی نفسها" (۳) اور ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ (۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲؍ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج:۲، ص:۶۱۰

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۱، ص:۵۵۹

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج:۲، ص:۶۱۰

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۶۰۴

کسی شرط پر طلاق معلق کرنے کا حکم

مسئلہ از: محمد عبداللہ محمد ابوالکلام، اکرپور، سیور بھاگلپور، بہار

اللہ اور اس کے رسول کو حاضر و ناظر جان کر میں محمد حبیب اللہ عرف راجو، محمد احمد اللہ عرف راجا، محمد حمد اللہ عرف جونی، محمد رحمت اللہ عرف جواہر، محمد نعمت اللہ عرف ہیرا یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جب جب اور جہاں کہیں بھی نکاح کریں تو فوراً تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اور آج مورخہ ۲۵/۱۰/۱۰ کے بعد اگر کسی نے ہم لوگوں میں سے کسی سے بھی نکاح کے متعلق دوسرے کسی بھی مضمون پر اگر دستخط کرائے تو وہ بھی والدین کی مرضی و رضامندی کے بغیر غیر معتبر ہوگا۔ ہم لوگ اس پورے مضمون کو خوب اچھی طرح پڑھ اور سمجھ کر اپنی رضامندی کے ثبوت کے لئے دستخط کرتے ہیں۔

(۱) محمد حبیب اللہ (۲) محمد احمد اللہ (۳) محمد حمد اللہ (۴) محمد رحمت اللہ (۵) محمد نعمت اللہ

گواہ: (۱) محمد شاجہاں اشرفی (۲) محمد عبداللہ (۳) احتشاب عالم (۴) محمد سیف اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین کہ پشت پر تحریر کردہ مضمون کو پڑھ سمجھ کر ثبوت کے لئے دستخط کرنے والے لڑکوں میں سے کسی نے اگر اپنی مرضی سے خفیہ شادی کرلی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں ان لڑکوں میں سے جو بھی والدین کی مرضی کے خلاف جب بھی نکاح کرے گا یا نکاح کے لئے اپنا وکیل بنائے گا فوراً طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے **"واذااضافه الی شرط وقع عقیب الشرط"(۱)**

یعنی اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو شرط کے تحقق کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ **واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الهداية، ج:۲، ص:۳۸۳

کیا بغیر اضافت طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: چاند خاں ماستی وارڈ نمبر ۷ تحصیل وضلع کوردھا چھتیس گڑھ

بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

بعد سلام عرض ہے کہ میں چاند خاں ولد شیر خان ساکن کوردھا عمر ۳۲ سال کچھ ماہ قبل ایک ہندو لڑکی ورشا بخشی کے ساتھ اسے مذہب اسلام قبول کرا کر مسلم جماعت کوردھا کے سامنے نکاح کیا۔ اس وقت وہ حمل سے تھی بعد میں لڑکا ہوا ہے، نکاح کے کچھ دنوں بعد اس خاتون کے والد کے ذریعے مسلم پنچایت کے دس پندرہ لوگوں کو لے کر میرے گھر آ کر مجھ سے بحث ومباحثہ کیا جانے لگا، اسی بیچ لڑکی کے والد کے درمیان تکرار اتنی بڑھ گئی کہ غصہ سے میز کو ٹھوکتے ہوئے سامنے بیٹھے ہوئے خاتون کے والد کو ڈرانے کے لئے بولا کہ خدا کو حاضر وناظر جان کر طلاق، طلاق، طلاق ایک سانس میں۔ جس وقت میں یہ لفظ کہا تو اس وقت وہ خاتون اس کمرے کے باہر دروازہ کے پاس کھڑی تھی، میرے ذریعے اس خاتون کی جانب نہ کوئی اشارہ کیا گیا اور نہ ہی میری نیت اس خاتون کو طلاق دینے کی تھی، میں تو صرف اس خاتون کے والد کو جو غیر قوم کا ہے اس کو ڈرا کر تکرار روکنا چاہتا تھا۔

(۱) کیا ایسی حالت میں طلاق مانی جائے گی؟

(۲) اس خاتون اور بچے کو میں اپنے ساتھ رکھ کر باقی زندگی خدائے تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گزارنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ صحیح ومناسب ہوگا یا نہیں؟

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) طلاق واقع ہونے کے لئے اضافت ونسبت ضروری ہے اگر طلاق میں اضافت بالکل نہ ہو نہ لفظ میں نہ نیت میں تو طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "سکران هربت منه امراة فتبعها و لم يظفر بها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال عنيت امراتى يقع و ان لم ينو شيئا لا يقع"(۱)

اور درمختار میں ہے: "لم يقع بعركه الاضافة اليها"(۲)

اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست اگر در دل ہم قصد

(۱) الفتاوى العالمگيرية، ج:۱، ص:۳۸۲

(۲) الدر المختار، ج:۱، ص:۲۲۷

اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست" (۱) اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی صاحب قدس سرہ رقم فرماتے ہیں: "عورت کا نہ نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا کہ اسے طلاق یا تجھ کو طلاق دی تو یہ اضافت سے خالی ہے اور حکم وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، "کما فی الخالیۃ وغیرہ" (۲) اگر آپ کا مذکورہ بیان صحیح ہے کہ نہ عورت کا نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نہ نیت طلاق کی تھی تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مناسب وبہتر ہوگا قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۳) لیکن اگر قبل نکاح آپ نے اس کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھا تھا تو صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

کیا حلالہ میں وطی کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ از: سید ریاض حسین، شاہ بخاری، ساکن سوکڑ درہال، ملکاں، ضلع راجوری، جموں وکشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے عورت کو طلاق دیا، معززین محلہ نے بچوں کا کھانا وغیرہ پکانے کے لئے عورت کو اسی آدمی کے گھر الگ کمرہ دلوایا جس میں وہ رہائش پذیر ہوئی، تقریباً دو سال اسی کمرے میں رہن سہن کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ معززین محلہ نے فیصلہ کیا کہ شریعت مطہرہ کی جانب سے یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ دوبارہ نکاح کے لئے ضروری ہے کہ اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کروایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس عورت کا نکاح ایک دوسرے شخص کے ساتھ کروادیا گیا، جس شخص کے ساتھ نکاح کروایا اس نے عورت کی جانب بیوی کی حیثیت سے توجہ نہیں دی، ایسے ہی طلاق دے دی، اس کا پہلا شوہر معلوم ہونے کے باوجود کہ دوسرا شخص جس کے ساتھ نکاح کروایا تھا اس نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں رکھا، تین سال سے نکاح کرکے بسا رہا ہے۔

(۱) حضور والا سے یہ دریافت کرنا ہے کہ شریعت مطہرہ اس شخص کے لئے کیا حکم صادر ونافذ کرتی ہے جو بغیر حلالہ کے عورت کو گھر بسائے (۲) یہ کہ اس شخص کے لئے شریعت مطہرہ کی طرف سے کیا حکم ہے جس کے ساتھ حلالہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج:۲، ص: ۲۳۲

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۹

کے لئے نکاح کروایا گیا تھا، اس عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا ایسے ہی طلاق دے دی (۳) وہ لوگ جنہوں نے یہ معاملہ معلوم ہونے کے باوجود نکاح کروایا ہے ان کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اور اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا بھی ضروری ہے بغیر وطی ہرگز ہرگز حلالہ صحیح نہیں ہوگا۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۱) اس آیت کریمہ کے تحت جلالین شریف میں ہے: فلاتحل له من بعد الطلقة الثلاثة حتى تنكح تتزوج زوجا غيره ويطأها كما في الحديث رواه الشيخان" (۲) اور علامہ قاضی بیضاوی رقمطراز ہیں: " اتفق الجمهور على انه لابد من الاصابة (اى الوطى) لما روى ان امراة رفاعة قالت (الى قوله) قال عليه السلام لاحتى تذوقى عسيلته ويذوق عسيلتك (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ان كان الطلاق ثلاثالم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا يدخل بهاثم يطلقها او يموت عنها كذا فى الهداية"(۴)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا لازم ہے۔ اگر بغیر وطی طلاق دے دیا تو حلالہ درست نہیں ہوا۔ اور وہ عورت شوہر اول کے لئے ہرگز حلال نہ ہوئی، لہٰذا شخص مذکور کا بغیر حلالہ اس عورت کو اپنے نکاح میں لانا ناجائز وحرام ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو جدا کردے اور اپنی حرام کاری سے باز آکر علانیہ توبہ واستغفار کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور اس کے ساتھ نشست وبرخاست، سلام وکلام سب بند کردیں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۵) والله تعالىٰ اعلم

(۲) شوہر اپنی بیوی کو بے وطی کئے بھی طلاق دے سکتا ہے لہٰذا شخص مذکور پر شرعاً کوئی الزام نہیں ہے۔ والله تعالىٰ اعلم۔

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) تفسیر الجلالین، ص: ۳۵

(۳) التفسیر للبیضاوی، ص: ۱۵۱

(۴) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۴۳۱

(۵) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) وہ سب کے سب زنا کے دلال سخت فاسق وفاجر حرام کار مستحق نار ولائق غضب جبار ہیں۔ ان پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بھی سماجی بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ

طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے

مسئلہ از: شیر محمد موضع تینواں پوسٹ گور ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کا عقد زید سے ہوا اور ہندہ کچھ عرصہ اپنے سسرال میں تھی۔ زید وہندہ کے درمیان نااتفاقی ہوئی جس سے ہندہ اپنے میکے چلی آئی۔ چند دن بعد زید اپنے والد کے ساتھ ہندہ کے گھر آیا اور زید نے ایک پرچہ ہندہ کے والد کو دیا۔ ہندہ کے والد دوسرے آدمی سے پڑھوائے تو اس نے کہا کہ ہندہ کی طلاق لکھی ہوئی ہے تو زید اس وقت چپ تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے اب زید کا کہنا ہے کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دیا ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ اس پرچہ میں کیا لکھا گیا تھا اور زید کا باپ بھی کہہ رہا ہے کہ میں اپنی مرضی سے طلاق نامہ دوسرے آدمی سے لکھوایا ہوں جب کہ اس پرچہ میں تین بار طلاق لکھا ہوا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوئی تو ہندہ ایام عدت پوری کرے گی یا نہیں اور زید کے لئے کس طرح جائز ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر زید نے واقعی اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی اور نہ ہی اس کے کہنے سے اس کے والد نے طلاق نامہ تیار کیا تھا تو محض اس کے والد کے لکھ دینے سے طلاق واقع نہ ہوئی کہ طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف شوہر کو ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) اس لئے زید کو دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

کیا اقرار طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دیا اس وقت اس کا لڑکا، بیوی، بہو موجود تھے زید سے علماء نے پوچھا تو بیان دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ کتنی بار دیا دو بار یا تین بار لڑکا دو طلاق کا بیان دے رہا ہے۔ عورت اور بہو تین طلاق کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ زید سے پوچھا گیا کس کا قول درست ہے تو کہا کہ میری بہو جھوٹ نہیں بول سکتی وہ جو کہہ رہی ہے صحیح ہے میں اس کو درست مانتا ہوں۔ (ہوسکتا ہے دیا ہو) کچھ عرصہ کے بعد بہو نے قرآن مقدس لے کر بیان دیا کہ میں نے ساس کے کہنے سے تین طلاق کہہ دیا تھا میرے خسر نے دو طلاق دی تھی اور لڑکے نے بھی دو طلاق کے بارے میں قرآن مقدس کی قسم کھا کر کہا ایسی صورت میں اب دریافت طلب امر اینکہ:

(۱) زید نے علماء سے جو بہو کی بات کو درست اور صحیح مانا ہے ایسی صورت میں زید کی مدخولہ بیوی پر کونسی طلاق واقع ہوگی؟

(۲) بہو کا پہلے تین طلاق کے بارے میں کہنا کچھ مہینے بعد قرآن مقدس ہاتھ میں لے کر دو طلاق کے بارے میں کہنے سے از روئے شرع بات مانی جائے گی یا نہیں۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں زید نے چوں کہ بہو کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا تو یہ اقرار طلاق ہے لہٰذا اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الفقہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"اقرار سے طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگر چہ عنداللہ طلاق نہ ہو جب کہ جھوٹ کہا ہو کما فی الفتاوی الخیریۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبا:(۱)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں" اگر واقعی اس نے پہلے طلاق دی تھی تو واقع ہوگئی اور اگر پہلے نہ دی تھی اس اقرار سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جانے کا حکم کیا جائے گا۔ اگر چہ اس نے جھوٹ بیان دیا ہو۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰

(۲) فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص:۱۸۱

(۲) مذکورہ بالا جواب سے واضح ہوگیا کہ جب زید نے بہو کے کہنے پر تین طلاق کا اقرار کرلیا تو اب زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ جانے کا ہی حکم ہوگا اس لئے اب بہو کے دو طلاق کہنے سے دو نہیں مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ ؍ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

جو دوستوں سے کہتا پھرے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری غوثیہ مسجد، فتح نگر راوٗ پور ضلع جلگاؤں ایم ایس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ رشتۂ زوجیت میں ہیں مگر زید نے آپسی رنجش وتکرار کی بنیاد پر زبان سے کہہ دیا کہ میں ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق اور دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد کہتا ہے کہ حضرت میں نے غصہ میں دیا تھا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ تفصیل مطلوب ہے۔ غصہ کی وضاحت چاہئے اور صلح کا طریقہ بھی بتائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اگر صرف اتنا کہتا کہ ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "اور اگر وہ (بولا گیا جملہ) دیتے یا دے دیتے ہیں اگر چہ اردو محاورہ کے بالکل خلاف ہے کہ ایسی جگہ یہ لفظ بولا جائے جب بھی طلاق نہ ہوگی۔" (۱)

مگر اس نے بعد میں دوستوں سے طلاق دینے کی بات کی جس سے اقرار طلاق ثابت ہوگیا تو زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الکتب الفقھیۃ اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے غصہ میں دی تھی عذر نہیں ہے کہ طلاق عموماً غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقم فرماتے ہیں "غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتی ہے" (۲)

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۲، ص: ۱۸۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰

ایسا غصہ کہ جس میں غیظ وغضب اس حد کو پہنچ جائے کہ عقل کا زوال ہو جائے اور یہ خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بلاشبہ غصہ کی ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کما هو المذكور في الفتاوى الرضويه.(۱) فقہانے غصہ کی ایسی کیفیت کے متعلق عدم وقوع طلاق کا حکم دیا ہے۔صورت مذکورہ میں اگر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اب حلالہ کرکے رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والماٰب.

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

کیا حاملہ عورت پر طلاق ہو جاتی ہے

مسئله از: عبدالرشید قادری نوری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت کو طلاق دینے سے کیا طلاق ہو جائے گی؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہو جائے گی چنانچہ علامہ حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں:"حل طلاقهن اى الايسة والصغيرة والحامل"(۲)

امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:"حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی۔"(۳)

اور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں:" کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہوگئی۔(۴)

ان تمام اقوال وارشادات سے واضح ہوا کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

صح الجواب: محمد قدرت اللہ الرضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۶۳۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۴۳۴

(۳) احکام شریعت، ج:۲، ص: ۱۶۷

(۴) فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص: ۱۷۴

کیا بذریعہ خط طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد خلیل احمد، جعفر آباد، پوسٹ بڑھا بھٹورہ، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو بذریعہ خط تین طلاق دے دیا اور مزید اس میں لکھا کہ تین مرتبہ تمہیں طلاق قبول ہو اور تین جگہ اپنا دستخط کیا اور تین گواہوں سے دستخط کروایا جن گواہوں میں دو مسلمان اور ایک ہندو بھی تھے، چنانچہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ مدلل ومفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید نے اگر واقعی اپنی بیوی ہندہ کو اس طرح کا خط دیا ہے تو ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو گئی **"لان القلم احدی اللسانین"** اور اب وہ بغیر حلالہ زید کے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہے، البتہ زید نے ایک کافر کو بھی گواہ بنا کر ناجائز وحرام کام کیا، اس پر توبہ لازم ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — **کتبہ:** محمد اختر حسین قادری

۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے کتنی طلاق ہوتی ہے؟

مسئلہ از: حافظ الحسن قادری خلیل آبادی، سنی جامع مسجد، کھیرواڑ، تعلقہ راویر، ضلع جلگاؤں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور زید نے بکر سے اس طلاق کے متعلق مسئلہ پوچھا تو بکر نے ایک طلاق ہونے کا حکم جاری کیا، کیا یہ بکر کا قول درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک مجلس میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ کرام وتابعین عظام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں **"باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد"** میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق ایک دم دے دی تو حضور نے ان تینوں کو نافذ کر دیا کلمات یہ ہیں **"قالت تکلفنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ**

وسلم" (۱) امام اجل محقق بے بدل ابوزکریا نووی شافعی قدس سرہ شرح مسلم شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

"قال الشافعی ومالک وابو حنیفة واحمد و جماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث" (۲)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقمطراز ہیں: "ذهب جمهور الصحابة والتابعین و من بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع الثلث (۳)

ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی۔ بکر کا قول سراسر غلط اور باطل ہے، اس پر عمل کرنا ناجائز و حرام ہے، اس کا قول گمراہی و گمراہ گری ہے، ایسے لوگوں سے مسئلہ معلوم کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم اس مسئلہ کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ازالۂ فریب" میں دیکھیں۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۳ھ

کیا شوہر کے علاوہ کسی اور کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: فاروق حسین ولد خواجہ ولی محمد وانی ساکنہ اسٹیڈیم کالونی بارہ مولہ، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مندرجہ ۶/ ستمبر ۲۰۰۱ء کو میری شادی زبیدہ بنت عبدالعزیز ہٹ ساکنہ لنگمیٹ کے ساتھ ہوئی۔ دس دنوں تک وہ میرے ساتھ میرے گھر پر رہی۔ پھر وہ دس دنوں کے بعد سسرال ایک دعوت پر چلی گئی جس کو ہماری زبان میں (پھر سال) کہتے ہیں۔ اتفاقاً انہیں دونوں میں اس کے گھر پر ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس دوران میں اور میرے گھر والے ان کی تعزیت کے لئے جاتے رہے۔ تیجہ وغیرہ ہونے کے بعد میرے گھر والوں نے میری بیوی کو گھر آنے کے لئے کہا لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا۔ پھر میں نے اپنے محلہ کے خاص افراد کو بھیجا بلانے کے لئے مگر پھر بھی وہ انکار کرتی رہی۔ اور میرے محلہ والوں سے کہا کہ مجھے طلاق دلا دو لیکن میں نے ہر بار طلاق دینے سے انکار کر دیا، اور اب بھی انکار ہی کر رہا ہوں بلکہ اس کو اپنے ہی ساتھ رکھنا چاہتا ہوں پھر بھی اس نے اپنے محلہ کی کمیٹی کو طلاق کے لئے بھیجا لیکن میں نے انکار کیا پھر میں نے اور میرے بہنوئی محمد عبداللہ نے اپنی مسجد کی کمیٹی کو کہا وہ صلح سے گئی ہے اور صلح سے آئے گی اس پر مسجد کمیٹی نے کہا کہ وہ

(۱) سنن ابی ماجه، ص: ۱۴۵

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۴۷۸

(۳) فتح القدیر، ج: ۳، ص: ۳۳۰

خلع چاہتی ہے اس میں تمہاری کیا رائے ہے تو میں نے اہل کمیٹی کو کہا کہ مجھے شادی پر دس لاکھ کا خرچ آیا ہے میں دوسری شادی کیسے کرسکتا ہوں اب میں دوسری شادی نہیں کرسکتا۔ بہرحال پھر میری بیوی کے خاندان والے یہ مسئلہ یہاں کے مشہور مفتی جناب مفتی اعظم جموں وکشمیر شیر الدین کے یہاں لے گئے میں نے بھی اپنے گواہوں کو مفتی شیر الدین کے پاس پیش کیا اور اپنا معاملہ سنانا چاہا مگر معاملہ پیش کرتے وقت مفتی صاحب کے ایک سیکورٹی گارڈ غلام نبی (جوان کا سکریٹری بھی ہے) نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم زبیدہ بانو کو طلاق نہیں دو گے تو میں تم کو نوکری سے برخاست کردوں گا اور مار ڈالوں گا۔ میں مذکورہ مفتی صاحب کے پاس حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے مذکورہ مفتی صاحب نے خود میری بیوی کو طلاق دیا اس طلاق مفتی کی خبر مجھے اس وقت ہوئی جب مجھے کپواڑہ کوٹ کی عدالت سے خبر ملی مفتی صاحب نے اپنے فتوے میں ایک حدیث سے استدلال پیش کیا ہے۔ مذکورہ مفتی صحیحین میں بروایت عبداللہ بن عباس ایک روایت نقل کرتا ہے جس میں ثابت بن قیس کی بیوی کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۷۹۴ پر وہ حدیث ہے۔ اب حضور والا سے گزارش ہے کہ کیا میرے طلاق دینے سے انکار کے باوجود مذکورہ مفتی کے طلاق دینے سے میری بیوی کو طلاق پڑ جائے گی یا نہیں میں اس وقت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں جب کہ اس استفتاء کے فتوے کو مجھے ۹ رفروری کو مجھے عدالت میں پیش کرنا ہے۔

مذکورہ مسئلہ کو ازروئے شرع دلائل و براہین سے حل فرما کہ میری مشکل کو آسان فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مفتی مذکور کا آپ کی بیوی کو طلاق دینا شرعاً لغو اور باطل ہے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "و ھو الزوج کذا فسرہ علی رضی اللہ عنہ (الی قولہ) وھذا لان الطلاق بیدہ فکان بقاء العقد بیدہ" (۲) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے کیوں کہ طلاق اسی کے ہاتھ میں ہے تو نکاح کا باقی رہنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح روح المعانی، انوار التنزیل وغیرہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الطلاق لمن اخذ بالساق" (۳) یعنی طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں مفتی صاحب کے طلاق دینے سے

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۱۲۱

(۳) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۲، باب الطلاق

ہرگز ہرگز آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۷/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

کیا شوہر کا اپنی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد جاوید احمد کشمیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس گیا اور کچھ آپسی اختلاف کی بنیاد پر بیوی کی جانب طلاق کی نسبت کرنے کے بجائے غصہ میں آکر اپنی طرف کر لی اور کہا مجھے طلاق ہے میں اس سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کہ عورت کی جانب اضافت ونسبت نہیں پائی گئی جب کہ وقوع طلاق کے لئے عورت کی طرف اضافت ضروری ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہے: "لان الطلاق لاوقوع لہ الا بالایقاع ولاایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمراۃ ولایتاتی ذلک الا بالاضافۃ (۱) واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری
الجواب حق وصواب: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۵/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

شوہر تین طلاق دے کر صرف دو کا اقرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عظمت علی بن منور علی مقام بہادر پور، پوسٹ لال پور، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی کچھ دنوں کے بعد دونوں میں نااتفاقی پیدا ہوگئی اور زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ زید کا کہنا ہے کہ میں نے دو ہی طلاق دیا اور تیسری طلاق دینے ہی جا رہا تھا کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا، جب کہ ہندہ کا کہنا ہے کہ زید نے دو طلاق گھر کے باہر دیا

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۰۵

اور ایک طلاق گھر کے اندر دیا، اس کے باوجود بھی دونوں تقریباً ایک ماہ ساتھ رہے، جب ہندہ اپنے میکے آنے لگی تو اس کو قرآن اٹھوا کر قسم کھلایا گیا کہ طلاق کے معاملات کو کسی سے نہیں کہنا، ایسی صورت میں کتنی طلاق کا وقوع ہوا، اگر دونوں ایک ساتھ رہنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی۔ نیز قسم کھلانے والے پر اور خود ہندہ اور زید پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ سامان جہیز کس کی ملکیت ہے اور کس کو ملنا چاہئے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں اگر واقعی زید نے دو طلاق دی ہے اور عورت مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوئی اور اس صورت میں اگر زید نے عدت کے اندر ہندہ سے ہمبستری کر لی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا یا زبانی طور پر رجعت کر لی تو رجعت ہوگئی۔ "قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾(۱)

اور اگر زید تین طلاق دے چکا ہے مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت یقین سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاق دی ہے تو حتی الامکان اس سے دور رہے جس طرح بھی ہو سکے اس سے پیچھا چھڑائے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

"شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو اس سے پیچھا چھڑائے، مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے۔"(۲)

اور جن لوگوں نے معاملہ طلاق میں اصل حقیقت کو چھپائے رکھنے اور غلط بات کہنے پر قسم کھائی یا کھلائی وہ سب مجرم وگنہ گار ہیں، ان پر توبہ ضروری ہے۔

جہیز کا سامان کل کا کل عورت کی ملک ہے، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے لے گی اور مرگئی تو اس کے ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کل احد یعلم ان الجھاز ملک للمرأۃ اذا طلقھا تاخذ کلہ واذا ماتت یورث عنھا"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع النور ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹

(۲) بہار شریعت، ج:۸، ص: ۷۳

(۳) ردالمحتار، ج:۲، ص: ۳۶۸

شوہر کے انتقال کے بعد نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ: ساجد علی نوری ولد فیاض احمد، پہاڑپور، مئوناتھ بھنجن، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دیا تو پھر وہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرے تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟ (۲) ایک غیر مقلد کا کہنا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد نکاح نہیں ٹوٹتا ہے اس لئے کہ دونوں حشر میں ایک ساتھ ہوں گے اگر نکاح ختم ہوجاتا تو ایسا کیوں ہوتا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر شوہر نے طلاق بائن دی تھی یا رجعی اور بعد عدت نکاح کیا تو نکاح صحیح اور درست ہے اور اگر طلاق مغلظہ دی اور بغیر حلالہ صحیحہ کے نکاح کرلیا تو یہ ناجائز وحرام ہے۔ نکاح ہرگز نہ ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ الی قولہ تعالیٰ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) انبیائے کرام کے علاوہ تمام لوگوں کا نکاح موت سے ختم ہوجاتا ہے، علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "وبالموت ینتھی النکاح نھایتہ" (۱)

اور ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ فرماتے ہیں: "لانہ ینتھی بہ النکاح" (۳) یعنی موت سے نکاح اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور آخرت میں جس طرح حوریں بطور انعام ملیں گی حالاں کہ دنیا میں ان سے کسی نے نکاح نہیں کیا ہے یوں ہی بطور نعمت یہ عورتیں بھی بفضل خداوندی ملیں گی۔ احکام آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۱۴۳

(۳) بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۵۸۹

طلاق ثلاثہ کی تفصیل اور رد غیر مقلدین

مسئلہ از: محمد انوار بن ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب بد صیانی خلیل آباد

حضرت العلام قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہوگی جبکہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔
اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی دلیل اور اس کا جواب اور اہلسنت کے موقف کی وضاحت فرمائیں کرم ہوگا ساتھ ہی طلاق کی صحیح نوعیت سے بھی آگاہ کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:
میاں بیوی کے درمیان قائم تعلقات میں کبھی کبھی ایسا نازک موڑ آجاتا ہے کہ ان کے مابین تفریق اور جدائی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا ہے شریعت مطہرہ نے ایسے ناخوشگوار حالات میں زوجین کو رشتہ ازدواج ختم کرنے کی اجازت دی ہے اصطلاح شرع میں اسی کو طلاق کہتے ہیں۔
اس سلسلہ میں اسلام نے تدریجی عمل اور منزل بہ منزل اقدام کی جو رہنمائی فرمائی ہے وہ اسلام کا ہی حصہ ہے مسئلہ طلاق پر قرآن کریم رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (۱)

یعنی طلاق دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کو دو طلاق تک اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو بیوی کو اپنے پاس دوبارہ بحیثیت بیوی رکھ لے اور چاہے تو چھوڑ دے تاکہ عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کرلے، فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ بتایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کی پاکی کے زمانہ میں صحبت سے قبل ایک طلاق دے پھر دوسری مرتبہ عورت کی پاکی کے وقت دوسری طلاق دے یہ تدریجی عمل اس لئے بتایا گیا کہ ممکن ہے دونوں کے درمیان تلخی ختم ہو جائے ماضی کی محبت اور گزرے لمحات کی یادیں ان کو پھر ایک ساتھ رہنے پر آمادہ کردیں اور رشتہ برقرار رہے قرآن کریم نے اسی بات کو ﴿فامساک بمعروف﴾ سے بیان کیا ہے لیکن اگر اب بھی دوریاں سمٹنے والی نہ ہوں اور نباہ کی کوئی راہ نہ نکل سکے تو بہتر ہے کہ شوہر اسے چھوڑ دے اس بات کو ﴿او تسریح باحسان﴾ کے

(۱) سورۃ البقرۃ آیت: ۲۲۹

ذریعہ جتایا گیا ہے اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب فتح القدیر میں یوں فرمایا:

"فالاحسن ان یطلق الرجل امراتہ تطلیقۃ واحدۃ فی طھر لم یجامعھافیہ ولا فی الحیض الذی قبلہ ولاطلاق فیہ وھذاعلی ظاھر المذھب "(۱)

طلاق کی مذکورہ بالا صورت ایسی ہے کہ بچھڑے زوجین کو اب بھی آسانی سے گلے ملنے کی راہ موجود ہے یعنی عدت کے اندر محض رجوع کر لینے سے اور بعد عدت تجدید نکاح سے وہ حسب سابق میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔

رشتہ نکاح ختم کرنے کی آخری صورت "تیسری طلاق" ہے جس کے بعد پھر رشتہ نکاح میں جڑنا محال تو نہیں مگر مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ رب کریم قرآن کریم میں اس صورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ (۲) مطلب یہ ہے کہ پھر اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اسکے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہ لے۔

طلاق دینے کی مذکورہ صورت کو شریعت مطہرہ نے احسن فرمایا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طریقہ احسن پر عمل نہ کرکے عجلت وجہالت میں بیک وقت تین طلاق دیدے تو اسے ایک مانا جائے جس میں شوہر کو رجعت کا اختیار رہتا ہے یا تین مانا جائے جس میں بیوی مکمل طور سے زوجیت سے نکل جاتی ہے اور شوہر آسانی سے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا ہے۔

ائمہ دین نے بیک وقت تین طلاق دینے کو گناہ قرار دیا ہے مگر اس کے باوجود تینوں طلاق واقع ہو جانے کی بھی تصریح فرمائی ہے چنانچہ "فتح القدیر" میں ہے:

(قولہ وطلاق البدعۃ)ماخالف قسمی السنۃ وذالک بان یطلقھا ثلاثا بکلمۃ واحدۃ اومفرقۃ فی طھرواحد اوثنتین کذالک اوواحدۃ فی الحیض اوفی طھر قد جامعھافیہ اوجامعھافی الحیض الذی یلیہ ھو،فاذافعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا(۳)۔ اسی میں ہے

"وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلاثا"(۴)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دی خواہ طہر میں دی یا

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۱، ص:۳۷۳

(۲) سورۃ البقرۃ آیت: ۲۳۰

(۳) فتح القدیر کتاب الطلاق ج:۳، ص:۴۴۹

(۴) فتح القدیر کتاب الطلاق ج:۳، ص:۴۵۱

حیض میں یک کلمہ دی یا متفرق طور پر ائمہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بہر حال تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ ائمہ کرام نے اس سلسلہ میں متعدد احادیث بطور دلیل پیش کی ہیں چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عویمر العجلانی کا واقعہ تفصیل سے ذکر کے بعد ہے

"قال عویمر کذبت علیها یارسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله ﷺ"(۱)

ابوداؤد شریف میں ہے: "عن ابن شهاب عن سهل بن سعد فی هذا الخبر فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ"(۲)

سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت عامر شعبی نے فاطمہ بنت قیس سے پوچھا کہ آپ اپنی طلاق کا ماجرا سنائیں تو انہوں نے کہا: "طلقنی زوجی وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول الله ﷺ "(۳)

اور ان کے شوہر نے یک وقت ہی تینوں طلاقیں دی تھیں چنانچہ اس حدیث کی دوسری روایت یہ ہے: "ان حفص بن مغیرة طلق امراته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول الله ﷺ ثلث تطلیقات فی کلمة واحدة فابانها منه النبی ﷺ"(۴)

سنن دار قطنی میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں جا کر اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"بانت بثلاث فی معصیة الله تعالی وبقی تسع ماة و سبع و تسعون عدوانا وظلما"(۵)

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ اور بھی متعدد حدیثیں ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جاتی ہے

اس مسئلہ پر دلیل پیش کرتے ہوئے "علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"ومن الادلة فی ذلک مافی مصنف ابن ابی شیبة والدار قطنی فی حدیث ابن عمر المتقدم "قلت یا رسول الله ارایت لو طلقتها ثلاثا؟ قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک

---

(۱) صحیح البخاری ج:۲، ص ۷۹۱

(۲) سنن ابی داؤد ص:۳۰۶

(۳) سنن ابن ماجه ص:۱۴۵، ۱۴۶

(۴) سنن الدار قطنی ج:۲، ص:۴۳۰

(۵) سنن الدار قطنی ج:۲، ص:۴۳۳

امرأتک وفی سنن ابی داؤدعن مجاهد قال :کنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال:انه طلق امرأته ثلاثا قال:فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ،ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یاابن عباس یاابن عباس ؟فان الله عزوجل قال (ومن یتق الله یجعل له مخرجا) (الطلاق: ۲)عصیت ربک وبانت منک امرأتک .وفی موطا مالک:بلغه ان رجلا قال لعبدالله ابن عباس :انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فماذاتری علی ؟فقال ابن عباس :طلقت منک ثلاثاوسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا.وفی الموطا ایضا :بلغه ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال :انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال :ماقیل لک ،فقال:قیل لی بانت منک ،قال :صدقوا ،هو مثل مایقولون وظاهره الاجماع علی هذاالجواب.(۱)

حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قد اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال:شافعی ومالک وابوحنیفة واحمد وجماهیر العلماء ومن السلف والخلف یقع الثلاث"(۲)

علمائے عرب نے طلاق ثلاثہ سے متعلق آج سے تقریبا ۳۵ سال قبل ایک فقہی سیمینار کیا جس میں تمام بحث ومباحثہ کے بعد انھوں نے طے کیا کہ مجلس واحد میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہ جائے گا فیصلہ کے الفاظ یہ ہیں:

"بعد الاطلاع علی البحث المقدم من الامانة العامة لهیئة کبار العلماء والمعد من قبل اللجنةالدائمة للبحوث والافتاء فی موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وبعد دراسة المسئلة وتداول الرای واستعراض الاقوال التی قیلت فیها ومناقشة ماعلی کل قول من ایراد توصل المجلس باکثریته الی اختیار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا"(۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جائیں گی عہد رسالت سے لے کر اب تک جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ مسلمین کا یہی فیصلہ رہا ہے اور عامہ مسلمین اسی فیصلہ پر کاربند ہیں۔

اس فیصلہ کے خلاف اقل قلیل افراد جنھیں غیر مقلدیت کا نشہ سوار ہے آواز اٹھا رہے ہیں اور امت مسلمہ میں انتشار برپا کررہے ہیں ان لوگوں کے پاس کوئی قوی دلیل قطعانہیں ہے اس سلسلہ میں وہ جن روایتوں کو پیش کرتے

---

(۱)فتح القدیر ج:۳،ص:۴۵۲،۴۵۱

(۲)شرح الصحیح لمسلم ج:۱،ص:۴۷۸

(۳)ابحاث هیئة کبار العلماء ج:۱،ص:۴۰۸

ہیں ہم ان کو درج کرکے اس کی مکمل وضاحت کریں گے

پہلی روایت مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما قال طلق رکانة بن عبد یزید زوجته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا فساله النبی ﷺ کیف طلقتها قال طلقتها ثلاثا فی مجلس واحد قال انما طلقة واحدة فارتجعها"(۱)

دوسری روایت مسلم شریف میں ہے:

"عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهم قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو قضیناه علیهم فامضاه علیهم"(۲)

غیر مقلدین ان دو روایتوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس واحد کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی مگر جب عہد فاروقی آیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا اس لئے ہم لوگ رسول اللہ ؐ کے فیصلہ پر ہی عمل کریں گے ہمارے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ دونوں روایتیں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا فتوی اور آپ کا عمل پیش کردیا جائے پھر ان روایتوں پر گفتگو کی جائے۔

پہلا فتوی: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا:

"انه طلق امراته ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احد کم فیر کب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عبا س وان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجا وانک لم تتق الله ولا اجد لک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امراتک"(۳)

یعنی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے راوی نے کہا کہ ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل ج: ۱، ص: ۲۶۵

(۲) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۴۷۷

(۳) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

گمان ہوا کہ یہ اسے رجعت کا حکم دیں گے مگر کچھ دیر بعد فرمایا تم میں کا کوئی چلتا ہے تو حماقت پر سوار ہو جاتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس!

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے گنجائش کی راہ نکال دیتا ہے اور تم تو اللہ سے ڈرے نہیں تو میں تمہارے لئے کوئی گنجائش کی راہ نہیں پاتا تو نے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

حضرت مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مالک بن حارث، حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی حضرت ابن عباس کا یہی فتویٰ ذکر فرمایا ہے چنانچہ امام ابوداؤد آگے فرماتے ہیں:

"روی ھذا الحدیث حمید الاعرج وغیرہ عن مجاھد وعن سعید بن جبیر وعن عطاء وعن مالک بن الحارث وعن عمرو بن دینار عن ابن عباس کلھم قالوا فی الطلاق الثلاث انہ اجاز ھا قال وبانت منک"(۱)

یعنی اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن حارث، اور عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یہ سب حضرات بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے سائل کی تینوں طلاق کو نافذ کر دیا اور فرمایا کہ تیری عورت نکاح سے نکل گئی۔

دوسرا فتویٰ: مذکور فتویٰ کی طرح ایک دوسرے واقعہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی فتویٰ دیا تھا چنانچہ حدیث کی مستند و معتمد کتاب "مشکوۃ المصابیح" میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا:

"انی طلقت امراتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علی فقال ابن عباس طلقت منک بثلث وسبع و سبعون اتخذ ت بھا آیات اللہ ھزوا رواہ فی الموطا"(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ بالا فتاویٰ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ان کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔

غیر مقلدین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جن روایتوں سے اپنے موقف پر استدلال کر رہے ہیں اگر وہ قابل عمل اور معتبر ہوں اور ان کے موقف کی تائید میں صحیح ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود بھی حدیث رسول کے خلاف فتویٰ دیا اور جانتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی خلاف حدیث عمل کی رہنمائی فرمائی حالانکہ صحابہ کرام جیسی مقدس اور پاکیزہ جماعت سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول

(۱) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الطلاق ص: ۲۸۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کریں اور پھر قصداً اس کے خلاف فتویٰ صادر کریں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور جملہ صحابہ کرام نے وہی فیصلہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تفصیل گزری۔

اب ہم غیر مقلدین کی پہلی دلیل پر گفتگو کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک قرار دے کر رجعت کا حکم دیا تھا مگر اس حدیث سے بچند وجوہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

اولاً: یہ حدیث ضعیف ومنکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے چنانچہ امام اجل علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”اما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين “(۱)

یعنی رہی وہ روایت جسے مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے۔

اس روایت سے متعلق ایک وہابی عالم نے شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ یوں نقل کیا ہے

”قال شيخ الاسلام ابن تيميه وحديث ركانة ضعيف عند ائمة الحديث ضعفه احمد والبخارى وابو عبيد وابن حزم بان رواته ليسوا موصوفين بالعدل والضبط“(۲)

یعنی شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ حدیث رکانہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کو ضعیف قرار دینے والوں میں امام احمد، امام بخاری، ابوعبید اور ابن حزم ہیں کیونکہ اس کے روی عدل وضبط والے نہیں تھے۔

اور غیر مقلدین کے معتمد خاص سعودیہ عربیہ کے سابق مفتی اعظم ابن باز نے یہ لکھا:

”یہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے“(۳)

ثانیاً: طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے اس لئے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور حضرت رکانہ کے متعلق گھر والوں کی روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ ”طلاق بتہ“ دی تھی لہذا ایسی روایت مقبول ہوگی امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں:

---

(۱) المنهاج بشرح الصحيح لمسلم بن الحجاج ج:۱، ص:۴۷۸

(۲) توضيح الاحكام شرح بلوغ المرام ج:۵، ص:۲۰

(۳) فتاوىٰ ابن باز مترجم ص:۱۷۷

"حدثنا هنادثنا قبيصة عن جرير بن حازم عن الزبير بن سعيد عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده قال اتيت النبى ﷺ فقلت يارسول الله انى طلقت امراتى البتة فقال ماأردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهوماأردت"(۱)

یعنی حضرت رکانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری کیا نیت تھی ایک یا تین؟ میں عرض کی ایک فرمایا قسم بخدا میں نے عرض کی قسم بخدا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہی طلاق پڑی جس کی تو نے نیت کی۔

حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نافع بن عمیر اور عبداللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی طلاق بتہ والی روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"قال ابوداؤد وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به وحديث ابن جريج رواه عن بعض بنى ابى رافع"(۲)

یعنی ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی صحیح تر ہے کیونکہ طلاق بتہ کے راوی رکانہ کے گھر والے ہیں اور گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم زیادہ ہوتا ہے اور رہی ابن جریج کی روایت تو اسے ابورافع کے کسی لڑکے نے روایت کی ہے (جو رکانہ کے اہل خاندان سے نہیں)

علامہ اجل امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وانماالصحيح منها ماقدمناه انه طلقها البتة"(۳)

یعنی صحیح روایت تو وہ ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔

ناقد بصیر محدث بے نظیر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان ابوداؤد رجح ان ركانة انماطلق امراته البتة كمااخرجه هومن طريق آل بيت ركانة وهوتعليل قوى"(۴)

یعنی ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل وعیال ہیں اور یہ ایک مضبوط علت ہے۔

---

(۱)جامع الترمذی ابواب الطلاق ج:۱،ص:۲۲۲

(۲)سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ج:۱،ص:۳۰۰،۳۰۱

(۳)المنهاج بشرح الصحيح لمسلم بن الحجاج كتاب الطلاق ج:۱،ص:۴۷۸

(۴)فتح البارى بشرح البخارى كتاب الطلاق ج:۹،ص:۳۶۳

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ "طلاق بتہ" دی تھی اب "طلاق بتہ" کی وضاحت بھی ملاحظہ کرلیں

لفظ "بتہ" مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنی کاٹنا اور جدا کرنا ہوتا ہے چنانچہ لغت کی مشہور کتاب "المعجم الوسیط" میں ہے:

"بت الشیَ بَتاًو بَتۃً و بَتَاتاًقطعہ مستاصلا و طلاق امراتہ جعلہ باتاً "لار جعۃ فیہ" (۱)

اور اصول فقہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ مصدر فرد حقیقی اور فرد حکمی دونوں کا احتمال رکھتا ہے طلاق کا فرد حقیقی ایک ہے اور فرد حکمی تین، تو طلاق بتہ میں ایک اور تین دونوں کا ہی احتمال ہے اب اگر کسی ایک احتمال کی تعیین ہوسکتی ہے تو بیان نیت سے ۔ حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتادی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے مگر ایک طلاق مراد لینے میں یک گونہ تہمت کا اندیشہ تھا اور کوئی الزام لگا سکتا تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بچانے کے لئے احتمال کا فائدہ اٹھایا اس لئے انھوں نے قسم بھی کھائی اور اس کی مزید توثیق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ قسم بھی لی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رکانہ نے طلاق بتہ سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ۔ اگر تین طلاق پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو رکانہ نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قسم لیتے اور ایسی صورت میں قسم کھانا اور لینا دونوں لغو ہوتا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم لی اور رکانہ نے قسم کھائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو اگر چہ انھوں نے ایک ہی مجلس میں اور ایک ہی بار میں کہا تھا تاہم حضور کا فیصلہ یہی ہوتا کہ طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی ہے۔

اس تفصیل سے مثل آفتاب روشن وواضح ہوگیا کہ غیر مقلدین کا حدیث رکانہ سے یہ ثابت کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوگی تین تین وجھوں سے باطل و مردود اور غیر معتبر ہے

پہلی وجہ: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں۔

دوسری وجہ: یہ حدیث رکانہ کے اہل وعیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ: یہ کہ اس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی خود اس روایت کے خلاف ہے

غیر مقلدین اپنے نظریۓ کی تائید میں جن دو روایتوں کو پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک کا حال واضح ہوجانے کے بعد دوسری روایت کا حال دیکھیں۔

(الف) دوسری روایت جسے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔

---

(۱) المعجم الوسیط ص: ۳۷

اس حدیث میں عموم واطلاق ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ طلاق ایک مجلس میں دی گئی ہو یا مختلف مجلس میں یونہی ایک کلمہ میں دی گئی ہو یا الگ الگ تمام صورتوں میں تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔
جبکہ کسی صحابی کسی مجتہد بلکہ کسی مقلد یا غیر مقلد کا بھی ایسا کوئی مسلک نہیں ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اسے ایک مجلس میں تین طلاق دے یا الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی اس لئے یہ حدیث اپنے عموم واطلاق اور ظاہر کے اعتبار سے نا قابل حجت ہے۔
(ب) ابتدائے جواب میں چند احادیث نبویہ گزر چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ مجلس واحد میں دی گئی تین طلاق کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قرار دیا ہے ان احادیث کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی مانی جائے گی تو صحیح مسلم میں حضرت طاؤس کی حضرت ابن عباس سے یہ روایت کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین کے خلاف ہوئی اس لئے یہ روایت شاذ اور معلل اور استدلال سے خارج ہے۔
(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابن عباس خود روایت فرما رہے ہیں کہ عہد نبوی میں تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا تو بھلا انھوں نے جانتے ہوئے اس کے خلاف فتوی کیسے صادر فرمایا۔ جب خود انکے فتاوی اس حدیث کے خلاف ہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ روایت شاذ اور نا قابل حجت واستدلال ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت طاؤس کی مذکورہ روایت سے یہ استدلال قطعاً نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کے عموم میں جس طرح ایک مجلس داخل ہے ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں بلکہ تین طہر بھی شامل ہیں تو پھر یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ تین مجلس میں بلکہ تین طہر میں اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی شمار ہوں گی حالانکہ دنیا بھر میں کوئی بھی صحیح دل ودماغ والا اس کا قائل نہیں ہے۔
اسی لئے فقہائے اسلام اور علمائے امت نے اولا اس کے فنی سقم وضعف کی بنا پر رد کر دیا اور ثانیا بر سبیل تنزل اس کی متعدد تاویلیں کی ہیں جن میں ایک تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے عہد رسالت میں اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ ایک ایک طلاق دیتا اس لئے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی طلاق کا ہوتا۔
لیکن بعد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے اس لئے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری ہو گیا اور اسی پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا اور یہی موقف پوری امت مسلمہ کا ہے اس بات کی تائید ابوداؤد شریف کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے اس میں ہے:

"عن طاؤس ان رجلا یقال له ابو الصهباء کان کثیر السوال لابن عباس قال: اما علمت

ان الرجل کان اذا طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وصدرامن امارۃ عمر ؟قال ابن عباس :بلیٰ کان الرجل اذا طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا جعلوھا واحدۃ علی عھد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وصدرامن امارۃ عمرفلما رای الناس قد تتابعوا فیھا قال اُجیزھن علیھم "(۱)

"حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابوصہبا نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو اسے حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو عہد رسالت وعہد صدیق اکبر اور عمر فاروق کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا پھر جب حضرت عمر نے مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں تو آپ نے فرمایا میں ان پر تینوں طلاقیں نافذ کرتا ہوں۔"

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس میں تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاق دی ہو۔اور اس مسئلہ میں ہمارا بھی مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب ،سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے خواہ ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دے دے تو بھی تینوں پڑ جائیں گی ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کئی مرتبہ میں یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاق دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دونوں طلاقیں لغو اور بے کار ہو جائیں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں ،مالکیوں ،شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی تمام صحابہ کرام کا بھی مذہب و مسلک ہے یہی احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔

مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت طاؤس بھی اپنی اس روایت کے خلاف فتویٰ دیتے تھے ان کا کہنا تھا کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین طلاق دی جائے تو ایک طلاق ہوگی کیونکہ ایسی عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کے طلاقوں کا محل نہیں رہتی حضرت طاؤس مدخولہ کی تین طلاق کو ایک

(۱)سنن ابی داؤد ج:۱،ص:۲۹۹

نہیں قرار دیتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: "عن لیث عن طاؤس وعطاء انهما قالا اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها فهی واحدة "(۱)

یعنی لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاق دیدے تو وہ ایک طلاق ہوگی اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلق تین طلاقوں کو ایک نہیں مانتے تھے اس لئے طاؤس کی جس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہ صحیح اور قابل حجت نہیں ہے۔

الحاصل اگر نا گزیر حالت پیش آجائے تو شوہر طلاق احسن کے ذریعہ بیوی کو زوجیت سے نکال سکتا ہے اور اگر بیک وقت تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی البتہ شوہر گنہگار ہوگا اس پر توبہ لازم ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب .

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ج:۵، ص:۲۶

بغیر وطی طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑہ راوپر ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک بالغ لڑکے نے نابالغ لڑکی سے نکاح کیا اور رخصتی ہونے سے پہلے طلاق دے دیا اس وقت لڑکی بالغ ہوچکی ہے پھر اسی سے نکاح چاہتا ہے ایسی صورت میں حلالہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر لڑکے نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ تین طلاق دی۔ مثلاً یوں کہا کہ "میں نے تجھے تین طلاق دی تو تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی اور عورت مغلظہ ہوجائے گی بغیر حلالہ اس لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق متفرق طور پر دیا ہے۔ مثلاً یوں کہا "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا، طلاق دیا تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور بغیر حلالہ کے دوبارہ اس لڑکی سے اس کی اجازت پر نکاح کرسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها، فان فرق الطلاق بانت بالاولى و لم تقع الثانية والثالثة كذا فى الهداية" (۱)

اس کا مطلب فقیہ ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی اور عورت مغلظہ ہوجائے گی بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری تیسری لغو ہوجائے گی"، (۲) وهكذا فى الفتاوىٰ الامجديه لصدر الشريعة العلامة امجدعلى عليه الرحمة والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمأب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۹ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

---

(۱) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج:۱، ص: ۳۷۳

(۲) فتاوىٰ فيض الرسول، ج:۲، ص: ۲۵۱

اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

مسئلہ از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضان، موضع خردوا، پوسٹ موئی، مسکنواں گونڈہ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط لکھا کہ میں تمہاری شکایت سن سن کر عاجز آ گیا ہوں، اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس لئے میں تمہیں آزاد کرتا ہوں ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے، اس مسئلہ میں کیا زید کی بیوی ہندہ نکاح سے نکل گئی؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور شوہر لے جانے کے لئے راضی ہے، ہندہ کہتی ہے کہ اگر ہم کو اس شوہر کے ساتھ بھیجا گیا تو ہم خودکشی کر لیں گے اور شوہر طلاق نہیں دے رہا ہے، اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

مذکورہ بالا مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنے خط کے اس جملے سے کہ "میں تمہیں آزاد کرتا ہوں" طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی اور ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی، لیکن اگر وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر یا بعد عدت صرف نکاح کر لینا کافی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان نے الفاظ کنایہ شمار کراتے ہوئے اس جملے کو بھی شمار کرایا کہ "میں نے تجھے آزاد کیا، پھر فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے فرمایا کہ "ولو قال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ"(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندہ کے لئے اپنے شوہر سے چھٹکارے کی صورت یہی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق اصل کرے، طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ کے لئے زید کی زندگی میں اس سے چھٹکارہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ہندہ قاضی شریعت کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے وہ بعد تحقیق فسخ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۰۵

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: راحت علی بن ثابت علی مرحوم، محلہ بدھیانی، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہم راحت علی ابن جناب ثابت علی جو محلہ بدھیانی ضلع سنت کبیر نگر کے رہنے والے ہیں ہماری شادی مورخہ ۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو نکہت جہاں بنت اکرام اللہ جو منگل بازار پرانی بستی کے رہنے والے ہیں کے یہاں ہوئی تھی چوں کہ اب ہماری پریشانی یہ ہے کہ ہماری بیوی کے تعلق غلط لوگوں سے ہیں اور محترمہ نکہت جہاں کے چال وچلن میں کافی گراوٹ آجانے کی وجہ سے ہم برداشت نہیں کرسکتے اور نہ ہی کوئی ہندوستانی مسلم ایسا کرسکتا ہے اس لئے آج میں اپنے پورے ہوش وحواس میں رہتے ہوئے محترمہ نکہت جہاں کو اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں آیا نکہت جہاں میرے عقد سے نکل گئی یا نہیں اور اگر نکل گئی ہے تو پھر اگر وہ رہنا چاہے تو شریعت مطہرہ سے کیا احکام صادر ہوتے ہیں۔ مدلل مفصل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر راحت علی نے اپنے اس جملہ سے کہ "اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں" طلاق کی نیت کی تھی تو اب اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی کہ یہ بائنہ طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائن ہوگئی۔ فان البائن یلحق الرجعی ویلحوقہ یبطل خیار الرجعۃ فیصیران بائنین کما صرحوا بہ (۱)

اس صورت میں راحت علی نکہت جہاں سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر اس نے جملہ مذکورہ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اب نکہت جہاں پر دو طلاق رجعی واقع ہوگی کہ اگر ابھی عدت یعنی تین حیض کامل نہ گزرے تو رجعت کرسکتا ہے اور نکاح کی بھی حاجت نہیں اور اگر عدت گزر گئی ہے تو اب نئے سرے سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کرکے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔ اس صورت میں بھی حلالہ کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس سے قبل طلاق نہ دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۲۹

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالرحمٰن بن مسیح اللہ ساکن بکری چوبے، پوسٹ جمداشاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں۔

کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق پڑے گی یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ واضح رہے کہ یہ تحریر زید نے اپنی بیوی کے پاس آٹھ مہینہ قبل بھیجی ہے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں اگر یہ جملہ بہ نیت طلاق لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں: "اگر اس نے رشتہ ختم کرتا ہوں کا جملہ طلاق کی نیت سے لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔"(۱)

اور طلاق بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ بغیر حلالہ عدت کے اندر یا عدت کے بعد نکاح کرسکتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد انقضائها اه"**(۲)

صورت مذکورہ میں اگر زید نے طلاق کی نیت سے مذکورہ جملہ کہا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس سے نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔" **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب.**

الجواب الصحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ رذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) فتاوىٰ فيض الرسول، ج:۲، ص: ۲۶۰

(۲) الفتاوىٰ العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۴۳۱

کسی شادی شدہ نے کہا کہ "میں جب جب شادی کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق" اس کا کیا حکم ہے؟

مسئله از: محمد سراج احمد، نیپالی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہو چکی تھی پھر زید سے کسی شخص نے کسی وجہ سے قسم کھلایا تو زید نے یہ قسم کھایا "میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق" تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی شادی جو قسم کھانے سے پہلے ہوئی تھی وہ بیوی زید کے نکاح سے صرف اس قسم کھانے سے نکلے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر صرف اس قسم کھانے سے طلاق نہیں پڑے گی کیوں کہ طلاق شرط سے مشروط ہے تو جب تک شرط واقع نہ ہوگی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: "جب طلاق کسی شرط مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی۔ **فی الهداية اذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط.**"(۱) **والله تعالیٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمأب.**

سوال میں مذکور شرط یہ ہے کہ میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق۔ اس شرط کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے لہٰذا اس قسم کھانے کے بعد جب بھی زید شادی کرے گا اس کی منکوحہ کو تین طلاق پڑ جائے گی۔ لیکن زمانہ ماضی میں جس عورت سے نکاح کر چکا ہے اس قسم سے اس پر طلاق نہیں واقع ہوگی۔ **والله تعالیٰ اعلم**

الجواب صحيح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ　　　**كتبهٗ:** محمد اختر حسین قادری

۶/۴/۱۴۲۱ھ

کیا وقوع شرط سے پہلے طلاق ہو سکتی ہے؟

مسئله از: صغیر احمد مقام دیوریا ناصر، پوسٹ دانو کنیاں ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل میں بکر نے اپنی والدہ سے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اگر وہ میری بہن کی شادی سے پہلے میرے گھر آ گئی تو اس کو طلاق۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی اس کی بہن کی

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۹۵

شادی سے پہلے اس کے گھر نہ آئے تو کیا بکر اپنے سسرال جا کر اپنی بیوی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بکر نے طلاق کو شرط پر معلق کیا ہے لہٰذا وقوع شرط سے پہلے طلاق نہ ہوگی اور بیوی بدستور بکر کے نکاح میں رہے گی اس لئے وہ اپنی سسرال جا کر بیوی سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

باب ثبوت النسب

نسب ثابت ہونے کا بیان

حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

مسئلہ از: احسان اللہ انصاری محلہ اسلام نگر قصبہ مگہر ضلع سنت کبیر نگر

زید کی منکوحہ ہندہ کے دو بچے ایک ۱۲ سال کا دوسری بچی ۸ سال کی اور دو بچے انتقال کر گئے۔ ہندہ مکان پر تھی اور زید خود روزی کی تلاش میں ۶ مارچ ۲۰۰۸ء کو ممبئی نکل گیا دوران سفر اسے معلوم ہوا کہ اسکی بیوی حمل سے ہے۔ یہ سن کر زید گھر چلا آیا اور بیوی سے دریافت کیا کہ حمل کیسا ہے بیوی نے کہا کہ حمل آپ ہی کا ہے اور زید پھر پردیس چلا گیا اور ہندہ کو ۱۱ فروری ۲۰۰۹ء کو بچہ پیدا ہوا زید کے چچا ہندہ کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے اس وجہ سے گاؤں والوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا کہ یہ حمل زید کے چچا کا ہے اور گاؤں والے برادری سے بائیکاٹ کر دیے اور زید کے چچا سے دریافت کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ حمل میرا نہیں یہ سب بات جھوٹی ہے پھر ہندہ سے پوچھا گیا تو یہ کہتی ہے کہ ہم نے کسی سے کوئی غلطی نہیں کی اور یہ حمل میرے شوہر کا ہے اس کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہو آگاہ فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ شرح وقایہ میں ہے: "اکثر مدۃ الحمل سنتان واقلھا ستۃ اشھر" (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حمل کی مدت کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کامل بے کم وبیش" (۲)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال" (۳)

---

(۱) شرح الوقایہ، ج: ۲، ص ۱۴۵

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۷۴

(۳) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۳۵

مگر وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگر چہ وہ بہت سالوں سے اپنی عورت سے دور ہو اس عورت کی اولاد اسی شوہر کی اولاد ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگر چہ وہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دور ہو اس کی اولاد شوہر کی اولاد قرار پائے گی اس کے لئے دس بیس پچاس سال کی کوئی مدت مقرر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' (۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں وہ بچہ شرعاً زید کا ہی ہے گاؤں کے جن لوگوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا اور زید کے چچا کا حمل بتا کر زید و ہندہ کا بائیکاٹ کیا وہ شرعاً غلطی پر ہیں اور جھوٹا الزام لگا کر حق العبد و حق اللہ میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ بے تحقیق باتوں کے کہنے سننے اور پھیلانے سے پرہیز کریں۔ اور زید و ہندہ سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

شادی کے بعد چھ مہینے میں ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا ثابت النسب مانا جائے گا؟

مسئلہ از: محمد شمیم اختر برکاتی پر سالال شاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ شادی کے ٹھیک چھٹے مہینے میں ہندہ سے ایک بچی پیدا ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچی ثابت النسب ہے کہ نہیں؟ اور اس صورت میں بکر کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوا یا نہیں؟ اور جب بکر سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تعلق ہندہ سے شادی سے پہلے تھا یا نہیں تو اس نے اعتراف کیا کہ میرا تعلق پہلے سے تھا اور اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ بچی میری ہے۔ برائے کرم مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئولہ میں جب ہندہ کے بطن سے اس کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی تو اگر وقت نکاح سے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۷۴

وقت ولادت تک مکمل چھ ماہ ہو جاتے ہیں، تو وہ بچی شرعاً ثابت النسب ہے۔ یعنی شوہر ہی کی مانی جائے گی اس لئے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے: جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ "اکثر مدة الحمل سنتان و اقل مدة الحمل ستة اشهر كذا في الكافي." (۱)

ہدایہ میں ہے: "ان جاءت به ستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه اه" (۲)

اور بکر کا ہندہ سے یہ نکاح بھی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و اليه المرجع والماب.

الجواب صحیح : محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۱۱/۲۳ھ

شادی کے تین سال بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شرافت حسین اشرفی علیمی، گرام پرسا مہر سندور یا بازار، ضلع مہراج گنج، یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے سلمیٰ سے شادی کی اور زید شادی کے بعد سلمیٰ کے ساتھ پانچ مہینے تک رہا اس کے بعد سعودیہ چلا گیا، اس کو تین سال کے قریب ہو گئے ادھر سلمیٰ کو تیسرا سال پورا ہونے والا تھا غب جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا اور ابھی تک زید گھر پر نہیں آیا ہے تو کیا وہ لڑکا زید کا ہے یا کسی غیر کا۔ کوئی کہتا ہے کہ زید کا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ غیر کا۔ اور جب سلمیٰ سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ زید ہی کا لڑکا ہے، میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، مین کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

وہ لڑکا شرعاً زید کا ہی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۳)

اور درمختار میں ہے: "فلذا اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره كرامة و استخداما" (۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اس کا انکار جائز نہیں ہے۔ پونے تین سال در کنار

---

(۱) الفتاوى العالمگيرية، ج: ۱، ص: ۴۸۲ (۲) الهداية، ج: ۲، ص: ۴۱۲

(۳) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹۹۹ (۴) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۲۸۴

تیس سال یا چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اسی کا ہوتا"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۱؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مرتد کا بچہ کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد الیاس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے وہابی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھی اور گھر آکر اپنی عورت سے مباشرت کی، اور اسی رات میں حمل قرار پا گیا آیا وہ بچہ کیسا ہوگا اور وہ آدمی گنہ گار ہوگا کہ نہیں حالاں کہ دیوبندی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے صاف صاف بیان کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "وہابیت ارتداد ہے"(۲) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں، "احکامھم احکام المرتدین"(۳) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "غیر مقلدین حال کے اشد دیوبندی کفروں میں بھی یوں شریک ہیں کہ ان پر ان قائلوں کو کافر نہیں جانتے اور ان کی نسبت حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"(۴) حاصل یہ ہے کہ وہابی غیر مقلد اسلام سے خارج کافر ومرتد ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے وہابی کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جان کر اس کی نماز جنازہ پڑھی وہ بھی اسلام سے خارج اور کافر ہوگیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "پھر مرد معاذ اللہ ان میں کا ہوگیا تو نکاح فوراً فسخ ہوگیا:

"لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع"(۵) اور بعد ارتداد اگر جماع کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو وہ حرامی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے "اگر بعد نکاح ان میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی۔"(۶)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص: ۸۵۹
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۳۲۹
(۳) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۱۲
(۴) بہار شریعت، ج:۱، ص: ۷۱
(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص ۱۰۸
(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص: ۱۰۸

البتہ اگر لاعلمی کی بنا پر نماز جنازہ پڑھی ہے تو کوئی الزام نہیں مگر جاننے کے بعد اسے توبہ واستغفار کر لینا چاہئے۔

هکذا قال العلماء الکرام و الفقهاء العظام فی الکتب الفقهیه و اللّٰه تعالیٰ و سبحانه اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۷/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

نکاح کے تین ماہ بعد بچہ کی ولادت کا حکم

مسئله از: غلام رسول، مقام سسوا بازار، پوسٹ سہاری سردھا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں زید کی شادی ہوئی اور اس کے تین مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا تو زید کا نکاح ہوا یا نہیں اور اس لڑکے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔فقط والسلام

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید کی شادی کے تین ماہ بعد اس کی بیوی سے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً زید کا نہیں کیونکہ نکاح کے بعد وہ چھ ماہ سے کم مدت پر پیدا ہوا جبکہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

"اکثر مدة الحمل سنتان و اقل مدة الحمل ستة اشهر کذا فی الکافی."(۱)

البتہ اگر وہ حمل زنا کا تھا تو زید کا اس عورت سے نکاح صحیح ہے۔تبیین الحقائق میں ہے "حل تزوج الحبلی من الزنا ولایحل تزوج الحبلی من غیرہ." (۲)

پھر اگر وہ حمل زید کا ہی تھا تو بعد نکاح اس سے وطی بھی جائز ہے اور اگر دوسرے کا تھا تو جب تک بچہ پیدا نہ ہوا تھا اس درمیان اگر زید نے جانتے ہوئے اس سے وطی کی تو توبہ واستغفار کرے۔ایسا ہی عامہ کتب فقہ میں تحریر ہے۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری
۸/ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

---

(۱) الفتاوی العالمگیری، ج: ۱، ص: ۴۸۲

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۲، ص: ۴۸۵

باب النفقة والعدة

نفقہ اور عدت کا بیان

مطلقہ ایام عدت میں اپنے شوہر سے کیا کیا حق طلب کر سکتی ہے؟

مسئلہ از: رئیس احمد، منگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) میری لڑکی کی شادی ایک مالدار گھرانے میں تقریباً ڈھائی سال پہلے ہوئی تھی جس کا ایک بچہ بھی ہے اب انہوں نے دو طلاقیں دے دی تو لڑکی ایام عدت میں اپنے اور اپنے بچے کے لئے شرعاً کیا کیا حق طلب کر سکتی ہے؟

(۲) کچھ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ لڑکی اگر اپنے بچہ کو اپنا دودھ پلا رہی ہے تو اس کی کوئی اجرت نہیں لے سکتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر لڑکے والے مالدار ہیں تو لڑکی اپنے اور اپنے بچے کے اخراجات جیسے کھانا، کپڑا رہنے کا مکان کا بھاڑا اور دیگر ضروریات زندگی کے اخراجات کتنے مقدار میں متعین کرے۔ لڑکے والے کہتے ہیں کہ دو ہزار بھی زیادہ ہے۔ حالاں کہ وہ جس مکان میں رہتے ہیں اس کا بھاڑا پچیس ہزار روپے مہینے کا ہے لہٰذا اس رہن سہن کے اخراجات کو کیسے متعین کیا جائے گا؟

(۴) طلاق کے بعد بچے کو ماں اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے۔ اس کے بعد اخراجات کا ذمہ دار کون ہوگا اور اگر بچہ اپنی ماں کے پاس رہنے کے لئے بولے تو ایسی صورت میں بچہ اپنے باپ کے میراث کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بیوی طلاق کے بعد اپنے شوہر سے مہر اور ایام عدت کا نفقہ کے علاوہ اور کوئی حق شرعاً نہیں طلب کر سکتی ہے(۱) اور بچے کے خرچ کا بھی ذمہ دار باپ ہے۔ بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو تو عورت بچے کا نفقہ بھی پائے گی البتہ ایام عدت میں بچے کی پرورش کا معاوضہ یا دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں طلب کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے: " وتجب

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۵، ص:۹۲۰

النفقه لطفله الفقير"(۱)

بہار شریعت میں ہے:"ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی۔"(۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:" اذا استاجر الاب ام الصغير لارضاعه حال قيام النكاح بمال نفسه لايجوز و بعدالطلاق ان كان رجعيا لايجوز ." (۳)والله تعالیٰ اعلم

(۲)جس بچہ کی ماں کسی کے نکاح یا عدت میں ہو تو اس کے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں لے سکتی ہے۔جیسا کہ بہار شریعت وغیرہ کے حوالے سے جواب اول میں گزرا اور اگر نکاح یا عدت میں نہ ہو تو اب اجرت لے سکتی ہے۔چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ان كان الطلاق بائنا ففي ظاهر الرواية يجوز ولواستاجرها بعدانقضاء العدة لارضاع ولده منهاجاز"(۴)

اور بہار شریعت میں ہے:"بچہ کی ماں نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں اگر دودھ پلائے تو اس کی اجرت نہیں لے سکتی۔طلاق بائن کی عدت میں لے سکتی ہے۔"(۵)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ سے لے سکتی ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

(۳)صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:"اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور اگر دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے مگر یہ واجب نہیں واجب متوسط ہے۔(۶)

اس تفصیل کی روشنی میں بہتر ہے کہ آپ چند دیندار نیک اور تجربہ کار لوگوں کو منتخب کر لیں وہ شوہر اور بیوی کے حالات کا صحیح جائزہ لے کر عورت اور بچے کے اخراجات متعین کر دیں۔والله اعلم

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۲،ص: ۶۷۰

(۲) بهار شريعت، ج:۸،ص: ۲۵۳

(۳) الفتاوی العالمگيرية، ج:۴،ص: ۴۳۴

(۴) بهار شريعت، ج:۴،ص: ۴۳۴

(۵) بهار شريعت، ج:۸،ص: ۲۷۵

(۶) حواله سابق، ج:۸،ص: ۲۶۵

(۴) اگر ماں طلاق کے بعد کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو لڑکے کا محرم نسبی ہے۔ مثلاً چچا وغیرہ نہ ہو تو لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رکھے جائیں گے۔ اس مدت تک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔ درمختار میں ہے: ''الحاضنة اما او غيرها احق بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى''(۱)

اسی میں ہے:

''والام والجدة لام او لاب احق بها حتى تشتهى و قدر بتسع وبه يفتى''(۲)

اس مدت کے بعد باپ کی اجازت سے رہ سکتا ہے اور بچے کے تمام اخراجات کا ذمہ دار اس کا باپ ہے بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو بچہ کسی کے پاس رہے اور کہیں رہے بہر حال اپنے باپ کے ترکہ کا حقدار ہے اسے ہر حال میں میراث ملے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

شوہر شرابی وغیرہ ہو تو عورت کو اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس اسلام پورہ، مجھوا میر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے ہندہ کے ساتھ شادی کیا اور ہندہ کے گھر والوں کو معلوم بھی تھا کہ زید شراب وغیرہ پیتا ہے یا اس کے اندر افعال شنیعہ بھی پائے جاتے ہیں اور زید کی ہندہ کے ساتھ شادی ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔ زید ہندہ کو آٹھ سال سے خرچ وغیرہ نہیں دیتا ہے، اگر ہندہ مزدوری بھی کرتی ہے تو اسے مارتا اور گالی وغیرہ دیتا ہے۔ اس کے پاس جو پیسے وغیرہ رہتے ہیں وہ اسے چھین لیتا ہے اور اسے لے جا کر شراب وغیرہ پی لیتا ہے اور شراب کے نشے میں اپنے بدن پر خود چھری وغیرہ مار لیتا ہے اور زید ہندہ کو نہ کما کر کھلاتا ہے، نہ اس کی دوسری ضروریات پوری کرتا ہے اور زید نشے کی حالت میں اپنی بیوی بچوں پر بھی ہاتھ اٹھا لیتا ہے، اور ان کے کسی پریشانی میں کام بھی نہیں آتا ہے، اور ہندہ اپنے میکے میں تقریباً تین سال سے رہتی ہے، اور زید اپنی بیوی کو اپنے گھر بھی نہیں لے جاتا ہے۔ ایک مرتبہ زید کی لڑکی کا انتقال ہوا اس نے اپنی لڑکی کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی اور نہ اس کی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۴۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص: ۶۴۰

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۱

مٹی دی تو اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اپنی خبیث ورذیل حرکات کی بنا پر سخت ظالم وجابر حق اللہ وحق العبد میں گرفتار مستحق غضب جبار ہے، اس پر لازم ہے کہ ان حرکتوں سے باز آئے اور حق زوجیت ادا کرے یا بیوی کو طلاق دے دے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَاتُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ (۲)

اور اگر زید طلاق نہیں دیتا تو ڈرا دھمکا کر جس طرح بھی ہو سکے طلاق لی جائے، اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ ہندہ کو بغیر طلاق کسی سے ہرگز ہرگز نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور زید جب تک اپنی اصلاح نہیں کر لیتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالی: ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ ربیع النور شریف ۱۴۲۲ھ

جو والدین کا خرچ نہ دے کیا وہ وراثت کا حقدار ہے؟

مسئلہ از: محمد یعقوب، دھانے پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ابن زید نے ۱۸ سال تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا پھر فراغت کے بعد اپنے والدین سے کہتا ہے میں آپ لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا یعنی میں آپ لوگوں کا ذمہ دار نہیں ہوں، نیز ابھی تک اس کے والدین مجبور نہیں ہیں۔ کیا میراث میں اس کو کوئی حصہ ملے گا یا نہیں؟ ایسے لڑکے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۱

(۲) سورۃ الطلاق، آیت: ۶

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر والدین محتاج ہوں اور اولاد صاحب نصاب ہو تو والدین کا نفقہ اولاد پر واجب ہے اور اگر الگ سے اخراجات دینے کی وسعت نہ ہو تو والدین کو کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یجبر الولد الموسر علی نفقۃ الا بوین المعسرین"(۱)

اور اسی میں ایک مقام پر ہے: "قال ابویوسف اذا کان الابن فقیرا کسوبا والاب زمنا یشارک الابن فی القوت بالمعروف"(۲)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ(۳) اور فتاویٰ امجدیہ وغیرہ میں ہے۔ اور اگر والدین مجبور ومحتاج نہیں اور اولاد مالک نصاب ہوں پھر بھی والدین کی پاسداری اور نگہداشت نہیں کرتے تو یہ نہایت شقاوت اور بدبختی ہے اور برکات دارین سے محرومی کا سبب ہے۔ ابن زید کو والدین کی حتی الامکان خدمت کرنی چاہئے، رہا میراث کا معاملہ تو وراثت بحکم شریعت مطہرہ ہے اس سے کوئی محروم نہیں کرسکتا، اس لئے زید کا لڑکا زید کے ترکے سے بہر حال حصہ پائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾(۴)

اور اگر زید خود میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے تو بھی نہیں کرسکتا ہے اور اس کا لڑکا میراث سے ضرور حصہ پائے گا، ایسا ہی فتاویٰ رضویہ(۵) میں اور اس کے علاوہ دیگر کتب فقہیہ میں مسطور ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۵۶۴
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۵۶۵
(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۱۰
(۴) سورۃ النساء، آیت: ۱۱
(۵) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۱، ص: ۳۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحلف والایمان

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

(النحل/۹۱)

یعنی

اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں معاہدہ کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

کل فتاویٰ: ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الحلف والایمان

قسم اور منت کا بیان

قرآن مقدس کی جھوٹی قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اقرار خاں کان پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ان جھوٹی باتوں کو سچ ثابت کرنے کے لئے قرآن مقدس اٹھا کر جھوٹی قسم کھائے تو کھا سکتا ہے کہ نہیں اور اگر کھالیا تو اس کا گناہ کیسے معاف ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل آسان اردو زبان میں جوابات عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر گزشتہ یا موجودہ چیز کے متعلق جان بوجھ کر قسم کھائی مثلاً قسم کھائی کہ میں نے فجر کی نماز پڑھ لی ہے جب کہ اس نے نماز فجر نہیں پڑھی تھی یا قسم کھائی کہ میرے پاس دس ہزار روپے ہیں، جب کہ اس کے پاس دس ہزار روپے نہیں تھے، تو قسم کھانے والا سخت مجرم وگنہ گار مستحق غضب جبار ہے اس پر فرض ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے نادم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(۱)

اور ارشاد نبوی ہے: "من حلف فقال انی بری من الاسلام فان کان کاذبا فھو کماقال" اھ(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "غموس و ھو الحلف علی اثبات شی او نفیہ فی الماضی او الحال یتعمد الکذب فیہ فھذہ الیمین یاثم فیھا صاحبھا وعلیہ فیھا الاستغفار والتوبۃ دون الکفارۃ"(۳)

---

(۱) سورۂ آل عمران، آیت: ۷۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۴۶۳

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۵۲

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں غموس میں سخت گنہ گار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں۔" اھ(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قرآن مقدس اٹھا کر قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شہیدہ خاتون پورینہ پانڈے، بستی

ایک بات یہ ہے کہ قرآن کی قسم یعنی کسی بات پر قرآن اٹھوایا گیا اٹھوانے والے کے سامنے اٹھانے والا اپنی مرضی کا اظہار نہیں کر سکتا تھا اس لئے قرآن اٹھالیا، کچھ دن بعد اپنی بات سے پھر گیا اس کے لئے کیا حکم ہے۔ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کے لئے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھائی تو اس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر ان میں کسی ایک کی قدرت نہ رکھتا ہو تو لگا تار تین روزے رکھے۔ اگر کھانے اور جوڑے وغیرہ کی استطاعت کے باوجود روزے سے کفارہ ادا کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾ (۲)

قسم توڑنے کی صورت میں نکاح نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ کفارہ لازم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ رشوال المکرم ۱۴۲۸ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۶

(۲) سورۃ المائدہ، آیت ۸۹

معمولی بات پر قرآن کو ہاتھ میں لے کر قسم کھانے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد حنیف عرف جمن، موضع کسھوا، پوسٹ کرمھیا، ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں خسر اور بہو نے کسی امر کے بابت قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور اب بہت افسوس کر رہے ہیں ان دونوں کا حکم شرعی تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ خسر اور بہو نے ایک معمولی بات پر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھالی ہے اور انہیں اس بات کا افسوس ہے کہ معمولی بات پر ہم نے قرآن پاک کو کیوں اٹھالیا لہٰذا ان پر شرعاً کوئی کفارہ لازم نہیں ہے البتہ معمولی بات پر قرآن شریف اٹھا کر حلف لینا بہتر نہیں ہے اس لئے وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ / جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ

متعین دنوں میں روزہ کی منت مان کر نہ رکھ سکا تو کیا کرے؟

مسئلہ از: جمیل الدین، محلہ گاندھی نگر، نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر میری شادی ہندہ سے ہوگئی تو میں اس سال از یکم شعبان المعظم تا ۱۵ شعبان المعظم روزہ رکھوں گا۔ زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی۔ زید اپنی منت پوری نہ کر سکا (روزہ اس سال نہ رکھا) اب زید کیا کرے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید اب پندرہ روزہ بطور قضا رکھے خاتم المحققین علامہ ابن عابدین قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "ان **المعلق یتعین فیہ الزمان بالنظر الی التعجیل اما تاخیرہ فظاھر انہ جائز اذلا محذور فیہ**" (۱) **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۷۱

روزہ کی منت مانی مگر اب نہ جسمانی قوت ہے نہ فدیہ کی حیثیت تو

مسئلہ: شمشاد علی حبیبی سابق چیئر مین فورم کورٹ سلطانپور

حضرت مفتی صاحب قبلہ!

آپ اس مسئلہ میں رہنمائی کریں کہ اگر کسی نے روزہ رکھنے کی منت مانی مگر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ نہ وہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا عوض صدقہ دے سکتا ہے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی منت مانی اور پھر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی فدیہ دے سکتا ہے اور آئندہ بھی اسے روزہ رکھ پانے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا رہے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ ہوگا۔ غمز عیون البصائر میں ہے "فی المنتقی نذر ان یصوم ابدا فضعف عن الصوم لا شتغاله بالمعیشة له ان یفطر ویطعم لکل یوم نصف صاع من بر او صاعا من شعیر وان لم یقدر علی ذالک لعسرته یستغفر اللہ تعالیٰ." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بزرگوں کی نذر کا سامان علما و سادات لے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: ماسٹر محمد عرفان، بھوانی گنج، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کسی بزرگ کے نام نذر مانی مثلاً یوں کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے نام ایک دیگ کھانا بنوا کر تقسیم کروں گا تو اس کھانے کو علما اور سادات کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اولیائے کرام کے نام مانی جانے والی نذر حقیقت میں نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی ہے جس کا مطلب

---

(۱) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۴۵۸

نذرانہ ہوتا ہے اسے علما وسادات اور عوام سبھی کھا سکتے ہیں یہ صدقہ نافلہ کی قبیل سے ہوتا ہے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:"ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر بھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء وقدوم غالب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورھم." (۱)

البتہ جو نذر شرعی ہوتی ہے وہ خاص فقرا ومساکین کا حق ہوتا ہے اسے اغنیا وسادات نہیں لے سکتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ ردالمحتار کے حوال سے تحریر فرماتے ہیں۔

"مصرف الزکاۃ ھی ایضا مصرف النذر" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

بھگوان یا کسی معبود باطل کی قسم کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اقلیم امرڈوبھا، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ کسی مسلم نے جان بوجھ کر بھگوان کی قسم یا رام کی قسم کھائی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر"بھگوان کی قسم" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ ہندو، خدائے قدوس کے لئے لفظ بھگوان بولتے ہیں تو یہ قسم حرام وگناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولنا حرام، بلکہ بحکم فقہا کفر ہے یہی حکم"رام کی قسم" کا بھی ہے، اور اگر اس سے مراد ہندوؤں کے معبود ہوں تو بلاشبہ کفر وارتداد ہے اور قائل اسلام سے خارج ہے کہ اس میں ان معبودان باطلہ کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر کفر ہے حدیث شریف ہے۔

"من حلف وقال فی حلفه واللات فلیقل لااله الااللہ" (۳)

یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور کہا قسم ہے لات کی تو وہ (کلمہ طیبہ) لا الٰہ الا اللہ کہے اس حدیث کے تحت حاشیہ میں ہے۔

---

(۱) الفتاوی الامجدیہ، ج:۱، ص:۳۵۹

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۵، ص:۹۷۱

(۳) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۴۶۳

"یحتمل ان یکون معناہ انہ سبق علی لسانہ فلیعدارکہ بکلمۃ التوحید لانہ صورۃ الکفر والاّفان کان علی قصدالتعظیم فھو کفر وارتداد یجب العود عنہ بالدخول فی الاسلام." (۱)

حاصل یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے اس قسم سے خدا کی ذات مراد لی ہو یا غیر مسلموں کے معبودان باطلہ مراد لئے ہوں، دونوں صورت میں اس پر توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ ایسی بات سے پرہیز فرض ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

(۱) سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۴۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحدود والتعزیر

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا﴾

(الفرقان/ ٦٨)

یعنی

اور اللہ کے بندے وہ کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے خدا نے حرام کیا اور زنا نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

کل فتاویٰ: ۱۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحدود والتعزیر

حدود وتعزیر کا بیان

کسی کی منکوحہ کو بیوی کی طرح رکھنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحمٰن موضع پرساد مالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عبدالرحمٰن کا لڑکا جمال احمد موضع پرساد مالی رام پور تھانہ منڈیرواں ضلع بستی یوپی کا رہنے والا اور رضوانہ خاتون کتاب اللہ خاں کی لڑکی موضع پرساد مالی پوسٹ رام پور تھانہ منڈیرواں کی رہنے والی ان دونوں سے محبت ہوگئی، مگر عبدالرحمٰن اور کتاب اللہ خاں ان دونوں کو معلوم نہیں تھا اور کتاب اللہ خاں نے اقبال احمد کے لڑکے محمد نعیم الدین موضع گنگولی تھانہ دودھارا تحصیل خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر کے رہنے والے سے شادی کردی اور لڑکی کو رخصت کیا مگر لڑکی نے نہ اس سے گفتگو کی اور نہ کوئی بات مانی اور وہاں سے فرار ہوکر عبدالرحمٰن کے گھر سے جمال احمد کو لے کر فرار ہوگئی۔ اور سال بھر دونوں غائب رہے پھر گھر کی طرف واپس ہوئے اور لڑکی کے شکم سے ایک بچی پیدا ہوئی اور ان دونوں نے عبدالرحمٰن کو کافی مارا اور ان کی اہلیہ کو کافی مارا۔ عبدالرحمٰن نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔ رشتہ دار اور گاؤں کے لوگ ان کے یہاں سے کھانا پینا بند کردیا اب کیا کیا جائے کہ گاؤں کے لوگ اور رشتہ داران کے یہاں کھانا پینا شروع کردیں اور لڑکی اور لڑکا اپنی زندگی کس طرح گزاریں واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں رضوانہ خاتون اور جمال احمد سخت مجرم، بدکار، جفاکار، مستحق نار وغضب جبار وقہار ہیں۔ دونوں پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں مثلاً لوٹا، چٹائی، مصلی وغیرہ رکھ دیں، اور میلاد شریف کرائیں کہ یہ سب چیزیں قبولیت دعا میں معاون ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ (۱) اب اگر دونوں میاں بیوی بن کر

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

رہنا چاہیں تو پہلے محمد نعیم الدین سے طلاق لیں خواہ جس طرح بھی ہو پھر جب محمد نعیم الدین طلاق دے دے تو رضوانہ، مطلقہ کی عدت تین کامل حیض گزارے اس کے بعد عبدالرحمٰن کے لڑکے جمال احمد سے نکاح کرے۔ محمد نعیم الدین سے طلاق لئے بغیر ہرگز ہرگز رضوانہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر مذکورہ طریقے پر دونوں عمل کرلیں تو ان کا سماجی بائیکاٹ ختم کرکے برادری میں شامل کرلیا جائے۔ اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب لوگوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ ان سے بات، چیت، سلام کلام اٹھنا بیٹھنا سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸؍صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

زید کا لڑکا بدکاری میں مبتلا ہو اور زید اس سے کوئی تعلق نہ رکھے تو کیا زید کا بائیکاٹ درست ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحیم موضع پرسادمالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا لڑکا بکر کی لڑکی کو لے کر فرار ہوگیا اور ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید نے اپنے لڑکے کو بہت سمجھایا مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا جس پر زید نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنا رشتہ ناطہ ختم کردیا ہے مگر زید کی برادری کے لوگ زید کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نے اپنے بدکردار لڑکے کو سمجھایا اور غلط کاری سے باز آنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور اس سے اپنا تعلق ختم کرلیا تو اب اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (۲) یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ لہٰذا اس کا بائیکاٹ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ زید کی برادری کو چاہئے کہ زید کا بائیکاٹ ختم کرکے برادری میں شامل کرلیں ہاں اگر زید اپنے بیٹے کی

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۵

حرکت پر راضی ہو تو یقیناً اس کا بائیکاٹ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: نظام الدین قادری　　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

غیر مسلم عورت سے ہمبستری کرنا زنا کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: عبد القیوم بستی

کرم طراز حضرت محقق سیدنا آقا مفتی صاحب آداب و تسلیمات و قدم بوسی بعد ادائے مراسم غلامانہ عرض اینکہ درج ذیل کا شرعاً فتویٰ عطا فرمانے کی دستہ بستہ معروض بندہ نوازی ہوگی۔ التماس کافرہ حربیہ سے مواصلت و مباشرت میں معاذ اللہ مومنہ کے ساتھ مباشرت کا حکم یکساں ہے یا کچھ مراعات ہیں یا کہ دونوں کو تعزیر و سنگسار

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی بھی عورت سے زنا حرام و گناہ اور موجب سزا ہے مومنہ و کافرہ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "غیر مسلم عورت سے کسی مومن مرد کا ہمبستری کرنا بھی شرعاً زنا ہے جو اسے زنا، نہ مانے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ضرور ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ

جس شخص کا سماجی بائیکاٹ ہو اس کو برادری میں شامل ہونے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: انتظامیہ غوثیہ انجمن کمیٹی بھٹیا تحصیل گنور، ضلع بھیا، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں (۱) سراج بیگ کی لڑکی صوفیہ بانو عمر اٹھارہ سال جو کہ محمد اسحاق علی کے لڑکے محمد اسحاق غیر بالغ کے ساتھ ۱۲ جون کو بھاگ گئی۔ تاریخ ۱۴ جون کو تھانہ سلیھا کے ذریعہ دونوں اپنے اپنے گھر آئے۔ (۲) ہم بستی والوں نے ان کو برادری سے بند کر دیا (۳) کچھ دنوں کے بعد سراج بیگ نے اپنی لڑکی صوفیہ بانو کو شہر میں لے جا کر دوسرے لڑکے کے ساتھ عقد کر دیا (۴) اب سراج بیگ برادری میں شامل ہونا چاہتے ہیں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔

---

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۵۶۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سراج بیگ اور صوفیہ بانو اور محمد اسحاق اوران کا لڑکا ٹنٹو سب سخت مجرم وگنہ گار لائق غضب جبار ہیں۔ یہ سب علانیہ توبہ واستغفار کریں قرآن خوانی میلاد شریف اور خیرات وصدقات کریں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرلیں تو برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

کسی نے اپنی بھتیجی کے ساتھ زنا کیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق خاں، امام کپتان مسجد، رام پور، یوپی

بحضور جناب مفتی اسلام صاحب قبلہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

بعد سلام عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھتیجی کے ساتھ بدفعلی کی ہے اوراس شخص نے اس بات کو تسلیم بھی کیا ہے۔اس کا بیان ہے کہ مجھ سے جب یہ برا عمل ہوا تو میں نے دخول کیا اور پھر فوراً خدا کا خوف دل میں پیدا ہوگیا اور میں اپنی حرکت سے پلٹ گیا اور انزال بھی نہیں ہو پایا تھا اور میں بہت ہی شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور برابر ایک مہینے سے توبہ کررہا ہوں لہٰذا وہ آدمی میرے پاس آیا اور مذکورہ باتوں کو دہرایا اور کہا کہ شریعت کا حکم کیا ہے لہٰذا شریعت مصطفویہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ہندوستان میں تو ہم اس کو کوڑے نہیں مار سکتے ہیں، کیا اس پر کفارہ ہے جس کو وہ ادا کرے اوراس کی بخشش کی کوئی صورت ہے۔ دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو سو سو کوڑے حد لگائی جاتی۔ لیکن جب یہاں حکومت اسلامیہ قائم نہیں تو دونوں پر صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر ان کے جرم کا اظہار ہوگیا ہے تو علانیہ توبہ کریں اور رب العالمین کی بارگاہ میں نادم وشرمندہ ہوں، اور زیادہ سے زیادہ خیرات وصدقات کریں کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا

﴿فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۱)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "التائب من الذنب کمن لاذنب لہ" (۲) زنا کی سزا رجم یا حد ہے۔ اس کا کفارہ نہیں ہے، بس صدق دل سے توبہ و استغفار کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

زنا کی تہمت لگانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مسیح الدین مقام و پوسٹ بیدی پور بستی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید و بکر جو کہ مسلم ہیں آپس میں دونوں میں رنجش چل رہی تھی اسی درمیان زید سے اور ایک ہندو سے جھگڑا ہو گیا تو زید نے بکر مسلم کو زنا کے الزام میں شامل کر دیا اور مقدمہ بھی کر دیا جب کہ یہ الزام بالکل جھوٹ ہے اور پولیس بھی تفتیش میں آئی پورے گاؤں والوں سے جانکاری حاصل کی معاملہ غلط نکلا لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو بکر پر الزام زنا لگایا ہے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے اور گاؤں والوں کو زید کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے۔ حکم شرع بیان فرمائیں اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں اور مل کر کھانا کھائیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ آزاد مسلمان عفیف پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ سے ثابت نہ کر سکے تو جس پر الزام لگایا ہے اس کے مطالبہ پر اسی کوڑے مارے جاتے ہیں پھر اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جاتی ہے۔ زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ حرام حرام اور اشد حرام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (۳) یعنی جو لوگ مسلمان مرد اور عورتوں کو ناکردہ باتوں سے ایذا دیتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اٹھایا۔ اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

---

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

(۳) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

﴿وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (۱) یعنی جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں۔

صورت مذکورہ میں زید زنا کی تہمت لگانے کے سبب سخت گنہ گار اور فاسق وفاجر ہے۔ اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو زید پر اسی کوڑے لگائے جاتے۔ اسلامی حکومت نہ ہونے کی بنیاد پر حکم ہے کہ زید بکر سے علانیہ معافی مانگے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں وہ بھی مجرم وخطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

جو اپنی بیٹی سے زنا کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فضل الرحمٰن مقام و پوسٹ پانڈو، ضلع ہزاری باغ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیٹی سے زنا کیا جب کہ اس بیٹی کی حقیقی ماں مر چکی ہے۔ زید نے پھر دوسری شادی کی ہے لہٰذا زید پر کیا حکم شرعی نافذ ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید بدکار سیاہ کار مجرم ومستحق غضب جبار اور سزاوار نار ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کردیا جاتا۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں زید پر لازم ہے کہ دل سے توبہ واستغفار کرے اور راہ خدا میں صدقات وخیرات کرے کہ یہ چیزیں توبہ قبول ہونے میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۳) اگر زید توبہ واستغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ

(۱) سورۃ النور، آیت: ۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱)اور زید نے جو دوسری شادی کی ہے اگر یہ اس لڑکی کی رضاعی ماں ہو تو فوراً مقاطعہ کرے اور اس سے جدا ہو جائے کہ جس طرح اپنی ماں حرام ہوگی یوں ہی اب اس لڑکی کی رضاعی ماں بھی زید پر حرام ہوگی۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:"یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

زید نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا وجہ القمر برکاتی، مقام وپوسٹ بھریا، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا جب کہ ہندہ کی رضا بالکل نہیں تھی یہ کام اس کے خسر زید نے بالجبر کیا اگر ہندہ اپنے شوہر بکر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو کیا زید نکاح کے ذریعہ اس کو اپنی بیوی بنا کے رکھ سکتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر واقعی زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا ہے "معاذ اللّٰہ" تو اب ہندہ زید وبکر دونوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی نہ بکر اسے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی زید۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَحَلَائِلُ اَبْنَاءِ کُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ﴾(۳)اور آیت کریمہ "وَلَا تَنْکِحُوْا مَانَکَحَ اٰبَاءُ کُمْ" کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابو بکر جصاص قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"النکاح اسم للوطی حقیقة علی مقتضی موضوعه فی اصل اللغة ویسمی العقد باسمه مجازا فوجب اذا کان هذا علی ماوصفنا ان یحمل قوله تعالیٰ و لا تنکحوا الایة علی الوطاء فاقتضی ذلک تحریم من وطیها ابوه من النساء علیه لانه لما ثبت ان النکاح اسم للوطی لم یختص بالمباح منه." (۴)

---

(۱)سورۃ الانعام، آیت ۶۸ (۲) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۴۶۶

(۳)سورۃ النساء، آیت:۲۳ (۴)احکام القرآن للجصاص، ج:۲، ص:۱۱۲، ۱۱۳

اور اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے استاذ علامہ دہر ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

”و قیل المراد بالنکاح الوطی یعنی لاتؤطوا ماوطی اباء کم ففیہ دلیل علی تحریم موطوئۃ الاب کلھا سواء کان بنکاح او بملک یمین اوبزنا کما ھو ملھبنا وعلیہ کثیر من المفسرین ھکذا فی المدارک“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **”تحرم المزنی بھا علی اباء الزانی واجدادہ وان علوا وابنائہ و ان سفلوا کذا فی فتح القدیر.“ (۲)**

کنز الدقائق میں ہے: **”الزنا یوجب حرمۃ المصاھرۃ“(۳)**

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں: **”ان الاعتبار لعین الوطالالکونہ حلالا اوحراما“ (۴)**

ان تمام ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے کسی نے صحبت و وطی کر لی تو اب وہ عورت اس وطی کرنے والے کے اصول و فروع سب پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ وہ وطی حلال ہو یا حرام ہو۔ یہی ارشادا کابر صحابہ مثل امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم، عبداللہ بن مسعود، بن عباس، جابر، ابی بن کعب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور جمہور تابعین مثل حضرت حسن بصری امام شعبی، امام اوزاعی، مجاہد، حماد، سفیان ثوری وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے البتہ اس حرام ہو جانے سے ہندہ بکر کے نکاح سے نہ نکلے گی بلکہ بکر پر فرض ہے کہ ہندہ کو فوراً طلاق دے کر الگ کر دے۔ یا متارکہ کر دے مثلاً کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا۔ درمختار میں ہے: **”بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ“ (۵)**

اب ہندہ عدت گزار کر کسی سنی مسلمان سے نکاح کرلے مگر زید کے لئے بذریعہ نکاح بھی حلال نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

---

(۱) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۲۰۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج ۱، ص: ۲۷۴

(۳) کنز مع البحر، ج: ۲، ص: ۹۸

(۴) کنز مع البحر، ج ۲، ص: ۹۸

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۷

سالی سے زنا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد ادریس، مقام و پوسٹ نچلول بازار ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام حسب ذیل مسئلہ کے بابت:

(۱) زید دو سگی بہنوں سے ہمبستری کرتا ہے ایک اس کے نکاح میں ہے دوسری کو بھی رکھا ہے جس سے زنا کرتا ہے کیا ایسا کرنا زید کے لئے درست ہے۔ اگر نہیں تو زید پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) بکر دن رات شراب پی کر مست رہتا ہے نہ پنج وقتہ نہ عید و بقرعید کی نماز پڑھتا ہے نہ ہی سماج سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اس سے تعلق رکھنا اور اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) زید کا اپنی بیوی کی بہن سے زنا کرنا حرام اشد حرام ہے۔ یہاں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کر دیا جاتا۔ زید پر لازم ہے کہ اس قبیح وحرام کام سے علانیہ توبہ واستغفار کر لے۔ کچھ خیرات وصدقات کرے اور آئندہ ایسی ذلیل حرکت سے باز رہنے کا عزم کرے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اس سے میل جول سلام وکلام سب بند کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بکر فاسق وفاجر، بدکار، مجرم وگنہگار اور غضب جبار کا سزاوار ہے بکر پر واجب ہے کہ برے افعال وکردار سے باز آئے اور احکام الٰہیہ کی پابندی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل طور سے بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾. (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

ایک لڑکی غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی تو؟

مسئلہ از: محمد جاوید، مقام برت پور پوسٹ لکھنیت ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

''زید کی بہن (۱۷ سال) معاذ اللہ ایک غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی، زید نے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر اب تک کوئی سراغ نہ ملا۔ اس نامحمود واقعہ کی وجہ سے زید کی برادری اور گاؤں والے اس سے قطع تعلق کررہے ہیں۔

مقصود وطلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا زید سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے؟ کیا زید سے تعلق رکھنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے؟ جبکہ ظاہراً اس واقعہ میں اس کا قصور نہیں۔ بینوا توجروا

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۱)

کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

اگر زید نے واقعی کوئی قصور نہ کیا یعنی وہ بہن کی نقل وحرکت سے واقف نہ تھا اور اس غیر مسلم سے تعلقات کی اسے خبر نہ تھی یا خبر تھی اور بہن کو اپنی پوری کوشش بھر برائی سے روکتا رہا پھر بھی وہ ایسی حرکت کر بیٹھی تو زید کے بائیکاٹ کا حکم نہیں ہوگا نہ ہی اس سے قطع تعلق ضروری ہے اور اگر اس کی دانست میں یہ معاملہ تھا اور اس نے بہن کی غلط حرکت کو نظر انداز کیا تو بے شک زید مجرم ہے۔ اگر توبہ واستغفار کرلے تو اس سے تعلقات رکھے جائیں ورنہ اس کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سورۃ الفاطر، آیت:۱۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

جس کی لڑکی ہندو کے ساتھ فرار ہوگئی اس کا حکم

مسئلہ از: جملہ مسلمانان اہلسنت موضع منہیاں پوسٹ بیر پور (گور) ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مبارک حسین کی لڑکی جس کی عمر ۲۱ سال ہے ایک مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی اور پھر دوسری لڑکی جس کی عمر ۱۸ سال ہے ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی اور ہندو بن کر زندگی گزار رہی ہے۔ والدین کا ان سے رابطہ آج بھی رہتا ہے اور سارا معاملہ مبارک حسین اور ان کے گھر والوں کی جانکاری میں ہوا ہے۔

ایک دوسرے معاملہ میں گاؤں والوں سے جھگڑا کرتے ہوئے مبارک حسین نے مسجد کی سخت بے حرمتی کی ہے جس کی وجہ سے گاؤں اور برادری کے کچھ لوگوں نے مبارک حسین کے گھر والوں کا سختی سے بائیکاٹ کردیا ہے اور کچھ لوگ اب بھی اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ گاؤں کی پنچایت میں مسجد ومدرسہ کے ممبران نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ مبارک حسین اور ان کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے والوں کے گھر مسجد کے امام صاحب فاتحہ خوانی میلاد، جنازہ پڑھنے نہیں جائیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بائیکاٹ نہ کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ نیز مسجد کے امام صاحب کے لئے ممبران کا یہ حکم جاری کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جن لوگوں نے مبارک حسین کا سماجی بائیکاٹ کیا ہے انہوں نے حکم شریعت پر عمل کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.﴾(۱)

جو لوگ مبارک حسین کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے ہوئے ہیں ان کو حکم شرعی سے آگاہ کرکے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ مبارک حسین جیسے بے غیرت اور فاسق وفاجر کے ساتھ نہ رہیں اگر وہ لوگ مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی جائے اور ممبران مسجد ومدرسہ نے اصلاح معاشرہ اور سد باب مفاسد کے پیش نظر جو یہ فیصلہ کیا کہ امام صاحب مبارک حسین اور اس کا ساتھ دینے والوں کے گھر فاتحہ خوانی وغیرہ میں نہیں جائیں گے تو ان کا یہ فیصلہ بطور زجر وتوبیخ اور ازالہ مفاسد ومنکرات کے لئے درست ہے کہ تعزیراً اس طرح کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸/ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

کسی جرم میں منہ میں کالک لگا کر گھمانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد غضنفر قادری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ گاؤں سماج میں اگر کوئی بہت بڑا جرم کردیتا ہے تو لوگ اس کے منہ میں سیاہی پوت کر گاؤں میں گھماتے ہیں تو سزا کے طور پر منہ میں سیاہی لگانا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس".

الجواب بعون الملک الوھاب:

برائیوں کو روکنے کے لئے گاؤں سماج کے لوگ ایسی سزا دے سکتے ہیں کہ جس سے وہ خود شرعاً یا قانوناً مجرم نہ ہوجائیں ایسے مجرم کو گاؤں میں گدھے وغیرہ پر بیٹھا کر گھومانے میں حرج نہیں ہے مگر منہ میں کالک اور سیاہی لگانے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ اس گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا." (۱)

یعنی خیانت مت کرو دھوکہ مت دو اور صورت مت بگاڑو۔

علامہ اجل سیدنا امام نوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"وفی ھذہ الکلمات من الحدیث فوائد مجمع علیھا وھی تحریم الغدرو تحریم الغلول وکراھۃ المثلۃ." (۲)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ ربہ القوی قیم کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:

''منہ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جن کے قتل کا حکم فرمایا ان کے بھی مثلہ کی اجازت نہ دی۔

افسوس ان مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا غلسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام اور اس سے پرہیز فرض۔'' (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سزا کے طور پر بھی منہ پر سیاہی لگانا ناجائز وحرام ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج:۲، ص:۸۲

(۲) المنہاج بشرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج:۲، ص:۸۲

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۳، ص:۶۶۷م

لیٹ فیس اور مالی جرمانہ لینا شرعاً کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد تبسم، اورنگ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کوئی جرم کر دیا تو کیا اس سے کچھ رقم بطور جرمانہ لے سکتے ہیں؟ بعض مدارس عربیہ میں بھی یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی طالب علم رخصت پر جانے کے بعد تاخیر سے آتا ہے تو اس سے لیٹ فیس کے نام پر کچھ روپیہ وصول کیا جاتا ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی جرم کی سزا میں مجرم سے مال وصول کرنا ناجائز وگناہ ہے، فقہ کی بے شمار کتب میں صراحت ہے کہ مالی جرمانہ ناجائز ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"فی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ والحاصل ان المذھب عدم التعزیز باخذالمال." (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم سے کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔" (۲)

لہٰذا کسی مجرم سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے ہاں اس کی اصلاح کے لئے اگر کچھ رقم لے لی جائے اور پھر بعد اصلاح اسے لوٹا دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"وفی البحر حیث قال وافاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساک شئی من مالہ عند مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لاان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذلایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی." (۳)

اور بعض مدارس میں لیٹ فیس کے نام سے جو رقم وصول کی جاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز وگناہ ہے اور لینے والے مجرم وگنہگار ہیں اس سلسلے میں "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا فیصلہ یہ ہے:

---

(۱) رد المحتار، ج:۶، ص:۷۷

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۵۳۵

(۳) ردالمحتار، ج:۶، ص:۷۷

"جو طلبہ ختم رخصت کے بعد دیر سے آتے ہیں ان سے لیٹ فیس کے نام پر لی جانے والی رقم ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے اس کا لینا ناجائز ہے، البتہ تادیبی کارروائی کے طور پر چند روز ان کا کھانا بند کردیں پھر اگر وہ مدرسہ میں کھانا چاہیں تو کھانے کا عوض لیا جاسکتا ہے اور اگر طالب علم پہلے سے ہی معاوضۂ خوراک دے کر کھاتا تھا تو اس کے معاوضۂ خوراک میں اضافہ بھی کرسکتے ہیں یا کوئی دوسری تادیبی کارروائی کی جائے البتہ معاوضۂ خوراک لینے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہوگا کہ معاوضۂ خوراک وہی لیا جائے جو واقع میں معاوضہ ہوتا ہو اس سے زائد نہ ہو۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبید حشمت، ممبئی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ کسی وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا درست ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان کو مردود کہے تو وہ کس سزا کا مستحق ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

قرآن کریم میں کفار ومشرکین اور منافقین کے لئے شیطان کا کلمہ وارد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾(۲)

یعنی جب منافقین اپنے شیطانوں یعنی سرداروں کے پاس جائے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اس آیت کریمہ میں سرداران کفار ومنافقین کو شیاطین فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منکرین رسالت اور گستاخان خدا ورسول کے لئے شیطان کا لفظ بولنا صحیح ہے اور وہابی دیوبندی اللہ ورسول کے سخت گستاخ اور کافر وبددین ہیں تو ان کو خبیث ومردود کہنا بھی بلاشبہ جائز وصحیح ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے۔"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

---

(۱) فیصلہ نواں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف، ص:۲
(۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۱۴
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۵، ص:۹۹۷

اگر کافر حاکم کسی پر حد لگائے تو گناہ ختم ہوگا یا نہیں

مسئلہ از: محمد شاداب مہوبا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر حاکم نے کسی مسلمان کو قتل یا زنا کی سزا میں حد لگائی تو وہ مسلمان گناہ سے پاک ہوگا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں محرمات کے ارتکاب پر حد لگانا امن عامہ کو برقرار رکھنے اور فتنہ وفساد کی روک تھام کے لئے ہے گناہ کا ازالہ توبہ سے ہوگا بغیر توبہ گناہ ساقط نہیں ہوگا فقہ کی جملہ متون وشروح وفتاوی اس تفصیل سے پر ہیں۔

چنانچہ در مختار میں ہے:

"ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ." (۱)

یعنی ہمارے نزدیک حد پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ توبہ گناہ سے پاک کرنے والی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"فاذاحدولم یتب یبقی علیہ اثم المعصیۃ." (۲)

فتح القدیر میں ہے:

"فان المذھب ان الحدلایعمل فی سقوط الاثم." (۳)

کفایہ میں ہے:

"اذا الحدیقام علی کرہ منہ فلایکون محصلاللثواب اصلافلا تحصل بہ الطھرۃ"(۴)

تبیین الحقائق میں ہے:

"والطھرۃ من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامۃ الحد لانھا تحصل بالتوبۃ لاباقامۃ الحد." (۵)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۶، ص:۶

(۲) ردالمحتار، ج:۶، ص:۶

(۳) فتح القدیر، ج:۵، ص:۲

(۴) کفایۃ مع فتح القدیر، ج:۵، ص:۳

(۵) تبیین الحقائق، ج:۳، ص:۱۶۳

حاشیہ چلپی میں ہے:

"قال علماء نا اذا ارتکب العبد ذنبا یوجب الحدفاجری علیہ الحد لایحصل لہ التطہیر بہ من غیر توبۃ." (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الطھرۃ من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامۃ الحدلانہ تحصل بالتوبۃ لاباقامۃ التوبۃ." (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حد لگانے سے گناہ ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے۔ اب یہ حد خواہ مسلم حکمران کے ذریعہ لگائی جائے یا کافر کے ذریعے لگائی جائے دونوں کا حکم ایک ہے لہٰذا اگر کسی مسلمان کو جرم قتل وزنا میں کسی غیر مسلم حاکم نے حد لگائی تو محض اس حد لگنے سے وہ گناہ سے پاک نہیں ہوگا اس کے لئے توبہ ضروری ہے اور بعض احادیث یا کتب احناف میں جو یہ آیا ہے کہ حدود گناہ کا کفارہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ توبہ کے ساتھ حدود کفارۂ گناہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، ج:۳، ص:۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۱۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَقَاتِلُوْا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

(البقرہ/۱۹۰)

یعنی

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

از ص:————	تا ص:————

کل فتاویٰ: ۱۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب السیر

سیر کا بیان

ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟

مسئلہ از: محمد سعید اختر عفی عنہ مدرسہ عربیہ اہل سنت انوار العلوم پھمن پور بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ امر مثل آفتاب روشن ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ سے پہلے ہندوستان دار الاسلام تھا اور کوئی ملک جب دار الاسلام ہوگیا تو جب تک وہاں شعائر اسلام مثلاً جمعہ وعیدین اذان و اقامت اور جماعت باقی رہیں گے وہ دار الاسلام ہی رہے گا۔ اگرچہ وہاں حکومت خالص کافروں کی ہو یا جمہوری ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ جامع الفصولین کے حوالہ سے فرماتے ہیں "لما صارت البلدۃ دار الاسلام باجراء احکامہ فما بقی شئی من احکامہ و آثارہ تبقی دار الاسلام". (۱) لہٰذا ہندوستان میں اگرچہ جمہوری نظام قائم ہے مگر شعائر اسلام اب بھی باقی ہیں تو بحمدہ تعالیٰ ابھی بھی وہ دار الاسلام ہے۔ تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معرکۃ الآراء اور عظیم تحقیقی رسالہ "اعلام الاعلام" میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج:۳، ص:۲۰۷

عرب میں کافر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد رضوان، ساکن بہادر گنج بازار، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إن الشيطان قد أئيسَ من ان يعبده المصلون في جزيرة العرب" (۱)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"إن الايمان ليارز الى المدينة كما تارز الحية الى جحرها" (۲)

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں لوگ کافر نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ وہاں سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے، بلکہ قیامت کے قریب بھی وہاں مسلمان رہیں گے۔ لہٰذا وہاں کے لوگوں کو گمراہ اور بدمذہب کہنا ان دونوں احادیث کا انکار کرنا ہے، اور وہاں اکثر اہل حدیث ہیں۔ لہٰذا اہل حق ہیں تو ان کو گمراہ کہنا خود گمراہ ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مگر جواب میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ سائل کا منشا الزامی جواب سے نہیں ہے اور نا ہی وہ الزامی جواب کو مانتا ہے کیوں کہ اس کی تشفی الزامی جواب سے نہیں ہوگی۔

"باسمه تعالىٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

زید اپنے قول میں جھوٹا ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسیلمہ کذاب مدعی نبوت ہو کر کافر ومرتد ہوا اور بہت سے لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو کر کافر ومرتد ہوئے اور وہ سب عرب کے رہنے والے تھے۔ حدیث پاک میں ہے "لما توفي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم واستخلف ابوبكر وكفر، من كفر من العرب" (۳) یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر کر دئے گئے اور عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔

زید نے جن احادیث کو نقل کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "لوگ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے ہیں اور ہمیشہ وہاں

---

(۱) مشكوٰة المصابيح، باب الايمان بالقدر، ج: ۱، ص: ۱۹

(۲) الجامع الصحيح للبخاري، باب ان الايمان ليارز الى المدينة، ج: ۱، ص: ۲۵۲

(۳) صحيح البخاري باب قتل من ابى قبول الفرائض ج: ۲، ص: ۱۰۲۳

سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے" تو ان سے ہرگز ہرگز زید کا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ پہلی حدیث کا ترجمہ خود ایک وہابی مترجم نے کیا ہے کہ "شیطان اس امر سے مایوس ہوگیا ہے کہ مصلی (مومن) جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں" (یعنی بت پرستی میں مبتلا ہوں) اور اسی وجہ سے وہ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کیا کرتا ہے۔(۱)

وہابی کے اس ترجمے سے واضح ہوگیا کہ شیطان کی عبادت کا مطلب ہے بت پرستی میں مبتلا ہونا یعنی اب ایسا نہیں ہوسکتا کہ جزیرۂ عرب کے مسلمان بت پرستی میں مبتلا ہوں، اسی حدیث کے تحت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"طیبی گفتیه مراد مصلین مومنا نند و مراد بعبادت شیطان عبادت اصنام واگرچه اصحاب مسیلمه ومانعی الزکوٰة براه ارتداد افتند اما عبادة اصنام نه کردند."(۲)

یعنی علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ احادیث میں مصلیوں سے مراد مومن ہیں اور شیطان کی عبادت سے مراد بتوں کی پوجا ہے اور اگرچہ مسیلمہ کذاب کے ساتھی اور مانعین زکوٰۃ مرتد ہوئے لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

اور اسی حدیث کے تحت "ملا علی قاری" علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں **"فی الحدیث ائس من ان یعود احد من المؤمنین الی عبادة الصنم ویرتد الی شرکه فی جزیرة العرب ولا یرد علی ذلک بارتداد اصحاب مسیلمة ومانعی الزکوٰة وغیرهم ممن ارتد وابعد النبی صلی الله علیه وسلم لانهم لم یعبدوا الصنم" (۳)**

یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں کوئی مومن بت پرستی کی طرف لوٹ کر شرک نہ کرے گا، اور اس پر مسیلمہ کے ساتھیوں اور مانعین زکوٰۃ وغیرہ کے مرتد ہونے کا اعتراض نہ پڑے گا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ اس لیے کہ ان مرتدوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔

ان اقوال وارشادات سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا یہ مطلب ہے کہ اب عرب کے مسلمان اپنے دین سے پھر کر بت پرستی نہ کریں گے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب وہاں کافر نہیں ہوسکتے جیسا کہ زید نے سمجھ رکھا ہے، اور قوم کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نیز حدیث مذکور میں

(۱) ترجمہ مشکوٰۃ، مترجم وہابی مطبوعہ کراچی، ج:۱، ص ۲۳

(۲) اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۸۳، مطبوعہ سکھر

(۳) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، ج:۱، ص:۱۱۸

کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہوتا ہو کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے۔ یہ سراسر زید کا فریب اور دھوکہ ہے۔ ابھی اوپر مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوۃ کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مزید اور سنیں۔ ۳۲۰ھ میں عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں قرامطہ نے مکہ معظمہ پر غلبہ حاصل کیا، مسجد حرام کے اندر ہزاروں حاجیوں کو قتل کر ڈالا، اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ مقدس حجر اسود پر اپنا گرز مار کر اس کو توڑ ڈالا، جس کی تفصیل علامہ اجل شیخ الاسلام ''امام یوسف بن اسماعیل نبھانی'' رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ''حجۃ اللہ علی العلمین''، ج:۲، ص:۸۲۹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ پھر خلیفہ معتصم باللہ کے دور ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ پر رافضیوں کا قبضہ رہا۔ اسی زمانہ میں مسجد نبوی میں ایسی بھیانک آگ لگی کہ مسجد اور اس کی زیب و زینت کا تمام سامان خاکستر ہو گیا۔ خود مسجد نبوی کا امام اور قاضی شہر رافضی تھے، بلکہ حالات ایسے تھے کہ اہل سنت و جماعت کی کوئی کتاب مدینہ منورہ میں اعلانیہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ان سب کی تفصیل علامہ ''سمہودی'' علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ''وفاء الوفاء'' ج:۱، ص:۴۲۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ان تمام شواہد سے واضح ہوا کہ زمانہ موجودہ یا آئندہ میں اگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر گمراہوں کا تسلط ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی کئی سالوں تک گمراہوں، مرتدوں اور بدمذہبوں کا وہاں قبضہ رہ چکا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کے ناپاک وجود سے اس مقدس سرزمین کو پاک کیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عرب میں اب لوگ بت پرستی نہیں کریں گے۔ رہا کسی اور طرح سے کافر و مرتد ہو جانا تو حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے بلکہ واقعات و شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ وہاں کافر و مرتد ہوئے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اب رہے نجدی وہابی تو یہ ایسے ظالم و جفا کار اور گستاخ خدا اور رسول ہیں کہ جن کے ظلم و ستم کی کہانی اور جن کے غلط اور باطل عقائد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ''حسین احمد ٹانڈوی'' کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' اور عالم اہل سنت علامہ ''مفتی عبدالقیوم ہزاروی'' کی تصنیف ''تاریخ نجد و حجاز'' اور غیر مقلدوں کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی کی ''ترجمان الوہابیہ'' کا مطالعہ کریں۔ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ بطور اختصار ان کے متعلق تحریر ہے کہ

وہابی وہ قوم ہے جو صرف اپنے کو مسلمان سمجھتی ہے، اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کی موافقت نہیں کرتے ہیں، انہیں کافر و مشرک سمجھتی ہے۔ اسی لیے یہ لوگ اہل سنت و جماعت کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام ''حسین احمد ٹانڈوی'' نے لکھا ہے

''محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چوں کہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا

رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی، سلف صالحین اور انبیا کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے"۔(۱)

مزید ان کی گمراہیوں کو جاننے کے لیے مندرجہ بالا کتب کا مطالعہ کریں۔

الحاصل وہابی بلاشبہ ایک گمراہ اور بد مذہب فرقہ اور انگریزوں کا پیدا کیا ہوا ایک فتنہ ہے جس نے جبراً حرمین شریفین پر قبضہ جما رکھا ہے، وہاں پر قبضہ وتسلط جما لینا حق ہونے کی دلیل ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ ابو طاہر قرمطی اور رافضی جنہوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا تھا وہ سب برحق ہوں، حالانکہ وہ یقیناً کافر ومرتد گمراہ وبد مذہب تھے، تو جس طرح ان لوگوں کا حرمین کریمین پر قابض ہو جانا ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے، یوں ہی وہابیوں کا قابض ہونا بھی قطعاً ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

اور زید نے جو دوسری حدیث شریف پیش کی ہے اس سے بھی وہابیوں کا حق ہونا ثابت نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان مدینہ طیبہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث آج کل کے حالات پر صادق نہیں آسکتی، ورنہ لازم آئے گا کہ پوری دنیا کے مسلمان صاحب ایمان نہ ہوں حتیٰ کہ مکہ شریف اور نجدیوں کے دار السلطنت 'ریاض' میں بھی کوئی مسلمان نہ ہو کہ ایمان صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرب قیامت اور دجال کے نکلنے کے وقت ایمان مدینہ شریف میں رہ جائے گا۔ چنانچہ "شیخ عبد الحق محدث دہلوی" قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"اصح آنست کہ از زمانہ خروج دجال کہ جز در مدینہ مطہرہ علم دین دراں زمانہ موجود نہ باشد"(۲)

صحیح تر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ دجال کے نکلنے کے وقت علم دین صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔

لہٰذا زید کا اپنی حقانیت کے ثبوت پر اس حدیث کو پیش کرنا سراسر اس کی جہالت وحماقت ہے اور بھولے بھالے عوام کو دھوکہ دینے کا ایک حربہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے سخت پرہیز کریں اور ان کی باتوں کو ہرگز ہرگز نہ سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی عفرلہ
سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب، ص: ۴۲

(۲) اشعة اللمعات، ج: ۱، ص: ۱۲۵

تقلید ائمہ کس دلیل سے ثابت ہے

مسئلہ از: محمد عارف برکاتی دارالعلوم اہل سنت گھاس بازار، شاہی مسجد، ناسک

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ زید کہتا ہے کہ دین کے چار اماموں میں سے کسی ایک امام کے طریقہ پر احکام شرعیہ بجالانا اوراس کی پیروی کرنا واجب ہے تو کیا ان چاروں اماموں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول ہے؟ حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

"باسمہٖ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کا یہ سوال اس کی جہالت وگمراہی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ کا بنیادی ماخذ صرف ارشاد رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء میں منحصر ومحدود نہیں کہ جو حدیث میں ہو اسی کو مانا جائے اور بس، بلکہ احکام شرعیہ کے دلائل چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اور سب سے حکم ثابت ہوتا ہے حضرت علامہ ملا احمد جیون استاذ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہما الرحمہ کی مشہور ومعروف کتاب "نورالانوار" میں ہے

"اعلم ان اصول الشرع ثلثة الکتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القیاس" (۱)

چنانچہ ان چاروں اماموں کی تقلید کا وجوب احکام شرعیہ کی تیسری دلیل "اجماع امت" سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ "طحطاوی" قدس سرہ کے ارشاد سے واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ھذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعة وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیة والحنبلیة رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجاً عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اھل النار" (۲)

زید کو چاہیے کہ بارہ سو سال سے تمام مسلمان جس طریقہ پر چلے آرہے ہیں اسی کو مضبوطی سے پکڑ کر دارین کی سعادت حاصل کرے، اور غیر مقلدیت کے جراثیم سے اپنے کو بچائے۔

زید بتائے! کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں اور غسل میں تین فرض ہیں یوں ہی وہ بتائے! کہ قرآن وحدیث میں کہاں ہے؟ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اوّل، حضرت عمر

(۱) نور الانوار، ص: ۸،۷

(۲) الطحطاوی علی الدر المختار، ج: ۴، ص: ۱۵۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ دوم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ چہارم ہیں یوں ہی قرآن یا حدیث میں کہاں ہے؟ کہ جہاز یا ٹرین پر نماز ہوگی یا نہیں اور یہ بھی بتائے کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ عرب کے ایک مخصوص خطہ کا نام ''مملکت سعودیہ عربیہ'' ہے اور یہ بھی قرآن وحدیث سے بتائے کہ قرآن حکیم پر زبر وزیر پیش لگانے کے لیے کہاں لکھا ہے۔ اگر یوں ہی شمار کرتے جایئے تو ہزاروں نہیں لاکھوں مسائل ایسے ملیں گے جن کا صراحتاً حکم نہ قرآن میں ملے گا نہ حدیث رسول میں ملے گا تو کیا زید ان سب کو ماننے سے انکار کردے گا؟ پھر یہ بھی پوچھئے کہ تم اپنے باپ کا نام بتاؤ اور قرآن یا حدیث میں دکھاؤ کہ میرے باپ کا یہ نام ہے اور یہی میرا باپ ہے۔ میرا یقین ہے کہ زید قیامت تک اپنے باپ کا ثبوت قرآن یا حدیث سے پیش نہیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا اس طرح کی موشگافی کرکے گمراہی میں پڑنا یا لوگوں کو گمراہ کرنا سراسر گناہ اور موجب ضلالت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

کتابی کسے کہتے ہیں

مسئلہ: از کرناٹک

کرم طراز حضرت محقق مفتی صاحب آداب وتسلیمات بعد ادائے مراسم غلامانہ عرض ایں کہ درج ذیل کا شرعاً حکم وفتویٰ عطا فرمانے کی دست بستہ معروض، بندہ نوازی ہوگی۔

التماس: کتابی کافر کی تعریف کیا ہے؟ آج کل وہ کون لوگ ہیں؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

کتابی کافر وہ ہے جو ہمارے حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو۔ ''فتح القدیر'' میں ہے ''والکتابی من یومن بنبي ویقر بکتاب (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''وکل من یعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم علیہ السلام وشیث وزبور داؤد علیھم السلام فھو من اھل الکتاب'' (۲)

(۱) فتح القدیر للعاجز الفقیر باب بیان المحرمات، ج:۳، ص: ۲۱۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، باب فی بیان المحرمات، ج:۱، ص: ۲۸۱

لہٰذا مذہب یہودیت ونصرانیت کے ماننے والے کتابی ہیں، مگر اس زمانے میں اکثر یہود ونصاریٰ بھی نیچری اور دہریہ ہوگئے ہیں تو اہل کتاب کی تعیین مشکل ہے، پھر بھی اگر کوئی کافر تعریف مذکور کا مصداق ٹھہرتا ہے تو وہ کتابی ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

رافضیوں کی قسمیں

مسئلہ: ازسید ابرار حسین موضع بدرگنج، بنکٹوا، صابر پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام کہ رافضیوں کی کتنی قسمیں ہیں، بیان فرمائیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

رافضی کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کو ناقص بتائیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، یا دیگر ائمہ اطہار کو انبیا سابقین خواہ کسی ایک ہی نبی سے افضل جانیں وغیر ذلک من الکفریات یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں، اور ان کے احکام مثل مرتد ہیں۔ آج کل کے تمام رافضی تبرائی اسی قسم کے ہیں۔

دوم: تبرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے تو بچتے ہوں مگر صحابہ کرام پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کرتے ہوں۔ ان میں جو لوگ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر ہوں، اور ان پر سب وشتم کرتے ہوں، فقہائے کرام کے نزدیک وہ بھی کافر اور مرتد ہیں۔ مگر مسلک محقق کے مطابق یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب نار ہیں۔

سوم: تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام کو خیر سے یاد کرتے ہوں۔ خلفاء اربعہ کی امامت کو برحق مانتے ہوں۔ مگر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل مانتے ہوں یہ صرف بدمذہب ہیں۔ هذا خلاصة ما قال شیخ شیوخنا الکریم مجدد الملة والدین الامام احمد رضا القادری البریلوی رضی عنه ربه القوی فی الجزء الخامس من الفتاویٰ الرضویه.(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۷رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، باب المحرمات، ج:۵، ص:۲۴۰

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے؟

مسئلہ از: مولانا صوفی محمد کلیم مدرسہ غوثیہ ملسی خاص ضلع دیوریا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال یعنی اعلان نبوت کے پہلے نبی نہیں تھے۔ زید کا قول صحیح ہے یا غلط؟ اس پر اسلامی نقطۂ نظر سے کیا حکم لگے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث شریف ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "إنی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبین، وان آدم لمنجدل فی طینتہ" (۱)

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق "عبدالحق محدث دہلوی" رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث شریف کا خلاصہ وہ ہے جو "کنت نبیا، وآدم بین الماء والطین" کے لفظ سے لوگوں کی زبان پر مشہور ہے، اور ایک روایت میں "کتبت نبیا" ہے۔ یعنی میں اس وقت نبی لکھا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تھے۔" (۲)

"شیخ محقق" مزید آگے تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کے پہلے نبی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کا نبی ہونا مقدر ہو چکا تھا، اور آپ علم الٰہی میں پہلے ہی نبی تھے، تو ایسی نبوت تمام انبیاے کرام کو شامل ہے، کیوں کہ سب علم الٰہی میں پہلے ہی سے نبی تھے۔ اور اگر بالفعل نبی ہونا مراد ہے تو دنیا ہی میں ہوں گے، مگر اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب ملائکہ اور ارواح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود عنصری سے پہلے ان کی نبوت کا ظاہر کرنا ہے۔ (۳)

اور حضرت "ابوہریرہ" رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، ص: ۵۱۳

(۲) ترجمہ از اشعۃ اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

(۳) ترجمہ از اشعۃ اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

"قالوا: یارسول اللہ! متی وجبت لک النبوۃ؟ قال: وادم بین الروح والجسد" (۱)

یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ تو حضور نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی تھے اور ان کے نبی ہونے کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے سراسر غلط اور جہالت ہے اور ایسا شخص جاہل وگمراہ ہے اس کو اپنے جاہلانہ قول سے رجوع لازم اور توبہ واستغفار ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

غیر خدا کو حاضر وناظر ماننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد علی نظامی موضع سڑھوارہ، پوسٹ ہری ہرپور، ضلع کٹیہار، بہار

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ:

زید نے مجلس فاتحہ منعقد کی اور اس میں اس طرح دعا کی کہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کو حاضر وناظر جان کر یہ دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے غوث اعظم ہم آپ کو حاضر وناظر جان کر دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے خواجہ غریب نواز ہم آپ کو حاضر وناظر مان کر یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے اعلیٰ حضرت! ہم آپ کو حاضر وناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے گروہ اولیا! ہم آپ کو حاضر وناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طریقے پر دعا کرنا از روئے شرع صحیح ہے؟ اور کیا حاضر وناظر کا اطلاق غیر خدا پر صحیح ہے؟ اور یہ کہنا کہ ہماری دعا قبول فرمائیں تو کیا دعاؤں کا مجیب رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟ از روئے شرع اس جملہ کو بوقت دعا کہنا درست وصواب ہے؟ ہے تو کیوں؟ کتاب وسنت یا اقوال فقہاء کی روشنی میں شافی وکافی جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج: ۲، ص: ۲۰۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حاضر وناظر کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مفتی "احمد یار خان نعیمی" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"عالم میں حاضر وناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے، اور دور وقریب کی آواز سنے، یا آن واحد میں تمام عالم کی سیر کرے، اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے"۔(۱)

اس معنی کے اعتبار سے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صدقے میں اولیا کاملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلاشبہ حاضر وناظر ہیں، جس پر بے شمار آیات واحادیث اور فقہائے کرام کے ارشادات شاہد ہیں۔

علامہ اجل "قاضی عیاض مالکی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (۲)

اس کے تحت "ملا علی قاری" رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لان روح النبی علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام" (۳)

یہی علامہ "ملا علی قاری" مرقاۃ باب ما یقال عند من خضرہ الموت کے آخر میں لکھتے ہیں:

"لا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لھم الارض وحصل لھم ابدان مکتسبۃ متعددۃ وجدوھا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد" (۴)

ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ انبیاے کرام واولیاے عظام، اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی طاقت سے عالم میں حاضر وناظر ہوتے ہیں، اس لیے سوال میں مذکور دعا کے جملے میں صالحین کو حاضر وناظر کہنا درست ہے اور اس طرح دعا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۲) حاضر وناظر کا جو معنی اوپر مذکور ہوا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق غیر خدا پر ہی صحیح ہے۔ خدائے تعالیٰ کے لیے حاضر وناظر کہنا درست نہیں ہے، فقیہ ملت مفتی "جلال الدین احمد امجدی" قدس سرہ تحریر فرماتے

(۱) جاء الحق، حصہ: ۱، ص: ۱۳۸

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ علی النبی ﷺ، ج: ۲، ص: ۵۲

(۳) نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض، ج: ۳، ص ۴۶۴

(۴) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب مایقال عند من حضر الموت

ہیں: ''اگر حاضر وناظر بمعنی شہید وبصیر اعتقاد رکھتے ہیں یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے، مگر اس عقیدے کی تعبیر لفظ حاضر وناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے، لیکن پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا، جیسا کہ ''در مختار مع شامی'' ج:۳، ص:۳۰۷ میں ہے ''یا حاضر یا ناظر لیس بکفر'' (۱)

اور ایک دیوبندی مصنف مولوی ''محمد یوسف تاؤلوی'' نے بھی اللہ جل مجدہ کے لیے لفظ حاضر بولنے پر سخت ممانعت کی ہے، اور بولنے والوں پر نکیر کی ہے۔ دیکھئے ''جواہر الفرائد شرح، شرح عقائد، ص:۲۰۵'' واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۳) دعا قبول کرنے کا مطلب حاجت روائی کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے کرم سے اپنے مخصوص بندوں کو بلا شبہ یہ طاقت وقوت عطا فرمائی ہے کہ وہ حاجت روائی کریں۔ اس موضوع پر علمائے اہل سنت کثرھم اللہ کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آ گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۱۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

صرف ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد وکیل احمد علیمی، مقام ناتھپور، پوسٹ بھمن جوت، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کتاب ''مقام نبوت'' ص:۳۱۸ پر لکھا ہے کہ اگر مرتے وقت کسی مسلمان کی زبان پر لا إلٰہ إلّا اللّٰہ تو آتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے کا اسے موقع ووقت نہیں ملتا تو وہ کافر مرے گا اور وہ جہنمی ہے، اس لیے کہ ایمان اللہ کی توحید میں نہیں بلکہ نبی کی نبوت کی تصدیق میں ہے، اور لا إلٰہ إلا اللّٰہ میں اللہ تو ہے، محمد رسول اللہ نہیں اور اگر مرتے وقت کسی کی زبان پر محمد رسول اللہ تو آ گیا لا إلٰہ إلّا اللّٰہ نہیں آیا تو وہ مومن مرے گا اور وہ جنتی ہے۔ اس لیے کہ محمد رسول اللہ کہنے میں اللہ بھی آ گیا اور محمد بھی۔ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ ابو طالب کے لئے کلمہ ترضی استعمال کرنا کس حد تک درست ہے جب کہ ان کے ایمان کے بارے میں

---

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، باب العقائد، ج:۱، ص:۳

نفی کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب بولنا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کتاب مذکور کی مندرجہ عبارت سراسر غلط اور باطل ہے۔ مصنف کتاب کو اسلام کے بنیادی عقائد و اصول کی خبر رکھنی چاہیے اور ہرگز ایسی عبارت نہ لکھنی چاہیے، کیونکہ ظاہر ہے جب وہ مسلمان ہے اور صرف اسے "لا إلہ إلا اللہ" ہی کہنے کا موقع مل پایا کہ روح نکل گئی تو وہ کافر کیسے ہوگا؟ البتہ اگر وہ محمد رسول اللہ کا انکار کرتا، وہ بھی ہوش و حواس میں تو اس کا حکم جدا ہوتا لیکن یہاں تو اسے محمد رسول اللہ کہنے بھر کا وقت ہی نہ ملا، اور پہلے سے ہی وہ مومن تھا، اب وہ کیوں کر کافر ہوسکتا ہے؟ نبراس میں ہے:

"الإجماع منعقد على ايمان من صدق بقلبه وقصد الاقرار باللسان ومنعه مانع من خرس وهو عدم القدرة على التكلم من الفطرة اما لفقد السمع الذى هو آلة التعلم لآفة فى آلات التكلم ونحوه كصحف من مرض." (۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے تصدیق کرے، اور زبان سے اقرار کرنا چاہتا تھا کہ کسی وجہ (مثلاً گونگا پن یا بیماری میں نہ بولنے کی طاقت وغیرہ) سے زبان سے نہ کہہ پایا، تو باتفاق علمائے کرام وہ مومن ہے تو جو شخص مسلمان تھا، اور وقت انتقال پورا کلمہ زبان سے ادا کرنے کا موقع نہ پاسکا، وہ بدرجہ اولیٰ مومن ہی رہے گا۔ لہٰذا کتاب مذکور کی منقولہ عبارت سراسر خلاف اصول عقائد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ابو طالب اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی اور مددگار رہے مگر ان کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (۲)

مفسرین کرام کا اجماع ہے کہ یہ آیت "ابو طالب" کے حق میں نازل ہوئی۔ جلالین شریف میں ہے:

"نزل فى حرصه صلى الله عليه وسلم على ايمان عمه "ابى طالب" (۳)

اور مدارک التنزیل میں ہے:

(۱) النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۲۵۳

(۲) سورۃ القصص: آیت: ۵۶

(۳) تفسیر الجلالین، ص: ۳۳۲

"قال الزجاج: اجمع المفسرون علی انها نزلت فی "ابی طالب" (۱)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ "ابو طالب" کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ "ابو طالب" کی موت کفر پر ہوئی۔

ملک العلما علامہ سعود کاسانی علیہ الرحمہ ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"والاصل فیه ماروی عن علی رحمة الله تعالیٰ عنه لا مات ابوه ابو طالب جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله ان عمک الضال قد تو فی فقال: اذهب و غسله و کفنه وواره ولاتحدثن حدثا حتی تلقانی." (۲)

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے "ابو طالب" کا کفر پر مرنا، اور دم واپسی ایمان لانے سے انکار کرنا، اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت ہے، جس میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔" (۳)

تفصیل کے لیے رسالہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" کا مطالعہ کریں، اور جب "ابو طالب" کا کفر پر مرنا یقینی ہے تو ان کے لیے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا جملہ استعمال کرنا حرام حرام اشد حرام بلکہ بعض صورت میں کفر ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب "ابو طالب" کا کفر ادلہ کالنہار سے آشکار تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کا کیوں کر اختیار۔ اگر اختیار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ اور اگر دعا ہے تمنا هو الظاهر تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزا۔ ایسی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ (۴)

آگے فرماتے ہیں۔ "علماء نے کافر کے لیے دعاء مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے۔ پھر دعاء رضوان تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ (۵)

لہٰذا ابو طالب کے لیے کلمہ "ترضی" کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم .

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر چہ غیب کا علم رکھتے ہیں مگر آپ کے لیے عالم الغیب کا لفظ بولنا درست نہیں ہے۔ عالم الغیب کے بجائے عالم غیب کہا جائے گا۔ فقیہ ملت علامہ مفتی "جلال الدین احمد امجدی" قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں، لیکن عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔ (۶)

---

(۱) مدارک التنزیل، ج: ۲، ص: ۸۷۴
(۲) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۰
(۳) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۱۳
(۴) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸
(۵) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸
(۶) فتاوی فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۲۴

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ　　　　　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلطی کی، یہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحیم خان سکریٹری مدرسہ انوارالعلوم مڑیا خاص خلیل آباد ضلع سنت کبیر نگر، ۱۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید حافظ قرآن ہے، اس نے اپنے چند نوجوان ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غلطی کی ہے، اور دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرتا ہے ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی﴾ (۱)

اب زید کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) جس محلہ میں زید رہتا ہے، وہاں ایک مسجد ہے جو فی الحال جدید تعمیر کے مرحلے میں ہے۔ زید پہلے کبھی نماز پڑھتا تھا کبھی نہیں پڑھتا تھا، لیکن ادھر ایک ماہ سے اس مسجد میں وہ پانچوں وقت اذان دیتا ہے، اور امامت کرتا ہے اس کی اذان، اقامت اور امامت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

انبیاء کرام خصوصاً سید المرسلین حضور نبی کریم سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ﴾ (۲) یعنی اور رسول کی تعظیم اور تکریم کرو۔

حضرت علامہ "قاضی عیاض" علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"فأوجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ وتعظیمہ" (۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وتعظیم کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم وعزت کو لازم فرمایا۔ اور ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾ (۴) اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

---

(۱) سورۃ عبس، آیت: ۱-۲

(۲) سورۃ الفتح، آیت: ۹

(۳) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، باب تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ، ج: ۲، ص: ۲۸

(۴) سورۃ الحج: آیت: ۳۲

اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو آپ سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں، اور آپ کی بارگاہ میں ذرہ برابر گستاخی و بے ادبی کرنے والا ایمان سے محروم، اور اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حافظ ''ابن کثیر'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، بدگوئی کرے، کوئی طعن یا عیب لگائے وہ قتل کر دیا جائے گا۔''(۱)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ''امجد علی اعظمی'' قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

''نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کو ہلکا بتانا یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔(۲)

اور حضرت امام ابو یوسف ''کتاب الخراج'' میں فرماتے ہیں:

''ایما رجل مسلم سَبَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانت منہ امراتہ.''(۳)

''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دے، یا حضور کی تکذیب کرے، یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے، یا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر خدا کا منکر ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔''(۳)

حضور فقیہ ملت علامہ مفتی ''جلال الدین احمد امجدی'' لکھتے ہیں:

''کسی نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنا یا ان کے لیے کوئی عیب ثابت کرنا کفر ہے۔(۴)

ان تمام اقوال و ارشادات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی شان گھٹانا کفر ہے، اور زید کا اپنے ساتھیوں سے حضور کی شان میں مذکورہ جملہ کہنا بلاشبہ حضور کی شان گھٹانا ہے۔ لہٰذا زید پر علانیہ توبہ و استغفار اور اپنے گستاخانہ قول سے رجوع کرنا لازم و ضروری ہے اور ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں اور اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب ختم کر دیں، ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۵)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۶)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص: ۳۷

(۲) بھار شریعت، ج:۹، ص: ۵۳

(۳) ردالمحتار، باب المرتد، ج:۶، ص: ۳۸۴

(۴) انوار الحدیث، ص: ۹۰

(۵) سورۃ الانعام آیت: ۶۸

(۶) سورۃ ھود آیت: ۱۱۳

زید اپنے فاسد خیال کی تائید میں جس آیت کریمہ کو پیش کرتا ہے اسی سے متعلق علامہ اجل سیدی "اسماعیل حقی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"ان عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیھم الا سورۃ "عبس" فارسل الیہ فضرب عنقہ" (۱)

یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کچھ منافقین اپنی قوم کی امامت کرتے ہیں، اور برابر سورۂ "عبس" ہی کی قرأت کرتے ہیں، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلا کر قتل کر ڈالا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے فاسد خیالات کی تائید میں مذکورہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے تو وہ منافق صفت اور سخت مجرم وخطاکار ہے۔ بندے کو کیا حق ہے کہ اللہ جل جلالہ اور رسولان عظام کے مابین ہوئی اس طرح کی باتوں کا ذکر کرے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔ مولیٰ عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔ دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ۔" (۲)

لہٰذا زید اپنے اس قبیح قول سے فوراً توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان ونکاح کرے اور منافقوں کے طریقے کے بجائے صحابہ کرام واولیا کرام کے راستے پر چلے اور گمراہی وبددینی پھیلانے سے باز آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جواب نمبر ایک سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک زید علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے اور بدعقیدگی سے اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے اس کی اذان، اقامت اور امامت سب ناجائز ہے۔ اس کے فسق وفجور اور بدعقیدگی کے ظاہر ہونے کے بعد سے جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا لوٹانا ضروری ہے۔ امام فخر الدین زیلعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"کرہ امامۃ المبتدع ای صاحب الھوی" (۳)

بدعقیدوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ اسے امام بنائیں گے وہ سب مجرم وگنہگار ہوں گے جیسا کہ "غنیۃ المستملی" میں ہے۔ "لو قدموا فاسقاً یأثمون" (۴) یعنی اگر کسی فاسق وفاجر کو امام بنائیں گے تو سب

---

(۱) تفسیر روح البیان، ج: ۱، ص: ۲۳
(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۲۳
(۳) تبیین الحقائق، باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۳۴۵
(۴) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۱۳

گنہ گار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا ہندو کافر نہیں ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیاپور، پوسٹ رانی گرڈھ، ضلع بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ: کچھ آدمی آپس میں بیٹھ کر دین کی باتیں کر رہے تھے۔ اس میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ ہندو جو ہیں یہ کافر ہیں، تو اس میں ایک مولوی تھا اس نے کہا کہ ہندوکو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ اس نے مکمل مخالفت کی کہ ہندوکو کافر نہیں کہنا چاہیے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کہنا چاہیے یا نہیں؟ اور جس نے مخالفت کی اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں وہ کافر ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اسلام میں نہ ہو شرعاً وہ کافر ہے اور ہندو مسلمان نہیں بلکہ کافر کی بدترین قسم مشرک ہے تو وہ ضرور کافر ہے۔ اسے ضرور کافر کہا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے "شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔"(۱)

مولوی مذکور کا قول کفر اور اس کا خیال سراسر غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔

علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں "نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیھم او شک." (۲)

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک کرے۔ لہٰذا اس مولوی پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے، اس کو سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے اور سلام وکلام بند کر دیا جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، کتاب السیر، ج:۶، ص:۱۲۲

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی باب حکم من سب اللّٰہ تعالیٰ وملئکتہ والبیاء، ج:۲، ص:۲۴۷

سوکھا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے جانا کیسا؟

مسئلہ از: جلال الدین احمد مقام نوروں، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید وبکر عالم دین ہیں۔ لوگوں کے کہنے پر اپنے گمشدہ مال کے لیے ایک سوکھا کے پاس پتہ کرنے چلے گئے، اس کے کہنے پر ایک آدمی سے پوچھ کچھ کیے، مگر اس نے لینے سے انکار ہی کیا۔ دریافت طلب امر ایں کہ زید وبکر کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ اگر تجدید نکاح ہے تو عورت تجدید نکاح کے لیے راضی نہیں اور تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا اولادیں بھی ہوتی رہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ سے مطلع فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید وبکر حرام کار وگنہگار ہوئے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ محض پنڈت سے پوچھنے کی وجہ سے نکاح ختم نہ ہوگیا کہ تجدید نکاح کی ضرورت ہو ہاں اگر سوکھا کی کسی شرکیہ حرکت سے راضی ہو یا اس سے افعال شرکیہ کرائے تو خود کافر ہوگئے اور اب توبہ وتجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

نماز اور کلمہ جلالت "اللہ" کو مزاحیہ انداز میں بیان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس امام ٹنڈیل مسجد نیا محلہ چھترپور، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ: ایک عالم صاحب دوران تقریر وہابیوں کی تردید اس انداز پر کررہے تھے، کہ نماز اور اللہ پاک کے نام کو منہ بگاڑ کر مزاحیہ انداز میں ایکٹنگ کے ساتھ ہلکے طور پر اس طرح لے رہے تھے، خود اور سامعین ہنس رہے تھے، تو بار بار اس طرح ان محترم ناموں کو تمسخر کے طور پر لینا، ان کے نماز کے انداز کو مزاح والا انداز بنا کر ہونٹ اور منہ اور گردن ترچھی کرکے ہلکے طور پر نماز نماز اللہ اللہ اللہ اکبر کہنا، اور خود ہنسنا اور سامعین کو ہنسانا، اس طرح سے اللہ پاک اور نماز کے نام کی بے ادبی، اور اہانت ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسا کرنا اور واہ واہ کے ساتھ سننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) ایک مزاحیہ انداز بنا کر کہنا کہ وہ لوگ نماز میں بجائے مسجد کے اسٹیشنوں پر ٹکر کرتے ہوئے سینوں کو

دکھانے کے لیے اس طرح پڑھتے ہیں، کیا مسافر کو اسٹیشن میں نماز پڑھنا گناہ ہے؟ یا یہ کہ جوایسی جگہ میں نماز پڑھتے ہیں وہ مکر کرتے ہیں۔ کیا اس طریقے سے عوام کی نظروں میں نمازی اور نماز کی اہمیت کم ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح بیان کرنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الو

(۱) نماز ہو، یا اور کوئی نیک کام ہو، اگر اس میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب کیا جائے جس کی بنا پر وہ نماز یا نیک کام بیکار اور برباد ہوجائے تو ایسے کام سے نفرت دلانے کے لیے بسا اوقات حقیر اور قابل نفرت چیزوں کا ذکر کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"تلک صلوۃ المنافق، یجلس یرقب الشمس حتی اذا اصفرت وکانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعاً" (۱)

یعنی یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتا ہے اور جب وہ ڈوبنے کے قریب ہوجائے، اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجائے، تو یہ اٹھ کر مرغ کی طرح چار چونچ مار لیتا ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کو منافق کی نماز فرمایا، اور اس کو پرندہ کے دانہ چگنے سے تشبیہ دی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

"نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نقرۃ الغراب وافتراش السبع" (۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح چونچ مارنے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **"لایبسط احدکم ذراعیہ انبساط الکلب" (۳)**

تم میں کوئی شخص کتے کی طرح زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے۔

ان حدیثوں میں نماز کے اندر ممنوع کام سے نفرت دلانے کے لیے کہیں کوے کی چونچ، اور کہیں کتے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی کام سے نفرت دلانے کے لیے معمولی چیزوں کو

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۶۰

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۸۴

(۳) مشکوۃ المصابیح، ص: ۸۳

ذکر کردیا جاتا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عالم مقرر نے اپنی تقریر میں دیوبندیوں وہابیوں سے اوران کی نمازوں سے نفرت دلانے کے لیے ایسا کیا ہے اوران کی نمازیں یقیناً ایسی ہی ہیں کہ ان سے نفرت دلائی جائے کیوں کہ ان کے پیشوا مولوی ''اسماعیل دہلوی'' نے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانے کو گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوبنے سے بدتر بتایا جیسا کہ صراط مستقیم میں لکھا ہے (۱)

تو وہابیوں کی نماز بیل اور گدھے والی نماز ہوئی تو اب اگر کسی عالم نے وہابیوں کی نماز سے نفرت دلانے کے لیے سوال میں مذکور حرکتیں کیں، تو اس نے کوئی جرم نہ کیا، البتہ اتنی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام مبارک زبان سے ادا کرنے میں ادب وتعظیم ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ چنانچہ کلمہ جلالت کو پُر پڑھنے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ ''شیخ زادہ'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''ولان التفخیم مشعر بالتعظیم المناسب لاسم اللّٰہ تعالیٰ فانہ یستحق ان یبالغ فی تعظیمہ'' (۲)

لہٰذا عالم مذکور کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اپنی گفتگو کو شائستہ اور مہذب انداز میں پیش کریں، اور بازاری طور وطریقے سے پرہیز کریں۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**۔

(۲) وہابیوں کے مولویوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں اور جانوروں کی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔ ان کفریہ عقائد کا رکھنے والا، یا ایسے عقیدے والوں کو مسلمان ماننے والا خواہ گھریا مسجد میں نماز پڑھے یا اسٹیشن پر پڑھے، وہ درحقیقت نماز ہی نہیں ہے کہ نماز کے لیے ایمان شرط ہے، جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے وہ مکروفریب ہی ہے تاکہ سنی مسلمان ان کے ظاہری طور وطریقے سے متاثر ہو کر ان کے فرقہ میں شامل ہوجائیں۔ مقرر کا ان کی نماز کو مکروفریب بتانا برحق ہے۔ مقرر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسٹیشن پر نماز گناہ ہے، وہاں نہ پڑھی جائے، بلکہ فرقہ وہابیہ کے مکر کو اجاگر کرنا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

---

(۱) صراط مستقیم ومترجم، ص ۷۹

(۲) حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی، ج: ۱، ص: ۲۶

مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ دینے والے کا حکم

مسئلہ از: عبدالرحمٰن

حضرت مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہ عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام کہ زید شہر نرسنگھپور کے مالداروں مالگذاروں میں سے ایک مالدار شخص تھا جس کے مراسم کفار سے انتہا کو پہنچے ہوئے تھے جیسا کہ شہر کے باشندوں کا قول ہے کہ مالگذار زید نے کفار کو برائے ساختن مندر زمین کا پلاٹ وقف یا ہبہ یا تحفہ دیا تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد زید کا انتقال ہوا جب ورثہ اور شرکاء میت جنازہ لے کر چلے تو بنام "رام رحمٰن" موسوم کفار کی ٹولی آئی جو جنازہ کے آگے آگے ڈھولک، جھانجھ، ہارمونیم بجاتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا دوہا شعر "رگھوپتی رگھوراجہ رام، ایشور اللہ ایک ہی نام، سب کو گاتے ہوئے چل رہے تھے اور ان کے بعد مسلمان کلمہ تشہد بلند آواز سے پڑھ رہے تھے لیکن جب امام مسجد کو علم ہوا تو انہوں نے صدر مسجد اور ایک حافظ صاحب کو بھیجا کہ اس کو روکو یہ کیا ہو رہا ہے کوشش کے بعد کچھ وقفہ کے لیے بند کر دیا کچھ دور چلنے کے بعد پھر وہی راگ گانا شروع کر دیا جسے دیکھ کر امام مسجد واپس اپنے کمرے میں آگئے اور کافی تعداد میں مسلمان بھی واپس ہو گئے اور کچھ مولوی وائمہ ومسلمان نے نماز پڑھی دفن وایصال ثواب میں شریک رہے اور بروز تیجہ دعائے مغفرت بھی کیا۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے میت کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ ناجائز یا جائز یا حرام یا کفر؟

(۲) شرکاء جنازہ اور دعائے مغفرت کرنے والے مولویوں کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ توبہ تجدید ایمان یا کچھ نہیں؟

(۳) ان ورثہ میت کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے حکم شرع کیا ہے جو قدرت کے باوجود کفریہ کلمات کو سنتے رہے اور ساتھ شریک رہے۔ بینوا مفصلا تفصیلا توجروا اجرا جزیلا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر یہ صحیح ہے کہ زید نے مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ میں دی تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس سے بت پرستی پر اس کی رضامندی ظاہر ہوئی اور یہ کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ان من ساعد علی ذالک فھو راض بالکفر والرضا بالکفر کفر" (۱) اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے بلکہ مذہب اصح پر کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ باب فی احکام المرتد، ج:۲، ص:۲۵۷

ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾(۱)

اور ردالمختار میں ہے: "فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا وشرعا ولتكذيبه النصوص القطعية" (۲) والله اعلم بالصواب

(۲) جانتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کریں درمختار ورد المختار میں ہے: "وما فيه خلاف يومر بالتوبة والا ستغفار وتجديد النكاح احتياطاً" (۳) والله اعلم بالصواب

(۳) لا الہ اللہ محمد رسول اللہ! مسلمان کتنا ذلیل وبے غیرت اور بے حیا ہوگیا ہے کہ کفریات کو اپنی مجلس میں بھی کرتے دیکھ کر اف نہیں کرتا ہے جو لوگ ان کفری حرکات اور اقوال وافعال سے راضی رہے وہ سب توبہ وتجدید ایمان ونکاح کریں اور جو لوگ باوجود قدرت روکنے کے بجائے خاموش رہے وہ بھی علانیہ توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے بارگاہ خداوندی میں تائب ہوں۔ والله اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

جو کہے "عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ" اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اعظم جامعی، کرلا، ممبئی

حضور سیدی الکریم مفتی اختر حسین صاحب قبلہ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید ایک نیتا شخص ہے جو کہتا ہے کہ آج لوگ ہم کو شیعہ وسنی کے نام پر، تبلیغی اور اہل سنت والجماعت کے نام پر، اہل حدیث کے نام پر یا پھر کسی اور نام پر آپس میں لڑاتے ہیں اور لڑا کر کمزور کرتے ہیں، آج ہم کو غور کرنا ہے کہ ہم انہیں عقائد کے جھگڑوں میں رہیں گے جب کہ ہمارے مخالفین مثلاً امریکہ اور یہود ونصاری وغیرہ اگر بم گراتے ہیں اور گولی چلاتے ہیں تو یہ پوچھ کر نہیں چلاتے کہ کیا تو تبلیغی ہے یا اہل سنت کا ہے یا پھر کوئی دوسرا ہے ارے یہی سوچ کر ہم پر حملہ ہوتا ہے کہ یہ "لا الٰہ الا اللہ

---

(۱) سورۃ التوبہ آیت ۸۴

(۲) ردالمحتار مطلب خلف الوعید، ج:۲، ص:۲۱۰

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶، ص:۳۹۰ کتاب الجهاد

محمد رسول الله " کا پڑھنے والا ہے خدارا میں یہاں کھڑے اس مجمع سے اپیل کروں گا کہ عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ آج اسلام کو بچانا ہے اور ہم کو اپنے اللہ کو جو ہم سے روٹھا ہوا ہے اسی روٹھے ہوئے اللہ کو منانا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مندرجہ بالا قول از روئے شرع کیسا ہے؟ (۲) اس قول کے قائل پر کیا حکم شرع ہے؟ (۳) اس کی تردید کیسا ہے؟ اگر درست ہے تو جو اس تردید سے روکے اس پر کیا حکم شرع ہے؟

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اہل سنت و جماعت کے علاوہ جتنے فرقے بنام مسلمان ہیں سب گمراہ اور بد مذہب ہیں بلکہ بہت سے فرقے مثلاً رافضی قادیانی، وہابی، دیوبندی، اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور ان سب سے دور رہنے کا حکم اللہ جل مجدہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" (۳)

جو شخص تمام باطل فرقوں کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو بھی شامل کرے اور ان کے اختلافات کو عقائد کا جھگڑا کہے تو وہ کفر کے ساتھ ساتھ ایمان کو اور باطل کے ساتھ ساتھ حق کو بھی جھگڑا مان رہا ہے اور جو ایمان اور حق کو جھگڑا کہے وہ گمراہ بد مذہب صلح کلی اور بد دین ہے اس پر فرض ہے کہ اپنے ان اقوال خبیثہ سے توبہ و استغفار کرنے کے ساتھ تجدید ایمان و نکاح بھی کرے اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ علماء کرام پر فرض ہے ایسے شخص کا حتی المقدور رد کریں اور لوگوں کو اس کی گمراہی سے بچائیں ارشاد حدیث ہے:

"اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فلیظهر العالم علمه ومن لم یفعل ذالک فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفاً ولا عدلا" (۴)

اور جو ایسے شخص کی تردید سے روکتا ہو وہ آیت کریمہ ﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ (۵) " کا مصداق اور

(۱) سورہ ہود آیت: ۱۱۳

(۲) سورۃ الانعام آیت: ٦۸

(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص ۱۰

(۴) الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۳۰۸

(۵) سورۃ القلم، آیت: ۱۲

اہل ایمان کا بدخواہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ ،جمدا شاہی ،بستی
۲۹ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

علمائے دین کی توہین کرنا اور لاعلمی میں کسی کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد محسن بولٹن ،انگلینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں جس کو زید نے ویڈیو کلپ کے ذریعہ لوگوں میں عام کئے ہیں اشعار کچھ یوں ہیں۔

(۱) برکت اٹھ گئی ہے دنیا سے اسلام کا اس میں کچھ کوئی قصور نہیں ،امام بگڑے ہیں آج مسجد کے بے چاری امت کا کوئی قصور نہیں

(۲) بنے گا دوزخ کا ایندھن بڑے بڑے علماء اور مولوی ،حدیث ہے یہ میرے نبی کی قوم کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

(۳) مسجدوں کو کھیل کود کا میدان بناتے دکھائی دیتے ہیں ،آج کے امام امت کو الو بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۴) کہتے تھے کل کہ حرام ہے یہ ٹی وی ویڈیو کیمرہ ،وہی بدمعاش عالموں رات دن ٹی وی پر دکھائی دیتے ہیں۔

(۵) آیا وقت بڑا بے ڈھنگا آج امام بنا بے ڈھنگا ،کہیں یہ جھگڑا کروائیں کمیٹیوں کو خوب نچائیں۔

صورت مسئولہ میں از روئے شرع زید پر کیا حکم عائد ہوگا؟ اور کیا وہ مسجد کا عمومی ممبر یا کمیٹی ممبر رہ سکتا ہے؟ جو قوم میں بدامنی کا ذریعہ بن رہا ہے؟ جواب دے کر رہنمائی فرمائیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ زید کی والدہ ہندوستان میں فوت ہوئی زید سنی ہے۔بکر نے والدہ کے حق میں دعا کی ،نیز قرآن خوانی میں شرکت کی اور خود دعائے مغفرت کی ،پانچ دن کے بعد ظاہر ہوا کہ زید کی والدہ پہلے شوہر سے الگ ہوگئی تھی اور دوسرا نکاح کیا تھا شوہر ثانی اور اس کے خاندان والے دیوبندی ہیں مگر بکر حلفیہ اللہ ورسول کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میں نے لاعلمی میں دعا کی تو کیا بکر عندالشرع معذور ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: شوہر اول اور اس کے تمام بیٹے سنی ہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس میں شک نہیں کہ آج کل بہت سے علماء وائمہ مساجد ایسے افعال وحرکات کرنے لگے ہیں جو شریعت کے

خلاف اور عالمانہ وقار سے ہٹ کر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عوام دن بدن علماء سے دور اور بدظن ہوتے جا رہے ہیں، مگر زید نے مذکورہ اشعار میں مطلقاً علماء اور ائمہ کے متعلق جو کچھ لکھا اور پھر اسے ویڈیو کلپ کے ذریعہ عام کیا اس سے یہی ظاہر ہے کہ وہ علمائے دین اور ائمہ مساجد کی تحقیر اور توہین کر رہا ہے اور مطلقاً علمائے دین کی توہین کفر ہے الاشباہ والنظائر میں ہے: "الاستھزاء بالعلم و العلماء کفر" (۱)

لہٰذا زید پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے اگر زید توبہ اور تجدید ایمان کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲)

اور اسے کسی مسجد و مدرسہ کا کوئی عہدہ نہ دیں کیوں کہ اس میں اس کا اعزاز ہے جب کہ وہ شخص شرعاً قابل مذمت واہانت ہے تبیین الحقائق میں ہے: "لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً" (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بکر نے لاعلمی میں زید کی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی اگر بالفرض زید کی والدہ وہابیہ ہوتی تب بھی عدم علم کی بنا پر بکر معذور ہوتا فتاوی بحر العلوم میں ہے: "اگر کسی نے لاعلمی میں کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھی یا اس کی امامت کی تو معذور ہے" (۴) صورت مذکورہ میں تو یہی متعین نہیں کہ زید کی والدہ وہابیہ تھی۔ لہٰذا بکر پر کوئی الزام نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۳؍رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

چھٹ منانا دیوالی میں دیا جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کوثر ربانی، سیتامڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مثلاً زید وعمرو وبکر کسی گاؤں کے

---

(۱) الاشباہ والنظائر مع الحموی، ج:۲، ص:۸۷

(۲) سورۃ الانعام آیت ۶۸

(۳) تبیین الحقائق، ج:۱، ص:۳۴۵

(۴) فتاوی بحر العلوم، ج:۲، ص:۵۲

باشندے ہیں، زید غیر مسلم کے ساتھ مل کر چھٹ مناتا ہے اور عمرو روپیہ پیسہ دے کر چھٹ منانے میں غیر مسلم کی مدد کرتا ہے اور بکر دیپاولی کے دن اپنے گھر میں دیا جلاتا ہے جواب مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کا چھٹ منانا، پیسہ دے کر اس میں مدد کرنا اور دیوالی منانا حرام حرام اشد حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ جامع الفصولین میں ہے: "قال ابوبکر بن طرخان من خرج الی السدۃ (قال القاری ای مجمع اھل الکفر) کفر اذفیہ اعلان الکفر و کانہ ایمان علیہ وعلی قیاس السدۃ الخروج الی النیروز والموافقۃ معھم فیما یفعلو نہ فی ذالک الیوم کفر" (۱)

اور جو کفر فقہی کا ارتکاب کرے اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "جو مرتکب کفر فقہی ہے اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے" (۲)

زید وعمرو وبکر پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۶ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(۱) جامع الفصولین ج:۲، ص:۳۱۳
(۲) الفتاوی الرضویہ کتاب السیر ج:۶، ص:۱۴۹
(۳) سورۃ الانعام، آیت:۶۸

کیا کافر کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد مہدی حسن مقام افرول، پوسٹ چکمورف، ضلع ویشالی بہار

(ا) کافر کو کافر کہا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مؤمن کو مؤمن جاننا، یوں ہی کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ بلا شبہ کافر کو کافر ہی کہا جائے گا۔ اس میں کہہ سکنے کی کیا بات ہے؟ قرآن شریف میں بے شمار جگہوں پر کافر کو کافر کہا گیا ہے۔ ارشاد باری عز اسمہ ہے ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (ا) تم فرماؤ کہ اے کافرو!

دیکھئے! اس میں صاف صاف کافر کو کافر کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کافر کو کافر کہنا ہی حکم قرآن وحدیث ہے۔ بلکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ البتہ اگر اسے کافر کہتے ہیں فتنہ وفساد کا صحیح اندیشہ ہو تو غیر مسلم کہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۲/۸ھ

کسی ولی کو نبی سے افضل کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احمد رضا قادری علیمی، متعلم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا موقف ہے علمائے اہل سنت ومفتیان دین وملت کا مسئلہ ذیل کی نسبت۔

ہفت روزہ "نئی دنیا" غریب نواز نمبر ص: ۳۵، ۲۰ تا ۲۶/ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں ایک شخص مسمی بہ محمد سعید صدر فیڈریشن آف ادریسیہ بہار (رانچی) نے سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہا۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اعلیٰ مقام ہے تیرا

اس شعر کے قائل کا شرع متین کے آئینے میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) سورۃ الکافرون، آیت: ۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیا کرام علیہم السلام اولیاء عظام سے افضل ہیں "طریقۂ محمدیہ فصل اول باب ثانی" میں ہے:

"ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء" (۱)

اس بات پر اجماع ہے کہ انبیا کرام اولیاء عظام سے افضل ہیں۔

اور "حدیقہ ندیہ" میں ہے:

"التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی" (۲)

یعنی کسی ایک نبی پر کسی کو فضیلت دینا تمام نبیوں پر فضیلت دینا ہے۔

اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے، وہ باجماع مسلمین کافر و بے دین ہے۔ "طریقہ محمدیہ" میں ہے:

"تفضیل الولی علی النبی مرسلا، کان اولا، کفر وضلال، کیف؟ وھو تحقیر النبی بالنسبة إلی الولی، او خرق للاجماع، حیث اجمع المسلمون علی فضیلة النبی علی الولی" (۳)

ولی کو نبی پر فضیلت دینا خواہ وہ نبی رسول ہوں یا نہ ہوں کفر و گمرہی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس میں ولی کی بہ نسبت نبی کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ یا یہ اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ نبی کا ولی سے افضل ہونے پر اجماع قائم ہے۔

"ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" میں ہے:

"النبی افضل من الولی، وھو امر مقطوع به، والقائل بخلافه کافر" (۴)

قطعی طور پر نبی ولی سے افضل ہیں، اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ کافر ہے۔ مذکورہ شعر میں حضرت خواجہ غریب نواز، ولی کامل، عارف باللہ "معین الدین" چشتی اجمیری قدس سرہ کو حضرت "مسیح" و حضرت "خضر" علیہما السلام سے اعلیٰ مرتبہ والا کہا گیا ہے، اور یہ دونوں حضرات انبیا کرام میں سے ہیں۔ حضرت "عیسیٰ مسیح" علیہ السلام کا تو نبی ہونا واضح و متعین ہے۔ حضرت "خضر" علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں جیسا کہ "تفسیر کبیر" میں ہے:

"قال الاکثرون ان ذلک العبد کان نبیا" (۵)

---

(۱) طریقہ محمدیہ، ج:۱، ص:۸۴

(۲) الحدیقة الندیة، ج ۱، ص:۳۱۵

(۳) الحدیقة الندیة، ج:۱، ص:۳۱۶

(۴) ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری، کتاب العلم، ج:۱، ص ۱۷۵

(۵) التفسیر الکبیر، ج:۱۱، ص:۱۴۸، مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت

لہٰذا مذکورہ شعر ''خواجہ غریب نواز'' علیہ الرحمہ یا کسی اور ولی کی شان میں کہنا کفر ہے۔ اس کے قائل ومعتقد اسلام سے خارج کافر و بے دین ہیں۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

ایمان وکفر سے متعلق چند سوالات

مسئلہ از: مولانا گلزار حسین موضع بھولا پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں بلا کسی تجدید وتاویل کے، عند الشرع قرآن پاک کی روشنی میں، بواسطہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، بلا کسی تاخیر کے، مدلل ومسکت جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

سوال:۱- ایمان کسے کہتے ہیں؟ اور اوصاف ایمان کی پہچان کیا ہے؟ مفصل طور پر بیان فرمایئے۔

سوال:۲- ایمان کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ نیز روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ اور قربانی، صاحب ایمان ہونے سے پہلے کے ارکان ہیں یا کہ صاحب ایمان ہونے کے بعد ادا کیے جائیں؟

سوال:۳- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ لیکن نماز پنج وقتہ پابندی سے ادا نہیں کرتا ہے، کبھی پڑھتا بھی ہے، اور کبھی نہیں بھی پڑھتا اب ایسے شخص کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہہ دیا تو کافر کہنے والے شخص کے بارے میں ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

سوال:۴- کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص شریک ہوا تو اس کے بارے میں ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟

سوال:۵- بکر کے کہنے کے مطابق زید کافر ہے۔ مگر زید کا انتقال ہوگیا ہے اور بکر نے خود ہی زید (کافر) کی نماز جنازہ پڑھی کیا یہ درست ہے؟ اگر حکم شرعی ہو کہ نہیں تو پھر اب کیا ہونا چاہیے؟

سوال:۶- زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے گیا تو بکر نے اسے مشرک کہہ کر نکال دیا اور نماز جمعہ نہیں پڑھنے دیا ایسی صورت میں بکر کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

سوال:۷- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن پوری طرح شریعت کا پابند نہیں رہ پاتا ہے۔ البتہ اکثر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل پاک وعرس پاک، بڑے اہتمام اور احترام کے ساتھ منعقد کرتا ہے۔ جس میں صرف علمائے اہل سنت ہی شریک ہوتے ہیں، اور تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی اور تقریر علمائے کرام کی ہوتی ہے، جس

میں بلا تفریق سبھی لوگ شرکت کرتے ہیں، اور سلام و قیام بھی ہوتا ہے جس میں سرکار اعلیٰ حضرت کا کلام کثرت سے پڑھا جاتا ہے، اور اعلیٰ حضرت ہی کا کلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور ''یا نبی سلام علیک'' وغیرہ خوب دھوم دھام سے پڑھا جاتا ہے۔ایسی محفل کو پیر، خدا اور رسول کی بارگاہ کہنا عندالشرع کیسا ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

ان تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے جو ضروریات دین سے ہیں۔حضور صدر الشریعہ علامہ ''امجد علی اعظمی'' رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں''۔(۱)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

''الإیمان فی الشرع ھو التصدیق بما جاء بہ رسول اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من عند اللّٰہ'' (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

جو شخص ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، اور کوئی فعل و عمل و قول اس سے ایسا نہ صادر ہو جو منافی اسلام ہے تو ایسا شخص مومن ہے۔مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ''احمد رضا'' فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''جب وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا، جب تک اس سے اب کفر جدید نہ ظاہر ہو۔''(۳)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اہل قبلہ وہی ہے جو ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو، اور کوئی قول، فعل قاطع ایمان اس سے صادر نہ ہو، ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا، اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوص قطعیہ قرآن' ایمان کے لیے کافی نہیں۔منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔''(۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) ایمان کا دارو مدار تصدیق قلبی پر ہے، کیوں کہ اصل ایمان تو صرف ضروریات دین کی تصدیق کا نام ہے۔علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''الایمان فی الشرع فالتصدیق بما علم بالضرورۃ انہ من

---

(۱) بہار شریعت، ایمان و کفر کا بیان، ج:۱، ص:۵۲

(۲) شرح العقائد، ص:۹۰

(۳) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۹، ص:۱۶۲

(۴) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۹، ص:۱۱۴

دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا التوحید والنبوۃ اھ۔(۱)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں، رہا اقرار تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے، اور اگر موقع ملا، اور اس سے مطالبہ کیا گیا، اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے، اور مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، مگر عند اللہ مؤمن ہے اگر کوئی کام خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔''(۲)

آدمی روزہ، نماز ودیگر ارکان اسلام اور عبادتوں کا مکلف ایمان لانے کے بعد ہوتا ہے۔ حالت کفر میں یہ اعمال واجب نہیں ہوتے بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد واجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ کی مشہور ومتداول کتاب ''منار'' اور اس کی شرح ''نور الانوار'' میں ہے:

''والصحیح انهم لا یخاطبون باداء ما یحتمل السقوط من العبادات، ای المذهب الصحیح لنا ان الكفار لا یخاطبون بأداء العبادات التی تحتمل السقوط مثل الصلوٰة والصوم'' (۳)

صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ (کفار) ان عبادتوں کی ادائیگی کے مخاطب نہیں ہیں، جو سقوط کا احتمال رکھیں یعنی ہمارا مذہب صحیح یہ ہے کہ کفار کو ان عبادات کی ادائیگی کا مکلف نہ بنایا گیا جن میں سقوط کا احتمال ہو جیسے نماز اور روزہ۔

اسی میں چند سطر بعد ہے:

''فانه تصریح بانهم لایکلفون بالعبادات الابعد الایمان.''(۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) ایمان کے بعد نماز اہم العبادات ہے جو مکلّف یعنی عاقل، بالغ مومن ہے اس پر نماز فرض عین ہے۔ نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور جو شخص قصداً چھوڑے اگر چہ ایک ہی وقت کی، وہ فاسق ہے، ایسی بہت سی احادیث ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے۔ بعض صحابہ کرام مثلاً فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اور بعض ائمہ کرام مثلاً امام احمد بن حنبل وغیرہ بھی تارک نماز کو کافر مانتے ہیں مگر امام اعظم ودیگر ائمہ کرام قصداً تارک نماز کی تکفیر نہیں کرتے۔

اعلیٰ حضرت ''امام احمد رضا قادری بریلوی'' رضی عنہ ربہ القوی ''حلیہ'' کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں

''ذهب الجمهور ومنهم اصحابنا ومالك والشافعی واحمد فی روایة الی انه لایكفر.'' (۵)

لہٰذا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بے نمازی کو کافر کہنا بہت سے صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے مذہب پر صحیح ہے، اور امام اعظم نیز بہت سے صحابہ کرام کے مذہب پر صحیح نہیں ہے۔ اگر بے نمازی کو کافر کہنے والا حنفی ہے، تو اس پر لازم ہے

(۱) التفسیر البیضاوی، ص:۱۸

(۲) بہار شریعت، ایمان وکفر کا بیان، ج:۱، ص:۵۲

(۳) نور الانوار، ص:۶۴

(۴) نور الانوار، ص:۶۴

(۵) العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب الصلاة، ج:۲، ص:۱۹۰

کہ قصداً نماز ترک کرنے والے کو مذہب حنفی کے مطابق کافر کہنے سے کف لسان کرے۔ اسی میں احتیاط ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۴) کافر کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ﴾ (۱) اور کبھی نہ پڑھئے نماز جنازہ ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔

اس آیت کی تفسیر میں ''ملا احمد جیون'' رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''هي الآية التي استدل بها على ان الصلوٰة على الكافر لا يجوز''(۲)

یعنی اسی آیت کے ذریعہ استدلال کیا گیا کہ کافر کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور کسی کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والا اگر اس کے کفریات کو جانتا تھا اور پھر اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اس پر توبہ واستغفار وتجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۵) بکر کے قول کے مطابق اگر واقعی زید کافر تھا، اور موت سے پہلے اس کی توبہ کا ثبوت نہیں، تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی بہر حال جائز نہیں، اور اگر مرنے سے پہلے اس نے اپنے کلمات کفریہ سے توبہ کر لیا تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ودرست ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''التائب من الذنب كمن لا ذنب له'' (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) زید اگر واقعی سنی صحیح العقیدہ تھا اور اس نے کوئی فعل شرک نہیں کیا تھا تو بکر کا اسے مشرک کہنا خود ہی ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

''من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله وليس كذلك الاحار عليه'' (۴) جس نے کسی مسلمان شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔

بکر پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر زید نے واقعی کوئی فعل شرک کیا تھا تو بکر کا اس کو مسجد سے نکالنا صحیح ودرست ہے۔ مگر یہ جب صحیح ہے کہ زید سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اپنے شرک پر مصرر ہے اور اگر اس نے توبہ کر لی تو مسجد سے نکالنا اور اس کو مشرک کہنا بہر حال ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف ہے:

''التائب من الذنب كمن لا ذنب له'' (۵) یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس نے

(۱) سورة التوبة، آیت: ۸۴
(۲) التفسيرات الاحمدية، ص: ۴۶۹
(۳) مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار، ص ۲۰۶
(۴) الصحيح لمسلم، كتاب الايمان، ج: ۱، ص: ۵۷
(۵) مشكوٰة المصابيح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۶

کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۷) جو مجلس "میلاد شریف" منکرات شریعہ سے خالی ہو، اور وہاں صحیح روایات واقوال بیان کیے جاتے ہوں۔ ذکر خدا ورسول اور تذکرۂ صلحاء وبندگان دین کیا جاتا ہو، تو ایسی مجلس کو نسبت وتعلق کے لحاظ سے بارگاہ خدا ورسول کہنا درست ہے۔ البتہ اگر کوئی استہزاءً ایسا کہے گا تو عندالشرع مجرم ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری — ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

سنی ہونے کی قسم کھائے تو؟

مسئلہ از: خالد حسین موضع تالہی، پوسٹ سمرا، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں۔

زید اور اس کے گھر والے سب اہل سنت عقائد کے ہیں لیکن چند دن ہوئے کہ زید گاؤں والوں سے کشیدگی کی بنا پر گاؤں کی مسجد سے علاحدہ ہو کر دیوبندیوں کی مسجد میں جمعہ ادا کرنے جانے لگا، پھر گاؤں والوں اور رشتہ داروں نے منع کیا کہ آپ وہاں نہ جائیں تو زید نے جانا بند کر دیا اور تقریباً ٦ ماہ سے اب جہاں اسے موقع ملا سنیوں کی مسجد میں نماز ادا کرنے لگا۔ فی الحال زید کو رشتہ کی ضرورت پڑی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ دیوبندی ہیں تو انہوں نے مندرجہ ذیل لوگوں کے سامنے قسم کھایا کہ میں دیوبندی نہیں ہوں اور نہ دیوبندیوں سے میل جول رکھتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب نظامی (۲) جناب ممتاز علی صاحب (۳) محمد منظور صاحب (۴) محمد اسحاق صاحب (۵) حضرت مولانا رمضان علی صاحب (٦) جناب خیر اللہ صاحب.

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا زید کا دیوبندی ہونا مشکوک ہے؟ اب جب کہ زید نے قسم بھی کھالیا اور توبہ بھی کیا اور معافی چاہا ایسی صورت میں زید کے وہاں رشتہ کرنا کیسا ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید مذہب اہل سنت ہی کو حق جانتا اور مانتا ہے اسکے علاوہ دیگر مذاہب باطلہ کے پیروکار قادیانی، شیعہ، دیوبندی، وہابی وغیرہ کو گمراہ وبددین اور کافر مانتا ہے تو بلا شبہ وہ مسلمان ہے۔ صورت مسئولہ میں برصحت قول مستفتی زید سنی ہے۔ اس کے یہاں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کذا فی فتاویٰ فیض الرسول (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/۱۰/۱۴۱۹ھ

(۱) فتاوی فیض الرسول، باب العقائد، ج: ۱، ص: ۵۰

آپریشن والا آدمی محشر میں کیسے اٹھے گا؟

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ، مقام دیوریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) زید کو شدید چوٹ لگی، ہاتھ پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ڈاکٹروں نے علاج کیا اور آپریشن کے ذریعہ دوسری ہڈی لگائی۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی جوڑ لگا رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟

(۲) بکر کو ہرنیا کی بیماری ہوگئی، اور پیٹ میں گولہ کی شکایت ہوگئی، اور ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپریشن ہوا۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

بعث بعد الموت یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اس طرح ہوگا کہ اللہ جل مجدہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کے اجزائے اصلیہ کو جمع فرما کر ان میں روح ڈال دے گا۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

"البعث هو ان يبعث الله الموتى من القبور بان يجمع اجزائهم الاصلية ويعيد الارواح إليها" (۱)

بعث بعد الموت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے اجزائے اصلیہ کو جمع کرکے ان میں روح ڈال کر ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔

اور اجزائے اصلیہ ان اجزاء کو کہا جاتا ہے جن سے روح اولاً متعلق ہوتی ہو۔ چنانچہ علامہ "عبدالعزیز" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قيل: الاجزاء الاصلية هي الاجزاء التي تعلق بها الروح اولاً" (۲)

آپریشن کے بعد جو ہڈی لگی وہ اجزائے اصلیہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اسی جواب سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب بھی واضح ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱/۱۱/۱۴۱۹ھ

دیوبندی کا نکاح وجنازہ اور اس کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد اسد اللہ علیمی

مدرس دار العلوم اہل سنت علیمیہ فیض العلوم، مقام وپوسٹ ہنومان گنج بازار، ضلع بستی، یوپی

---

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۰۱

(۲) النبراس، ص: ۲۱۰

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے، اور لڑکی دیوبندی کی ہے تو کیا اس کا نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مع دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں پڑھا سکتے تو اگر پڑھا دیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اُس کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی مجبوری ہو جیسے رشتہ دار ہوں اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے مگر اس دیوبندی امام کی اقتدا نہیں کی، صرف کھڑے رہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) کسی دیوبندی امام کے پیچھے اگر ہم نے اپنی نیت کر کے نماز پڑھی تو ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ اس مجبوری کے ساتھ کہ اگر نہیں کھڑے ہوتے ہیں تو لوگ برا سمجھیں گے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے براہ راست، یا پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس اور حفظ الایمان کے باعث علماے عرب وعجم، مفتیان حل وحرم نے ان کے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا، اور یہاں تک تحریر فرمادیا کہ "**من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر**" انہیں اپنا امام وپیشوا ماننے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں، اور فقہاء تصریح فرماتے ہیں کہ مرتدین مرد ہوں یا عورت ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں فتاویٰ ہندیہ سے نقل فرمایا:

"**لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط**" (۱)

لہٰذا لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی بھی دیوبندی عقائد رکھنے والا اس کا نکاح کسی سنی یا سنیہ سے پڑھانا ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جواب نمبر ایک ہی سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ کسی بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانا ناجائز وحرام وکفر ہے۔ جس نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھادی اس پر اعلانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ بلکہ اگر دیوبندی کے کفری عقائد پر اطلاع رکھتے ہوئے اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو ایسے شخص پر توبہ، تجدید ایمان، اور بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ اگر توبہ وتجدید ایمان نہیں کرتا ہے تو خود اس کے جنازہ میں شریک ہونا

---

(۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب النکاح، ج:۵، ص:۱۹۴

جائز نہیں۔ پھر دیوبندی کوئی بھی ہو اس کے جنازہ میں کسی طرح کی شرکت جائز نہیں۔ ایسوں سے رشتہ ہی کرنا کب جائز ہے کہ ان سے رشتہ داری کے دباؤ میں آ کر ان کے جنازہ میں شرکت کرنی پڑے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم .

(۴) ماسبق کے جوابوں سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں تو خود ان کی نماز نماز نہیں، اور جب انہیں کی نماز باطل ہے تو ان کی اقتدا یا ان کے پیچھے ان کے ساتھ رکوع، سجود وغیرہ کرتے ہوئے کسی سنی کی نماز کیسے صحیح ہو جائے گی؟ صرف دیوبندی کے برا سمجھنے کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا خیال تو ہو گیا، مگر کتنے شرم کی بات ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہائے اقدس میں گستاخیاں کرنے والے بلکہ صریح گالیاں لکھنے اور بیان کرنے والے، وہ لوگ جو اللہ و رسول جل جلال و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، ان کی اقتدا میں کھڑے ہوتے وقت اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذرا بھی لحاظ و پاس نہیں یہ کیسا ایمان ہے؟ اور کیسے مسلمان ہیں؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور سنیوں کے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے رسول کی سچی محبت و عظمت جاگزیں فرمائے۔ (آمین)

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۹ ربیع الغوث ۱۴۲۰ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: مبارک رضا، مقام کلیان پور، پوسٹ کلی گاؤں، ضلع دربھنگہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے دیوبندی امام کے پیچھے جان بوجھ کر نماز ادا کی، تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز زید کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی یا تو براہ راست شان الوہیت و بارگاہ رسالت کے گستاخ ہونے کی وجہ سے، یا تو پھر طواغیت اربعہ پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی جن کے بارے میں ان کی عبارات کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس و حفظ الایمان کی وجہ سے علمائے عرب و عجم و مفتیان حل و حرم نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور یہاں تک فرمادیا کہ "**من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر**" یعنی وہ ایسے کافر و مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ ایسوں کو اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج و کافر و مرتد ہیں۔ ان کی نماز نماز ہی نہیں کہ ان کی اقتدا میں کسی مسلمان کی نماز

صحیح ہو۔ لہٰذا زید پر فرض ہے کہ اعلانیہ توبہ کرے اور اپنی نماز جو دیوبندی کی اقتدا میں ادا کی تھی از سر نو پڑھے۔
اگر زید توبہ نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر جنہیں اس واقعہ فاجعہ کا علم ہو فرض ہے کہ زید کا سخت وشدید مقاطعہ وبائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائے، اور جب تک وہ توبہ صحیح نہ کرے اس کے یہاں شادی وبیاہ کرنا، اور اس سے راہ ورسم رکھنا ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

دیوبندی فرقہ کو اچھا سمجھنے والا کیا ہے؟

مسئلہ از: ذوالفقار احمد رضوی، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، بستی، یوپی

ایسا شخص جو فرقہ دیابنہ سے تعلق رکھے، اور انہیں اچھا سمجھے، اور منع کرنے پر باز نہ آئے، اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیابنہ اپنے عقائد کفریہ صریحہ کی وجہ سے، یا کم از کم اساطین دیوبندیہ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی (جن کی عبارات کفریہ مندرجہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کی وجہ سے علمائے عرب وعجم، مفتیان حل وحرم نے ان کے کفر وارتداد کا حکم لگا کر ہر ایک کے بارے میں تصریح فرمادی کہ "من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر" یعنی یہ چاروں ایسے کافر ومرتد ہیں کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے) کو اپنا امام وپیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں، جو انہیں اچھا سمجھ کر ان سے تعلقات رکھے گا اس کا بھی حکم انہیں جیسا ہوگا، انہیں سمجھایا جائے اگر سمجھانے پر باز نہ آئیں تو ان سے فوراً الگ ہو جانا ضروری ہے۔ کما قال تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴؍ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مردہ سمجھنے والے کا حکم

مسئلہ از: قاضی امان اللہ
مفتی ومیر واعظ جنوبی کشمیر وسرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں، اگر چہ قبر انور پر صلوۃ وسلام پیش کیا جائے، کیسا ہے؟ اور شرعاً ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

علمائے ملت اسلامیہ سلف وخلف کا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال بھی حیات حقیقی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں، اور جس طرح حیات ظاہری میں وصال سے پہلے امت کے جمیع اعمال واحوال اور سارے عالم کو ملاحظہ فرماتے رہتے تھے۔ عالم میں کہیں بھی درود وسلام پڑھا جائے آپ بنفس نفیس سنتے تھے بعد وصال بھی سارے عالم کی خبر رکھتے، اور درود وسلام پڑھنے والوں کے درود کو خود سنتے ہیں۔

اکابر علمائے محدثین نے حیات انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام سے متعلق مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ خاتم المحدثین سند المحققین حضرت امام علامہ "جلال الدین سیوطی" علیہ الرحمہ نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ "انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء" تصنیف فرما کر علمائے متقدمین واجلہ محدثین کے رسائل وتصانیف سے اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"حیاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قبرہ وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت بہ الأخبار"(۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ انور میں زندہ رہنا، اور دیگر انبیائے کرام کی حیات کا ہمیں یقینی علم ہے۔ اس لیے کہ ہمارے پاس اس سلسلے میں بہت سی دلیلیں اور متواتر حدیثیں ہیں۔

اور محدث جلیل حضرت امام علامہ "بیہقی" علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ "حیاۃ الانبیاء" کا ذکر فرما کر کچھ دلائل اس سے نقل فرمائے۔ چنانچہ بعض حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

(۱) انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، مشمولہ الحاوی للفتاوی، ج:۲، ص:۱۳۹

"قال النبی ﷺ مررت لیلة اسری بی علی موسیٰ علیه السلام وھو یصلی فی قبره" (۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) محدث جلیل حضرت "ابونعیم اصفہانی" اپنی کتاب "الحلیۃ" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں "قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ومررت بموسیٰ لیلة اسری بی وھو قائم فی قبره بین عائله وعویله " (۲)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر مبارک میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳) حضرت "ابویعلی محدث" اپنی مسند میں اور "امام بیہقی" اپنے رسالہ "حیاۃ الانبیاء" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

"ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"(۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۴) امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور حضرت دارمی اپنی اپنی مسندوں میں اور امام بیہقی "دعوات کبیر" میں حضرت اوس بن اوس صحابی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من افضل ایّامکم یوم الجمعة، فیه خلق آدم، وفیه قبض، وفیه النفخة، وفیه الصمة، فاکثروا علیَّ من الصلوٰة فیه، فان صلواتکم معروضة علَیَّ، قالوٗا :یا رسول اللّٰه! کیف تعرض صلواتنا علیک وقدارمت؟ قال ان اللّٰه حرم علی الأرض اجسَادالانبیاء"(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے، تو اس دن مجھ پر بہت درود بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود میرے پاس پیش ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے حضور اس وقت کیسے پیش ہوگا جب (بعد وصال) آپ کا جسم باقی نہ رہے گا؟ تو حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیا

(۱) الصحیح لمسلم ،باب فضائل موسی علیه السلام ،ج:۲ ص:۲۶۸

(۲) حلیة الاولیاء، ج:۸، ص:۳۳۳

(۳) سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۱۵۰

(۴) سنن ابن ماجه، ص:۱۱۹

کرام کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے۔

شیخ محقق حضرت شاہ ''عبدالحق محدث دہلوی'' علیہ الرحمہ حدیث مذکور کی شرح میں ''اشعۃ اللمعات'' میں فرماتے ہیں:

''در حیات انبیا متفق علیہ است ہیچکس را دروے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چناں کہ شہدا راست''(۱)

حضرات انبیائے کرام کی زندگی پر اہل حق کا اجماع واتفاق ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرات انبیا کرام کی یہ زندگی جسمانی دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے۔ شہیدانِ کرام کی زندگی کی طرح معنوی اور روحانی نہیں۔

محدث جلیل ابن ماجہ اپنی مسند میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں میں راوی ہیں:

''قال ان اللہ حرم علی الأرض ان تاکل اجساد الأنبیاء فنبی اللہ حی یرزق''(۲)

بعد وصال سرکار کے حضور ہمارا درود کس طرح پیش ہوگا، حضرت ابوالدرداء کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے، لہٰذا اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

شیخ محقق حضرت شاہ ''عبدالحق محدث دہلوی'' علیہ الرحمہ اپنے رسالۂ مبارکہ ''سلوک اقرب السبل'' میں فرماتے ہیں:

''باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است براعمال امت حاظر وناظر وبرطالبان حقیقت را ومتوجہاں آں حضرت را مفیض ومربی''(۳)

فروعیات میں اتنے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بغیر شائبہ مجاز، اور گنجائش تاویل، حقیقی زندگی کے ساتھ موجود اور باقی ہیں۔ اعمال امت کا مشاہدہ فرمانے والے، اور باخبر ہیں، اور بالخصوص حقیقت کے طلبگاروں اور اپنی بارگاہ کے امیدواروں کو فیض پہنچانے والے، اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

فقیہ عظیم الشان حضرت علامہ ''حسن بن عمار مصری شرنبلالی'' علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''نور الایضاح''

---

(۱) اشعة اللمعات شرح مشكوٰة، ج ۱، ص: ۶۱۳

(۲) سنن ابن ماجه كتاب الجنائز، ص: ۱۱۹

(۳) سلوك اقرب السبل

میں فرماتے ہیں:

"وما هو مقرر عند المحققين انه صلى الله عليه وسلم حي برزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات" (۱)

یعنی یہ چیز محققین علما کے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بھی زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، لذت حاصل کی جانے والی سبھی چیزوں اور عبادات سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ بعد وصال مقامات شریفہ کو دیکھنے سے قاصر نگاہوں سے روپوش ہیں۔ حضرت سیدنا شاہ "فضل رسول" قادری بدایونی قدس سرہ عقائد کی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" میں رقمطراز ہیں:

"إنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الآن حي يرزق في علو درجاته ورفعة حالاته" (۲)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں، اور اپنے بلند درجات اور عظیم حالات کے مطابق روزی پاتے ہیں۔

مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت "امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی" علیہ الرحمہ والرضوان حیات انبیا بعد وصال کو اپنے انداز میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
اوروں کی روح کتنی ہی لطیف ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
وہ ہیں حی ابدی رضا صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

معاذ اللہ! ہزار بار معاذ اللہ! ایسا گندہ عقیدہ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں اگرچہ قبر انور پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جائے" یہ زمانۂ حال کے وہابیوں اور دیوبندیوں کا گندہ عقیدہ ہے، جو اپنے عقائد کفریہ باطلہ کی وجہ سے کافر ومرتد اور بے دین ہیں۔ اساطین دیوبندیہ کے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث علمائے عرب وعجم، مفتیان حل وحرم نے انہیں کافر ومرتد قرار دیتے ہوئے صاف تصریح فرمائی کہ وہ اپنے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث ایسے کافر ومرتد ہیں کہ "من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر" جو ان کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ تفصیلی حکم کے لیے "حسام الحرمین" کا مطالعہ ضروری ہے۔ الحاصل سوال میں

(۱) نور الایضاح، ص: ۱۹۵

(۲) المعتقد المنتقد، ص ۱۴۸

مذکور عقیدہ رکھنا سراسر الحاد و زندقہ اور بددینی کا واضح نمونہ ہے اور ایسا گندہ عقیدہ رکھنے والے وہابیہ دیابنہ ہیں جو اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین ہیں۔فقط. واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی

قرآن کو نہ ماننے والا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مطیب اللہ، مقام جھیاواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

جن لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں مانتے، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قرآن شریف کو نہ ماننا کفر ہے۔"فتاویٰ تاتارخانیہ" میں ہے "اذا انکر آیۃ من القرآن او سخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب، فقد کفر." (۱) لہٰذا بر صدق قول مستفتی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے وہ سب اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہو گئے۔ اگر شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ کسی سے بیعت ہیں تو بیعت ختم ہوگئی۔ ان لوگوں پر توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے، اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو ان کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲/۵/۱۴۲۱ھ

نظریۂ وحدت ادیان کے احکام

مسئلہ از: علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

جانشین حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ کچھوچھہ شریف، مقیم حال، احمد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) دین اسلام کا دوسرے ادیان باطلہ سے کیا کسی معنی میں اتحاد ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو جو کوئی اس اتحاد کو کم از کم

(۱) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب احکام المرتدین، ج: ۱، ص: ۲۵۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر اتحاد ہوسکتا ہے تو شرعی دلیل سے اس کو مدلل فرمادیا جائے۔
(۲) کیا کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام کی کوئی گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو اس کو بھی شرعی دلیل کی روشنی میں واضح فرمادیا جائے۔
(۳) کیا کوئی مسلمان ادیان باطلہ کو قبول کرسکتا ہے؟ اگر قبول نہیں کرسکتا تو جو ادیان باطلہ کے تسلیم وقبول کو درست باور کرتا ہے اس کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟ اور اگر قبول کرسکتا ہے تو اس کے لئے بھی دلیل پیش کی جائے۔ اس مقام پر یہ خیال رہے کہ مذکورہ بالا سوالات صرف اور صرف ادیان باطلہ کا احترام اور ادیان باطلہ کے تسلیم وقبول سے متعلق ہیں لہٰذا جواب میں صرف اسی کو سامنے رکھ کر جواب عطا فرمایا جائے اور خلط بحث سے گریز کیا جائے۔
(۴) کیا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے کہ کسی ایسی تنظیم کی رکنیت قبول کرے، جس کے دستور کی دفعات میں ادیان باطلہ سے اتحاد، ادیان باطلہ کا احترام، اور ادیان باطلہ کو تسلیم وقبول کر لینے کو تنظیم کے مقاصد ونصب العین کے طور پر پیش کیا گیا ہو؟ اگر جائز نہیں بلکہ حرام ہے، تو جس مسلمان نے ایسی تنظیم کی رکنیت اختیار کر لی ہے، اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کو بھی شرعی دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے۔
(۵) اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو نہ تو اپنے دین کے اصول وضوابط سے انحراف کرتا ہے، مگر دوسرے ادیان باطلہ کو بھی صحیح ودرست اور برحق سمجھتا ہے؟
(۶) شریعت میں معبودان باطلہ، یا کسی باطل دین کے مذہبی رہنماؤں کو برا بھلا کہنے، اور گالی گلوج دینے سے اگر منع کیا گیا ہے تو کیا اس سے ان معبودان باطلہ، یا ان رہنماؤں کا احترام مقصود ہے، یا خود اپنے معبود برحق اور اپنی مقدس ہستیوں کو غیروں کی جوابی گالی گلوج اور طعن وتشنیع سے بچانا مطلوب ہے؟ مدلل طور پر واضح فرمایا جائے۔
گزارش ہے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات میں اثباتاً یا نفیاً جو کچھ بھی ارشاد ہو وہ شرعی دلائل سے مدلل ہو۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) دین اسلام کا کسی دین باطل وکفر سے اتحاد کا مطلب ایمان وکفر اور حق وباطل کا ایک ہوجانا ہے، جو بحکم قرآن وحدیث کفر ہے، اور ایسے اتحاد کو صحیح سمجھنا کفر کو صحیح سمجھنا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" میں ہے:
"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (۱) تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ قرآن کی عظیم شہادتیں کہ ان سے وداد واتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر" (۲)

(۱) سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۱
(۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب السیر، ج: ۶، ص ۹۲

آیت مذکورہ کے تحت عمدۃ المفسرین ''ابوبکر رازی جصاص'' قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''ان کان الخطاب للمسلمین فھو اخبار بانہ کافر مثلھم بموالاتہ ایاھم'' (۱)

لہٰذا دین اسلام کا ادیان باطلہ سے اتحاد کو صحیح سمجھنے والے پر لازم ہے کہ ایسے کفری عقیدہ سے توبہ کرے۔ تجدید ایمان اور تجدید نکاح و بیعت کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ادیان باطلہ کی تعظیم واحترام کفر ہے۔ فقیہ بے نظیر علامہ ''علاء الدین حصکفی'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لا یجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام وان قصد تعظیمہ کمایعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لوان رجلاً عبد اللّٰہ خمسین سنۃ ثم اھدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ''(۲)

اور ''غمز عیون البصائر'' میں ہے:

''اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسناً فقد کفر'' (۳)

اور ''الاشباہ والنظائر'' میں مرقوم ہے:

''تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلاً کفر'' (۴)

علامۂ اجل ''ملا علی قاری'' علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

''من اھدی یوم النیروز واراد بہ تعظیم النیروز کفر'' (۵)

ان تمام اقوال وارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام وتعظیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ ان کی تعظیم کفر ہے جو شخص ادیان باطلہ کے احترام وتعظیم کو صحیح سمجھے۔ اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۳) ادیان باطلہ کو قبول کرنا یا قبول کرنے کو صحیح سمجھنا کفر ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس پر توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۴) جانتے ہوئے ایسی تنظیم کی رکنیت ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے، اور رکنیت قبول کرنے والا مستحق نار وغضب

---

(۱) احکام القرآن للجصاص، ج:۲، ص ۲۴۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج۵، ص: ۴۸۱

(۳) غمز عیون البصائر، ج:۲، ص ۱۰۹

(۴) الاشباہ والنظائر مع الغمز، ج:۲، ص: ۱۸۹

(۵) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۳۰

جبار ہے، ایسے شخص پر لازم ہے کہ رکنیت مسترد کرے، توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) ادیان باطلہ کو صحیح وبرحق سمجھنے والا مومن نہیں کافر ہے۔ وہ لاکھ دعویٰ اسلام کرے ہرگز مسموع نہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (۲) ادیان باطلہ کو برحق سمجھتے ہوئے دعویٰ ایمان کرنا اجتماع نقیضین کی صحت کا ادعا ہے، ایسے اعتقاد والے پر تجدید ایمان ونکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) معبودان باطلہ اور ادیان باطلہ کے مذہبی رہنماؤں کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کی بنا پر نہیں، بلکہ اپنے معبود برحق اور جلیل القدر ہستیوں کو ان ظالم وجاہل پرستاروں کے طعن وتشنیع سے بچانے کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۳) اس آیت کریمہ کے تحت "درمنثور" میں ہے:

"عن ابن عباس فی قوله : لا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰه" الآیة قال: قالوا: یا محمد! لتنهین عن سب اوشتم آلهتنا او لنهجون ربک فنهاهم اللّٰه ان یسبوا اوثانهم فیسبوا اللّٰه عدواً بغیر علم." (۴)

امام "فخر الدین رازی" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"نهی اللّٰه عن هذا العمل فانک متی شتمت الٰهتهم غضبوا فربما ذکروا اللّٰه بما لا ینبغی من القول فلا جل الاحتراز عن هذا المحذور وجب الاحتراز عن ذٰلک المقال" (۵)

علامہ صاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"قوله فیسبوا اللّٰه ای یترتب علی ذٰلک سب اللّٰه ففی الحقیقة النهی عن سب اللّٰه" (۶)

ان تمام ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ معبودان باطلہ کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ آل عمران، آیت: ۸۵

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۱۰۸

(۴) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج: ۳، ص: ۷۱

(۵) التفسیر الکبیر، ج: ۱۳، ص: ۱۳۹

(۶) حاشیة الصاوی علی الجلالین، ج: ۲، ص: ۳۵، ۳۶

معبود برحق کو برا کہنے سے روکنے کی بنا پر ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ
الجواب صحیح: انوار احمد بغدادی

کیا یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ از: نورالزماں بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے ہیں تو مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

یزید پلید کو کافر کہنے کے متعلق اختلاف ہے۔ سیدنا امام "احمد بن حنبل" رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین اسے کافر کہتے ہیں، اور ہمارے "امام اعظم" رضی اللّٰہ عنہ نے کافر کہنے سے احتیاطاً سکوت اختیار کیا۔ "بہار شریعت" میں ہے۔

"ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں اور ہمارے "امام اعظم" رضی اللّٰہ عنہ کا مسلک سکوت، یعنی ہم اسے فاسق وفاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔" (۱)

اور "ملا علی قاری" علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اختلف فی اکفار یزید، قیل: نعم، یعنی لما عنہ ما یدل علی کفرہ من تحلیل الخمر، وما تفوہ بعد قتل الحسین واصحابہ انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدھم فی بدر، وامثال ذلک، وقیل: لا: اذ لم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الموجبۃ ای لکفرہ، وحقیقۃ الامر التوقف فیہ، ومرجع امرہ الی اللّٰہ سبحانہ" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۷۷
(۲) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۸۸

کسی کی صحابیت کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبشر رضا پورنوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ کسی صحابی کی صحابیت کا انکار کفر نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ کفر ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "اصحابی کالنجوم" زید وبکر کے اقوال میں کس کا قول درست ہے اور کس کا غلط؟ غلط کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جن کی صحابیت نص سے ثابت ہے ان کی صحابیت کا انکار کفر ہے، اور ان کے علاوہ کی صحابیت کا انکار کفر تو نہیں مگر گمرہی ضرور ہے۔ "ملا علی قاری" علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

"**فقد اجمعوا علی ان من انکر صحبة ابی بکر الصدیق کفر بخلاف انکار صحبة غیره لورود النص فی حقه**" (۱) زید وبکر دونوں اس مسئلہ میں اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔ لہٰذا بغیر علم دونوں کو حکم شرعی بیان کرنے سے اجتناب لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (۲)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محبان جہانیاں کمیٹی، باڑمیر، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماے دین، ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی معزز سادات خانوادہ ایک زمانہ سے سادات سے مشہور ہو، اور زمانہ کے لوگ اسے سادات سمجھتے اور تسلیم کرتے ہوں (اپنے آبا واجداد وعلماء سے انہیں سید سننے اور تسلیم کرتے ہوئے دیکھ کر) اور اس خانوادہ کی تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر اچھی

(۱) شرح الفقه الاکبر، ص: ۸۵۔

(۲) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۳۶

خاصی تعداد میں لوگ اس سادات خانوادہ کے بزرگوں اور موجودہ صاحب سجادہ سے حلقہ ارادت وعقیدت رکھتے ہوں (اس سادات خانوادہ کے ان کے شجرۂ نسب بھی موجود ہے جس پر اکابر سندھی علماء مشائخ کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں) ایسے میں اگر کوئی دوسرے پیر صاحب جو پہلے اس خانوادہ کو سادات سے تسلیم کرتے رہے، اور اس سادات خانوادہ کے ذریعہ قائم کردہ ادارہ کے جلسہ دستار فضیلت، اور یہاں پر آرام فرما بزرگوں کے اعراس میں شرکت فرماتے رہے ہیں، اور خود اپنے قائم کردہ ادارہ کے سالانہ جلسہ میں ان حضرات کو مدعو کرتے رہے۔

لیکن اب ادھر کچھ سالوں سے حسد وبغض کی بنیاد پر اگر یہ تاثر لوگوں میں دینے کی کوشش کررہے ہیں، کہ یہ خانوادہ سادات سے نہیں ہے صرف اسی پر بس نہ کرتے ہوں بلکہ ان خانوادہ کے کچھ مشائخ جو یہاں پر آرام فرما ہیں جن کی بزرگی وکرامتیں یہاں کے لوگوں کی زبان زد ہیں، اور ان بزرگوں کے آستانہ پر اچھی خاصی تعداد میں لوگ حاضری دیتے ہوں، تو ایسے بزرگوں کے بارے میں اس طرح کے کلمات لوگوں میں کہنا کیسا ہے کہ ''یہ ولی وغیرہ نہیں تھے اور ان کی درگاہ پر لوگ بلا مطلب جاتے ہیں، وہ ولی تو کجا مسلمان بھی نہیں تھے، بلکہ وہ بھیل تھے، اور جادوگر تھے (جبکہ ان کے خانوادہ کے کچھ لوگ گجرات کے علاقہ پچھم اور پاکستان کے صوبہ سندھ میں بھی موجود ہیں جنہیں سبھی لوگ بالاتفاق سادات سے تسلیم کرتے ہیں۔ کیا یہ بغض وحسد کی بنیاد پر نہیں ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بلا تحقیق سیادت سے انکار کرتے ہیں، تو ایذائے مومن کے جرم میں گرفتار ہیں، اور بلا وجہ شرعی ایذاء مومن حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (۱)

اور ارشاد حدیث ہے:

''من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ'' (۲)

اور کسی مسلمان کو مسلمان نہ ماننا کفر ہے۔ حدیث شریف ہے:

''لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ'' (۳)

---

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) المعجم الاوسط: ج۴، ص ۳۷۳

(۳) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷

''درمختار'' میں ہے ''یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی'' (۱)
لہٰذا اگر واقعی پیر صاحب نے سوال مذکور کی باتیں کہی ہیں تو ان پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ ساتھ ہی ایک مسلمان کے مسلمان ہونے کا انکار کرنے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کریں۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

عقائد وہابیہ کی تردید

مسئلہ از: محمد رفیع، ڈڈنہا، ہالینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ سے کسی کی بھی مدد نہیں کر سکتے، جو اس عقیدہ کو مانے مشرک ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ: حضور مر کر مٹی میں مل گئے اور یہ کہتا ہے کہ: انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے وسیلے سے بھی دعا مانگنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ: بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قبر اور مزار بنانا زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں ہے۔ اگر ہے تو تھوڑا سا، اور یہ کہتا ہے کہ: حضور کا میلاد منانا، صلاۃ وسلام پڑھنا، نعت شریف، حلقہ ذکر کرنا، گیارہویں شریف منانا، انگوٹھا چومنا معمولات اہل سنت جو ہیں، ان کو کرنا بدعت وحرام ہے۔

زید جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے، اور جو اس کو مانے اور اس کی تائید کرے ان سب پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

''باسمه تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوهاب:

بلاشبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی بعطاء الٰہی تصرف واختیار اور امداد کی قدرت وطاقت رکھتے ہیں، اور اپنے فریادیوں کی فریادرسی بھی فرماتے ہیں، اور ان کی حاجت روائی بھی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

''عن ابی الجوزاء قال: قحط أهل المدینة قحطاً شدیداً فشکوا الی عائشة، فقالت: انظروا قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فاجعلوا منه کوی إلیٰ السماء حتی لا یکون بینه وبین السماء سقفٌ، ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب، وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم

(۱) الدرالمختار، مع ردالمحتار، باب التعزیر، ج:۳، ص: ۱۸۳

فسمی عام الفتق رواه الدارمی" (۱)

یعنی حضرت ابوجوزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں شدید قحط ہوا۔ خلق خدا پریشان ہوگئی۔ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت "عائشہ صدیقہ" رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور کی قبر مبارک سے ایک منفذ آسمان کی طرف بناؤ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا کیا تو بکثرت بارش ہوئی۔ سبزہ اگا اور اونٹ اس قدر موٹے ہوگئے کہ چربی کی کثرت کی وجہ سے کھالیں پھٹ گئیں۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام "عام الفتق" رکھا گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ قحط سالی کی شکایت خیر القرون میں مسلمانوں نے حضرت "عائشہ" رضی اللہ عنہا سے کی، اور حضرت عائشہ نے قبر انور سے حاجت برآری کی تلقین فرمائی اور پھر الحمد للہ قبر اطہر سے ایسی مدد ہوئی کہ خوشحالی اور فراخی کا دور دورہ ہوگیا، بلکہ وہ سال ہی فراخ حالی میں مشہور ہوگیا۔ اب اگر ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے تو معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ حضرت "عائشہ صدیقہ" اور "خیر القرون" کے مسلمان اور اس وقت سے لے کر آج تک اس پر اعتقاد رکھنے والے دنیا بھر کے مسلمان کافر و مشرک ہوئے۔

غور فرمائیں! کہ زید نے بیک جنبش زبان صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

جب کہ کسی ایک بھی مسلمان کو کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے تو جو پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک کہے اس کا کیا حال ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے:

"لیس من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک إلا حار علیہ"(۲)

یعنی جو کسی کو کفر پر پکارے، یا خدا کا دشمن کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے گا۔

"حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں ہے:

"کذالک یا مشرک ونحوہ" (۳)

یعنی یوں ہی کسی مسلمان کو کافر و مشرک وغیرہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، باب الکرامات، ص ۵۴۵

(۲) الصحیح لمسلم، باب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج: ۲، ص ۱۵۶

''درمختار'' میں ہے:

''یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی ''(۱) یعنی جو مسلمان کو کافر سمجھے قول مفتی پر وہ خود کافر ہے۔

امام اجل علامہ ''قاضی عیاض'' قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''کذالک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل به إلیٰ تضلیل الأمة وتکفیر جمیع الصحابة'' (۲) یعنی جو کوئی ایسی بات کہے، جس سے تمام امت یا تمام صحابہ کی تضلیل وتکفیر کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔

یونہی انبیائے کرام اور اولیاء عظام سے ان کی حیات ظاہری میں اور پھر اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد استمداد و استغاثہ اور ان سے توسل پوری امت مسلمہ میں شائع وذائع اور جاری وساری ہے۔

امام شیخ الاسلام ''شہاب رملی انصاری'' کے فتاویٰ میں ہے:

''سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذٰلک من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وهل للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام لا؟ فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالأنبیاء والمرسلین والأولیاء والعلماء والصالحین جائزة، وللانبیاء وللرسل والأولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم''(۳)

یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیا ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے ہیں، اور ''یا شیخ فلاں'' وغیرہ کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیا بعد وفات مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیا ومرسلین اور اولیا وعلما سے مدد مانگنی جائز ہے، اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ محقق علامہ ''عبدالحق محدث دہلوی بخاری'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام ''امام غزالی'' گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات، استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات''(۴)

یعنی حجۃ الاسلام ''امام محمد غزالی'' نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

---

(۱) الدر المختار، مع رد المحتار، باب التعزیر، ج:۴، ص:۱۸۳

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، باب حکم من سب اللہ تعالیٰ وملئکة والنبیاء ہ : ج:۲، ص:۲۴۷

(۳) فتاوی الرملی فی فروع الفقه الشافعی، ج:۴، ص ۳۳۱

(۴) اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۷۱۶

اور حضور سیدنا شیخ ''عبد القادر جیلانی'' قدس سرہ فرماتے ہیں:

''من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ، ومن نادی باسمی فی شدۃ، فرجت عنہ، ومن توسل بی إلی اللہ عزوجل فی حاجۃ، قضیت لہ'' (۱) یعنی جو مجھے کسی تکلیف میں مدد کو پکارے، وہ تکلیف دور کردوں گا، اور جو کسی مصیبت میں میرا نام لے تو وہ مصیبت دفع کردوں گا، اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔

ان شواہد کے علاوہ ہزاروں دلائل وشواہد علمائے اہل سنت کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن سے استمداد وتوسل کا جواز ثابت ومحقق ہے۔

لہٰذا زید بے قید کا ان امور کو شرک قرار دینا حد درجہ جرأت وبے باکی بلکہ گمراہی وبددینی ہے کہ اس میں پوری امت مسلمہ کو شرک قرار دینا ہے۔ و العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور زید کا یہ کہنا کہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ) صریح حدیث کے خلاف اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی کھلی گستاخی اور کفر ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''إن اللہ حرم علی الأرض أن تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق'' (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیا کے جسموں کو کھائے۔ چنانچہ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیے جاتے ہیں۔

امام اجل علامہ ''زرقانی'' قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

''فی الکامل للمبرد مما کفر بہ الفقہاء الحجاج، انہ رای الناس یطوفون حول حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: إنما یطوفون باعواد ورمۃ، قال الدمیری کَفَّروہ بھذا لانہ تکذیب لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ان اللہ حرم علی الأرض ان تاکل اجساد الأنبیاء'' (۳)

یعنی ابو العباس مبرد نے کامل میں لکھا کہ ان باتوں میں جن کے سبب علمائے کرام نے حجاج ظالم کو کافر کہا، ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو روضہ انور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر کہا کہ کچھ لوگ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کررہے ہیں۔ علامہ ''کمال الدین دمیری'' نے فرمایا: علماء نے اس کے اس قول پر اسی وجہ سے تکفیر کی کہ اس میں ارشاد نبوی کی تکذیب ہے۔ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیا کا جسم کھانا حرام فرمایا ہے۔

---

(۱) بھجۃ الاسرار، ص: ۱۲۰

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص ۱۵۰

(۳) شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ: ج: ۱، ص: ۹۰

یونہی زید کا یہ قول کہ بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قبہ ومزار بنانا اور زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا سا علم غیب تھا، اور یہ کہ میلاد منانا، صلوٰۃ وسلام پڑھنا، اور دیگر معمولات اہل سنت سب بدعت وحرام ہیں۔ یہ سب زید کی گمراہی وبدمذہبی پر دال ہے۔ غرضیکہ زید پر اس کے عقائد باطلہ وفاسدہ اور کفریہ کی بنا پر حکم کفر ہے۔ اگر بیوی رکھتا ہے تو بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ زید پر لازم ہے کہ فوراً اپنے کفری عقائد سے توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کرلے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (۱)

اور جو شخص زید کے مذکورہ عقائد کو صحیح مانے، اور اس کی تائید کرے اس پر بھی بحکم فقہا حکم کفر ہے۔ ایسے شخص پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان ونکاح کرے۔ "الاعلام بقواطع الاسلام" میں ہے:

"من تلفظ الکفر یکفر" (الی قولہ) وکذا من ثنی علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر" (۲)

اور علامہ "ابن نجیم مصری" قدس سرہ فرماتے ہیں:

"من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفراً من القائل کفر المحسن" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۶ رذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الاعلام مع سبل النجاۃ، ص ۳۶۶

(۳) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۱۲۵

سنی کہلانے والا اگر کہے ہم بھی وہابی دیوبندی ہوگئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی نصیب گنج بازار لکھاہی پوسٹ مرزا پور، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ سنی کہلانے والا شخص اگر عناداً یہ کہے کہ ہم بھی وہابی دیوبندی ہوگئے یا یہ کہے کہ سنیوں سے اچھے تو دیوبندی وہابی ہیں اور بغیر توبہ واستغفار کئے ہوئے اب بھی اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا ہے تو ایسے شخص کے متعلق حکم شرع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ''جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہوگیا مذاق سے کہے یا دوسری وجہ سے''(۱) اسی سے اس سنی کہلانے والے کا حکم واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶ر شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

اسلام وسنیت کی توہین کرنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: عبداللطیف انرحاجی عمر نگریا متولی مسجد

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک سید کہلانے والے جو اپنے آپ کو شیخ طریقت کہتے ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں وہ محفل سماع مع مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کے ساتھ جائز کہتے ہیں نیز موسیقی کے آلات کے ساتھ محفل سماع منعقد کرتے مریدوں کو اس میں جمع کرتے ہیں نیز رقص بھی کرتے ہیں اور ان کے مریدین پیر مذکور کے قدموں میں روپے نچھاور کرتے ہیں ان حرکات کو پیر صاحب جائز ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر ایک مفتی صاحب سے پیر مذکور کا لوگوں کے درمیان مع آلات موسیقی کے محفل سماع کے جواز وعدم جواز پر مباحثہ ہوا۔ درمیان بحث انہوں نے کہا میں نے اپنی پہلی ملاقاتوں میں ہی آپ لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ اسلام وسنیت دو نمبر کی چیز ہے اور کیمونٹی امپورٹنٹ ہے نیز آگے چل کر درمیان بحث کہا کہ یہ کو آپریٹ کو کوئی اس معنی میں نہ لے کہ میں ان کتابوں کے حوالہ سے یا اسلامی طور پر شریعت کے لئے کر رہا ہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کو آپریٹ کر رہا

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۲

ہوں۔ مفتی صاحب نے ان کے مذکورہ دونوں جملوں کی روشنی میں کہا یہ جملے خلاف شرع ہیں بلکہ اسلام وسنیت کو دونمبر کی چیز کہنا اور قومیت کے اتحاد کو اہم بتلانا کفر ہے آپ پر توبہ وتجدید نکاح لازم ہے پیر صاحب یہ فتویٰ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ پیر مذکور نے کہا اگر ایسا ہے تو یہ لکھ کر دے دیجئے۔ مفتی صاحب نے لکھ کر دیا آیا یہ جملے کلمات کفر سے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ کفر عود کرے گا مفتی صاحب کی طرف یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

پیر مذکور کا یہ کہنا ہے کہ اسلام وسنیت دونمبر کی چیز ہے کیمونٹی کی یونائی امپورٹنٹ ہے سراسر غلط اور کلمات کفر ہیں کیوں کہ اس میں اسلام وسنیت پر قومی اتحاد کو ترجیح دینا اور اسلام وسنیت کو ہلکا سمجھنا ہے جو کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔"اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی هذه الحادثة کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار می کنم نه بشرع یکفر عند بعض المشائخ"(۱)

اسی مسئلہ کے تحت فتاویٰ رضویہ میں ہے" اقول وصورة النازلة اشد من هذا بکثیر فان هذا اخبار عن عمله والرجل ربما یعمل بالمعصیة و لایرضاها فیکون عاصیا لا کافرا لعدم الاستحسان والاستحصلال بخلاف ماثمه فانه صریح فی عدم قبول الشرع وترجیح الرسم علیه فکان کالمسئله قبلها رجل قال لخمصه اذهب معی الشرع قال پیادہ بیارتا بروم ہے نہ روم یکفر لانه عاندالشرع ا ه"(۲)

بہار شریعت میں ہے:"علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے یوں ہی شرع کی توہین کرنا۔"(۳)

اسی طرح دوسرا جملہ کہ "میں شریعت کے لئے نہیں کر رہا ہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کر رہا ہوں بہت سخت اور قابل گرفت ہے۔ علاوہ اس کے پیر مذکور نے مفتی صاحب کا بیان کردہ فتویٰ شرعیہ کو ماننے سے انکار کردیا۔ یہ الگ کفر ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے" رجل عرض علیه خمصه فتوی الائمة فردها وقال چه بارنامہ فتوی آوردہ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع "(۴) حاصل کلام یہ ہے کہ پیر کے کلمات کفریہ پر مفتی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۲

(۲) الفتاوی الرضویه، ج:۶، ص:۱۵۹

(۳) بہار شریعت، ج:۹، ص:۱۷۲

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۲

صاحب کا حکم شرع بتانا اور اس پر تجدید ایمان اور جدید نکاح کا حکم دینا حق اور درست ہے۔ یہ حکم خود مفتی صاحب پر عائد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

شنکر اور کرشن کو پیغمبر کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: راجو بابا محبوب مستری قصبہ شاہ گڑھ، ضلع ساگر (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید اپنے آپ کو آل رسول کہتا ہے اور ولی کہتا ہے اس کے باوجود کفریہ جملے استعمال کرتا ہے۔

(۲) کرشن جی کو سولہواں اوتار ملا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہواں اوتار ملا ہے؟

(۳) شنکر کرشن کو پیغمبر کہتا ہے۔

(۴) ہندو دھرم سب سے پہلا دھرم اور آخری دھرم ہے۔

(۵) اپنی آرتی اتروا تا اور عورتوں سے پیر چھواتا ہے۔

(۶) نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتا نماز کے وقت ٹی وی چلوا کر ڈینس کرتا اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان بھی مست رہتے ہیں۔

(۷) کہتا ہے جس نے میری مخالفت کی اس انسان کو پاگل بنادیں گے کسی کام کا نہیں رکھیں گے۔

(۸) غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا غریب نواز کو آل رسول ماننے سے انکار کردیا۔

(۹) اپنے ناف سے سانپ نکال کر ڈرواتا ہے ایسے شخص کو ولی ماننا کیسا ہے؟

(۱۰) جو اپنے گھروں میں پناہ دیتے ہیں ایسے کفریہ جملوں کو سنتے اور دیکھتے ہوئے ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کے متعلق سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں سے بعض گمراہی بعض کفر بعض ناجائز وحرام ہیں کرشن کو سولہواں اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہواں اوتار ملنے کی بات کہنا سراسر گمراہی اور جہالت ہے۔ کرشن اور شنکر کو پیغمبر ماننا بھی گمراہی ہے۔ ہندو دھرم پہلا دھرم اور آخری دھرم کہنا گمرہی بلکہ کفر ہے۔ اپنی آرتی اتروانا کفر وشرک

ہے۔عورتوں سے پیر چھوانا حرام ہے۔نماز نہ پڑھنا ٹی وی چلا کر رقص کرنا ناجائز وحرام ہے۔غرضیکہ زید اپنی ان قبیح حرکتوں اور کفریہ باتوں کی بنا پر گمراہ و بدمذہب بلکہ دائرہ اسلام سے باہر ہے۔زید ولی نہیں بلکہ شیطان ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور جن لوگوں نے اس کے کلمات کفریہ سننے کے باوجود اسے اپنا دینی رہبر اور پیر مانا اور اسے پناہ دی وہ سب بھی توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کریں اور زید سے قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد فخر الدین حشمتی رضا نگر ندی ناکہ بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں مہاراشٹر میں ہندو لوگ گنپتی کا تہوار مناتے ہیں اس موقع پر مسلمان حضرات بھائی چارگی کے نام پر بینر و پوسٹر کے ذریعہ مبارک باد دیتے ہیں ان کا سواگت کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے جلوس کے موقع پر روڈ پر کھڑے ہو کر اپنا قیمتی وقت صرف کرتے ہیں جب کہ ان کے جلوس میں مرد و عورت سب بے حیا ہو کر ایک ساتھ ناچتے گاتے اور رنگ بھی اڑاتے ہیں جب کہ رنگ لوگوں کے اوپر بھی پڑتا ہے۔

ایک محلہ میں ہندو مسلمان دونوں ہیں اس موقع پر مسلمان نوجوان خود ان کے جلوس میں شامل ہو کر ڈھول بجا کر ان کا ساتھ دیتے ہیں اور بھائی چارگی کا شور مچاتے اور مسلمان بچے ہندوؤں سے روپے لے کر ان کی مورتی کو ندی میں ڈوباتے ہیں اور مورتی پر وہ لوگ جو کھوپڑا (ناریل) چڑھاتے ہیں وہ لے جاکر کھاتے ہیں اور جن لوگوں کی دکان روڈ پر ہے وہ لوگ بیٹھ کر یہ شیطانی کھیل دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں ہماری دکان ہے ہم چھوڑ کر کہاں جائیں ان تمام لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا ان کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا اور ان کے مذہبی تہواروں اور جلوسوں کو مبارک باد دینا سب حرام حرام اشد حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام

وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبدالله خمسین سنة ثم اهدی لمشرک یوم النیروز بیضة یری تعظیم الیوم فقد کفر و حبط عمله"(۱)

اور عمدۃ المحققین حضرت ملاعلی قاری علیہ رحمۃ الباری رقمطراز ہیں:"من اهدی یوم النیروز واراد به تعظیم النیروز کفر"(۲)

اور غمز عیون البصائر میں ہے" اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"(۳)

الاشباہ والنظائر میں ہے تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلا کفر."(۴)

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کے تہواروں جلوسوں کا احترام واعزاز اوران کا استقبال کرنا سب کفر ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔"(۵)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"جنہوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہا کفر لازم ہے۔"(۶)

صدر الشریعۃ علاء مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں"کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہوکر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا اور جنم اشٹمی اور نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا"(۷)

ان تمام اقوال وارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفار کے مذہبی تہواروں،جلوس اوران کے دیوی دیوتاؤں کی تعظیم واحترام اوراستقبال ومبارک بادی یوں ہی ان میں شرکت سب کفر ہے لہٰذا جو مسلمان کنہتی یا ان کے کسی مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں ان کے جلوس کی آمد پر مبارک باد دیتے ہیں ان کا استقبال کرتے ہیں ان سب پر واجب ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں تجدید ایمان ونکاح کریں،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

---

(۱)الدر المختار مع رد المحتار،ج: ۵،ص: ۵۸۱،مکتبہ نعمانیہ
(۲)شرح فقہ اکبر،ص: ۳۲۰
(۳)غمز عیون البصائر،ج: ۲،ص: ۲۰۳
(۴)الاشباہ مع الغمز،ج: ۲،ص: ۱۸۹
(۵)الفتاویٰ الرضویہ،ج: ۶،ص: ۱۲۵
(۶)الفتاویٰ الرضویہ،ج: ۶،ص: ۵
(۷)بہار شریعت،ج: ۹،ص: ۱۷۳

''جو مرتکب کفر فقہی ہو جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اھ''(۱)

رہے وہ لوگ جو ایسے جلوس کا تماشہ دیکھتے ہیں خواہ اپنی دکان میں بیٹھ کر یا کسی اور جگہ سے یوں ہی جو لوگ بتوں پر چڑھائے ناریل کھاتے ہیں ان سے پیسہ لے کر مورتیوں کو ندی میں ڈبوتے ہیں تو ان میں سے بعض حرام اور بعض ناجائز کام کرنے والے ہیں سب پر ایسے امور سے اجتناب ضروری اور توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

حکم شرع کا انکار کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد سمیع انصاری محلہ بھر پورہ شہر گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سنی مسجد کا امام اور ایک دار العلوم کا سند یافتہ عالم ہے مگر وہ بریلی شریف سنی ادارہ مبارک پور براؤں شریف وغیرہم اداروں کے فتاویٰ ماننے سے نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ ان فتاویٰ کی نقل مسجد سے ہٹا دیتا ہے اس کا اور موذن کا کہنا ہے کہ یہ فتویٰ ہماری مسجد میں نہیں چل سکتا ہے ایسے امام اور موذن و کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

حکم شرعی کا انکار اور تکذیب کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''رجل عرض علیہ خصمہ فتوی الائمۃ فردھا وقال ایں چہ بارنامہ فتویٰ آوردہ قیل یکفر لانہ ردحکم الشرع و کذا لولم یقل شیئا لکن القی الفتوی علی الارض وقال ایں چہ شرع است کفر''(۲) اس لئے امام اور موذن اور کمیٹی کے جن لوگوں نے فتویٰ ماننے سے انکار کیا ان پر حکم کفر ہے اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کریں اور امام جب تک توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرے مسلمان اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۲۷۲

علما کی توہین کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا محلہ شاہ جورہ پوسٹ التفات گنج ضلع امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص علماے کرام کے بارے میں یہ کہے کہ روپے کے لئے بدفعلی بھی کر سکتے ہیں تو ایسا کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین کرم و مہربانی ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

یہ جملہ سراسر علماے دین کی توہین ہے اور ان کی توہین کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "اگر علماے دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے"(۱)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ مجمع الانہر میں ہے: من قال لعالم عویلم استخفافا فقد کفر جو کسی عالم کو مولویا تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔ (۲) بہر حال علماے کرام کی شان میں ایسا جملہ کہنے والے پر لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸؍رجب المرجب ۲۵ھ

ہولی کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طاہر علی مقام، پوکھر بھنڈا، پوسٹ دھکدہی، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید روزہ و نماز کا پابند ہے اور اس کے پاس کرانے اور دیگر اشیا کی دکانیں ہیں اور زید حضرت صوفی نظام الدین صاحب سے بیعت ہو چکا ہے اور ہولی کے موقع پر رنگ، روغن اور پچکاری وغیرہ بھی فروخت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہولی بھی کھیلتا ہے اور ہولی کے موقع پر غیر مسلم کے یہاں دعوت بھی کھاتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں، مرحمت فرمائیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہولی کھیلنا اور کافروں کے مذہبی تہواروں میں ان کو اچھا سمجھ کر شرکت کفر ہے ورنہ سخت ناجائز وحرام حرام اشد حرام۔ حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں آگ کی پرستش کرتے اور اپنے طور پر خوشی مناتے ہیں۔ ہولی کھیلنا یا اس زمانہ میں بدن یا کپڑے پر رنگ ڈالنا یا ڈلوانا خاص شعار ہنود ہے اور ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" (۱)

اور اسی میں ہے: "کفار کے تہواروں میں شریک ہونا حرام اور سخت حرام بلکہ کفر ہے۔" (۲)

زید بے قید پر لازم ہے کہ اپنی ان کافرانہ حرکتوں سے توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح اور تجدید بیعت بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ و اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

بتوں کے سامنے سجدہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد وارث امجدی، ایڈوکیٹ الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہے اور اسے کبھی کبھی سرکاری حکم پر مندروں میں بھی جانا پڑتا ہے، زید وہاں جا کر بتوں کے سامنے سجدہ کرتا ہے، زید کا بتوں کے سامنے سجدہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے، سجدہ کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ علامہ اجل سیدی الکریم قاضی

---

(۱) الفتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص: ۱۵۱

(۲) حوالہ سابق

عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"و کذلک نکفر بکل فعل اجمع المسلمون انه لایصدر الامن کافروان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذلک الفعل کالسجود للصنم وللشمس." اھ(۱)

اور سید المتکلمین علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "لان سجود العبادة لغیرالله کفر"(۲)

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "سجدۂ تحیت اگر بت یا چاند یا سورج کو کرتا ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے"(۳)

لہٰذا زید بتوں کو سجدہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر کسی سے بیعت تھا تو بیعت ختم ہو گئی۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے، پھر سے کلمہ طیبہ پڑھ کر داخل اسلام ہو اور تجدید نکاح وبیعت کرے۔ والله تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۴رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ

جو کافر اسلام لانا چاہے اس کی مخالفت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: اختر حسین، چھتر گانواں پوسٹ پریلا تر ہریا، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) ہندہ کافرہ جو مسلمہ ہونا چاہتی ہے اور زید اسے مسلمہ بنانا بھی چاہتا ہے لیکن گاؤں کے کچھ لوگ زید کے اس امر پر راضی نہیں اور زید پر لعن طعن کرتے ہیں اس لئے کہ ہندہ ذات کے اعتبار سے کمتر ہے اور اگر زید گاؤں والوں کی مخالفت کر کے اسے مسلمہ بنا دے تو فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مخالفت کرتے ہیں حالاں کہ یہ مسلمان ہیں۔ ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے اور زید مسلمہ بنائے یا نہیں؟ (۲) اور اگر ہندہ مسلمہ ہو جائے تو اس سے نکاح کی صورت حال کیا ہو گی، زید خود کرے یا کسی دوسرے سے کرادے۔ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۲۸، مطبع اصح المطابع ممبئی

(۲) التفسیر الکبیر، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۳۷۸

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے فوراً تلقین فرض ہے اور جس سے تلقین کو کہا اگر اس نے بلاوجہ شرعی تاخیر کی تو اشد کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوا، بلکہ علمائے اسلام کے ارشاد کے بموجب تاخیر کرنا کفر ہے۔ چنانچہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں: "فی الخلاصۃ کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان العالم کفر لانہ رضی ببقائہ فی الکفر الی حین ملازمۃ العالم ولقائہ و لجھلہ بتحقیق الایمان لمجرد اقرارہ بکلمتی الشھادۃ فان الایمان الاجمالی صحیح اجماعا"(۱)

لہٰذا ہندہ کافرہ نے اسلام لانے کو کہا تو زید پر فرض تھا کہ فوراً اسے داخل اسلام کر لیتا، اس نے تاخیر کی اس کی وجہ سے وہ سخت مجرم وگنہ گار ہوا، اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح کرے اور جو لوگ ہندہ کو مسلمان کرنے کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدخواہ اسلام و مسلمین سخت جاہل و نادان اور مجرم وگنہ گار ہیں ان سب پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان وتجدید بیعت ونکاح ضروری ہے۔ ایسا ہی فتاوی مصطفویہ (۲) میں مرقوم ہے۔ زید پر فرض ہے کہ ہندہ کو فوراً اسلام کی تلقین کرے و اللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر ہندہ شوہر والی نہیں ہے تو اسلام لانے کے بعد جس کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے خواہ زید ہو یا کوئی اور اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

فتوی کو نہ ماننے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: اختر علی، مقام و پوسٹ چوکوار، ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک دیوبندی کا نکاح پڑھایا اس پر ایک سنی ذمہ دار دارالافتاء سے فتویٰ منگایا گیا لیکن زید نے اس فتویٰ کو ماننے سے انکار کر دیا اور فتویٰ دینے والے عالم دین کو بھی برا بھلا کہا پھر کچھ دنوں بعد ایک شخص کے یہاں زندہ بچہ پیدا ہوا اور پیدائش کے بعد اس بچے کا انتقال ہو گیا مگر زید نے اس لڑکے کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیا جب کہ ایک مولانا صاحب نے اس سے نماز جنازہ

---

(۴) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۱۸

(۵) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۳

پڑھانے کے لئے کہا اور کتاب دکھایا مگر وہ نہ مانا اور بغیر نماز جنازہ پڑھے بچے کو دفن کرا دیا۔
اب شریعت مطہرہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ہم اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا ایسے شخص سے نکاح، نماز جنازہ، میلاد شریف وغیرہ پڑھانا درست ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
حکم شرعی کا انکار کرنا کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:
"رجل عرض علیہ خصمہ فتوی الائمۃ فردھا وقال این چہ بارنامہ فتوی آوردۂ قیل یکفر لانہ رد حکم الشرع"(۱)
اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا قطعاً اجماعاً کافر، مرتد، زندیق، ملحد"(۲)
اور مسئلہ بتانے پر عالم دین کو برا کہنا اور ان کی توہین کرنا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: "عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے:
"الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر" (۳)
اور جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا اسلام میں اس کی نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے بتانے کے باوجود نہ ماننا جہالت وگمراہی ہے۔ زید جس کے متعلق مذکورہ باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ سخت فاسق وفاجر ظالم وجفا کار مستحق نار وغضب جبار ہے۔ اس پر افعال خبیثہ اور اقوال کفریہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان، اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے اور اپنی قبیح حرکتوں سے باز آجائے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ سلام وکلام، نشست وبرخاست ختم کر دیں، نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس سے نکاح ومیلاد پڑھوانا جائز بلکہ سخت ناجائز وحرام ہے۔ جو لوگ زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔
صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں "عالم دین کی توہین کفر ہے او گالی دینا تو سخت درجہ کی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج ۲/ ص: ۲۷۳
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۲۲
(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱، ص: ۵۷۰

توہین ہے اس شخص نے فتویٰ کو اپنے خلاف پاکر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بیوی رکھتا ہو تو اس کے ساتھ جدید نکاح بھی کرے ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق و صواب: محمد نظام الدین القادری ۸؍شعبان المعظم۱۴۲۳ھ

غیر مسلموں سے تعلق رکھنا اوران کے مُردوں کو جلانے کے لیے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حشمت حسین نظامی ومصباحی مدرسہ اسلامیہ گنیش پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص غیر مسلموں سے تعلقات رکھتا ہو ان کے مردوں کو جلانے اور ان کے کھانے میں شرکت کرتا ہو تعلقات کے بنا پر اپنے مفاد کی خاطر غیر مسلموں کے تہوار کے موقع پر مورتیاں رکھواتا ہو درگا پوجا وغیرہ دیکھنے جاتا ہو درگا پوجا وغیرہ کے سارے اخراجات کو اپنے ذمہ بھی لیتا ہو مورتیوں کے اوپر خود بھی پھول وغیرہ ڈالتا ہو مندروں میں جا کر ٹیکا بھی لگواتا ہو اور صوم وصلوٰۃ کا پابند بھی ہو ایسے کو مسلمان تصور کیا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں بعض حرام حرام اشد حرام ہیں۔ کافروں سے دوستی تعلقات اوران کے مردے جلانے میں شرکت وغیرہ بہت اخبث نہایت اشنع ہے امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "اگر دوستی وموالات باہر کافر کہ باشد حرام اشد کبیرہ اعظم است واگر بر بنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من جامع المشرک و سکن معہ فانہ مثلہ" جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی کے مانند ہے"(۲)

اور بعض باتیں مثلاً مورتیاں رکھوانا، ان پر پھول وغیرہ چڑھانا یا ٹیکا لگوانا یہ سب بدترین کفر ہے۔ اعلیٰ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۴۰۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۹، ص:۱۴۰

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ”ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔(۱)

اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ”دسہرہ منانے والے سوال میں جو مذکور ہے ایسا کرنے والے از سرِ نو کلمہ اسلام پڑھیں ان پر تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ یہ لوگ اگر باز نہ آئیں، تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے تا توبہ مقاطعہ کیا جائے۔ سلام کلام میل جول نشست برخاست یک لخت موقوف کیا جائے۔“(۲)

اور ایک جگہ خزانۃ الروایات سے نقل کرتے ہیں ”وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الهندفی الیوم الذی یدعوہ الکفرۃ والموافقۃ معهم من تزیین البقور والافراس والذهاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا“ (۳)

جس مسلمان نے مذکورہ کام کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم اور گنہ گار ہوں گے۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

کیا صرف زبانی کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان ہو جائے گا؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقشبندی، سلطان پور، بھاوا الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ (ہندو کافر) ہے وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر اس کے ساتھ کورٹ میرج بھی کر لیا لیکن زید بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کاربند نہ رہا اور نہ ہی اس کا کوئی فعل وعمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروا دی۔ یہ شادی ہندو رسم ورواج کے مطابق انجام پائی پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تفتیش کی

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۹، ص: ۱۵۰

(۲) الفتاوی المصطفویہ، ص: ۹۷

(۳) الفتاوی المصطفویہ، ص: ۹۶

اور زید کافر سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں اس کی وجہ سے مسلمان ہوگیا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

(۱) زید ایسی صورت میں مسلمان ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) کلمہ پڑھنے کے بعد افعال کفریہ کے سبب مرتد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ایمان نام ہے ضروریات دین کی تصدیق کا شرح عقائد میں ہے۔"الایمان هو التصديق بماجاء به من عندالله تعالىٰ اى تصديق النبى بالقلب فى جميع ماعلم بالضرورة مجيئه به من عندالله تعالىٰ اجمالا اھ(۱)

حضور صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں "ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں۔"(۲)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ مومن ہونے کے لئے دل سے ضروریات دین کو ماننا اور کفر سے توبہ کرنا ضروری ہے محض زبان سے کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان نہیں ہوجائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "رہی کلمہ گوئی مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں۔ منافقین تو خوب زور وشور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالاں کہ ان کے لئے فی الدرک الاسفل من النار کا فرمان ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ"(۴) سوال میں زید کے متعلق جو تفصیل ہے اس کے پیش نظر زید ہرگز مسلمان نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب وہ مسلمان نہیں ہوا تو مرتد نہیں کہا جائے گا بلکہ کافر اصلی ہے کیوں کہ مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان ہوکر کافر ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی سے ہلیو اللہ کہنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: علی حسین قادری، بسنپور روا پوسٹ بسنپور روا، ضلع بستی

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۲۶

(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۵۲

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۸

(۴) الفتاویٰ الرضویہ م، ج: ۱۴، ص: ۱۲۴

عرض یہ ہے کہ زید کی شادی ہوئے ابھی چھ سال ہوئے ہیں ایک دن کی بات ہے کہ زید نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ مجھے دے تو اس کی بیوی نے کہا ھلیو اللہ یعنی لے لو تو اس سے ثابت ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کو اللہ سے تشبیہ دی یعنی اپنے شوہر کو اللہ کہا تو بتائیں کہ زید یا زید کی بیوی اسلام سے خارج ہو گئے کہ نہیں اور نکاح ٹوٹ گیا کہ نہیں اس مسئلہ کو آپ حل کر دیں نہایت عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس طرح کے جملوں کو بولنے سے کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ مخاطب کو اللہ کہا جا رہا ہے نہ ہی بولنے والا یہ معنی مراد لیتا ہے بلکہ عام طور پر گفتگو میں لوگ اس طرح بولتے رہتے ہیں یہ محض ایک محاورہ ہے اس لئے یہ کفر نہیں ہے اور اگر واقعی بولنے والا یہی مطلب لے کہ مخاطب کو معاذ اللہ رب العالمین اللہ تصور کرے تو یقیناً وہ خارج از اسلام اور کافر ہو جائے گا اور اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ / ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

"اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے" ایسا جملہ کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد جلال الدین برہانی زمبابوے، افریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک خطیب نے دوران وعظ صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ 'اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بن کر تشریف لائے اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے بھی برگزیدہ بندے اس فرش گیتی پر تشریف لائیں گے ہر ایک کو حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول اعظم کے صحابہ کو بھی اولیائے کرام کو بھی جب جب عمرہ کرنا ہوگا تو حضرت ہاجرہ کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا کیا اس میں کوئی جملہ کفر ہے۔ ایک عالم صاحب نے اس بیان پر کفر اور تجدید ایمان کا حکم دیا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

خطیب کا یہ جملہ کہ "اب قیامت تک جتنے نبی آئیں گے" کفر ہے چنانچہ سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ رقمطراز ہیں "من یقول انہ کان نبی بعدہ او یکون او موجود و کذا قال یمکن

(۱) المعتقد المنتقد، ص: ۱۲۰

ان یکون فھو کافر" (۱) یوں ہی خطیب کا یہ جملہ کہ "حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا" شانِ مصطفیٰ جانِ رحمت علیہ التحیہ والثناء کے خلاف اور نہایت سخت ہے اگر خطیب نے پہلا جملہ جان بوجھ کر کہا تو وہ دائرہ اسلام سے باہر ہوگیا اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مایکون کفرا اتفاقا یبطل به العمل و النکاح "اھ (۱) اور اگر خطاء سے ایسا جملہ نکل گیا تو عنداللہ کافر نہ ہوگا مگر قضاءً اس پر توبہ وتجدید ایمان کا حکم ہوگا اور زبان بہکنے کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔ امام اجل علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" لا یعذر لاحد فی الکفر بالجھالة ولا بدعوی زلل اللسان" (۲)

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانه کلمة الکفر خطاء و بلاقصد لایصدقه القاضی و ان کان لایکفر فیما بینه و بین ربه تعالیٰ"(۳)

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ائمة الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والا لاجترأ کل خبیث القلب ان یجاھر بسب اللہ و سب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و یقول زلت لسانی"(۴) اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "لو عذرنا بھذہ الدعوی لانسد الباب وانقطع الخطاب وانجرات. الکلاب علی الجھر بالسباب فھذا ما ارادہ القاضی ونصاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب(۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خطیب کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ کہ "اب قیامت تک جتنے نبی آئیں گے" کفر ہے یونہی دوسرا جملہ کہ "حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا" بہت سخت اور قابل گرفت ہے لہٰذا خطیب مذکور توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ خواہ اس نے یہ جملے قصداً کہے یا خطا کے طور پر نکل گئے اور جس عالم نے خطیب کو تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا ہے وہ برحق ہے اس نے قابل تعریف کام کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ "زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں؟ زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں مگر سہواً یہ الفاظ اثناء تقریر نکل پڑے حالاں کہ نہ یہ

---

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۸۹

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج:۲، ص:۲۰۴

(۳) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۸۹

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج:٦، ص:۱۷٦

(۵) المستند المعتمد بناء نجاة الابد، ص: ۱۵۳، ۱۵۴

مقصود ہے زید سے نہ زید اس بات کا مقر ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید وفرقان حمید کی باتیں صحیح نہیں ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتویٰ دیا کہ زید کافر ہو گیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا دونوں کے لئے شرع مطہرہ سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔

آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ: زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلا شبہ کلمہ کفر ہے اور اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور مفتی کا حکم صحیح ہے "المفتی انما یفتی بالظاهر والله یتولی السرائر" واقع میں اس کی زبان بہکی تو عند اللہ کفر نہ ہوگا مگر مفتی بلا، پس اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا شفاء شریف میں ہے" لایقبل دعوی زلل اللسان" (۱)
واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کلمہ مذکور معنی کفری میں صریح ہے اور صریح محتاج نیت نہیں لہٰذا صریح کے بموجب عمل ضرور ہوگا اگر چہ نیت برخلاف صریح کچھ بھی ہو لہٰذا نیت نہ سنی جائے گی اور تاویل مسموع نہ ہوگی۔ شفاء میں ہے "التاویل فی لفظ صراح لایقبل" پھر جب کہ اطلاق صریح ہے بے نیت تو بدرجہ اولیٰ صریح پر عمل لازم ہے کہ اس صورت میں خلاف صریح کا احتمال منفی اور صریح اپنے معنی میں متعین اور یہی صورت اس مسئلہ میں متحقق ہے کہ خطیب نے اصلاً کوئی مراد مانع کفر نہ بتائی جس سے ظاہر ہے کہ اس لفظ کے بولتے وقت اس کی کوئی نیت نہ تھی لہٰذا صریح کا متعین معنی کفری میں متعین ٹھہرا جس سے اس پر توبہ وتجدید ایمان لازم یوں ہی اس کا دوسرا کلمہ رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس شریف کے سخت خلاف ہے۔ اس سے بھی تجدید ایمان کرے۔ فالجواب صحیح والمجیب نجیح
واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قال بفمه وامر برقمه فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری
۱۵ راپریل، ۲۰۱۰، بروز جمعرات

ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں شرکت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد طارق رضوی پمپری پونہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے جب کہ وہ ہندوؤں کے گنپتی تہوار کے موقع پر ہونے والے جلوس کا ہار وغیرہ پہنا کر استقبال کرتا ہے نیز وہ دیوبندیوں

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص: ۱۸۱

کے جلسہ وجلوس میں شریک ہوکر چندہ بھی دیتا ہے ایسی صورت میں زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں گا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہندوؤں کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا کفر ہے۔امام اجل علامہ ابن بزار کردری حنفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" الخروج الی نیروز المجوس والموافقة معھم فیما یفعلونه فی ذالک الیوم کفر"(۱)اسی طرح دیوبندیوں کے جلسے جلوس میں شرکت اگر انہیں مسلمان جان کر ہو تو یہ بھی کفر ہے ورنہ حرام ہے۔زید پر تجدید ایمان و تجدید نکاح اور توبہ واستغفار لازم ہے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔قال اللہ تعالی ﴿وَاِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم

الجواب الصحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں چندہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ازمحمد مجاہد الحق چشتی کالپی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن وہ کافروں کے تہوار مثلاً لکشمی پوجا وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے یعنی چندہ کرواتا ہے اور خود دیتا بھی ہے اور کافروں کے بنائے ہوئے بینر میں اس کی تصویر اس کے نام کے ساتھ ہوتی ہے۔اس پر اس کو کوئی اعتراض بھی نہیں،لہٰذا زید اور اس کے ہمنوا پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمان کا ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شرکت کرنا حرام ہے اور اگر اچھا سمجھ کر شرکت کریں تو کھلا ہوا کفر

---

(۱)الفتاویٰ البزازیہ علی ھامش الفتاویٰ الھندیة، ج: ۶، ص: ۳۳۳

(۲)سورۃ الانعام،آیت:۶۸

(۳)غمز عیون البصائر ،ج: ۱،ص: ۲۹۵

ہے۔غمز عیون البصائر میں ہے:" اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر "(۳) فتاوی رضویہ میں ہے"ہولی دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں مسلمانوں کوان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر ہے۔"(۱)
اس پر اور اس کے ہمنواؤں پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں۔تجدید ایمان وتجدید نکاح کرکے اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ:محمد اختر حسین قادری
۲محرم الحرام۱۴۳۳ھ

احکام شرع کی تحقیر کرنا اور طریقت کو شریعت سے جدا ماننے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: شمس القمر مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکما ڈیہہ پچھی پور،ضلع مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مشت بھر داڑھی نہیں رکھتا جوا تاش کا عادی ہے اور ہوش میں رہ کر بھی یہ کہتا ہے کہ نماز کیا چیز ہے؟ خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اگر اسے کوئی مولوی یا نمازی نماز کی ترغیب کرے تو اس کا جواب ہوتا ہے کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں۔ شریعت والے تو بس ظاہر ہی میں رہ جاتے ہیں اور نماز میں رکوع اور سجدے ہی شمار کرتے رہ جاتے ہیں۔ان کی نمازوں کا کیا مطلب؟ ہم تو طریقت حقیقت معرفت والے ہیں جن کا تعلق صرف باطن سے ہے نیز ڈھول کے ساتھ قوالیوں کی محفلوں میں شریک ہو کر جھومتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈھول تاشے باجے تو خدا کا گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ اللہ کی آواز آتی ہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔(۲) کیا شریعت کو ترک کرکے یا اس کی مخالفت کرکے طریقت ومعرفت یا حقیقت کا حصول ممکن ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱)داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس "(۳)یعنی مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو مجوسیوں کا خلاف کرو۔حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں"گزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است"(۴)یعنی داڑھی کو ایک مشت تک چھوڑ دینا واجب ہے۔

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶،ص:۱۵۳
(۲)الصحیح لمسلم،ج:۱،ص:۱۲۹
(۳)اشعۃ اللمعات،ج:۱،ص:۲۱۲

اور حضرت علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یحرم علی الرجل قطع لحیتہ" (۱) یعنی مرد کو اپنی داڑھی کاٹنا حرام ہے۔

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے" (۲)

اور جوا تاش وغیرہ کھیلنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ (۳) یعنی شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا۔

اور یہ کہنا کہ نماز کیا چیز ہے خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اس جملے سے فرضیت کا انکار اور نماز کی تحقیر مفہوم ہوتی ہے جو کفر ہے۔ صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں "غرض اس قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو یہ سب کفر ہے" (۴)

پھر یہ کہنا کہ نماز خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے اس جملے میں رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی ہے۔ کیوں کہ نماز صرف یاد کرنا ہی نہیں بلکہ ایک بدنی عبادت ہے جس کی ادائیگی اس مخصوص طریقہ پر ہوتی ہے جسے حضور علیہ السلام نے یوں تعلیم فرمائی ہے کہ "صلوا کما رأیتمونی اصلی" (۵) یعنی اے مسلمانو! تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایسی عبادت ہے جسے مسلمان اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سرکار نے مسلمانوں کو اپنی جیسی ہی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لئے رسول پاک کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ظاہری نماز پڑھتے چلے آئے اور پڑھ رہے ہیں۔ جب کہ کسی کی یاد ایسی ظاہری چیز نہیں جسے دیکھا جا سکے اس لئے نماز کی ایسی تشریح کرنا شیطانی طریقہ ہے اور رسول خدا علیہ السلام کی اتباع کے بجائے شیطان کی پیروی کرنا ہے اور پھر یہ کہنا کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں الخ۔ ان جملوں میں شریعت اور ارباب شریعت اور علمائے دین سب کی توہین و تحقیر پائی جاتی ہے۔ حالاں کہ شریعت اور اہل شریعت کی تحقیر کفر ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج:۵، ص:۲۶۱

(۲) بہار شریعت، ج:۱۶، ص:۱۹۷

(۳) سورۃ المائدہ، آیت ۹۰

(۴) بہار شریعت، ج:۹، ص:۱۷۲

(۵) مشکوۃ المصابیح، ص:۶۶

سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الاستخفاف بالشریعة ای عدم المبالات باحکامها و اهانتها و احتقارها کفر" (۱) یعنی شریعت کو ہلکا سمجھنا اس کے احکام کی پرواہ نہ کرنا اس کی توہین کرنا اسے حقیر جاننا یہ سب کفر ہے۔

اور شریعت کو علم ظاہر اور طریقت کو علم باطن کہہ کر دونوں کو ایک دوسرے کے مخالف بتانا شدید جہالت وگمراہی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی عنہ ربہ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں "طریقت ہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔" (۲)

حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "علم الباطن لایعرفه الا من عرف علم الظاهر" (۳) یعنی علم باطن صرف اسے حاصل ہوگا جو علم ظاہر رکھتا ہو۔

حضور محبوب سبحانی غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "الشریعة المطهرة المحمدیة ثمرة شجرة الملة الاسلامیة شمس اضاء ت بنورها ظلمة الکونین اتباع شرع یعطی سعادة الدارین احذران تخرج من دائرة ایاک ان تفارق اجماع اهله" (۴) یعنی پاکیزہ شریعت محمدیہ درخت دین اسلام کا پھل ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کے نور سے کونین کی تاریکیاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دارین کی سعادت بخشتی ہے۔ خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا اور اہل شریعت سے جدا نہ ہونا۔

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "کل باطن یخالفه ظاهر فهو باطل" (۵) یعنی ہر وہ باطن کہ ظاہر جس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔ حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ارشاد فرماتے ہیں "التصوف انما زبدة عمل العبد باحکام الشریعة" (۶) یعنی تصوف صرف احکام شریعت پر بندہ

---

(۱) الحدیقة الندیه، ص: ۲۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویه، ج: ۲۱، ص: ۵۲۴

(۳) الفتاوی الرضویه، ج: ۲۱، ص: ۵۳۰

(۴) بهجة الاسرار، ص: ۴۹

(۵) الرسالة القشیریه، ص: ۲۴

(۶) الطبقات الکبری، ج: ۱، ص: ۴

کے عمل کا خلاصہ ہے، اس طرح کے بے شمار اقوال وارشادات ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ طریقت شریعت سے جدا کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ طریقت ہی شریعت ہے۔ یوں ہی علم باطن بھی علم ظاہر کے مخالف اور اس سے متصادم نہیں بلکہ علم ظاہر علم باطن کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا عظیم الشان علمی شاہکار رسالہ مسمیٰ بہ "مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء" کا مطالعہ کریں۔

اور مزامیر کے ساتھ قوالی سننا ناجائز وحرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر" (۱) یعنی میرے رب نے مجھے باجے گاجے اور مزامیر کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ "قوالی حرام ہے اور حاضرین سب گنہگار" (۲)

اور یہ کہنا کہ باجے خدا کے گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ اللہ کی آواز آتی ہے۔ نہایت جہالت وگمراہی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب تک کہ ان تمام تفصیلات سے واضح ہو گیا ہے کہ زید بے قید بہت سے ناجائز اور حرام اور کفر کا مرتکب ہے۔ اس پر واجب ہے کہ تمام ان کفری باتوں اور حرام کاموں سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک ہادی کی زیادہ حاجت لہٰذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون" یعنی بغیر علم شریعت کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا۔ کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں پائے۔" (۴) اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کو ترک کر کے یا اس کی مخالفت کر کے طریقت و حقیقت اور معرفت کا حصول محال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: فروغ احمد اعظمی — ۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۹۹

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۵۲۷

جادو، منتر ختم کروانے کے لیے بھگت وسوکھا کو بلانے والوں پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم الدین انصاری و جملہ مسلمانان باسوپٹی، ضلع مہوتری، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ باسوپٹی کے جملہ مسلمانان مرد و عورت بچے بوڑھے سب کے سب ڈائن کے جادو منتر سے پریشان تھے اچانک زید کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ زید کو کوئی بیماری نہیں ہے اس کے بعد زید نے ایک عالم باعمل اور مستان سے جانچ کروایا تو عالم باعمل اور مستان نے جانچ کرنے کے بعد جادو و سحر ثابت کیا بلکہ مستان نے کہا کہ آپ کو کسی عورت نے کچھ کھلائی تھی، تو زید نے اقرار کیا کہ فلاں عورت نے فلاں چیز کھلائی تھی۔ یہاں تک کہ مستان نے اس عورت کا نام بھی ظاہر کر دیا، اور کہا کہ وہی عورت آپ کو جادو منتر کے ذریعہ پریشان کر رہی ہے۔ ادھر زید کی طبیعت دن بہ دن بگڑتی جارہی تھی اور ایک دن زید پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور گاؤں کے پورے سماج کے مرد و عورت زید کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے بالآخر جھاڑ پھونک کرنے کے بعد زید کو کچھ ہوش آیا تو زید نے کہا کہ فلاں عورت کو میرے پاس بلا کر لاؤ اگر وہ ہمارے جسم پر ہاتھ پھیر دے گی تو ہم ٹھیک ہو جائیں گے تو گاؤں والے زید کے اصرار پر اس عورت کو بلا کر لائے۔ جیسے ہی وہ عورت زید کے جسم پر ہاتھ پھیری زید کی طبیعت مکمل ٹھیک ہوگئی اور زید چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو گاؤں کے پورے سماج کو یقین ہوگیا کہ وہ عورت ڈائن ہے تو اس کے شوہر نے جواب دیا کہ اگر ہماری بیوی ڈائن ہے تو اس کو نکال کر دکھاؤ اس کے بعد ہی ہم یقین کریں گے ورنہ نہیں۔ تب گاؤں کے پورے مسلم سماج پریشان و مجبور ہو کر اتفاق رائے سے ڈائن کو نکالنے پر مجبور ہو گئے جس کے مد نظر ایک بھگت کو بلوایا گیا ازیں قبل وہ بھگت بھیسو اس اور بیر کھکھری اور پچھن پورہ ان بستیوں میں ڈائن نکال چکا تھا۔ جس میں ہم لوگوں سے شیرنی بنوایا اس کے بعد وہ بھگت تھوڑی تھوڑی شیرنی گاؤں کے سبھی مسلم عورتوں کو کھلانے کے لئے دیا لیکن وہ بھگت کسی دیوی دیوتا، بھوت، پریت کا نام لینے کو نہیں کہا اور نہ کسی چیز کو چڑھوانا طلب کیا اور نہ دینے کو کہا بلکہ شیرنی لینے کے بعد ہم لوگوں نے اپنے طریقے سے کھایا۔ غور طلب ہے کہ وہ بھگت بظاہر غیر اسلامی طریقہ سے کچھ نہ کیا اور نہ کرایا، فی نفسہ وہ کیا کیا ہم لوگ نہیں جانتے ہیں لیکن کچھ ہی دیر کے بعد دو عورتیں خود بخود پاگل کی طرح مجمع عام میں گرنے لگیں تو بھگت نے کہا کہ یہ دونوں عورتیں ڈائن ہیں اور یہ بھی کہا کہ ایک عورت اور ہے جو فرار ہوگئی ہے اور حقیقت میں بھگت کے آنے سے پہلے ہی فرار ہوگئی تھی اور ٹھیک دو تین دن بعد جب وہ دونوں عورتیں مکمل ہوش میں آگئیں تو گاؤں کے کچھ باشعور لوگوں نے ان دونوں عورتوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم لوگ جادو منتر کس سے اور کیسے حاصل کی ہے تو ایک نے جواب دیا کہ اپنے ماں سے حاصل کی ہے اور دوسری نے جواب دیا جو عورت فرار ہوگئی ہے اس سے ہم حاصل کئے ہیں۔ پھر گاؤں والوں نے پوچھا

کہ زید کو اب تک کس نے پریشان کیا اپنے جادو منتر سے، دونوں عورتوں نے اقرار کیا زید کو ہم لوگوں نے ہی پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے جادو منتر سے۔

(۱) مندرجہ بالا باتوں سے کیا باسو پٹی کے مسلمانان پر توبہ یا تجدید نکاح لازم ہے کہ نہیں؟

(۲) جو مسلم عورتیں ڈائن نکلی ہیں اس کا کیا حکم ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں مسلمانوں نے کوئی کفری فعل نہیں کیا، اس لئے ان پر تجدید ایمان و نکاح لازم نہیں ہے۔ البتہ ایک کافر کی تعظیم و تکریم کرنے کی وجہ سے ان پر توبہ لازم ہے۔ آئندہ اس طرح کے معاملہ میں کسی کافر کی طرف رجوع نہ کریں۔ حدیث شریف ہے: " انا لانستعین بمشرک "(۱) یعنی ہم کسی مشرک سے مدد نہیں مانگتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سحر اور جادو سے متعلق علامہ ابوالبرکات امام نسفی قدس سرہ نے ایک آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: "قال الشیخ ابو المنصور الماتریدی رحمہ اللہ القول بان السحر علی الاطلاق کفر خطأبل یجب البحث عن حقیقتہ فان کان فی ذلک ردمالزم فی شرط الایمان فھو کفر والافلا، ثم السحر الذی ھو کفر یقتل علیہ الذکور لاالاناث ومالیس بکفر و فیہ اھلاک النفس ففیہ حکم قطاع الطریق و یستوی فیہ المذکر والمونث وتقبل توبتہ، اذا تاب "(۲) یعنی شیخ ابو منصور ماتریدی قدس سرہ نے فرمایا ہے مطلق جادو کو کفر کہنا غلط ہے بلکہ اس کی حقیقت کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد کوئی حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ اگر جادو کرنے میں کسی امر ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہے تو بلاشبہ ایسا جادو کفر ہے ورنہ نہیں پھر جو جادو کفر ہے اسے اگر کسی مرد نے کیا ہے تو اسے سزائے موت ملے گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا البتہ اگر جادو کرنے والی عورت ہے تو اسے قتل نہ کریں گے اور جو جادو کفر نہیں ہے مگر اس میں جان کو ہلاک و برباد کرنا چاہا جاتا ہے تو اس کا حکم ڈاکو جیسا ہے اور اس میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔

اور ڈاکوؤں کے حکم کے متعلق علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف میں بڑی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۷، ص: ۱۰۰

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ٦٦

”اخذ و القبل ان یاخذ واما لا ویقتلو انفساحبسھم الامام حتی یحدثو التوبۃ“(۱)

اور آگے چل کر فرماتے ہیں:” وان قتلوا و لم یاخذوا مالاقتلھم الامام حدا“ (۲) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ڈاکو ڈاکہ زنی کی نیت سے نکلے لیکن ابھی نہ مال لوٹ سکے اور نہ کسی کی جان لے سکے تھے، کہ گرفتار کر لئے گئے تو حاکم اسلام ان کو قید میں ڈال دے گا یہاں تک کہ وہ لوگ توبہ کرلیں اور اگر ڈاکوؤں نے مال تو نہیں لیا مگر جان لے لی تو ایسی صورت میں حاکم اسلام ان کو قتل کردے گا۔

ان اقوال وارشادات کے پیش نظر معلوم ہوا کہ جو مسلمان عورتیں جادوگرنی ہیں اگر انہوں نے جادو کرنے میں کسی کفری قول یا فعل کا ارتکاب کیا ہے تو وہ کافر ہوگئیں اور ان پر تجدید اسلام اور توبہ لازم وضروری ہے۔ اگر وہ توبہ وتجدید ایمان نہیں کرتی ہیں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کردیں اور ان سے سلام وکلام سب کچھ بند کردیں۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۳)

اور اگر ان جادوگرنیوں نے کوئی کفری قول وفعل تو نہیں کیا، مگر کسی کی جان کو اپنے جادو کے ذریعہ ہلاک کردیا تو اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو قتل کردیا جاتا مگر موجودہ صورت حال میں ان پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار علی الاعلان کریں اور اپنے کئے پر رب کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں۔ کچھ خیرات وصدقات کریں کہ صدقات وخیرات قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾ (۴) اور اگر توبہ واستغفار نہیں کرتی ہیں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ / رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

جو کہے میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حافظ ضمیر الحسن قادری رضوی بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں، کہ زید کہتا ہے کہ میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں چاہے سنی ہو، وہابی ہو، دیوبندی ہو غیر مقلد ہو قادیانی ہو وغیرہم۔ اور بکر کا کہنا ہے کہ کسی فرقہ سے نہ ہونا بھی ایک فرقہ ہے اور وہ کافروں کا فرقہ ہے (گروہ) کیا اس طرح بکر کا کہنا درست ہے اور زید کے خیالات کے بارے

---

(۱) الهدایہ ج:۲، ص: ۵۵۵　　(۲) حوالہ سابق

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸　　(۴) سورۃ الفرقان: ۷۱

میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے معقول جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

حضور سید عالم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:"تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلھم فی النار الاملة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ماانا علیہ واصحابی"(۱) یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا بقیہ سب جہنمی ہوں گے۔صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ وہ جنتی فرقہ کون ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔(وہی فرقہ حق ہے) اسی برحق وناجی فرقہ کو اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے۔چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث ہے:"اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار" (۲) سواد اعظم کی پیروی کرو کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ گیا۔اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت جس عقیدہ حق پر ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسی طریقہ پر چلے اور یہ بات مثل آفتاب واضح ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت بحمدہ تعالیٰ اہلسنّت وجماعت ہے تو اسی کی پیروی لازم وضروری ہے۔جو اس سے الگ ہوگا وہ بددین، گمراہ ومرتد ہوگا۔زید کا کہنا کہ میں سنی وہابی کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں گمراہی وبددینی بلکہ کفر ہے اور جو مسلک اہل سنت کو نہ مانے وہ بدمذہب ہے۔قال اللہ تعالیٰ ﴿مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ﴾ (۳)

زید بے قید پر اپنے قول سے رجوع اور توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور مسلک اہل سنت وجماعت کی اتباع وپیروی ضروری ہے۔بکر کا ازراہ زجر وتوبیخ مذکورہ کلام کہنا درست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۲) مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۳

کفر فقہی کے مرتکب کو، پیشوا بنانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ محمد عباس، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفر فقہی کا ارتکاب کرنے والے کو اس کا حال جان کر پیشوا بنانے والوں اور اسے بزرگ ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں کے یہاں فاتحہ وغیرہ کروانے کے لئے بکر نام کے عالم دین زید نام کے عالم اور پیر کو لے کر جاتا ہے جب کہ ان لوگوں کے حال کو بکر اور زید اچھی طرح جانتے ہیں کیا بکر اور زید کو اپنا پیشوا بنایا جاسکتا ہے اور نماز میں ان کی اقتداء کی جاسکتی ہے اور کیا زید سے مرید ہونا صحیح ہے۔
بینوا توجروا

"**باسمہ تعالیٰ و تقدس**"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو شخص کفر فقہی کا مرتکب ہو ائمہ فقہا کے نزدیک کافر ہوتا ہے۔ تو بحکم شرع اس پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: "انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ و کفی بھذا خسارا وتفریطا" (۱) یعنی ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہوگیا اور یہ خسارے اور گھاٹے کے لئے کافی ہے۔
اور علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد الزنی ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار و التوبۃ وتجدید النکاح" (۲) یعنی علامہ حسن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو امر بالاتفاق کفر ہو اس سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل ہو جائے گا اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس پر استغفار توبہ یعنی تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کفر فقہی کا مرتکب کم از کم گمراہ بددین اور بدمذہب ضرور ہے۔ اور ایسے شخص کے متعلق رسول گرامی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: "من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام" (۳) یعنی جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھادینے میں مدد کی۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "اھل البدع کلاب اھل النار" (۴) یعنی گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ اور ایک

---

(۱) الاعلام بقواطع الاسلام

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۹۹

(۳) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۶۳

(۴) حوالہ سابق

اور مقام پر ہے: "فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" (۱) یعنی تم ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ان احادیث طیبہ سے واضح ہوگیا کہ بدمذہب لائق تعظیم وتوقیر نہیں بلکہ قابل توہین وتحقیر ہے۔ ایسے کو پیشوا بنانا، بزرگ ماننا، خود گمراہی وبدمذہبی ہے۔ لہٰذا جان بوجھ کر ایسے شخص کو پیشوا بنانے والا اور بزرگ ماننے والا گمراہ بدمذہب ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح بھی کرے اور گمراہوں کے حال سے واقف ہوکر ان کے یہاں کھانے پینے والے فاتحہ وغیرہ کے لئے جانے والے سخت مجرم اور ناجائز امور کے مرتکب ہیں۔ ایسے لوگوں کو پیشوا بنانا ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ان سے مرید ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کفر فقہی کے مرتکب کا حکم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز کریں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں۔ اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے احتراز واجب ان کی امامت نہ پسند کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد نظام الدین القادری — ۷ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

کفار کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ تصویر کھنچوانے اور ان کا استقبال کرنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تاج محمد خاں، مقام لاڈنوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین قرآن وحدیث کی روشنی میں (۱) جو شخص شہرت، ناموری کے لئے جین دھرم کے آچاریوں وسادھوؤں کے ساتھ تصویر کھنچواتا ہو اور ان کے شہر آنے پر ان کا استقبال، تعظیم، خواہش آمدید کرنے کے لئے جاتا ہو۔ (۲) آچاریہ کے یوم پیدائش کے موقع پر ہونے والی مجلسوں، تقریروں، تحریروں میں شامل ہوتا ہو (۳) ان کے پیدائش پر شائع ہونے والا کلینڈر جس پر دیوی دیوتا کے تصویر ہوں اپنے ہاتھوں سے افتتاح کرتا ہو۔ (۴) جو کفار کی مجلسوں میں عورت اور مردوں کا بغیر پردے کے ایک ساتھ بیٹھنا ہو اور ایک

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۰

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۱۲

ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہیں کرتا ہو۔(۵)ان کی مذہبی تحریک میں بار بار شامل ہوتا ہو ان کے مذہبی رہنماؤں، ان کے تہواروں اور ان کے مذہبی مقاموں، میلوں پر مبارک باد دینے جاتا ہو ان کے آچاریوں کے اقوال کو اقوال زریں کہہ کر تعریف کرتا ہو۔ برائے کرم فتوی سے نوازیں اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کافروں کی تعظیم وتوقیر، یوں ہی تصویر کشی سخت ناجائز وحرام ہے۔ ان کے یوم پیدائش پر ہونے والی مجلسوں میں شرکت ان کے دیوی، دیوتاؤں کی تصویر پر مشتمل کلینڈر کا افتتاح مرد وعورت کے ساتھ بیٹھنا، سب حرام حرام اور اشد حرام ہے، اور مذہبی میلوں میں شرکت اور مبارک بادی دینا کفر ہے۔ غمز عیون البصائر میں ہے "اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر" (۱) یعنی ہمارے مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا وہ کافر ہے۔

درمختار میں ہے "الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام و ان قصد تعظیمہ کمایعظمہ المشرکون یکفر" (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔" (۳) سوال میں مذکور بعض افعال حرام اور بعض کفر ہیں جو شخص ان حرکات شنیعہ کفریہ کا مرتکب ہے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ اگر توبہ کرکے ازسر نو کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم وگنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴/ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

---

(۱) غمز عیون البصائر، ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۴۸۱

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۲۵

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

قرآن مقدس کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ افروز انصاری، دموا نندن پور، ضلع چھندواڑہ، ایم پی۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے بحث کے درمیان اچانک قرآن کے متعلق فحش کلام (گالی) استعمال کی بعد میں اسے افسوس ہوا اور اس نے توبہ بھی کی لیکن اسے سکون نہیں مل سکا تو زید اب کیا کرے اور اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید قرآن پاک کی توہین کی بنا پر کافر ہوگیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان ونکاح اور تجدید بیعت کرے اور کچھ خیرات وصدقات بھی کرے کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور کثرت سے کلمہ و استغفار اور درود شریف کا ورد کرتا رہے۔ انشاء اللہ سکون قلب حاصل ہوگا کہ ذکر خدا اور رسول باعث اطمینان قلب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (۱) والله تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

جو کہے سنی، دیوبندی فالتو کا جھگڑا ہے ہم اسے نہیں مانتے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: فرید قادری، چھندواڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علماے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈنگریہ جامع مسجد نیارہ کے صدر صاحب اور نندن جامع مسجد کے امام صاحب کے درمیان سنی وہابی مسئلہ پر گفتگو چل رہی تھی جس پر ڈنگریہ کے صدر صاحب نے کہا کہ ہم سنی وہابی کو نہیں مانتے اور نہ ان فالتو باتوں پر دھیان دیتے نہ مطلب رکھتے ہیں۔ یہ سن کر نندن کے امام نے کہا کہ سنی وہابی کے مسئلہ پر ہمارے علماے کرام جو باتیں بتا گئے یا بتا رہے ہیں وہ سب کیا ہیں تو ایسی بات پر صدر صاحب نے کہا کہ وہ سب فالتو کی بکواس کرتے ہیں، اس میں کچھ فائدہ نہیں صرف لوگوں کو لڑانے بھڑانے کا کام کرتے ہیں، لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس طرح کی باتیں کرنے والے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ

---

(۱) سورۃ الرعد، آیت: ۲۸

مقدسہ کا کیا حکم ہے۔ آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سنی وہابی کا اختلاف ایمان وکفر کا اختلاف ہے اور علمائے اہلسنت کا فرقہ وہابیہ دیابنہ کی مخالفت کرنا درحقیقت کفر کی مخالفت کرنا ہے۔ جس کو صدر مذکور نے بکواس کہا اور لڑائی جھگڑا قرار دیا اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ ہم سنی وہابی کو نہیں مانتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان وکفر کچھ نہیں مانتے لہٰذا صدر مذکور اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ ایسی صورت میں عمرو سنی کیا؟ مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام وکفر یکساں ہیں اور کفر کا رد (کرنا) جھگڑا ہے" (۱) صدر پر توبہ واستغفار تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ توبہ وتجدید ایمان کر کے سنی صحیح العقیدہ نہ بنے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے منصب صدارت سے برخاست کر کے اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم وگنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

جو کانشی رام وغیرہ کی تصویر کو پھولوں کا گجرا پہنائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: جواد حسین، محلہ ٹکیت کورہی باندا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع پاک اس بارے میں کہ میرے گاؤں میں ایک سیاسی جلسہ ہو رہا تھا جس میں ہمارے گاؤں کے ایک مولانا صاحب کو منچ (اسٹیج) میں بیٹھا لیا۔ موجودہ نیتاؤں نے اپنے سیاسی بیانات کے بعد مولانا صاحب کے ہاتھوں میں پھولوں کا گجرا دے کر کہا کہ کانشی رام جو سیاسی لیڈر تھا اس کی تصویر پر ہار ڈال دیجئے۔ مولانا موجودہ نیتاؤں سے مرعوب ہو کر بادل ناخواستہ گجرا پہنا دیا اور کچھ لوگوں نے اس پر پھول بھی برسائے۔

معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا صاحب اور موجود رہنے والے جو اس کام پر راضی رہے ان پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۸۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

تصویر ذی روح کی تعظیم سخت ناجائز وحرام ہے۔ پھر اگر کسی معبود باطل کی تصویر ہے تو اس کی تعظیم کھلا کفر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "تصویر ذی روح کی تعظیم، خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے" (۱)

اور فرماتے ہیں کہ: "قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور اھ" (۲)

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ "معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے، اشد و اخبث کفر، الاشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے "عبادة الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبه" اھ (۳) صورت مذکورہ میں سیاسی لیڈر کی تصویر پر مولانا صاحب کا گجرا پہنانا اگرچہ تعظیم کی نیت سے نہ تھا مگر تعظیم و عبادت سے مشابہت ضرور رکھتا تھا اس لئے ایسا کرنا سخت ناجائز وحرام اشد حرام منجر الی الکفر ہے۔ مولانا صاحب پر اور ان کے اس فعل پر راضی رہنے والوں پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ مولانا صاحب تجدید ایمان ونکاح بھی کرلیں اور آئندہ اس طرح کی حرکت سے پرہیز کریں اگر وہ ایسا کرلیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الآخر ۱۴۲۸ھ

آر ایس ایس کی یاترا میں شریک ہونا اور اس کا استقبال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: منور خاں، مندسور (ایم پی)

بعدہ تسلیمات، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع آر ایس ایس کے ایک گرو گھنٹال کی ایک یاترا نکلی جس کا نعرہ تھا "تلک کرو خون سے، آرتی کرو گولی سے" اس کے علاوہ تین بچوں کو ڈرامائی لباس پہنایا گیا، اس میں ایک بچہ کو کرتا پائجامہ پہنا کر اور ٹوپی لگا کر اس کے چہرے پر ایک مصنوعی داڑھی لگائی گئی اس کے بعد اس کو ایک مین چوراہا پر پھانسی پر لٹکایا گیا یہ سب ڈرامائی کھیل صرف مسلمانوں کو دہشت زدہ اور ان کے حوصلوں کو تذلیل کرنے کے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۴۸
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۶۲
(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹
(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

لئے کیا گیا اس گرو گھنٹال کا استقبال جہاں دشمنان اسلام نے کیا وہیں کچھ مفاد پرست مسلمانوں نے بھی کیا اور دوسرے مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اس استقبال میں لے گئے ان کے لئے حکم شرعی کیا ہے اور کیا ایسے لوگ دائرۂ اسلام میں ہیں یا نہیں اور ان سے دوسرے مسلمانوں کا ربط وضبط کیسا ہے؟ اور کسی مسجد یا کسی انجمن یا مدرسے کا صدر بنانا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند اللہ

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایسے جلوس کا استقبال حرام حرام اشد حرام بلکہ کفر انجام ہے۔ کہ وہ جلوس اظہار واعلان کفر وتذلیل ایمان واسلام اور تحقیر مسلمین کا ہے اور اس کا استقبال اس کی تعظیم وتوقیر ہے جو کفر ہے۔ جن لوگوں نے اس جلوس کا استقبال کیا سب پر توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ از سر نو کلمہ اسلام تجدید ایمان وتجدید نکاح نہ کریں تو ان سے مکمل مقاطعہ کرلیا جائے۔ ان سے سلام وکلام نشست وبرخاست یک لخت ختم کردیا جائے اور تا توبہ ہرگز ہرگز کسی مسجد یا مدرسہ کا صدر یا رکن نہ بنایا جائے۔ اگر مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ میں ہے۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

جو غیر مقلد ضروریات دین کا منکر نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ مدرسہ حبیبیہ کلثومیہ گوجیدرہ بھدرک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو غیر مقلد ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر نہ ہو حضرات متکلمین نے اسے کافر قرار دیا ہے یا نہیں (۲) ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز ہے یا نہیں (۳) ایسے غیر مقلد کا بچہ اگر صحیح العقیدہ عالم دین ہو تو اسے ولد الزنا کہنا درست ہے یا نہیں (۴) زید عالم دین کہلاتا ہے لیکن وہ ایک ایسے صحیح العقیدہ عالم دین کو ولد الزنا کہتا ہے جس کا والد غیر مقلد تھا مگر ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر نہ تھا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۹۶، ۹۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں "ان میں ضروریات دین سے کسی شئی کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے۔ اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر بحکم فقہا لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انہیں فرعی عملیات کے مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ میں اہل سنت کا موافق ایسوں پر حکم تکفیر نا ممکن ہے۔"(۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ جو غیر مقلد صرف فروعی اعمال میں مخالف اہل سنت ہو اور تمام ضروریات دین و عقائد قطعیہ کو مانتا ہو وہ متکلمین کے نزدیک کافر نہیں، البتہ اگر وہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے باوجود انہیں مسلمان مانتا ہے تو اب ارشاد ائمہ دین "من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" کے مطابق کافر ہے۔ علاوہ ازیں اگر چہ وہ غیر مقلد عند المتکلمین کافر نہیں مگر کم از کم گمراہ و بد مذہب ہونا اور بحکم فقہا کافر ہونا اس کی تباہی و بربادی کے لئے کیا کم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"پھر اگر چہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے خسارہ و بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہاء اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ عدیدہ کثیرہ کفر لازم ہے۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مذہب متکلمین کے مطابق ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز نہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے۔ اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ" (۴) جب عام مسلمان کی نسبت یہ حکم ہے تو جو صحیح العقیدہ عالم دین ہو اسے ایسے لفظ سے یاد کرنا اور بھی زیادہ برا اور گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر بلا وجہ شرعی کہتا ہے تو ضرور مرتکب کبیرہ اور حق العبد میں گرفتار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس کو ایذا دی ہے اس سے معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲ (۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۲۳۶
(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۵، ص: ۲۶۳ (۴) المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۳۷۳

بلاثبوت کسی کو دیوبندی کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) جو شخص بلاثبوت شرعی کسی سنی کو وہابی دیوبندی کہے یا کسی مسجد اہل سنت کے سنی امام کو بلا دلائل وشواہد کے دیوبندی خیال کا بتائے۔ شرعاً ایسے شخص پر کیا حکم عائد ہوتا ہے۔

(۲) کیا کچھ ایسی علامات بھی ہیں جن کی بنیاد پر کسی سنی آدمی سے زبانی وتحریری کسی قسم کی کوئی گفتگو کیے بغیر ہی اس پر وہابیت ودیوبندیت کا حکم لگایا جا سکے اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

(۳) زید دیوبندی ہے اور دیوبندیوں کی مسجد ہی میں نماز پڑھتا ہے سمجھانے کے باوجود زید اپنے موقف یا طریقہ کار میں تبدیلی لانے کو تیار نہیں ہے مگر زید کے لڑکے جو عاقل وبالغ ہیں اپنے کو سنی بتاتے ہیں اور اہل سنت کی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں تو زید کے لڑکوں کو سنی مانا جائے یا نہیں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے یا نہیں؟

(۴) زید کے دیوبندی ہونے کی بنیاد پر اس کی بالغ اولاد کو دیوبندی کہنے والے لوگ راہ حق پر ہیں یا زید کی اولاد سنی مان کر مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنے والے افراد حق وثواب پر ہیں۔

(واضح رہے کہ زید کی اولاد دونوں دینی تعلیم سے ناواقف اور نابلد اور خالصاً دنیادار ہیں)

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی دیوبندی بمطابق حسام الحرمین کافر ومرتد ہیں، تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلاثبوت وہابی، دیوبندی کہنا بلفظ دیگر کافر ومرتد کہنا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ" (۱) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ "کذلک یامشرک ونحو ذلک" (۲) یعنی یہی حکم کسی کو مشرک وغیرہ (مثلاً قادیانی وہابی دیوبندی وغیرہ کہنے کا ہے) درمختار میں ہے: "یکفران اعتقد المسلم کافرا بہ یفتی" (۳) یعنی جو کسی مسلمان کو کافر سمجھے تو قول مفتی بہ کے مطابق خود کافر ہے۔ لہٰذا جو

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الحدیقۃ الندیۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۸۳

شخص کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا کسی ثبوت شرعی وہابی دیوبندی سمجھے، اور کہے تو وہ خود ایسا ہو جائے گا اور پھر اس پر تجدید ایمان و نکاح کے ساتھ اپنے قول سے رجوع اور جسے بلاثبوت دیوبندی کہا اس سے معافی مانگنا لازم ہے۔ ہاں اگر بطور شتم اور تحقیر ایسا کہا تو یہ حکم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) نیاز و فاتحہ سے چڑھنا قیام تعظیمی سے بھاگنا دیوبندی مولویوں کی تعریف وتوصیف کرنا علماے اہل سنت پر علی العموم نکتہ چینی کرنا امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک سن کر ناک وبھوں چڑھانا بات بات پر شرک و بدعت کا حکم لگانا، معمولات اہل سنت سے بیگانہ رہنا وغیرہ ایسی علامات ہیں جو آدمی کو شبہ بلکہ غالب گمان کے طور پر وہابیت و دیوبندیت کے دائرہ میں لاتی ہیں مگر حتمی طور پر اسے وہابی و دیوبندی نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید کے جولڑکے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اگر وہ واقعی سنی ہیں یعنی ''فتاویٰ حسام الحرمین'' کو حق مانتے ہیں مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو ان کے کفریات قطعیہ کی بنا پر کافر و مرتد مانتے ہیں اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں تو بے شک وہ سنی ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ایک مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کا قرآن وحدیث میں حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر زید کی اولاد جواب نمبر ۳ کے معیار پر ہے تو جولوگ ان کو دیوبندی کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ بلاثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ کسی کو وہابی دیوبندی کہنے کی اجازت ہو۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر'' (۱) ایسی صورت میں ان لوگوں پر لازم ہے کہ زید کی اولاد کو بلا تحقیق محض زید کے وہابی ہونے کی بنا پر وہابی دیوبندی کہنے سے توبہ کریں اور ان سے معافی مانگیں اور اگر ان لڑکوں میں وہابیت کی کوئی بات پائی جاتی ہے تو اگرچہ وہ اپنے کو سنی کہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھیں مگر انہیں وہابی کہنے والے حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری | کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۷

دیو بندیوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولوی عبدالحمید، بارہ بنکوی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ زید سنی ہے اوراس کی رشتہ داری دیوبندی کے گھر ہے، اور دیوبندی کے رشتہ داری ہونے سے علمائے کرام ان لوگوں کے گھر قربانی اور دعوت میں شرکت کرنے سے باز رہتے ہیں مفتی حضرات کا کہنا تھا کہ ان لوگوں کے گھر سنی مولوی دعوت اور قربانی میں شرکت مت کریں چوں کہ ایک مولوی جا کر ان لوگوں کے یہاں قربانی کیا اور دعوت بھی کھائی تو ان حضرات کے بارے میں قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے۔ اس کا جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اورالصوارم الہندیہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ان سے رشتہ ناطہ ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف ہے **"ولاتناکحوھم ولاتصلوا علیھم."** بدمذہبوں سے نہ نکاح کرو، نہ ان کی نماز پڑھو۔ زید نے اگر جانتے ہوئے دیوبندی کے یہاں رشتہ کیا تو وہ سخت فاسق وفاجر اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ظالم وجفا کار مستحق غضب جبار ہے۔ اس کا بائیکاٹ کرنا اور علمائے کرام کا اس کے گھر دعوت سے انکار کرنا بلاشبہ جائز ودرست ہے۔ **کما فی الفتاوی الرضویہ وغیرھا من الکتب الفقھیہ.** لیکن اگر خدشہ ہو کہ علمائے کرام کے نہ آنے جانے سے زید دیوبندی ہوسکتا ہے تو کسی ایک کا اس کے گھر آنا جانا ممنوع نہیں ہوگا۔ البتہ جلیل القدر علمائے کرام کو بہرحال اس سے بچنا چاہئے۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتکب حرام کے گھر جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

"عالم مقتدا کو بلاضرورت مطلق احتراز چاہئے، کہ اس کا گناہ عوام کی نظر میں ہلکا نہ ہوجائے۔ **فی الھندیہ عن الملتقط لایجوز الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم بین ایدی الناس**"(۱)

اگر مولوی صاحب نے مذکورہ بالا امر کے پیش نظر اس کے گھر جا کر قربانی کردی تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر علمائے کرام کے بتائے ہوئے مسئلہ کی مخالفت کی نیت سے ایسا کیا تو ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللّٰہ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۹، ص: ۱۹۰

تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

کیا ہر دیوبندی کافر نہیں؟

مسئلہ از: محمد رحمت اللہ نوری خادم مدرسہ عربیہ نور العلوم، موضع ہرسیو کپورا، حاطہ ٹولہ، پوسٹ پچھی پور، ضلع گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) زید ایک دار العلوم کا مفتی ہے جو ایک سنیہ کا نکاح وہابی کے ساتھ پڑھایا ہے اس پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۲) زید جو مفتی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہر دیوبندی کافر نہیں ہے، اس کے متعلق شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۳) دیوبندی لڑکی کے ساتھ سنی لڑکے کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ نکاح پڑھانے والے پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر زید نے جانتے ہوئے سنیہ کا نکاح وہابی سے پڑھایا تو بلاشبہ وہ ظالم وجفا کار مرتکب حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اس نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے، اگر وہ تائب نہیں ہوتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کردیں۔ اس سے سلام وکلام، نشست وبرخاست سب کچھ ختم کردیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم

(۲) جو دیوبندی علماے دیوبند کے کفری عقائد اور ان کے گندے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود ان کو مسلمان اور دینی پیشوا مانے وہ کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہے کہ ان کے کفر میں شک کرنا اور کافر کو مسلمان جاننا کفر ہے۔ علماے دیوبند کی کفری عبارتوں کی بنیاد پر علماے حرمین طیبین نے فرمایا: "ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" اور جو ضروریات دین میں سے کسی بات میں شک تو نہیں کرتا ہے اور نہ ہی دیوبندی علماء کی کفری

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

باتوں اوران کے گھناؤنے عقائد سے واقف ہے، صرف اپنی جہالت اور دیوبندیوں کے ورغلانے سے اپنے کو وہابی دیوبندی کہتا ہے، اورضروریات دین سے نیچے درجے کے عقیدوں کی مخالفت کرتا ہے وہ بحکم متکلمین کافر تو نہیں مگر گمراہ وبدمذہب ضرور ہے۔ هكذا قال شيخ الاسلام الامام احمد رضا القادرى رحمه الله فى الجزء الثامن من الفتاوى الرضوية. والله تعالىٰ اعلم

(۳) دیوبندی خواہ بمعنی مرتد ہو یا بمعنی بدمذہب وگمراہ، اس سے نکاح کرنا بلاشبہ ناجائز وحرام ہے اور نکاح پڑھانے والا مرتکب حرام اور ظالم وجفا کار ہے، اس سے قطع تعلق لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق وصواب: محمد تفسیر القادری قیامی — ۱۷؍ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

جو کہے کہ ہم وہابی، سنی دیوبندی سب مانتے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد اقبال، مقام و پوسٹ بھر کلاں بہترین محلہ بڑا پوسٹ ساتھاں ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) حامد نے بکر کا نکاح پڑھایا وہ نہیں جانتا تھا کہ بکر دیوبندی ہے یا اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے۔ جب کہ اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں اور وہ درود وفاتحہ بھی کرتا ہے نیز حامد نے لڑکی کے گھر والوں سے بکر کے عقیدے کے بارے میں پوچھا، تو اس کا جواب یہ ملا کہ بکر اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے لیکن چند علماے کرام کا اس پر اعتراض ہے کہ وہ دیوبندیوں کے گاؤں کا رہنے والا اور وہ دکھاوے کے طور پر فاتحہ ودرود کرتا ہے اس مسئلہ کی رو سے حامد کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(۲) بکر مسلمان تھا پھر اس نے کھلم کھلا کفر کیا اس بنیاد پر گاؤں کے رہنے والوں نے اس کو الگ رکھا اور وہ مذہب اسلام سے الگ بھی رہا بعد میں اس نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی لیکن اسلام نہیں لایا۔ حامد نے مدرسہ کا دیگ وبرتن شادی میں استعمال کرنے کے لئے بکر کو دیا اور اس کے گھر قرآن خوانی کے لئے بچوں کو بھیجا اور ایصال ثواب بھی کیا۔

جب حامد سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حامد نے جواب دیا کہ اس کے لڑکے کی بیوی نے قرآن خوانی کرائی اس بنیاد پر بچوں کو اس کے گھر بھیجا گیا لیکن بکر کے بچوں کا تعلق حقیقی طور پر بکر سے ہے اور بچوں کا سارا کاروبار اور دیگر ضروریات بکر سے ہے جب کہ بکر کا کفر واضح ہے۔

(زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا) حامد نے مدرسہ کے سارے برتن کو شادی میں استعمال کرنے کے لئے دیا

جس کو دیکھ کر زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا۔لہٰذا حامد اور زید کے بارے میں شرعی خیالات کا اظہار کریں۔
(۳) کیا مدرسین کی موجودگی کے باوجود اراکین مدرسہ کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے مدرسہ کے طلبہ کو بھیجیں۔
(۴) مدرسہ کے برتن کو کافر کی شادی بیاہ میں استعمال کرنے کے لئے دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں بکر کے متعلق یہ جملہ کہ "اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں" یہ جملہ بکر کے صلح کلی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اور اس زمانہ میں وہابیت کی وبا بھی عام ہے۔اس لئے حامد پر لازم تھا کہ بکر کے عقیدہ سے متعلق پوری تحقیق کر کے نکاح پڑھاتا۔اب جب کہ اس پر بعض علما کو اعتراض ہے تو اس کی تحقیق کر لی جائے کہ بکر دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے۔اگر ان کے کفریات کے جاننے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے تو حامد پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کر کے اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے نیز نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ھکذا فی فتاوی فیض الرسول(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) صورت مسئولہ میں جب کہ بکر نے کھلم کھلا کفر کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔اور حامد نے جو مدرسہ کی دیگ وغیرہ اس کو دی یہ بھی ناجائز کیا بلکہ بکر مرتد کا بائیکاٹ لازم اور ضروری تھا۔لہٰذا اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔اور زید نے جس لڑکی کا نکاح پڑھایا اگر کسی صحیح العقیدہ سنی سے پڑھایا یا جب لڑکی بھی سنی صحیح العقیدہ تھی تو زید پر کچھ الزام نہیں ہے اور اگر لڑکی بھی بکر ہی کی طرح کافرہ تھی تو زید پر توبہ اور استغفار لازم وضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے بھیجنا ہرگز ہرگز جائز ودرست نہیں ہے۔جن لوگوں نے ایسا کیا ان پر توبہ واستغفار بلکہ تجدید ایمان ونکاح بھی لازم ہے۔

(۴) اگر دیگیں مدرسہ میں اس لئے ہیں کہ ان کو کرایہ پر دیا جائے تو کافر مرتد کے سوا کسی کافر کو دے سکتے ہیں، کہ کافر اصلی سے معاملات جائز ودرست ہیں جب کہ مرتد سے کسی طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے اور اگر دیگیں صرف مدرسہ کے کاموں کے لئے وقف ہوں تو کسی کو بھی ان کا دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری　　　　الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۱۸/۴/۱۴۲۲ھ

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج:۱، ص:۶۰۹

قادیانی کون فرقہ ہے؟

مسئلہ از: تفضل حسین، رام مانک پور، پوسٹ اہرورہ، ضلع مرزاپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص ہم لوگوں کے گاؤں میں معلم بن کر آیا کہ ہم بغیر تنخواہ کے آپ کے بچوں کو قرآن وغیرہ پڑھائیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ سوال کرنے پر اس نے سب کے سامنے اپنے کو احمدی فرقہ کا بتایا اور کہا کہ میں غلام احمد قادیانی کو چودہویں صدی کا مجدد سمجھتا ہوں، پھر جب پوچھا گیا کہ اس کو نبی بھی مانتے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، پھر کہا کہ ظلی نبی مانتا ہوں، نبی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب کہا گیا کہ تمام دنیا کے علما غلام قادیانی اور اس کے ماننے والے کو کافر کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ کہاں ہیں وہ علما وعلما تو سب کو کافر ہی کہتے پھرتے ہیں۔ علما کا کیا اعتبار، پہلے علماء اپنے کو دیکھ لیں، علماء قادیانی کو کافر کہتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ہم لوگ کیا کرتے ہیں، ہم لوگ قرآن پڑھاتے ہیں، دین پھیلاتے ہیں، آپس میں پھوٹ نہیں ڈالتے ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) قادیانی کون فرقہ ہے؟

(۲) اس کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟

(۳) جو لوگ قادیانی کو تفصیل سے جاننے کے بعد بھی مسلمان اور اچھا کہیں اس کو مدرس ومعلم رکھنے پر اصرار کریں اس کو اپنے گھر میں جگہ دیں اور کھانا دیں، جو قادیانی کے خلاف ہو الٹا اسی کو برا جانیں اور دھمکی دیں، ان کا کیا حکم ہے، صاف صاف بیان کریں۔

(۴) قادیانی، احمدی فرقہ والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر پڑھ لیا ہے تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگر قادیانی آدمی نماز باجماعت میں شریک ہو تو اس کو کیا کیا جائے۔ ایک مولانا صاحب نے قادیانی کو جماعت سے ہٹا دیا تو بعض لوگ اس کو برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان ہی تو تھا اس کو جماعت سے کیوں نکال دیا، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے اس کو واضح کریں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مرزا غلام احمد قادیانی مرتد وبے دین کا پیروکار اور ماننے والا فرقہ قادیانی کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۴۰ء میں ہندوستان پنجاب کے مقام قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا، انگریزوں کی سازش سے اس ظالم نے تدریجاً منصوبہ بند طریقے سے مختلف قسم کے دعوے کرنا شروع کر دیے۔ سب سے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ۱۸۸۲ء

میں دعویٰ کیا کہ اسے کثرت سے الہامات ہوتے ہیں، پھر ۱۸۸۸ء میں مہدی موعود بنا، ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور اپنے کو عیسیٰ مسیح کا مثل قرار دیا۔ دیگر انبیاء کرام کی شان میں توہین اور گستاخی کی اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں ظلی، بروزی اور غیر تشریعی نبی اور پھر اصلی نبی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس کے مختصر عقائد اور خیالات فاسدہ و باطلہ لکھے جاتے ہیں:

مرزا کہتا ہے کہ "خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"(۱)

پھر اسی کتاب میں ایک جگہ کہتا ہے: "حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔"(۲) ایک جگہ اور کہتا ہے: "اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔"(۳) ایک جگہ لکھتا ہے کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔ (۴) اور کہتا ہے کہ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"(۵)

ایک مقام پر کہتا ہے: " رایتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو" یعنی میں نے نیند میں ہو بہو خود کو اللہ دیکھا اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔"(۶) اور لکھتا ہے کہ میں احمد ہوں۔ جو آیت "مبشـــــرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" میں مراد ہے(۷)

اور لکھتا ہے: "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔"(۸)

یہ اور اس طرح کے بے شمار کلمات ملعونہ کفریہ باطلہ فاسدہ اور ضروریات دین کے انکار سے مرزا قادیانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

انہیں کفریات و ہذیانات کی بنیاد پر دنیا بھر کے علمائے اسلام خصوصاً علمائے حرمین طیبین نے مرزا قادیانی پر کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے ضروریات دین کا انکار کرنے، انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کرنے اور قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً بلا شک و شبہ کافر و مرتد ہیں، اور ایسے سخت کافر کہ جو ان کے کفریات پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھیں وہ خود کافر ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت، وغیرہ خصوصاً "حسام الحرمین شریف" کا مطالعہ کریں۔

---

(۱) ازالہ اوہام، ص: ۵۳۳
(۲) حوالہ سابق، ص: ۶۸۸
(۳) تتمہ حقیقت الوحی، ص: ۶۸، از مرزا
(۴) ماہنامہ بدر، ۵/مارچ ۱۹۰۸ء
(۵) دافع البلاء، ص: ۱۱
(۶) آئینہ کمالات اسلام، ص: ۵۶۴
(۷) ایک غلطی کا ازالہ، ص: ۶۷۳
(۸) دافع البلاء، ص: ۱۷

مذکورہ بالا اقوال وتفصیلات سے واضح ہو گیا کہ:

(۱) قادیانی کافروں اور مرتدوں کا ایک گروپ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کافر و مرتد خارج از اسلام ہے اس کے عقائد کو جان کر مسلمان ماننا کفر وارتداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جو لوگ مرزا قادیانی کے کفریات کو جانتے ہوئے اسے اور اس کے ماننے والے کو مسلمان جانیں اور سوال میں مذکورہ باتیں انجام دیں تو بحکم شریعت مطہرہ وہ لوگ بھی کافر و مرتد ہیں، چنانچہ علمائے حرمین طیبین نے قادیانی کے متعلق فرمایا: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" یعنی جو قادیانی کے کافر اور معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ہندوستان میں ایسے لوگوں کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ مسلمان ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور جب تک وہ لوگ قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر نہ تسلیم کر لیں اور پھر اپنی غلطیوں سے تائب نہ ہو جائیں ان سے سلام وکلام سب ختم کر دیں ورنہ وہ لوگ بھی مجرم وگنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَاتَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۱)

(۴) ان کے پیچھے نماز محض باطل اور ناجائز وحرام ہے اور کسی نے پڑھ لی تو نماز ہی نہ ہوئی۔ اس کا پھیرنا فرض ہے اور پڑھنے والا مجرم وخطا کار ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) جب قادیانی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہیں تو ان کی نماز شرعاً نماز نہیں لہٰذا جب وہ صف میں کھڑے ہوں گے تو وہ جگہ حقیقت میں خالی ہوگی جس سے قطع صف لازم آتا ہے اور قطع صف حرام ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ قادیانیوں کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں اگر قدرت کے باوجود نہ روکیں گے تو خود گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے: "ویمنع منه کل موذ ولو بلسانه"(۳) یعنی مسجد میں آنے سے ہر تکلیف دینے والے کو روکا جائے گا خواہ زبان ہی سے کیوں نہ تکلیف دیتا ہو۔

جو قادیانیوں کو صف سے ہٹانے پر ناراض ہوئے اگر وہ قادیانیوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کو جماعت میں شریک نہ کرنے پر برا کہتے ہیں تو ان پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان

---

(۱) سورۃ الھود، آیت: ۱۱۳

(۲) فتح القدیر باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۳۰۴

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۴۴۴

ونکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۹رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: الحاج محمد امین، مقام و پوسٹ چوکوا ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کے درمیان پہلے سے ذاتی رنجش تھی۔ زید نے ایسے گاؤں میں جا کر ایک سنی شخص کا سنیہ لڑکی سے نکاح پڑھایا جہاں دیوبندی ہیں چوں کہ اس شخص کا کاروبار کسی دوسرے شہر میں ہے اور وہیں کے اثر سے سنی صحیح العقیدہ ہے نیاز و فاتحہ وہ اور اس کا باپ دونوں کرتے ہیں اور آج بھی وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ ہم سنی ہیں لیکن بکر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک ذمہ دار دارالافتاء سے فتویٰ لایا زید نے دیوبندی کا نکاح پڑھا فتویٰ میں وہی سب کچھ ہے جو دیوبندی کے نکاح پڑھانے میں ہونا چاہئے جس پر ہم سنی صحیح العقیدہ کا ایمان ہے۔ اسی درمیان بکر نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا جو آج بھی بدبودار دیوبندی ہے کھلم کھلا دیوبندی ہونے کا اعلان بھی کرتا ہے اور سنیوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

دوسری بات ہے کہ کچھ دنوں بعد گاؤں میں ایک آدمی کے یہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ مردہ تھا دوسرے بچے کے بارے میں مذکور بکر کی بیوی کہتی ہے کہ بچے کی سانس چلی تھی اور اپنی بیوی کی خبر کی تصدیق کرتے ہوئے بکر بھی کہہ دیا کہ بچہ زندہ تھا اور بعد میں مرا ہے اسی کے ساتھ دو اور عورتیں بھی کہتی ہے کہ بچے کا ہاتھ ہلا تھا لیکن جنائی دائی اور اس کے ساتھ کی وہ متعدد عورتیں جو پیدائش کے پہلے سے وہاں موجود تھیں وہ کہتی ہیں کہ دونوں بچے مردہ پیدا ہوئے تھے۔ مردہ بچہ پیدا ہونے کی خبر باہر پہلے پہنچی۔ اس عورت کے گھر والے نے مردہ بچہ پیدا ہونے کا یقین کر لیا تو زید اپنے گھر سے بہار شریعت مصنفہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان لا کر مسئلہ دکھایا کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔ ساتھ ہی پیدائش سے پہلے الٹراساؤنڈ کرایا گیا تھا جس میں ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ایک بچہ تین سو گرام کا ہے اور دوسرا ساٹھ سو گرام کا ہے اور ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ بچے زندہ پیدا نہیں ہوں گے جس عورت کے بچے پیدا ہوئے وہ خود بھی ہوش میں تھی اور وہ بھی کہتی ہے کہ میرے بچے زندہ نہیں

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

تھے اسی پر اتفاق کر کے بچے کو بغیر جنازہ دفن کر دیا گیا۔
یہاں بھی بکر ایک ذمہ دار دارالافتاء سے یہ لکھ کر فتویٰ لایا کہ ایک مولانا صاحب نے کتاب دکھائی مگر زید نہ مانا اور بغیر جنازہ دفن کرادیا اب بکر دونوں فتوؤں کو لے کر پورے علاقے میں اور عزیز واقارب میں زید کی تذلیل کر رہا ہے اور تفریق بین المسلمین کا مرتکب ہو رہا ہے باوجود کہ زید کا ذاتی اثر علاقے میں بہت زیادہ ہے۔
زید و بکر کے درمیان کشیدگی زیادہ ہونے پر تصفیہ کے لئے علاقے کے دو عالم اور حافظ جمع ہوئے اور صلح کرانی چاہی بھری پنچایت میں گاؤں کے لوگوں نے دو عالم وحافظ کے سامنے یہی بیان دیا کہ بہار شریعت زید نے خود دکھائی تھی کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے نہ کہ کسی مولانا صاحب نے ان عالم وحافظ نے گاؤں والوں کے سامنے تحریر لکھی اور دستخط کیا جو زید کے پاس اب بھی محفوظ ہے کہ کتاب زید نے دکھائی۔ یہ تحریر عالم دین نے لکھی ہے بوقت ضرورت زید وہ تحریر پیش کر سکتا ہے۔ ان دونوں عالم وحافظ کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا محمد بدرالدین احمد القادری فیضی نظامی (۲) حضرت حافظ محمد انیس احمد قادری نظامی۔
اب مندرجہ ذیل سوالات پیش کئے جا رہے ہیں بحوالہ قرآن وحدیث جوابات عنایت فرمائیں کرم ہوگا اور بین المسلمین فتنہ وفساد ختم ہوگا۔
(۱) جو پہلے سے کھلم کھلا دیوبندی ہو اس کا نکاح پڑھانا شرعاً کیسا ہے جب کہ بعد نکاح بھی دیوبندیت کا اعلان کرتا ہو۔
(۲) ایسا نکاح پڑھانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟
(۳) کسی سنی صحیح العقیدہ کو جو نیاز وفاتحہ کا صرف قائل ہی نہیں بلکہ عملاً بھی نیاز اور فاتحہ کرتا ہو اس کو دیوبندی کہنے والے کا کیا حکم ہے۔
(۴) ایسا نکاح پڑھانے والے اور سنی کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے میلاد پڑھوانا، فاتحہ کرانا، چراغی دینا، صدقہ زکوۃ کا مال دینا، کھلیانی کے موقع پر کھلیان دینا، اگر چہ وہ حقدار ہو شرعاً کیسا ہے۔
(۵) ایک ان پڑھ سنی صحیح العقیدہ مومن کو دیوبندی کہنے سے اگر خدانخواستہ چڑھ کر معاذ اللہ دیوبندی ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور کیسا وبال ہوگا۔
(۶) ذمہ دار دارالافتا کو دھوکہ میں ڈال کر اور یہ کہہ کر فتویٰ لینا کہ مولانا صاحب نے بہار شریعت دکھائی مگر زید نے نہیں مانا جب کہ حقیقتاً زید نے خود بہار شریعت دکھائی ہو اللہ کے نزدیک کیسا ہے؟ بینوا توجروا
(۷) سوال میں مذکور باتوں کو لے کر اگر زید وبکر دونوں کے خاندان والے فتنہ وفساد کریں تو شرعاً اس کا وبال کس پر ہوگا۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں اور اسلام سے خارج ہیں جانتے ہوئے ان کا نکاح پڑھانا ناجائز وحرام اور زنا کا دروازہ کھولنا ہے اور اگر ان کے کفری عقائد پر اطلاع کے باوجود انہیں مسلمان جان کر نکاح پڑھایا تو پڑھانے والا بھی کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ ھکذا قال العلماء الکرام فی کتب الفقہ والفتاوی. واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا نکاح پڑھانے والا سخت فاسق وفاجر لائق نار ومستحق غضب جبار ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ اس سے سلام وکلام نشست وبرخاست سب ناجائز ہے جب تک کہ توبہ نہ کرلے قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) دیوبندیت کفر وارتداد ہے تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلاوجہ دیوبندی کہنا معاذ اللہ رب العالمین خود کفر ہے۔ قائل پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان لازم ہے۔ البتہ بطور سب وشتم کہنے پر یہ حکم نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۴) سنی صحیح العقیدہ کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ سے پڑھانا جائز ودرست ہے اور کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور اس سے کسی طرح کا اسلامی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ واستغفار نہ کرلے اور جسے بلاوجہ دیوبندی کہا اس سے معافی نہ مانگ لے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۵) آدمی کو اتنا کمزور ایمان نہیں رکھنا چاہئے کہ کسی کے چڑھانے سے کفر اختیار کرلے۔ ہندو عموماً مسلمانوں کو برا کہتے رہتے ہیں تو ان کے کہنے اور چڑھانے سے کیا کوئی ہندو ہوجاتا ہے۔ معاذ اللہ لہٰذا جو دیوبندی ہوجائے گا وہ خود رب العزت کے وہاں جوابدہ ہوگا۔ البتہ جس نے اسے بھڑکایا اور بلاوجہ شرعی اسے تکلیف دی وہ بھی عذاب نار وغضب جبار کا سزاوار ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۶) دھوکہ اور غدر کسی کافر سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ کسی ذمہ دار دار الافتاء کو دھوکہ دینا جس نے یہ ذلیل حرکت کی اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے اور آئندہ ایسی خبیث حرکت سے پرہیز ضروری ہے اگر وہ توبہ واستغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۷) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم بکر ہے کہ سنی صحیح العقیدہ کو اسی نے دیوبندی کہا اور اسی نے دارالافتاء کو دھوکہ دے کر فتویٰ حاصل کیا اور اسی نے بہار شریعت کے دکھانے کو اپنی طرف غلط طور سے منسوب کیا۔ نیز افتراق بین المسلمین کا سبب بنا اس لئے وہی خطاکار اور مجرم ہے۔ لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی غلط حرکتوں سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اسی طرح زید اور اس کے گھر والوں نے زیادتی کی ہو تو ان پر بھی توبہ واستغفار ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو نفسانیت سے محفوظ فرما کر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

دیوبندی کے یہاں عقد کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ذاکر علی نظامی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید سترہ سال سے دیوبندی مسجد میں موذن ہے اور دیوبندی امام کی اقتدا میں نماز پنجگانہ و نیز جمعہ وعیدین باجماعت ادا کرتا ہے جب کہ اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کی مسجد وعیدگاہ ہے۔ زید سے کہا گیا کہ دیوبندی کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس کے جواب میں زید نے کہا کہ مجھ کو بریلوی، دیوبندی سے کوئی مطلب نہیں ہے، نماز ادا کرنی ہے اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کا شاندار ادارہ موجود ہے اور زید کا اس ادارہ سے آج تک کوئی تعلق نہ رہا اور نہ ہے۔ صورت مذکورہ میں زید کا شمار مسلک بریلوی میں ہے یا دیوبندی میں۔

(۲) زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا کیسا ہے؟

(۳) جو شخص زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) اگر زید دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ ص ۵۱، اور تحذیر الناس ص ۱۴/۳، حفظ الایمان ص ۸ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور دیوبندی عقیدے کے امام کی اقتدا اور ان کی مسجد میں اذان ان کے کفری عقائد جاننے کے باوجود دیتا ہے یا بتانے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ مجھے

دیو بندی بریلوی سے کوئی مطلب نہیں ہے تو ایسی صورت میں زید کافر و مرتد، ملحد و بے دین ہے۔ سوال میں مذکورہ باتوں کی بنیاد پر زید کا شمار اہل سنت و جماعت میں ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"ان مرضوا فلاتعودوهم وان ماتوا فلاتشهدوهم و ان لقيتموهم فلاتسلموا عليهم ولاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتواكلوهم ولاتناكحوهم ولاتصلوا عليهم و لاتصلوا معهم"(۱)

یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بدمذہبوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا ناجائز ہے اس لئے زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا سراسر ناجائز و حرام اور بدانجام ہے اور اپنی لڑکی کو جہنم میں پہنچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا شخص فاسق و فاجر، ظالم و جفاکار، مستحق نار اور لائق غضب جبار ہے، اور اپنی ایسی قبیح و ذلیل حرکت کی وجہ سے سخت مجرم و حرام کار ہے، اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور زید کے یہاں سے اپنا رشتہ ختم کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کردیں۔ اگر وہ بائیکاٹ نہیں کریں گے تو خود بھی مجرم و گنہ گار رہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب حق وصواب: محمد تنفیر القادری

(۱) یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔

(۲) سورۃ الانعام آیت: ۶۸۔

جو شخص کہے کہ میں سنیت کو اپنے گاؤں سے مٹادوں گا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عاشق علی، متعلم دار العلوم علیمیہ و حافظ گل محمد استاذ دار العلوم اہل سنت انوار العلوم بھگوڑیا بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹر محمد یونس نے بھری محفل میں یہ قسم کھائی کہ میں اپنے گاؤں سے اہل سنت والجماعت کو مٹادوں گا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں آج سے دیوبندی ہوگیا اور کئی مرتبہ پورے علماء اہل سنت کو گالیاں بھی دیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور جو اس شخص کی مدد کرے اور اس کے وہاں کھائے پئے اور تعلقات کو برقرار رکھے ایسے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ مدلل اور مفصل جوابات سے مستفیض فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین دیکھیں۔ اگر شخص مذکور نے واقعی اس طرح کہا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا۔ اس پر توبہ وتجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے سلام وکلام نشست وبرخاست سب کچھ ختم کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۱) جو مسلمان شخص مذکور سے جانتے بوجھتے ہوئے تعلقات رکھے وہ بھی حرام کار مستحق غضب جبار اور لائق نار ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ ان کا بھی بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ / ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

دیوبندیوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے مگر انکی اقتدا میں نماز پڑھے تو؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرول جام نگر گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سعودی عرب کا باشندہ ہے اور سعودی عرب میں اکثر لوگ عقائد باطلہ سے وابستہ ہوتے ہیں زید کے سامنے جب ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب کتاب التوحید اور اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان اور اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان اور خلیل احمد انبیٹھوی کی براہین قاطعہ اور قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس اور رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کی عبارتیں پیش کی گئیں تو اس نے بلا جھجک کفر کا فتویٰ دیا لیکن یا رسول اللہ یا غوث پکارنے پر اعتراض کرتا ہے۔ ہندوستان میں صلاۃ وسلام پر بھی معترض ہوتا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ذکر کے وقت انگوٹھے بھی نہیں چومتا ہے۔ دیوبندی ائمہ کی اقتداء میں اپنی نماز کو جائز سمجھتا ہے گویا کہ ظاہری تمام اعمال میں دیوبندیوں سے مشابہت رکھتا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ "جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے" (۱)

اسی سے زید بے قید کا حکم واضح ہے کہ وہ بھی ان بد باطن خبیث دیوبندیوں میں سے ہے رہا اس کا یہ معاملہ کہ دیوبندیوں کی عبارات کفریہ پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے مگر اس کے باوجود دیوبندی اماموں کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے یہ اس کی حد درجہ مکاری، دورخی پالیسی اور منافقانہ حرکت ہے جو ہرگز ہرگز اسے مفید نہ ہوگی۔ کیوں کہ دیوبندیوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دینے کے باوجود ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور تمام اعمال میں ان سے مشابہت رکھنا یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ زید لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عبارتوں کو کفر تو قرار دے رہا ہے مگر قائلین کو کافر نہیں مانتا ہے۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ امامت کے قابل بھی مانتا ہے لہٰذا زید بھی دیوبندی ہے اور اس پر دیابنہ کے احکام نافذ ہوں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۷۷

ناواقفیت کی بناپر تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرول گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دور حاضر میں تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے حضرات تعلیمی حیثیت سے اردو پڑھنا بھی نہیں جانتے اور وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ سے ناواقف وبے خبر ہوتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کے ظاہری لباس کو دیکھ کر اور ظاہری اقوال کو سن کر اور صرف دین کی ہمدردی میں ان کی چلہ کشی کے لئے تیار ہو گئے ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

تبلیغی جماعت درحقیقت دیوبندی مذہب کی ایک شاخ دیوبندی عقائد ومسائل کی نشر واشاعت اور تبلیغ کرنے والی ایک پرفریب جماعت کا نام ہے اس جماعت کے عقائد وہی ہیں جو دیوبندی مذہب میں مذکور ہیں اور دیوبندی اپنے کفری عقائد مذکورہ تحذیر الناس ص ۳ و ۲۸ حفظ الایمان ص ۸ براہین قاطعہ ص ۵۱ وغیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں۔ ان کے عقائد کفریہ باطلہ کی بناپر عرب وعجم کے سیکڑوں علمائے عظام ومفتیان کرام نے ان کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا "من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر." جوان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یوں ہی جوان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کو اپنا پیشوا مانے یا کم ازکم مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

البتہ اگر کوئی واقعی ان کے عقائد کفریہ پر آگاہ نہیں اور ناواقفی وسادہ لوحی اور ان کے مکر وفریب، دجل ودغا اور جماعت والوں کی ریاکاری اور مکاری کے باعث ان کے جال میں پھنس گیا اور تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو گیا تو اس پر پہلے دیوبندیوں وہابیوں کے کفری عقائد وعبارات اور علمائے عرب وعجم کے فتاوی پیش کئے جائیں۔ اگر وہ دیوبندی مذہب سے بیزاری کا اظہار کردے اور علمائے کرام کا فتویٰ مان لے تو اسے سنی کہا جائے گا ورنہ انہیں دیوبندیوں میں شمار ہوگا اور اس کا حکم دیوبندیوں جیسا ہوگا ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۷۹ فتاویٰ مصطفویہ، ص: ۱۱۷ / اور دیگر کتب فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی دیوبندی، ندوی مولوی کا علماء دیوبند کی کفریہ عبارت جاننے کے بعد یہ کہنا کہ مجھے کسی چھاپنے والے پر اعتبار نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین، دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرول گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دیوبند، ندوہ یا کسی بھی دارالعلوم سے فارغ التحصیل مولوی حفظ الایمان تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اوران کے مصنفین جن پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے حرمین شریفین نے "من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ ان سے قطعی نا آشنا ہے جب ان مردودوں کی کفری عبارتیں ان کو سنائی جاتی ہیں ان پر وہ مولوی بے ساختہ کفر کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن ان کے مصنفین نے یہ عبارتیں لکھی ہیں اس بات کا وہ قائل نہیں جب یہ کتابیں اسے دکھائی جاتی ہیں تو وہ بے اعتباری کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں اگر مصنفین نے واقعی ایسا ہی لکھا ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہیں لیکن ایسا ہی لکھا ہے اس پر مجھے اعتبار نہیں۔ اب اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے آیا وہ مومن ہے یا کافر؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ندوہ، دیوبند یا کسی بھی دارالعلوم کے فارغ التحصیل مولوی کا علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات جاننے کے بعد ان کے متعلق یہ کہنا کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ ایسا کہنے والا حد درجہ مکار وعیار ہے اور پختہ دیوبندی ہے کیوں کہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا کہ ان عبارات کے قائلین وحامیین پر علمائے عرب وعجم نے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا اور بحمدہ تعالیٰ اب تک وہ فتویٰ نافذ العمل ہے مگر کسی بھی دیوبندی مولوی یا خود ان کتابوں کے مصنفین نے آج تک ان کتابوں سے نہ تو اپنی بیزاری کا اعلان کیا اور نہ ہی ان عبارات کا انکار کیا بلکہ اپنی عبارات پر مصر رہ کر ان کی تاویلات کرتے رہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان کی عبارات کے تعلق سے بسط البنان اور پھر تغییر العنوان رسالہ مرتب کیا۔ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے مصنفین بھی اس کے منکر نہ ہوئے اور دیوبند کے مختلف کتب خانوں سے یہ سب کتابیں شائع ہو رہی ہیں اور آج بھی کسی دیوبندی حلقہ سے یہ آواز نہیں اٹھ رہی ہے کہ یہ کتابیں یا ان کی کفریہ عبارتیں ان کے اکابر کی نہیں ہیں بلکہ کتنے جری وبے باک اور گستاخ تو ایسے ہیں جو ان عبارات کو حق ودرست ثابت کرنے کے لئے مناظرہ کرتے ہیں۔ ان حالات ومشاہدات کے باوجود کسی شخص کا مذکورہ بالا بیان ناقابل اعتبار ہے اور مطلع ہو کر ان کی غلط تاویل کرنے والا ان کے قائلین کو اپنا پیشوا سمجھنے یا کم از کم مسلمان

ماننے والا انہیں کی مثل کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دیوبندی، وہابی اور صلح کلی کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری پیلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) دیوبندی وہابی کسے کہتے ہیں یا یہ کہ دیوبندیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۲) غیر مقلد وہابی کسے کہتے ہیں اور اس کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۳) صلح کلی کسے کہتے ہیں اور صلح کلیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۴) وہابی دیوبندی کہلانے والے عوام و خواص تمام افراد پر مطلقاً کیا حکم شرعی ہے؟

(۵) دیوبندی کہلانے والے تمام افراد پر جو حکم شرعی ہے وہی حکم دیوبندی کہلانے والے کسی فرد واحد پر بھی ہوگا یا اجتماعی و انفرادی صورت میں کچھ فرق ہے اگر فرق ہے تو کیوں؟

(۶) صلح کلی افراد پر مطلقاً حکم شرع کیا ہے۔ آیا یہ لوگ سنیوں کے حکم میں ہیں یا دیوبندیوں وہابیوں کے یا دونوں سے الگ ان کا کوئی اور حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا من اللہ الجلیل

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ کا ایسا متبع جو علمائے دیوبند یعنی مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے کفری عقائد کو برحق اور ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور دینی رہنما مانتا ہو اسے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ و باطلہ کا ایسا متبع جو تقلید ائمہ دین کو بدعت و حرام بلکہ شرک تک کہتا ہو ایسا شخص وہابی غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

(۳) مذہب اہل سنت کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے ایسے شخص کو صلح کلی کہتے ہیں جو بدمذہبوں کی تردید اور مخالفت کا مخالف ہو یا مذہب حق اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کو بھی حق و صحیح کہتا ہو یا باطل فرقوں کو غلط سمجھتے ہوئے بھی ان کے ساتھ راہ و رسم میل جول، سلام و کلام شادی بیاہ اور دعوت و تواضع رکھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جب مطلقاً وہابی دیوبندی کے متعلق حکم شرع معلوم کیا جائے گا تو کافر ہونے کا حکم ہوگا۔ سیدی اعلیٰ

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: "وہابیت ارتداد ہے" (۱)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: "دیوبندی عقیدہ والے خود مرتد ہیں" (۲) ایک مقام پر فرماتے ہیں "دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتد ہیں" (۳) اور فرماتے ہیں "طوائف مذکورین۔ وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ چکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعا یقینا کفار مرتدین ہیں۔" (۴) ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں پر مطلقاً حکم کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) چونکہ کسی شخص متعین اور فرد خاص پر کوئی حکم لگانے کے لئے اس فرد خاص کے متعلق جاننا ضروری ہے اس لئے کسی خاص شخص پر کفر وارتداد کا حکم لگانے سے پہلے اس کے عقائد کی تحقیق لازم ہے۔ آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دیوبندی تو کہے جاتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں مگر علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ خبیثہ سے ناواقف ہیں ایسے لوگوں پر کفر وارتداد کا حکم لگانے سے پہلے ان کے سامنے حسام الحرمین پیش کی جائے اور کبرائے دیابنہ مولوی رشید احمد، مولوی خلیل احمد، مولوی اشرف علی، مولوی قاسم وغیرہ کے اقوال کفریہ سے آگاہ کیا جائے اگر وہ فتاویٰ حسام الحرمین تسلیم کرلیں اور صاف صاف ان دیوبندی مولویوں کو بددین اور کافر ومرتد کہہ دیں تو ٹھیک ورنہ وہ بھی دیوبندی مرتدین میں مانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) اگر صلح کلی اس طرح کا ہے کہ بدمذہبوں، بددینوں وہابیوں اور دیوبندیوں کی تردید ومخالفت کو برا سمجھتا ہے تو وہ گمراہ ہے اور اگر اہل سنت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کے عقائد جاننے کے باوجود ان کو بھی حق اور صحیح سمجھتا ہے تو انہیں کے حکم میں ہے اور اگر باطل فرقوں کو غلط سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہو سلام وکلام کرتا ہو شادی بیاہ کرتا ہو تو سخت فاسق وفاجر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صلح کلی کوئی مستقل فرقہ یا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک کلی ہے جس کے تحت مختلف افراد آتے ہیں اور ان میں ہر ایک کے لئے جداگانہ حکم ہے۔ ان میں سے بعض گمراہ وبدمذہب ہیں بعض کافر ومرتد ہیں اور بعض فاسق وفاجر ہیں۔ ھذا ماتیسر لی بمطالعة کتب الفقه والکلام والعلم بالحق عندالملیک العلام وھو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ر شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۲۹

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷۷

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۷۰

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

حسام الحرمین شریف کو حق ماننے والے کو دیو بندی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: شاکر رضا مقام حیدرڈیہہ پوسٹ حسین آباد ضلع بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین شریف کی تصدیق کرتا ہے لیکن تقریباً پورا گاؤں وہابی ہے اور مسجد بھی وہابیوں کی ہے اس لئے وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتا ہے۔ زید کے خاندان کے لوگ بھی سنی ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید وہابی ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو سنی مانا جائے گا یا نہیں اس کے یہاں رشتہ داری وغیرہ جائز ہے یا نہیں جو لوگ زید کو وہابی کہتے ہیں ان کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو لوگوں کی نظر میں مشتبہ تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی ورشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اوران کی کتابوں تقویۃ الایمان ومعیار الحق وبراہین قاطعہ تحذیر الناس وحفظ الایمان وبہشتی زیور وغیرہا کو کیسا مانتا ہے؟ اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بیدین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں۔"(۱)

اس ارشاد واجب الاعتقاد سے واضح ہوا کہ جو شخص علماے دیو بند کی کفریہ عبارات کو جاننے کے بعد انہیں گمراہ اور بد مذہب ومرتد سمجھے وہ وہابی نہیں ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں جب زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے تو سنی ہے رہا اس کا اپنے گاؤں کی وہابی مسجد میں نماز پڑھنا تو اگر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھتا ہے وہابی امام کی اقتدا نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور اگر کسی وہابی امام کی اقتدا کرتا ہے تو اب اگر وہابی امام کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر اسے مسلمان مان کر اقتدا کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں اور اگر اس وہابی کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں صرف یہ جانتا ہے کہ یہ برے لوگ ہیں پھر بھی اقتدا کرتا ہے تو سخت گنہ گار ہے مگر اب بھی اسے وہابی ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں اس پر لازم ہے کہ وہابی کی اقتدا کرنے سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ اس کی اقتدا سے پرہیز کرے فتاویٰ رضویہ میں ہے "جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانتا درکناران کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بد مذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۷۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار"(۱)

رہا اس کے یہاں نکاح اور رشتہ داری کرنا تو چوں کہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا اس کے یہاں رشتہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں وہابیت کی کوئی بات نہ پائی جاتی ہو۔ اگر زید کے اندر کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی پھر بھی کچھ لوگ اسے وہابی کہتے ہیں تو وہ سخت مجرم وگنہ گار ایذاء مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ بلا ثبوت شرعی زید کو وہابی کہنے سے توبہ واستغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ ارجمادی الاولی ۱۴۳۲ھ

حضرت امیر معاویہ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا حکم

مسئلہ: از اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ جودھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص صحابی رسول ﷺ کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ان کی شان میں لعن طعن کرتا ہے اور ان کو جہنمی کہتا ہے، نیز امام اعظم کے یزید کے متعلق سکوت اختیار کرنے پر کہتا ہے "میں ایسے مذہب اور ایسے فتوی پر لعنت کرتا ہوں"۔ زید سے مذکورہ مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کیا گیا، تو اس نے کہا، جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، فقہی نظر سے وہ گمراہ ہے، صحابی کی شان میں گستاخی کرنا سخت ممنوع ہے، نیز امام اعظم کی شان میں گستاخی کرنا بھی سخت ممنوع ہے، البتہ یزید پر فقہائے کرام نے لعنت فرمائی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے اور ان پر لعن طعن کرتا ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذہب اہل سنت اور ان کے فتوئی پر لعنت کرتا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے۔

نیز زید کا جواب کہ ایسا شخص گمراہ ہے، کیا یہ جواب درست ہے، کیا صحابی رسول ﷺ کو جہنمی کہنے والا شخص اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ ان پر لعنت کرنا اور مذہب پر لعنت کرنا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور زید اور مصدق کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۷۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں۔ اور کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کو برا کہنے والا گمراہ و بد دین اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والا ہے۔

حدیث شریف ہے: "من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذا لله ومن اذا الله یوشک ان یاخذہ"۔(۱) یعنی جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی، تو اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔

اور ردالمحتار میں اختیار کے حوالے سے ہے: "اتفق الائمة علی تضلیل اھل البدع اجمع وتخطئتھم، وسب احد من الصحابة وبغضه لا یکون کفر الکن یضلل". (۲) یعنی ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام بدعتی فرقے گمراہ ہیں، اور کسی صحابی کو برا کہنا اور ان سے بغض رکھنا کفر تو نہیں ہے، مگر گمراہی ہے۔

اور ان میں سے کسی کو جہنمی کہنا، سخت گمراہی بلکہ بحکم فقہا کفر ہے، کیونکہ ان کو جہنمی کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو وہ مسلمان نہیں مانتا ہے اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے، وہ خود ہی کافر ہے۔ حدیث شریف ہے: "من قال لا خیه یا کافر فقد باء بھا احدھما". (۳) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا، تو وہ دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور لوٹا، اور حکم شرع کی توہین بھی کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: "رجل عرض علیه خصمه فتوی الائمة فردھا وقال: چہ بار نامہ فتوی آوردہ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع"۔(۴)

لہٰذا جو شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے، وہ خود جہنمی بلکہ جہنمی کتا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "من یکون یطعن فی معاویه فذالک کلب من کلاب الھاویة" (۵)۔ یعنی جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے

---

(۱) جامع الترمذی، ج:۲، ص:۲۲۶

(۲) ردالمحتار، ج:۲، ص:۲۸۷

(۳) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۵۷

(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۷۳

(۵) نسیم الریاض، ج:۳، ص:۴۳۰

ایک کتا ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے فتویٰ پر جو لعنت بھیجتا ہے وہ خود مستحق لعنت اور بحکم فقہا کافر و بے دین ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: "الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر." (۱)

جس شخص نے مذکورہ باتیں کہی ہیں، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ اور تجدید ایمان کر کے پھر سے مسلمان ہو اور اگر بیوی والا ہو، تو تجدید نکاح کرے، جب تک توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کر لے، مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲)

اور زید کا ایسے شخص کو فقہی نظر سے گمراہ کہنا، غلط ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہنے والا اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مذہب و فتویٰ پر لعنت کرنے والا فقہی اعتبار سے صرف گمراہ نہیں بلکہ کافر ہے۔ لہٰذا زید اور اس کے بیان کردہ حکم کے مصدق توبہ کریں اور بغیر علم فتویٰ دینے کی جرأت نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے:

"من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض." (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد اختر حسین قادری

خادم درس وافتا دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

صحابہ اور علماء کی شان میں گستاخی کرنے والے ایک جاہل پیر کا حکم

مسئلہ: از اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ جودھپور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین، مسئلہ ذیل میں:

بکر ایک پڑوسی ملک میں بے علم پیر ہے، جو علمائے دین کی توہین کرتا ہے اور سادات کرام کی بھی سخت توہین کرتا ہے اور خود کو سید بتاتا اور پیر کہلاتا ہے، مگر عامیانہ زبان بلکہ بازاری نہایت فحش زبان بولتا ہے، واٹس آپ پر اس کی آواز سنی جاسکتی ہے، کلپ کے ذریعہ جاری کیے گئے بیان میں بدمعاشوں کی زبان بولی گئی ہے مثلاً "اختری ملاؤں پر میں نے سخت ایکشن اٹھایا ہے، آپ کے تاج الشریعہ اختر رضا خان ازہری نے ہر آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے، تاج

---

(۱) مجمع الانہر، باب المرتد، ج: ۱، ص: ۶۵۹

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) کنز العمال، ج: ۱۰، ص: ۱۱۱

الشریعہ نے بہت گندگی پھیلائی ہے، مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ، اس پر چلنے والا گستاخ رسول کے زمرہ میں آتا ہے، اور تم کس منھ سے کہتے ہو کہ علی علیہ السلام مت کہو، حسن اور حسین علیہ السلام مت کہو، تم لوگ تو کفر کر رہے ہو، خارج از اسلام ہو بلکہ واجب القتل ہو، یہ میں نے زبانی فتوی دیا ہے اور لکھ کر بھی دے دوں گا۔ اور حضرت علی علیہ السلام پر حملے معاویہ نے کرائے اور عمار کو قتل معاویہ نے کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار! تم لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہوگے، مگر افسوس تم کو ایک جہنمی گروہ قتل کرے گا، جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ ہے، ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے، جو علی علیہ السلام تسلیم نہ کرے وہ گمراہ ہے" اور اپنے بیان میں کہا "اختر رضا ازہری، ہاشمی میاں اور الیاس قادری تینوں جہنمی ہیں۔"

ایسا شخص جس کے مذکورہ بالا اقوال ہیں، کیا توہین علماء کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ جب کہ اس کا علمائے دین کی توہین کا باعث مسائل حقہ بیان کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا نہیں، اور مسلک اعلیٰ حضرت جو حقیقتاً مسلک اہل سنت والجماعت ہے، اس مسلک حقہ کو گمراہ اور اس پر چلنے والوں کو گمراہ کہنا کیسا ہے؟

بکر کے مذکورہ بالا اقوال پر مطلع ہونے کے بعد، اور خود اپنے کانوں سے علمائے دین کے لیے سب وشتم اور فحش گوئی اور لعنت وملامت سننے کے بعد ایسے شخص کی تائید وحمایت کرنا اور اس کی غایت درجہ تعظیم وتوقیر کرنا، خود اور اپنی اولاد اور اہل خاندان کو اس کا غلام بتانا اس کی ہر ممکن معاونت اور حمایت کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ ایسے پیر سے مرید ہونا، یا اس کی امامت میں نماز ادا کرنا، اس کو ولی جاننا اور اپنا پیشوا ماننا کیسا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

علماء دین اور سادات کرام کی توہین سخت حرام بلکہ بحکم حدیث کھلا نفاق اور بحکم فقہاء کفر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "**ثلثة لا يستخف بحقهم الا منافق بين النفاق ذو العلم وذو الشيبة في الاسلام وامام مقسط.**"(۱)

اور مجمع الانہر میں ہے "**الا ستخفاف بالاشراف والعلماء كفر.**" (۲) یعنی علماء وسادات کی توہین کفر ہے۔ اسی میں ہے۔ "**من قال لعالم عويلم على وجه الاستخفاف فقد كفر.**" (۳)

---

(۱) المعجم الکبیر، ج:۸، ص:۲۳۸

(۲) مجمع الانھر، ج:۱، ص:۶۹۵

(۳) مجمع الانھر، ج:۱، ص:۶۹۵

عامی زبان استعمال کرنا یعنی گالی گلوچ کرنا اور فحش گوئی کرنا سخت ممنوع ہے۔ حدیث پاک ہے "سبــاب المـؤمن فسوق" ۔یعنی کسی مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے ہر آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے، سراسر جھوٹ اور افترا و بہتان ہے۔

اور کسی پر جھوٹی تہمت اور بہتان لگانا سخت حرام و گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ (۱) یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے پر، ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

تاج الشریعہ، اسلام وسنیت کے سچے ترجمان و پاسبان ہیں اور امت مسلمہ کے لیے رب تعالیٰ کی عظیم نعمت اور نبی پاک ﷺ کی خاص عنایت ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کا سایۂ کرم عالم اسلام پر تا دیر سلامت رکھے (آمین) انہوں نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہ فرمایا نہ لکھا، جو ان کے متعلق ایسی بات کہتا ہے وہ کذاب ودجال اور مکار ہے، اور مذہب اہل سنت کا ہی دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس پر چلنے والے کو گستاخ رسول کہنا، بالفظ دیگر کافر کہنا ہے اور کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں: " ایما امرء قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما" (۲)

اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے لفظ "علیه السلام " بولنا جائز نہیں ہے۔ یہ رافضیوں کی علامت ہے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: " واماالسلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الامام الجوینی انه فی معنی الصلوٰة فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء فلا یقال "علی علیه السلام" والظاهر ان العلة فی منع الصلاة ما قال فی صدر الاول وانما احدثه الرافضة فی بعض الائمة والعشبه باهل البدع منهی عنه فعجب مخالفتهم." (۳)

لہٰذا جو شخص سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کلمہ "علیہ السلام" نہ کہنے والوں کو کافر اور خارج از اسلام کہتا ہے، وہ خود کفر کر رہا ہے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا کرنا حرام و گناہ ہے، ان

---

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) ردالمحتار، ج: ۱۰، ص: ۴۰۱، مسائل شتی

پر تبرا کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں ”ومن یکون یطعن فی معاویة فهو کلب من کلاب الهاویة.“ (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس پیر نے مذکورہ باتیں بکی ہیں، وہ متعدد وجوہ سے حرام اور کفر کا مرتکب ہے اور بحکم فقہا کافر ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح اور تجدید بیعت کرے، اگر وہ ایسا کر لے، تو اس کی تعظیم کرنا، اس سے مرید ہونا، اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہے، ورنہ اس کا مکمل بائیکاٹ کرنا واجب ہے۔ارشاد قرآن ہے ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲) اور جو شخص اس کی تائید وحمایت کرے، اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (۳)

لہٰذا اس کی تائید وحمایت کرنے والے پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان ونکاح اور تجدید بیعت کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

محمد اختر حسین قادری

خادم درس وافتا دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

کسی عالم دین کو ”کبیر داس سے بدتر“ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ: از ماسٹر محمد اسرار قادری، امجدی خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو ”کبیر داس“ سے بدتر کہتا ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمه تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوهاب

کسی مسلمان کو کبیر داس سے بدتر کہنا کفر ہے کیونکہ اس میں قرآن کا انکار ہے ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ﴾ (۴)

اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

---

(۱) نسیم الریاض، ج:۳، ص: ۴۳۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۱

پھر ایک عالم دین کو "کبیر داس" سے بدتر کہنا اور بھی سخت ہے کہ اس میں عالم کی توہین ہے اور عالم دین کی توہین کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔

"الاستخفاف بالعلماءِ كفر ومن قال لعالم عويلم قاصدا به الاستخفاف كفر" (۱)

یعنی علما کی توہین کفر ہے جس نے توہین کے ارادہ سے کسی عالم کو مولویا کہا تو وہ کافر ہے۔

البتہ عالم دین کی توہین بحیثیت عالم دین کفر ہے کیوں کہ یہ درحقیقت علم دین کی توہین ہے چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر" (۲) یعنی علم اور علما کا استہزا کفر ہے

اس کی شرح غمز عیون البصائر میں ہے۔

"اى بالعلم" (۳)

یعنی علما کا استہزا علم دین کی بنا پر کفر ہے۔

لہٰذا جس نے کسی عالم دین کو کبیر داس سے بدتر کہا وہ توبہ اور تجدید ایمان ونکاح کرے اور جس کو کہا اس سے معافی مانگے۔ ورنہ اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۱۵ر صفر ۱۴۳۵ھ

دیو بندی کا نکاح پڑھانے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبد الحکیم علیمی سابق مینجنگ ایڈیٹر ماہنامہ فیضان رضا، جمدا شاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو عالم دین ہے انہوں نے اپنے گاؤں کے امام سے جبکہ وہ مجلس نکاح میں جا رہا تھا کہا کہ لڑکا دیو بندی ہے اس کا نکاح مت پڑھایئے، یہ کہنے کے بعد زید اپنے گھر گیا اور امام صاحب مجلس نکاح میں گئے پھر زید کو امام محلہ اور دیگر لوگوں نے بلایا تو اس نے زید سے کہا امام صاحب اگر آپ جان بوجھ کر کسی دیو بندی کا نکاح پڑھائیں گے تو آپ کا بھی باطل ہو جائے گا اور

(۱) مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، ج:۲، ص:۵۰۹

(۲) الاشباه والنظائر، ج:۲، ص:۸۷

(۳) غمز عيون البصائر، ج:۲، ص:۸۷

تجدید نکاح اور تجدید ایمان بھی کرنا ہوگا۔ بعد میں کچھ عوامی لوگوں نے لڑکی کو بغیر نکاح پڑھائے بارات کے ساتھ بھیج دیا اور وہاں دیوبندی امام کے ذریعے نکاح پڑھایا گیا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں زید اور امام محلہ اور عوام کے متعلق شریعت مطہرہ کیا حکم ہے۔ مفصل اور مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لامسلمۃ" اھ۔(۱)

حضرت علامہ مفتی عبدالمنان عزیزی مصباحی مبارک پوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"دیوبندی بحکم علمائے حرمین شریفین اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے ساتھ سنیہ کا نکاح ہوتا ہی نہیں۔"(۲)

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

"زید اور اس نکاح میں شریک ہونے والوں نے اگر اس دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر نکاح کیا یا نکاح میں شریک ہوئے تو یہ خود بھی اسی کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے۔"(۳)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے اس کو مسلمان سمجھ کر کسی سے اس کا نکاح کرنا اور کرانا اس نکاح میں شریک ہونا سب کفر ہے۔ لہٰذا زید عالم نے سچ کہا وہ حق پر ہے۔ مسئلہ بتانے پر امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا انہوں نے شرع پر عمل کیا بہت اچھا کیا مگر جن لوگوں نے لڑکی کو دیوبندی کے گھر بھیج دیا وہ سب توبہ و استغفار کریں اور تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:، ص: ۲۸۲
(۲) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷
(۳) فتاوی بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷

ہولی دیوالی منانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل کچھ سنی بھائی کو دیکھا جاتا ہے کہ جب ہندوؤں کا تہوار آتا ہے جیسے ہولی، دیوالی اتران وغیرہ تو سنی بھائی ان کا تہوار مناتے ہیں اتران میں پتنگ اڑاتے ہیں دیوالی میں پٹاخے پھوڑتے ہیں ہولی میں رنگ لگواتے ہیں اور ہندوؤں کو مبارک باد دیتے ہیں جو ایسا کرے ان کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت فرمائیں

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں یونہی دیوالی ان کے خاص تہواروں میں ہے جس میں آگ اور لچھمی کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ہولی دیوالی یا کافروں کا کوئی مذہبی تہوار مناتا ہے تو وہ کافر ہے اور جو شخص ان تہواروں کی مبارک بادی دے تو وہ بھی بحکم فقہا کافر ہے:

"غمز عیون البصائر میں ہے: "اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر"(۱)

اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان فرض ہے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم۔" اس شخص پر توبہ فرض ہے اور تجدید نکاح لازم۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) غمز عیون البصائر، ج: ۱، ص: ۸۹۵

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۵۱

قرآن مجید پر پیر رکھ کر کھڑا ہونا کفر ہے

مسئلہ از: قاری افتخار احمد، مقام پٹریا تکیوا، پوسٹ بھوا میر، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اپنی بیوی و گھر والوں کے سامنے اپنے پورے ہوش و حواس میں قرآن مجید کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور دونوں پیر قرآن مجید پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ زید کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوھاب

قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اور اس پر پیر رکھنا قرآن کریم کی سخت توہین ہے اور قرآن کریم کی توہین کفر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے:

"اِذا استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ ممایعظم فی الشرع کفر." ملخصاً (۱)

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اس کی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔" (۲)

لہٰذا زید قرآن کریم کی توہین کر کے کافر ہو گیا اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ﴾(۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: انور احمد قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

---

(۱) مجمع الانھر، ج: ۱، ص: ۶۹۲

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۴۴۱

(۳) سورۃ الانعام آیت: ۶۸

توہین علما کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: عبداللہ، مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ گاؤں کے چند مولوی یا مولوی میرے پیشاب کے برابر ہیں تو ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

علمائے حق کی توہین محض عالم دین ہونے کی بنا پر کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: "من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف فقد کفر."(۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"مطلق علما کو یا خاص کر کسی عالم دین کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ عورت فوراً نکاح سے نکل جائے گی۔"(۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند اھ(۳)

لہٰذا شخص مذکور علمائے دین کی سخت توہین کی بنا پر بلاشبہ مرتکب کفر ہوا۔ اگر بیوی والا ہے تو وہ نکاح سے نکل گئی۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان و نکاح کرے اور علما سے معافی مانگے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

---

(۱) مجمع الانھر، ج: ۱، ص: ۶۹۵

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۵۴

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۳۶

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

بلا ثبوت بدعقیدہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر عبدالعزیز نقشبندی رحمانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قوم جو اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے اس قوم میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ ایک صحیح العقیدہ عالم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے جنازہ میں موجود تمام حضرات صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے اس شخص کی تکفین وتدفین میں بھی تمام صحیح العقیدہ لوگ تھے اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے زیارت اور چہلم کی تقریب میں بھی سب صحیح العقیدہ لوگ موجود تھے اور سنی مسجد میں اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے تمام تقریب ہوئی تھی، لیکن بعد میں کچھ افراد کا کہنا ہے کہ مرنے والے شخص کا عقیدہ غلط تھا۔ سنی عالم نے کہا آپ اس شخص کا ثبوت پیش کریں تا کہ تمام حضرات جو مرنے والے کے نماز جنازہ یا تدفین یا تکفین اور میلاد اور قرآن خوانی میں حاضر تھے سب اجتماعی طور پر توبہ کریں، لیکن تین یا چار ماہ ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکے تو ان افراد کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ ان لوگوں میں ایک حافظ قرآن بھی ہے تو کیا اس کے پیچھے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کی نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق اور بلا ثبوت گناہ کبیرہ کی بھی نسبت کرنا ناجائز وگناہ ہے۔ تو بدعقیدگی کی نسبت کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں تا کہ تکفیر"(۱)

لہٰذا جن لوگوں نے بلا ثبوت کسی سنی صحیح العقیدہ کو غلط عقیدہ کا بتایا وہ توبہ کریں بعد توبہ حافظ مذکور کے پیچھے نماز درست ہے جبکہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:٦، ص:١٠٧

ٹائی کا حکم، ڈاکٹر طاہر القادری کا حکم، ایک گیت کی شرعی حیثیت وغیرہ

مسئلہ از: مولانا عبدالجبار حنفی قادری، بلرام پوری

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شریعت مطہرہ بیضاء کا کیا حکم ہے؟

(۱) ٹائی کی حقیقت کیا ہے؟ اور مسلمانوں میں اس کی ابتداء کس سنہ سے ہوئی؟

(۲) ٹائی لگانے کا مقصد کیا ہے؟

(۳) جس عالم کے گھر کے بچے خواہ بیٹے بیٹیاں ہوں یا پوتے پوتیاں ٹائی لگا کر ہندی انگریزی اسکولوں میں پڑھنے جاتے ہیں اور وہ اس کو منع نہ کرتا ہو تو ایسے عالم سے میلاد شریف پڑھوانا تقریر کروانا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اور ان سے مسائل شرعیہ پوچھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور ٹائی لگانے والا شخص مسلمان ہے یا خارج از اسلام ہے؟

(۴) منہاج القرآن نامی تحریک کے بانی ''ڈاکٹر طاہر القادری'' پاکستانی کے متعلق علمائے اہلسنت کا اور خاص کر مفتی صاحب آپ کا کیا موقف ہے؟

(۵) حکومت ہند یا کسی غیر مسلم یا مسلم ہی کے ماتحت چلنے والے ہندی انگریزی اسکولوں میں صبح کے وقت مسلم بچے اور بچیاں یہ ترانہ پڑھتے ہیں:

جن گن من ادھی نائک جئے ہے — بھارت بھاگ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا — دراوڑ اتکل بنگ
وندھ ہماچل یمنا گنگا — اُچھل جل دھی ترنگ
تو شبھ نامے جاگے — تو شبھ آشش مانگے
گاہے تب جے گاتھا جن گن من ادھی نائک جے ہے بھارت بھاگ ودھاتا
جئے ہے، جئے ہے، جئے ہے جئے جئے جئے جئے ہے

(۶) زید جب مسلمانوں سے ملتا ہے تو سلام کرتا ہے اور جب کفار ومشرکین سے ملاقات ہوتی ہے تو (الف) آداب عرض (ب) نمسکار (ج) نمستے (د) جئے رام جی کی کہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا چاروں جملے تحیت وآداب کے ارادے سے بولنے سے اور خاص کر قصداً لفظ جے رام جی کی بولنے سے ایک مومن کے ایمان میں کوئی شرعی خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک مسلمان اور عاشق رسول کی شان تو یہ ہوتی ہے:

کسی کی جئے وجئے کیوں کر پکاریں کیا غرض ہم کو ہمیں کافی ہے سیدا اپنا نعرہ یا رسول اللہ

نیز لفظ جئے، کتنے معنی میں مستعمل ہے اور مقتدائے اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قطب

زماں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا کیا فتویٰ ہے قرآن وحدیث اور اقوال فقہا کی روشنی میں جواب ارقام فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ٹائی نصرانیوں کا مذہبی شعار اور علامت ہے اور وہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے سولی پر لٹکائے جانے کی نشانی ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ٹائی لگانا اشد حرام ہے۔ وہ شعار کفار بدانجام ہے، نہایت بدکام ہے۔ وہ کھلا ردفرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہوجانے کی۔ والعیاذ باللہ۔"(۱)

وارث علوم اعلیٰ حضرت حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے تحقیقی رسالہ "ٹائی کا مسئلہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ٹائی کو کراس مانو شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے۔"(۲)

فقیر کو یہ نہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں میں ٹائی باندھنے کی ابتدا کب سے ہوئی اور نہ اصل مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عیسائی اپنی مذہبی یادگار کے تحت لگاتے ہیں اور مسلمان محض ایک فیشن اور زیب و زینت خیال کرکے باندھتے ہیں مگر ان کا یہ باندھنا حرام وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جن اسکولوں میں ٹائی لگانا لازم ہو، ان میں بچوں کو تعلیم دلانا ناجائز وحرام ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"کالج ہو یا اسکول یا مدرسہ اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہلسنّت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھوانا بھی حرام ہے۔"(۳)

لہٰذا عالم ہو یا غیر عالم کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں اور مدرسوں میں پڑھائے اور جو بلاکسی

---

(۱) الفتاوی المصطفویۃ، ص: ۵۲۶

(۲) ٹائی کا مسئلہ، ص: ۱۲

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۲، ص: ۲۹۶

مجبوری کے اپنے بچوں کو ٹائی لگانے سے منع نہ کرے وہ مجرم و گنہگار ہے ایسے لوگوں سے اجتناب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ڈاکٹر طاہر القادری کے نزدیک آج دنیا میں جتنے مسالک پائے جاتے ہیں ان میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے یعنی شیعہ وہابی وغیرہ باطل فرقے اور اہلسنّت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں بحمداللہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔"(۱)

ایک مقام پر کہتے ہیں "ہمارے نزدیک شیعہ سنی میں کوئی امتیاز نہیں ہے"(۲)

ایک مقام پر کہتے ہیں "میں شیعہ وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب موقع ملے ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔"(۳)

اپنی ایک تقریر میں کہتے ہیں کہ

"یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب بی لیورز (مومن) میں شمار ہوتے ہیں یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔"(۴)

اس طرح کے اور بہت سے عقائد و نظریات ڈاکٹر مذکور کی تقریر و تحریر میں موجود ہیں جن کی بنیاد پر ہندو پاک کے بے شمار علماء اہلسنّت نے اس کے گمراہ و بدمذہب بلکہ کافر و مرتد ہونے کا حکم دیا ہے۔ ہندوستان کے اکابر اہلسنّت میں سے تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت سیدی مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی، وارث علوم صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ استاذ کریم حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب شیخ الحدیث جامعہ رونا ہی نے خصوصیت کے ساتھ طاہر القادری کے بدمذہب و گمراہ بلکہ خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور جو ان اکابر کرام کا موقف ہے وہی اس فقیر کا بھی موقف ہے۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "طاہر القادری" عقائد و نظریات" اور حضرت بابرکت مفتی ولی محمد رضوی صاحب باسنی کی تالیف، "طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے" کے علاوہ علماء پاکستان کی دو درجن سے زائد کتابیں جو طاہر القادری کے متعلق لکھی ہوئی ہیں ان سب میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) جناب مولانا انور حسن صاحب استاذ فوقانیہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی سے سوال میں مذکور اشعار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان اشعار کا درج ذیل مطلب بتایا۔

(۱) جن گن من ادھینا ئک جئے ہے، بھارت بھاگیہ ودھاتا یعنی اے بھارتیہ عوام کے جھنڈ کی نمائندگی کرنے

---

(۱) فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص:۶۵

(۲) چٹان لاہور، ۲۵/مئی ۱۹۸۹ء

(۳) رسالہ دیدوشنید لاہور، ۴تا۱۹/اپریل ۱۹۸۶ء

(۴) تقریر محفوظ سی ڈی مسٹر طاہر القادری

والے اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔

(۲) پنجاب سندھ گجرات مراٹھا، دراوڑ اتکل بنگ، وندھیہ ہماچل یمنا گنگا، اچھل جلدھیہ ترنگ، تو شبھ نامے جاگے، تو شبھ آشش مانگے، گاہے تو جے گاتھا، یعنی صوبہ پنجاب، سندھ، گجرات، مہاراشٹر، دراوڑ، اڑیسہ، بنگال وندھیہ اور ہماچل پردیش نیز گنگا جمنا جیسی پاکیزہ ندیاں اور لہروں سے لبریز سمندر آپ کے مبارک نام کا ورد کرتی ہیں، اور آپ سے دعا پانے کی التجا کرتیں اور آپ کی عظمت کے گن گاتی ہیں۔

(۳) جن گن منگل دایک جے ہے، بھارت بھاگ ودھاتا، جے ہے، جے ہے، جے ہے، جے جے جے ہے" یعنی بھارت کے لوگوں کو خوشیاں دینے والے، اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔ جے ہو۔

بعد تحقیق یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اشعار ۲۷ رتمبر ۱۹۱۱ء کو "کنگ جارج پنجم" کی آمد پر ایک بنگالی شخص رابندر ناتھ ٹیگور نے اس کی تعریف و توصیف میں لکھا۔ لہٰذا مسلمان بچوں سے اسے پڑھوانے کے بجائے درود و سلام یا اور کوئی دعا پڑھوائی جائے اور ان کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ ان اشعار کی جگہ درود شریف یا کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(٦) "نمسکار" سنسکرت اور "نمستے" ہندی کے الفاظ ہیں ان کا معنی آداب و تسلیم اور بندگی ہوتا ہے جیسا کہ فیروز اللغات اردو ص ۱۳۷۹ پر ہے، اور غیر مسلموں سے سلام کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کافر کو بے ضرورت ابتدا بالسلام ناجائز ہے نص علیہ فی الحدیث و الفقہ اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انہیں سلام شرعی کی حاجت نہیں مثلاً یہی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذالک۔"(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے بلا ضرورت آداب وغیرہ کچھ نہیں کہنا چاہئے اور اگر کسی ضرورت و مصلحت کے تحت ایسا کرنا ہو تو "آداب" کہہ سکتے ہیں مگر نمسکار اور نمستے سے بچے رہا 'جے رام جی کی' تو یہ بولنا حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ بحکم فقہاء کرام کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے (جے رام چندر جی) بولی کافر ہو گئے ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں"۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۹، ص: ۶۵

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج: ٦، ص: ۵۰

دیوبندی عقائد سے ناواقف رشتہ داروں کا حکم

مسئلہ از: محمد جاوید عالم، ارریہ بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ میں کہ زید کے ننھیال والے پہلے سنی تھے لیکن اب وہ لوگ دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں، جماعتوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ سنی دیوبندی عقائد سے ناآشنا ہیں البتہ چند فروعیات ومستحبات کو سنی دیوبندی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً چادر چڑھانا، فاتحہ دلانا کھڑے ہوکر سلام پڑھنا وغیرہ وغیرہ جو ان چیزوں کو بجالاتا ہے وہ سنی ہے ورنہ دیوبندی ہے۔ لہٰذا اب زید کو کیا کرنا چاہیے۔ ان سے تعلقات رکھنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کو چاہیے کہ ننھیال والوں کو بنرمی عقائد اہلسنّت اور معمولات اہلسنّت کی حقانیت وصداقت کو سمجھائے اور وہابیوں دیوبندیوں، تبلیغیوں کے کفری عقائد اور اللہ ورسول کی شان اقدس میں ان کے توہینی کلمات کو دکھائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے اپنے تعلقات منقطع کرلے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(۱)

اور ارشاد فرماتا ہے "﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۲۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

سنی اور وہابی کو برابر کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: نور محمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید وہابی نما تقریباً چالیس سال سے اہل سنت وجماعت کے درمیان اپنے عقیدے کو چھپا رکھا ہے اور جب کبھی اس کی بدعقیدگی کی بدبو محسوس ہوتی تو سنی حضرات کہہ دیا کرتے تھے کہ ایسی باتیں نہ کرو تو زید جواب دیتا اور بڑے اچھوتے انداز میں اپنی صفائی پیش کرتا کہ تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ماننے والا ہوں جب یہ بات پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچی تو زید سے سوال کیا گیا۔ زید اپنے کو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مقلد بتا کر چھٹکارہ پاتا رہا لیکن زید کے نماز پڑھنے کے طریقے کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ زید شافعی مسلک کا ماننے والا نہیں ہے۔ بہرحال زید جب کبھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا تو موذن صاحب کے تکبیر پڑھنے کے وقت ٹہلتا رہتا شروع سے آخر تک جبکہ سنی حضرات "حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح" میں کھڑے ہوکر جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور نماز پوری کرتے ہیں۔ زید سینے کا بٹن کھولے اور آستین آدھی کلائی تک موڑے نماز ادا کرتا ہے اور رکوع سے کھڑے ہونے پر دونوں ہاتھ پھینکتا رہتا ہے۔ زید رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح کی نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے جبکہ سنی حضرات بیس رکعت تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں۔

زید مزارات اولیاء اللہ کو مٹی کا ڈھیر بتاتا ہے۔ ان الفاظ میں "کیا مٹی کے ڈھیر اس اور کیا ہے بتاؤ۔" زید اپنی نواسی کا رشتہ وہابی لڑکا سے پکا کر چکا ہے اور اپنے لڑکے کے لئے وہابی لڑکی تلاش کر رہا ہے جبکہ یہ علاقہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کا ہے۔ یہاں سنی کی دو مسجد ہے لیکن زید وہابی کی مسجد بنانے میں تعاون کی بات کر رہا ہے اور ایک سنی آدمی سے یہاں تک کہہ ڈالا کہ مجھے بولو میں چند دنوں میں مسجد تعمیر کرا دوں گا جبکہ وہ لوگ سنی ہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اور جن وہابیوں کو سنی لوگوں نے اپنی جماعت سے نکالا ہے زید ان لوگوں کے ساتھ دکان میں بیٹھ کر چائے پیتا ہے منع کرنے سے کہتا ہے کہ کیا سنی اور کیا وہابی سب برابر ہیں۔ تا دیا زید کو سمجھایا گیا ایسا نہ کرو وہابی کے پاس نہ بیٹھو ایسے لوگ منافق کہے جاتے ہیں اور منافق جہنم میں جائے گا۔ وہابی مرتد کی بخشش نہیں ہوگی اور تم پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے کے بعد کیا منہ دکھاؤ گے اور بدمذہب لوگوں سے تعلق رکھنے والے کو موت کے وقت ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اور بروز قیامت بدمذہبوں کا حشر ابوجہل، شیطان، فرعون اور نمرود کے ساتھ ہوگا۔

یہ علاقہ حضرت سیدی سبطین رضا صاحب قبلہ کا ہے۔ یہاں کے لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق عقیدہ

رکھنے والے ہیں۔ وہابی بدمذہب سے سلام وکلام اور ان سے تعلقات رکھنا رشتہ داری کرنا ناجائز وحرام سمجھتے ہیں۔ زید کے نہ سمجھنے پر اہل سنت وجماعت کے لوگوں نے زید کو ایک سال کے لئے اپنی جماعت سے عین بعد نماز جمعہ نکال دیا اور کہہ دیا کہ زید کا اپنا ایمان وعمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق بنا لینے کے بعد غور وفکر کیا جائے گا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ زید کو خوشی وغم میں شریک کرنا یا زید کے خوشی وغم میں شریک ہونا زید کو مسجد میں آنا اور قبرستان میں جگہ دینا منع ہے۔ زید کو بکر نے گیارہویں شریف کے فاتحہ کی شیرینی دیا نہیں کھا کر پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ زید کے گھر کی عورتیں سینوں کی عورتوں کو فاتحہ کرنے پر طعنہ دیتی ہے۔ زید کی اکثر وبیشتر رشتہ داری وہابیوں سے ہے۔ زید ہمیشہ وہابی بدمذہب کی طرفداری کرتا ہے۔

(۱) زید کے ان حرکات وسکنات سے کیا پتہ چلتا ہے؟

(۲) زید تہتر فرقوں سے کس فرقے کا آدمی ہے؟

(۳) سنی یا وہابی؟ زید سنی ہے یا وہابی؟

(۴) زید کا ایمان وعمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہو جانے پر زید کو اہل سنت والجماعت میں شامل کر لیا جائے یا نہیں؟

(۵) مجدد اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا خلاصہ جناب مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بدمذہبوں سے رشتے کے مطابق زید کے ایمان وعمل کو کئی برس تک پرکھا جائے یا نہیں کیونکہ اس سے پہلے ایسا ہو چکا ہے۔ ایک شخص وہابی تھا اس کے گھر کوئی بھی سنی رشتہ داری نہیں کرتے تھے وہ شخص جھوٹ ڈھونگی بن کر توبہ کر لی۔ سینوں میں شامل ہو کر اپنے بچوں کی شادی بیاہ کرنے کے بعد پھر وہابی جماعت میں شامل ہو گیا کہیں زید بھی اس جیسا تو نہیں کرنا چاہ رہا ہے؟

(۶) زید کی طرفداری کرنے والے سنی مسلمان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں مذکور زید کی حرکات وسکنات واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ زید سنی نہیں ہے بلکہ گمراہ بدمذہب اور فرقہ وہابیہ سے ہے اور حد درجہ کا شاطر ومکار ہے۔ سنی حضرات اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور پھر جب وہ توبہ صادقہ صحیحہ کر لے اور علماء اہل سنت کو اس کی حالت کے مکمل صحیح ہو جانے پر اطمینان ہو جائے تو جماعت اہل سنت میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے پہلے مسلمان زید سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ رکھیں اگر جانتے ہوئے بھی کوئی مسلمان زید کی حمایت کرتا ہے تو وہ سخت مجرم وگنہگار اور مستحق نار وغضب جبار ہے۔ مسلمان ایسے شخص کا بھی بائیکاٹ کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِمَّا

يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. ﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

وندے ماترم اور بھارت ماتا کی جے کہنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

ہندوستان میں ہندو سلطنت چل رہی ہے اس میں بہت سی سیاسی پارٹیاں ہیں جیسا کہ کانگریس پارٹی، بھارتیہ جنتا پارٹی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل وغیرہ پارٹی ہے۔ ہر پارٹی کا الگ الگ نشان ہے جیسا کہ کانگریس میں ترنگا، دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں، بی جے پی میں کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں یا تو سر پر باندھتے ہیں اس بی جے پی میں اپنے کئی مسلم بھائی بھی جڑے ہوئے ہیں تو ان مسلم بھائیوں کو بھی کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالنا پڑتا ہے یا سر پر باندھنا پڑتا ہے اور پھر وندے ماترم۔ جے بھارت ماتا وغیرہ بولنا پڑتا ہے جو بھی پارٹی ہو اس میں ہندو رسم و رواج اپنانا پڑتا ہے اور پھول، ہار سے ان ہندو عیتاؤں کو نوازا جاتا ہے۔ چاند کا ٹیکہ وغیرہ کروایا جاتا ہے تو اس میں شریک رہ کر یہ سب مسلم بھائیوں کے لئے کتنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

سوال میں مذکور سیاسی پارٹیوں میں سے بی جے پی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل کا حال سب کو معلوم ہے۔ یہ پارٹیاں اسلام دشمنی میں بدنام زمانہ ہیں۔ ان کے نظریات اور افعال و کردار سب اس بات پر کھلی شہادت ہیں کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور اسلام کا خاتمہ ان کے ناپاک منصوبوں میں ہے، اس لئے ایسی کسی بھی پارٹی میں مسلمانوں کی شرکت سخت حرام ہے اور ان کے علامتی رومال وغیرہ کو استعمال کر کے ان پارٹیوں میں ہونے کا اظہار بھی سخت گناہ ہے۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"من کثر سواد قوم فھو منھم"(۲)

پھر جب کوئی مسلمان اس میں شرکت کرے گا تو اس پارٹی کے تمام کالے کرتوتوں میں وہ بھی معاون ہوگا۔

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲

یہ الگ گناہ ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۱)

اور وندے ماترم کہنا اور جے بھارت ماتا بولنا کفر ہے اور ہندو رسم ورواج کا اپنانا حرام حرام سخت حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔غمز عیون البصائر میں ہے:

"اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر"۔(۲)

اور ہندو نیتاؤں کو ہار پھول چڑھانا ناجائز ہے کہ یہ ان کی تعظیم ہے اور مشرک کی تعظیم جائز نہیں۔کتب فقہ میں کافر کی تعظیم کو صرف حرام ہی نہیں بلکہ کفر بتایا گیا ہے۔چنانچہ درمختار میں ہے:

"لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر"(۳)

اور رہا ٹیکہ لگوانا تو یہ کھلا ہوا کفر ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

'قشقہ' کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعار کفار نہیں بلکہ خاص شعار کفر بلکہ اس سے بھی اخبث خاص طریقہ عبادت مہادیو وغیرہ اصنام سے ہے اس سے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے۔منح الروض الازہر میں ہے:

"من رضی بکفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا و بکفر غیرہ اختلف المشائخ."(۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ بعض امور کا ارتکاب حرام وگناہ اور بعض کا کفر ہے۔اگر کسی مسلمان نے ایسی حرکت کی تو اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان کاموں کا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سب کو چھوڑنا ضروری ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

---

(۱) سورۃ المائدہ، آیت:۲

(۲) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر،ج:۱،ص:۲۹۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۲۲۵

(۴) الفتاوی الرضویۃ ، ج:۶، ص:۱۵۰،۱۵۱

ڈاکٹر طاہر القادری کے عقائد اور اس کا حکم

مسئلہ از: محمد آصف خان قادری گولہ بازار، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں حضرت مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ پاکستان کے ڈاکٹر طاہر القادری کے کیا نظریات ہیں اور ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

ڈاکٹر طاہر القادری کی متعدد تحریرات اور بیانات کو خود فقیر نے پڑھا اور سنا خصوصاً ان کی کتاب "فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے" از اول تا آخر دیکھا۔ آنجناب کی تحریر وتقریر کا حاصل یہ ہے کہ آج دنیا میں بنام مسلم جتنے مسلک وفرقے پائے جاتے ہیں خواہ وہ وہابی، دیوبندی اور رافضی کی شکل میں ہوں یا خارجی اور نیچری اور قادیانی کی صورت میں ہوں سب کے سب بنیادی عقائد میں ایک ہیں ان تمام فرقوں میں اور اہل سنت وجماعت میں عقائد کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے اور جو اختلافات ہیں بھی تو وہ صرف فروعی اور جزئی ہیں لہٰذا عقائد کو نشانہ بنا کر کسی فرقہ کی تذلیل وتکفیر تو کیا اس کی تنقید وتفسیق بھی درست نہیں ہے چنانچہ آنجناب لکھتے ہیں۔

"بحمد اللہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے اس لیے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعات وجزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید وتفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی اور قرین انصاف نہیں"(۱)

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شامل کرنا غلط ہے جیسا کہ آنجناب کی تقریری ڈی وغیرہ میں موجود ہے جسے فقیر نے خود سنا ہے۔

ڈاکٹر مذکور کا مندرجہ بالا نظریہ قرآن وحدیث اور ارشادات آئمہ دین کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر وارتداد پر علماء حرمین کے علاوہ سیکڑوں علماء ہند وسندھ متفق ہیں حتی کہ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا ہے یونہی قادیانیوں اور رافضیوں کا حال ہے چنانچہ قادیانیوں کے کافر ہونے پر پورا عالم اسلام متفق ہے اور رافضیوں کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ہؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین."

---

(۱) فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص:۶۵

یعنی یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں (۱)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''اور ان کا فر مرتد ہونا عامۂ کتب معتمدہ خلاصہ وفتح القدیر وظهیریه وعالمگیری وردالمحتار وعقود الدرية وبحر الرائق ونهر الفائق وتبيين الحقائق وبدائع وبزازیه وبرجندی والقرويه وواقعات المفتين واشباه ومجمع الانهر وطحاوی علی الدرونمنيه ونظم الفرائد وبرهان شرح مواهب الرحمن و تيسير المقاصد وشرح وهبانيه ومغنی المستفتی وتنوير الابصار ومنح الغفار واصول امام شمس الائمه وكشف البزدوی وشفا شريف وروضة امام نووی واعلام امام ابن حجر وكتاب الانوار وشرح عقائد ومنح الروض وفواتح الرحموت وارشاد الساری وفتاویٰ علامه مفتی ابو سعود وعلامه نوح آفندی وشيخ الاسلام عبدالله آفندی واحمد مصری علی مراقی الفلاح وشبلی علی نريلعی وغيرها سے ثابت وروشن ہے." (۲)

جب کہ ڈاکٹر طاہر القادری ان تمام فرقوں کو اور اہل سنت و جماعت کو ایک مانتے ہیں اس کا واضح مطلب ہے کہ آنجناب کے نزدیک ایمان وکفر حق اور باطل سنی اور غیر سنی سب ایک ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اسی طرح ان کا یہ نظریہ کہ یہود ونصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کھلم کھلا قرآن کی تکذیب اور اس کا انکار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (۳) یعنی بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ (۴) یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (۵) کتابی کافر و مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل نہ آئے۔

ان آیات طیبہ کے علاوہ اور بھی متعدد آیات کریمہ ہیں جن میں صاف طور سے اہل کتاب کو کافر کہا گیا ہے

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص:۲۶۴

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۱۴، ص:۲۴۶

(۳) سورة البینة، آیت:۶

(۴) سورة الحشر، آیت:۲

(۵) سورة البینة آیت:۱

لہٰذا ڈاکٹر طاہر القادری نے اہل کتاب کو کافر نہ مان کر قرآن کریم کا صریح انکار کیا۔

یہ اس کا کھلا ہوا کفر ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے "الا جماع علی کفر من لم یکفر احد امن النصاری والیہود و کل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیر ھم او شک"(۱)

الحاصل طاہر القادری اپنے اقوال وافعال کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و بے دین ہے اس کی تقریر وتحریر کا پڑھنا اور سننا ناجائز ہے ڈاکٹر مذکور کے متعلق علماء پاکستان خصوصاً حضرت علامہ قاری محبوب رضا قادری صاحب سابق مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی نے بہت پہلے فرمایا ہے کہ وہ گمراہ گمراہ گر ہے اور بظاہر حکم کفر وارتداد سے بھی کوئی مانع نظر نہیں آتا ہے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بلاشبہ حق وصواب اور مطابق حکم شرع ہے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی جل مجدہ وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

محمد شفیق الرحمٰن عفی عنہ

کمال احمد

طاہر القادری کی طرف منسوب تحریر اگر واقعی ان کی ہے تو یہ فتویٰ درست اور نہایت ضروری کام ہے۔

محمد سعید نورانی

دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطانپور

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

مذاق کے طور پر مسائل بیان کر کے ہنسنا کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مزمل حسین رضوی، بنگلور، کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص کرسی پر خطبا کی نقل اتارتے ہوئے بطور مذاق کچھ مسائل بیان کرتا ہے اور سامنے چند حضرات اس پر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوھاب:

اس طرح کرنا علم وعلما اور شریعت کے مسائل کا مذاق اڑانا ہے اور یہ کفر ہے البحر الرائق میں ہے۔

(۱) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص:۲۴۴

"ویکفر بجلوسه علی مکان مرتفع والتشبه بالمذکرین ومع جماعة یسئلون منه المسائل ویضحکون منه ثم یضربونه بالمحراق وکذا یکفر الجمیع لاستخفافهم بالشرع"(۱)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔

"رجل یجلس علی مکان مرتفع یسالون منه مسائل بطریق الاستهزاء ثم یضربونه بالوسائد وهم یضحکون یکفرون جمیعا"(۲)

لہٰذا جو شخص بطور ہنسی مذاق علما کی نقل کرتے ہوئے مسائل بیان کرتا ہے اور جو لوگ اس پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں ان پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں تجدید ایمان ونکاح کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری | کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

مردہ جلانے کو دفن کرنے سے بہتر بتانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم قادری، بردھیا بازار، خلیل آباد

حضور قاضی شریعت ضلع سنت کبیر ومفتی علیمیہ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ ایک مسلمان نے چند ہندوؤں سے کہا کہ تمہارے یہاں ہی ٹھیک ہے کہ مردوں کو جلادیا جاتا ہے ہم لوگ کے یہاں کتنی جھنجھٹ ہے۔ ایسا کہنا کیا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب جو کام اور رسم ورواج کافروں کے ساتھ خاص ہو اسے اچھا جاننا اور اچھا کہنا باتفاق ائمہ دین کفر ہے غمز عیون البصائر میں ہے۔

"اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسناً فقد کفر"(۳)

البحر الرائق میں ہے۔

"یکفر بتحسین امر الکفار اتفاقا حتی قالوا لو قال ترک الکلام عند اکل الطعام من

(۱) البحر الرائق ج:۵، ص:۲۰۷، کتاب السیر
(۲) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص: ۲۷۰، کتاب السیر.
(۳) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج:۲، ص:۲۰۳

المجوس حسن او ترک المضاجعة حالة المحیض منهم حسن فهو کافر"(۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے غمز عیون البصائر میں ہے۔ من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ"(۲)

ان ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ کافروں کے کاموں کی تعریف و تحسین اوران کے مخصوص رسم ورواج کو اچھا کہنا کفر ہے لہٰذا جس مسلمان نے سوال میں مذکور بات کہی اس پر فرض ہے کہ ایسی بات سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے کیونکہ اس نے کافروں کی ایک مذہبی رسم مردہ جلانے کو ٹھیک بتایا اور حکم شریعت کا استہزا بھی کیا (معاذ اللہ رب العالمین) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

اہل قبلہ کی تعریف اوران کی تکفیر کا بیان

مسئلہ از: نور محمد نوری، الہ آباد، یوپی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آج کل بعض حضرات یہ مسئلہ بتاتے پھر رہے ہیں کہ جو اہل قبلہ ہیں ان میں کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے اس لیے وہ لوگ وہابیوں، دیوبندیوں کی اقتدا بھی کرتے ہیں اوران کی تکفیر سے منع کرتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ اہل قبلہ کون ہیں اوران کی تکفیر کا کیا حکم ہے۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوهاب:

اعوذ بک من همزات الشیطن واعوذ بک من ان یحضرون ومن کل هامة ولا مة وخناس یوسوس فی صدور الناس.

یہ امر بہت مشہور ومعروف ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے کتب عقائد وفقہ میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے بعض حضرات اپنی ناواقفیت کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کا فرمت کہو کیونکہ وہ اہل قبلہ ہے اور آج کل بے دینی پھیلانے اور صلح کلیت کا زہر پلانے والے کچھ گمراہ پیر اور نام نہاد

(۱) البحر الرائق، ج:۵، ص:۲۰۸

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:٦، ص:۱۲۵

مولوی بھی اسی بات کی تشہیر کررہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ وصلح کلی بنانے میں لگے ہوئے ہیں ان صاحبان جبہ ود ستار کے فریب میں آ کر نا معلوم کتنے لوگ اپنا ایمان برباد کر چکے ہیں کھلم کھلا وہابیہ دیابنہ کی اقتدا کررہے ہیں روافض سے نکاح و بیاہ کررہے ہیں اور جہنم میں جانے کا سامان فراہم کررہے ہیں ان جاہل پیروں اور ان کے گمراہ مریدوں اور حاشیہ نشینوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر کلمہ گو اہل قبلہ ہے لہٰذا اس کی تکفیر درست نہیں ہے بلکہ بعض جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے وہ کیسا ہی عقیدہ کیوں نہ رکھتا ہو ہم اسے کافر نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ان مدعیان علم کی یہ بات صحیح ہو تو ابو جہل کو بھی اہل قبلہ کہنا ہوگا کیونکہ وہ بھی کعبہ مقدسہ کا طواف بہ نیت عبادت صحیح سمجھتا تھا اور اسے قبلہ مانتا تھا یونہی قادیانی جو تمام مکتبہ فکر حتی کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی کافر ہیں کافر نہیں کہے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ **العیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔**

واقعہ یہ ہے کہ یہاں اہل قبلہ کا لغوی معنی یعنی قبلہ والے مراد نہیں ہے بلکہ فقہا و متکلمین کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جو تمام ضروریات دین اور اسلام کے قطعی و یقینی امور پر یقین و ایمان رکھتے ہوں اور انہیں دل سے تسلیم کرتے ہوں اور دین کی کسی بھی ضروری بات کے منکر نہ ہوں وہ اہل قبلہ ہیں چنانچہ فقہ حنفی کے عظیم شناور اور جلیل القدر محدث و متکلم علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں۔

"اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ماھو من ضروریات الدین" (۱)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی شرح عقائد کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین"(۲)

ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ وہ ہیں جو ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں۔

اگر کوئی شخص نماز و روزہ تو کرتا ہے بلکہ صائم الدہر اور قائم اللیل ہے مگر کسی ایک امر ضروری دینی کا منکر ہے وہ اہل قبلہ نہیں ہے بلکہ کافر و بے دین ہے چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

"فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ وتعالیٰ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ"(۳)

یعنی پس جو شخص تمام عمر طاعت و عبادات کا پابند ہونے کے باوجود قدم عالم اور نفی حشر یا اللہ تعالیٰ کے عدم علم

---

(۱)شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

(۲)النبراس، ص: ۳۴۲

(۳)شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

بالجزئیات کا معتقد ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الا سلام وان کان من اهل القبلة" (۱) فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے۔اذلانکفر احد امن اهل القبلة الا بانکار قطعی من الشریعة" (۲)

ان عبارات کا معنی یہی ہے کہ جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کی تکفیر ہوگی اگر چہ وہ اہل قبلہ سے ہو۔رہا ائمہ دین کا یہ ارشاد کہ اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خارجیوں کی طرح گناہ کبیرہ اور محرمات کے ارتکاب پر ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل قبلہ اگر ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کریں تو بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے علامہ عبدالعزیز فرہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

"ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الا مور الخفیة غیر المشهورة" (۳)

یعنی فقہانے جو یہ کہا کہ اہل قبل کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاصی کے ارتکاب کی بنا پر اور اسلام کے غیر مشہور اور مخفی امور کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

فقیہ فقید المثال متکلم جلیل الشان مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری رضی عنہ ربہ القوی اہل قبلہ کی تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر کہے خود کافر ہے شرح فقہ اکبر میں ہے فی المواقف لا یکفر اهل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه بالضرورة او المجمع علیه کا استحلال المحرمات ۱ ھ" (۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہے اور کسی امر دینی ضروری کا منکر نہیں ہے وہ اہل قبلہ ہے اور جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو محض فعل حرام کے ارتکاب پر اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

---

(۱)رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۷۷

(۲)فتح المغیث شرح الفیة الحدیث، ص: ۱۴۲

(۳)النبراس، ص: ۳۴۲

(۴)تمھید ایمان، ص: ۳۱

لیکن وہابیہ ودیابنہ اہل قبلہ ہیں ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین کے منکر اور اللہ ورسول کے گستاخ ہیں۔
چنانچہ ضروریات دین سے ہے کہ سرکار دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مانا جائے مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں'' (۱)

اور لکھا کہ:

''بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے'' (۲)

پھر آگے لکھا:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے'' (۳)

ان عبارات میں خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء کا صریح انکار ہے جب کہ بے شمار احادیث طیبہ میں یہی معنی مذکور ہے اور سلف سے خلف تک یہی معنی مراد لیتے رہے لہٰذا اس معنی کا انکار ایک امر ضروری دینی کا انکار ہے جو کفر ہے اسی بنا پر عرب وعجم کے سیکڑوں علما نے مولوی قاسم کی تکفیر فرمائی ہے۔

یونہی نبی کی تعظیم وتوقیر ضروریات دین سے ہے اور ان کی توہین وتنقیص کفر ہے جب کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی توہین کرتے ہوئے یوں لکھا۔

''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' (۴)

اس طرح کی اور بہت کفری باتیں وہابیوں دیوبندیوں نے لکھی کہی اور چھاپی ہیں جن کی بنا پر دیوبندی عقائد والے کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہیں حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے فرمایا۔

''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' یعنی جو دیوبندی مذکورہ مولویوں کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے تفصیل کے لیے علمائے اہلسنّت کے فتاوی اور کتب خاص کر حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں۔

---

(۱) تحذیر الناس ص:۳
(۲) تحذیر الناس ص:۱۶
(۳) تحذیر الناس ص:۳۳
(۴) حفظ الایمان ص:۸

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جولوگ جان بوجھ کر وہابیوں دیوبندیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں ان کی اقتدا کرتے ہیں ان کو کافر کہنے سے روکتے ہیں وہ یا تو خود وہابی دیوبندی ہیں یا صلح کلی اور گمراہ و بددین ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

یہود ونصاریٰ کفار ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد یٰسین انجینئر، بھیونڈی، مہاراشٹر

حضور محقق عصر مفتی اہل سنت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ:
یہود ونصاریٰ کافر ہیں یا نہیں اگر کوئی ان کو کافر نہ مانے تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہود ونصاریٰ یقیناً کافر ہیں متعدد آیات قرآنیہ اور تصریحات ائمہ اس پر شاہد عدل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ"(۱)
یعنی بے شک وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔

اور فرماتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ"(۲)
یعنی بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

(۱) سورۃ المائدہ آیت: ۷۲
(۲) سورۃ البینۃ آیت: ۶

"هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ" (۱)
یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔
ان آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی بکثرت آیات میں صاف اور صریح طور پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو کافر فرمایا گیا ہے لہٰذا یہود و نصاریٰ بلاشبہ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ مانے وہ باجماع ائمہ خود کافر ہے علامہ اجل امام قاضی عیاض قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
"الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاریٰ والیهود وکل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیر هم او شک" (۲)
یعنی جو شخص یہود و نصاریٰ اور دین اسلام سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک کرے اس شخص کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

وہابی دیوبندی کی جانچ اور تحقیق کا کیا طریقہ ہے؟

مسئلہ از: ابو محمد، خلیل آباد۔
کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ کسی مشکوک شخص کے بارے میں یہ تحقیق کیسے کی جائے کہ وہ سنی ہے یا وہابی دیوبندی ہے کیونکہ بہت سے لوگ وہابی جانے جاتے ہیں مگر جب ان سے پوچھا جائے تو اپنے کو سنی بتاتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:
وہابی بہت مکار اور فریبی قوم ہے اس کے مذہب اور دین دھرم کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے جس طرح کے حالات ہوتے ہیں یہ قوم اسی طرح کا عقیدہ بنالیتی ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے لہٰذا کسی مشکوک شخص کو جانچنے اور اس کی وہابیت و دیوبندیت کی تحقیق کے لیے معتبر عالم دین کا سہارا لیا جائے وہ عالم یا پھر وہابی عقائد سے واقف ذمہ دار سنی حضرات اس سے وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشواؤں کے متعلق پوچھیں کہ تو اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان، معیار الحق، براہین

(۱) سورۃ الحشر آیت: ۲
(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج: ۲، ص: ۲۴۴

قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور بہشتی زیور وغیرہ کو کیسا جانتا ہے اور "فتاوی حسام الحرمین" کو مانتا ہے یا نہیں اگر صاف صاف کہہ دے کہ یہ لوگ بے دین اور گمراہ ہیں اور مذکورہ کتب وہابیہ کفر وضلالت سے بھری ہیں اور فتاویٰ حسام الحرمین برحق ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ سنی ہے وہابی نہیں ہے اور اگر ان مولویوں کے متعلق صفائی دے یا ان کے بارے میں حکم شرع تسلیم کرنے سے حیلہ وحوالہ سے کام لے تو سنی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ علمائے اہل سنت نے سنی ہونے کی ایک اور پہچان یہ بتائی ہے کہ اگر آدمی امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے تو سنی ہے اور اگر ان سے بغض رکھتا ہے تو سنی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　**کتبہٗ:** محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا عام دیوبندی وہابی بھی کافر ہیں

مسئلہ از: محمد ملک الظفر برکاتی، بکرم ڈیہہ ضلع بانکا، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں زید جو کہ جامع مسجد کا امام ہے وہ سنی، دیوبندی اور وہابی سب کا نکاح وجنازہ پڑھاتا ہے گاؤں والوں کے اعتراض کرنے پر وہ اس طرح جواب دیتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جن علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ان کو جو کافر نہ مانے وہ کافر ہے لہٰذا عوام جو اپنے آپ کو دیوبندی بتاتے ہیں نہ تو انہیں ان دیوبندی عالموں کے عقائد مذمومہ کے بارے میں کچھ معلوم اور نہ ہی انہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کے متعلق کچھ معلوم جو علمائے دیوبند کے متعلق ہیں اس لیے یہ لوگ کافر نہیں، اور جب یہ لوگ کافر نہیں تو ان کا نکاح وجنازہ پڑھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا دیوبندی اور وہابی کا نکاح وجنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

(۲) اور اعتراض پر مذکورہ جواب دینا کیسا؟

(۳) زید کے پیچھے نماز پڑھنا اور وعظ ونصیحت سننا کیسا نیز زید کے متعلق حکم شرع کیسا ہے؟

کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دیوبندی وہابی تین طرح کے ہیں (اول) وہ مولوی جنہوں نے اللہ جل جلالہ اور رحمت عالم حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی شان میں گستاخیاں لکھیں اور چھاپیں اور باوجود تنبیہ اور مطالبہ

اپنے کفر سے توبہ نہ کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی دکھائی اور اپنی گستاخیوں پر جمے رہے یہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی ہیں جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان کی بنا پر ان طواغیت اربعہ کو کافر و مرتد فرمایا گیا اور سیکڑوں علمائے عرب و عجم اور مفتیان ہندوسندھ نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ "من شک فی کفره وعذابه فقد کفره" یعنی جو ان کے عقائد کفریہ کو جان کر ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے اس کی تفصیل "فتاوی حسام الحرمین" "الصوارم الہندیہ" اور فتاوی رضویہ ششم میں دیکھی جاسکتی ہے (دوم) وہ دیوبندی جنہوں نے گستاخانہ عبارتیں تو نہ لکھیں مگر ان مذکورہ مولویوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان اور اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں بلکہ ان کے دفاع میں بحث و مناظرہ کرتے ہیں اور تحریر و تقریر سے ان کی حمایت کرتے ہیں یہ لوگ بحکم "الرضا بالکفر کفر" (۱) اور "من شک فی کفره وعذابه" کافر و مرتد اور انہیں کے حکم میں ہیں۔

(سوم) وہ دیوبندی وہابی جو ان مولویوں کے گستاخنہ کلمات اور کفری عبارات سے واقف نہیں ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعت میں مبتلا جانتے ہیں اور معمولات اہل سنت میں سے بہت امور کو شرک و بدعت کہتے ہیں اور مانتے ہیں یہ لوگ بھی بحکم فقہائے کرام کافر ہیں کیونکہ اہل سنت کو مشرک بدعتی سمجھنے کی وجہ سے خود ان پر حکم کفر لازم آتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ "من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله ولیس کذا لک الاحار علیه" (۲) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔ اس تفصیل کے پیش نظر پہلی اور دوسری نوع کے وہابی دیوبندی باتفاق فقہاء و متکلمین کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور تیسری نوع کے وہابی دیوبندی کفریات لزومیہ کے سبب بحکم فقہائے کرام کافر و مرتد ہیں اور بحکم متکلمین عظام گمراہ و بد مذہب ہیں اور نکاح و نماز جنازہ کا جواز و عدم جواز کلامی مسئلہ نہیں بلکہ فقہی مسئلہ ہے تو اب فقہائے کرام کے اعتبار سے کسی وہابی دیوبندی کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذا لک لا یجوز النکاح المرتدة مع احد" (۳) اور کسی وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَا

---

(۱) الفتاوی الخانیه مع العالمگیریة، ج:۳، ص:۵۷۳

(۲) الصحیح لمسلم کتاب الایمان، ج:۱، ص:۵۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریه، ج:۱، ص ۲۸۲

تُصَلِّ عَلٰیٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ (۱) اس کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے "هذه هی الآية التی استدل بها علی ان الصلاة علی الكافر لايجوز بحال" (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لا تناکحو هم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" (۳) یعنی بدمذہبوں سے نکاح نہ کرو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ غور کریں جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو کافر و مرتد کا کیا حکم ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ زید کا وہابی دیوبندی کا نکاح و نماز جنازہ پڑھانا حرام و گناہ ہے اور اعتراض کرنے پر سوال میں مذکور جواب دینا سراسر جہالت و گمراہی اور مسائل شرعیہ سے بے علمی ہے اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کردیا جائے اگر مان لے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے اس کی تقریر نہ سنی جائے اس سے تعلقات نہ رکھے جائیں کہ وہ کم از کم گمراہ و بدمذہب ہے اور حد درجہ کا مکار و صلح کلی اور دشمن اہل سنت ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

کیا کفر فقہی کے مرتکب کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کہا جاسکتا ہے

مسئلہ از: محمد محسن رضوی جھانسی۔

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ

ایک کتاب بنام "تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر" دیکھی جس میں لکھا ہوا ہے۔

"کفر فقہی میں قائل کو ہرگز یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا یا کافر و مرتد ہوگیا" (صفحہ: ۵)

آپ سے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو ہرگز کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہا جاسکتا ہے۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کفر فقہی کا معنی یہ ہے کہ آدمی نے جو قول یا فعل کیا بظاہر کفر ہے مگر تاویل قریب یا بعید کی گنجائش کی بنا پر کفر نہ ہو بلفظ دیگر جس قول یا فعل میں لزوم کفر ہو التزام کفر نہ ہو۔ جمہور فقہا لزوم کفر اور التزام کفر دونوں صورت میں حکم کفر

(۱) سورۃ التوبہ آیت: ۸۳

(۲) التفسیرات الاحمدیة، ص: ۴۴۵

(۳) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص: ۶۳۲

دیتے ہیں اور قائل کو کافر اور دائرہ اسلام سے باہر مانتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

''انکار دو طرح ہوتا ہے لزومی والتزامی، التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک وجن کا انکار کرنا اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا اس قسم کے کفر میں علما اہلسنت مختلف ہو گئے جنہوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا''(۱)

حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں۔

''جمہور فقہا کے نزدیک اکفار متعین کافی عامہ حنفیہ و مالکیہ وحنبلیہ اور بہت شافعیہ کا یہی مسلک اور اکثر متکلمین وفقہائے محققین حنفیہ وغیرہم شارط تعیین لاجرم تاویل صحیح اگرچہ کتنی ہی بعید ہو متکلمین قبول کریں گے لیکن عامۂ فقہا کے یہاں اس کا وہی حکم مثل طلاق صریح ہے کہ معنی ظاہر پر عمل اور احتمال بعید نامقبول۔(۲)

مذکورہ مسئلہ کو شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''کلمات اور افعال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کفر میں متعین جن میں کوئی پہلو قریب یا بعید اسلام کا نہیں دوسرے وہ جن کا ظاہر کفر۔ اگرچہ کسی تاویل بعید سے وہ کفر نہ ہو جمہور فقہا ثانی صورت پر حکم کفر دیتے ہیں محققین فقہا اور متکلمین ایسی صورت میں کف لسان کرتے ہیں''(۳)

ان عبارات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفر دو طرح کا ہے ایک لزومی دوسرا التزامی لزومی کو کفر فقہی اور التزامی کو کفر کلامی بھی کہا جا سکتا ہے، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے کفر کلامی کی مثال میں وجود ملک وجن کا انکار کرنا لکھا اور کفر فقہی کی مثال میں رافضیوں کا خلافت شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انکار کرنا تحریر فرمایا ہے۔

اور بے شمار کتب فقہ وکلام اور اسفار معتمدہ میں خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منکر کو کافر فرمایا گیا ہے بلکہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے منکر کو بھی کافر لکھا ہے چنانچہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۲۶۲

(۲) فتاوی مفتی اعظم، ج:۷، ص:۶۴،۶۵

(۳) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۴۵

"الرافضي ان فضل عليا على غيره فهو مبتدع ولو انكر خلافة الصديق رضي الله عنه فهو كافر"(۱)

یعنی رافضی اگر مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے صحابہ سے افضل جانے تو گمراہ بدعتی ہے اور اگر خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

حاشیہ شلبی میں ہے۔

"ان انكر خلافة الصديق او عمر رضي الله تعالىٰ عنهما فهو كافر"(۲)

فتاوی بزازیہ میں ہے۔

"من انكر خلافة ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه فهو كافر في الصحيح و من انكر خلافة عمر رضي الله تعالىٰ عنه فهو كافر في الاصح"(۳)

البحر الرائق میں ہے۔

"يكفر بانكاره امامة ابي بكر رضي الله تعالىٰ عنه على الاصح كا نكاره خلافة عمر رضي الله تعالى عنه على الاصح"(۴)

مجمع الانہر میں ہے:

"وان انكر خلافة الصديق فهو كافر" (۵)

اس تفصیل سے سورج کی طرح یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ جو مرتکب کفر فقہی ہو اسے دائرہ اسلام سے خارج اور کافر کہنا درست ہے اب آخر میں مصنف کتاب مذکور کے مربی خاص شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی کچھ چشم کشا عبارات پیش کی جاتی ہیں آپ سے سوال ہوا "اگر زید ایسے قول مذکور کی رو سے صرف کفر فقہی کا مرتکب تھا تو اس کو کفر فقہی کی قید کے بغیر فلاں کتب کی رو سے کافر کہنا درست تھا یا نہیں؟"

آپ نے جواباً فرمایا

"درست تھا واللہ تعالیٰ اعلم"(۶)

---

(۱) خزانة المفتين ج: ۱، ص:۲۸

(۲) حاشية الشلبي على التبيين ج: ۱، ص:۱۳۵

(۳) الفتاوى البزازية على الهندية ج:۶، ص:۳۱۸

(۴) البحرالرائق ج:۵ ص:۱۲۱

(۵) مجمع الانهر ج: ۱، ص:۱۰۸

(۶) فتاوی شارح بخاری، ج :۲، ص:۴۲۸

کسی نے پوچھا

''زید نے ابھی حالیہ الیکشن میں جے بھیم کا نعرہ لگایا زید از روئے شرع مسلمان رہا یا نہیں؟''

آپ نے لکھا:

''جے بھیم کا نعرہ لگانا کفر ہے اور لگانے والا کافر''(۱)

کسی نے پوچھا

''زید عالم دین ہے انہوں نے اختلافی کتاب کے بحث کے دوران یہ فحش گالی دی''

آپ نے جواب دیا

''ان اختلافی کتابوں میں اگر اہل سنت کی بھی کوئی کتاب تھی تو زید کافر و مرتد ہو گیا اسلام سے خارج ہو گیا۔''(۲)

کسی نے سوال کیا

''کوئی کہتا ہے کہ گدر گڈھ کی دیوی کی جے تو کوئی بولتا ہے کہ بوڑھا دیوی کی جے''

اس کا جواب تحریر فرمایا

ہندو دیوتاؤں کی جے پکاروانا کفر اس لیے جو ادعی مسلمان نہ رہا اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا''(۳)

آپ سے سوال ہوا۔

''ایک شخص نے اندرا گاندھی کے نام پر قرآن خوانی کرایا اس کا کیا حکم ہے؟''

آپ نے جواب رقم فرمایا

''یہ شخص اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔''(۴)

یہ پانچ عبارات شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے مطبوعہ فتاوی شارح بخاری مرتبہ مولانا محمد نسیم مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے حاضر ہیں ان تمام عبارات میں غور کریں گے تو

---

(۱) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۴۸

(۲) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۴۴۵

(۳) فتاوی شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۴۵

(۴) ؍؍ ؍؍ ص:۵۵۸

اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سارے سوالات کا تعلق کفر فقہی سے ہے اور سب کے جواب میں شارح بخاری نے فرمایا کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، دائرہ اسلام سے باہر ہے، اسلام سے خارج ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو بھی دائرہ اسلام سے خارج یا کافر و مرتد کہنا درست ہے لہٰذا کتاب مسمی بہ "تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر" کا قول صحیح نہیں ہے اور مصنف کتاب کا دعویٰ نا قابل قبول اور عبارات فقہا کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۹/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ

"رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی" یہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر پرویز الٰہ آباد، (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی اور کو "خدا" کہنا کیسا ہے ایک شعر میں اپنے شیخ کے لیے کہا جا رہا ہے۔

"رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو"

اس کا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی کسی شخص کو خدا بولے اور کہے میں نے آقا اور مالک مراد لیا ہے تو اس کی یہ بات شرعاً معتبر ہے یا نہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

لفظ "خدا" عرف عام اور عرف شرع میں کلمۂ جلالت "اللہ" کی طرح بطور علم ذات واجب الوجود کے لیے بولا جاتا ہے امت مسلمہ میں سلف سے لے کر خلف تک سب نے اس لفظ کو علم کے طور پر ہی استعمال کیا ہے اور اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی پر مطلقاً اس کا اطلاق مروی و منقول نہیں ہے حتی کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بھی صفت کے طریقہ پر نہیں بلکہ علم کے ہی طور پر مستعمل ہے اور یہی اس کے علم ہونے کی علامت ہے علامہ اجل قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ کلمۂ جلالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"قیل علم لذاته المخصوصة لانه یوصف ولا یوصف به ولانه لو کان وصفا لم یکن قوله

لا الہ الا اللہ توحید امثل لا الہ الا الرحمن" (۱)

یعنی کلمہ جلالت "اللہ" ذات واجب الوجود کا علم ہے اس لیے کہ یہ لفظ موصوف بنتا ہے بطور صفت نہیں لا یا جاتا اور اس لیے کہ اگر یہ علم نہ ہو بلکہ صفت ہو تو کلمہ "لا الہ الا اللہ" لا الہ الا الرحمٰن کی طرح کلمہ توحید نہ ہوگا"

علامہ بیضاوی قدس سرہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ جو لفظ بطور موصوف ہی مستعمل ہو کبھی صفت کے لیے نہ بولا جاتا ہو یہ اس کے علم ہونے کی دلیل ہے اور لفظ "اللہ" کا یہی حال ہے تو یہ علم ہے صفتی نام نہیں ہے یونہی لا الہ الا اللہ بلاشبہ کلمۂ توحید ہے اگر کوئی شخص "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتا ہے تو اسے توحید و رسالت کا ماننے والا کہا جائے گا اگر یہ اسم صفت ہوتا تو لا الہ الا الرحمٰن" کی طرح اسے کلمہ توحید نہ مانا جاتا۔

اب لفظ خدا کو دیکھیں دنیا بھر کے مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کا علم اور نام ہی کے طور پر بولتے ہیں بطور صفت اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم کلمہ طیبہ یوں پڑھے کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں تو بلاشبہ اس کا یہ کلمہ معتبر ہوگا اور اسے توحید و رسالت کا اقرار کرنے والا کہا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان اللہ کی بجائے لفظ خدا بول کر کوئی کفری لفظ بولے مثلاً کہے "خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو کافر ہو جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ فلوقال از خدا ہیچ مکان خالی نیست یکفر"

بہار شریعت میں ہے۔

"خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے کہ وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے"(۳)

اس طرح کی بے شمار عبارات و اقوال کتب فقہ و فتاویٰ اور دیگر مقامات پر موجود ہیں جن سے مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ لفظ "خدا" اللہ رب العزت کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں بولا جاتا ہے نہ عرف عام میں نہ عرف شرع میں۔ فتاویٰ مفتی اعظم میں ہے۔

"اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں "خود آ" ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ

---

(۱) تفسیر البیضاوی، ص: ۵

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۲۵۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۴۶۲ مرتد کا بیان

ہوا ہوا اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا کا۔‘‘(۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لفظ ’’خدا‘‘ اللہ تعالیٰ کے لیے بطور علم اور نام مستعمل ہے اور عرف عام وعرف شرع میں اس کا اطلاق صرف اللہ پر ہی ہوتا ہے اور شرع مطہرہ کا حکم ہے کہ اسمائے الٰہی میں سے جو اسم ذات باری تعالیٰ کے لیے خاص ہو کسی مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے مجمع الانہر میں ہے۔

’’اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها کفر‘‘(۲)

اور شرح فقہ اکبر میں ہے۔

’’من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم اوالرحمن اوقال اسما من اسماء الخالق یکفر الا ان یرادبها المعنی اللغوی لا الخصوص الا سمی‘‘ (۳)

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے خصوصی ناموں میں سے کوئی نام بولنا کفر ہے البتہ شرح فقہ اکبر میں اتنا مزید ہے کہ اگر اس اسم کا ایسا معنی مراد لیا جو بندوں کی صفت بنے تو کفر نہیں ہے۔

بہر حال اتنی بات واضح ہے کہ اسمائے الٰہیہ میں سے جو اسم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو مخلوق کے لیے اس کا بلا تاویل بولنا کفر ہے اور جب صفاتی اسما کا یہ حکم ہے تو جو اسم علم ہو اس کا اطلاق بلاشبہ کفر ہوگا اسی لیے اگر کسی نے کہا ’’میں اللہ ہوں‘‘ یا کسی بادشاہ کو کہا ’’اے خدا‘‘ تو کہنے والا کافر ہو جائے گا فتاوی عالمگیری میں ہے۔

’’ولو قال لواحد من الجبابرة ای خدای یکفر‘‘ (۴)

یعنی اگر کسی بادشاہ کو خدا کہا تو کافر ہو جائے گا۔

بلکہ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے تاویل سے کرے تو بھی اس کی تاویل غیر معتبر ہوگی اور قائل پر حکم کفر ہوگا فتاوی عالمگیری میں ہے۔

’’ولوقال من خدائم علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد کفر کذا فی التتارخانیة‘‘ (۵)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

’’خدا ایم وخود آیم ها تان اللفظتان متفقتان فی النطق مختلفتان فی المعنی فالا ولی

---

(۱) فتاوی مفتی اعظم، ج:۲، ص:۷
(۲) مجمع الانهر، ج:۱، ص:۶۰
(۳) شرح الفقه الاکبر، ص:۲۳۸
(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۸۱
(۵) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۲۶۲

بمعنی انا اللہ" و الثانیۃ بمعنی جئت من نفسی" (۱)

فقہائے کرام نے اس کی تاویل کو غیر معتبر کیوں فرمایا کتب دینیہ کی تتبع وتلاش کے بعد یہ حقیقت مثل سورج چمکتی نظر آئے گی کہ کلمہ "خدا" کا استعمال اللہ رب العزت کی ذات کے لیے صریح متعین ومتعین ہے کہ جب بھی مطلقاً یہ لفظ بولا جاتا ہے تو عرف عام اور عرف شرع میں ذات باری تعالیٰ ہی مراد ہوتی ہے اور بہت مشہور ضابطہ ہے کہ لفظ صریح میں تاویل قابل قبول نہیں ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے۔

"ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" (۲)

یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو خدا یونہی مرشد کو خدا کہنے پر مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے قائل کی تکفیر فرمائی حتی کہ اسے پسند کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"(جو) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو "خدا" کہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر"(۳)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر ہے"(۴)

اب تک کی ساری تفصیلات سے یہ امر محقق ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر ہے لہٰذا سوال میں مذکور شعر کفری ہے بطور پسند اس کا پڑھنا حرام وگناہ اور کفر ہے پڑھنے پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور جو تاویل بتائی گئی وہ نا قابل قبول اور غیر معتبر ہے اگر اس طرح کی تاویل کا اعتبار ہوتا تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ جیسی عظیم محتاط شخصیت حکم کفر نہ لگاتی اور فتاویٰ عالمگیری میں "خدا یم" کی تاویل "خود آیم" کرنے کے باوجود حکم کفر نہ لکھا ہوتا لہٰذا یہ شعر بہر حال کفر پر مشتمل ہے اور خدا بمعنی مالک تاویل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس شعر کو بطور پسند پڑھنا پڑھانا سننا سنانا کفر ہے۔

اور اگر بالفرض تاویل مذکور مان لی جائے تو بھی اس شعر کا پڑھنا حرام اور پڑھنے والے پر توبہ وتجدید ایمان

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص ۲۶۲

(۲) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص:۲۱۰

(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۳۰

(۴) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص:۱۱۹

لازم ہے کیونکہ اگر ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک مشہور ومتبادر مگر کفری اور دوسرا غیر معروف اور غیر متبادر اور غیر کفری تو اس لفظ کو غیر کفری معنی میں لے کر بولنا بھی نا جائز وحرام ہے رد المحتار میں ہے۔

"مجرد ایهام المعنی المحال کاف فی المنع" (۱)

لہٰذا جو شخص بطور پسند اور برضا ورغبت وہ شعر پڑھے اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

"مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح" (۲)

میں نے یہ تفصیل اس لیے کردی کہ آج کل بے دین صوفیوں کا ایک گروہ مسلمانوں میں بے دینی پھیلانے کے لیے پوری طرح کمر بستہ ہے اور بعض نام نہاد مولوی صاحبان ان کی حمایت کرکے اپنی اور قوم کی آخرت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں مولیٰ تعالیٰ ایسوں کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور تصوف کے نام پر گمراہی پھیلانے والوں سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی،

یوپی۔ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

اہل ہوی وبدعت کسے کہتے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟ کیا وہابی رافضی اہل بدعت ہیں؟

مسئلہ از: سید محمد ثاقب رضوی بیتول۔ ایم پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل ھوی اور اہل بدعت کا لفظ جو کتب فقہ وغیرہ میں آتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اور ان کا کیا حکم ہے تفصیل سے بیان فرمائیں کرم ہوگا نیز بتائیں کہ وہابیہ دیابنہ روافض اہل بدعت ہیں یا کفار ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

فقہائے کرام اور متکلمین عظام کی اصطلاح میں عقائد اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو اہل ھوی اور اہل بدعت کہا جاتا ہے غنیۃ المستملی میں ہے۔

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۵۳

(۲) ردالمحتار، ج:۶، ص:۳۹۰

"المراد بالمبتدع من يعتقد شيئًا على خلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة" (۱)
یعنی بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، بلفظ دیگر مذہب اہلسنّت کے علاوہ بنام مسلم تمام فرقے اہل ہویٰ اور اہل بدعت ہیں، البتہ ائمہ دین نے اس بدعت کی دو قسم کی ہے۔
ایک بدعت مضلہ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک نہ ہو مثلاً تمام عقائد اہل سنت کو ماننے کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا۔
دوم بدعت مکفرہ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک پہنچا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، قرآن مجید کو مخلوق کہنا، قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ صدیقہ پر قذف لگانا، حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار کرنا، رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا کی شان اقدس میں توہین کرنا شریعت کا مذاق اڑانا، مطلقاً علمائے دین کی تحقیر کرنا وغیر ذلک
حاشیۃ الطحطاوی میں ہے۔
"الرافضی ان فضل عليا على غيره فهو مبتدع ولو انكر خلافة الصديق رضى الله تعالىٰ عنه فهو كافر"(۲)
مجمع الانہر میں ہے
الرافضى ان فضل عليا فهو مبتدع وان انكر خلافة الصديق فهو كافر"(۳)
فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔
الرافضى ان كا يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله تعالىٰ فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالىٰ وجهه عليهما فهو مبتدع"(۴)
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بدعتی صرف بدمذہب وگمراہ بھی ہوسکتا ہے اور کافر ومرتد بھی ہوسکتا ہے۔
اور جو اہل بدعت وہوی ہیں ان کا ایک حکم یہ ہے کہ وہ امت اجابت سے نہیں بلکہ مثل کفار امت دعوت سے ہیں۔ چنانچہ اصول بزدوی میں ہے۔

---

(۱) غنية المستملى فصل الاولىٰ بالامامة، ص:۵۱۵
(۲) حاشية الطحطاوى على الدر المختار باب الامامة، ج:۱، ص:۲۴۴
(۳) مجمع الانهر فصل الجماعة سنة موكدة، ج:۱، ص:۱۰۸
(۴) الفتاوى البزازية على الهندية، ج:۶، ص:۳۱۹

"صاحب الھوی المشھور بہ لیس من الامۃ علی الاطلاق" (۱)
توضیح علی التنقیح میں ہے۔
"صاحب البدعۃ یدعو الناس الیھا لیس ھو من الامۃ علی الاطلاق" (۲)
تلویح میں ہے۔
"لان المتبدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار" (۳)
یہ حکم بدمذہب وگمراہ اور کافر مرتد دونوں کو شامل ہے لہٰذا بحکم فقہ اہل سنت وجماعت کے علاوہ بنام مسلم تمام فرقے امت دعوت سے ہیں امت اجابت میں صرف فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہے۔
فتاوٰی رضویہ میں ہے۔
"خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں" (۴)
اہل بدعت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو صرف گمراہ و بدمذہب ہیں اور بحکم متکلمین کافر ومرتد نہیں وہ اہل قبلہ ہیں اور جو کفر وارتداد کی حد تک پہنچ گئے وہ نہ امت اجابت میں ہیں اور نہ ہی اہل قبلہ ہیں شرح فقہ اکبر میں ہے۔
"اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین، فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ وتعالیٰ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ" (۵)
نبراس شرح شرح عقائد میں ہے۔
"ومن قواعد اھل السنۃ ان لا یکفر مجھول من التکفیر وھو النسبۃ الی الکفر احد من اھل القبلۃ معناہ اللغوی من یصلی الی الکعبۃ او یعتقدھا قبلۃ و فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر شیئًا من الضروریات کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ سبحانہ بالجزئیات و فرضیۃ الصلوٰۃ

(۱) اصول البزدوی باب الاھلیۃ، ص: ۲۴۳
(۲) التوضیح علی التنقیح باب الاھلیۃ، ج: ۲، ص: ۲۳۷
(۳) التلویح مع التوضیح، // // //
(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص ۴۳
(۵) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

والصوم لم یکن من اھل القبلة ولو کان مجاھدا فی الطاعات وکذلک من باشر شیئًا من امارات الکتذیب کسجود الصنم والاھانة بامر شرعی والاستھزاء علیه فلیس من اھل القبلة ومعنی عدم تکفیر اھل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بالامور الخفیة الغیر المشھورة"(۱)

اہل بدعت کا تیسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو کافر و مرتد نہیں ہیں نماز میں ان کی اقتدا نا جائز و حرام ہے البتہ اگر کسی نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کر لی تو نماز صحیح ہو جائے گی یعنی فرض ذمہ سے اتر جائے گا مگر اعادہ لازم ہے اور بہر حال ایسوں کی اقتدا کرنے کے سبب وہ گنہگار ہوگا۔ اور جو اہل بدعت مثل کفار و مرتدین ہیں ان کی اقتدا میں نماز باطل ہوگی اور فرض ذمہ سے ساقط ہی نہیں ہوگا تبیین الحقائق میں ہے۔

"قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب ھوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبه ومن یقول بخلق القرآن، حاصله ان کان ھوی لایکفر به صاحبه تجوز مع الکراھة والافلا"(۲)

فتح القدیر میں ہے۔

"وجملته ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفره تجوز الصلوٰة خلفه وتکره ولا تجوز الصلاة خلف منکر الشفاعة والرویة وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانه کافر لتوارث ھذه الامور عن الشارع علیه السلام"(۳) غنیۃ المستملی میں ہے۔

"انما یجوز الاقتداء به مع الکراھة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی الی الکفر عند اھل السنة اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاة من الروافض اھ"(۴)

بدعت کے دیگر احکام کی تفصیل فتاوی رضویہ میں یوں ہے:

"ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد، ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام وکلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل و کفن دینا حرام، انہیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر، قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ

---

(۱) النبراس، ص: ۳۴۱، ۳۴۳

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۱۳۴

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۶۰

(۴) غنیة المستملی، ص: ۵۱۵

الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ،اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ،اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ،ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں، دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا لا تجالسوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا لا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان پر نماز پڑھو، رب عزوجل فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَاتَ اَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ ان کی قبر پر کھڑا ہونا"(۱)

اور تفسیر عزیزی سورۂ قلم میں ہے۔

"درحدیث ست اذا لقیت الفاجر فالقه بوجه خشن ودرحقائق التنزیل مذکور راست که سهل بن عبدالله تستری فرموده اندمن صحح ایمانه واخلص توحیده فانه لا یأنس الی المبتدع ولا یجالسه ولا یواکله ولا یشاربه ویظهر له من نفسه العداوة ومن داهن بمبتدع سلبه الله تعالیٰ حلاوة الایمان ومن تحبب الی مبتدع نزع نور الا یمان من قلبه"(۲)

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی فاجر سے ملو تو ترش روئی کے ساتھ ملو،اور تفسیر حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ امام سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے ایمان کو درست اور اپنی توحید کو خالص کر لیا وہ بدمذہب سے مانوس نہ ہوگا، نہ وہ بدمذہب کے پاس بیٹھے گا۔ نہ اس کے ساتھ کھائے پیئے گا۔ اور اس کے لیے اپنی طرف سے دشمنی ظاہر کرے گا۔ اور جو شخص کسی بدمذہب کے ساتھ مداہنت (یعنی چاپلوسی و پالیسی) کرے گا اللہ عزوجل اس سے ایمان کی حلاوت سلب کر لے گا۔ اور جو شخص کسی بدمذہب کا دوست بنے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے قلب سے ایمان کا نور نکال دے گا۔

اس تفصیل کے بعد اب وہابیہ و دیابنہ اور روافض کے عقائد و اقوال دیکھیں مولوی حسین احمد ٹانڈوی مدرس دار العلوم دیوبند نے عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

---

(۱) الفتاوی الرضویه، ج:۶، ص:۹۰،۹۱

(۲) تفسیری عزیزی سورة القلم، ص:۴۰

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبرا پنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ یہود سے غرض کہ وجوہات مذکورہ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ وجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اس قدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔''(۱)

''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیارِ مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔''(۲)

''نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخی ہے جو احادیث سے ثابت ہے بعض ان کے محفوظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقۂ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔''(۳)

''شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ

(۱) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص:۴۲

(۲) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص:۴۳

(۳) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص:۴۵

اللہ نقل کفر۔ کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ۔ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے"(۱)

الدرر السنیة فی الرد علی الوھابیة میں ابن عبدالوہاب کا یہ قول منقول ہے کہ

"ان الربابة فی بیت الحاطئة یعنی الزانیة اقل اثما ممن ینادی بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم"(۲).

یعنی زانیہ کے گھر رباب بجانے میں کم گناہ ہے بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے۔

بعض وہابیوں کا یہ قول نقل کیا۔

"ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ھذہ خیر من محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لانھا ینتفع بھا فی قتل الحیة ونحوھا ومحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قد مات ولم یبق فیہ نفع اصلا وانما ھو طارش وقد مضی"(۳)

یعنی اس کے بعض ماننے والے کہتے تھے کہ میری یہ لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے جب کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا ہے وہ ایک ایلچی تھے جو چلے گئے۔

علامہ عبدالحکیم فرنگی محلی ان کے عقیدۂ شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کالوھابی المنکر للشفاعة"(۴)

بدعقیدہ جیسے وہابی جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔

ہندوستانی وہابی مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے لکھا۔

"رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر ہے"(۵)

اور لکھا "رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے"(۶)

---

(۱) الشھاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص:۴۷

(۲) الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیة، ص: ۴۱

(۳) الدرر السنیة فی الرد علی الوھابیة، ص: ۴۲

(۴) قمر الاقمار حاشیة نور الانوار، ص: ۲۵۱

(۵) صراط مستقیم، ص: ۵۷

(۶) تقویة الایمان، ص: ۷۹

مولوی رشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:

''شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔
شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے''۔(۱)

مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا۔

''بلکہ بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔''(۲)

اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو بکر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''(۳)

ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی بے شمار فاسد و باطل عقائد ونظریات وہابیہ ودیابنہ کے ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن کے سبب علمائے عرب وعجم نے وہابیہ ودیابنہ پر کفر وارتداد کا حکم صادر فرمایا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیو بندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگر چہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو''(۴)

اور روافض کے متعلق رقمطراز ہیں۔

''روافض زمانہ ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے تمام جاہل مرد وعورت چھوٹے بڑے سب

(۱)البراھین القاطعۃ، ص:۵۱
(۲)تحذیر الناس، ص:۲۸
(۳)حفظ الایمان، ص:۸
(۴) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۹۰

بالاتفاق گرفتار ہیں۔ کفر اول قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کفر دوم ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاے سابقین علیہم الصلوات والتحیات سے افضل بتاتا ہے

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے''(۱)

ان تفصیلات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ وہابیہ دیابنہ اور روافض زمانہ اہل بدعت کے ساتھ ساتھ کفار و مرتدین بھی ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی
۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

کیا ندائے ''یا محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست ہے؟

مسئلہ از: محمد محفوظ عالم، مٹیا برج، کلکتہ

کیا فرماتے ہیں محققین کرام اس مسئلہ میں کہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کے ساتھ ندا کرنا درست ہے جب کہ ہم لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اس طرح پکارنا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہنا چاہیے قول صحیح کیا ہے۔ آگاہ فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

صحیح یہ ہے کہ رحمت عالم رسول کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر ندا کرنا اور پکارنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (۲)

اس آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر کی گئی ہیں جن میں ایک تفسیر یہ ہے کہ رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کو ''یا محمد'' کہہ کر نہ پکارو کہ تعظیم و احترام کے خلاف ہے کیونکہ کوئی اپنے سے بڑے کو اس کا نام لے کر نہیں بلاتا بلکہ کسی وصف و لقب

---

(۱) رد الرفضة مشمولہ الفتاوی الرضویة م، ج: ۱۴، ص: ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۸

(۲) سورۃ النور آیت: ۶۳

کو استعمال کرتا ہے تو تم بھی پیغمبر اسلام کو ان کا نام لے کر مت بلاؤ اور "یا محمد" کہنے کے بجائے یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے القاب و اوصاف سے یاد کرو چنانچہ حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں۔

"قال مقاتل فی قوله (لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ الخ) یقول لا تسموه اذا دعوتموه وقال مالک عن زید بن اسلام فی قوله (لَاتَجْعَلُوْا الخ) قال امرهم الله ان یشرفوه وقوله (یا یها الذین آمنو لا ترفعوا اصوالکم)" (۱)

علامہ خازن لکھتے ہیں:

"وقیل لا تدعوه باسمه کما یدعوا بعضکم بعضا یا محمد یا عبدالله ولکن فخموه وعظموه و شرفوهٗ وقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین و تواضع" (۲)

جاراللہ زمخشری لکھتے ہیں:

"لا تجعلوا تسمیته ونداء ه بینکم کما یسمی بعضکم بعضا وینادیه باسمه الذی سماه به ابواه ولا تقولوا یا محمد ولکن یا نبی الله ویارسول الله مع التوقیر والتعظیم الخ" (۳)

علامہ بغوی فرماتے ہیں:

"قال مجاهد و قتادة لا تدعوه باسمه کما یدعو بعضکم بعضا یا محمد یا عبدالله ولکن فخموه وشرفوه فقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین وتواضع" (۴)

علامہ محمود الالوسی فرماتے ہیں۔

"قیل: المعنی لا تجعلوا نداء ه علیه الصلوٰة والسلام وتسمیته کنداء بعضکم بعضا باسمه و رفع الصوت به والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله ویا رسول الله مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت."

اخرج ابن ابی حاتم: وابن مردویه، وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: کانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم الله تعالیٰ عن ذلک بقوله سبحانه (لا تجعلوا) الآیة اعظاما لنبیه صلی الله علیه وسلم فقالوا: یا نبی الله یا رسول الله ، وروی نحو هذا عن قتادة،

---

(۱) تفسیر ابن الکثیر، ج:۳، ص:۳۰۷

(۲) تفسیر الخازن، ج:۵، ص:۹۲

(۳) تفسیر الکشاف، ج:۳، ص:۷۹

(۱) تفسیر البغوی علی هامش تفسیر الخازن، ج:۵، ص:۹۲

والحسن، وسعید بن جبیر ومجاهد، وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی هذا النهی تحریم ندائه صلی الله علیه وسلم باسمه."(۱)

علامہ ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں:

"ولا تجعلوا خطاب المعاصری الرسول علیه السلام لما کان التداعی بالاسماء علی عادة البداوة امروا بتوقیر رسول الله صلی الله علیه وسلم بأحسن مایدعی به نحو یا رسول الله یا نبی الله، ألا تری إلی بعض جفاة من اسلم کان یقول یا محمد و فی قوله کدعاء بعضکم بعضا اشارة الی جواز ذلک مع بعضهم لبعض إذلم یومر بالتوقیر و التعظیم فی دعائه علیه السلام الا من دعاه لا من دعا غیره و کانوا یقولون یا أبا القاسم یا محمد فنهوا عن ذلک" (۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

"قال سعید بن جبیر و مجاهد: المعنی قولوا یا رسول الله، فی رفق ولین، ولا تقولوا یا محمد، بتجهّم" (۳)

علامہ اسماعیل حقی البرسولی فرماتے ہیں:

"والمعنی لا تجعلوا نداء کم ایاه وتسمیتکم له کنداء بعضکم بعضًا باسمه مثل یا محمد ویا ابن عبدالله ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرة ولکن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله ویا رسول الله کما قال تعالیٰ (یایها النبی یایها الرسول)" (۴)

تفسیر حسینی میں ہے۔

"یا ندا کردن شما او راوخواندن مررسول رابایدکه چون منادات یک دیگر نباشد که بمجرد نام خوانید بلکه باید که ازروئی تعظیم باشد چنانچه یا رسول الله یا نبی الله" (۵)

دبستان شافعی کے مشہور امام علامہ جلال الدین شافعی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

"اخرج ابن ابی شیبة وعبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر وابن ابی حاتم عن

(۱) روح المعانی، ج:۱۷۔۱۸، ص:۲۲۵

(۲) تفسیر البحر المحیط، ج:۶، ص:۴۷۶

(۳) الجامع لاحکام القرآن، ج:۶، ص:۲۱۲

(۴) تفسیر روح البیان، ج:۱۸، ص:۱۸۴

(۵) تفسیر حسینی، ص:۵۷۵

مجاهد فی الآیة قال امرهم الله ان یدعوه یا رسول الله فی لین و تواضع ولا یقولوا "یا محمد" فی تجهم واخرج عبد بن حمید عن عکرمة فی الآیة قال لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول الله "(۱)

اور رقمطراز ہیں:

"اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویه وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله (لاتجعلوا ا ه) قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم الله عن ذلک اعظاما لنبیه صلی الله علیه وسلم فقالوا یا نبی الله یا رسول الله.

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله (لا تجعلوا ا ه) یعنی کدعاء احدکم اذا دعا اخاه باسمه ولکن وقروه وعظموه وقولوا له یا رسول الله و یا نبی الله"(۲)

مشہور متکلم اور مفسر امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وثانیها لا تنادوه کما ینادی بعضکم بعضا "یا محمد" ولکن قولوا یا رسول الله یا نبی الله عن سعید بن جبیر" (۳)

علامہ اجل امام ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"المعنی الثالث ان معناه لا تسووا بین الرسول وبینکم فی الدعوة کل احدیدعی باسمه الا رسول الله فانه یدعی بحطته وهی الرسالة"(۴)

عظیم الشان مالکی فقیہ و مفسر علامہ صاوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قوله لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم" ای نداءه بمعنی لا تنادوه باسمه فتقولوا "یا محمد" ولا بکنیته فتقولوا یا ابا القاسم بل نادوه وخاطبوه بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول الله یا نبی الله یا امام المرسلین یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیر ذلک واستفید من الآیة انه لا یجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظیم لا فی حیاته ولا بعد وفاته (۵)

جلیل القدر حنفی اصولی متکلم مفسر و فقیہ علامہ احمد جیون قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اولا تجعلوا نداءه کنداء بعضکم بعضا باسمه ورفع الصوت به مثل یا احمد ویامحمد و لکن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله و یا رسول الله "(۶)

---

(۱) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۵، ص: ۱۱

(۲) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۵، ص: ۱۰

(۳) التفسیر الکبیر، ج: ۲۳، ۲۴، ص: ۴۰

(۴) احکام القرآن لابن العربی، ج: ۳، ص: ۱۴

(۵) الصاوی علی الجلالین، ج: ۳، ص: ۱۴۹

(۶) التفسیرات الاحمدیه، ص: ۵۷۹

مفسر عظیم حضرت علامہ ابن جریر الطبری فرماتے ہیں۔

"حدثنی محمد بن عمرو قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عیسی و حدثنی الحرث قال حدثنا الحسن قال حدثنا ورقاء جمیعاً عن ابن ابی نجیح عن مجاھد کدعاء بعضکم بعضا قال امرھم ان یدعوا یا رسول اللہ فی لین وتواضع ولا یقول یا محمد فی تجھم"(۱)

علامہ نظام الدین نیسا پوری فرماتے ہیں:

"وعن سعید بن جبیر لا تنادوہ باسمہ ولا تقولوا یا محمد ولکن یا نبی اللہ ویارسول اللہ مع التوقیر والتعظیم والصوت المنخفض" (۲)

مفسرین کے واضح ارشادات ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ رحمت کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنی ناجائز ہے اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"بیہقی، امام علقمہ وامام اسود اور ابونعیم، امام حسن بصری وامام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی "لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یارسول اللہ، یا نبی اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ" یا رسول اللہ کہو امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولی تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے" (۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر ندا کرنی قول محقق ومصحح کے مطابق درست نہیں ہے۔

میں نے علامہ سعیدی صاحب کی شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۱۰ سے ۳۳۱ تک کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے "ندائے یا محمد" کے جواز پر کافی زور دیا ہے اور اپنے طور پر متعدد احادیث پیش کر کے اس کا جواز ثابت کیا ہے اور مانعین جواز پر چوٹیں کسی ہیں بلکہ ایک مقام پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے کلام میں تعارض وتسامح دکھانے کی بھی بزعم خویش کوشش فرمائی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خود یہ آنجناب کا تسامح اور عبارتوں میں کامل توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج:۹، ص:۱۳۴

(۲) غرائبُ القرآن ورغائب الفرقان علی ھامش جامع البیان، ج:۹، ص:۱۲۰

(۳) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، ص:۲۶

سعیدی صاحب اس بحث میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ کی کتاب مذکور (تجلی الیقین) کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''یا محمد'' کے ساتھ ندا کی ہے'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

''ما حلف الله بحيوة احد قط الا بحيوة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال تعالىٰ ''لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ وحياتک یا محمد''

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے۔ اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''یا محمد'' کے ساتھ ندا کی ہے۔

ہم اس تعارض وتسامح سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔''(۱)

اولاً ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ کیا واقعی اعلی حضرت قدس سرہ کے کلام میں تعارض وتسامح ہے یا پھر علامہ سعیدی صاحب کا ہی تسامح ہے سچی بات یہ ہے کہ یہاں سعیدی صاحب سے لغزش واقع ہوگئی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کتاب مستطاب ''تجلی الیقین'' میں بہت وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیگر انبیائے کرام کو ان کے اسمائے مبارکہ سے یاد فرمایا مگر اپنے محبوب سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء کو کبھی نام لے کر مخاطب نہ فرمایا آپ کے کلمات یہ ہیں۔

''غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔''

یایها النبی انا ارسلناک، یایها الرسول بلغ ما انزل الیک''(۲)

اب اہل علم غور فرمائیں کہ آیت مبارکہ ''لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ'' میں کیا قرآن عظیم نے ''یا محمد'' فرمایا ہے یا خود نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے کلمات ہیں ایک ادنیٰ طالب علم بھی کہے گا کہ یہ قرآن کریم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ زبان رسالت مآب سے نکلے ہوئے کلمات مبارکہ ہیں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دونوں عبارات متعارض کیسے ہوگئیں، منطق کی ابتدائی کتابوں میں بھی شرائط تعارض میں اتحاد

(۱) شرح صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۱

(۲) تجلی الیقین، ص: ۳۴

مکان لکھا ملے گا یعنی تعارض وتناقض کے لیے ایک مکان میں ہونا شرط ہے جب کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ قرآن عظیم میں ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں ہوا ہے اور جملہ ''وحیا تک یا محمد'' ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک ہے تو نفی قرآن کریم میں ہونے کی ہے اور ثبوت حدیث مبارک میں ہے لہٰذا اتحاد مکان کی شرط مفقود ہونے کی بنا پر تعارض بھی مفقود ومعدوم ہے اور تجلی الیقین کی دونوں عبارتیں اپنے اپنے مقام پر درست اور بے غبار ہیں۔

ثانیاً علامہ سعیدی صاحب نے جن احادیث وآثار کو نقل کیا ہے ان تمام مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اللہ جل مجدہ کی طرف سے اپنے لیے خطاب کا صیغہ ذکر کر فرمایا ہے تو ازراہ تواضع لفظ ''یا محمد'' ارشاد فرمایا ہے اور جب خود رب تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنا کلام مبارک نازل فرمایا تو اس میں آپ کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ سے خطاب فرمایا ہے لہٰذا ان احادیث طیبہ کو بطور استدلال پیش کرکے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ''یا محمد'' کہہ کر ندا کرنا جائز ہے یونہی جن بزرگوں کے اقوال میں کلمہ ''یا محمد'' مذکور ہے وہ سب مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں جن میں سے بعض کا ذکر خود سعیدی صاحب نے بھی کیا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت مثل شمس وامس واضح ہوگئی کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر ندا کرنے کی بجائے یارسول اللہ جیسے کلمات طیبہ بولے جائیں قرآن مجید اور اس کی تفاسیر کے پیش نظر یہی قول ادب کو زیادہ ظاہر کرنے والا اور بارگاہ رسالت کی تعظیم وتوقیر پر روشن طریقے سے دلالت کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

شرک وکفر میں کیا فرق ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد محلہ بنجریا، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ

شرک کسے کہتے ہیں اور کفر کیا ہے دونوں ایک ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے وضاحت فرما کر مشکور ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

لفظ شرک ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا معنی ہوتا ہے اللہ جل مجدہ کے برابر کسی اور کو ماننا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کسی شخص کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل یا اسے لائق عبادت ماننا چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

"الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس اوبمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام"(۱)

جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ واجب الوجود یعنی جس کا وجود خود ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے صرف اللہ تعالیٰ ہے یونہی اس کی جملہ صفات قدیم غیر مخلوق ذاتی اور غیر متناہی ہیں اس کی ذات کے علاوہ کوئی واجب الوجود نہیں اور اس کی صفات کے علاوہ کسی کی کوئی صف ذاتی قدیم غیر مخلوق اور غیر متناہی نہیں یونہی اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اب اگر کوئی شخص اللہ جل مجدہ کے علاوہ کوئی اور ذات واجب الوجود مانے یا کسی اور کی صفت کو ذاتی قدیم اور غیر مخلوق مانے یا اس کے سوا کسی اور کو لائق عبادت جانے تو اس کا یہ اعتقاد شرک ہے اور ایسا شخص مشرک ہے۔

اور کفر کا معنی ہے ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی کا انکار کرنا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔

"فی الشرع انکار ماعلم بالضرورۃ مجئ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ"(۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن امور کے بارے میں عوام وخواص سب جانتے ہوں کہ یہ دین اسلام سے ہیں ان میں سے کسی کا انکار کردینا مثلاً نماز وروزہ وغیرہ کا انکار کرنا۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ شرک وکفر میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے تو ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا معبود ماننا شرک بھی ہے اور کفر بھی مگر نماز یا روزہ کی فرضیت کا انکار کرنا یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننا کفر ہے مگر شرک نہیں لہٰذا ہر مشرک کافر ہے مثلاً ہندو بت پرست کہ بتوں کو معبود مانتے ہیں مشرک بھی ہیں اور کافر بھی۔ مگر ہر کافر مشرک نہیں مثلاً دیوبندی قادیانی وغیرہ کہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں تو یہ کافر ہیں مگر مشرک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

انبیاء واولیاء کو وسیلہ بنانا کیا شرک وکفر اور حرام ہے؟

مسئلہ از: محمد صدیق چندیری، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء واولیا کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا حرام بلکہ شرک

---

(۱) شرح العقائد، ص:۱۶

(۲) التفسیر للبیضاوی، ص:۳۲

وکفر ہے کسی ذات کو وسیلہ نہیں بنا سکتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ زندہ یا وفات یافتہ صالحین خواہ انبیائے کرام ہوں یا اولیائے عظام ان کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت ہو۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اللہ جل مجدہ کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے اپنی حاجت برآری کے لیے اس کے محبوب بندوں کو ذریعہ ووسیلہ بنانا بلاشبہ جائز ہے خواہ وہ حضرات اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما ہوں یا دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے ہوں ہم تفصیل سے اس سلسلہ میں کلام کریں گے۔ فاقول وباللہ التوفیق

کلمہ "وسیلہ" واحد ہے اس کی جمع وُسُل اور وَسَائل ہے، جس کا معنی کسی کے ذریعہ قرب حاصل کرنا، اور جب رب کی بارگاہ میں کسی کو وسیلہ بنایا جائے تو اس کا مطلب ہے اس کے ذریعہ خدا سے قریب ہونا لغت کی عظیم کتاب "صحاح" میں ہے۔

"والوسیلة ما یتقرب به الی الغیر والجمع الوُسُل والوَسَائل یقال وَسَّلَ فلان الی ربه وسیلة اذا تقرب الیه بعمل"(۱)

اب وہ ذریعہ خواہ اعمال حسنہ ہوں یا ذوات قدسیہ اور محبوبین بارگاہ خدائے تعالیٰ یونہی وہ ذوات مبارکہ ظاہری حیات میں ہوں یا اس دنیا سے کوچ کر گئی ہوں لفظ "وسیلہ" اپنے معنی لغوی کے اعتبار سے سب کو شامل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ.﴾(۲)

ایک مقام ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ.﴾(۳)

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور واضح طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈو اور کلمہ وسیلہ مطلق رکھا گیا ہے لہٰذا اس وسیلہ میں سب شامل ہیں۔ اعمال صالحہ بھی اور ذوات صالحین بھی اس عالم میں موجودین بھی اور دار آخرت کی طرف کوچ کر جانے والے بھی، یہی احادیث طیبہ آثار مبارکہ اور اقوال سلف وخلف سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اسی پر عمل ہے امام طبرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

---

(۱) الصحاح فی اللغة للجوهری، ج: ۶، ص: ۱۱۸

(۲) سورۃ المائدہ آیت: ۳۵

(۳) سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۵۷

”عن انس بن مالک قال: لمّا ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علی بن ابی طالب رضی الله عنه دخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم(الحدیث) وفی اخره فلما بلغوا اللحد حضره رسول الله بیده اخرج ترابه بیده، فلما فرغ دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاضطجع فیه، ثم قال: " الله الذی یحیی ویمیت و هو حیّ لا یموت، اغفر لامّی فاطمة بنت اسد، ولقنها حجتها، ووسع علیها مدخلها بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی؛ فانک ارحم الرّاحمین“(۱)

اس حدیث پاک میں ہے کہ رسول کائنات علیہ التحیۃ والثنا نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مغفرت کے لیے خود اپنی مقدس ذات کے ساتھ تمام انبیاء کرام کو وسیلہ بنایا جس سے ثابت ہوا کہ محترم ومکرم ذوات کا وسیلہ بنانا سنت نبوی ہے چاہے وہ ذات اس دنیا میں ہو یا نہ ہو۔

بلکہ کسی مقدس ذات کا وسیلہ بنانا سنت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی ہے چنانچہ امام حاکم قدس سرہ فرماتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله! لمّا اقترف آدم وکیف عرفت محمداً ولم اخلقه؟ قال: لانک یا ربی لمّا خلقتنی بیدک ونفخَتَ فِیّ من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً: لااله الاالله محمدرسول الله، فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک، فقال الله تعالیٰ: صدقت یا آدم، انه لاحب الخلق الی، واذ سألتنی بحقه فقد غفرت لک، ولولا محمد ما خلقتک“ورواه الطبرانی،وزادفیہا ”وهو آخر الانبیاء من ذرّیتک“(۲)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بابرکت اور محترم ذات کا وسیلہ لے کر دعا کرنا صرف جائز ودرست ہی نہیں بلکہ قبولیت دعا کے لیے بہترین نسخہ ہے۔ خواہ وہ ذات ظاہری حیات میں ہو یا وفات پا چکی ہو۔

ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث سے وسیلہ کا جواز مثل آفتاب روشن ہے چنانچہ امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ”عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر أتی النبی صلی الله علیه وسلم، فقال: ادع الله ان یعافینی، قال: ”ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خیرلک“، قال: فادعه، قال فامره ان یتوضا فیحسن وضوءه ویدعو بهذا الدعاء (اللهم انی اسئلک، واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد، انی توجهت بک الی ربی فی حاجتیی هذه لتقضی بی، اللهم فشعفه فیّ)“(۳)

(۱) المعجم الاوسط، ج۸: ص:۶۷

(۲)المستدرک، ج:۲، ص:۶۷۲

(۳)جامع الترمذی، ج:۲ ص:۱۹۷

امام ابن ماجہ روایت فرماتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" من خرج من بیتہ الی الصلاۃ فقال: اللهم انی اسالک بحق السائلین علیک، واسالک بحق ممشایی ھذا، فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة، وخرجت اتقاد سخطک وابتغاء مرضاتک ، فأسالک ان تعیذنی من النار، وأن تغفرلي ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیہ بوجهه واستغفرلہ سبعون الف ملکٍ" (۱)

اورامام طبرانی قدس سرہ الربانی روایت فرماتے ہیں:

"عن عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجة لہ، فکان عثمان لا یلتفت الیہ ، ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی ابن حنیف فشکی ذلک الیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف: ائت المیضاۃ فتوضّا، ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین، ثم قل: "اللهم انی اسألک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة، یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فتقضی لی حاجتی وتذکرحاجتک ورح حتی اروح معک، فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ، ثم أتی باب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فجاء البواب حتی أخذ بیدہ فأدخلہ علی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فأجلسہ معہ علی الطنفسة حُنیفاً،فقال: ماحاجتک؟ فذکر حاجتہ وقضاھالہ ثم قال لہ: ماذکرت حاجتک حتی کان الساعة وقال: ما کانت لک من حاجتی فاذکرھا. ثم ان الرجل خرج من عندہ، فلقی عثمان بن حنیف، فقال لہ: جزاک اللہ خیرا،ماکان ینظر فی حاجتی ولایلتفت الی حتی کلمتہ فی، فقال عثمان بن حنیف: واللہ ما کلمتہ، ولکنّی شهدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، واتاہ ضریر فشکی الیہ ذھاب بصرہ، فقال لہ النبی صلی اللہ "فتصبر" فقال : یا رسول اللہ، لیس لی قائد و قدشقّ علیّ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :(ائتِ المیضاۃ فتوضّأ، ثم صلِّ رکعتین، ثم ادع بھذہ الدعوات ...) قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضرّ قط"(۲)

ان تفصیلات سے سورج کی طرح روشن ہے کہ مقدس اور بابرکت ذات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا بلا شبہ جائز ودرست بلکہ سنت نبوی، طریقۂ صحابہ اورآداب سلف صالحین میں سے ہے وسیلہ کو شرک وکفر اور بدعت

(۱) سنن ابن ماجه، ج: ۱، ص: ۲۵۶

(۲) المعجم الکبیر، ج: ۹، ص: ۳۰۰

وحرام کہنا خود شرک وکفر میں مبتلا ہونا ہے جو شخص اسے شرک وکفر کہتا ہے وہ پوری امت مسلمہ بلکہ انبیائے کرام پر کفرو شرک کا الزام دیتا ہے لہٰذا ایسا کہنے والے پر خود حکم کفر عائد ہوتا ہے صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما"(۱)

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی ارشاد فرماتے ہیں۔

"من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالیٰ او الشرک بہ و کذلک بالزندقۃ والا لحاد و النفاق الکفری"(۲)

فتاوی بزازیہ میں ہے۔

"یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم"(۳)

شفا شریف میں ہے:

"نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ"(۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیائے کرام اولیائے عظام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرنا جائز و مستحسن ہے وہابیہ کا اسے شرک وکفر بتانا سراسر غلط ہے اور وسیلہ کو شرک وکفر کہنے کی بنا پر خود وہ کافرو بے دین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔

اپنے پیر کو خدا کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد فیاض احمد قادری، الہ آباد۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے خدا کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی اپنے پیر کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

(۱) صحیح البخاری کتاب الادب، ج:۲، ص:۹۰۱

(۲) الحدیقۃ الندیۃ، ج:۲، ص:۲۱۱

(۳) الفتاویٰ البزازیۃ علی الھندیہ، ج:۶، ص:۳۱۸

(۴) الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج:۲، ص:۲۷۱

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

عرف میں جو لفظ جس معنی کے لیے مستعمل ہو شرع میں بھی وہی معنی معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ شرع نے کوئی اور معنی نہ بتایا ہو۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"الاصل ان یعتبر فی الاسماء الشرعیة ما ینشی عنه من المعانی"(۱)

یعنی قاعدہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے۔

"العرف الذی تحمل علیه الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتاخر ولذا قالوا لاعبرة بالعرف الطاری" (۲)

حاصل یہ ہے کہ شرعی کلمات اور فقہی مصطلحات کا جو معنی عوام وخواص میں رائج ہو اور شریعت میں بھی وہی معنی لیا جا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے اور حکم کا دارومدار اسی معنی پر ہوگا اور اس میں تاویل غیر معتبر ہوگی مثلاً لفظ "پیغمبر ہے۔ یہ لفظ نبی کے معنی میں مستعمل ہے جب بھی مطلق بولا جاتا ہے تو نبی کا معنی مراد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کہا میں پیغمبر ہوں اور یہ تاویل کرے کہ پیغام لیجانے والا ہوں تو اس کی یہ تاویل مسموع نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر گا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"لو قال انا رسول الله او قال بالفارسیة من پیغمبرؐ یرید به من پیغام می برم یکفر" (۳)

اور بہار شریعت میں ہے۔

اپنے کو کہے میں پیغمبر ہوں اور اس کا مطلب یہ بتائے کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو وہ کافر ہے یعنی یہ تاویل مسموع نہیں کہ عرف میں یہ لفظ رسول ونبی کے معنی میں ہے"(۴)

اسی طرح اگر کوئی کہے "من خدائم" اور یہ تاویل کرے کہ من خود آئم یعنی میں خود آرہا ہوں تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر نافذ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو قال من خدائم علی وجه المزاح یعنی خود آئم فقد کفر کذا فی التتارخانیة"(۵)

لفظ پیغمبر اور خدائم بولنے سے حکم کفر کیوں لگتا ہے اور اس کی تاویل معتبر نہیں مانی جاتی ہے وجہ وہی کہ لفظ

---

(۱) الفتاوی الرضویه ج:۳، ص:۵۷۲ (۲) الاشباه والنظائر مع الحموی ج:۱، ص:۲۸۲

(۳) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ۲۶۳ (۴) بهار شریعت ج:۳، ص:۱۷۱

(۵) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ۲۶۲

پیغمبراور خدا نبی اور اللہ کے معنی میں اس طرح رائج ہے کہ دوسرے کسی معنی کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں ہے لفظ خدا کے استعمال سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔

''اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اور وہ اصل میں ''خود آ'' ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ ہوا ہو اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔''(۱)

تو جس نے خود کو نبی یا خدا کہا تو شرعاً اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس نے اپنے لیے نبوت والوہیت کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ کافر قرار پائے گا اسی لیے جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا اپنے پیرو مرشد کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا

''کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے: "من شک فی عذابه و کفره فقد کفر"۔(۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر''(۳)

اس تفصیل سے مانند آفتاب روشن ہوگیا کہ مطلقاً لفظ ''خدا'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہی ہوگا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر اور کہنے والا کافر و مرتد ہے اور اسکی کوئی تاویل مقبول و معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

وظیفہ ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' کا ورد کیا شرک و کفر ہے؟

مسئلہ از: مولانا ذوالفقار نعیمی ایڈیٹر سہ ماہی جام شرافت مرادآباد۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ امت مسلمہ میں صدیوں سے وظیفہ ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' کا ورد جاری ہے جس کی برکات سے اہل ایمان فیضیاب ہو رہے ہیں مگر وہابی کہتے ہیں کہ اس کا ورد شرک و کفر ہے اس سلسلہ میں واضح اور قول فیصل آپ تحریر فرمائیں اور اس کا حکم بیان کریں۔

---

(۱) الفتاوی مفتی اعظم، ج:۲، ص:۷

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶ ص:۳۰۰

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۱۱۹

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

امیر کشور ولایت شہنشاہ بغداد غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کو رب قدیر نے جس مقام ولایت سے نواز کر روحانی قوت وطاقت عطا فرمائی اس سے ملت اسلامیہ کا ہر چھوٹا بڑا واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ان کے نام کا ورد رائج ہے، انہیں مصیبتوں میں پکارا جاتا ہے، ان سے استغاثہ واستمداد کی جاتی ہے اور "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للّٰہ" کے کلمات سے ان کی ذات بابرکات سے مدد طلب کی جاتی ہے بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے اہل ایمان کا رشتہ توڑنے کی خاطر انگریزوں نے توحید کے نام پر ایک خطرناک تحریک بنام "وہابیت" کی داغ بیل ڈالی جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تمام اکابرین ملت کو طعن وتشنیع اور سب وشتم کا نشانہ بنایا اور جن رسومات ومعمولات کے ذریعہ اہل اللہ سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے سب کو کفر وشرک کا نام دے کر ختم کرنے کی منصوبہ بند جدوجہد کی۔ انہیں مذموم کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا وظیفہ قادریہ کو شرک وکفر کا نام دے کر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے دور کیا جانے لگا ان حالات کے پیش نظر علمائے اہل سنت حقانیت کو اجاگر کرنے کے لیے میدان میں اترے اور اسلام کے عقائد و معمولات کو دلائل و براہین سے مزین کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ مذکورہ وظیفہ کے حوالے سے بھی علمائے اسلام بے شمار رسالے کتابچے اور فتاوی شائع کئے اور اس کی صحت وجواز کا حکم واضح کیا۔

اس مشہور وظیفہ کا اردو ترجمہ ہے: "اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لیے کچھ عطا کیجئے" عربی کا یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے اردو بول چال میں عموماً لوگ کہا کرتے ہیں خدا کے لیے پڑھ لکھ، اللہ واسطے دیدو وغیرہ وغیرہ جو لوگ اس وظیفہ کو ناجائز وحرام یا شرک کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس میں وفات یافتہ کو ندا دینا اور پکارنا اور اس سے استغاثہ واستمداد کرنا ہے اور کسی وفات یافتہ کو ندا دینا اور اس سے مدد مانگنا ناجائز ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ان حضرات کی غلطی فہمی اور اسلامی مسلمات ومعتقدات سے عدم واقفیت کی کھلی دلیل ہے، کیونکہ قرآن وحدیث اور اقوال علمائے اسلام کھلے طور پر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وفات یافتہ حضرات بھی سنتے ہیں لہٰذا ان کو ندا دینا اور انہیں پکارنا بلاشبہ جائز ہے یونہی ان سے استمداد کرنا بھی جائز ودرست ہے ہم اولا یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وفات یافتہ لوگ سنتے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد گرامی ہے "ان المیت اذ وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا"۔(۱)

مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ ایک جگہ اور

(۱) الصحیح لمسلم: ج: ۲، ص: ۳۸۶

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین" (۱) مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ انہیں پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا "ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا منصرفین" (۲) مردہ جب دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

ایک جگہ اور فرمایا: "والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق لغاھم حین یؤ لون عنہ۔" (۳)

یعنی قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش ہائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔ اور ایک مقام پر سید عالم ارشاد فرماتے ہیں: فانہ یسمع خفق نعالھم و نقض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین (۴) وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی پھچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الآن یسمع خفق نعالکم." (۵) کہ ہم ایک جنازہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

ان احادیث طیبہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ عام مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ یہ حال عام مسلمانوں کا ہے رہے مقربان بارگاہ تو ان کی قوت سماعت اور طاقت ادراک کا حال نہایت نرالا اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے وہ عالم بالا میں رہتے ہوئے بھی عالم زیریں میں اٹھنے والی آوازوں کی سماعت فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔

"النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری و تسمع الکل کالمشاھد" (۶) یعنی پاک جانیں جب بدن کے علائق سے جدا ہوتی ہیں تو ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشیء فیض الروح الالھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر

---

(۱) المسند للامام احمد بن حنبل: ج:۴، ص:۲۹۶ — (۲) کنز العمال، ج: ۱۵، ص:۶۰۰

(۳) المستدرک للحاکم: ج: ۱، ص:۳۸۰ — (۴) شرح الصدور: ص: ۵۱

(۵) شرح الصدور، ص:۵۴ — (۶) التیسیر شرح جامع الصغیر ج: ۱، ص:۵۰۲

(۷) حجۃ اللہ البالغۃ: ص: ۱۹

الکلام"(۷) جب آدمی مرجاتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے دیکھتے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

اور جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ وفات یافتہ حضرات سنتے، دیکھتے اور پہچانتے ہیں تو یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ انہیں پکارنا لفظ "یا" کے ذریعہ انہیں مخاطب کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی درست ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "قیل لموسی الرضا رضی الله عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر و کبر الله اربعین مرة ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة انی مستشفع بکم و مقدمکم امام طلبی وارادتی وسالتی وحاجتی واشهد الله انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی الله من محمد وال محمد من الجن والانس"۔(۱) یعنی امام علی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا! قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری کرتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد ﷺ کے دشمن ہیں۔

اور حضرت امیر ابن الحاج قدس سرہ فرماتے ہیں:"الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققین من ائمة الدین" (۲) یعنی قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین وائمہ دین کا معمول ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں:اذا مات انقطعت العلاقة فلحق بالملئکة وصار منهم والهم کالهامهم وسعی فیما یسعون فیه ربما اشتغل هو لاء باعلاء کلمة الله ونصر حزب الله وربما کان لهم لمة خیر بابن آدم"(۳)

جب اہل اللہ مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہوکر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار وامداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں، اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔"

ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں "دراولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسی کہ بعدہ تمام راہ جذب باکثر وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ ودرآنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہٰذا گفتہ اند کہ ایشاں درقبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند"(۴) اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت

(۱) جذب القلوب، ص:۱۳۸
(۲) المدخل. ج:۱، ص:۲۴۹
(۳) حجة الله البالغة: ص:۳۵
(۴) ہمعات. ص:۶۱

جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اس مقام پر قائم ہو چکی ہے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

ان عبارات سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ ارواح کرام کو ندا کرنا اور ان سے توسل وطلب دعا بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اب آیئے خاص کر غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استغاثہ اور ان کو ندا کرنے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشاوات سے قلب ونظر کو مسرور کریں۔ حضرت علامہ سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوی میں ہے

"سئلت عمن يقول في حال الشدائد يارسول الله او يا علي او ياشيخ عبدالقادر مثلاً هل هو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثة بالاولياء ونداوهم والتوسل بهم امر مشروع ومرغوب لا ينكره الا مكابر او معاند و قد حرم بركة الاولياء الكرام، و سئل شيخ الاسلام الشهاب الرملي الانصاری الشافعي عما يقع من العامة من قولهم عند الشدائد يا شيخ فلان و نحو ذالک من الاستغاثة بالانبياء والمرسلين و الصالحين فاجاب بما نصه الا ستغاثه بالانبياء والمرسلين والاولياء الصالين جائزة بعد موتهم."(۱)

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے "یارسول، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر، مثلاً آیا یہ شرعا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشئے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف، اور بے شک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے" شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء واولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین واولیاء وعلمائے صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔"

علامہ رملی حنفی "فتاوی خیریہ" میں فرماتے ہیں:" قولهم يا شيخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمته" (۲) لوگوں کا کہنا "یا شیخ عبدالقادر" یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟

حاصل کلام یہ کہ وفات یافتہ شخصیات کو ندا کرنا ان کو پکارنا اور ان کو یا علی یا غوث یا خواجہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرنا بلاشبہ جائز ہے اسے کفر وشرک بتانا سراسر غلط اور حماقت وجہالت اور گمراہی وبددینی ہے البتہ تمام اہل ایمان پر فرض ہے کہ ہر شئی میں حقیقی مؤثر ومتصرف اللہ تعالیٰ کو مانیں اور موت اور زندگی، تنگی وفراخی ہر ایک کا حقیقی مالک و

(۱) الفتاوی الرضویہ، م، ج: ۹، ص: ۷۹۱/۷۹۲

(۲) الفتاوی الرضویہ م، ج: ۹، ص: ۷۹۲

خالق اسی کو جانیں اولیائے عظام اور صالحین کو اس کی بارگاہ میں واسطہ و وسیلہ سمجھیں کہ مؤثر و موجد حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بعض حضرات اس وظیفہ کے ناجائز بلکہ کفر ہونے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس میں "شیئًا للہ" کی عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غوث اعظم سے کچھ مانگا جا رہا ہے اور جس کے لیے مانگا جا رہا ہے وہ کوئی بندہ اور مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے کی نسبت کرنا کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات پر مشتمل وظیفہ ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے۔

مگر یہ صرف ایک شبہ ہے جو تارِ عنکبوت سے کہیں زیادہ کمزور ہے کیونکہ کسی معمولی سے معمولی مسلمان کے بھی حاشیۂ خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم اسے محتاج سمجھ کر غوث سے یا کسی اور بزرگ سے اس کے لیے کچھ مانگ رہے ہیں (معاذ اللہ رب العالمین) واقعہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ جلالت کا تذکرہ صرف اور صرف سوال کی اہمیت بتانے کے لیے ہے نہ کہ اللہ جل مجدہ کو محتاج سمجھ کر اس کے لیے مدد طلب کرنا ہے، ہم دن رات اس طرح بولتے رہتے ہیں چنانچہ عام بول چال میں کہتے ہیں۔ اللہ کے لیے کچھ کما لو، خدا کے لیے کچھ دے دو، وغیرہ وغیرہ تو جس طرح سے یہ جملے کفر و شرک نہیں یونہی "شیئا للہ" بھی کفر و شرک نہیں ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اس عبارت کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اس عبارت کا ایک مطلب واضح ہے تو بلاوجہ کسی مومن پر بدگمانی کر کے غلط معنی اس کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے آپ لکھتے ہیں:

"وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانه یمکن ان یقول اردت اطلب شیئًا اکراما لله تعالیٰ اه شرح وهبانية (الی قوله) اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لا باس به."(۱)

ہمیں اسلاف کی محبت بخشے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

(۱) رد المحتار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المفقود

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿اِمْرَأَةُ الْمَفْقُوْدِ اِمْرَأَتُهُ حَتّٰى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ﴾

(سنن الدار قطنی، ج:۳، ص:۳۱۲)

یعنی

مفقود کی عورت جب تک بیان نہ آجائے

(یعنی اس کی موت یا طلاق نہ معلوم ہو) اسی کی عورت ہے۔

کل فتاویٰ:۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مقصود احمد، سمرہوا، پوسٹ، اٹھوا بابو، ضلع مہراج گنج (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی تھی اور ہندہ پہلی مرتبہ بکر کے گھر آئی تھی، کچھ دنوں کے بعد بکر کمانے کے لیے باہر گیا اور پانچ سال کچھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا لیکن بکر کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ، پھر ہندہ کے گھر والوں نے بکر کو بہت تلاش کیا لیکن اس کا کچھ پتہ نہیں چلا، اس کے بعد ہندہ کے گھر والوں نے کسی مفتی صاحب سے ہندہ کی دوسری شادی سے متعلق فتوی لیا اور مفتی صاحب نے دوسری شادی کے جواز کا فتوی دیدیا، پھر ہندہ کے گھر والوں نے ہندہ کی دوسری شادی کردی، اور شادی کرنے کے ایک مہینہ بعد بکر گھر پہ آگیا، تو اب اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ شادی جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس لاپتہ مرد کی موت وزندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخبر ہے اور مفقود الجز کی بیوی کے لیے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے، اور امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کا مذہب مختار یہ ہے کہ شوہر کی کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے، **لقولہ علیہ السلام اعمار امتی مابین الستین الی سبعین،** مگر ضرورت ملجۂ کی صورت میں مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔

ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت قاضی شریعت یا ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین

کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے، وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے، اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ نہیں کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی، بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے، اس درمیان اس کے شوہر کی موت وحیات معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم نہ ہوسکے تو وہ عورت پھر اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے، اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم نافذ فرمائے گا، پھر عورت وفات کی عدت گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، اس سے پہلے اس کا نکاح ہرگز کسی سے جائز نہیں۔

مذکورہ صورت میں چوں کہ ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے شرعی طریقہ اپنائے بغیر کردیا اس لیے وہ نکاح ہرگز جائز نہیں ہے، ہندہ بدستور بکر کی بیوی ہے اور جس مفتی نے مسئلہ بتایا۔ اس نے حکم شرعی بیان نہیں کیا بلکہ گمراہ کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۳؍ رجمادالآخرہ ۱۴۲۳ھ

کیا زن مفقود الخبر کا نکاح اس کے والدین کر سکتے ہیں؟

مسئلہ از: محمد قطب الدین لطیفی بلرامپوری متعلم دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں زید تین سال سے لاپتہ ہے اس کی کوئی خبر نہیں کہ مردہ ہے یا زندہ اس صورت میں زید کی بیوی ہندہ دوسرے سے شادی کرسکتی ہے یا نہیں اگر اس کے والدین دوسری جگہ شادی کردیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے نیز ان کے دوسرے لڑکی یا لڑکا سے شادی وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زن مفقود الخبر کے بارے میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک شوہر کی عمر ۷۰ برس کی نہ ہو اس وقت تک موت کا حکم نہ دیں گے نہ اس کی عورت کو نکاح کرنا جائز۔ مگر وقت ضرورت ملجئہ مفقود کی بیوی کو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر شوہر کے مفقود الخبر" ہونے کی وجہ سے عورت دوسری شادی کرنے پر اتنی مجبور ہوجائے کہ دوسرا کوئی

چارہ کار نہ ہو حالت ملجۂ پیدا ہو جائے تو مذہب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کرنے کی اجازت ہمارے علما نے بھی دی ہے۔ خصوصاً اس دور پرفتن میں ہمارے علما کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ اس خصوص میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر فتوی دیا جائے"۔(۱)

البتہ شوہر کی موت کا فیصلہ قاضی اسلام کرے گا اور جس جگہ قاضی اسلام نہیں وہاں اس کی صورت یہ ہوگی کہ مفقود کی بیوی ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زید مفقود الخبر کی بیوی ہندہ کے سامنے اگر دوسری شادی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مذکورہ حکم کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ بغیر اس کے کسی سے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے اور اگر ہندہ کے والدین اپنی مرضی سے اس کا نکاح کر دیں تو وہ سخت مجرم و گنہ گار مستحق نار و غضب جبار ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً اپنی لڑکی کو جس کے ساتھ نکاح کیا ہے اس سے جدا کر لیں اگر ایسا نہ کریں گے تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان سے مکمل قطع تعلق کر لیں ان کے ساتھ نشست و برخاست شادی بیاہ سب ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

المجیب مصیب : محمد تفسیر القادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

اگر شوہر ایک طویل زمانہ سے "کوما" میں ہو تو عورت کیا کرے؟

مسئلہ از: عبد الرحمٰن۔ مریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بیمار ہوا اور پھر کوما میں چلا گیا تقریباً چھ سال سے بستر مرگ پر کوما کی حالت میں ہے اس کی بیوی اور ایک بچہ ہے گھر والوں نے دیکھ بھال بند کر دی ہے بیوی مزدوری کر کے

(۱) حاشیہ فتاوی امجدیہ، ج: ۲، ص: ۹۱

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

اپنا خرچ اور شوہر کا علاج کراتی ہے مگر اب وہ عورت مزدوری کر کے دوا علاج اور اپنے خرچ کو نہیں نکال سکتی ہے عورت بالکل مجبور ہو چکی ہے بظاہر کوئی اس کی زندگی کا پرسان حال نہیں ہے اب عورت دوسرا نکاح کر کے عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں حکم بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے اور مہلک امراض سے محفوظ و مامون رکھے یہ ایک نئی صورت حال ہے مگر اسلام ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے اگر چہ صراحۃً نہ ہو بلکہ دلالۃ اشارۃ اور کنایۃ ہو یہ مسئلہ مثل جنون ہے کہ اگر شوہر بالکل پاگل ہو جائے اور ایک عرصہ دراز سے بیوی بچوں سے بیگانہ حتیٰ کہ اپنی زندگی سے بھی بیگانہ ہو تو کیا عورت کو فسخ نکاح کا اختیار شرع دیتی ہے تمام کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ جنون موجب فسخ نکاح نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ہے "لا یتخیر احد الزوجین بعیب الأخر ولو فاحشا کجنون" (۱)

ردالمختار میں ہے "وقد تکفل فی الفتح بردما استدل بہ الائمۃ الثلثۃ ومحمد بما لا مزید علیہ" (۲)

کنزالدقائق میں ہے "لم یتخیر احدھما بعیب" (۳)

مجمع الانہر میں ہے: "لا خیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنونا" (۴)

ان ارشادات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ ہمارے مذہب امام اعظم میں جنون شوہر کے سبب عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوتا ہے یونہی صورت مذکورہ میں جو شخص ایک عرصہ سے "کوما" میں ہے اس کی بیوی کو بھی تفریق کا کوئی اختیار نہیں ہے تو شوہر کی موت یا طلاق کے بغیر وہ ہرگز کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے وہ عورت صبر کرے اور اللہ رب العزت پر یقین کامل رکھے وہ ضائع فرمانے والا نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض ظاہری اسباب ایسے نہیں ہیں کہ وہ عورت بغیر تفریق اور نکاح ثانی کے اپنی عزت اور زندگی کو محفوظ رکھ سکے اور سچ مچ مجبور و مضطر ہے تو اب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کی اجازت ہوگی ان کے قول کے مطابق عورت اپنے ضلع کے قاضی شریعت اور اس کے نہ رہنے کی صورت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی خدمت میں عرضی پیش کرے اس کے بعد قاضی کے نزدیک یہ چیز ثابت ہو جائے کہ واقعی مدت دراز سے اس کا شوہر "کوما"

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار باب العنین ج:۲، ص:۲۹۷

(۲) ردالمحتار // // // //

(۳) کنز الدقائق باب العنین ص:۱۳۷

(۴) مجمع الانھر // ج:۱، ص:۴۶۳

میں ہے اور آرام نہیں مل رہا ہے تو عورت کو فی الفور یہ اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرلے البتہ قاضی فیصلہ سے پہلے یہ دیکھ لے کہ خود اسے کوئی قانونی مصیبت نہ لاحق ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

”قال محمد رحمة الله تعالیٰ علیه ان کان الجنون حادثا یؤ جله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة. بعدالحول اذالم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجب وبه ناخذ کذا فی الحاوی القدسی(۱)

فقیہ اعظم مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

”بانیمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالت ضرورت بلا مکر وفریب وپیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن فقد اجازوا لتحقق الضرورة الصحیحة تقلید الغیر فهذا اولیٰ بالجواز اذ لیس بحمد الله فی المذهب قول خارج عن اقوال الامام۔ مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہوجائے تو عورت بطور خود اس سے فرقت کر کے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعوی کرے اگر حاکم کو ثابت ہوجائے کہ واقعی عرصہ دراز گزر گئی کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم وممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو حاکم تفریق کردے گا۔ اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعدہ جس سے چاہے نکاح کرے۔
مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اس کے لیے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے“(۲) هذا ما عندی والعلم عند ربی وهو تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

زن مفقود الخبر نے شرعی طور پر نکاح کیا پھر اس کا پہلا شوہر آگیا تو

مسئلہ از: مشتاق احمد رضوی عرف سنے، بدھیانی، خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہوگیا پھر عورت نے قاضی شریعت کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا قاضی نے اسے حکم

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۱، ص:۵۲۶
(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۱۰، ص:۱۴۹، جدید

شرعی سنایا عورت نے اس کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کر لیا پھر شوہر اول آگیا اب عورت کس کے پاس رہے گی اور اسے کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں جب عورت نے حکم شرع کے مطابق اپنا نکاح کر لیا اور بعد نکاح اس کا شوہر اول واپس آگیا تو وہ عورت شوہر اول کو لوٹا دی جائے گی چنانچہ حدیث پاک ہے "امرأة المفقود اذا قدم وقد تزوجت امرأته وهي امرأته ان شاء طلق وان شاء امسک ولا تتخير" (۱) یعنی مفقود جب واپس آجائے اور اس کی بیوی دوسرا نکاح کر چکی ہو تو بھی وہ اسی کی بیوی ہے چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو روک رکھے اور بیوی کو اختیار نہیں۔

ردالمحتار میں ہے "لو عاد حيا بعد الحكم بموته ط رأيت المرحوم اباالسعود نقل ان زوجته له والا ولا دللثاني" (۲)

فقیہ فقید المثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کر لیا اس کے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی" (۳) خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں عورت پہلے شوہر کے پاس رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

(۱) سنن البيهقي ج: ۷، ص: ۷۳۱

(۲) ردالمحتار ج: ۳، ص: ۲۹۷

(۳) الفتاوى الرضوية ج: ۶، ص: ۳۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکۃ

قال اللہ تعالیٰ

﴿فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾

(النساء/۱۲)

یعنی

تو وہ سب شریک ہیں تین میں۔

کل فتاویٰ:۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

باپ سے الگ لڑکے نے جو کمایا وہ کس کا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی۔نواری بازار، جہانگیر گنج۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید چار بھائی ہیں، ارشاد احمد، امتیاز احمد عباد احمد، صدام حسین، ارشاد احمد اور امتیاز احمد دونوں اپنے والد سے الگ رہتے تھے اور دونوں الگ الگ اپنا کام کرتے تھے پھر ارشاد احمد نے نمکین بنانے کا کارخانہ کھولا جس میں ارشاد احمد نے اپنے والد سے کچھ روپیہ بطور مدد لیا اور زیادہ رقم اپنے بہنوئی سے لیا اور اپنی خود کی کافی رقم لگا کر کام شروع کیا ایک دن ارشاد احمد اور امتیاز احمد کے درمیان جھگڑا ہو گیا والد نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور کہا تم دونوں اپنا اپنا کاروبار لے کر یہاں سے بھاگو ارشاد احمد والد صاحب سے روتا گڑگڑاتا رہا کہ مجھ کو کچھ دن رہنے دیجئے تاکہ میں کہیں اپنا انتظام کرلوں پھر بھی والد صاحب نہیں مانے اور گھر سے نکال دیا لہٰذا دونوں لڑکے گھر سے اپنا اپنا سامان لے کر نکل گئے۔

ارشاد احمد اپنی سسرال میں رہ کر کاروبار کرتا رہا اور کافی ترقی کیا جس سے زمین اور مکان بھی بنالیا اب ارشاد احمد کے والد ترقی اور کافی جائداد دیکھ کر یہ دعوی کررہے ہیں کہ جو کچھ ارشاد احمد نے کمایا وہ سب میرے روپے سے کمایا ہے لہٰذا جتنی بھی جائیداد ہے سب کا مالک میں ہوں اب مذکورہ حالات کی روشنی میں جتنی جائداد ارشاد احمد نے کمایا ہے وہ شرعاً کس کی ملکیت مانی جائے گی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب ارشاد احمد نے الگ اپنا کاروبار کیا تو جو کچھ کمایا اسی کی ملکیت ہے۔ باپ کی ملکیت نہیں ہاں اگر وہ کاروبار باپ کرتا اور ارشاد احمد کو مددگار کے طور پر رکھتا تو اب ارشاد احمد کا کمایا ہوا سب مال باپ کی ملکیت ہوتا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ:

"اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورت مستفسرہ میں نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیریہ عقود الدریہ میں ہے:" سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالاً هل هی لوالده؟ اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل." (۱) رہا ارشاد کے والد کا بطور مدد کچھ رقم دینا یہ اس کی جانب سے ہبہ ہوا یا زیادہ سے زیادہ اسے قرض کہا جاسکتا ہے اگر بطور ہبہ دیا تو اسے واپس نہیں لے سکتا اور اگر بطور قرض دیا تو اسے واپس لے لے اور ان دونوں صورتوں میں والد کا پوری جائیداد کو اپنی ملکیت قرار دینا غلط ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ارشاد احمد نے والد سے الگ ہو کر جو کاروبار کیا اور جائیداد بنائی اس کا مالک وہ خود ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

اگر لڑکا باپ کے مکان میں روپئے خرچ کرے تو کیا باپ سے واپس لے سکتا ہے؟

مسئلہ از: دادا قلندر حبرگی صاحب، ہرلاپور، بیڈگیری گدگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری جائداد نمبر ۸ آٹھ ایکڑ زمین اور پانچ مکان اور ایک لاری ہے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر لڑکے نے کرائی اس میں کل رقم ۱۷ سترہ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے یہ رقم بھی لڑکے کی ذاتی ہے کچھ بینک سے اپنے نام قرض لیا ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں واپسی کی صورت کیا ہوگی کیا میری جائیداد بھی تقسیم ہوگی یا میں جو چاہوں کروں شرح وبسط کے ساتھ قلمبند فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں جلد از جلد۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

لڑکے نے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر میں جو کچھ خرچ کیا اگر بطور حسن سلوک واحسان کیا تو کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر بطور قرض خرچ کیا تو سب کا مطالبہ کرسکتا ہے اور آپ پر لازم ہوگا کہ مکان یا زمین کا کچھ حصہ فروخت کرکے یا کسی اور طریقے سے اسے رقم واپس دیں، اور اگر تعمیر میں خرچ کے وقت کچھ صراحت نہ کی کہ قرض کے طور پر کرتا ہوں یا بر وصلہ اور حسن سلوک کے طور پر تو لڑکے کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی کہ میری کیا نیت تھی اور اگر لڑکے کی بات ظاہر کے خلاف ہو تو اسے اپنے دعویٰ کے موافق گواہ بھی پیش کرنے ہوں گے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح کردی ہو کہ یہ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۲۴

دینا فلاں وجہ سے ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائے دین تو آپ ہی وجہ متعین ہوگئی اور اگر کچھ ظاہر نہ کیا تو دینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اس کا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا، اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہوا سے گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا مگر جب قرائن اور دلائل عرف سے دینے والے کا قول خلاف ظاہر ہو تو اس کا قول نہ مانیں گے خود اسی کو گواہ پیش کرنے ہوں گے"(۱) آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا مکمل مالک ہوتا ہے، اور اس میں تصرف کا پورا اختیار رکھتا ہے، تو آپ کی جو جائیداد ہے اپنی زندگی میں جو چاہیں کریں شرعاً آپ کو اختیار ہے اور بعد انتقال حکم شرع کے مطابق اس کی تقسیم عمل میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بستی (یوپی)

جو لڑکا باپ کی زمین میں اکیلے درخت لگائے تو کیا اس میں تمام بھائیوں کی شرکت رہے گی؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

سوال: ایک باپ کے تین بیٹے زید عمر، بکر جب تینوں بھائیوں میں زمین تقسیم نہیں تھی اس وقت زید نے اکیلے درخت لگائے تھے اور اکیلے ہی درختوں کی دیکھ بھال کی تھی اب درخت بڑے ہوگئے اور زمین کا بٹوارہ ہونے لگا تو عمر اور بکر نے کہا کہ درختوں میں ہمارا بھی حصہ ہے کیا یہ دونوں درختوں کے حقدار ہیں شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر زید نے اپنے باپ کی زندگی میں اپنے مال سے درخت لگایا تو زید ہی کا ہے۔ عمر و بکر کا کوئی حق نہیں فتاوی رضویہ میں ہے:" فی العقود الدریة من کتاب العاریة سئل فی رجل بنی بماله لنفسه قصرا فی دار ابیه باذنه ثم مات ابوه عنه وعن ورثة فهل یکون القصر لبانیه ویکون کالمستعیر الجواب نعم کما صرح بذلک فی حاشیة الاشباه من الوقف عند قوله کل من بنی فی ارض غیره بامره فهو

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۴

لہٰذا لکھا" (۱) اور اگر بھائیوں کی مشترکہ زمین میں لگایا تو ایسی صورت میں بھی زید ہی اس کا مالک ہے دوسرے شرکا کا اس میں کوئی حق نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے: "زید، حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بنگلے رہنے کے لیے اپنے روپیے سے بنائے وہ خاص انہیں کے ہیں دیگر شرکا کا ان میں کوئی حق نہیں۔" (۲)

درمختار میں ہے: "بنی احد الشرکین بغیر اذن الاخر (وکذا لو باذنه لنفسه لانه مستعیر لحصة الاخر و للمعیر الرجوع معی شاه رملی علی الاشباه ۱۰) فی عقار مشترک بینهما فطلب شریکه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبها و نعمت والاهدم البناء (او ارضاه بدفع قیمته. ط عن الهندیة) وحکم الغرس کذلک بزازیة" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

چند بھائیوں نے کما کر کوئی جائداد بنائی تو کیا سب اس میں برابر کے شریک ہوں گے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد، باندوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے پانچ بیٹے بکر، خالد، محمود، حامد اور احمد جن میں سے تین بیٹے زید کی موجودگی میں شادی شدہ اور کمانے کے لائق ہو گئے تھے اور دو بغیر شادی شدہ تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے، کہ اچانک کسی بیمار کے سبب زید کا انتقال ہو گیا جب زید کا انتقال ہوا تو اس وقت بہت ہی غربت وتنگدستی تھی۔ جس کی وجہ سے زید کوئی خاص دکان ومکان گاڑی اور جائداد کا مالک نہیں ہو سکا تھا صرف چند بیگھے زمین اور رہائشی مکان چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا چند سالوں کے بعد اللہ نے خاص فضل فرمایا اور ترقی کے راستے ہموار ہو گئے زید کا بڑا لڑکا بکر، سرکاری ملازم ہو گیا اور دوسرے بھائیوں نے مل کر کھیتی اور کسانی میں ترقی حاصل کی جس سے آمدنی کے ذرائع کھل گئے اور بکر کی نوکری کا پیسہ اور کھیتی کسانی کی آمدنی جمع

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۸، ص:۵۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۲۲۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۵، ص:۱۷۰

کر کے مشترکہ طور پر کچھ زمین خریدی گئی مکان بنوائے گئے اور بقیہ بھائی و بہنوں کی شادی ہوگئی ٹریکٹر اور دیگر اشیاء بھی خریدی گئیں چند سالوں بعد پانچوں بھائیوں میں آپسی اختلاف ہوا یہاں تک کہ زمین اور مکان اور دیگر اشیاء کی تقسیم کی باری آئی تو کیا یہ زمین و مکان اور دیگر اشیاء پانچوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی یا بڑے بھائی کو زیادہ اور دیگر چھوٹے بھائیوں کو اس سے کم حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر بڑا بھائی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا پیسہ تم لوگوں سے زیادہ لگا ہے لہٰذا مجھے زیادہ ملنا چاہیے تو یہ اس کا دعویٰ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ بکر نوکری سے ریٹائر ہونے کے بعد گھر کا مالک ہوا اور ساری آمدنی کا پیسہ اس کے ہاتھوں میں رہا بغیر دوسرے بھائیوں کے بتائے ہوئے اپنے اور اپنی بیوی کا بیمہ کروایا معلوم ہونے پر بھائیوں نے اعتراض کیا اور بیمہ کی مدت ختم ہونے کے بعد جو پیسہ بینک سے حاصل ہوا یا ہوگا تو اس میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا، لیکن اس نے کہا کہ میں نے یہ پیسہ مشترکہ گھر کے پیسہ سے جمع نہیں کیا بلکہ اپنی پینشن سے جمع کیا تھا اور پیسہ دینے سے انکار کر دیا تو اس کا یہ حصہ نہ دینا حق تلفی ہے یا نہیں اور دیگر بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

زید نے جو زمین و جائداد اور مال چھوڑا وہ سب ترکہ ہوا، جس کی تقسیم شریعت کے مطابق اس کے تمام ورثہ میں ہوگی، باقی رہا زید کے بیٹوں کا کھیتی، کسانی اور ملازمت کے ذریعہ مال اکٹھا کر کے مشترکہ طور پر خرچ کرنا اور مکان وغیرہ بنوانا۔ تو یہ سب بھائیوں کا مشترکہ کام ہوا ایسی صورت میں جو کچھ زمین و جائیداد بنائی گئی سب بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی، اگرچہ اس میں کسی نے کم کام کیا اور کسی نے زیادہ کیا ہو۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"یقع کثیرًا فی الفلاحین و نحوھم ان احدھم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلا قسمة ویعملون فیھا من حرث وزراعة وبیع وشراء واستدانة ونحو ذلک وتارةً یکون کبیرھم ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ وکل ذلک علی وجه الاطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضة ولا بیان جمیع مقتضیاتھا مع کون الترکة اغلبھا اوکلھا عروضا لا تصح فیھا شرکة العقد ولا شک ان ھذہ لیست شرکة مفاوضة خلا فالماافتی به فی زماننا من لا خبرة له بل ھی شرکة ملک کما حررته فی تنقیح الحامدیة ثم رایت التصریح به بعینه فی فتاوی الحانوتی ما اذا کان سعیھم واحدا ولم یتمیز ما حصله کل واحد منھا بعمله یکون ماجمعوہ مشترکاً بینھم

بالسویة وان اختلفوا فی العمل والرای کثرة وصوابا"(۱)

اورسیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد ونوش وغیرہ مصارف میں غیریت نہیں برتتے ان کی سب کمائی یکجا رہتی ہے اور جیسے جو حالت پڑے بے تکلف خرچ کرتا اور دوسرا اس پر راضی ہوتا، اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں، کہ اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے، نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپیہ سے اپنے حصے کا تجھے مالک کردیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جو مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پرواہ نہیں اور یہ عین معنی اباحت وتحلیل ہے۔"(۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مشترکہ کمائی سے پانچوں بیٹوں نے جو زمین وجائداد بنایا وہ سب میں برابر تقسیم ہوگی بڑے لڑکے کا زیادہ مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر واقعۃً بکر نے اپنی پینشن سے بیمہ کرایا تھا دوسرے بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ: "اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے نوکری کا روپیہ اور اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیریہ عقود الدریۃ میں ہے:" سئل فی ابن کبیر ذی زوجة وعیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا هل هی لوالده اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل." (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ر رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

چند بھائیوں نے جو کچھ کما کر اپنے پاس جمع کیا وہ مستقل اس کے مالک ہیں؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد حسین فاروقی عرف منا، بیدولہ، ڈومریا گنج، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ آج سے تقریباً سات سال پہلے زید کے ایک لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ آج کے بعد سے سب کی کمائی الگ الگ رہے گی، کوئی بھی بھائی ایک دوسرے کی کمائی کا حساب وکتاب نہیں لے سکتا۔ زید نے اپنے اس لڑکے کی بات مان کر دیگر لڑکوں کو بھی بتادیا کہ آج کے بعد سے تم سب کی کمائی الگ الگ رہے گی کوئی بھی دوسرے کی آمد وخرچ کا کوئی

(۱) ردالمحتار، ج:۳، ص:۲۳۸

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۲۲

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۷، ص:۳۲۴

حساب نہیں لے سکتا، چنانچہ اسی پر سارے بھائیوں کا عمل ہوتا رہا، البتہ کھانے پینے کا نظام اور تہوار وغیرہ کے موقع پر کپڑے کی خریداری کا معاملہ مشترکہ رہا زید کے دولڑکے ڈاکٹر ہیں اور زید کے مکان میں سڑک کی جانب کچھ دکانیں ہیں دونوں ڈاکٹروں نے انہیں دکانوں میں اپنی ڈسپنسری اور میڈیکل قائم کرلی جو ابھی تک انہیں لوگوں کے استعمال میں ہے، زید کے پاس کچھ کھیت ہے ایک لڑکا کھیت سے منسلک ہوگیا زید کے پاس جیپ بھی تھی جسے بیچ کر اور کچھ بینک سے لون (قرض) لے کر ایک ٹرکٹر خرید کر اس لڑکے کے حوالے کردیا گیا اور یہ طے پایا کہ کھانے بھر کا غلہ دے دیا کریں باقی آمدنی اپنے اوپر اور لون کی ادائیگی میں صرف کرتا رہا مگر واضح رہے کہ لون کی ایک لمبی رقم اب بھی دینی باقی ہے چوتھا لڑکا بھی اپنے ایک الگ ذریعہ معاش سے منسلک رہا۔ الغرض سب کا کاروباری معاملہ الگ تھلگ رہا کسی کے آمدوخرچ سے کسی کو کوئی سروکار نہیں رہا اس درمیان دونوں ڈاکٹروں نے اپنی کمائی سے اپنے نام کچھ زمین خریدی دو بھائیوں نے کیا کمایا کیا بنایا یہ ظاہر نہیں زید کا انتقال ہو چکا ہے، موجودین زید کی بیوی ہے چاروں لڑکے اور لڑکی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں زید کے چاروں لڑکے صرف اپنے باپ کی جائداد میں حصہ لینے کے حقدار ہیں یا باپ کی جائداد کے ساتھ اپنی اپنی کمائی کی بنائی ہوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں بھی ایک دوسرے سے حصہ لینے کے حقدار ہیں امید ہے کہ بالتفصیل جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

ان سب کی گواہ زید کی اہلیہ ہے جو ابھی باحیات ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

زید کے بیٹوں نے اپنی اپنی کمائی سے جو کچھ جمع کیا ان سب اموال کے وہ مستقل مالک ہیں، ایک کا دوسرے کے مال میں کوئی حق نہیں، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ خیریہ اور العقود الدریۃ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

"سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالاً ھل ھی لوالدہ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل" اھ(۱) ہاں زید کے متروکہ مال میں دیگر ورثا اپنے اپنے حصہ کے اور چاروں لڑکے برابر برابر حصے کے حقدار ہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ والفتاوی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ رشوال المکرم ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۷، ص: ۳۲۴

جو جائداد باپ اور بیٹوں کی مشترکہ کمائی سے بنائی گئی اس کا مالک کون ہوگا؟

مسئلہ از: حاجی عبدالخالق، چلہ، باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں۔

(۱) زید کے پانچ بچے ہیں، پانچ مکان ہیں، اور قریب تیرہ چودہ بیگھہ کھیت کی زمین ہے، کچھ نقدی روپے ہیں اور بھی کچھ جائیداد ہے، نقدی کو چھوڑ کر جتنی بھی جائیداد بنائی گئی ہے، چاہے وہ زید کے نام ہو یا زید کی عورت کے نام ہو یہ بھی جائیداد زید اور زید کے بچوں کی کمائی سے بنائی گئی ہے، زید کی عورت کا انتقال ہو چکا ہے، بڑا لڑکا زید کی مرضی کے مطابق بات نہ ماننے پر گھر میں پھوٹن پیدا ہو گئی ہے، جس سے مجھ کو اپنی زندگی ہی میں بٹوارہ کرنا پڑا، حالات دیکھتے ہوئے دو سال پہلے پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان جو جس مکان میں رہ رہا تھا ان کو وہی مکان زید کی مرضی کے مطابق رجسٹرڈ وصیت نامہ پانچوں لڑکوں کو کرا دیا، اب وہ اپنے اپنے مکان میں رہ رہے ہیں، کھیت نقدی، اور کچھ جائیداد زید نے اپنے لیے پاس میں رکھا اور اس کی آمد بھی اپنے پاس زید رکھتا ہے اسی سے اپنا خرچہ، علاج کا خرچ زید چلاتا ہے اور جو زید کی مرضی سے کام کرتا ہے، زید کی خدمت کرتا ہے اس کو اس کی آمدنی دیتا ہے۔

کیا زید کے پاس مکان کے علاوہ جو جائیداد، کھیت، نقدی وغیرہ ہے جس کو لڑکوں نے مل کر بنائی ہے اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہے یا جو کوئی زید کی خدمت کرے اس کو زید بچی ہوئی جائیداد دے سکتا ہے یا نہیں؟ پوری جائیداد لکھوا سکتا ہے یا کچھ حصہ لکھوا سکتا ہے، یا جو مکان پانچوں کو زید دے چکا ہے وہ مکان اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے۔

(۲) نافرمان بیٹا اپنی ماں باپ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہیں! یعنی والدین کی بات نہ ماننے والا بیٹا نافرمان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) باپ بیٹوں نے مل کر کوئی جائیداد بنائی اس جائیداد کو ماں باپ کے نام کرائی، مکان کو بانٹ کر پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان دیا باقی جائیداد کیا باپ اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا جو باپ کی خدمت کرے گا اس کو ساری جائیداد یا کچھ حصہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) تجارت، وزارعت یا دیگر کاروبار میں اگر زید کے بیٹے زید کی اعانت اور مدد کے طور پر زید کے ساتھ کماتے اور محنت ومشقت کرتے رہے اور ان کا اپنا الگ سے کوئی کاروبار نہ تھا، تو ان کی کمائی سے جو کچھ مال جمع ہوا

سب زید کی ملکیت ہے، بیٹوں میں سے کسی کو ان مالوں میں حق ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں العقود الدریہ سے ہے:

"حیث کان من جملة عیاله والمعینین له فی اموره واحواله فجمیع ما حصل بکده ولعقبه فهو ملک خاص لأبیه لاشئی له فیه حیث لم یکن له مال ولواجتمع له بالکسب جملة اموال لانه فی ذلک معین لا بیه الخ"(۱)

اور جب وہ سب مال خاص ملک زید ہے تو اسے اپنی حیات میں جسے چاہے دے سکتا ہے البتہ اگر وارثین میں سے کسی کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرے گا تو عنداللہ ماخوذ اور گنہ گار ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:" من فرمن میراث وارثه قطع الله میراله من الجنة یوم القیمة" (۲)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں:" ان وهب ماله کله لواحد جاز قضاء وهوا ثم"(۳)

اور اگر زید کے بیٹوں نے اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا زید کے کاروبار سے ہٹ کر الگ اپنا کوئی خاص کسب اختیار کیا تو اب جو کچھ بیٹوں نے کمایا سب انہیں کا ہے زید کو اپنی مرضی سے اس میں تصرف کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں ان کی مرضی سے جسے چاہے دے دے اور جو مکان زید نے پانچوں بیٹوں کو دے دیا وہ پانچوں مکان ان بیٹوں کے ہو گئے اگر وہ بالفرض زید ہی کی خاص ملک تھے تو بھی اب انہیں واپس نہیں لے سکتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:"ولا یرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة کالأ باء والامهات وان علوا والاولادو ان سفلوا اه"(۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) نافرمان اولاد سخت مجرم وگنہگار، مستحق نار وغضب جبار ہے مگر اس بنا پر وہ وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا کہ موانع ارث صرف چار ہیں اس میں عقوق والدین شامل نہیں ہے، کما فی الفقه واللّٰه تعالیٰ اعلم.

(۳) اس کا جواب نمبر ایک میں آ گیا۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویه، م، ج:۱۸، ص:۱۶۲

(۲) سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۷، ص:۳۸۸

(۴) الفتاوی العالمگیریة، ج:۴، ص:۳۸۷

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كتاب الوقف

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

﴿حَبِّسِ الْاَصْلَ وَسَبِّلِ الثَّمَرَةَ﴾

(سنن الدارقطنی، ج:۴، ص:۱۸۷)

یعنی

اصل کوروک کر پھلوں کو وقف کرو۔

ازص:۴۳۶	تا	ص:۵۳۱

کل فتاوی:۱۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باپ نے مدرسہ میں زمین وقف کی تو بیٹے کا واپس لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع، موضع ملکھائی، پوسٹ کپتان گنج، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے والد اور خالد اور بکر نے اپنی مشترکہ زمین کے کچھ حصہ کو ایک دینی مدرسہ میں عرصہ بیس سال قبل وقف کیا، مدرسہ نے اس زمین پر مٹی وغیرہ ڈلوا کر کچھ حصہ پر عمارت تعمیر کیا اور کچھ حصہ کو بطور صحن استعمال کرتا رہا۔ زید کے والد کے انتقال کے بعد بھی وہ زمین بدستور مدرسہ کے قبضہ واستعمال میں رہی جس سے زید کو بھی کوئی اعتراض نہیں رہا، کیوں کہ اس کے متعلق کوئی لکھا پڑھی نہیں ہوئی اس لیے اراکین مدرسہ نے اس کو زید و بکر و خالد سے مدرسہ کے نام لکھنے کو کہا تو تینوں لوگ بخوشی تیار ہو گئے مگر عین موقع پر زید کو چند لوگوں نے ورغلایا و بہکایا تو زید نے زمین کو مدرسہ کے نام لکھنے سے انکار کر دیا پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے مدرسہ میں جب کہ تعلیم جاری تھی بچے و مدرسین کو بھگا کر تالا لگا دیا۔

دوسرے دن گاؤں کے تمام لوگ اکٹھا ہوئے تو پھر تالا کھولا گیا اور تعلیم جاری ہوئی، کچھ دنوں کے بعد ایک چوتھے کی زمین پر جس نے اسی وقت وہ زمین مدرسہ میں وقف کیا تھا اس پر تعمیر کا کام شروع ہوا تو زید نے کچھ لوگوں کے ورغلانے و چڑھانے پر آ کر زبردستی تعمیر کو رکوا دیا۔ اراکین مدرسہ کے چند لوگ دوسرے دن بیٹھ کر تعمیر کا کام شروع کرا دیئے تو پھر کام جاری ہوا، تین دن کام ہوا، تقریباً آٹھ فٹ اونچی و ساٹھ فٹ لمبی دیوار تیار ہوئی کہ رات میں زید نے کچھ لوگوں کو لے کر مدرسہ کی وہ دیوار گرا دیا، پھر تھانے میں درخواست دیا کہ ہماری زمین پر چند لوگ گھر بنوا رہے ہیں، اور تھانے پر پیسہ وغیرہ دے کر سورس و سفارش لگا کر بذریعہ تھانہ تعمیر کے کام کو رکوا دیا جس سے مدرسہ کا کافی نقصان ہوا۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کو اپنے باپ کی وقف کردہ زمین واپس لینے کا حق ہے کہ نہیں اور

زید اگر زبردستی اسے لے رہا ہے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) زید مدرسہ میں تالا لگا دیا، مدرسہ کی تعمیر کو روکا، مدرسہ کی دیوار گرایا جب کہ اس کی زمین کے علاوہ دوسری زمین پر تعمیر کا کام ہو رہا تھا، زید کے یہ تمام فعل کیسے ہیں اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود جو لوگ آج بھی زید سے تعلقات رکھے ہوئے ہیں مدرسہ کے نقصان پہنچانے میں اس کا تعاون کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ کھا، پی رہے ہیں، ان کا زید سے تعلق رکھنا، اس کا تعاون کرنا کیسا ہے؟ اور ان لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۴) مذکورہ بالا باتوں کی جانکاری کے باوجود کسی عالم کا زید کے یہاں یا جن لوگوں نے مدرسہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ یا زید سے ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں کھانا، پینا راہ ورسم رکھنا کیسا ہے؟

(۵) جن لوگوں نے زید کو ان نازیبا حرکات کے لئے ورغلایا اور اُکسایا اور تھانے وغیرہ پر رکوانے کے لئے اس کا تعاون کیا ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) زید کے باپ نے جب وہ زمین بنام مدرسہ اپنی زندگی میں وقف کر دی تو وہ وقف تام اور صحیح ولازم ہو گیا۔ اب زید کو ہرگز ہرگز اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں بحوالہ درمختار نقل فرمایا: "**فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولا یرھن.**" (۱)

اگر زید اس موقوفہ زمین کو زبردستی لے رہا ہے تو یہ اس کا صریح ظلم ہے، اسی طرح کی ایک صورت کے لئے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا: "صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف ودفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو وقت محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔" (۲)

(۲) زید کا یہ فعل سراسر ظلم وعدوان اور ناجائز وحرام ہے، مدرسہ کی زیر تعمیر دیواروں کو گرانے سے مدرسہ کا جتنا بھی نقصان ہوا سب کا تاوان زید پر فرض ہے اور مدرسہ میں تالا لگوانے، تعلیم رکوانے اور تعمیر رکوانے کا تو کوئی تاوان ہی نہیں البتہ اس کا سارا وبال اس پر رہے گا جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔ فقط **واللہ تعالیٰ اعلم.**

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۵۵

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۵۳

(۴،۳) زید اور اس کے مذکورہ غلط کاموں میں جتنے لوگوں نے اس کا تعاون کیا یا اسے ورغلایا سب پر فرض ہے کہ وہ اپنی نازیبا اور غلط حرکتوں سے باز آکر علانیہ توبہ و استغفار کریں اور تعمیر کے سلسلے میں دیواریں گرا کر مدرسہ کا جو مالی نقصان کیا ہے اس کا تاوان دیں، اگر یہ لوگ علانیہ توبہ و استغفار کر کے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ہیں تو مسلمانوں پر فرض ولازم ہے کہ ان لوگوں کا شدید بائیکاٹ کریں، ان سے ملنا، جلنا، سلام وکلام، نشست وبرخاست اور قیام وطعام یکسر بند کر دیں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں، اگر علاقہ کے مسلمان ایسا نہیں کرتے تو وہ خود گنہگار، موجب غضب مولائے جبار وقہار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱) یہ حکم علما وعوام سب کے لئے عام ہے اور حکم شرع پر عمل کرنا عامی وعالم دونوں پر لازم وضروری ہے۔ اگر عالم اس کے خلاف کرے تو یقیناً وہ بھی ظالم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جتنے لوگوں نے بھی زید کو مذکورہ غلط کاموں پر اُکسایا ورغلایا اور اس کا تعاون کیا سبھی جرم میں زید کے برابر کے شریک اور سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہیں۔ "قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲)

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

۲۲؍ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مدرسہ توڑ کر وہاں مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضان رضا، موضع خردوا، پوسٹ موئی، مسکنواں، گونڈہ

ایک عربی مدرسہ ہے اس کو کمیٹی والے توڑ کر مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں، تو اس زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں؟ اور مدرسہ کی اینٹ، پتھر مسجد کی عمارت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی کیا صورت ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

عربی مدرسہ کی زمین یا تو کسی شخص نے وقف کی ہوگی یا عامۂ مسلمین نے بنائے مدرسہ کے لئے چندہ دیا ہوگا اور ان کے چندہ سے زمین خرید کر مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہوگی، دونوں صورتوں میں وقف تام اور صحیح ہوگا اور وقف تام ہو جانے کے بعد اس میں کسی طرح کے تغیر وتبدل کا حق کسی کو نہیں رہتا۔

امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔: "وقف صحیح ہو جانے

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصلاً اختیار نہیں رہتا۔" (۱) الحاصل دینی مدرسہ کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ
۴ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

دیہات میں عیدگاہ کے لیے زمین وقف کرنے سے وقف تام ہوتا ہے کہ نہیں؟

مسئلہ از: امان اللہ خان مقام بھٹولیہ پوسٹ بیل تھانہ بیرگنیہ ضلع سیتامڑھی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین عیدگاہ کے لیے وقف کردیا تھا اور اس کے بعد اب وہ اپنے ذاتی مصرف کے لیے اسی موقوف کا کچھ حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کے عوض میں اسی عیدگاہ کی زمین سے متصل اتنی ہی زمین اپنی ملکیت سے دینا چاہتا ہے۔ مطلوب امر یہ ہے کہ زید کا عمل شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جس وقت زید نے عیدگاہ کے لیے زمین وقف کی تھی اگر اس وقت وہ آبادی گاؤں کی حیثیت رکھتی تھی اور شرعاً شہر میں داخل نہیں تھی تو زید اس کو اپنے ذاتی مصرف میں لاسکتا ہے کہ گاؤں میں عیدگاہ کے لیے وقف صحیح نہیں ہے اور جب وقف صحیح نہیں تو پھر ایسی زمین مالک کی ملکیت پر باقی رہتی ہے وہ جو چاہے کرے ایسا ہی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں (۲) فرمایا ہے:

اور اگر زمانہ وقف میں وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اب یہ وقف صحیح ہوگیا۔ اور اس میں کسی طرح کا مالکانہ تصرف نہیں کرسکتا ہے، نہ ہی اس میں سے کچھ واپس لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**لایجوز تغییر الوقف**" (۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۰ر جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۳۳۲
(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص:۴۱۶
(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۹

کیا سامان وقف کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد مقبول حسین اشرفی گلبرگہ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد اور خانقاہ کی زمین پر ایک پانی کا بورڈ لوا کر کارکنان مسجد وخانقاہ کو وقف کر دیا، بور کا پانی مسجد وخانقاہ کے لیے ہے لیکن کارکنان حضرات مسجد وخانقاہ کی آمدنی کی خاطر میزل واٹر بنا کر اس پانی سے تجارت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب صادر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

واقف کی منشا کے خلاف مال وقف میں تصرف ناجائز وگناہ ہے جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے اسی کام میں لگانا واجب ہے فتح القدیر میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ"(۱)

اور فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ"(۲)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں "اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغییر وتبدل جائز نہیں۔"(۳)

اور مال وقف کو کرایہ پر دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "حرام حرام بوجوہ حرام اگر چہ مسلمان کو جائز کار دنیوی کے لیے کرائے پر دیتے ہیں"(۴)

اور مسجد کی رسی اور ڈول کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے نہ بھرنے دیں"(۵) اس تفصیل سے واضح ہے کہ جب زید نے پانی کا بور مسجد وخانقاہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کو بطور تجارت استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

---

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج:۵، ص:۴۴۰
(۲) الفتاوی العالمگیریہ، کتاب الوقف، ج:۲، ص:۴۵۴
(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶ ص:۳۵۰
(۴) حوالہ سابق ص:۴۶۶
(۵) حوالہ سابق، ص:۵۶۰

کیا زمین موقوفہ کو واقف اپنے کام میں لاسکتا ہے؟

مسئلہ از: سہراب علی قادری مقام بندوریا، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے اپنی تیرہ بیسوہ زمین بچیوں کی دینی تعلیم کی خاطر نسواں قائم کرنے کے لیے وقف کردیا، جب کہ وہیں قریب ہی میں چھوٹے بچوں کا مکتب بھی چل رہا ہے جس میں ابتدائی تعلیم ہوتی ہے گاؤں والے اور کچھ علماء وقف شدہ زمین پر مدرسہ قائم کرنے پر مخالفت کررہے ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کے ساتھ کھانا پینا بند کردیا لہٰذا ان لوگوں کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ نیز مدرسہ تعمیر نہ ہونے کی صورت میں زید اپنی وقف شدہ زمین کو اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

دینی تعلیم کے لیے قائم ہونے والے مدرسہ کی مخالفت کرنے والے اگر بلا کسی وجہ شرعی کے مخالفت کررہے ہیں تو وہ مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں ورنہ کہیں آیت کریمہ ﴿یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾(۱) کے مصداق نہ ہوجائیں۔

مدرسہ کے لیے زمین وقف کرنے اور وہاں مدرسہ تعمیر کرنے کی بنا پر بائیکاٹ کرنے والے ایذاء مومن کے جرم میں گرفتار اور گنہ گار ہیں ان پر توبہ واستغفار اور بائیکاٹ ختم کرنا لازم ہے اور زید نے جب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف کردی تو وہ اب اپنے یا کسی دوسرے کے کام میں نہیں لاسکتا ہے کہ وقف تام ہونے کے بعد اب اسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ کسی دوسرے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "اذا صح الوقف خرج عن ملک الواقف (الی قولہ) لم یجز بیعہ ولا تملیکہ وھو باجماع الفقھاء" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۷

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف ج: ۶، ص: ۲۰۴

دینی دار العلوم کو اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: کلیم چشتی صدر غریب نواز تحفظ اسلام سوسائٹی مرول ناکہ مرول اندھیری ایسٹ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے متعلق کہ دینی تعلیم کی نشر واشاعت کے لیے قوم کی رقم سے تقریباً ۲۵ رلاکھ کے خرچ سے ایک دار العلوم بنا، کچھ سالوں چلنے کے بعد ٹرسٹیان ادارہ نے کچھ عاقبت بد انجام لوگوں کے مشورہ سے دار العلوم بند کرکے اسی عمارت میں انگلش میڈیم اسکول کھول دیا، مدرسہ بند ہوگیا اور اب انگریزی تعلیم اس میں ہورہی ہے مگر رمضان شریف میں زکوۃ وفطرہ کی رقم اب بھی وصول کی جارہی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارا ادارہ اردو میڈیم ہائی اسکول بھی چلاتا ہے جس میں ضرورت مند بچے اور بچیاں بھی پڑھتی ہیں، ہم یہ زکوۃ وفطرہ کی رقم ان کی کتاب وقلم اور دوسری ضرورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دینی دار العلوم کی بلڈنگ میں دار العلوم بند کرکے انگلش میڈیم اسکول کھولنا کیسا ہے؟ اور کھولنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اردو اسکول میں پڑھنے والے طلباء و طالبات پر زکوۃ وفطرہ کا روپیہ خرچ کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک ہے ورنہ زکوۃ وفطرہ دینے والوں کا فرض ادا ہورہا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان کو پھر سے زکوۃ وفطرہ ادا کرنا ہوگا، جو رقم اب تک وصول کی گئی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور وصول کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قوم کی رقم سے بنا ہوا وہ دار العلوم شرعاً وقف ہے اس کو بند کرکے اس میں انگلش میڈیم اسکول کھولنا ناجائز وحرام ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: "**لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماماً ولا الرباط دکانا**" (۱) اور دار العلوم کو اسکول میں بدلنے والے سخت مجرم وگنہگار مستحق نار وغضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ فوراً اس ادارہ کو اپنی اصلی حالت میں لائیں اور اپنے فعل حرام سے توبہ واستغفار کریں۔

اگر اردو اسکول میں دینی تعلیم مقصود اصلی کے طور پر ہوتی ہو اور دنیوی تعلیم اس کے ضمن میں ہوتی ہو جیسے عموماً مکاتب اسلامیہ ہیں تو ایسے اردو اسکول میں اس وقت زکاۃ وفطرہ کی رقم خرچ کرنا جائز ہوگا جب کہ زکاۃ وفطرہ کی رقم حیلہ شرعی کے بغیر وہ اسکول نہ چل سکتا ہو اور اگر وہاں دنیوی تعلیم اصل اور دینیات کی تعلیم ضمناً ہو یا فیس اور خصوصی عطیات وغیرہ سے وہ اسکول چل سکتا ہے تو اب اس میں زکوۃ وفطرہ کی رقم خرچ کرنا غلط ہے بلکہ اصل مستحقین کا حق مارنا ہے: اور ادائیگی زکاۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے فتاوی عالمگیری میں ہے **ھی تملیک المال من فقیر مسلم** (۲)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴ (۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۷۰

لہٰذا بغیر حیلہ شرعی خرچ کرنے کی صورت میں زکاۃ ادا نہ ہوئی اور فرض ذمہ میں باقی ہے اور جن لوگوں نے ایسے اسکول میں بلا حیلہ شرعی زکاۃ وفطرہ کی رقم لگادی۔ وہ بددیانت خائن اور مجرم وگنہ گار ہیں۔ ان پر تاوان لازم ہے اور اپنی ناجائز حرکتوں سے توبہ واستغفار اور ساتھ ہی ساتھ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد ضروری ہے واللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

جس کار خیر کے لیے چندہ وصول کیا گیا اس کے علاوہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری، پیلی بھیتی، جنرل سکریٹری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں ختم القرآن وتراویح یا قرآن سننے سنانے والے حفاظ کرام کے نذرانے کے نام پر رقم یا پیسہ عوام وخواص مسلمین سے وصول کر کے اکٹھا کیا جاتا ہے اس رقم اور پیسہ کو ان حفاظ کرام پر صرف کرنے کے ساتھ ہی ساتھ یا بعد میں کچھ رقم مسجد ومدرسہ کے کسی کام میں صرف کرنا یا مسجد کے بجٹ میں ڈال دینا کہ کبھی مسجد کے کام آئے گی شرعاً درست ہے یا نہیں ایسا کرنے والے افراد پر شرعاً کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں اسی طرح جو رقم مسجد کے نام سے اکٹھا کی گئی ہو اسے حفاظ کرام کے نذرانے میں دینا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا من الجلیل۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک رہتی ہے اور اس رقم کے خرچ کا معاملہ چندہ دینے والوں کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر چندہ دہندگان کو یہ معلوم ہے کہ حفاظ کرام کے نذرانہ کے نام پر وصول کی گئی رقم میں سے مسجد یا مدرسہ میں بھی کچھ صرف کیا جاتا ہے یا وہاں قدیم سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ نذرانہ کے نام پر وصول شدہ چندہ مسجد یا مدرسہ پر بھی خرچ ہوتا ہے یا چندہ دہندگان سے ارکان مسجد نے اجازت لے کر کچھ رقم بچالی اور اسے مسجد یا مدرسہ پر خرچ کیا غرض یہ کہ صراحتاً یا دلالتاً اجازت چندہ دہندگان کے بعد اگر اسے مسجد یا مدرسہ میں صرف کیا تو جائز ہے اور اگر بے اجازت صرف کیا تو حرام اور صرف کرنے والے مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ جن جن کا چندہ تھا ان کو تاوان دیں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندگان پر باقی رہتا ہے **کما حققناہ فی فتاونا** اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول ہو یا چندہ دہندگان اس (خرچ) پر آگاہ ہوا کیے اور اس پر راضی رہا کیے تو اب بھی

جائز ہے: "لان المعروف کالمشروط والاجازۃ دلالۃ کالاذن الصریح" اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا۔ اور اس کا مواخذہ مہتموں پر رہے گا اور جن جن کا وہ چندہ تھا ان سب کا تاوان ان پر لازم آئے گا: "لانھم تعدوا علی اموالھم والمتعدی غاصب والغصب مضمون" (۱) اور یہی حکم مسجد کے نام جمع کی گئی رقم کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وقف نامہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد ایوب قریشی شاہ عالم، ابوالکلام و جملہ مریدین گوہاٹی آسام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ نے اپنی زمین خانقاہ حسنی کے لیے وقف کر دیا تھا اور اسٹامپ (Stamp) پیپر میں تحریر بھی کیا تھا اس کے بعد مریدین کے تعاون سے خانقاہ کی تعمیر بھی ہوگئی اور پیر طریقت مدظلہ العالی کے ذریعہ تبلیغ دین و اشاعت سنیت کا کام بھی ہوتا رہا دینی ضروریات میں اس کا استعمال بھی ہوتا رہا اور تمام مریدین و متوسلین اتفاقی طور پر دینی کام بھی کرتے رہے۔

مگر پھر آپسی اختلافات کی بنیاد پر ہندہ کے داماد نے اس خانقاہ پر پیر طریقت مدظلہ العالی کی غیر موجودگی میں زبردستی قبضہ کر لیا اور ہندہ بھی اپنے قول کا انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے میں نے پیر صاحب کو رہنے کے لیے دیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ہندہ کے اس وقف نامے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کے داماد پر اس فعل کی وجہ سے حکم شرعی کیا عائد ہوتا ہے اور ہندہ کا انکار کرنا از روئے شرع قابل قبول ہوگا یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عند الناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وقف نامہ ایک تحریر ہے اور علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں خطوط و مراسلات بغیر شہادت شرعیہ معتبر نہیں ہیں ہدایہ میں ہے: "الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم" (۲) یعنی تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہٰذا اس سے یقین حاصل نہ ہوگا درمختار میں ہے: "لا یعمل بالخط (۱) فتاوی قاضی خاں میں ہے: "القاضی

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۵

(۲) الھدایۃ کتاب الشھادۃ، ج: ۲، ص: ۸۳

انما یقضی بالحجة والحجة هی البینة والاقرار به اما المضک فلا یصلح حجة لان الخط یشبه الخط (۲)اور غمز عیون البصائر میں ہے:''العلة فی عدم العمل بالخط کونه مما یزور و یفتعل ای من شانه ذلک وکونه من شانه ذلک یقتضی عدم العمل به وعدم الاعتماد علیه وان لم یکن مزوا فی نفس الامر کما هو ظاهر''(۳)

لہٰذا مذکورہ وقف نامہ صرف اس صورت میں مقبول ومعتبر ہوگا جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل یہ شہادت دیں کہ یہ وقف نامہ ہندہ ہی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا یا لکھوایا ہے۔چنانچہ ہدایہ میں ہے:''لا یقبل الکتاب الا بشهادة رجلین اورجل وامراتین لان الکتاب یشبه الکتاب فلا یثبت الابحجة تامة''(۴)

یہ تو وقف نامہ کا حکم ہوا لیکن اگر ہندہ نے واقعی وقف کیا تھا تو وہ زمین خانقاہ کے لیے وقف ہوگئی کہ صحت وقف کے لیے تحریری دستاویز ضروری نہیں ہے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے فتاوی عالمگیری میں ہے:''اما رکنه فالالفاظ الخاصة الدالة علیه'' (۵)یوں ہی اس زمین کا وقف ہونا مشہور ہو تو بھی وقف کا ثبوت ہوجائے گا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:''اگر زمین بنام وقف مشہور ہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہوجاتا ہے۔ردالمحتار میں ہے فی الاسعاف من الخانیة وتصح دعوی الوقف والشهادة به من غیر بیان الواقف''اھ ملخصا(۶)

اور ایسی صورت میں ہندہ کا انکار غیر معتبر ہوگا اور وہ زمین بدستور وقف ہی رہے گی۔یوں ہی ہندہ کے داماد کا اس زمین پر قبضہ کرنا بھی ظلم اور غصب ہوگا اور وہ ظالم وغاصب اور مجرم وگنہ گار ہوگا فتاوی عالمگیری میں ہے:''فیلزم فلا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الهدایه'' (۷)

تنویر الابصار میں ہے:''فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن''(۸)ہندہ کے داماد پر لازم ہوگا کہ اس زمین سے قبضہ ختم کر کے زمین مع عمارت مسمّی بہ خانقاہ کو اپنی اصلی حالت پر واپس کردے اگر

---

(۱)الدر المختار،ج:۲،ص:۲۴۲

(۲)فتاوی قاضی خان فصل فی دعوی الوقف،ج:۴،ص:۲۴۲

(۳)غمز عیون البصائر کتاب القضا والشهادة،ج:۱،ص:۳۳۹

(۴)الهدایه،ج:۳،ص:۱۳۹

(۵)الفتاوی العالمگیریة،ج:۲،ص:۳۱۷

(۶)الفتاویٰ الرضویه،ج:۶،ص:۴۶۳

(۷)الفتاوی العالمگیریة،ج:۳،ص:۴۱۶

(۸)تنویر الابصار مع الدر المختار،ج:۳ ص:۴۰۲

وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان ہر جائز جدو جہد کر کے اس کے قبضہ سے چھڑائیں اور اس آدمی کا مکمل بائیکاٹ کر دیں قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

مسجد کا چندہ کر کے حساب نہ دینے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد مہدی حسن و جملہ مسلمانان والٹر گنج ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

ایسا شخص جو عرصہ بیس سال سے مسجد کا فنڈ اپنے پاس رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چندہ کا حساب نہیں دوں گا جس کو ذمہ داری لینی ہو لے لے احترام یا خوف سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا، کئی سال سے نہ مسجد کی بیٹری کا انتظام ہے نہ مائیک اور روشنی کا حتی کہ کڑوا تیل بھی جلانے کو نہیں دیتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے جب مجھ سے کوئی مسجد کی ضرورت کے لیے پیسہ مانگے تو دوں گا اور دیگر مسلمانوں کا کہنا ہے کہ آپ کی ذمہ داری ہے آپ خود اسے دیکھیں۔

ابھی چند روز پہلے ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ جمعہ کو چندہ وصول کر کے جس ڈبہ میں رکھا جاتا ہے اس کو متولی کا لڑکا جمعہ بعد لے کر جانے لگا، ایک آدمی نے کہا رک جاؤ پیسہ لے جاتا ہے۔ میں ہر جمعہ کو آتا ہوں یہاں مسجد میں نہ بلب ہے نہ روشنی ہے کم از کم تیل وغیرہ کا پیسہ دیدیا کرو، لڑکا کچھ نہیں بولا مگر تھوڑی دیر بعد اپنے گھر بلا کر برا بھلا کہا اور جھڑک کر باہر بھگا دیا، اور کہا کہ تم کون ہو حساب لینے والے۔

آج بھی مسجد میں نہ تیل ہے نہ روشنی کا انتظام ہے اور گندگی پھیلی رہتی ہے اور مسجد کی کوئی حفاظت نہیں، اب ہم باشندگان محلہ کو کیا کرنا چاہیے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو جو وقف کے کام میں سستی کرتا ہو یا صاحب عقل و شعور نہ ہو یا اس کی بے توجہی کی وجہ سے وقف کا نقصان ہوتا ہو معزول کر دیں اور اس کی جگہ پر کسی متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کر لیں، چنانچہ درمختار میں ہے: "وینزع وجوباً بزازیۃ لو الواقف در فغیرہ بالاولیٰ غیر

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

مامون"(۱)

اور خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به"(۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم وخطا کار ہوں گے۔ جو شخص مسجد کا چندہ کرتا ہو اس پر لازم ہے کہ مطالبہ پر پورا حساب قوم کے سامنے پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

احاطۂ مدرسہ میں لگے گورنمنٹی نل سے لوگوں کا پانی لینا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں محلہ میں ایک مسجد ہے اور مدرسہ بھی ساتھ میں ہے مسجد اور مدرسہ کے احاطے کے اندر گورنمنٹ کا لگا ہوا نل ہے۔ اس نل سے محلہ کے لوگ پانی بھرتے ہیں نہاتے بھی ہیں اور کپڑے وغیرہ بھی دھوتے ہیں۔ ارکان مسجد جب محلہ والوں کو منع کرتے ہیں تو محلہ والے لڑنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیا محلہ والوں کو اس نل سے پانی بھرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

گورنمنٹی نل اگر چہ مدرسہ کے احاطہ میں ہو مگر وقف کا حکم نہیں رکھتا کیوں کہ گورنمنٹ اسے سماجی سہولت و آسانی اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دیتی ہے اس لئے اہل محلہ کا اس نل سے پانی لینا منع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج۳، ص:۳۸۴

(۲) رد المحتار، ج:۳، ص:۳۸۵

بنجر زمین کا مالک کون ہے؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

ایک گاؤں میں کچھ سرکاری زمین ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مطابق گاؤں کے طاقتور اور بااثر لوگوں نے اس سرکاری زمین پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ اسی گاؤں میں بہت سے غریب قسم کے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس رہنے کے لئے ڈھنگ کا مکان نہیں نکلنے کا راستہ نہیں گرام پردھان بھی انصاف نہیں کرتے اور جب انصاف کی بات آتی ہے تو اس میں بھی سیاسی چال چلتے ہیں از روئے شرع اس زمین پر کس کا حق ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

بنجر زمین یعنی جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے وہ اللہ و رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"عادی الارض للہ ولرسولہ."(۱)

ایسی زمین کو جو آباد کرے وہی اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من عمر ارضا لیست لاحد فھو احق" یعنی جو کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ رذی قعدہ ۱۴۳۴ھ

مدرسہ کی عمارت کو خانقاہ بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد سلیم بلڈر، بھوپال ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس سوال کے جواب میں

ایک شخص جس کا نام محمد نورالدین تقلینی ہے جو بھوپال کی سرزمین پر ایک ادارہ مدرسہ مدینۃ العلوم کا ناظم اعلیٰ بھی ہے۔ ایک ادارہ پلاٹ نمبر (۵۰×۲۰) ۹ میوروہار کالونی اشوک گارڈن بھوپال اپنے نام پر اپنے پیسے سے خریدا۔

---

(۱) سنن البیھقی، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) مشکوۃ المصابیح ص ۵۴۰

بعد میں ایک کمیٹی مدینۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی بنا کر رسیدیں چھپوا کر بستی کے لوگوں سے جس میں کئی سلسلے کے لوگ شامل ہیں چندہ کیا۔ چندے کی رقم سے اس پلاٹ پر تین منزلہ عمارت کی تعمیر کی گئی چندے کی رقم سے جناب نورالدین صاحب نے پلاٹ نمبر ۹ کی خرید خرچ کی رقم واپس لے لی اور ایک اقرار نامہ تاریخ ۸/۴/۲۰۰۳ء کو ۵۰ روپے کے اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا کہ پلاٹ نمبر ۹ میوروہار کالونی پر بنی تین منزلہ عمارت مدرسہ مدینۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی کی ملکیت ہے اور رہے گی اقرار نامے کی کاپی منسلک ہے۔

جناب نورالدین صاحب نے ۲۰۰۹ء میں اس ملکیت کے دوسرے اور تیسرے منزلہ کی رجسٹری خانقاہ شرافتیہ کے نام کردیا جبکہ اس کی کوئی قیمت مدرسہ مدینۃ العلوم کو ادا نہیں کی گئی ہے ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ اپنے پیسے سے خرید کر یا چندہ کی رقم سے مدرسہ کے نام کردی گئی اور پھر اس پر چندہ کی رقم سے عمارت تعمیر ہوگئی تو وہ زمین اور عمارت سب مدرسہ کے لئے وقف ہوگئی۔ چنانچہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"وہ زمین وعمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک روپیہ اور جس کا ہزاروں روپے سب شریک ہیں اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اور اس میں کسی کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک ہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں۔"(۱)

اور تغییر وقف ناجائز ہے یعنی مدرسہ کو خانقاہ بنانا جائز نہیں یونہی خانقاہ کو مسجد یا مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لایجوز تغییر الوقف "(۲)

اور ردالمحتار میں ہے "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه."(۳)

---

(۱)العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویه کتاب الوقف، ج:۶، ص:۳۳۶

(۲)الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف، ج:۲، ص:۴۹۰

(۳) ردالمحتار، کتاب الوقف، ج:۳، ص:۴۲۷

لہٰذا مدرسہ مدینۃ العلوم کی عمارت کی دوسری تیسری منزل کا خانقاہ کے نام رجسٹری کرنا شرعاً ناجائز وگناہ ہے جو شخص مذکور کی رجسٹری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں وہ عمارت بدستور مدرسہ کی ہے اس شخص کی بہت بڑی جرأت ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے اور اپنی اس حرکت پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہو اور فوراً اس رجسٹری کو قانونی طور پر منسوخ کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

وقفی قبرستان کو کرایہ پر دینا کیسا؟

مسئلہ از: شہزاد خان، مندسور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں

(۱) شہر میں ایک وقفیہ قبرستان ہے اس کو کرائے پر دے کر اس کی آمدنی سے عیدگاہ کی مرمت اور تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کچھ ناسمجھ لوگ یہ کہہ کر روک رہے ہیں کہ عیدگاہ کی زمین پر دارالعلوم بنانا اور قبرستان کے پیسے سے بالکل جائز نہیں ہے؟ کیا ان لوگوں کا اعتراض صحیح ہے۔ از راہ کرم جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عطا فرما کر قوم پر احسان فرمائیں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مسلمانوں کے قبرستان میں اگرچہ قبروں کے نشان مٹ چکے ہوں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہو پھر بھی کوئی تعمیر کرنا یا اسے کرایہ پر دینا ناجائز وگناہ ہے اور اس کرایہ سے عیدگاہ کی تعمیر وغیرہ کچھ جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"سئل ھو (القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی) عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط.(۱)

بہار شریعت میں ہے:

""مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۳۶۲

کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔ قبرستان کے تمام آداب بجالائیں"۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. (۱)

(۲) جو چیز جس غرض کے لئے وقف ہوا سے اس کے علاوہ کسی دوسری غرض کی طرف پھیرنا حتی کہ اس کی ہیئت بدلنا بھی ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ." (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلایجعل الدار بستانا و لاالخان حماما و لا الرباط دکانا." (۳)

درمختار مع ردالمحتار میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل بہ." (۴)

ان ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ کسی بھی وقف میں تبدیلی جائز نہیں ہے لہٰذا عیدگاہ کی زمین پر دارالعلوم یا مسجد، مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے جو مسلمان اس تعمیر پر اعتراض کررہے ہیں اور تعمیر کرنے سے روک رہے ہیں وہ ناسمجھ نہیں ہیں بلکہ شرع پر عمل کررہے ہیں اور ان کا یہ عمل بجا ہے بلکہ جو بھی مسلمان استطاعت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وقف کی تبدیلی سے لوگوں کو باز رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

جائیداد وقف کا بیعنامہ کرانے کا حکم

مسئلہ از: محمد ضیاء الدین القادری البرکاتی، حشمت نگر لکھاہی پوسٹ مرزاپور ضلع بلرام پور یوپی

حضور والا درجت مفتی صاحب قبلہ تحیۃ زاکیہ متکاثرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت و مفتیان ذی حشمت مسئلہ ذیل میں

(۱) وہ زمین جو کسی مدرسے کے لئے وقف کی گئی۔ اس پر گاؤں والوں نے مدرسہ بنالیا پھر پورے گاؤں کے مسلمان اتفاق رائے یا بلا اتفاق رائے کسی پڑھے لکھے پابند صوم وصلوٰۃ کو اپنا معتمد خاص سمجھ کر اس مدرسے کا متولی بنا دیا۔ اب اگر وہی معتمد مقبول اسی مدرسے کو اپنے نام بیعنامہ کروالے تو کیا یہ عندالشرع درست ہے؟

(۱) بہار شریعت، ج:۱۰، ص:۸۳

(۲) فتح القدیر، ج:۵، ص:۴۴۰

(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۳۵۴

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۴، ص:۳۳۴

(۲) اگر بالفرض اس متولی کا انتقال ہو جائے اور بیعنامہ ہونے کی وجہ سے مرحوم کے بچوں کے نام وہ مدرسہ وراثت میں آجائے تو بچوں پر اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر چند اشخاص یہ مشورہ کریں کہ ہم لوگ اسی بیعنامہ شدہ مدرسے کو ڈھنگ سے پھر سے بنائیں گے اور اسی میں اپنے بچوں کو پڑھائیں گے تو کیا بغیر بیعنامہ کے کاغذ کو عدالت سے مسترد کرائے ہوئے ان لوگوں کا یہ مشورہ شرعاً درست ہے۔

(۴) اگر مرحوم کے وارثین اپنی ضد ہی پر قائم رہیں اور اپنے حاشیہ نشینوں نیز مشیروں کے اشارہ پر اس زمین سے اپنا کاغذی قبضہ نہ ہٹائیں تو وارثین اور تمام حاشیہ نشینوں کے ساتھ مسلمانان اہلسنت کیا سلوک کریں؟

برائے کرم مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتا ہے نہ اس کی خرید و فروخت ہوسکتی ہے نہ ہبہ ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

"فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک"(۱)

ردالمحتار میں ہے: "ای لایکون مملوکا لصاحبه و لایملک ای لا یملک الغیر بالبیع و نحوه ."(۲)

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں "جائیداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی۔"(۳)

لہٰذا جس متولی نے وقف کو اپنے نام بیعنامہ کرایا وہ ظالم و غاصب ہے اور اس کا یہ بیعنامہ شرعاً باطل و عاطل ہے۔ اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بچوں پر لازم ہے کہ اس وقف سے فوراً دستبردار ہو جائیں کہ وقف میں مالکانہ تصرف کرنا ناجائز و حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔(۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ان کا یہ مشورہ درست ہے البتہ گورنمنٹی کاغذات کو بھی درست کرالیں تاکہ آئندہ کوئی دشواری نہ آئے۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۰۲

(۲) ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۰۲

(۳) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۳۵۳

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص:۳۴۵۴

واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حتی الامکان جائز کوشش کر کے غاصبوں کا قبضہ ختم کرائیں اور جو لوگ مرحوم کے وارثین کی غلط طور پر مدد کر رہے ہیں ان سب کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ.﴾(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

مسجد و مدرسہ کی رقم سے امام کو حج کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی عبدالکریم احمد منصوری، باندرہ ویسٹ، ممبئی۔۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی مسجد کے، کسی مسجد و مدرسہ کے ٹرسٹیان، اہل کمیٹی مسجد و مدرسے کے پیسے سے امام، موذن، خادم یا دیگر حضرات کو حج و عمرہ کے لئے بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع آگاہ فرمائیں، عنایت ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مسجد و مدرسہ کی رقم وقف کی ہو اور واقف کی جانب سے کسی بھی طور سے یہ اجازت نہ ہو کہ اس رقم سے امام و موذن وغیرہ کو ارکان کمیٹی حج یا عمرہ پر بھیج سکتے ہیں تو اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ کے لئے بھیجنا ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ."(۲)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام تحریر فرماتے ہیں

"جب تک واقف سے نصاً یا عرفاً اجازت ثابت نہ ہو۔ متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہو سکتی اگر بلا مسوغ شرعی اس میں مال وقف صرف کریں گے۔ اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے "لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا من ذلک ولو فعل یکون ضامنا عقود الدریہ میں ہے القاضی لیس لہ الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی"(۳)

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف، ج:۵، ص: ۴۴۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۸۳

یونہی اگر وہ رقم چندہ کی ہو اور چندہ دہندگان کی طرف سے کسی طرح بھی حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو بھی اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ پر بھیجنا جائز نہیں ہے کہ چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہے:

''چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر اس کے علاوہ کسی دوسرے کام میں صرف کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے۔ اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔''(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

دار العلوم کو انگلش میڈیم اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا شمس الدین قادری، خطیب و امام سنی جامع مسجد مکرانہ ضلع ناگور راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک کمیٹی نے دار العلوم کے لئے زمین خریدا، عمارت بنائی۔ اب کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ اس عمارت میں انگلش میڈیم اسکول چلایا جائے۔ واضح رہے کہ قوم کا تعاون دار العلوم کے نام زکوٰۃ وفطرہ وعطیات کی شکل میں لیا گیا ہے ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب قوم کے تعاون سے دار العلوم کے لئے زمین خرید کر اس پر عمارت بنادی گئی تو اب وہ زمین و عمارت دار العلوم کے لئے وقف ہوگئی۔ سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جزء کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کرکے ہمیشہ کے لیے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً ودلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی۔''(۱)

اور جب وہ زمین و عمارت دار العلوم کے لئے وقف ہوگئی تو اسے انگلش میڈیم اسکول میں بدلنا ناجائز وحرام

---

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج:۳، ص:۳۹

اور سخت گناہ ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ارشاد فرماتے ہیں:

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ."(۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ اھ"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

افتادہ اراضی اور چند مسائل وقف

مسئلہ از: محمد مقصود رضا مظفر پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسائل ذیل میں کہ:

(۱) افتادہ زمین جب حسب ارشاد حدیث اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے تو شرعا ان کا حکم وقف کا ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر گورنمنٹی عملہ ایسی زمین بنام مدرسہ الاٹ کر دے تو اسے وقف کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیا قلیل مدت یا طویل عرصہ کے لیے الاٹمینٹ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ فرق ہوگا؟

(۳) گورنمنٹ نے اگر بنام مدرسہ کوئی زمین الاٹ کر دی تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے گی یا وہ اب بھی گورنمنٹی زمین قرار پائے گی؟

(۴) اگر وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے تو واقف کون کہلائے گا گورنمنٹ یا وہ مسلمان جنھوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کیا؟

(۵) بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر اگر آبادی کے مسلمانوں نے مسجد تعمیر کی تو صحیح ہے یا نہیں؟

(۶) اگر افتادہ زمین کو گورنمنٹی الاٹ مینٹ کے بغیر بنام مدرسہ ایکوائر کر لیا پھر وہاں مدرسہ کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کرنا چاہیں تو درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

دنیا میں آباد انسانوں نے جن زمینوں کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے خواہ بیع و شراء کے طور پر یا وجوہ تملیک میں سے کسی اور طریقہ پر، شریعت مطہرہ نے ان لوگوں کو ان زمینوں کا مالک تسلیم کیا ہے اور انھیں اس میں تصرف

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۶، ۳۳۷

(۲) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۲۷

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۹۰

کرنے کا حق عطا فرمایا ہے ایسی زمینیں یہاں زیر بحث نہیں ہیں، تو ان کی تفصیل بھی مفید نہیں ہے۔

یہاں گفتگو ان زمینوں کی ہے جو بظاہر کسی شخص کی ملکیت میں نہیں ہیں اور ان پر دور دور تک کسی کے قبضہ و تصرف وملکیت کا نام ونشان نہیں ہے جن کو نزول کی زمین، افتادہ زمین اور بنجر زمین کے نام سے جانا جاتا ہے ان زمینوں کے متعلق ارشاد حدیث ہے "عادی الارض للّٰہ و رسولہ"۔(۱)

اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "وعادی الارض بتشدید الیاء المضمومة ای الا بنیة وایضاع القدیمة التی لایعرف لها مالك ،نسبت الی عاد قوم هود علیه الصلاة والسلام لتقادم زمانهم للمبالغة یعنی الخراب للّٰه و رسوله ای فیتصرف فیه الرسول ﷺ علی ما یراه و یستصبو به"۔ اھ(۲)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ جو زمین نہ کسی کی ملک ہو نہ کسی کی حق خاص ہو، وہ حاکم اسلام کی صواب دید پر ہے، بلفظ دیگر وہ بیت المال کی ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

"(هی ارض تعذر ذرعها لانقطاع الماء عنها او لغلبته علیها غیر مملوكة بعیدة من العامر)هذا تفسیر الموات من الارض، و انما سمیت مواتا اذا كانت بهذه الصفة لبطلان الانتفاع بها تشبیها لها بالحیوان اذا مات و بطل الانتفاع به، و اما تفسیر الحیاة فظاهر، والمراد من الحیاة هنا الحیاة النامیة قال اللّٰه تعالی ﴿فاحیینا به الارض بعد موتها﴾(۳)

و قوله غیر مملوكة أی فی الاسلام لأنَّ المیت علی الاطلاق ینصرف الی الكامل و كما له بان لا یكون مملوكا لاحد لانها اذا كانت مملوكة لمسلم أو ذمی كان ملكه باقیا فیهما لعدم ما یزیله فلا تكون مواتا، ثم ان عرف المالک فهي له و ان لم یعرف كانت لقطة یتصرف فیها الامام كما یتصرف في جمیع اللقطات و الأموال الضائعة و لو ظهر لها مالک بعد ذلک أخذها و ضمن له من زرعها ان نقصت بالزراعة و الا فلا شیء علیه، و قال القدوری رحمه اللّٰه: فما كان منها عادیا أو كان مملوكا فی الاسلام لا یعرف له مالک بعینه، فمراده بالعادیّ ما قدم خرابه كانه منسوب الی عادلخرابه من عهدهم و جعل المملوک فی الاسلام اذا لم یعرف مالكه من الموات لأن حكمه كالموات حیث یتصرف فیه الامام كما یتصرف في الموات لا لأنه موات حقیقیة علی ما بیّنا"۔(۴)

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ایسی زمینوں سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱)سنن البیهقی ج: ۶، ص: ۱۴۳ (۲)باب احیاء الموات

(۳) سورہ فاطر: ۹۰ (۴)تبیین الحقائق ج:۷، ص:۷۷

"شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی زمین پر باجازت راجہ بنی ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے۔ بیت المال کی کہلاتی ہے"۔اھ(۱)

خلاصہ کلام یہ کہ وہ زمین بیت المال کی ہے اب اس پر وقف کا حکم لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں اس کے لیے وقف کی تعریف اوراس کے شرائط واحکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو مسئلہ واضح ہوجائے گا۔لہذا ذیل میں وقف کی تعریف اوراس کے شرائط واحکام درج کیے جاتے ہیں۔فتاوی عالمگیری میں وقف کی تعریف میں مسطور ہے:

"فھو فی الشرع عند ابی حنیفة رحمه الله حبس العین علی ملک الواقف و التصدق با لمنفعة علی الفقراء و علی وجه من وجوه الخیر بمنزلة العواری کذا فی الکافی".(۲)

بہار شریعت میں ہے:

"وقف کے یہ معنی ہیں کہ کسی شئی کو اپنی ملکیت سے خارج کرکے خالص اللہ عزوجل کی ملک کردینا اس طرح کی اس کا نفع بندگان خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔(۳)

اوراس کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

"وشرطه شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لا بد ان یکون ما لکه وقت الوقف ملکا باتا ولو بسبب فاسد وان لا یکون محجورا عن التصرف اھ".(۴)

اسی میں ہے:

"واما التابید معنی فشرط اتفا قا علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشائخ"۔(۵)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ومنها الملک وقت الوقف حتی لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من ما لکها ودفع الثمن الیه او صا لح علی مال دفعه الیه لا تکون وقفا کذا فی بحر الرائق"۔(۶)

ان عبارات سے واضح ہے کہ وقف ایک خاص فقہی اصطلاح ہے جو اس کا مصداق ہوگا اس کو وقف کہا جائے

---

(۱) الفتاوی الرضویة ج: ۶،ص: ۴۵۹

(۲) الفتاوی العالمگیریة ج: ۲،ص: ۳۵۰

(۳) بہار شریعت ج: ۱۰،ص: ۵۲۳

(۴) درا لمختار مع رد المحتار ج: ۶،ص: ۴۱۰

(۵) درا لمختار مع رد المحتار ج: ۶،ص: ۴۱۹

(۶) الفتاوی العالمگیریة ج: ۲،ص: ۳۵۳

گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ واقف اس کا مالک ہو اور ہمیشہ کے لیے اپنی ملکیت سے خارج کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دے۔ لہٰذا جب کہ یہاں ان افتادہ زمینوں پر نہ وقف کی تعریف صادق آ رہی ہے اور نہ ہی کوئی شخص ان کا مالک ہوتا ہے، تو ان کو وقف بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں ان کا وقف درست ہے اور ان پر اشیاء موقوفہ کا حکم جاری ہوگا، مثلاً حاکم وقت نے وہ زمین کسی کو دے دی اب اس نے اپنی طرف سے وقف کر دیا یا خود حاکم اس زمین کا کسی طریقے سے مالک ہو گیا اور اس نے وقف کر دی تو ان تمام صورتوں میں وہ زمین وقف ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویتفرع علی اشتراط الملک انه لا یجوز وقف الا قطاعات الا اذا کانت الارض مواتا او کانت ملکا للامام فا قطعها الامام رجلا وانه لا یجوز وقف ارض الحوز للامام لانه لیس بما لک لها". (۱)

ردالمحتار میں ہے: "قوله :(و اما وقف الاقطاعات الخ)هی ما یقطعیه ا لامام: ای یعطیه من ا لأراضی رقبة، أو منفعة لمن له حق في بیت المال.

و حاصل ما ذکره صاحب "البحر "فی رسا لته التحفة المرضیة فی الاراضی المصریة :ان الواقف لارض من الاراضی:لا یخلو اما ان یکون مالکا لهامن الاصل بان کان من اهلها حین یمنّ الامام علی اهلها او تلقی الملک من ما لکها بوجه من الوجوه او غیرهما ،فان کان الاول فلا خفاء فی صحة وقفه لوجود ملکه ان کان الواقف غیرهما فلا یخلو اما ان وصلت الی یده با قطا ع السلطان ایاهاله، او بشراء من بیت الما ل من غیر ان تکون ملکه ،فان کان الاول:فان کانت مواتا او ملکا لسلطان صح وقفها ،وان کانت من حق بیت المال لا یصح . قال الشیخ قاسم :ان منْ اقطعه السلطان ارضا من بیت الما ل ملک النفعة بمقا بلة ما ا عدله فله اجا رتها ،و تبطل بموته او اخراجه من الاقطاع لان للسلطان ان یخرجها منه اه . وان وصلت الارض الی الواقف با لشراء من بیت المال بوجه مسوغ ،فان وقفه صحیح لانه ملکها ،ویراعی فیها شروطه سواء کان سلطانا اوامیرا او غیرهما ".(۲)

یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی نے ایسی زمین پر والی ملک کی اجازت کے بغیر خود بخود قبضہ کر کے اسے قابل انتفاع بنا دیا، تو وہ اس کا مالک ہوگا یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بغیر اجازت والی مالک نہیں ہوگا جبکہ صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہو جائے گا، مگر قول امام مختار ہے جیسا

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة ج:۲، ص:۳۵۴

(۲) درالمختارمع رد المحتارج:۶، ص:۲۶۶

کے بدائع الصنائع میں ہے:

"فالملک فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام عند ابی حنیفة، و عند ابی یوسف و محمد رحمهما الله تعالی یثبت بنفس الاحیاء و اذن الامام لیس بشرط.

و جه قولهما: قوله علیه الصلاة و السلام: من احیا أرضا میتة فهي له و لیس لعرق ظالم فیه حق. اثبت الملک للمحی من غیر شریطة اذن الامام و لانه مباح استولی علیه فیملکه بدون اذن الامام کما لو اخذ صیدا أوحش کلا و قوله علیه الصلاة و السلام: لیس لعرق ظالم فیه حق، روی منونا و مضافا، فالمنون هو أن ثبت عروق اشجار انسان فی أرض غیره بغیر اذنه فللصاحب الارض قلعها حشیشا.

ولابی حنیفة علیه الرحمة: ما روی عن النبی ﷺ انه قال: (لیس للمرء الا ما طابت به نفس امامه) فاذا لم یأذن فلم تطب نفسه به فلا یکون له، ولان الموات غنیمة فلا بد للاختصاص به من اذن الامام کسائر الغنائم"۔اھ(۱)

اور ردالمحتار میں ہے:

(ان أذن له الامام فی ذالک) و القاضی فی ولایته بمنزلة الامام. (تتارخانیة) عن الناطفی وفیها قبیل کتاب (الاحیاء): سئل السمرقندی فی رجل وکل باحیاء الموات هل هو للوکیل کما فی التوکیل بالاختطاب و الاحتشاش، ام للموکل کما في سائر التصرفات؟ قال: ان اذن الامام للموکل بالاحیاء یقع له اھ. قوله: (وقالا یملکها بلا اذنه) مما یتفرع علی الخلاف ما لو امر الامام رجلا ان یعمر ارضا میتة علی ان ینتفع بها ولا یکون له الملک، فاحیاها لم یملکها عنده لان هذا شرط صحیح عند الامام، وعندهما: یملکها ولا اعتبار لهذ الشرط اھ. ومحل الخلاف: اذا ترک الاستئذان جهلا، اما اذا ترکه تهاونا بالامام کان له ان یستردها زجرا. افاده المکی: ای اتفاقا. وقول الامام هو المختار، ولذا قدمه فی (الخانیة) و (الملتقی) کعادتهما، وبه اخذ الطحاوی وعلیه المتون. بقی هل یکفی الاذن اللاحق؟ لم اره. اھ (۲)

واضح رہے کے ہمارے ملک ہندوستان میں نگر پالیکا اور منسپلٹی کے حکام اور افسیران کو حکومت کی جانب سے یہ اختیار رہتا ہے کہ ایسی زمینوں کو وہ کسی ادارہ وغیرہ کے نام کر سکتے ہیں، تو ان لوگوں کی اجازت بھی شرعا معتبر ہوگی۔ اب یہ اجازت خواہ صراحتا ہو خواہ عرفا و دلالۃ ہو، اس کا اعتبار ہوگا اور اس طور پر اگر کسی نے قبضہ کر کے اسے وقف کر دیا،

(۱) بدائع الصنائع: ج۵، ص:۲۸۴

(۲) درالمختار مع ردالمحتار: ج:۱۰، ص:۶

تو وہ وقف بھی صحیح ہوگا کہ صحت وقف کے لیے ملکیت کی شرط متحقق ہے۔

اس مقام پر یہ گوشہ بھی توجہ طلب ہے کہ گورمنٹی عملہ افتادہ زمین کو کسی ادارہ وغیرہ کے نام کرتا ہے، تو اس کی ایک صورت الاٹمینٹ کی ہوتی ہے، جس میں وہ ادارہ مکمل اس زمین کا مالک ہوجاتا ہے۔ دوسری صورت پٹے کی ہوتی ہے، جو کبھی قلیل کبھی طویل مدت کے لیے کرتا ہے، مگر عمل درآمد یہی ہے کہ جب کوئی زمین کسی کے نام ہوگئی اور اس نے اس پر عمارت کھڑی کردی، تو اب گورمنٹ اسے واپس نہیں لیتی ہے، بلفظ دگر دوامی اجارہ کی شکل ہوجاتی ہے تو وہاں بھی ہمیشہ کے لیے دینے کا معنی پایا جاتا ہے، لھذا اس طرح سے حاصل شدہ زمین کو بھی وقف کیا جاسکتا ہے اور اس کا وقف صحیح ہوگا۔ فتاوی رضویہ میں دوامی اجارہ کی زمین پر دفن کرنے اور مسجد بنانے سے متعلق درج ہے۔

"بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو ملک غیر ہونا منافی جواز دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالۂ قبر کا اختیار ہوگا مگر جب اس کا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علما نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی۔ اور اس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔(۱)

یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہوگی جبکہ بنجر اور افتادہ زمین کسی شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ وقف کرے لیکن اگر گورمنٹی عملہ نے خود کسی ادارہ کے نام الاٹ کردیا تو اسے وقف نہیں کیا جاسکتا ہے کہ گورمنٹی عملہ شرعا اس کا مالک نہیں جبکہ وقف کے لئے ملکیت ضروری ہے۔ البتہ ان زمینوں کو ارصادات کہیں گے۔

درمختار میں ہے:

"وفي الوهبانية ولو وقف السلطان من بيت مالنا لمصلحة عمت يجوز ويوجر"۔

ردالمحتار میں ہے:"لمصلحة عمت "كالوقف على المسجد بخلافه على معين واولاده فانه لايصح وان جعل اخره للفقراء كما اوضحه العلامة عبدالبر بن الشحنة. قوله :(ويوجر)لان بيت المال معدلمصالح المسلمين،فاذا ابده على مصرفه الشرعي يثاب،لاسيما اذا كان يخاف عليه امراء الجور الذين يصرفونه في غيرمصرفه الشرعي فيكون قد منع من يجيء منهم ويتصرف ذالک التصرف .ذکره العلامة عبدالبر ط. ومفاده انه ارصاد لاوقف حقيقة كما قد مناه .(۲)

فتاوی رضویہ میں ہے:"سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لیے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کردیا ان کا حکم بعینہ مثل وقف ہے وانما سميت ارصادات لان الوقف شرطه الملک والسلاطين لا يملكون ما في ولا يتهم ان الملک الاالله".(۳)

---

(۱)الفتاوی الرضوية ج:۴، ص: ۱۰۰

(۲)درالمختارمع ردالمحتار ج:۶، ص:۶۷ ۴

(۳)الفتاوی الرضوية: ج۶،ص: ۱ ۳۵

اسی میں ہے کہ ارصادات سلاطین حکم وقف میں ہیں نہ وہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیع وانتقال کا کوئی حق ہو۔اھ(۱)
اسی میں ہے: زمین احاطۂ درگاہ معلی (اجمیر شریف) عامۂ زائرین واردین صادرین کے لیے وقف یا ارصاد کالوقف، بہرحال محکوم باحکام الوقف ہے۔(۲)
اور جب وہ زمین ارصادات ہیں تو ان میں جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہوگا ان سب کا اعتبار کرنا کوئی لازم نہیں ہے بلکہ جو بھی کار خیر ہو اس میں استعمال کی جاسکتی ہے۔
ردالمحتار میں ہے:

"قال السید الحموی فی حا شیة الاشباہ قبیل فائدة اذا اجتمع الحلال والحرام ما نصه وقد افتی علامة الوجود المولی ابو السعود مفتی السلطنة السلیمانیة بان اوقاف الملوک والامراء لا یراعی شرطها لانها من بیت المال او ترجع الیه و اذا کان کذالک یجوز الاحداث اذا کان المقرر فی ا لوظیفة او المرتب من مصارف بیت المال ".اھ

ولا یخفی ان المولی ابا السعود ادری بحال اوقاف الملوک و مثله ما سیذ کره الشارع فی الوقف عن(المحبیة)عن(المبسوط)من (ان السلطان یجوز له مخا لفة الشرط اذا کان غا لب جهات الوقف قری و مزا رع ،لان اصلها لبیت المال)اھ.یعنیٔ اذا کانت لبیت المال ولم یعلم ملک الواقف لها ،فیکون ذالک ارصادا لا وقفا حقیقة ای ان ذالک السلطان الذی وقفه اخرجه من بیت المال و عینه لمستحقیه من العلماء و الطلبة و نحوهم عونا لهم علی وصولهم الی بعض حقهم من بیت المال.

و لذا لما اراد السلطان نظام (المملکة برقوق) فی عام نیف و ثمانین و سبع مائة: ان ینقض هذہ الاوقاف لکونها اخذت من بیت المال، و عقد لذلک مجلسا حافلا حضرہ الشیخ سراج الدین البلقینی و البرهان ابن جماعة و شیخ الحنفیة الشیخ اکمل الدین شارح(الهدایة)، فقال البلقینی: ما وقف علی العلماء و الطلبة لا سبیل الی نقضه، لان لهم فی الخمس اکثر من ذلک، و ما وقف علی فا طمة و خدیجة و عائشة ینقض، و وافقه علی ذلک حاضرون) کما ذکرہ السیوطی فی (النقل المستور فی جواز قبض معلوم الوظائف بلا حضور)ثم رایت نحوہ فی (شرح الملتقی)ففی هذا تصریح بان اوقاف السلاطین من بیت المال ارصادات ،لااوقاف حقیقة،وان ما کان منها علی مصا ریف بیت المال لاینقض ،بخلاف ما وقفه السلطان علی

(۱)الفتاوی الرضویة ج:۶ ،ص:۳۴۸
(۲) حواله سابق ص:۳۴۵

اولادہ او عتقا لہ مثلا،وانہ حیث کانت ارصادا لا یلزم مراعاۃ شروطھا لعدم کونھا وقفا صحیحا ،فان شرط صحتہ ملک الواقف .والسلطان بدون الشراء من بیت المال لا یملکہ .وقد علمت موافقۃ العلامۃ الاکمل علی ذالک، وھو موافق لما مر عن (المبسوط)وعن المولی ابی السعود ،ولما سیذکرہ الشارح فی الوقف عن (النھر)من ان وقف الاقطاعات لا یجوز الا اذا کانت ارضا مواتا،او ملکا للامام فا قطعھا رجلا ،و ھذا خلاف ما فی(التحفۃ المرضیۃ)عن العلامۃ قاسم من ان وقف السلطان لارض بیت المال صحیح .

قلت :ولعل مرادہ انہ لازم لایغیر اذا کان علی مصلحۃ عامۃ ،کما نقل الطرسوسی عن قاضیخان من ان السلطان لو وقف ارضا من بیت ما ل المسلمین علی مصلحۃ عامۃ للمسلمین جاز . قال ابن وھبان:(لانہ اذا ابدہ علی مصرفہ الشرعی فقد منع من یصرفہ من امراء الجور فی غیر مصرفہ)اہ.فقد افا د ان المراد من ھذا الوقف تأبید صرفہ علی ھذہ الجھۃ المعینۃ التی عینھا السلطان مما ھو مصلحۃ عامۃ ،و ھو معنی الارصاد السا بق،فلا ینافی ما تقدم ،واللّٰہ سبحانہ اعلم .اھ(۱)

اس تفصیل کی روشنی میں عرض ہے کہ:

(۱) افتادہ زمینیں بلاشبہ اللہ جل مجدہ اوررسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہیں مگر وہ وقف نہیں ہیں نہ ہی ان پر احکام وقف نافذ ہوں۔واللّٰہ تعالی اعلم ۔

(۲) گورمنٹ عملہ ایسی زمین اگر بنام مدرسہ الاٹ کردے تو وہ ارصادات سلطانی میں شمار ہوگی خواہ مدت قلیل ہو یا کثیر اس سے مسئلہ کی نوعیت پر کچھ فرق نہ پڑے گا۔واللّٰہ تعالی اعلم ۔

(۳) گورمنٹ نے اگر کوئی زمین بنام مدرسہ الاٹ کردی تو اس الاٹ کردینے سے وہ مدرسہ کے لیے وقف نہ مانی جائے گی البتہ اگر مسلمانوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کردیا تو اب وہ زمین وعمارت بنام مدرسہ وقف ہو جائے گی۔واللّٰہ تعالی اعلم ۔

(۴) جس صورت میں وہ زمین مع عمارت وقف ہوگی تو اس کے واقف مسلمان ہوں گے۔واللّٰہ تعالی اعلم ۔

(۵) گورمنٹی الاٹ منٹ وقف نہیں ہے تو وہاں مسجد بنانا بھی جائز ہے کہ وہ زمین ارصادات سلطانی میں سے ہے تو گورمنٹی صراحت کے باوجود صرف مدرسہ کے لیے ہی اسے مخصوص نہیں مانا جائے گا بلکہ ہر کار خیر میں اسے

(۱)درالمختارمع رد المحتا ر ج:۶،ص:۲۲۵

استعمال کر سکتے ہیں جس میں تعمیر مسجد بھی شامل ہے۔اور اگر بالفرض مدرسہ کے لیے ہی وقف مانا جائے تو بھی وہاں مسجد بنا سکتے ہیں کیونکہ جس طرح درسگاہ کے علاوہ بچوں کے لیے دار الاقامۃ ،استنجا خانہ، غسل خانہ، وضوخانہ، لائبریری، ڈائننگ ہال وغیرہ مصالح مدرسہ میں شمار ہوتے ہیں یونہی طلبہ کے لیے نماز پڑھنے کی خاطر تعمیر مسجد بھی مصالح مدرسہ میں شامل ہوگی تو اس طرح بھی وہاں تعمیر مسجد درست ہے۔واللہ تعالی اعلمْ ۔

(٦) کسی افتادہ زمین کو محض ایکوائر کر لینے اور کسی نام سے اس کی چہار دیواری کرا دینے سے اس کے لیے وقف نہیں مانا جائے گا۔ہدایہ میں ہے:

”(ومن حجر ارضا ولم يعمر ها ثلاث سنين اخذ ها الامام ودفعها الى غيره)لان الدفع الى الاول كان يعمر ها فتحصل المنفعة للمسلمين من حيث العشر او الخراج ،فاذا لم تحصل يدفع الى غيره تحصيلا للمقصود ولان التهجير ليس باحيا ء ليملكه به. لان الاحياء انما هو العمارة والتحجير الاعلام ،سمي به لانهم كانوا يعلمونه بوضع الاحجار حوله او يعلمونه لحجر غير هم عن احيائه فبقي غير مملوک كما كان هو الصحيح “.(١)

اور عنایہ میں ہے:”ومن حجر ارضا يجوز ان يكون من الحجربفتح الجيم وسكونه .ومعنى الاول اعلم بوضع الاحجار حوله لانهم كانوا يفعلون ذالک ،ومعنى الثانى اعلم بحجر الغير عن احيائها فكان التحجير هو الاعلام فاذا حجر ارضا ولم يعمرها ثلاث سنين اخذ ها الامام ودفعها الى غيره ،والاصل فى ذالک ان المشائخ رحمهم الله اختلفوا فى كونه مفيدا للملک ،فمنهم من قال :يفيد ملكا موقتا الى ثلاث سنين وقيل لا يفيد و هو مختار المصنف رحمه الله اشا راليه بقوله :هو الصحيح“.(٢)

لہٰذا اگر مسلمانوں نے کسی بنجر زمین کو بنام مدرسہ ایکوائر کر لیا تو وہاں مدرسہ و مسجد دونوں بنا سکتے ہیں۔واللہ تعالی اعلم ۔

الجواب صحیح:محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ:محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

---

(١) الهداية مع الفتح ج:١٠ ،ص:٨٧

(٢) العناية مع الفتح ج:١٠ ،ص:٨٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب المسجد

مسجد کا بیان

مسجد کی تعمیر میں گورنمنٹ کا پیسہ لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد انظار عالم قادری مقام سالکی پوسٹ گاجپاڑہ کشن گنج (ہند)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سید شاہ نواز جو مرکزی کپڑا منتری ہے اور ضلع کشن گنج کا ایم، پی بھی ہے اس سے پیسہ لے کر اس پیسہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نہیں جب کہ عوام الناس کا کہنا ہے کہ اس رقم کو مسجد میں لگانا درست نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ وہ رقم اس کے جیب کی نہیں ہے بلکہ یہ رقم سرکاری اور گورمنٹی ہے اور یہاں کی گورنمنٹ غیر مسلم ہے گویا یہ رقم ایک واسطہ سے غیر مسلم کی ہے اور غیر مسلم کی رقم مسجد میں صرف کرنا نادرست ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

گورنمنٹ کا خزانہ کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہوتا یوں ہی ممبر آف پارلیمنٹ یعنی ایم پی فنڈ کی رقم بھی۔ لہٰذا اسے لے کر مسجد تعمیر کرنا یا مسجد کے دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز ودرست ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۱) میں تحریر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۵ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:٦، ص:۴٦۰

مسجد بنانے کے بعد نیچے دوکان نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جوہر علی ڈکھن دروازہ شہر بستی۔

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک قدیم مسجد ہے اب کمیٹی والے چاہتے ہیں کہ مسجد کی نئی تعمیر کی جائے اور نیچے کو اٹر کی شکل دے کر مسجد کو اوپر کر دی جائے اور نماز اوپر ہی ادا کی جائے ایسی صورت میں مسجد کے نچلے حصے کو کواٹر کی شکل میں تبدیل کر کے اوپر نماز ادا کرنا کیا درست ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ مسجد ہوگئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک ہمیشہ کے لئے مسجد قرار پا چکی اب اس کے کسی بھی حصہ پر نیچے یا اوپر دوکان ومکان وغیرہ کچھ بھی بنانا شرعاً حرام حرام اشد حرام ہے۔ علامہ اجل شہاب الدین احمد چلپی حاشیہ تبیین الحقائق میں تحریر فرماتے ہیں:" وقد ذكر المصنف في علامة النون من كتاب التجنيس قيم المسجد اذا اراد ان يبني حوانيت في المسجد اوفي فنائه فلا يجوزله ان يفعل لانه اذا جعل المسجد مسكناً تسقط حرمته۔"(۱)

علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "لو بني فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجدية ثم اراد البناء منع۔" (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں" مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی باطل ومردود حرام ہے اوقاف میں تبدیل وتغیر کی اجازت نہیں لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾ اھ(۳)

اور فرماتے ہیں" وہ دکانیں قطعی حرام اگر مسجد بنانے کے بعد بنانا چاہے اگر چہ مسجد کی دیوار کا صرف سہارا اسی

---

(۱) الحاشية على تبيين الحقائق، ج:۴، ص:۲۷۴

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۱

(۳) الفتاوى الرضوية، ج:۶، ص:۴۳۶

میں لے۔"(۱) لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کی جدید تعمیر کرتے وقت نیچے کمرہ اور اوپر مسجد بنانا ناجائز وحرام ہے **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاودرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی
۱۴۲۹/۵/۸ھ

ایک مسجد کے چندہ سے دوسری مسجد کے امام، مؤذن کو نذرانہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ولی محمد اشرفی امام جامع مسجد رانگٹی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ موضع رانگٹی تحصیل کریلی ضلع نرسنگھ پور میں آج سے تقریباً سو سال پہلے بزرگوں نے مسجد تعمیر کی اور زمین مسجد میں لگائی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے دو مسجدیں اور تعمیر کرنا پڑا گاؤں کے سبھی لوگوں نے مسجدوں کی تعمیروں میں دل کھول کر حصہ لیا مسجد تعمیر ہو چکی مسجدیں آباد ہیں لیکن امام اور موذن کا نذرانہ دینے میں محلے کے لوگ مجبور ہیں دونوں مسجد والوں نے درخواست دی ہے کہ دونوں مسجدوں کے امام اور موذن کا نذرانہ پرانی مسجد (جامع مسجد) سے دیا جائے پرانی بستی میں جن بزرگوں نے تعمیر مسجد کی تھی انہیں کے وارث ان محلوں میں رہ رہے ہیں کیا جامع مسجد رانگٹی سے دونوں مسجد کے اماموں اور موذنوں کو نذرانہ دیا جاسکتا ہے اس کا جواب جلد از جلد عنایت فرمانے کی مہربانی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ **بینوا توجروا۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ایک مسجد کے وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد پر خرچ کرنا ناجائز ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔"**ان اختلف احدھما بان بنی رجلان مسجدین اورجل مسجداً او مدرسۃ واقف علیھما اوقافاً لا یجوز له** ذالک"(۲) یعنی اگر دو آدمیوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنائیں یا ایک ہی آدمی نے مسجد و مدرسہ علیحدہ علیحدہ بنایا تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں لگانا جائز نہیں ہے:

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۴۴۵

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۷۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''ہرگز ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسرے میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں'' (۱)

البتہ اگر جامع مسجد میں چندہ کی رقم اکٹھا ہوتی ہو تو اس رقم سے دوسری مسجد کے امام ومؤذن کو دیا جاسکتا ہے شرط یہ ہے کہ چندہ لیتے وقت لوگوں کو بتا دیا جائے کہ جامع مسجد میں یہ جو چندہ ہو رہا ہے اس میں سے فلاں فلاں مسجد کے امام ومؤذن کو بھی دیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کیا دیوار مسجد سے متصل دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم ابراہیم اپار ٹمنٹ مقام کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مسجد کی ملکیت میں خارج مسجد جو جگہ ہوتی ہے مثلاً (نمبر۱) حوض (نمبر۲) وضوخانہ (نل کے ذریعہ (نمبر۳) بیت الخلا (نمبر۴) استنجا خانہ (نل کے ذریعہ) وضوخانہ کی دیوار جو روڈ کی طرف ہے اس دیوار میں مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے دوکان بنا کر صرف کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں دوکان کی آمدنی صرف مسجد کے اخراجات کو پوار کرنے میں استعمال ہوگی نہ اسے فروخت کیا جائے گا نہ تو پگڑی پر دیں گے،

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مسجد کے مصلیوں کا حق نہ جاتا ہو تو مسجد کے فائدہ کے لیے وہاں دوکان بنانا جائز ہے علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وکذا یفتی بکل ما ھو انفع للوقف'' اھ (۲)

اور فتاوی بحر العلوم ج۵ صفحہ ۱۰۸ پر فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ہے وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مدنظر ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۳۸۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۱

کیا بد مذہب کی نماز جنازہ کا مسجد کے مائک سے اعلان کرنا اور نا اہل کو مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا درست ہے؟

مسئلہ از: محمد ضیاء الدین رضوی حاجی نگر۔۲۴

محترم المقام لائق صد احترام جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ آج کل وہابی، اہل حدیث، سنی جب مرجاتا ہے تو کمیٹی کے لوگ مسجد کے مائک سے مسجد میں اعلان کرتے ہیں، کیا ایسے موقع پر دیوبندی، اہل حدیث وسنی کے لیے مسجد کا مائک استعمال کرنا درست ہے؟ از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) آج کل مسجد کی کمیٹی میں ایسے لوگوں کو رکھا جاتا ہے جو بے نمازی جاہل جو مسجدوں میں آکر چلاتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو مسجد کی کمیٹی میں رکھنا درست ہے؟ اگر کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں بہت شریعت پر چلنے والے بنے ہیں جو وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو کمیٹی میں رکھنا چاہئے کہ نہیں؟ اگر لوگ اس کو رکھتے ہیں تو ان کے لیے کیا حکم شرع ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مسجد کا مائک اگر مسجد کے مال سے خریدا گیا یا کسی نے اپنی طرف سے مسجد کے ہی کاموں کے لیے خرید کر وقف کر دیا تو اس سے کسی کی نماز جنازہ کا اعلان نہیں کیا جاسکتا، امام اجل علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" (۱)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییرا لوقف عن ھیئتہ" (۲)

اور اگر کسی نے وقف کیا مگر ہر کار خیر کے اعلان کی اجازت دی ہے یا لوگوں نے چندہ کرکے خریدا ہے اور ہر کار خیر میں لانے کی ان کی طرف سے اجازت ہو تو اب سنی کی نماز جنازہ کا اعلان کرسکتے ہیں مگر وہابی، دیوبندی وغیرہ بدمذہبوں کی نماز جنازہ کا اعلان ناجائز وحرام ہے کہ ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنی حرام ہے تو اس کا اعلان وہ بھی مسجد سے کرنا بدرجہ اولی حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج:۵، ص:۴۴۰ (۲) الفتاوی العالمگیریۃ کتاب الوقف ج:۲، ص:۴۹۰

(۳) سورۃ المائدہ آیت:۲

(۲) مسجد کی ذمہ داری نبھانے کے لیے ایسے لوگوں کی کمیٹی ہونی چاہیے جو دیندار، متدین، ہوشیار، صاحب عقل وشعور اور مسجد کے مصالح اور اس کے منافع کی حفاظت کرنے والے اور مخلص ومتصلب فی الدین ہوں، ردالمحتار میں ہے: "ولا یولی الّا امین قادر بنفسه او بنائبه" (۱)

فتاوی امجدیہ میں ہے: "مسلمانوں پر لازم ہے کہ انتظام مسجد اس کمیٹی کے ہاتھ سے علیحدہ کرلیں اور سنی متدین کارگزار اراکین مقرر کریں" (۲)

جو لوگ اس کے خلاف کریں گے شرعاً مجرم ہوں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم نظامی کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہمارے یہاں بعض علاقوں میں یہ رواج قائم ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مسجد کی کوئی بوسیدہ چٹائی اوپر رکھتے ہیں پھر اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے ہیں اور اس کے عوض دوسری نئی چٹائی لاکر مسجد میں رکھ دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی چٹائی قبر میں استعمال کرسکتے ہیں؟ مسجد کی وہ چیزیں جو نا قابل استعمال ہوں وہ کیا کریں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

مسجد کی بوسیدہ چٹائی اگر قابل استعمال نہ رہ گئی اور وہ مسجد کے مال سے خریدی گئی تھی تو اسے قبر میں لگا کر اس کی جگہ دوسری چٹائی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کرسکتا ہے"۔ (۳)

اور اگر کسی مسلمان نے مسجد میں استعمال کے لیے دی تھی تو اس کی صراحۃً یا عرفاً ودلالۃً اجازت سے قبر میں لگانا درست ہے، فتاوی رضویہ میں ہے:

"مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی

---

(۱) ردالمحتار کتاب الوقف ج:۳، ص:۴۲۱ (۲) فتاوی امجدیہ کتاب الوقف باب المسجد، ج:۳، ص:۱۱۷

(۳) الفتاوی الرضویہ ج:۶، ص:۴۷۲

نہیں اور ایسی اشیاء میں سے جو بیکار ہو جائے وہ دینے والے کی ملک کی طرف واپس ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔"(۱)

اور اگر وہ چٹائی ابھی قابل استعمال ہے تو اسے دوسری مسجد میں لے جانے کی اجازت نہیں ہے، کسی قبر میں لگانا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے فتاوی رضویہ میں ہے:

"ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع وناجائز ہے"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

دیوبندی کا چندہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریاض احمد اتری دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد مٹی کی بنی ہوئی تھی پھر کچھ عرصہ بعد ایک دیوبندی عورت نے اپنی وراثت ملی زمین کو فروخت کر کے اس روپئے کو مسجد کو بطور چندہ دیدی اور اس روپئے سے مسجد پکی بنائی گئی، لہٰذا اس روپئے سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟ اور اگر تعمیر کرلیا گیا تو اس مسجد کا کیا حکم ہے؟ حالانکہ اس کے والدین اور بھائی وغیرہ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ بینوا مفصلاً بالدلائل۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر اس دیوبندیہ خاتون نے نیازمندانہ طور پر بغیر احسان جتلائے اور کسی وہابی دیوبندی کا عمل دخل کئے بغیر چندہ دیا تو اس رقم سے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور رہی نماز تو اس میں نماز بلاشبہ درست ہے کہ وہ پہلے سے ہی مسجد ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کافر کے دیئے ہوئے پیسے سے مسجد تعمیر کرنے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر اس (کافر) نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے لانه انما یکون اذ ناللمسلم بشراء الا لات للمسجد بماله"(۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

۵ر ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج:۶، ص:۴۳۶ (۲) الفتاوی الرضویہ ج، ۶، ص:۴۷۳ (۳) الفتاویٰ الرضویہ کتاب الوقف ج:۶، ص ۳۹۶

مسجد کے مائک سے دنیوی اُمور کا اعلان کیسا ہے؟

مسئلہ از: سراج الدین بن حاجی عبدالقدوس مرحوم مقام سہاول پوسٹ اٹھیا بازار ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)
عظیم المرتبت لائق صد احترام حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد کے مائک سے جو اذان کے لیے مقرر ہے دنیاوی امور مثلاً ٹیکہ لگانے کے لیے مٹی کا تیل شادی بیاہ کی دعوت میں کھانے کے لیے اعلان کرنا کیسا ہے؟ (۲) ہندو کا مسجد میں جا کر مندرجہ بالا باتوں کا اعلان کرنا کیسا ہے جو شخص اس بات کو کہے یہ اعلانات گاؤں کے فائدے کی خاطر ہورہے ہیں اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) جو سامان جس کام کے لیئے وقف ہوا سے اسی کام کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے دوسرے کاموں میں اس کا استعمال ناجائز ہے درمختار میں ہے "شرط الواقف کنص الشارع" (۱) اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں "وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔" (۲)

لہٰذا وہ مائک اگر اذان کے لیے وقف ہو تو دوسرا کوئی اعلان جائز نہیں اور اگر اذان کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے بھی دیا ہو تو جائز وصحیح اعلان اس مائک سے کرنا جائز ہے ورنہ نہیں و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب بدمذہب کو مسجد میں جانے سے روکا جائے گا تو ہندو بدرجہ اولی اس سے روکا جائے گا اس لیے ہندو کو اعلان کے لیے مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں،

اگر عام اعلان کے لیے بھی مائک لگایا ہو تو ان کا کہنا درست ہے اور اگر صرف اذان اور مسجد کے کاموں کے لیے وقف ہو تو ان کا کہنا غلط ہے اور شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۶، ص: ۵۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۷۷

مسجد کا کام رکوانے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع جہانگیر احمد خان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا نام شمشیر علی خان ۲۰۰۲ء میں جب کہ سنی مبارک مسجد کا تعمیری کام چل رہا تھا تو اس نے بی، ایم، سی میں اس تعمیری کام کو رکوانے کے لیے درخواست دی تھی جو کہ انگلش میں تھی اس میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا تھا فوراً سنی مبارک مسجد میں تعمیری کام پر روک لگائی جائے۔

انگلش درخواست اور اس کا ترجمہ جو کہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہے اس بابت میں چند سوالات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مسجد کے معاملے کو شرعی عدالت کے بدلہ دنیاوی (جھوٹی عدالت) میں درخواست دے کر قوم مسلم اور مسجد کو غیروں میں بدنام کرنے والوں پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۲) اللہ کے گھر مسجد کے معاملے کو حل کرنے کے لیے اپنوں کے بجائے اہل ہنود اور حکومت سے امداد لینے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۳) پترے کی مسجد کو چھت میں بدلنے کے وقت اس تعمیر کو غیر قانونی قرار دینے والے اور تعمیری کام پر روک لگانے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۴) موجودہ ٹرسٹ سنی مبارک مسجد نے جمعہ کے دن سارے نمازیوں کے سامنے مسجد کا حساب دیا پھر بھی اس کے بعد میں ان پر چوری کا بہتان اور الزام لگانے والے پر حکم شرع بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) بلا وجہ شرعی محض ضد اور نفسیانیت کی بنا پر قوم مسلم اور مسلمانوں کی مسجد کو بدنام کرنا اور ان کی عزت بگاڑنا ناجائز وحرام ہے اور ایسا کرنے والا شیطان کا مددگار ظالم جفا کار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے ایسے شخص کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے باز آجائے اور اگر باز نہ آئے تو مسلمان ایسے شخص کا ساتھ نہ دیں بلکہ سب اس کا بائیکاٹ کردیں اور کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱) وقال تعالیٰ: ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(۱)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲)اگر ایسے معاملات ہوں جن میں حکومت کے دخل کے بغیر چارہ نہ ہو یا کافر افسر ہوں اور ان کے ہی اختیار سے معاملات حل ہو سکتے ہوں تو شرعاً اجازت ہوگی ورنہ ان کے پاس باختیار خود کسی دینی معاملے کا لے جانا ناجائز اور ایسا کرنے والا مجرم وگنہگار ہے قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا﴾(۲)اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳)ایسا شخص بہت بڑا ظالم فاسق وفاجر اور مستحق نار وغضب جبار ہے قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا﴾(۳)اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۴)حساب وکتاب صحیح طریقہ سے رکھنے کے باوجود ٹرسٹیان پر چوری کا الزام لگانے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب اور حق العبد میں گرفتار ہیں ارشاد خداوندی ہے ﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (۴)اس آیت کریمہ کے تحت حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ رقم طراز ہیں:یعنی جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔

الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور جن پر جھوٹا الزام لگایا ان سے معافی مانگے ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کرے قال اللّٰہ تعالیٰ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ (۵)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح:محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ:محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(۱)سورۃ الانعام،آیت:۶۸

(۲)سورۃ النساء،آیت:۱۴۱

(۳)سورۃ البقرۃ،آیت:۱۱۴

(۴)سورۃ النحل،آیت:۱۰۵

(۵)سورۃ البروج،آیت:۱۰

مسجد کی سجاوٹ ایسی چیز سے کرنا جو مخل نماز ہو

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پیلی بھیت، موبائل:9771703910

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کے اندر بالکل اگلی صف سے باہر اس طرح پلاسٹک اور پنی کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن کرنا کہ جو ہوا لگنے پر یا مسجد کے پنکھے چلنے پر بولے آواز کرے اور کھڑکھڑائے اور امام کی قرأت سننے نیز جس سے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق آئے اور نماز میں خلل واقع ہونے کا امکان ہو شرعا درست ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو جو شخص مسجد کے اندر اس طرح کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن پر مصر ہو امام کے منع کرنے پر بھی ماننے کو تیار نہ ہوحتی کہ اسی بنیاد پر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا تک چھوڑ دے شرعا ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے کیا ایسا شخص مسجد کا منتظم اور متولی بنانے کے لائق ہے، از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

نمازیوں کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں چاہیے جس سے ان کا دل بٹے اور خشوع وخضوع میں خلل ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لا ینبغی ان یکون فیٖ قبلة البیت شئی یلهی المصلی." (۱) درمختار میں ہے: "ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه یکره لا نه یلهی المصلی ویکره التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة قال الحلبی وفی حظر المجتبی وقیل یکره فی المحراب دون السقف والمؤخر انتهیٰ وظاهره ان المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ." (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمین وشمال بھی ملہیات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصلی ہو اس کو پریشان نہ کرے" (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ نمازیوں کے سامنے دل کو بانٹنے والی کسی چیز کا ہونا مکروہ وممنوع ہے بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔

درمختار میں ہے: "کره وقت حضور طعام تاقت نفسه الیه وکذا کل ما یشغل باله عن

(۱) سنن ابی داؤد باب الصلوۃ فی الکعبة، ص: ۲۷۷

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۸۷

(۳) الفتاوی الرضویه، ج: ۳، ص: ۵۹۹

افعالها ويخل لخشوعها كائنا ما كان." (۱)
اسی میں ہے "ولـذا تـكـره فـي طـاحـون." (۲) ردالمحتار میں ہے "لعل وجهه شغل البال بصوتها" (۳)

صورت مسئولہ میں جس طرح سجاوٹ کا ذکر ہے وہ بلاشبہ ممنوع اور مکروہ ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں اور جو شخص بتانے کے باوجود نہ مانے اور اپنی ضد وہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اسے اپنی کوشش بھر روکیں اگر نہ رکے تو اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیں ہاں اگر مسجد کے مال سے وہ ایسا کرتا ہے تو اسے متولی اور منتظم ہرگز ہرگز نہ بنایا جائے کہ یہ وقف کا بیجا تصرف کرنے والا ہے اور ایسے شخص کو متولی بنانا گویا مال وقف کو برباد کرنے کی راہ نکالنا ہے درمختار میں ہے: "و ينزع وجوبا بزازية لو الواقف در رفغيره بالا ولىٰ غير مامون او عاجز" (۴)

ردالمحتار میں ہے: "قـال فـي الاسـعـاف ولا يولى الا امين قادر بنفسه او بنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود" (۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

مسجد کی رقم اپنے ذاتی کام میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مصلیان مدینہ مسجد ٹرانزیٹ کیمپ دھاراوی، بمبئی، نمبر ۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) زید ایک مسجد کا صدر ہے اس نے مسجد کا ایک لاکھ روپیہ اپنے ذاتی کام میں استعمال کیا جس کا ثبوت موجود ہے (۲) خالد جو مسجد کا خزانچی ہے اسکے ہاتھ میں تین جمعہ کا پیسہ آیا لیکن تین سال کا عرصہ گزر گیا اس کا کوئی حساب وکتاب نہیں ہے (۳) بکر جو مسجد کا سکریٹری ہے مذکورہ بات کی جانکاری رکھتے ہوئے زید اور خالد کی حمایت کرتا ہے ان ساری باتوں کو جانتے ہوئے کہتا ہے کہ صدر اور خزانچی کو عہدے سے ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی عوام کا مطالبہ ہے کہ شریعت کی رو سے کمیٹی کی ایسے افراد جو مسجد کے روپیوں میں خرد برد کرتے ہیں برخواست کر دینا چاہیے کیا ایسے افراد کو صدر سکریٹری اور خزانچی یا ٹرسٹی کے اس اہم عہدے

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۸۷
(۲) حوالہ سابق
(۳) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۵۵
(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۲۱
(۵) حوالہ سابق

سے برخواست کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب.

نوٹ: مذکورہ صدر سکریٹری، خزانچی اور ان کے ساتھ کچھ حمایتی لوگ بھی ہیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد کی رقم کو اپنے ذاتی کام میں لگانا امانت میں خیانت ہے جو ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱)

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (۲)

یوں ہی مسجد کی رقم کا حساب وکتاب نہ دینا بھی سخت قابل گرفت ہے کیوں کہ غبن اور بددیانتی کا اگر گمان ہی ہو تب بھی مسلمانوں کو حساب وکتاب سمجھنے کا حق حاصل ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "غبن وتغلب یقینی درکنار اگر مظنون بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابل اعتراض درمختار میں ہے: "لا تلزم المحاسبة فی کل عام ویکتفی القاضی منه بالا جمال لو معروفاً بالامانة ولو متهماً یجبره علی التعیین شیأفشیأاھ" (۳)

صورت مسئولہ میں زید اور خالد نے اگر واقعی مسجد کی رقم خرد برد کی ہے تو وہ صدر اور خزانچی بننے کے اہل نہیں ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ انہیں ان کے منصب سے ہٹا کر دیانتدار اور نیک آدمی کو اس منصب پر رکھیں درمختار میں ہے: "وینزع وجوباً بزازیة لو الواقف درر فغیره بالاولیٰ غیر مامون اوعاجزاً اوظهر به فسق اھ (۴)

ردالمحتار میں ہے: "قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود اھ" (۵)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "متولی اور منتظم پر اتباع شرع وشرائط واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں اور اگر کریں تو مسلمانوں کو مزاحمت کرنی چاہیے

---

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۵۸

(۳) الفتاوی الرضویه، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

اور اگر خیانت کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً نکال دیے جائیں۔''(۱) اور جو لوگ ایسے خیانت کاروں کے حمایتی ہیں وہ بھی مجرم وگنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ غلط کاروں کی حمایت سے باز آئیں اور توبہ واستغفار کریں قال اللہ تعالیٰ ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) و: قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۸ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے کو مسجد کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: انصار صاحب وتمام احباب واقارب گوجی درہ بھدرک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) یہاں پر ایک سنی مسجد ہے اس کمیٹی کے ممبران اس طرح ہیں کہ وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں ان کی رشتہ داری بھی ہے کچھ لوگ وہابیوں کے یہاں شادی دیگر تقریب میں شرکت کرتے ہیں کھاتے اور پیتے بھی ہیں ماحصل اکثر کمیٹی کے لوگ اس طرح ہیں الا ماشاء اللہ ان لوگوں کے بارے میں حکم شرع کیا ہے۔

(۲) سنی لڑکا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نعت پاک کا ایک شعر پڑھ رہا تھا ''تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو، وہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی، اس پر وہابیوں نے اس لڑکے کو مارا جب اس معاملہ کو سلجھانے کے لیے ممبران مسجد ہذا کو بلایا گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ نے جواب دیا کہ یہ کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے کہ ہم اس میں شرکت کریں کیوں کہ ان لوگوں کی وہابیوں سے رشتہ داری ہے آخر کار عام لوگ جو مسجد کے عہدہ دار نہیں ہیں ان لوگوں نے اس معاملہ کو رفع دفع کر کے وہابیوں سے معافی منگوائی لہٰذا ایسے ممبران کے لیے حکم شرع کیا ہے؟

(۳) اس مسجد کے ممبران غیر نمازی فاسق وفاجر وجوا اور تاش کھیلتے ہیں اور ان کے علاوہ کو نمازی ومتشرع اور حق گو ہیں ان کو ممبران نہیں بنایا جاتا لہٰذا ایسوں کو ممبر بنانا اور آخر الذکر حضرات کو ممبر نہ بنانا شرعاً کیسا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۲) سورۃ المائدۃ، آیت: ۲

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

۱؍۲؍۳؍ جو لوگ سوال میں مذکور حرکتیں کرتے ہیں وہ سب فاسق و فاجر اور مجرم و گنہ گار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور وہابیوں، دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست اور سلام و کلام اور خورد و نوش سے باز آئیں اگر وہ لوگ اصلاح حال نہ کریں تو ان کو سنی مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا منع ہے ان کی جگہ سنی صحیح العقیدہ اور نیک و صالح حضرات کو ممبر بنانا جائے ورنہ نااہل کو منصب دے کر اہل کو دور رکھنے کا وبال مسلمان کے سر آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵؍ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

مسجد کی تعمیر روکنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا جنید احمد علیمی نظامی مقام کھکھورا پوسٹ بھمنی مصر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلے میں کہ مولانا عارف ساکن کھکھورا کے مکان کے جانب مشرق "جامع مسجد قادریہ" ایک بسہ دھری میں واقع ہے جس کے کاغذات سب موجود ہیں اس وقت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کی جارہی ہے اور پرانی تعمیر سے ایک جانب مغرب بڑھا کر تعمیر کی جارہی ہے اور کاغذی پیائش کے حساب سے ابھی دو فٹ زمین پچھم میں یعنی مولانا عارف کے گھر اور مسجد کے درمیان خالی ہے جو مسجد کے رقبہ میں آتی ہے کیا از روئے شرع مسجد کی اسی دو فٹ خالی زمین میں بڑھا کر منبر تعمیر کرنا جائز ہے؟ اور اس کی مخالفت کرنے والے نے اسٹے کر دیا ہے جس کی وجہ سے مسجد کا تعمیری کام رک گیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے میل جول رکھنا سلام اور مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ زمین مسجد کی ہے تو بلا شبہ اس میں منبر بنانا جائز و درست ہے اور تعمیر کی مخالفت کرنے والا گناہ کبیرہ اور ظلم شدید کا مرتکب ہے ایسے شخص کا حکم بیان کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَہُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْہَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۱) اس سے بڑا ظلم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی ویرانی و بربادی کی کوشش کرے انہیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تعمیر روکنے والا اگر اپنی غلطی سے تائب نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اس سے میل جول سلام و کلام سب ختم کر دیں ورنہ وہ لوگ بھی گنہ گار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲) یعنی شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ اپریل ۲۰۱۰ء

مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قریشی محمد عمر ابن عبدالستار قادری

رہائش۔ روم نمبر ۱۲/۳۱/۱۰ پتھر نگر، ہیمنٹ سوسائٹی باندرہ (شرق) ممبئی ۴۰۰۰۵۱/ فون: ۹۸۳۳۰۴۹۱۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) مسجد کی ٹیرس پر موبائل فون کا انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ جس مقام پر موبائل فون کا انٹینا لگا ہوتا ہے اور جو موبائل اس انٹینا کا نیٹ ورک حاصل کرتا ہے اس موبائل میں اس مقام کا نام آتا ہے یعنی مسجد کا نام بھی آئے گا موبائل فون کے ذریعہ اچھی اور فحش تحریر (SMS) کے ذریعہ اور (M.MS) کے ذریعہ تصاویر وغیرہ بھی بھیجی جاتی ہیں جس میں عریاں تصاویر بھی ہوتی ہیں نام مسجد کا لکھا ہوا آئے گا کیا اس صورت میں مسجد پر انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ دیوبندیوں نے اپنی مساجد پر لگانے سے انکار کر دیا اور اب ہم سنیوں کی دینداری کا مذاق اڑاتے ہیں اس انٹینا کے ذریعہ مسجد کو سال کا (240000) دو لاکھ چالیس ہزار روپے کا مالی فائدہ ہوگا جب کہ مسجد کی ملکیت میں چار سلائی وغیرہ کے کارخانے اور گیارہ دکانیں موجود ہیں جس سے مسجد کو آمدنی ہوتی ہے اچھی اور فحش تحریر و عریاں تصاویر مسجد کے اوپر لگے انٹینا کے ذریعہ ہی ایک دوسرے کے پاس جائے گی کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) ایسا مدرسہ جو کہ دار العلوم کی شکل میں ہو اور اس کی عمارت مسجد سے متصل ہو جو دیکھنے میں پوری عمارت کے ساتھ مسجد لگتا ہو تا وقتیکہ اس کی وضاحت نہ کی جائے تو کیا مذکورہ خرابیوں کے ساتھ ایسے مدرسہ کی ٹیریس پر انٹینا لگانا جائز ہے یا نہیں کیا یہ پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عطا فرمائیں آپ کی عین نوازش و کرم ہوگا۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ مسجد ہوگئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد قرار پاچکی اب اس کے کسی بھی حصہ کو نیچے یا اوپر سے مصالح مسجد کے خلاف کسی دنیوی کام کے لیے استعمال کرنا ناجائز و حرام ہے حتیٰ کہ اب مسجد کے کسی بھی حصہ پر حجرہ امام بھی نہیں بنا سکتے ہیں حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا ہے"(۱)

اور علامہ اجل علاء الدین حصکفی قدس سرہ فرماتے ہیں: "لو بنى فوقه بيتاً للامام لا يضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجدية ثم اراد البناء منع." (۲)

بلکہ مسجد کی دیوار پر کوئی شخص کڑی تک نہیں رکھ سکتا ہے اگر چہ کرایہ دے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ونقل في البحر قبله ولا يوضع الجذع على جدار المسجد وان كان من اوقافه ا ه قلت و به علم حكم ما يصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لا يحل ولودفع الاجرة."(۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: "بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑی رکھے یونہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کیے سبب حرام ہے اور واجب ہے کہ کڑیاں اتار دی جائیں اور ٹین جدا کر دیا جائے مسجد کی دیواران ظالمانہ تصرفات سے پاک کر دی جائے"(۴) مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوا کہ مسجد کے اوپر موبائل فون کا انٹینا لگانا ناجائز و گناہ ہے اگر لگا دیا گیا ہو تو اس کا اتار دینا واجب ہے اور اس کے ذریعہ کرایہ لینا ناجائز ہے: "درمختار میں ہے ولا يجوز اخذ الاجرة منه"(۵) واللّٰه تعالیٰ اعلم

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۲

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۳) ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۴) الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۱۴

(۵) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۲) مدرسہ اگر مسجد سے متصل ہو اس پر بھی انٹینا نہ لگایا جائے ہاں اگر اس کے ذریعہ کچھ آمدنی ہوگئی تو اسے مدرسہ میں صرف کیا جاسکتا ہے مسجد میں صرف نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری — کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

مسجد کا جو سامان قابل استعمال نہ ہو اس کا بیچنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: رضا مسجد مصر ولیا پراگ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں قدیم مسجد شہید کرنے کے بعد مسجد کی چھت اور دیواروں کی ٹوٹی پھوٹی اینٹ مسجد پٹاو وغیرہ کے بعد بچ جائے نہ تو مسجد میں اس کے رکھنے کی جگہ ہو اور نہ ہی مسجد کو اس کی ضرورت ہو تو کیا ایسی صورت میں کوئی مسلمان اپنے گھر کی بنیاد اور پٹاؤ میں مفت یا قیمتاً استعمال کر سکتا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد کا جو سامان مسجد کے لیے کارآمد نہیں ہے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگادی جائے۔ البحر الرائق میں ہے "وفی الفتاوی الظھیریۃ سئل الحلوائی عن أوقاف المسجد اذا تعطلت وتعذر استغلالها هل للمتولی ان یبیعها ویشتری بثمنها اخری قال نعم." (۱)

مگر اس کا خیال رہے کہ اسے بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کیا جائے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ج ۶، صفحہ ۴۴۱ اور فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، صفحہ ۳۶۴ پر مرقوم ہے واللہ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

مسجد کی زمین کو دوسری زمین سے بدلنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہرام باغ جوگیشوری ممبئی علاقہ میں ایک عربیہ مدرسہ بدر مسجد کا ۱۹۸۲ء میں قیام عمل میں آیا اس کی ایک رجسٹرڈ کمیٹی "بہرام باغ عربیہ مدرسہ ایسوسی ایشن" کے نام سے ہے لوگوں میں مسجد ومدرسہ "بدر مسجد" کے نام سے مشہور ومتعارف ہے جس کا کل رقبہ تقریباً چھ ہزار فٹ ہے یہ

(۱) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۲۵۲

زمین ایک عیسائی عورت کی ہے زمین کے مالکوں میں اس عورت کے بچوں کا بھی نام ہے ابتدا میں کمیٹی کے صدر نے اس جگہ مسجد و مدرسہ قائم کرنے کے لیے باسٹھ ہزار روپے دیے کچھ عرصہ بعد کمیٹی کے افراد اس عورت سے ملے اور مسجد کے سلسلے میں بات کی تو وہ عورت سارے معاملات کو سن کر راضی ہوگئی اور کہا کہ میں نے یہ زمین تم کو سوالاکھ میں دے دیا لیکن تم لوگ وہاں صرف عبادت دینی ہی کا کام کرنا بقیہ کاغذات بعد میں دے دوں گی۔

کمیٹی ہی کے ایک فرد حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے دوستوں کے تعاون اور خود سے پوری رقم ادا کردی کیوں کہ انہیں سے اس عورت نے خرید نے بیچنے کا معاملہ طے کیا تھا اور حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے نام سے ہی زبانی طور پر زمین خریدی تھی حاجی عبدالرحیم نے اس جگہ کو مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کر دیا اور اعلان بھی کردیا اب اس علاقہ میں نئی تعمیرات کا سلسلہ شروع ہے زمین کے کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے بلڈر اس عورت سے رجوع ہوا تو اس نے پندرہ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا جو بلڈر نے ادا کر کے کاغذات حاصل کر لیے چوں کہ رہائش بلڈنگ کی تعمیر میں مسجد کی زمین آرہی ہے تو بلڈر چاہتا ہے کہ مسجد کی جگہ بلڈنگ تعمیر کرنے کے لیے اسے دیدی جائے اس کے بدلے میں بغل ہی کی زمین تھوڑی دور پر وہ بلڈر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرا کے دے گا۔

سوال یہ ہے کہ ان تفصیلات کی روشنی میں کیا ایسا کرنا درست ہوگا کہ موجودہ مسجد کی جگہ پر بلڈنگ بنادی جائے اور دوسری جگہ اسی نام سے مسجد تعمیر ہو جائے اس مسجد کا کچھ حصہ روڈ کٹنگ میں بھی جارہا ہے جس کے بدلے گورنمنٹ اوپری منزلہ کی تعمیر کی اجازت دے گی۔ بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو جگہ شرعاً مسجد ہوگئی اب وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اگر چہ اس کی عمارت منہدم کردی جائے اس کی ایک ایک اینٹ ختم کردی جائے اور اس جگہ کچھ اور بنادیا جائے ہر حال میں وہ مسجد ہے اور اس کا احترام بدستور باقی رہے گا اس جگہ بلڈنگ یا اور کچھ بنانا حرام اور اس کو بلڈنگ بنانے کے لیے دے کر اس کے عوض دوسری جگہ مسجد منتقل کردینا حرام علامہ اجل خاتم المحققین ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الیٰ مسجد آخر سواء کانو یصلون فیہ اولا وھو الفتوٰی حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ" اھ(۱)

فتاوی عالمگیری میں ہے "لو کان مسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزید وافیہ فان ھم بعض الجیران ان یجعلوا ذٰلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضاً ماھو

(۱) ردالمحتار، ج:۳،ص:۳۷۱

غیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لا یسعھم ذالک کذا فی الذخیرۃ"(۱)

صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: "مسجد تنگ ہوگئی ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد مجھے دیدو میں اسے اپنے مکان میں شامل کرلوں اور اس کے عوض وسیع اور بہترین زمین تمھیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں۔"

(۲) ان تمام ارشادات واقوال سے مثل آفتاب روشن ہے کہ صورت مذکورہ میں موجود مسجد پر بلڈنگ بنانا سخت ناجائز و حرام ہے اگر چہ اسی نام سے کسی اور جگہ پر مسجد بنادی جائے و اللہ تعلیٰ اعلم۔

(۲) مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانا ناجائز وحرام ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: ان ارادوا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح کذا فی المحیط"(۳)

لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو روڈ کے لیے دے واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

بنجر زمین پر دوسرے کے قبضہ کے باوجود وضو خانہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: الحاج عنایت حسین، موضع ٹیما دیوریا وایا پوسٹ نگر بازار ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں مسجد کے گیٹ کے سامنے بنجر زمین ہے جس پر ایک مسلمان دعوی دار ہے اراکین مسجد اس زمین پر وضو خانہ بنانا چاہتے ہیں جس کے عوض اس مدعی مسلمان کو دوگنی زمین یا اس زمین کے مناسب قیمت دینے کے لیے تیار ہیں اس کے باوجود وہ زمین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے تعلق سے شریعت میں کیا حکم موجود ہے اور ایسی صورت حال ہے کس طرح نپٹا جائے اور اس مدعی مسلمان کی اجازت کے بغیر اس پر وضو خانہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟ واضح رہے کہ اس مدعی کا بظاہر اس پر کوئی قبضہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے۔

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۳، ص:۴۵۷

(۲) بہار شریعت، ج:۱۰، ص: ۹۷۸

(۳) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۵۷

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ملک کی وہ زمین جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہوتی ہے شرعاً وہ خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاوی رضویہ(۱) میں مرقوم ہے اور اگر کوئی شخص بے اذن حاکم ایسی زمین پر قبضہ کرلے تو اس کی ملک نہیں ہوسکتی جیسا کہ فتاوی عالمگیری کی اس عبارت سے مفہوم ہے: "ومن احیا ارضا میتۃ بغیر اذن الا مام لا یملکھا فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ و قال صاحبہ یملکھا"(۲)

لہٰذا صورت مذکورہ میں جب اس مدعی کے پاس نہ کوئی تحریری ثبوت ہے اور نہ ہی اس کا بظاہر کوئی قبضہ ہے تو وہ اس مدعی مسلمان کی ملکیت نہیں مانی جائے گی اراکین مسجد اس کی اجازت کے بغیر اس پر وضوخانہ تعمیر کرسکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ رجمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

مسجد میں غیر مسلم نے نل لگایا تو؟

مسئلہ از: آپ کا قدم بوس محمد ہدایت رضا قادری، کرناٹکی

حضرت علامہ مفتی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام عرض بارگاہ عالیہ میں یوں ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسجد شریف میں ہینڈ پمپ کا انتظام کیا ہو یا کسی شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ کا انتظام کروایا شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس ہینڈ پمپ سے وضو وغسل وغیرہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو جس شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ لگوایا یعنی انتظام کروایا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ فرماتی ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

غیر مسلموں سے دینی کاموں میں مدد نہیں مانگنی چاہیے پھر بھی اگر کسی غیر مسلم نے دیا تو اسے لے سکتے ہیں

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۴۵۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۵، ص:۳۸۶

لہٰذا اگر کسی غیر مسلم نے ہینڈ پمپ لگوایا تو اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

مسجد کے چندہ سے امام کے لیے حجرہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر العباد ملک محمد آصف رضا بزی درحال ملکان، ضلع راجوری، جموں وکشمیر (انڈیا)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ مصلیان جامع مسجد درحال ملکان نے مسجد کے لیے چندہ کیا اور امام صاحب کے لیے مسجد کی طرف سے کوئی ٹھہرنے کا انتظام نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں امام صاحب کے لیے مسجد کے چندے سے مکان تعمیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جن لوگوں نے چندہ دیا ہے اگر وہ اجازت دیدیں تو ان کی دی ہوئی رقم سے امام صاحب کا حجرہ بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں کیوں کہ چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک میں رہتی ہے لہٰذا اگر وہ اجازت دیدیں تو بنایا جا سکتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے اسی قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

"چندہ دہندگان سے دریافت کیا جائے وہ جو کہیں وہ کیا جائے۔"(۱) اور اگر پہلے سے ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ اس چندہ سے مسجد اور امام کا حجرہ بنے گا تو دوبارہ اجازت کی بھی حاجت نہیں اس رقم سے مسجد و حجرہ دونوں بنانا جائز ہے۔ **ھکذا قال الفقہاء الکرام والعلماء العظام زادھم اللہ تعالیٰ شرفا وتکریما واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع المآب.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

(۱) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۲۱۰

مسجد میں موم بتی جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا مقام جعفرآباد پوسٹ بر ہرا بھٹورا ضلع بلرام پور۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد میں موم بتی جلانا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:
اگر موم بتی کے متعلق صرف یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی کسی نجس چربی یا کسی اور نجس چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس کو مسجد میں جلانا جائز ہے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض۔ اور قاعدہ ہے "الیقین لا یزول بالشک" (۱) اور اگر یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے تو اس کو کہیں نہ جلائے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قدس سرہ سے چربی سے بنی موم بتی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے بیان فرمایا کہ:
"اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی نہ جلانا چاہیے۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

جس عورت نے عیسائی سے نکاح کرلیا اس سے مسجد میں چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبین علیمی خادم سنی جامع مسجد نکاراوسگاؤں گوا۔ ۴۰۳۴۰۶
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسی عورت (جس نے ایک عیسائی سے نکاح کرلیا ہے) کا چندہ عطیہ وغیرہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جب کہ عورت علانیہ طور پر زنا کی مرتکب ہو رہی ہے، جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

---

(۱) الاشباہ والنظائر، ص: ۷۵

(۲) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۸۸

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ عورت مسلمان ہے تو اگر چہ وہ گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اس کا چندہ لینا جائز ہے البتہ زجر و توبیخ اور عبرت کے لیے اگر نہ لیا جائے تو بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد علی شاہ مریر یہ عیدگاہ پرانی بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نعمت علی شاہ مرحوم کی زمین پر سو سال پہلے سے عیدین کی نماز ادا کی جا رہی ہے اور پرانی بستی کے مردے بھی دفن کیے جاتے ہیں اور امام باڑہ بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی رقبہ میں الگ سے نعمت علی مرحوم کے خاندان کے لوگ بھی آباد تھے اور آج بھی آباد ہیں۔ جس رقبہ میں عیدگاہ، قبرستان اور امام باڑہ ہے اسی زمین کو ڈیڑھ سو سال پہلے پنڈتوں نے قبضہ کر لیا تھا مگر نعمت علی شاہ مقدمہ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور ان کے مرنے کے بعد اس زمین کی وراثت ان کے بچوں کے نام نہ ہو کر لیکھ پال نے صرف عیدگاہ کے کاغذ میں درج کر دیا۔ متصل عیدگاہ کے جو مکانات ہیں انہیں مکانوں میں سے ایک مکان جو سو سال پرانا تھا منہدم ہو گیا اس منہدم مکان پر مکان مالک کی اجازت سے مسلمان مسجد تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ کیا مسجد تعمیر کروانا شرعاً جائز ہے۔ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین کو لیکھ پال نے عیدگاہ میں درج نہیں کیا ہے بلکہ اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے تو وہ مکان و زمین بدستور اس کے مالک کی ہے اور اسے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جب وہ اپنی مرضی سے مسجد تعمیر کروانا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دے اور مسلمان اسے مسجد بنالیں بشرطیکہ وہ واقعی دینے والے کی ملکیت میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ر ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

بنجر زمین جو دوسرے کے قبضہ میں ہو اس پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالقیوم مقام و پوسٹ ناد ی ہل رفیع آباد، ضلع بارہمولہ سرینگر کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید کے پاس بنجر زمین ہے تقریباً پندرہ سال سے زیادہ کا قبضہ ہے، اب کچھ لوگ زید سے کہتے ہیں کہ اس زمین کو مسجد کے لیے دیدو حالاں کہ مسجد بن چکی ہے اور زید دینے کے لیے تیار نہیں، لوگ زبردستی کرتے ہیں، کیا یہ زمین مسجد میں لگ سکتی ہے؟

(۲) اگر بنجر زمین پر مسجد بن گئی ہو حالاں کہ اس وقت وہ لوگ جس کے قبضے میں وہ بنجر زمین تھی راضی نہیں تھے اور اس وقت بھی کچھ لوگ زیادتی کیے ہیں۔ اب اس صورت میں کیا کیا جائے؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاوی رضویہ ج ٦، ص ۴۵۹ پر ہے۔ اور جب وہ زمین کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں تو وہ مباح الاصل ہوئی اور مباح چیز کو جو اپنے قبضہ میں اولاً کر لے وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے، اول بار جس کا ہاتھ اس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا اس کی ملک ہو جائے گی" (۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس بنجر زمین پر زید نے قبضہ کر لیا ہے وہ زید کی ملک ہو گئی اب جب تک زید خوشی بخوشی اسے بیع یا وقف نہ کر دے جبراً اس پر مسجد نہیں بن سکتی ہے۔ اگر زید خود وقف کر دے تو بھی درست ہے اور اگر بیع کرتا ہے تو مشتری حضرات اب اسے وقف کر دیں تب اس پر مسجد بن سکتی ہے۔ فان الوقف شرط للمسجدیۃ کما فی عامۃ کتب الفقہ. واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جن کا ان زمینوں پر قبضہ تھا وہی ان کے مالک تھے ان کی رضامندی کے بغیر جن لوگوں نے جبریہ مسجد بنائی

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱، ص: ۴۲۲

وہ ظالم ہوئے ان پر لازم ہے کہ مالکان سے معافی مانگیں اور ان کو راضی کریں کہ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کردیں یا بیچ کردیں پھر اہل محلہ خرید کر وقف کردیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۸ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

مسجد کو مدرسہ میں بدلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اظہار الحق مقام بلٹی پوسٹ سبرو ضلع رانچی جھارکھنڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس میں پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاتی ہے وہاں کے لوگ اس مسجد کو دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کی بجائے دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں حکم شرعی نافذ کر کے جواب مرحمت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مذکورہ میں مسجد کو مدرسہ کی شکل میں بدل دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنانا ناجائز وحرام ہے کہ جو جگہ مسجد ہوگئی وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اس کو کسی دوسری غرض کے لیے ختم کرنا سخت حرام ہے اور ایسے لوگ جو مسجد کو مدرسہ میں بدلنا چاہتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم وجفا کار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ﴾ (۱) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس کا نام لیے جانے سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "**لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ**"(۲)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دینا کہ اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوگی حرام ہے اگر چہ مسجد کو ضرورت بھی ہو یوں ہی مسجد کو مسکن بنانا بھی ناجائز ہے یوں ہی مسجد کے کسی چیز کو حجرہ میں شامل کر لینا بھی ناجائز ہے۔"(۳) اسی طرح ایک مقام پر اور لکھتے ہیں "ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دیدو اسے میں اپنے مکان میں شامل کرلوں اور اس کے عوض میں وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں"(۴)

---

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۱۴
(۲) الفتاوی العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۹۰
(۳) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۲
(۴) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳

اور حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "مسجد کے کل یا بعض حصہ کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں"(۱) خلاصہ کلام یہ کہ مسجد مذکور کو مدرسہ میں بدلنا کسی حالت میں ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب ولیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

نیچے دوکان اور اوپر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی ریاست صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس دکان ہے اب زید چاہتا ہے کہ دکان کے اوپر ایک مسجد تعمیر ہو جائے، کیا یہ درست ہے؟ بکر کہتا ہے کہ دکان کے اوپر مسجد تعمیر کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ نماز پڑھنا اور زبات دکان وغیرہ خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کس کا قول درست ہے با دلیل تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد کے لیے وقف ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو بغیر وقف کئے مسجد بنایا تو وہ مسجد نہیں ہوگی۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: "حاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجد الينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ" بخلاف ما اذا كان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية" (۲)

اور اگر زمین مسجد کے لیے وقف کر دی اور مصالح مسجد کے لیے نیچے دکان اوپر مسجد بنائی تو وہ شرعاً مسجد ہے، علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "اذا كان السرداب او العلو موقوفا لصاحب المسجد فانه يجوز اذ لا ملك فيه لا حد بل هو من تتميم مصالح المسجد اه"(۳)

(۱) فتاوی فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۳۷۳

(۲) ردالمحتار، ج۳، ص: ۳۷۰

(۳) فتح القدیر ج: ۵، ص: ۴۴۵

صورت مذکورہ میں اگر زید دکان کو اپنی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کے اوپر مسجد بنائے گا تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی اور اگر مسجد کے لیے اسے وقف کردے اور پھر اس کے اوپر مسجد تعمیر کرے تو وہ مسجد رہے گی اور اس پر احکام مسجد نافذ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

نگر پنچایت کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: انور علی، محلہ کھاتے سارا، ضلع جونپور یوپی۔

سوال نمبر ۱۔ پرانی مسجد کا اندراج ایک ڈسمل ہے لگ بھگ ایک سو تیرہ برس پرانی ہے تعمیر و توسیع کا منصوبہ ۵/ڈسمل پر ہے، کام جاری ہے، زائد زمین اغل بغل اور آگے پیچھے کی گرام سبھا کی ہو کر اب نگر پنچایت میں ہے۔ زمین بلا معاوضہ کی ہے، ایسی زمین پر مسجد کی توسیع و تعمیر از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) بعد تعمیر و توسیع مسجد اس پر نماز کی ادائیگی شرعی رو سے کیا ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہیں، حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۴۵۹ میں مرقوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نگر پنچایت کی زمین کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہے، اللہ جل مجدہ کی ملک ہے، لہٰذا اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اس پر مسجد بنانا شرعاً جائز ہے تو بلاشبہ اس میں نماز پڑھنا بھی جائز و درست ہے۔ ھکذا فی کتب الفقۃ. واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ

جو شخص مسجد کو اپنی ملک بتائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: صابر حسین بھمنان بازار بستی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بھمنان بازار میں ایک پرانی مسجد ہے جس میں عاشق علی نام کے ایک صاحب امامت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسجد میرے باپ دادا کی بنائی ہوئی ہے اس لیے امامت میں ہی کروں گا جب کہ موجودہ وقت امامت کرنے والے شخص میں کئی ایک خامیاں ہیں۔

(۱) مسجد سے متصل ایک کمرہ مسجد کی ضرورت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے جس کو امام مذکور نے اپنے استعمال میں لے لیا ہے اور اس میں اپنے اہل وعیال کو رکھتا ہے اور اسی کمرہ میں ٹی وی بھی رکھتا ہے جس کے لیے مسجد سے بجلی استعمال کرتا ہے اگر کوئی مسلم اسے سمجھاتا ہے کہ مسجد کی چیز استعمال نہ کرو تو وہ فحش گالیاں دیتا ہے۔

(۲) مسجد کا روپیہ تینتیس ہزار غصب کئے ہوئے ہے جب کمیٹی کے لوگ اس سے رقم طلب کرتے ہیں یا حساب چاہتے ہیں تو گالیاں دیتا ہے۔

(۳) کوئی عالم دین یا مسئلہ کا جاننے والا اسے کوئی مسئلہ کی بات بتاتا ہے تو وہ انہیں بھی برا بھلا کہتا ہے کہ یہ مسجد میرے باپ دادا کی ہے اس میں ہم جو چاہیں کریں کیا ایسے امام کی امامت جائز ہے نیز یہ بھی واضح فرمائیں جو مسجد کی رقم غصب کرے اور مسجد کو باپ دادا کی میراث سمجھے ایسے شخص کے لیے شرع کا کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا۔**

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد صرف اللہ جل مجدہ کی ملکیت میں ہوتی ہے اس پر اور کسی کی ملکیت نہیں ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ﴾(۱) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں مسجد نہ کسی کی ملک ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے کہ جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں اور جب وقف ہوگئی تو ملک انسان سے خارج ہوگئی:"(۲)

لہٰذا عاشق علی نامی امام کا مسجد کو اپنی ملکیت بتانا سراسر جہالت اور نادانی ہے اس کے علاوہ جتنی باتیں سوال

---

(۱) سورۃ الجن، آیت: ۱۸

(۲) فتاوی امجدیہ، ج:۳، ص: ۱۲۸

میں مذکور ہیں اگر عاشق علی میں واقعی وہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق و فاجر ظالم و غاصب اور سخت مجرم و گنہ گار مستحق غضب جبار ہے۔ مسجد کی رقم کو فوراً واپس کرے حجرۂ مسجد میں رکھی ٹی وی کو بلا تاخیر باہر کرے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اپنے کیے پر صدق دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تائب و نادم ہو اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً اس کو منصب امامت سے ہٹا دیں کہ ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اگر اسے امام بنائیں گے تو بنانے والے سب گنہ گار ہوں گے علامہ اجل امام حلبی قدس سرہ فرماتے ہیں: "**لو قدموا فاسقا یأثمون**" (۱) اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کیا تو گنہ گار ہوں گے۔ اور منیہ میں ہے "**یکرہ تقدیم الفاسق کراهة تحریمة**" (۲) یعنی فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے "**کرہ امامة الفاسق لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للامامة**" (۳)

اور حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں: "اگر امام مسجد صالح امامت نہ ہو فاسق و فاجر ہو کہ اسے امام بنانا گناہ و مکروہ تحریمی ہو تو اہل محلہ متفق ہو کر ایسے امام کو معزول کر دیں"۔ (۴) **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

مسجد کی زمین تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: صدر و سکریٹری و اراکین سنی دار العلوم محمدیہ کوٹے باگل بنگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) مسجد سے ملحق ایک وسیع و عریض آراضی مسجد کی ملک سمجھی جاتی ہے جو اس کی مصلحت میں کام آتی ہے مثلاً کرایہ پر دینے کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے ہیں اور ناریل کے درخت لگائے گئے ہیں وغیرہ۔ تاکہ مسجد کی آمدنی ہو اور اس سے مسجد کا کاروبار چلے۔ کچھ دنوں پہلے بعض ذمہ دار مسلمانوں نے دینی علوم کو عام کرنے کے لیے اور وہابیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک دینی عربی دار العلوم قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے پاس کوئی مناسب

---

(۱) غنیة المستملی، ص: ۴۲۹

(۲) منیة المصلی، ص: ۲۶۲

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۷۰

(۴) فتاوی امجدیہ، ج: ۳، ص: ۱۱۱

جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کی خالی اور غیر استعمال جگہ کے بعض حصہ کو کرایے پر لے کر وہاں دینی ادارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زید کہتا ہے کہ چوں کہ مسجد کی اراضی کثیر ہے اس میں جس طرح مکانات تعمیر کر کے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس طرح دینی ادارہ تعمیر کرنے کے لیے ایک معاہدہ کے تحت کرایہ پر مسجد کی آراضی دینا اور لینا جائز ہونا چاہیے تاکہ ایک طرف مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو اور دوسری طرف علم دین کے فروغ میں مدد ملے۔ خیال رہے کہ اس قرب وجوار میں کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں جس سے لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہو سکے۔ لہٰذا دریافت امر یہ ہے کہ مذکورہ مصلحت کے تحت مسجد کی اراضی تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر لینا و دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا ایک بورویل بھی ہے جس سے مدرسہ کی ضروریات کے علاوہ مسجد کے مصلیوں کو وضو کا پانی بھی دیا جاتا ہے اور بل چارج مدرسہ ادا کرتا ہے اس مصلحت کے تحت کہ مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا رہے۔ مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا باجر الجزیل.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:" لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی بیت المقدس کما فی الھدایة(۱)، وھکذا فی الفتاوی المصطفویة وفتاوی فیض الرسول وغیرھا. واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسا کرنا بھی جائز ہے کہ مصلحت مسجد کے لیے بضرورت مسجد میں پیڑ لگانا جائز ہے تو آراضی مسجد پر مسجد کی مصلحت کے لیے نل لگانا بدرجہ اولی جائز ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:"ان کان لنفع الناس ظلة ولا یضیق علی الناس لا باس به" (۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمهٗ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاوی العالمکیریة، ج:۲، ص:۴۵۵

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج: ۵، ص: ۳۲۱

شہر میں عیدگاہ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرئیس، محلہ بجریا، خلیل آباد سنت کبیر نگر ۲۳؍جولائی ۲۰۰۴ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں محلہ بجریا شہر خلیل آباد میں ایک عیدگاہ ہے لیکن مسجد نہیں ہے اب لوگ اسی عیدگاہ کی جگہ پر مسجد بنانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ براؤں شریف سے اس جگہ مسجد کے لیے جائز ہونے کا فتویٰ آیا ہے جو حق ہو اس کی وضاحت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

چوں کہ خلیل آباد شرعاً شہر ہے۔ اس لیے وہاں پر عیدگاہ کا وقف صحیح ہے، اور اب اس میں کسی طرح کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ**" (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں، تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل و علا کی ملک خالص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں۔" (۲)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "جس زمانے میں وہ زمین دینے والے نے عیدگاہ کے لیے دی یا عیدگاہ بنانے کی نیت سے خریدی گئی اگر اس وقت وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اس عیدگاہ کو مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ عیدگاہ کے لیے وقف صحیح ہو گیا اور وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔" (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں عیدگاہ کو مسجد نہیں بنا سکتے ہیں اور جنہوں نے جائز بتایا ان کا بتانا درست نہیں۔

رہا یہ شبہ کہ فتاویٰ شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے تو اسے مسجد میں تبدیل کر سکتے ہیں یہ شبہ صحیح نہیں کیوں کہ مسجد کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسجد کا ادب و احترام اور اس میں اقتداء جائز ہے یوں ہی عیدگاہ کا بھی ادب و احترام لازم ہے اور اس میں بھی انفصال صفوف کے باوجود اقتدا درست ہے یہ مطلب نہیں کہ عیدگاہ کو بدل کر مسجد بنا سکتے ہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔**

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷؍رجب ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

---

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۴۹۰
(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۸
(۳) فتاوی برکاتیہ، ص:۳۶۷

کیا پردھان نالی کے فنڈ سے مسجد کے لیے استنجا خانہ یا بیت الخلا بنا سکتا ہے؟

مسئلہ از: غلام رسول محمود پور گونڈا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید گاؤں کا پردھان ہے اور وہ گاؤں کی نالی کے لیے اپنے فنڈ سے اینٹ لیا جس اینٹ میں سے ایک ٹیکرا اینٹ زید سے گاؤں کے کسی آدمی نے بلا معاوضہ مسجد کے لیے مانگ لیا تو کیا ایسی اینٹ کا استعمال مسجد کے بیت الخلاء و استنجا خانہ میں درست ہے بینوا توجروا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

گورنمنٹ کی جانب سے گاؤں کے پردھان کو مسجد یا اس کی ضروریات پر صرف کرنے کے لیے رقم نہیں ملتی ہے اور اگر پردھان اپنے طور پر خرچ کر دے تو اسے مسجد کے نام پر رقم بھی نہیں مل پاتی ہے اس لیے ظاہر یہی ہے کہ پردھان مسجد کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے مجاز نہیں ہے تو گاؤں سماج کے فنڈ سے خاص کر مسجد کے بیت الخلاء کے لیے اینٹ دینا درست نہیں ہے نہ اس کا استعمال درست ہے ہاں اگر مسجد کے قریب ایسی جگہ پر بنائیں کہ مصلی حضرات بھی اپنی حاجت پوری کریں اور عام لوگ بھی آجا سکیں تو درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

گورنمنٹ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی، فلیٹ نمبر ۱۳۵ پر شانتی نگر ویشاکھاپٹنم آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کی جگہ پر بغیر بیع وشراء کے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے واضح رہے کہ اس جگہ سے کوئی فتنہ وفساد کا ڈر نہیں ہے، فقط والسلام۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اپنے طور پر جس طرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے اور جو چاہتی ہے اس میں بناتی ہے اس طرح کی زمین اللہ ورسول جل شانہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے شرعاً وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہے حضور سید عالم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ہے "عادی

الارض لله ورسوله" (۱) یعنی اتناوہ زمین اللہ ورسول کی ہے جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوی رضویہ میں تحریر فرمایا ہے(۲)

لہٰذا ایسی گورنمنٹی جگہ پر مسلمانوں کا مسجد تعمیر کرنا جائز ہے البتہ اگر کسی طرح کا خطرہ ہو تو منع ہے چنانچہ غنیۃ میں ہے:"وذكر في الواقعات رجل بنى مسجدا على رسول المدينة لا ينبغي ان يصلى فيه لانه حق العامة علم يخلص لله تعالىٰ كالمبنى على ارض مغصوبة قال السروجي وهنا يخالف ما ذكره في الاجناس والظاهر انه لا مخالفة لان لا باس عند عدم القرينة يدل على خلاف الاولى ويمكن حمل لا ينبغي عليه ."اه (۳)هذا ما عندى والعلم بالحق عند الله،

الجواب صحیح:محمد قمر عالم قادری کتبہ:محمد اختر حسین قادری

۶ر رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

ایم۔ایل۔اے۔کے فنڈ سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی فلیٹ نمبر ۱۳۵، پرشانتی نگر، ولیشاما پٹنم آندھرا پردیش

حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان کرام مندرجہ مسئلے میں کہ ہمارے علاقہ کے "ایم، ایل، اے" گورنمنٹ سے میرج ہال کے نام پر روپیہ لے کر مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے تو مسلمان حضرات اس پیسے کو لے کر مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔واضح رہے کہ جب اس روپے سے مسجد تعمیر کریں گے تو مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر غیر مسلم بھی شرکت کریں گے اور وہ اپنے رواج کے مطابق سنگ بنیاد رکھیں گے اور یہاں پر اس بات کی بھی وضاحت بے بنیاد نہ ہوگی کہ جب مسجد تعمیر ہو جائے گی تو اس میں وہابی، دیوبندی کے آنے کا بھی امکان ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملك الوهاب:

گورنمنٹی خزانہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا ہے اس پر ملک کے تمام باشندوں کا حق ہے جسے وہاں سے رقم

(۱) السنن الكبرى، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) الفتاوى الرضويه، ج: ۶، ص: ۴۵۹

(۳)غنية المستملى شرح منية المصلى، ص: ۵۶۷

ملے لے لینا درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ لینے میں کسی ناجائز وحرام کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے نہ ہی کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف ہو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''محزانہ والی ملک کی ذاتی ملک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو(۱) اور سوال میں مذکورہ صورت میں بہت سے معاصی ومفاسد کا دروازہ کھولنا ہوگا لہٰذا اب اس صورت میں ایم، ایل، اے سے گورنمنٹ کی رقم لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۶؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

قبر کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ جمال الدین، باہر شہر چندیری، ضلع گنا، ایم، پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسجد کی توسیع کرنی ہے مگر بیچ میں ایک قبر ہے کیا اس کو مسجد میں شامل کر کے اس پر فرش بنایا جا سکتا ہے۔ جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبروں پر مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''لا یحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوۃ علیھا''(۲)

البتہ قبر کے چاروں طرف نیچے سے دیوار قائم کر دیں پھر اس پر اس طرح چھت ڈھالیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیں اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ قبر اور چھت کے درمیان تھوڑی جگہ خالی رکھیں اس طرح قبر کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور اس کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ
کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۰؍شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۴۶۰

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۴۴

(۳) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص: ۳۹۹

جو شخص کورٹ کچہری کے ذریعہ مسجد کی زمین اپنے نام کرائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حقیق اللہ خاں، مقام مہتا، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک قطعہ زمین آراضی نمبر ۳۹ جس کا رقبہ آٹھ بسوہ ہے جو کاغذات پر پرانی آبادی درج ہے، اس سے متصل ایک مزار بھی ہے۔ آبادی کی زمین نمبر ۳۹ جو مزار کے نام سے تھا ۱۹۸۴ء تک یہ زمین بالکل خالی تھی، جب زمین کی قیمت سڑک کی وجہ سے بڑھنے لگی تو کمال الدین کی نیت بھی خراب ہوئی اور اس نے مزار کی زمین پر مکان بنانے کی کوشش کی تو گاؤں کے عام لوگوں نے منع کیا اور پردھان کی طرف سے تحصیلدار کے یہاں مقدمہ قائم ہوا اور گاؤں کے سارے لوگوں نے ان کا سماجی بائیکاٹ بھی کیا، تحصیلدار نے کمال الدین کے خلاف جرمانہ عائد کر کے ان کو اس زمین سے بے دخل کیا اور اس کا قبضہ وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کمال الدین نے گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے صلح کیا اور صلح نامہ میں لکھا گیا کہ اس زمین کو مذہبی کام ہی میں استعمال کیا جائے، کوئی شخص اپنے نجی کام میں استعمال نہیں کر سکتا ہے۔

اس بات کی روشنی میں گاؤں کے لوگوں نے طے کیا کہ اس نمبر میں ایک مسجد تیار کی جائے جس کی اس وقت بنیاد ڈال دی گئی، رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے تعمیری کام اس وقت جاری نہ رہ سکا اور اس درمیان کمال الدین نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد گاؤں والوں کو دھوکہ دے کر S.D.M کے یہاں سے چار بسوہ زمین کا 229B میں اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا، جب مسجد کا تعمیری کام دوبارہ شروع ہوا تو کمال الدین نے اپنے کاغذات پیش کئے کہ یہ زمین ہمارے نام ہے پھر کام کو بند کر کے S.D.M اترولہ کے یہاں دعویٰ نگرانی دائرہ کیا گیا جس کا انہوں نے معائنہ کر کے اسے خارج کر دیا اور مسجد کو تسلیم کر کے اس کے تعمیر کی اجازت دے دی، کام شروع کیا گیا، اس کے بعد کمال الدین اس حکم کے خلاف گونڈا کمشنری میں گئے وہاں بھی ان کا دعویٰ خارج ہو گیا کام پھر شروع یا گیا، اس دوران انہوں نے الہ آباد بورڈ آف ریونو سے اسٹے لے لیا کام پھر بند ہو گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں جب کہ زمین مسجد کے لیے گاؤں کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے بھی دی جا چکی ہے، اور تمام فیصلہ مسجد کے حق میں ہے اور کافی حد تک مسجد کی تعمیر بھی ہو چکی ہے، کیا کیا جائے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

اللّٰھم ھدایة الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوھاب:

صورت مسئولہ میں جس زمین میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اس میں کسی طرح سے کمال الدین کا کوئی حق نہیں ہے، پھر بھی اگر وہ مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تو وہ شدید گنہگار، قہر وغضب مولائے جبار وقہار کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے، اور ارشاد ربانی ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ (۱) یعنی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔'' کی وعید میں داخل اور بہت بڑا ظالم ہے، گاؤں اور علاقہ کے ہر اس مسلمان پر جو اس کے اس ظلم وزیادتی سے واقف ہو فرض ہے کہ مذکور کمال الدین کا سخت بائیکاٹ کریں کہ وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر علانیہ توبہ واستغفار کرے اور جب تک وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر توبہ نہ کر لے اس کا مقاطعہ اور بائیکاٹ جاری رکھیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲)

یعنی اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا یہ ظلم اور زیادتی جانتے ہوئے جو لوگ بھی اس سے میل جول رکھیں گے، جو لوگ بھی اس کے ساتھ نشست برخاست، سلام وکلام اور کھانا پینا باقی رکھیں گے سب قہر خداوندی کے مستحق ٹھہریں گے۔ کمال الدین جیسے ہی لوگوں کے لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (۳)

یعنی ایسوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۴رذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

قبلہ سے دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: جملہ مسلمانان اہل سنت، موضع ہری ہر پور، پوسٹ نیوتی، ردولی، ضلع فیض آباد، یوپی،

مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ ہمارے یہاں گاؤں میں ایک قدیم طرز کی مسجد ہے، بڑھتی آبادی کے پیش نظر وہ مصلیوں کے لیے ناکافی ہے، کچھ مخلص اور دیندار حضرات کے باہمی مشورہ سے یہ تجویز منظور ہوئی کہ از سر نو مسجد کی تعمیر ہو، مسجد کے دکھن جانب متصلا ایک صاحب کی زمین تھی انہوں نے وقف کر دی، حاصل شدہ زمین کو توسیع مسجد میں شامل کرنے کے لیے اصل قبلہ رخ سے تقریباً دس درجہ کا انحراف ہو رہا ہے اور اگر اصل رخ پر مسجد کی تعمیر ہو تو خاطر خواہ رقبہ میں اضافہ نہیں ہو پائے گا اور یہی مقصد اصلی ہے، جدید تعمیر پر خرچ بھی لاکھ روپے کا ہے، سوائے اس کے اضافے کے اور کوئی صورت ہے ہی نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں جب کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے "بہار شریعت" حصہ سوم صفحہ ۴۸/۴۹، مطبع فاروقیہ دہلی میں ۴۵ر درجہ انحراف کی صورت میں بھی صحت نماز کا قول کیا ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اصل جواب سے پہلے چند امور کا ذکر از بس ضروری ہے تا کہ اصل جواب واضح ہو جائے۔

اولاً: دین اسلام سمح وسہل ہے اس میں تنگی نہیں۔ **ثانیاً:** آفاقی کا قبلہ عین کعبہ نہیں بلکہ جہت کعبہ ہے، فتاوی رضویہ میں بدائع الصنائع پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی سے نقل فرمایا: "**قبلتہ حالة البعد جهة الكعبة وهي المحاريب لا عين الكعبة**" پھر جامع الرموز امام زندوسی سے نقل فرمایا: "**الجهة قبلة كالعين**" **ثالثاً:** اگر عین کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو بلکہ ذرا دائیں یا بائیں مائل ہو کر نماز پڑھے تو نماز بلا کراہت جائز ہے، **كما نقله الامام في فتاواه عن الدرر للمولى خسرو وعن ردالمحتار: "لو انحرف عن العين انحرافا لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز ويؤيده ما قال في الظهيرية اذاتيا من اويتاسر يجوز"** **رابعاً:** حضرات علمائے خراسان وسمرقند وغیرہما بلاد مشرقیہ کے لیے بین المغربین قبلہ ذکر فرمایا، انہیں بلاد مشرقیہ میں ہندستان بھی داخل ہے، **كما صرح به المجدد الاعظم قدس سره في فتاواه۔**(۱)

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۳، ص:۶

الحاصل مقدمات مذکورہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ سوال میں مذکور صورت جائز و درست ہے، اور وہ بھی جب کہ سوال میں مذکور دس درجہ انحراف محض تخمینی و تقریبی ہے نہ کہ تحقیقی اگر چہ اصابت عین سے قرب مستحب ہے مگر اس کا ترک مستلزم کراہت تنزیہی بھی نہیں ہے۔ هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

بینک میں جمع شدہ مسجد کی رقم پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا استعمال مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: مفتی بدیع الزماں برکاتی، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا بھٹورا، ضلع بلرام پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی رقم بینک میں جمع ہے اس جمع کردہ رقم سے سود کی صورت میں جو رقم ملتی ہے اس کا استعمال مسجد کے کسی کام کے لیے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً لاؤڈ اسپیکر، بیٹری، بلب وغیرہ خریدنا نیز مسجد کی صفائی، اور اس کی چٹائی وغیرہ پر وہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم دونوں کا مشترکہ ہے تو اس میں پیسہ جمع کرنے کے بعد جو نفع ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے جو حرام ہے اور جو بینک خالص کافروں کا ہے اس کا نفع لینا جائز ہے کہ وہ از روئے شرع سود نہیں، كما في الفتاوى الرضوية للامام احمد رضا البريلوى قدس سره. وفى فتاوى فيض الرسول لفقيه الملة المفتى جلال الدين احمد الامجدى عليه الرحمه.

مسجد کی رقم اگر کسی خالص کافر کے بینک میں جمع ہے یا انڈیا گورنمنٹ کے بینک میں ہے تو اس سے جو زائد رقم ملے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ سود نہیں ہے اور اس کو ہر جائز کام میں استعمال کرنا درست ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپے جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور لینے میں اپنی عزت اور آبرو کے لیے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، وہ رقم کسی کے کچھ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے اوپر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۳۹۲

مدرسہ کی کچھ زمین مسجد کی توسیع کے لیے شامل کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عمر انصاری اسلام پورہ جھوا میر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی زمین پندرہ روپیہ میں فروخت کی بکر نے کہا کہ اس میں دین کا کام ہوگا تو زید نے وہ پندرہ روپیے بھی واپس کردئے اور کہا کہ ہم اس زمین کو فی سبیل اللہ وقف کرتے ہیں۔

موجودہ وقت میں وہاں ایک مدرسہ اور مسجد قائم ہے اب مسجد تنگ ہوگئی ہے تو کیا اہل محلہ مسجد کی توسیع کے لیے اس زمین کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کرسکتے ہیں؟ جس پر مدرسہ قائم ہے۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ا۔ وقف کرنے والے نے اگر وقف کرتے وقت مسجد یا مدرسہ بنانے کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی یا دونوں کے لیے الگ الگ زمین کی حد بندی نہیں کی تھی بلکہ مطلقاً فی سبیل اللہ وقف کیا تھا جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو ایسی صورت میں مسجد کے تنگ ہوجانے کی وجہ سے اہل محلہ مدرسہ کا کچھ حصہ مسجد کی توسیع کے لیے لے سکتے ہیں جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ: "مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہوگئی اگر پہلوے مسجد میں کوئی زمین یا مکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف ہے یا کسی دوسرے کام کے لیے وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل کرکے اضافہ کرنا جائز ہے۔" (۱)

اور علامہ اجل شیخ ابن بزاز کردری حنفی قدس سرہ رقمطراز ہیں: "وان ضاق المسجد عن اهله جاز للمتولی ان یدخل بعض منازل الوقف فیه (۲) یعنی اگر مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوجائے تو متولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وقف کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کردے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں اہل محلّہ کے لیے یہ جائز ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس پر مدرسہ قائم ہے بقدر حاجت مسجد میں شامل کرلیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۰ رشوال المکرم ۱۴۲۲ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳، مطبوعہ فاروقیہ بکڈپو دھلی

(۲) الفتاوی البزازیه علی هامش الفتاوی الهندیه، ج: ۶، ص: ۲۸۵

غیر وقفی جگہ میں کچھ قبریں ہوں تو اس جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: مولانا آس محمد مصباحی واراکین دارالعلوم انوارالعلوم بیلو بازار، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

جامع مسجد سے متصل ایک زمین ہے جو کسی کے نام درج نہیں ہے لیکن گلشن علی اوران کے بھائیوں کے قبضہ میں تھی اس زمین میں گلشن علی کے گھر کے چند افراد مدفون بھی تھے مگر تقریباً تیس سال سے کوئی فرد دفن نہیں کیا گیا ہے۔

گلشن علی اوران کے بھائیوں نے اس زمین کو مسجد کے لئے دے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز ہے تو مسجد بنانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ایک قبر پختہ ہے جس کے سرے پر ایک فٹ دیوار اونچی ہے اس دیوار کو ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لئے وقف نہیں تھی تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے البتہ جتنے حصہ پر مسلمانوں کی قبریں ہیں ان کے چاروں طرف نیچے سے دیوار کھڑی کر کے اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ اور مسجد کا فرش ایک برابر ہو جائے اور چھت کا نچلا حصہ قبروں سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبروں کے درمیان کچھ جگہ خالی رہے۔ اس طرح سے قبروں کا احترام بھی برقرار رہے گا اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں اھ" (۱)

اور فرش مسجد کو برابر رکھنے کے لئے اگر قبور کے سرہانے کی جانب کھڑی دیوار کو ختم کرنا پڑے تو کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

---

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج:۶، ص: ۳۹۹

بلا اجازت کسی کی زمین مسجد میں لینا کیسا؟

مسئلہ از: سید محمد شاہد حسین اشرف، موضع قاضی پور پوسٹ شیودیال گنج، ضلع گونڈہ یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم پانچ بھائی سنی صحیح العقیدہ ہیں اور مسجد کے بغل میں ہماری زمین ہے جو ہماری والدہ کے نام سے ہے۔اس زمین کا کچھ حصہ پہلے ہی سے مسجد میں شامل ہے اب مسجد کو شہید کر کے ازسرنو اس کی تعمیر اور توسیع کی جارہی ہے۔حالانکہ مسجد تنگ نہیں ہے گاؤں کے ذمہ دار حضرات ہماری زمین کا کچھ حصہ مزید مسجد میں بلا اجازت اور بغیر رائے کے مسجد کے نام پر قبضہ کر کے مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔اور ہمارے مسجد کے دروازے کے سامنے مسجد کا زینہ بنانا چاہتے ہیں۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مالک زمین کی اجازت کے بغیر مسجد میں اس کی زمین شامل کر سکتے ہیں؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ ہم پانچوں بھائیوں میں سے کوئی ایک بھائی اگر اپنا حصہ دینا چاہے تو کیا دے سکتا ہے؟ جبکہ ابھی والدہ ماجدہ کے نام سے ہے۔ازراہ کرم اپنا جواب باصواب سے نوازکر عنداللہ ماجور ہوں۔بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:
اگر مسجد تنگ نہیں ہے تو بلا اجازت کسی کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز وگناہ ہے اور جبراً شامل کرنے والے غاصب وگناہگار اور حقوق العبد میں گرفتار ہیں۔سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:
"اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی۔"(۱)
اور اگر زمین کے مالک آپ لوگ ہیں اور سب کا حصہ جدا جدا کر دیا گیا ہے تو جو چاہے اپنا حصہ مسجد میں دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"منها الملک وقت الوقف"(۲)
اسی میں ہے:"واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا اومقبرة مطلقا سواء کان مما

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶،ص:۴۲۸
(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲،ص:۳۵۳

لایحتمل القسمة اویحتملها هکذا فی الفتح۔"(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

گورنمنٹی زمین پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد اسلام، مقام و پوسٹ بہادر پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک گاؤں میں آبادی کی زمین ہے جس میں مدرسہ بنا ہوا ہے باقی خالی زمین میں لوگ مسجد بنانا چاہتے ہیں جبکہ یہ زمین کسی چیز کے لئے متعین نہیں کی گئی ہے اور نہ کسی نے کسی کو وقف کیا ہے۔

کیا اس خالی زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اس میں بطور خود تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے جو چاہے بنواتی ہے۔ایسی زمین اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے"عادی الارض للہ ورسولہ" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔لہٰذا گاؤں کی اس خالی زمین پر مسجد بنانا جائز ودرست ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ

جبراً لی گئی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: عبدالکریم انصاری، للوا، کھجریا، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) کسی کی زمین کو جبراً مسجد میں داخل کر کے اس میں وضوخانہ اور استنجا خانہ بنوانا کیسا ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۳۶۵

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس وضوخانے میں وضو کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟
(۳) زمین کو جبراً داخل کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کسی کی زمین کو جبراً لے لینا ناجائز ہے۔ اس پر سخت وعیدیں ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین." (۱)
لہٰذا اس طرح زمین لے کر اس میں وضوخانہ اور استنجا خانہ بنوانا ناجائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس میں بنے وضوخانہ سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے "وکذاتکرہ فی اماکن (الی قولہ) وارض مغصوبۃ." (۲)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ان غصب دارا فجعلھا مسجدا لایسع لاحدان یصلی فیہ." (۳)
اور بہار شریعت میں ہے زمین مغصوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۴) و اللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسے لوگ ظالم و جابر اور غاصب ہیں ان پر لازم ہے کہ زمین جس کی ہے اسے واپس کر دیں یا اسے راضی کر لیں اور اپنی غلطی پر تائب ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۷/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

قبرستان کی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: قاری محمد شاکر علی نظامی، بنڈا بازار ضلع سنت کبیر نگر

مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں کہ قبرستان کی زمین پر مسجد، مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

---

(۱) الصحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۲۳
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار جدید، ج: ۲، ص: ۴۴
(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۵، ص: ۳۲۰
(۴) بہار شریعت مکروہات، ج: ۳، ص: ۶۳۰

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان کی زمین پر مدرسہ ومسجد بنانا ناجائز وگناہ ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئته."(۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:"قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔"(۲)

اور جب مسجد بنانا حرام ہے تو مدرسہ بنانا بدرجہ اولیٰ ناجائز وحرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

واقف کا اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط لگانا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد سلیم شیخ حیدر، حاجی ایوب شیخ اعظم، سید وقار علی، عبدالحمید بیگ، چاند بیگ، حبیب خان پٹھان، شیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے زید نے ایک قطعۂ زمین خرید کر اپنی والدہ کے نام مسجد میں وقف کی اور عوامی چندہ سے چار منزلہ بنام مدینہ مسجد تعمیر کرائی اور خود ہی تولیت کی ذمہ داری اب تک نبھاتے آرہے ہیں اور دستور میں اپنے انتقال کے بعد نام بنام اپنے رشتہ داروں کے لئے تولیت کی شرط لگادی اور اب نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کے سبب مسجد تنگ پڑ رہی ہے۔ بنابریں مسجد سے متصل ہی جانب مغرب ۱۲×۲۸ کی قطعہ زمین مسجد کی آمدنی سے خریدی گئی اور مسجد شہید کرنے کا کام شروع کردیا گیا تاکہ مسجد کی توسیع کی جاسکے۔

نئی خریدی گئی زمین سے متصل ہی جانب مغرب ایک قطعہ زمین ہے جو ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کی جانب سے ایک مسلم کلکٹر کی معرفت برائے تکیہ قوم مسلم کو دی گئی جس زمین پر مسلمانوں نے مکان بناکر بشکل مدرسہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع کردیا جو اب تک جاری ہے اس درمیان بسا اوقات باجماعت نماز پنجگانہ وجمعہ بھی ادا کی گئی ہے۔اب اہل محلہ ومصلیان مدینہ مسجد کی خواہش ہے کہ اس جگہ کو بھی توسیع مسجد میں شامل کرلیا جائے کیونکہ خریدی ہوئی زمین پر توسیع

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲، ص:۵۱۶

(۲) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۲۹۹

سے بھی تنگی جماعت کی شکایت دور نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ موجودہ متولی وواقف اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت تحریری شکل میں ختم کردیں اور از سر نو ٹرسٹ کا قیام عمل میں لائیں۔ مگر موجودہ متولی وواقف توسیع مسجد میں تکیہ والی زمین کو شامل کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت ختم کرنے کو تیار نہیں ہے تو عرض یہ ہے کہ

(۱) تولیت کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں شرط کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تکیہ والی زمین کو توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس زمین کی توسیع میں شامل نہ کرنے پر متولی واقف کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) واقف کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط کرنے کی اجازت ہے اور جب تک ان کے اندر خیانت اور فسق وفجور اور تولیت کی ذمہ داری سے عاجزی نہ پائی جائے وہ متولی رہیں گے اور اگر ان کے اندر مذکورہ خرابیاں آجائیں تو ان کو منصب تولیت سے معزول کردیا جائے گا اگرچہ متولی خود واقف ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

"جعل الواقف الولایة لنفسه جاز ثم لوصیه ان کان."(۱)

اسی میں ہے:

"ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه."(۲)

اسی میں ہے:

"وینزع وجوبا بزازیة لوالواقف درر فغیره بالاولی غیر مامون او عاجز اوظهر به فسق کشرب خمر ونحوه .(۳)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں "ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کردینا بھی صحیح ہے۔"(۴) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

(۲) اگر تکیہ والی زمین پر مسلمانوں نے بہ نیت مدرسہ عمارت بنائی تھی تو وہ زمین اب مدرسہ کے لئے وقف

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۸۴

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۴۰۹

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج:۳، ص:۳۸۵

(۴) الفتاویٰ الرضویه، ج:۶، ص:۳۳۸

ہوگئی اور اسے توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔

"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔"(۱)

اور اگر یوں ہی ایک عمارت بنا دی گئی جو مسلمانوں کے کسی بھی دینی یا سماجی کام میں استعمال کے لئے ہے تو اسے توسیع مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ضرورت کے باوجود توسیع مسجد میں شامل نہ کرنا اگر کسی وجہ وجیہہ کی بنا پر ہے تو حرج نہیں اور اگر ضد ونفسانیت کی وجہ سے ہے تو توبہ کرکے اصلاح حال کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

کیا کربلا کی زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں؟

مسئلہ از: تبریز عالم، شہر بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
اکثر جگہوں پر مسلمانوں نے کربلا کے نام سے ایک جگہ مخصوص کر رکھی ہے جہاں محرم الحرام میں میلہ کرتے ہیں اور وہاں تعزیہ دفن کرتے ہیں کیا اس جگہ مسجد بنا سکتے ہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو جگہ مسلمانوں نے کربلا کے نام سے مخصوص کر رکھی ہے وہ شرعاً وقف نہیں ہے کہ وقف کے لیے کار خیر اور قربت ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں مخالفت قربت ہے تو وہ ایسی زمین ہے کہ اگر اس کا کوئی مالک ہو تو اس کی یا مسلمانوں کی رائے سے مسجد یا کسی بھی نیک کام کے لیے صرف کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

"وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں"(۱) البتہ اگر مسجد بنانے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو اس زمین کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور فتنہ سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاو درس دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) فتح القدیر، ج:۶، ص:۲۱۲

(۲) الفتاوی الرضویۃ ج:۶، ص:۴۱۶

مسجد میں دینی تعلیم دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا جہانگیر احمد عزیزی قادری مدرسہ ضیاء العلوم پرانا گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

کہ حالات حاضرہ میں باطل مکاتب فکر کی تحریکیں اور تنظیمیں فاسد عقائد ونظریات پر مشتمل تعلیمات وتوجیہات کے ذریعہ عوام الناس کو دام تزویر وفریب میں ملوث کرنے کی حتی المقدور سعی پیہم اور جہد متواصل کر رہی ہیں انہیں تحریکات میں سے ایک تحریک مکتب دینیات بھی ہے جو تقریباً ان کی جملہ مساجد میں بنام دینیات بچوں کو زیور گمرہی سے آراستہ وپیراستہ کر رہی ہے ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا سنی صحیح العقیدہ عوام کو اپنی مساجد میں بچوں کو زیور تعلیمات حقہ سے آراستہ کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں۔ کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین کے حوالے سے جواب مطلوب ہے عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا عنداللّٰہ.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

مسجد میں تنخواہ لے کر بچوں کو پڑھانا جائز نہیں کہ تنخواہ لے کر پڑھانا کار دنیا ہے اور مسجد میں کار دنیا ناجائز ہے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر پڑھانے والا (مسجد میں) اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے۔''(۱)

لیکن اگر بد مذہب فرقے بچوں کے عقائد خراب کر رہے ہیں اور سنیوں کے پاس الگ سے مدرسہ قائم کر کے اپنے بچوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں اور نہ ہی فی الحال اس کی استطاعت ہے تو بوجہ ضرورت مسجد میں عقائد حقہ سنیہ اور سچی دینی تعلیم یا تنخواہ دینا جائز ہے بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ ''الضرورات تبیح المحظوراتِ'' (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا ودرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۱۳ر جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۴۴۶

(۲) الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۹۴

باب المقبرة

قبرستان کا بیان

موقوفہ قبرستان میں پختہ قبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد خالد قادری مقام جمڑی، کسمہی ضلع سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مسلم قبرستان کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس میں اپنے والدین اور بھائی وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز نہیں ہے اگر چہ حاجی ونمازی ہوں اور بکر کہتا ہے کہ مسلم قبرستان میں اپنے والدین وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز ہے اس لیے کہ جس جگہ جو آدمی دفن ہو جاتا ہے وہ جگہ اسی کی ملکیت میں آجاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا زید وبکر کے اقوال سے کس کا قول صحیح ہے از روئے شرع دلائل سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو مسلم قبرستان وقف ہو اس میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں کہ ہمیشہ کے لیے وہ جگہ کسی کے لیے مخصوص کر لینا اس میں تصرف مالکانہ ہے اور وقف میں ایسا تصرف حرام ہے درمختار میں ہے:

" اذا تم و لزم لایملک ولا یملک " (۱)

فتاوی رضویہ میں ہے: "جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی" (۲)

اور اسی میں ہے "اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں ہے: "لانه یستحق الازالة لا الا دامة "اھ (۳)

صورت مذکورہ میں زید کا قول درست اور موافق شرع ہے اور بکر اپنے قول میں غلط اور مخالف شرع ہے اس پر

---

(۱) الدر المختار، ردالمحتار، ج:۳، ص: ۳۰۲

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص: ۳۵۳

(۳) الفتاوی الرضویة، ج:۶، ص: ۴۹۰

لازم ہے کہ حکم شریعت کی اطاعت کرے اور غلط مسئلہ بیان کرنے کی وجہ سے توبہ واستغفار کرے۔ بکر کا استدلال اس کی حماقت وجہالت کا آئینہ دار ہے کیوں کہ موت سے آدمی کا سامان خود اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور یہاں بکر میت کے لئے ملکیت ثابت کررہا ہے، بہرحال بکر کا موقف غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری　　　　کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری، خلیل آبادی

۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

کیا کسی مزار پر وقف کو بدل کر دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: سید اعجاز احمد قادری شطاری عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلوں کے بارے میں ہمارے شہر تاڑ پیڑی میں ایک بزرگ حضرت شمشیر ولی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی وقف زمین پانچ ایکڑ ہے اس کو اب اس درگاہ کے مجاور صاحب شہر کے مسلمانوں کے قبرستان کے لیے لکھ کردیے ہیں اب وہاں اس زمین پر قبرستان بنانے کے لیے اطراف چہاردیواری بنانے کی تیاری کی جارہی ہے۔

زید وقف کی تبدیلی شرعاً حرام وناجائز کہتا ہے وقف کیا ہوا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ ایک جگہ کے لیے وقف کرکے اس چیز کو دوسری جگہ دوسرے کام کے لیے لگا نہیں سکتا ایسی صورت میں کوئی سو سال کے آگے کی درگاہ شریف کے لیے وقف کی گئی جگہ کو آج مجاور تبدیل کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

یہ شرعاً قبرستان نہیں ہوتا اس میں مردے دفن کرنا ناجائز مردوں کو عذاب نار میں ڈالنے کے برابر ہے کیا زید کا کہنا درست ہے یا نہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نئے قبرستان کو قبرستان کی طرح استعمال کرنا اور وہاں پر مردوں کو دفن کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاسکتا ہے دوسرے کام میں اس کا استعمال ناجائز ہے متولی، مجاور حتی کہ خود واقف کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وقف شدہ زمین جس کے لیے وقف ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام اس سے لے یا کسی دوسرے کام کی اجازت دے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئتہ فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً والرباط

دکانا'' اھ(۱)

اسی میں ہے:'' سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن مسجد لم یبق له قوم وخرب ما حوله واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة قال لا وسئل هو ایضا عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیر هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبره کذا فی المحیط''(۲)

تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ مجاور صاحب کا درگاہ شریف پر وقف شدہ زمین کو قبرستان کے لیے دینا خیانت وبد دیانتی اور سراسر ظلم وگناہ ہے اور اس زمین کو قبرستان بنانا وہاں مردے دفن کرنا ناجائز ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبۂ: محمد اختر حسین قادری

ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ

قبرستان میں عیدگاہ کی توسیع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ مومن خاں باہر دتیا گیٹ جھانسی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک اراضی برسہا برس سے قبرستان کے لیے وقف تھی اور اس کا ایک حصہ جو قبروں سے خالی تھا اس میں پرانے لوگوں نے عیدگاہ کی تعمیر کردیا تھا جس میں عید الفطر وعید الاضحیٰ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے اب عیدگاہ کے اتر اور دکھن عیدگاہ کی توسیع کرنے کا ارادہ ہے جس میں قبریں بھی موجود ہیں زید جس کے خاندان کی قبریں اس میں موجود ہیں اس لیے عیدگاہ کی توسیع سے روکا تو لوگ اس سے جھگڑا کرنے پر آمادہ ہیں۔

اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے حالت میں عیدگاہ کی توسیع کرنے والے اور اس میں تعاون کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے اور زید از روئے شرع حق پر ہے یا نہیں کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہو اس میں دوسرا کام کرنا اور غرض وقف کے خلاف اس کے وقف کو استعمال

(۱) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲،ص:۴۹۰

(۲) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲،ص:۴۷۰، ۴۷۱

کرنا ناجائز وحرام ہے فتح القدیر میں ہے:"الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ"(۱)

درمختار میں ہے:" شرط الواقف کنص الشارع"(۲)

فتاوی رضویہ میں ہے:"وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔"(۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولاالخان حماماً والرباط دکانا۔"(۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ موقوفہ قبرستان پر عیدگاہ بنانا ناجائز وحرام ہے کہ اس میں تغیر وقف ہے جو ناجائز ہے علاوہ ازیں توسیع کی صورت میں مسلمانوں کی قبروں کو برابر کردینا ہوگا اور کسی مسلمان کی قبر بلاوجہ شرعی کھود کر برابر کرنا حرام ہے فتاوی خیریہ میں ہے:" وقد صرحوا بحرمۃ النبش لغیر ضرورۃ"(۵)

ردالمحتار میں ہے: "فعلم من ھذا ان النبش لتوسیع المسجد لا یجوز لعدم تعلق حق الآدمی بالمیت ."(۶)

اور قبر کو برابر کرکے جب عیدگاہ میں شامل کریں گے تو اس پر چلنا، پھرنا، پاؤں رکھنا بھی ہوگا اور قبر پر چلنا پاؤں رکھنا حرام ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لان امشی علی جمرۃ احب الی من ان امشی علی قبر مسلم."(۷)

فتاوی عالمگیری میں ہے:"یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت." (۸)

قبر پر بیٹھنے یا نماز پڑھنے سے ایذاء میت مسلم ہے اور مسلمان کو خواہ زندہ ہو یا مردہ ایذا پہنچانا ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد نبی کریم علیہ السلام ہے"یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذ صاحب القبر ولایؤذیک." (۹)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:" من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذانی اللہ." (۱۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں عیدگاہ کی توسیع حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ قبرستان میں بنی ہوئی عیدگاہ کو بھی منہدم کردیا جائے کہ واقعی قبرستان میں عیدگاہ یا کوئی اور عمارت بنانا ناجائز ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے

(۱) فتح القدیر، ج:۵،ص:۴۴۰، کتاب الوقف
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، ج:۶،ص:۵۰۸
(۳) الفتاوی الرضویۃ، ج:۷،ص:۳۷۷
(۴) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۲،ص:۳۵۴
(۵) الفتاوی الخیریۃ، ج:۱،ص:۱۵، باب الجنائز
(۶) ردالمحتار، ج:۱،ص:۶۶۲، باب صلاۃ الجنائز
(۷) سنن ابن ماجہ، ص:۱۱۲
(۸) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۵،ص:۳۵۱
(۹) مرقاۃ المفاتیح، ج:۴،ص:۲۹
(۱۰) المعجم الاوسط، ج:۴،ص:۳۷۳

اور جو لوگ قبروں پر عیدگاہ کی توسیع کے لیے آمادہ ہیں اگر وہ توسیع کریں گے تو وہ سب مجرم وگنہ گار حرام کار مستحق نار وغضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہوں گے اور جو لوگ ان کی مدد کریں گے وہ بھی انہیں کی مثل ٹھہریں گے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنی طاقت بھر لوگوں کو ایسے سخت حرام کام سے روکیں اور کوشش کے باوجود وہ لوگ نہ رکیں تو مسلمان ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کردیں ورنہ سب مجرم وگنہ گار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۱) اور زید بے شک عیدگاہ کی توسیع سے روکنے والا حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

وقفی قبرستان میں مدرسہ ومسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیا پور پوسٹ رانی گڑھ ضلع بارہ بنکی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ قبرستان کی جگہ میں جہاں قبریں موجود ہوں ہڈی وغیرہ مل رہی ہوں وہاں مدرسہ ومسجد یا مکان بنانا درست ہے یا نہیں اگر بن گیا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا ناجائز وحرام ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماماً ولا الرباط دكاناً." (۲) اور جو مسجد یا مدرسہ اس پر بن گیا ہے اسے منہدم کردیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں اور وقف کا اپنے حال پر باقی رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

---

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

قبرستان کے درختوں کی رقم مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی

جماعت سادسہ، متعلم دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈو بھا بکھیرا بازار سنت کبیر نگر یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ میرے علاقے میں ایک ایسا گاؤں ہے جہاں تقریباً تین سو گھروں کی مسلم آبادی ہے گاؤں میں ایک چھوٹی مسجد بہت پرانی تھی جسے شہید کر کے گاؤں کے لوگوں نے توسیع کا کام شروع کیا اخراجات بڑھتے گئے چوں کہ گاؤں کے بیشتر مسلمان غربت و افلاس کے شکار ہیں تعمیر مکمل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اتفاق رائے سے اسی گاؤں کے قبرستان میں لگائے گئے ساگون کے کچھ درخت فروخت کر کے اس کی رقم مسجد میں لگادی گئی ہے دیواریں مکمل ہوگئی ہیں صرف چھت کا کام باقی ہے اب انہیں مسلمانوں میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ قبرستان کی رقم مسجد میں لگانا درست نہیں ہے ازروئے شرع مفصل جواب تحریر فرمائیں تاکہ اختلاف دور کیا جاسکے۔

(۲) مسجد مذکور میں لگائے گئے روشندان اور جنگلوں کی لکڑیاں ایسی ہیں جو ایسے شخص سے خریدی گئی ہیں جو گورنمنٹی جنگل سے چوری کر کے لکڑیاں بیچتا ہے انتظامیہ نے علمائے اہل سنت کے بلا تحقیق وتفتیش کے ایسی لکڑیوں کو مسجد میں لگایا ہے جس کو اس شخص نے چرایا تھا انتظامیہ کے لوگوں نے اسے خریدا تھا۔

جواب طلب صرف یہ ہے کہ ایسی لکڑیاں مسجد میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں اگر نہیں لگائی جاسکتی ہیں تو ان لکڑیوں کو مسجد سے نکلوایا جائے یا نہیں نیز ایسے انتظامیہ کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) قبرستان کے درختوں کو بیچ کر اس کی رقم مسجد میں لگانا جائز ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "قبرستان اگرچہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے (۱) ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ: "قبرستان میں پیڑ کے مالک کا پتہ نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔" ملخصاً (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جنگل کی لکڑیاں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی ہیں ان کا شمار مباح اشیاء میں ہے تو جو اسے قبضہ میں

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۴، ص:۱۱۷

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج:۴، ص:۱۱۰

لے لے اس کی نہیں اس لیے منتظمین نے خرید کر جو لکڑیاں مسجد میں لگا دیں ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں البتہ گورنمنٹ قانون کے مطابق اس طرح سے جنگل سے لے آنا جرم ہے اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے کام سے بچنا لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"من الصور المباحة مایکون جوماً فی القانون ففی اقتحامه تعریض النفس للاذی والاذلال وهو لا یجوز فیجب التحرز عن مثله." اھ(۱) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قبرستان میں نیا راستہ نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ مقبول احمد نوری چھاؤنی پڈرونہ ضلع کشی نگر یوپی انڈیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ برسوں پرانا ایک قبرستان ہے جس میں ایک پرانا راستہ ہے پھر بعد میں چل کر ایک نیا راستہ نکالا گیا پھر اس پر دس فٹ چوڑی سڑک RCC ودھا یک کے کوٹے سے بنائی گئی جس کی زد میں کچھ پرانی قبریں بھی آگئیں ہیں جس کا آمد ورفت کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قبرستان کے نئے راستہ کو قبرستان کے تعمیری کام میں استعمال کیا جائے گا نیز قبرستان کی لکڑیاں اور دیگر سامان کی خاطر ٹریکٹر ٹرالی وبیل گاڑی وغیرہ کا استعمال بھی اس نئے راستہ پر ہوگا۔

لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قبرستان میں نیا راستہ بنوانا یا پرانے راستہ پر پکی سڑک بنوانا جائز ہے یا کچھ اور، بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمن

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سخت ناجائز ہے نبی کریم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"

لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر من ان یجلس علی قبر"(۲)

ایک اور حدیث پاک ہے:" نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه."(۳)

---

(۱) الفتاویٰ الرضویة، ج:۷، ص:۱۱۵

(۲) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۳۱۲

(۳) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۳۱۲

فتاوی عالمگیری میں ہے" یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت"(۱)
اور کھلی ہوئی بات ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس پر چلنا، اٹھنا، بیٹھنا سب ہوگا تو یہ سب ناجائز و گناہ ہوگا چنانچہ ردالمحتار میں فرمایا:"المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام." (۲) یعنی قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔ لہٰذا مذکورہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے وہ نکالنا حرام اس پر چلنا حرام اس پر بیٹھنا حرام ہے جن لوگوں نے نکالا وہ سب سخت مجرم و گنہگار مستحق نار و غضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ اس راستہ کو ختم کر کے پہلی حالت پر کردیں ورنہ عذاب الٰہی کے لیے تیار ہیں البتہ پرانے راستہ کو پختہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ وعلمہ اتم واحکم

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۶/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

قبرستان میں گائے، بھینس وغیرہ چرانا اور باندھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ذوالفقار احمد رضوی، متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

قبرستان میں گائے بیل، بھینس وغیرہ چرانا یا باندھنا کیسا ہے؟ اور جو ایسا کرے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان میں گائے، بیل اور بھینس وغیرہ جانور چرانا یا باندھنا ناجائز و گناہ ہے اور قبور مسلمین کی توہین و بے حرمتی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باعث ہے، کیوں کہ گائے، بیل، بھینس وغیرہ جانور جہاں چرتے ہیں پیشاب اور لید گوبر کرتے ہیں۔ اور قبرستان میں انہیں چرانے اور باندھنے کا مطلب ہوا کہ قبور مسلمین کو جانوروں سے پامال کرنا اور ان کے پیشاب و لید گوبر سے قبروں کو ملوث اور گندا کر کے ان کی بے حرمتی کرنا اور مردوں کو اپذا دینا ہے اور یہ سراسر ناجائز و گناہ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیۃ فی بیتہ "یعنی جس چیز سے مردہ کو گھر میں ایذا پہنچتی ہے اس سے قبر میں بھی ایذا ہوتی ہے۔

(۱) الفتاوی العالمگیریۃ، ج:۵، ص: ۳۵۱

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

فتاوی رضویہ میں ہے: ''قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے۔''(۱) اور جب مسلمانوں کی قبروں پہ چلنا پھرنا اور پاؤں رکھنا حرام ہے کیوں کہ اس سے ان کو اذیت پہنچتی ہے اور ان کی بے حرمتی ہوتی ہے تو پھر جانوروں سے انہیں پامال کرنا اور جانوروں کے گوبر اور پیشاب سے انہیں آلودہ کرنے میں انہیں کتنی ایذا پہنچے گی؟ اور ان کی کتنی بے حرمتی ہوگی؟ الحاصل ایسے لوگوں کو فوراً اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ایسے افعال سے باز آجائیں اور علانیہ توبہ بھی کریں ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ ررجب المرجب ۱۴۲۰ھ

قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مصطفیٰ و جملہ ساکنان امولی پوسٹ ہتھیا گڑھ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک قبرستان جس میں دو سو سال سے زائد عرصہ سے مسلمان مردوں کو دفن کیا جاتا ہے آبادی کے لوگ قبرستان کی حفاظت اور جانوروں وغیرہ کی گندگی سے بچاؤ کے لیے چہار دیواری بنانا چاہتے ہیں، لیکن ان کی مالی پوزیشن ایک مرحلہ میں باہمی چندہ سے چہار دیواری بنوانے کی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبرستان میں موجود درختوں کو کاٹ کر ان کی قیمت چہار دیواری میں صرف کرنا کیسا ہے؟

''باسمہ تعالیٰ وتقدس''

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان میں موجود درخت کا اگر کوئی مالک ہو تو اس کی اجازت سے کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی چہار دیواری میں صرف کر سکتے ہیں اور اگر اس کے مالک کا کچھ علم نہیں تو ایسی صورت میں قاضی شرع کے حکم سے اور اس کے نہ رہنے کی حالت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ عالم دین کے حکم سے اور اگر کوئی ایسا عالم دین نہ ہو تو آبادی کے عام مسلمانوں کے مشورہ سے اس درخت کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی ضرورت میں لگا سکتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے " ان علم لها غارس ففی القسم الاول كانت للغارس وفی القسم الثانی الحكم فی ذالک الی القاضی ان رای بیعها وصرف ثمنها إلىٰ عمارة المقبرة فله ذٰلک كذا فی

(۱) الفتاوى الرضويه، ج:۴، ص:۱۰۲

الوقعات الحسامية." (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ر شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

چکبندی سے بچی ہوئی زمین کی رقم مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر محمد شاہد رضا نوری، ناظم اعلیٰ دارالعلوم فضل رحمانیہ مقام وگور گھنٹہ نان پارہ ضلع بہرائچ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، چکبندی سے کچھ باقی ماندہ زمین قبرستان سے متصل ہے جس میں تاہنوز اجل رسیدہ شخصیتوں کی تدفین کا آغاز نہیں ہوا ہے نیز اس زمین سے افادۂ مسجد کے لیے کاشتکاری کی جاتی ہے اس زمین سے حاصل شدہ رقم مسجد یا مدرسہ یا عیدگاہ میں بوقت ضرورت صرف کرنا روا ہے یا نہیں از روے شرع تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

ملک کی وہ زمین جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور اہل مملکت ان میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں، ایسی غیر مملوک زمینیں اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہے حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "عادی الارض لله ولرسوله" (۲) اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۴۵۹ پر بھی مرقوم ہے لہٰذا اگر چکبندی سے باقی ماندہ زمین کو کار خیر میں صرف کیا جائے۔ بلاشبہ جائز ودرست ہے کہ اللہ جل مجدہ کی ملکیت سے حاصل نفع اسی کی راہ میں خرچ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۸ر رجب ۱۴۲۵ھ

قبرستان پر شادی محل یا مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل احمد خان قادری، ہیل روڈ سرسی، ضلع کاروار، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ (۱) دو سو سال پرانی مسلمانوں کی قبریں اس

(۱) الفتاوی عالمگیریة، ج:۲، ص:۳۶۳

(۲) السنن الکبریٰ، ج:۶، ص:۱۴۳، دار صادر بیروت

میں شادی محل یا مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں اس جگہ شادی محل بنانے والے گنہ گار ہوں گے یا نہیں۔

(۲) اور اس قبرستان میں ایک بزرگ کی مزار ہے جس پر سلیب ڈال کر شادی محل بنا کر دولہا دلہن کا انتظام، کھانا کھلانا، جوتے ڈال کر چہل قدمی کرنا، گانا بجانا، نکاح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) یہاں سنی جماعت کی مسجد ہے جس کے بازو میں ایک بزرگ کا مزار ہے اور مزار کے اوپر ہی مولانا کا کمرہ ہے وہ اوپر غسل وغیرہ کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تشریح کریں برائے کرم جلد سے جلد تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) مسلمانوں کی قبروں پر عمارت بنانا مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں بہار شریعت میں ہے: "مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں"(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "سئل ھو (ای القاضی الامام شمس الائمہ محمود الاوز جندی) عن المقبرۃ فی القریٰ اذا اندرست لم یبق فیھا اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط."(۲)

اس جگہ شادی محل یا مدرسہ تعمیر کرنے والے ظالم وجفا کار مستحق نار وغضب جبار اور اموات مسلمین کو ایذاء پہنچانے والے سخت مجرم وگنہ گار ہیں ان پر توبہ واستغفار لازم اور قبور مسلمین پر بنی عمارتوں کو منہدم کردینا واجب ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(۲) یہ سب سخت ناجائز وحرام ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۳) ہر مسلمان کی قبر کا احترام ضروری ہے اور بزرگوں کے مزارات کا اور بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے وہ تمام باتیں جو ادب واحترام کے خلاف ہوں سب منع ہیں۔ البتہ مزار کے اوپر بنے حجرہ میں غسل کرنا گناہ نہیں ہاں اگر غسل وغیرہ کا پانی مزار پر آتا ہو تو اب ممانعت ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ر شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

---

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۸۴۳
(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۷۰

قبرستان کی گھاس کاٹ کراس کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، مہراجگنجوی، دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

قبرستان میں اگر گھاس اگی اور اتنی بڑی ہوگئی جس سے کسی بھی قسم کا استفادہ کیا جاسکتا ہے یا کم ازکم چوپائے کو کھلایا جاسکتا ہے، تو کیا اس گھاس کو کسی بھی آدمی کے ساتھ فروخت کرسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب عطا کرکے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جو ہرے پودے خاص قبروں کے اوپر ہوں ان کو کاٹنا منع ہے کہ ان کی تسبیح سے صاحب قبر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "یکرہ قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ". نحوہ فی الخانیۃ."(۱) بقیہ اور جو گھاس قبرستان میں اگی ہوئی ہیں اور ان کا کوئی مالک نہیں ہے تو قاضی سلام کے حکم سے اسے کاٹ کر فروخت کرسکتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ان علم لھا (ای اشجار) غارس اولم یعلم ففی القسم الاول کانت للغارس وفی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعھا و صرف ثمنھا اِلی عمارۃ المقبرۃ فلہ ذلک کذا فی الواقعات الحسامیہ"(۲) اور جہاں قاضی اسلام نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین مرجع فتاویٰ اس کے قائم مقام ہے اور اگر ضلع میں ایسا عالم نہ ہو تو عام مسلمانوں کا کے فیصلہ کے مطابق عمل ہو۔ ھکذا قال سیدی الکریم الامام احمد رضا القادری رحمہ اللہ تعالیٰ. واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری
یکم رذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

---

(۱) ردالمحتار، ج: ا، ص: ۲۰۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۴۷۴

قبرستان کی زمین کسی شخص کو دیدینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: اسلم اعظمی ضلع اعظم گڈھ

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تالاب ہے جو قبرستان کی حد میں شامل ہے اور زید کے گھر کی نجاست اس تالاب میں آتی ہے، تالاب سے ذرا سا ہٹ کر ایک زمین ہے جس پر گاؤں والوں نے کہا کہ یہ زمین بھی قبرستان کی حد میں شامل ہے، اور زید کہتا ہے کہ نہیں، یہ زمین قبرستان کی حد میں شامل نہیں ہے، اور گاؤں والوں کو یہ خطرہ ہے کہ ہم اس سے زیادہ ضد کرتے ہیں تو یہ مسلمانوں کو ہندو لوگوں کے ساتھ مل کر تکلیفیں دے گا اور نہ جانے کونسی کونسی ایذا پہنچائے گا اور اگر زمین اس کے حق میں دیدیتے ہیں تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہے تو زید کو اس کے جھگڑا فساد کے ڈر سے دیدینا ہرگز جائز نہیں ہے کہ وقف کی زمین نہ کسی کو ہبہ کر سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں شرط واقف کے خلاف کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں۔ فان الوقف لایباع ولایرهن ولا یغیر عن هیئة، فی الفتاوی الهندیة: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته"(۱)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں: "أمرنا بابقاء الوقف علی ما کان علیه" (۲)

بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی الامکان وقف کے مال کی حفاظت کریں اور ظالموں، غاصبوں کے ظلم وغصب سے بچانے کی کوشش کریں۔ فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصری میں ہے: "ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف او من ظالم له ان یبیعه ویصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتوی علی انه لا یجوز کذا فی السراجیة"(۳)

اور امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں: "مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف اور دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا مال یا وقت خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔"(۴) اور

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۹۰

(۲) فتح القدیر، ج:۵، ص:۴۴، مطبع پشاور

(۳) الفتاوی العالمگیریة، ج:۲، ص:۴۲۰

(۴) الفتاوی الرضویة، ج:٦، ص:۳۵۰

اگر وہ زمین کسی کی ملکیت میں ہے تو مالک کی اجازت سے اس کو دے سکتے ہیں، کما فی الکتب الفقهية.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

قبرستان میں اگر بتی اور موم بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری احمد شکیل نورانی، بھیڑی منڈی، بشیرت گنج لکھنو، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) قبرستان میں جب کہ ہر جگہ عموماً قبر ہوتی ہے وہاں اگر بتی خوشبو کے لیے اور موم بتی روشنی و چراغاں کے لیے جلانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) اگر بتی یا لوبان پر قرآن شریف پڑھ کر دم کر کے یا فیتہ جس پر نقش یا آیت لکھی ہوتی ہے جیسا کہ دعا، تعویذ والے حضرات کرتے ہیں، تو شرع کے مطابق انہیں جلانا درست ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

(۱) قبر کے اوپر اگر بتی، موم بتی وغیرہ جلانا منع ہے۔ اور قبر کے قریب جلانا اگر قبر کے لیے ہو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو تو یہ بھی منع، اور اگر اس لیے ہو کہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہیں، فاتحہ خوانی، قرآن خوانی یا ذکر و اذکار میں مشغول ہیں، ان کی طبیعت کو خوشبو سے انبساط و سرور حاصل ہوگا، یا اس طرح کے دوسرے مقاصد حسنہ ہوں تو اگر بتی سلگانا، چراغ جلانا جائز و درست ہے، اور ایسا کرنے والے مستحق اجر و ثواب ہوں گے۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۴۱ سے ۱۶۰ تک کا مطالعہ کریں، اس کے علاوہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم، فتاویٰ شامی، جواہر اخلاطی وغیرہ میں تفصیل موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر بتی اور لوبان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کر کے انہیں جلانا جائز ہے۔ یوں ہی نقش لکھ کر جلانا بھی منع نہیں ہے، رہی آیت تو دعا تعویذ کرنے والے آیتوں کو بطور دعا لکھتے ہیں، نہ کہ قرآن شریف کی آیت سمجھ کر اس لیے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ر ربیع الغوث ۱۴۲۳ھ

قبرستان میں مٹی پاٹنے کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: مجاہد عالم رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان کا علاقہ بہت نیچا ہے۔قبرستان کے چاروں طرف گھر بننے اور راستہ اونچا بننے کے سبب قبرستان سے بارش کا پانی نکل نہیں پاتا اور زیادہ بارش ہونے پر غلیظ پانی بھی قبرستان میں داخل ہوجاتا ہے۔قبرستان کو لگ کر مسجد بھی ہے۔وضوخانہ کا پانی بھی قبرستان کو جاتا ہے۔جب کبھی میت ہوتی ہے تو قبر کھودتے وقت وہاں پانی نکلتا رہتا ہے یہاں تک کہ گرمی کے موسم میں بھی پانی نکلتا ہے۔

اس سے میت کو دفن کرنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا قبرستان میں مٹی ڈلوا کر اونچا کیا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر قبرستان میں مٹی ڈلوا کر اونچا کر سکتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے لئے کبھی قبر کے اوپر سے گزرنا ہوگا کیا اس سے قبر کی بے حرمتی نہیں ہوگی؟

(۴) کیا قبرستان کے پیڑ پودوں کو کاٹ کر بیچ سکتے ہیں؟ اگر بیچ سکتے ہیں تو اس کی رقم کس مد میں خرچ ہوگی؟

(۵) کیا ایم پی، ایم ایل اے فنڈ کی رقم قبرستان میں مٹی ڈلوانے کے کام میں لگا سکتے ہیں؟ اس فنڈ کی رقم قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد بچنے کی صورت میں مسجد کمپلیکس کے کام میں لگ سکتی ہے؟ مسجد کی زمین کے تالاب وغیرہ میں ڈال کر پاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟

(٦) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد قبرستان کو پاٹ کر کے راستہ بنانا چاہتے ہیں اس کی کیا صورت ہوگی؟

برائے کرم اسلامی قانون کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

(۱) صورت مذکورہ میں قبرستان کی حفاظت کے لئے مٹی ڈال کر اونچا کرنا جائز ہے کہ اس میں مال وقف کی حفاظت کے ساتھ مسلمانوں کو حرج ودقت سے بچانا ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں "حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف میں کریں اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۱)

---

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج:۶، ص:۳۵۰

(۲) لوگ جس طرح احتیاط کے ساتھ مردہ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں جاتے ہیں اسی طرح سروں پر مٹی اٹھا اٹھا کر حتی المقدور احتیاط سے پوری قبرستان کو مٹی سے پاٹ کر اونچا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد و حدیث ہے کہ "لان اطا علی جمرة حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطأعلی قبر مسلم". (۱) یعنی مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔"

اس لئے مٹی ڈالتے وقت احترام قبر ملحوظ رکھنا اور اسے بے حرمتی سے بچانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) قبرستان کی گھاس جب تک تر ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر پیڑ لگانے والا معلوم ہے تو اس کی اجازت سے بیچ سکتے ہیں اور اگر نا معلوم ہو تو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے مشورہ سے اور وہ نہ ہو تو اہل محلہ اپنی صوابدید پر جس کار خیر میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے اس لگانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر مالک کا پتہ نہیں یا درخت خود رو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔" (۲)

فتاویٰ خانیہ میں ہے "مقبرة فیها اشجار ان علم غارسها کانت للغارس." (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایم پی ایم ایل اے فنڈ کی رقم گورنمنٹی خزانے کی ہوتی ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی لہٰذا اسے قبرستان کی پٹائی مسجد کمپلیکس، مسجد کے تالاب کی پٹائی میں صرف کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) قبرستان میں جو قدیم راستہ ہو اس کی مرمت کرا سکتے ہیں۔ مگر کوئی نیا راستہ نکالنا اس پر چلنا سب ناجائز و حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے "المرور فی سکة حادثة فی المقابر حرام" (۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں بیٹھنا جائز نہیں ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔" (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

---

(۱) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۲) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة، ج: ۳، ص: ۳۱۱

(۴) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

(۵) الفتاوی الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۰۸

قبرستان کی زمین پر نماز عید و بقرہ عید پڑھنے کا حکم

مسئله از: محمد نیر اعظم اشرفی ابن حاجی محمد اشرف، مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ایک زمین جس میں بہت پہلے سے جنازے کی نماز ہو رہی ہے وقف جنازہ اور قبرستان کے نام سے ہو لیکن اس میں لوگوں کا خیال ہے کہ عید و بقرعید کی بھی نماز ہو کیا اس جگہ اب عید و بقرعید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

"باسمه تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوهاب:

جو زمین قبرستان کے نام وقف ہے تو جس حصہ پر وہاں قبر نہیں ہے وہاں پر عید و بقرعید کی نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ سامنے قبر نہ ہو جس طرح عیدگاہ اور مدرسہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"لاتکره فی مسجداعدلها وكذا فی مدرسة ومصلی عيد."۔(۱)

البتہ اس زمین کو عید و بقرعید کی نماز کے لئے ہی خاص کر لینا یا اسے عیدگاہ کی شکل دے دینا ناجائز وگناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **" لايجوز تغيير الوقف عن هيئته"**(۲)

فتح القدیر میں ہے: **"الواجب ابقاء الوقف علی ماكان عليه"**(۳) **والله اعلم بالصواب**

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبهٗ: محمد اختر حسین قادری

۲۲/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

قبرستان کے لئے غیر مسلم کی وقف کردہ زمین میں دفن کرنا کیسا؟

مسئله از: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ چھپرہ

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین وقف کیا اور وہ مر گیا اس نے وقف کرتے وقت وارث یا لاوارث مردہ کا کوئی ذکر نہ کیا جیسا کہ اس کے دستاویز سے ظاہر ہے۔

---

(۱) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۲۶

(۲) الفتاوی العالمگیرية، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۳) فتح القدير، ج: ۵، ص: ۴۴۰

بعد میں لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ اس نے صرف لاوارث مردہ کے لئے وقف کیا ہے اب تک وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس قبرستان میں عام مردوں کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

جب وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور اب قانونی طور پر کسی کو حق مزاحمت نہ رہ گیا تو اگر چہ غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دیتے وقت صرف لاوارث مردوں کے دفن کی ہی شرط کیوں نہ لگائی ہو پھر بھی اب اس قبرستان میں کسی بھی مسلمان لاش کو دفن کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی درمختار ۳/۳۶۱ اور فتاویٰ رضویہ ۶/۴۰۱ کی عبارات سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

قبرستان میں لگے درختوں کا مالک کون؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہیں مانجھل بیٹے نے قبرستان میں درخت لگائے جب درخت بڑے ہو گئے تو دونوں بھائی حصہ مانگنے لگے۔ درخت کے حقدار کون ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

قبرستان میں جس نے درخت لگائے وہی درخت کا مالک ہے۔ دوسروں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ امام فقیہ النفس علامہ قاضی خاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مقبرۃ فیھا اشجار ان علم غارسھا کانت للغارس." (۱)

یعنی ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا لگانے والا معلوم ہے تو وہی ان کا مالک ہے۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "قبرستان اگر چہ وقف ہو مگر درخت جو اس

(۱) الفتاوی الخانیۃ مع الھندیۃ، ج:۳، ص:۳۱۱

میں لگائے جائیں لگانے والے ہی کی ملک میں رہیں گے اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔"(۱)

صورت مذکورہ میں درخت منجھلے بیٹے کا ہے دیگر بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور ان کا مطالبہ غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۷/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دی تو کیا وہ وقف ہے؟

مسئلہ از: شاکر علی سیٹھ محلہ بدھیانی، خلیل آباد

ہمارے محلہ میں ایک قبرستان ہے وہ پہلے محلہ کے غیر مسلموں کی زمین تھی ان لوگوں نے مسلمانوں کے مُردوں کو دفن کے لئے دے دیا اب مسلمان اس میں اپنے مُردے دفن کرتے ہیں اس قبرستان کو وقف مانا جائے گا یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوھاب:

اگر غیر مسلموں نے وہ زمین مسلمانوں کو مُردہ دفن کرنے کے لئے دے دی اور مسلمانوں نے اسے قبرستان بنادیا تو اب وہ وقف ہے اور اس پر وقفی قبرستان کے احکام نافذ ہوں گے اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

"جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دے دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی۔" اھ(۱)

اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے مسلمان اسی روپیہ کا مالک ہوکر مسجد بنائیں یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دے دے مسلمان اس پر قابض ہوکر اسے وقف کردیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہوجائے گی۔"(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص: ۳۵۱

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۶، ص: ۴۵۹

(۳) الفتاوی المصطفویۃ، ص: ۲۶۸

مراجع ومصادر

القرآن الکریم

کتب تفاسیر

تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	متوفی ۷۲۵ھ
تفسیر بغوی	محمد بن حسین مسعود فرا البغوی	متوفی ۵۱۶ھ
تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	متوفی ۷۰۱ھ
تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی	متوفی ۶۸۵ھ
درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
احکام القرآن للجصاص	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی جصاص	متوفی ۳۷۰ھ
تفسیر جمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	متوفی ۱۲۰۴ھ
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
تفسیرات احمدیہ	مفسر ملا احمد جیون	متوفی ۱۱۳۰ھ
تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر	متوفی ۷۷۴ھ
تفسیر روح البیان	علامہ اسمٰعیل حقی	متوفی ۱۲۳۷ھ
تفسیر ابن شیخ زادہ	علامہ محی الدین محمد بن مصطفےٰ قوجی	متوفی ۹۵۱ھ
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	متوفی ۶۰۶ھ
حاشیۃ الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی	متوفی ۱۲۲۳ھ
تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز	متوفی ۱۲۳۹ھ
کشاف	علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری	متوفی ۵۳۸ھ
روح المعانی	علامہ سید آلوسی حنفی	متوفی ۱۲۷۰ھ
الجامع لاحکام القرآن	علامہ ابوعبداللہ احمد مالکی قرطبی	متوفی ۶۶۸ھ
تفسیر حسینی	حسین بن علی واعظ کاشفی	متوفی ۹۱۰ھ
جامع البیان	علامہ محمد بن جریر طبری	متوفی ۳۱۰ھ
غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن محمد نیشاپوری	متوفی ۷۲۸ھ

کتب احادیث وسیر

صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	متوفی ۲۵۶ھ
صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	متوفی ۲۶۱ھ

جامع الترمذی — امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی — متوفی ۲۷۹ھ

سنن ابی داؤد — امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث — متوفی ۲۷۵ھ

سنن ابن ماجہ — امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ — متوفی ۲۷۳ھ

مسند امام احمد بن حنبل — امام احمد بن حنبل — متوفی ۲۴۱ھ

مشکاۃ المصابیح — شیخ ولی الدین تبریزی — متوفی ۷۴۲ھ

المستدرک للحاکم — امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری — متوفی ۴۰۵ھ

سنن البیہقی — احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخسر وجردی البیہقی — متوفی ۴۵۸ھ

سنن دارقطنی — امام علی بن عمر دارقطنی — متوفی ۳۸۵ھ

جامع الاحادیث — امام احمد رضا قادری — متوفی ۱۳۴۰ھ

المعجم الاوسط — امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب — متوفی ۳۶۰ھ

کنز العمال — علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری — متوفی ۹۷۵ھ

مرقات المفاتیح — ملا علی بن سلطان محمد القاری — متوفی ۱۰۱۴ھ

انوار الحدیث — مفتی جلال الدین احمد امجدی — متوفی ۱۴۲۲ھ

الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ — قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی — متوفی ۵۴۴ھ

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ — حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی — متوفی ۸۵۲ھ

المنہاج شرح صحیح مسلم — حافظ ابوذکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی — متوفی ۶۷۶ھ

کفایہ — علامہ جلال الدین خوارزمی — متوفی ۸۰۰ھ

حاشیہ شلبی — علامہ شہاب الدین شلبی — متوفی ۱۰۲۱ھ

اشعۃ اللمعات — شیخ عبدالحق محدث دہلوی — متوفی ۱۰۵۲ھ

نسیم الریاض — علامہ شہاب الدین خفاجی — متوفی ۱۰۶۹ھ

الجامع لاخلاق الراوی — ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی — متوفی ۴۶۳ھ

ارشاد الساری شرح بخاری — علامہ احمد قسطلانی — متوفی ۹۱۱ھ

انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء — علامہ جلال الدین سیوطی — متوفی ۹۱۱ھ

حلیۃ الاولیاء — حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی — متوفی ۴۳۰ھ

شرح الزرقانی — محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی — متوفی ۱۱۲۲ھ

المعجم الکبیر — حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد ایوب اللخمی الطبرانی — متوفی ۳۶۰ھ

فتح المغیث — علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی — متوفی ۹۰۲ھ

الدرر السنیہ	عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم	متوفی ۱۳۹۲ھ
شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی	متوفی ۱۴۳۸ھ
التیسیر شرح جامع صغیر	زین الدین محمد بن محمد بن المدعو	متوفی ۱۰۳۱ھ
شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
مدخل	علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج	متوفی ۷۳۷ھ
جذب القلوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	متوفی ۱۰۵۲ھ
سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسینی بیہقی	متوفی ۴۵۸ھ

کتب فقہ واصول فقہ

المبسوط للسرخسی	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	متوفی ۴۸۳ھ
اصول بزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی	متوفی ۴۸۲ھ
شرح وقایہ	صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود	متوفی ۷۴۷ھ
ھدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	متوفی ۵۹۳ھ
بحر الرائق	علامہ زین الدین بن نجیم	متوفی ۹۷۰ھ
مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	علامہ محمد سلیمان آفندی	متوفی ۱۰۷۸ھ
فتح القدیر	علامہ کمال الدین ابن ہمام	متوفی ۸۶۱ھ
تبیین الحقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی	متوفی ۷۴۳ھ
رد المحتار	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	متوفی ۱۲۵۲ھ
غنیۃ المستملی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	متوفی ۹۵۶ھ
مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
غمز عیون البصائر	سید احمد بن محمد حنفی حموی	متوفی ۱۰۹۸ھ
بدائع الصنائع	علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی	متوفی ۵۸۷ھ
جامع الفصولین	محمد بن اسرائیل المعروف ابن قاضی	متوفی ۸۲۳ھ
کنز الدقائق	علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی	متوفی ۷۱۰ھ
الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری	متوفی ۹۷۰ھ
نور الایضاح	علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی	متوفی ۱۰۶۹ھ
نور الانوار	ملا احمد جیون	متوفی ۱۱۳۰ھ

در مختار	علامہ علاؤالدین حصکفی	متوفی ۱۰۸۸ھ
الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد طحطاوی	متوفی ۱۲۳۱ھ
منیۃ المصلی	علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	متوفی ۷۰۵ھ
التوضیح علی التلویح	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	متوفی ۷۹۲ھ
فتاویٰ بزازیہ	علامہ شہاب الدین ابن بزاز کردری	متوفی ۸۲۷ھ
فتاویٰ رملی	علامہ خیرالدین رملی	متوفی ۱۰۸۱ھ
الفتاوی العالمگیریہ	ملا نظام الدین	متوفی ۱۱۶۱ھ
العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
فتاویٰ خانیہ	قاضی حسن بن منصور اوزجندی	متوفی ۵۹۲ھ
فتاویٰ خیریہ	علامہ خیرالدین اعلی	متوفی ۱۳۸۱ھ
فتاویٰ امجدیہ	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
فتاویٰ مصطفویہ	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
فتاویٰ بحرالعلوم	مفتی عبدالمنان اعظمی	متوفی ۱۴۳۴ھ
فتاویٰ تاتارخانیہ	علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی	متوفی ۷۸۶ھ
فتاویٰ مفتی اعظم	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
فتاویٰ شارح بخاری	علامہ مفتی شاہ شریف الحق امجدی	متوفی ۱۴۲۱ھ
فتاویٰ برکاتیہ	فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
خزانۃ المفتین	حسین بن السمعانی السمنانی	متوفی ۷۴۰ھ
احکام شریعت	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
ٹائی کا مسئلہ	علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری	

متفرق کتب

تقویۃ الایمان	اسماعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
رسالہ یکروزی	اسماعیل دہلوی	متوفی ۱۲۴۶ھ
تحذیر الناس	محمد قاسم نانوتوی	متوفی ۱۲۹۷ھ

براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی	متوفی ۱۳۴۶ھ
حفظ الایمان	اشرف علی تھانوی	متوفی ۱۳۶۲ھ
الشہاب الثاقب	حسین احمد ٹانڈوی	متوفی
شرح عقائد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	متوفی ۷۹۱ھ
جاء الحق	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	متوفی ۱۳۹۱ھ
نبراس	مولانا عبد العزیز پرہاروی	متوفی ۱۲۳۹ھ
طریقہ محمدیہ	محمد بن بیر علی المعروف بیرکلی	متوفی ۹۸۱ھ
حدیقہ ندیہ	علامہ عبد الغنی نابلسی	متوفی ۱۱۴۳ھ
المعتقد المنتقد	علامہ فضل رسول بدایونی	متوفی ۱۲۸۹ھ
شرح فقہ اکبر	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
بہجۃ الاسرار	ابو الحسن نور الدین علی بن یوسف شطنوفی	متوفی ۷۱۳ھ
اعلام مع سبل النجاۃ	خیر الدین زرکلی	متوفی ۱۳۹۴ھ
رسالہ قشیریہ	ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری	متوفی ۴۶۵ھ
طبقات کبریٰ	امام محمد بن سعد	متوفی ۲۳۰ھ
الاعلام بقواطع الاسلام	احمد بن علی بن حجر الہیتمی	متوفی ۹۷۴ھ
ازالہ اوھام	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ء
تتمہ حقیقت وحی	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ء
دافع البلا	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ء
آئینہ کمالات اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی	متوفی ۱۹۰۱ء
فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن	ڈاکٹر طاہر القادری	
تمہید ایمان	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
رد الرفضۃ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۴۰ھ
المصباح فی اللغۃ	عبد الحفیظ بلیاوی	